

طبع نو

شاہنامہ اسلام

(مکمل)



ابوالاثر حفیظ جالندھری



شاہنامہ اسلام (مکمل)

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

يَا أَيُّهَا

المعروف به

شاهنامہ اسلام

شاہنامہ اسلام

(مکمل)
(جلد اوّل)

اُردو نظم میں تاریخ اسلام کے ولولہ انگیز واقعات

اثرِ خامہ
ابوالاثر حفیظ جالندھری

الحمّد پبلی کیشنز

راناجیمبرز - سیکنڈ فلور - (چوک برائی انڈر کلی) - لیک روڈ - لاہور

☎ 7310944-7231490

ہماری کتابیں

خوبصورت، معیاری اور

کم قیمت کتابیں

تزیین و اہتمام اشاعت

صفدر حسین



باقاعدہ قانونی معاہدے کے تحت شاہ نامہ اسلام (مکمل) شاعر ابوالاثر حفیظ جالندھری شائع کیا جا رہا ہے
اس کے جملہ حقوق بحق الحمد پبلی کیشنز لاہور محفوظ ہیں۔ اس کتاب کے کسی بھی حصے کی کسی شکل میں
نقل و اشاعت کی اجازت نہیں ہے بصورت دیگر قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

ضابطہ:-

اشاعت : 2006ء
مطبع : شرکت پریس لاہور
سرورق : ۱۵ ریاض
قیمت : 800 روپے

پیشکش

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں

جو

کلمہ طیبہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

پر

ایمان رکھتا ہے!

حفظ

فہرست مضامین شاہنامہ اسلام (جلد اول)

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۷	حضرت ہاجرہ کے ساتھ	۱۱	ظہر جاوید
۳۸	حضرت اسماعیلؑ کی ولادت اور ماں بیٹے کی ہجرت	۱۳	حفیظ جالندھری
۳۹	حضرت ابراہیمؑ کی دعا	۱۷	شیخ سر عبد القادر صاحب بالقاہ کے قلم سے
۳۹	وادیٰ غیر ذی زربع میں ماں بیٹے کی تنہائی	۲۳	حمد
۴۱	قبیلہ بنی جرہم کا پانی کی تلاش میں آنا	۲۳	نعت
	کنعان میں حضرت اسحاقؑ کی ولادت اور حضرت ابراہیمؑ	۲۴	سبب تالیف
۴۲	کا پھر عرب میں آنا	۲۵	مشکلات
۴۲	حضرت اسماعیلؑ کی قربانی	۲۶	مزار قطب الدین ایک
۴۴	تغیر خانہ کعبہ	۲۸	ضمیر کی آواز
۴۶	اولین حج اکبر	۳۰	مناجات
باب دوم		باب اول	
حضرت ابراہیمؑ کی وفات		آغاز	
۴۷	حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ کی اولادیں	۳۲	خلافت انسانی اور کائنات کے اندیشے
۴۷	حضرت اسحاقؑ کی اولاد بنی اسرائیل	۳۳	صدائے روح الامیں
۵۱	عرب میں بنی اسماعیل کے پھولنے پھلنے کا بیان	۳۴	افرائیم نسل آدم اور ابلیس کا مکرو فریب
۵۲	انقلابات عالم اور عرب	۳۵	نور احمدی - ظلمت میں مشعل ہدایت
۵۳	مکہ پر یمن والوں کا حملہ اول اور قریش کی مدافعت	۳۶	بیان حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ
۵۵	عرب میں زمانہ جاہلیت	۳۶	حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت
۵۷	جاہلیت کے میلے یعنی بازار عکاظ پر ایک نظر		حضرت ابراہیمؑ کی دوسری شادی فرعون مصر کی بیٹی

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۸۵	ہاتھی سجدے میں	۵۹	جاہلیت کی عبادت
۸۵	اصحاب فیل کا کفر	۵۹	شاعری کے بڑے پہلو
	باب چہارم	۶۱	میلے میں جنگ کا آغاز
	ختم المرسلین رحمۃ للعالمین	۶۳	اس عہد میں دنیا بھر کی عام حالت
۸۷	ولادت باسعادت	۶۴	ہندوستان - چین - ایران - یورپ
۹۱	سلام	۶۵	شہر پوہی آئی کی آخری رات
۹۳	آنحضرتؐ کے دادا عبدالمطلب کو خبر ملتی ہے	۶۶	اہل یورپ عیسائی ہو جانے کے بعد
۹۴	کعبہ مقصود عالم کا طواف کعبہ کے لئے لے جایا جانا	۶۷	یہودیوں کی عام حالت
۹۵	عرب کی دودھ پلانے والی عورتیں	۶۸	ساقی نامہ
۹۵	حلیہ سعدیہ کی غربتی		باب سوم
۹۷	آنحضرتؐ کے بچپن کی برکات		پیغمبر آخرا زمان کی ولادت سے قبل کا زمانہ
۹۸	یتیم مکہ صحرائی گھر کی طرف	۷۰	غلبہ باطل اور شیطان کا غرور
۹۹	بیابان پر ابر رحمت کا سایہ	۷۱	پیغمبر آخرا زمان کے والد سردار عبد اللہ کا بیان
۱۰۰	رضاعت سے بعثت تک کا بیان	۷۲	بنت مرثعہ اور شیطان
۱۰۵	مصنف کا اعتراف عجز	۷۳	سردار عبد اللہ کی پاکیزگی
	باب پنجم	۷۴	شیطان اور یہودی
	آفتاب ہدایت کا طلوع	۷۷	سردار عبد اللہ پر یہودیوں کا حملہ
۱۰۷	مقصود بعثت - مظلوم دنیا کی دعائیں	۷۸	جنگ
۱۰۸	اقراء	۷۸	وہب بن عبد مناف والد سیدہ آمنہؓ
۱۰۸	صدیق کا ایمان	۸۰	سردار عبد اللہ کا انتقال
۱۰۹	السا بقین الاولین	۸۱	اصحاب فیل کا بیان - یمن کا کلیسا
۱۱۰	پہاڑی کا وعظ اعلائے کلمۃ الحق	۸۲	مشرکین مکہ کا فرار
۱۱۲	مشرکین کا جوش و خروش	۸۳	سردار عبدالمطلب اور ابرہہ اشرم کی گفتگو
۱۱۲	ابولہب بن عبدالمطلب کا کفر	۸۴	اصحاب فیل کے حملے کی صبح

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۳۴	فکست معاہدہ باطل	۱۱۳	بنو ہاشم میں تبلیغ - حضرت علی کا ایمان
۱۳۴	عام الحزن - ابوطالب اور حضرت خدیجہ الکبریٰ کی وفات	۱۱۴	اسلام لانے والوں پر مصائب کے پہاڑ
۱۳۵	ہادی اسلام کا سفر طائف	۱۱۵	اکابر قریش کی ابوطالب کو دھمکی
۱۳۶	پتھروں کی بارش	۱۱۶	چچا کی فہمائش بھیجے کو
۱۳۷	آپ سے بددعا کی خواہش اور رحمۃ للعالمین کا جواب	۱۱۶	بھیجے کا جواب
۱۳۸	پتھر مارنے والوں کے لئے آنحضرت کی دعائے خیر	۱۱۷	ابوطالب کا تاثر
۱۳۸	وہی جوش تبلیغ یمینوں اور یشریوں کا ایمان لانا	۱۱۷	تبلیغ حق کا دشوار گزار راستہ
۱۴۰	اہل یشرب میں اسلام	۱۱۷	کفار کی ایذا رسانی اور توہین
	باب ششم	۱۱۸	قریش کی طرف سے مادی ترغیبات عتبہ کی فہمائش
	ہجرت نبویؐ	۱۲۰	ارشاد نبوتؐ
۱۴۲	مسلمانان مکہ کی ہجرت یشرب	۱۲۱	حضرت حمزہؓ کا ایمان لانا
۱۴۲	مشرکین مکہ کے ارادے	۱۲۲	حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا بیان
۱۴۳	مشرکین مکہ کی مشاورت قتل	۱۲۲	دشمنان دین میں نبی کے قتل کی تجویزیں
۱۴۴	ہجرت کی رات	۱۲۳	عمرؓ بنی کے قتل کا بیڑا اٹھاتے ہیں
۱۴۶	غار ثور	۱۲۳	حضرت عمرؓ کا ایمان
۱۴۷	سحر کا نور خندہ زن تھا باطل کی لیاقت پر	۱۲۵	عمرؓ آستانہ نبوت پر
۱۴۷	انعام کا اعلان اور تلاش	۱۲۶	حضرت عمرؓ کی شان ایمان
۱۴۸	قافلہ نبوت مدینے کے راستے میں	۱۲۷	ہجرت حبشہ - ایذا دہی کی انتہا طرح طرح کی عقوبتیں
۱۴۹	عرب کی دھوپ	۱۲۹	نجاشی انصاف کی راہ پر
۱۴۹	سراقہ ابن مالک ابن جشم کا تعاقب	۱۲۹	دربار نجاشی میں حضرت جعفرؓ کی تقریر
۱۵۰	آنحضرت کی ایک معجز نماز پیش گوئی	۱۳۰	نجاشی راہ ہدایت پر
۱۵۱	بریدہ اسلمی اور اس کے ساتھی	۱۳۰	نجاشی کا تہیہ
۱۵۲	قبائیں و روو مسعود الانظار الانظار	۱۳۱	رسول اللہؐ کے خلاف اہل مکہ کا معاہدہ
۱۵۴	قافلہ نبوت شہر یشرب کی طرف	۱۳۲	ابوطالب کی ثابت قدمی
		۱۳۳	شعب ابی طالب میں محسوری کا زمانہ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۶۵	مشرکین میں اشتعال کی چال	۱۵۴	مدینہ النبیؐ میں نبیؐ کے داخلے کی شان
۱۶۶	ابو جہل کی آتش افروزی	۱۵۵	شوق میز بانی
۱۶۸	قریش مکہ کی چڑھائی	۱۵۶	دارالامان مدینہ
۱۶۹	ابو جہل کا جواب ابوسفیان کے قاصد کو	باب ہفتم مدینے پر جنگ کے بادل	
۱۷۱	صورتِ حالات کی نزاکت، نبیؐ کا مشورہ صحابہ سے		
۱۷۳	مہاجرین کا مشورہ	۱۵۸	قریش مکہ کا جوشِ غضب
۱۷۳	انصار کا جوشِ ایمان	۱۵۹	قریش مکہ کی دھمکی اہل مدینہ کو
۱۷۴	وعدہ نصرتِ الہی	۱۵۹	عبداللہ بن ابی - منافق
۱۷۵	مجاہدینِ اسلام جہاد کے رستے پر	۱۶۰	مدینے کے بد باطن یہودی
۱۷۶	کفار کا ڈیرا میدانِ بدر میں	۱۶۱	قریش مکہ کی غارتگری
۱۷۶	ابو جہل کا غرور	۱۶۲	اذنِ جہاد
۱۷۷	مسلمانوں کی کمزور جماعت	۱۶۳	قریش کی دھمکی
۱۷۹	قطعہ تاریخ	۱۶۴	قافلہ تجارت اور ابوسفیان کے منصوبے
		۱۶۵	شرارت

شاعر اسلام

حفیظ جالندھری کا نام اور مقام اس رفعت پر ہے کہ میرے ایسا کج مج بیان اُن کی تحسین کرتے اور اُن کے لئے توصیف کے لفظ لکھتے ہوئے خفت سی محسوس کر رہا ہے۔ ان کی حیثیت اور شخصیت صرف ایک شاعر ہی کی نہیں، مصلح اور دردمند مسلمان (انسان) کی ہے۔ سرسید احمد خان نے کہا تھا کہ میں نے الطاف حسین حالی سے مسدس لکھوا کر اپنی بخشش کا وسیلہ بنا لیا ہے..... میں بہت عجز سے کہوں گا کہ حفیظ جالندھری نے شاہنامہ اسلام لکھ کر مجھ ایسے کئی گنہ گاروں کو ایسی سعادت کا حیلہ دے دیا ہے..... جو جو بھی اسے پڑھے گا اور اس کی روح میں عبرت کی کپکی، ذہن و دل میں اسلام کی عظمت، رسول مقبول حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور صحابہؓ سے عقیدت کی لرزش آئے گی اور وہ اس بیان کے اگر عشرِ عشیر پر بھی عمل کرے گا تو یقیناً عاقبت سنوار لے گا۔

ساتھ ستر برس پہلے جب حفیظ جالندھری نے شاہنامہ اسلام تخلیق کیا یا اسے معرض وجود میں لانے کا سوچا تھا تو اس وقت برصغیر کے خصوصاً اور دوسرے ممالک کے مسلمان عموماً زوال پذیر معاشرے کا شکار تھے..... آج اگر ہمارے عہد میں حفیظ جالندھری زندہ ہوتے (جسمانی طور پر) تو بلا شک آج کے مسلمان کو زوال شدہ قرار دیتے..... آج جو ساری دنیا میں مسلمانوں کی درگت بن رہی ہے اور جس طرح اسلام کے نام کو کج لایا جا رہا ہے یہ اُسی الیہ کا نتیجہ ہے جس کی طرف حفیظ نے اتنے برس پہلے اشارہ کر دیا تھا..... شاہنامہ صرف اسلام کے ظہور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور کفار کے ظلم و تشدد ہی کا بیان نہیں، دراصل ایک اخلاق نامہ ہے..... ایک آئینہ ہے..... ایک درس انسانیت ہے اور پیغام اسلام ہے کہ اگر ہم آج کے مسلمان آنحضورؐ کے اسوہ حسنہ کو رہنما بنائیں اُن کے عمل اور فکر کو اپنائیں اپنے وجود کی مقصدیت اور اپنے تحفظ اور دین کی جامعیت کی تفہیم کریں تو آج بھی ہم سر بلند سرخرو اور سرفراز ہو سکتے ہیں۔

شاعر رسالت، حسان بن ثابتؓ کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی لئے پسند فرماتے تھے کہ تقریر اور سادہ بیان کی نسبت شعر انسان کے اندر زور و اندر تک اثر پذیر ہو جاتا ہے..... سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بہت کتابیں لکھی گئیں..... ایک سے ایک اعلیٰ اور عمدہ..... تاثیر بھی گہیر..... مگر جو کام حفیظ نے شاعری سے لیا ہے وہ منفرد یکتا اور سب سے بالا ہے..... وہ شاعر تو بے مثل ہیں ہی..... حیرت اور مسرت کی بات ہے کہ اُن کا اسلامی تاریخ کا مطالعہ بہت گہرا ہے اور انہوں نے اسے جس طرح ہضم کر کے اسے شعروں میں پرو دیا ہے اس کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی..... نہایت سادہ بیان..... لیکن بے حد وقار اور بلند معیار..... حفیظ کو جس طرح اُردو کے

علاوہ عربی، فارسی اور ہندی پر عبور اور ان کے استعمال کا ادراک ہے یہ ہمارے اردو زبان کے اور خصوصاً حفیظ کے ہم عصروں میں سے کم کم ہی کو نصیب ہے..... اقبال کو اس فہرست میں شمار نہ کریں کہ ان کا منصب اور مرتبہ الگ ہے..... حفیظ کے اظہار کی روانی، جذبوں کی جولانی اور بیان کی جوانی، یوں صبا خرام ہوتی ہے کہ لفظ ہاتھ باندھے چلے آتے ہیں..... اور ایسا ایسا قافیہ سامنے آتا ہے قاری حیران ہو جاتا ہے کہ لفظ کو یوں بھی برتا جاسکتا ہے؟ آپ بھی حیران ہوں گے..... جب انگریزی کا لفظ کمیٹی، قافیے کے طور پر پڑھیں گے تو حفیظ کی قادر الکلامی الم نشرح ہو جاتی ہے..... ایسے لگتا ہے حفیظ کا خیال نکسال ہے جس میں لفظ خود بخود ڈھلتے جاتے اور اپنا رنگ اور انگ بدلتے جاتے ہیں..... انہیں حفیظ جس طرح چاہتے ہیں وہ لفظ وہی معانی دیتے ہیں۔

ممتاز شاعر، عمر زمان نے حفیظ جالندھری کو شاعر پاکستان کہا ہے..... میراجی چاہتا ہے کہ انہیں شاعر اسلام کہا جائے کہ اگر آج بھی ہمارے علماء و دانشور اور نئی نسل شاہنامہ اسلام کو پڑھے، اُس کی روح کو سمجھے اور حفیظ جالندھری کے ایمان کی تقلید کرے تو مسلمان اپنی نشاۃ ثانیہ پالیں.....

افسوس یہ ہے کہ شاہنامہ اسلام برسوں تک نایاب رہا۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ آج اس وقت پھر سے طبع ہوا ہے جب صحیح معنوں میں اسے پڑھنے، پرکھنے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

خداوند کریم حفیظ جالندھری، شاہنامہ اسلام کے ناشر صفدر حسین اور میرے ایسے عاصیوں سے راضی ہوں۔ آمین۔

اظہر جاوید

عرض حال مصنف (اشاعت چہارم کے وقت)

۱۹۲۹ء کے وسط میں میں نے شاہنامہ اسلام کی یہ جلد کانپتے ہوئے ہاتھوں سے قوم کے دربار میں پیش کی تھی اس وقت چند سطور میں اس کام کی اہمیت اور اپنے ارادوں کا اظہار کر دیا تھا اور وہ مشکلات بھی بیان کر دی تھیں جو حصول مقصد میں حائل تھیں اس وقت مجھے یہ خطرہ تھا کہ چونکہ یہ رنگِ سخن بالکل نیا ہے اس لئے بزمِ اردو جو ابھی تک لفظوں سے کھیل رہی ہے اور تاثرات سے نا آشنا ہے۔ شاید میری سادہ کاری قابلِ اعتنا خیال نہ کرے۔ میں نے ایسے کام کا آغاز کیا تھا جس کو دیکھ دیکھ کر دل بار بار پوچھتا تھا کہ انجام کیا ہوگا؟ اور واقعی شاہنامہ اسلام کے سلسلے میں اگر میری اولین کوشش ہی ٹھکرادی جاتی تو ایک طرف میرا دل ٹوٹ گیا ہوتا۔ دوسری طرف بزمِ سخن ایک مدت کے لئے اس طرزِ سخن سے محروم رہ جاتی جس کا آغاز اسی کتاب کے ساتھ ہوا تھا اور جس کا آج ہر طرف تتبع ہو رہا ہے۔

لیکن میرے اندیشے بڑی حد تک غلط ثابت ہوئے۔ قوم نے بتا دیا کہ وہ کتنی بھی در ماندہ کیوں نہ ہو آج بھی جو ہر اصلی کو پہچانتی ہے۔ حب رسول اللہ کے متوالوں نے علماء نے صوفیاء نے امیر و غریب نے خواص نے عوام نے سخن وروں نے سخن فہموں نے میری کتاب کا اس خلوص اور قدردانی کے ساتھ خیر مقدم کیا کہ ایک ہی سال بعد نومبر ۱۹۳۰ء میں جلد اول کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنا پڑا۔

خدا کا فضل اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے کہ آج میں اسی پہلی جلد کا چوتھا ایڈیشن شائع کر رہا ہوں۔ ایک مصنف کی اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہے کہ اس کی تصنیف کو پسند کیا جائے خریداجائے اور پڑھا جائے۔ ”شاہنامہ اسلام“ جس ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ جس محبت سے پڑھنے والے اپنی خوشنودی مزاج کی مصنف کو اطلاع دیتے ہیں اور جس جیتابی کے ساتھ اس سلسلے کو آگے بڑھانے اور بقیہ حالات کو نظم کی صورت میں دیکھنے کا مطالبہ کرتے ہیں اس کو دیکھ کر اگر میں اظہارِ طمانیت نہ کروں تو یہ کفرانِ نعمت ہوگا۔ بحمد اللہ کہ میری سخی ایک حد تک مشکور ہوئی۔

اے خدا قربانِ احسانت شوم اسچہ احسانت قربانت شوم

آج میں ایک مرتبہ پھر اپنی بے بضاعتی اور فنی بے مائیگی کا اعتراف کرتا ہوں ان قدردانوں اور مربیوں کا احسان مانتا ہوں جنہوں نے اس سلسلہ میں کسی نہ کسی صورت میں میری امداد کی۔ علماء و شعراء کا شکر یہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میرا دل بڑھایا۔ بلکہ اُن

حضرات کا بھی بغایت ممنون ہوں، جنہوں نے میری غلطیوں اور خامیوں کی طرف توجہ مبذول فرما کر مجھے اپنے نفس کی اصلاح کا موقع دیا۔

جیسا کہ ذکر کیا ہے کہ پہلی جلد ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی تھی جس کو آج چھ برس ہوتے ہیں۔ مصنف کو اس مدت میں بعض ناگہانی حوادث اور صد مات کا نشانہ بننا پڑا۔ ایک لڑکی نمونیہ سے انتقال کر گئی تھی۔ دوسری جس کی عمر ساڑھے دس برس کی تھی اچانک گھر کے کنوئیں میں گر کر جاں بحق ہو گئی۔ اس سانحہ نے ایک عرصہ دماغ ماؤف رکھا۔ تاہم جو عہد اس کام کے آغاز میں اپنے اللہ سے کیا گیا تھا۔ اللہ کی بخشی ہوئی توفیق ہی سے قائم رہا۔ واقعات نظم ہوتے رہے اور اگست ۱۹۳۳ء میں شاہنامہ اسلام کی دوسری جلد بھی مکمل ہو کر زیور طبع سے آراستہ ہو گئی۔ دوسری جلد کے لئے اہل شوق اس قدر بیتاب تھے کہ بعض احباب تو طعن آمیز شکوک پر اتر آئے۔ اُن کا خیال تھا کہ مصنف کا جوشِ سخن سرد پڑ چکا ہے لیکن خدا کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے مجھے سرخرو کر دیا۔

دوسری جلد میں جنگِ بدر کا مکمل واقعہ کم و بیش ہزار شعر میں سمایا ہے یہ جنگ تاریخ اسلام میں بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ یہی جنگ تھی جس نے فیصلہ کر دیا کہ ایمان کے مقابلہ میں اکثریت اور سامان کوئی چیز نہیں۔ غزوہِ سویق حضرت فاطمہ الزہراء کی شادی قریش کی انتقامی تیاریاں آخر مدینے پر حملہ آور ہونے کے لئے ایک بڑی فوج کی چڑھائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ گوساتھ لے کر اُحد کی طرف مدافعت کے لئے نکلنا۔ منافقینِ مدینہ کا عین میدانِ جنگ میں دغا دے جانا۔

تیسری جلد جو زیر تصنیف ہے۔ جنگِ اُحد، غزوہِ احزاب، غزوہِ خیبر اور فتح مکہ تک کے واقعات پر حاوی ہوگی۔ چونکہ مصنف کو اس سال حج بیت اللہ اور دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور خاکِ مقدسہ حجاز کو سرمہ چشم بنانے کی سعادت حاصل ہو چکی ہے۔ اس لئے توقع ہے کہ ان تصاویر میں واقعیت کا رنگ اور بھی نمایاں ہوگا۔

حقیظ (۲۱ مئی ۱۹۳۵ء)

شاہنامہ اسلام اور تاجران

شاہنامہ اسلام ایک طویل کام ہے۔ اپنے بھائی مسلمانوں کے دلوں میں اعلائے حق کے لئے اور ہندوستان میں اسلام کا وقار قائم رکھنے کی جدوجہد کے سلسلے میں جذبہٴ صادقہ پیدا کرنے کے لئے یہ کام اختیار کیا گیا ہے۔ میں نے ۱۹۲۷ء میں اسے لکھنا شروع کیا تھا۔ آج تک چار جلدیں لکھ سکا ہوں۔ جو محنتِ شاقہ اس کے لکھنے میں اٹھانی پڑ رہی ہے وہ خدا ہی خوب جانتا ہے۔

مری دنیا کا سرمایہ ہے عقبی بڑی تنخواہ کا مزدور ہوں میں

ملک میں ابھی تک یہ قانون موجود ہے کہ مصنف اپنی تصنیف کے جملہ حقوق کا مالک ہے تاوقتیکہ وہ اپنے حقوق کسی دوسرے کو باضابطہ منتقل نہ کر دے۔ میں بھی اپنی تصانیف کے جملہ حقوق کا مالک و مختار ہوں۔ تاجران کتب کمیشن حاصل کر کے مجھ سے کتابیں لیں اور فروخت کریں تو یہ طریقہ جائز اور مناسب ہے۔ اور یہی ایک ایسی صورت ہے جس سے تمام اخراجات طباعت وغیرہ کے بعد مجھے کچھ پس انداز ہو سکتا ہے۔ اور میں شاہنامہ اسلام کو مکمل کرنے کے لئے مسلسل محنت جاری رکھ سکتا ہوں۔ لیکن افسوس بعض تاجران کتب نے جائز طریقہ سے کتاب حاصل کر کے فروخت کرنے کی بجائے بے ایمانی اور بد معاشی کی راہ اختیار

کی۔ چوروں نے چوری سے شاہنامہ اسلام کی سب جلدیں بلکہ میری دوسری تصانیف کو بھی چھاپ کر آپ خود اور دوسرے اپنے ہی جیسے حرام کے کھانے والے تاجروں کے ذریعے مسلمانوں کے ہاتھوں فروخت کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح میرا کام تقریباً بند ہو گیا۔ میں نے ان بد معاش کتب فروشوں کو قانون کے حوالے کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ ان میں سے بعض کتب فروش چوری اور بے ایمانی سے چھاپی ہوئی کتابیں فروخت کرتے ہوئے پکڑے بھی گئے ہیں۔ انشاء اللہ دوسرے بھی ماخوذ ہوں گے اور کیفر کردار کو پہنچیں گے۔

مجھے مجبوراً یہ اقدام اس لئے کرنا پڑا کہ اگر ان کو روکا نہ گیا تو شاہنامہ اسلام ہرگز مکمل نہیں ہو سکتا اور اس کا مکمل نہ ہو سکتا تو قومی نقصان

ہے۔

حفیظ

تمنا ہے کہ اس دُنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں
کیا فردوسی مرحوم نے ایران کو زندہ
خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ

تقریب

(اثرِ قلم آنرہیل شیخ سر عبد القادر صاحب بالقابہ)

حفیظ اور حفیظ کی شاعری محتاج تعارف نہیں۔ مگر ”شاہنامہ اسلام“ ایک ایسی تصنیف ہے کہ وہ محض شاعری سے تعلق نہیں رکھتی۔ وہ اسلام کی منظوم تاریخ ہوگی۔ وہ اخلاقی اسلامی کی تعلیم کے لئے ایک درسی کتاب کا کام دے گی۔ وہ مصنف کے جذباتِ مذہبی کی ایک دل کش تصویر ہے جو لفظوں سے کھینچی گئی ہے۔ لفظ سادہ ہیں۔ اس پر رنگین ترنم ہے جو حفیظ کی شاعری کی خصوصیت ہے۔ تصویر کی تاثیر کو دوبالا کر رہا ہے۔ اس لئے اس کتاب کی تقریب کے طور پر کچھ لکھنا بے محل نہ ہوگا۔ اس کی پہلی جلد شائع ہوتی ہے جس میں دو ہزار سے زیادہ اشعار ہیں۔ اور اس کا بیشتر حصہ اُس عہدِ زریں سے تعلق رکھتا ہے۔ جب اسلام کے مقدس ہادی کی ذات والا صفات اپنے جمالِ جہاں آرا سے دنیا کو نورانی کر رہی تھی۔ میں خوش ہوں کہ یہ سعادت میرے حصے آئی ہے کہ ایسی کتاب کی پہلی جلد کا دیباچہ لکھوں جو نہ صرف اپنی ادبی خوبیوں کے اعتبار سے دیر پا معلوم ہوتی ہے بلکہ مذہبی اور اخلاقی پہلو سے مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کے لیے چراغِ ہدایت ہو سکتی ہے۔

اسلام کے ابتدائی زمانے کا جو نقشہ شاعر نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے اس میں زیادہ تر زور سیرت پر دیا گیا ہے۔ بالعموم وہ روایتیں نظم کی گئی ہیں جن سے دنیا کے سب سے بڑے ہادی کی پاکیزہ سیرت پر روشنی پڑتی ہے۔ اس اعتبار سے ہر مسلمان حضرت حفیظ کے اس کارنامے کو قدر کی نگاہ سے دیکھے گا۔ بلکہ یہاں تک اُمید کی جاسکتی ہے کہ ہر وسیع الخیال غیر مسلم بھی شاعر کے کمالِ فن کی داد دے گا۔

اکثر شعراء نے اس قسم کے بڑے کام بڑھاپے میں اپنے ذمے لیے ہیں۔ حفیظ صاحب کے جاننے والوں میں جن حضرات کی نظر سے اُن کی وہ نظم گزری ہے جس کا عنوان ہے۔ ”ابھی تو میں جوان ہوں“ انہیں شاید حفیظ کی شاعری کو اس شانِ بزرگی اور تقدیس میں جلوہ گر دیکھ کر تعجب ہو کہ اُن کی طبع رسا بڑائی کے اتنے زینے ایک ہی جست میں کیوں کر طے کر گئی ہے۔ مگر جو شخص اُن کے تخیل کی بلند پروازی سے آگاہ ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ جسنم اُن کے لئے دشوار نہ تھی۔ حفیظ عمر میں جوان ہے۔ مگر شاعری میں بوڑھوں کی صف میں جلوہ گر ہے۔ زورِ طبیعت سے بے انت اور بہارِ پراں نظمیں لکھتا ہے جس سے معلوم ہو کہ کوئی شخص جو رنگین مزاجی کے سب مرحلوں گزر چکا ہے۔ آپ بیتی لکھ رہا ہے اور جوانی کو مست اور دیوانی دکھ نہ میں اپنی کہانی سنار رہا ہے۔ مگر یہ صرف خدا دادِ ہانت کے کرشمے ہیں۔ ورنہ

اسے زمانے نے مہلت ہی نہیں دی کہ دنیا کی رنگینیوں کو قریب سے دیکھے یا اُن کے مزے لے۔ صبح سے شام تک لکھتے پڑھتے گزرتی ہے۔ اور لکھنا پڑھنا بھی ایسا کہ فرصت اور اطمینان سے نہیں۔ بلکہ قوتِ لایموت کے لئے کسی اخبار یا رسالے کے لئے کچھ کام کیا جس کا تھوڑا بہت معاوضہ مل گیا۔ کوئی کتاب لکھی جو کسی نے سستے داموں خرید لی۔ اس پر رسالہ مخزن کی ایڈیٹری کی ذمہ داریاں مشاعروں اور پبلک جلسوں کے لئے نظمیں لکھنا اور پڑھنا۔ یہ حالات تھے۔ جب ”شاہنامہ اسلام“ لکھنا شروع کیا۔ مخزن کے دفتر اور وہاں آنے والے ملاقاتیوں سے بھاگ کر اپنے وطن مالوف جالندھر کے پرانے مکان میں گوشہ تہائی اختیار کرنا پڑا۔ وہاں سے کبھی لاہور آتا ہوا تو قدردانوں سے خط و کتابت کے لئے وہ آپ اپنے منشی۔ اپنی کتاب کے پروف دیکھنے کے لئے وہ آپ اپنے صحیح اور مطبع والوں سے تقاضا کرنے کے لئے وہ آپ اپنے سپاہی۔ اُن کی محنت و مصروفیت دیکھ کر غالب کا یہ شعر یاد آتا ہے۔

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

مگر خدا کی حکمتیں خدا ہی جانے۔ شاید یہی حالات ہیں جو باوجود مالی مشکلات اور کثرتِ کار کے توسنِ طبع کے لئے نازیبا نہ کام دیتے ہیں۔ اور روحانی زندگی کی جلا کا باعث ہیں۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ شاعری کی قوت کو مفید مذہبی خدمت کی تحریک انہی اسباب سے ہوئی ہے۔

چند سال ہوئے۔ جب میں نے حفیظ صاحب کو پہلی مرتبہ دیکھا۔ شاید اکثر لوگوں نے بھی انہیں لاہور میں اُسی زمانے میں دیکھا ہو۔ اس سے پہلے کوئی انہیں پہچانتا نہ تھا۔ مگر پہلے ہی موقع پر جب وہ لب کشا ہوئے۔ سب جان گئے اور مان گئے کہ ادبِ اُردو پر ایک نیا ستارہ چمکا ہے۔

لاہور میں ایک بڑا مشاعرہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ سامنے کی کرسیوں پر چند کہنہ مشق شاعر متمکن ہیں۔ اور اُن میں ایک نوعمر شخص ذبلا پتلا۔ بہت سادہ لباس پہنے ہوئے بیٹھا ہے اور ہر ایسے شعر پر جو داد کے قابل ہو داد دیتا ہے۔ اور یوں کہ اُس کے دل کی کیفیت ایک خاص طرزِ اظہار رکھتی ہے۔ یعنی شعر سنتے ہی وہ ہمتن داد بن کر اپنی جگہ سے اٹھنے کو ہوتا ہے۔ اور اپنا دایاں ہاتھ پھیلا کر اُس کی انگشت شہادت شاعر کی طرف اٹھا کر کہتا ہے۔ ”کیسا بلند شعر ہے۔“

یہ بے ساختہ اظہار خیال چونکہ کسی قدر زالا تھا۔ میری توجہ اس طرف ہوئی۔ میں نے کسی صاحب سے پوچھا۔ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا۔ ہمیں نام تو معلوم نہیں۔ مگر سنا ہے کہ جالندھر سے آئے ہیں اور مولانا گرامی کے شاگرد ہیں۔“

میں مولانا کے فارسی کلام کے مداحوں میں سے تھا اور اُن سے ذاتی مراسم رکھتا تھا۔ وہ بھی کبھی کبھی اسی طرح انگلی اٹھا کر اور یہ کہہ کر کہ ”اونچے پائے کا شعر ہے۔“ اپنے دوستوں کے کلام کی داد دیا کرتے تھے۔ شاگرد میں کچھ اُستاد کی جھلک نظر آئی۔ اور میں اس انتظار میں بیٹھ گیا کہ ان کا کلام سن کر جائیں گے۔ تھوڑی دیر بعد حفیظ صاحب کی باری آئی۔ جب یہ پڑھنے کو اُٹھے تو ایک اور مشابہت ان میں اور ان کے اُستاد میں نظر آئی۔ نہ اُن کے چہرے سے پتہ چلتا تھا کہ فارسی کے ایسے ادیب اور نامور شاعر ہیں نہ ان کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ اُردو نظم میں ایسی دست گاہ رکھتے ہیں۔ مگر ہوا یہ کہ ایک تو کلامِ مادہ وہ کار تھا اور دوسرے آواز دلکش، نظم نے سے پڑھی مٹی اور

جلے پر ایک بیخودی سی چھا گئی۔ میں نے اس کے بعد بارہا حفیظ صاحب کو بڑے بڑے جلسوں کو مسحور کرتے دیکھا ہے۔ اور اُن کی پُر اثر نے سنی ہے۔ جس سے اب ہندوستان میں دکن تک لوگوں کے کان آشنا ہو چکے ہیں۔ مگر اُس دن کی کیفیت چونکہ اپنے رنگ میں بالکل نئی تھی اُس لئے نہیں بھولتی۔ معلوم نہیں حفیظ صاحب کے نام کے ساتھ ”ابوالاثر“ کا لقب اس دن سے پہلے تھا یا نہیں۔ نہ مجھے یہ خبر ہے کہ یہ نام انہوں نے خود رکھا ہے یا کسی نے اُن کے لئے تجویز کیا ہے۔ مگر یہ ضرور کہوں گا کہ اُن کے لئے موزوں اور نہایت موزوں ہے۔ فی الواقعہ اثر اُن کے کلام کا غلام خانہ زاد ہے۔

ابوالاثر نے جس دن سے سخن کی بنسری بجائی ہے۔ اس بنسری سے طرح طرح کے راگ نکلے ہیں۔ اور نظموں کے اس مطبوعہ مجموعے میں جس کا نام ”نغمہ زار“ ہے اور بعض غیر مطبوعہ نظموں میں جو اس کے بعد لکھی گئی ہیں۔ اُس نے اپنی وسیع ہمدردی اور سچی قدرتی شاعری کے میلان سے کہیں کرشن کے گن گائے ہیں اور کہیں پریت کے گیت سنائے ہیں۔ مگر اس نے تھوڑے عرصے میں محسوس کر لیا کہ اثر کے لحاظ سے جو بات پیغمبر اسلام کی زندگی کے واقعات میں ہے۔ وہ کسی دوسرے انسان کی زندگی میں نہیں پائی جاتی۔ اگر کلام میں سچی اور پائیدار تاثیر ڈھونڈنی ہے تو ایسے چشمہ فیض سے سیراب ہونا چاہئے جس کا پانی کلام کے حق میں آبِ حیات بن جائے۔ اور اسے جاودانی زندگی بخش دے۔ پس اس میں شک نہیں کہ حفیظ نے جو مضمون اب چنا ہے وہ ذریعہ الہام اور اس کی شاعری اپنی صفائی اور سادگی کے جوہروں کے ساتھ مذہب اور اخلاق کی علمبردار ہو گئی ہے۔

جب سے ”شاہنامہ اسلام“ کے چھپنے کا اعلان ہوا ہے میں نے کئی لوگوں کو اس نام پر اعتراض کرتے سنا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ فردوسی کی برابری کا دعویٰ اسی سے نکلتا ہے۔ کسی کا خیال ہے کہ پہلے حصہ میں ہمارے مذہبی پادشاہوں کا حال درج ہے۔ اور آگے چل کر دنیاوی پادشاہوں کے حالات ہوں گے۔ اور یہ کسی قدر بے جوڑی بات ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ بحیثیت مجموعی شاید کسی اور نام سے اس جامعیت کے ساتھ مصنف کے ارادے کا اظہار نہ ہو سکتا۔ پیغمبر اسلام شاہِ دین بھی تھے اور شاہِ دنیا بھی۔ اور یہی حال خلفائے راشدین کا تھا۔ پھر انہیں شاہ کہنا۔ اور اُن کے حالات کا نام ”شاہنامہ“ رکھنا بھی غیر موزوں نہیں ہے۔ بلکہ اگر صرف انہی بزرگانِ دین کا حال اس میں درج ہوتا تو میں اسے ”شہنشاہ نامہ“ کہہ دیتا۔ نام نیا بھی ہوتا اور حسبِ حال بھی۔ مگر اس میں سب پادشاہانِ اسلام کے حالات آئیں گے اور ملک کی تاریخ کے اوراق پریشاں اس میں جمع کئے جائیں گے۔ اس سبب سے یہ مجموعہ ”شاہنامہ اسلام“ کہلانے کا مستحق ہے۔ رہا فردوسی کی ہمسری کا دعویٰ سو مصنف نے اپنے عجز و انکسار کا کافی اعتراف اپنے تمہیدی اشعار میں کر دیا ہے۔ اگر سوء ادب کا رنگ ہوئے بغیر مصنف نے یہ ہمت کی کہ رزم و بزم کے اس وسیع میدان میں تک و دو کرے۔ جس میں فردوسی جیسا بڑا شہسوار اپنی اسواری کے جوہر دکھا چکا ہے تو کم از کم یہ بلندیِ ہمت کی دلیل ہے۔ باقی حُسن قبولِ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ فردوسی نے فارسی میں حق شاعری ادا کیا۔ اور حفیظ اُردو میں طبع آزمائی کر رہا ہے۔ اگر اُردو دانوں کو اپنی زبان میں ایسی کتاب ملے جو بہادران و رہبرانِ اسلام کی یاد اس طرح تازہ کر دے جس طرح فردوسی نے غیر معروف پہلوانوں اور آتش پرست بادشاہوں کی بھولی کہانیوں کو تازہ کر دیا تھا تو اُردو ادب یقیناً عرصہ دراز تک حفیظ کا شرمندہ احسان رہے گا۔

کوئی تصنیف ہو اور کتنی ہی پسند کی جائے۔ اُس کے مصنف کی حوصلہ افزائی اس سے ہوتی ہے کہ اُسے اپنی محنت کا کچھ صلہ مالی شکل

میں بھی مل جائے۔ فردوسی نے شاہنامہ لکھا اس حوصلے پر کہ پادشاہ وقت سلطان محمود غزنوی اسے بیش قرار انعام دے گا۔ اس تحریر کے بغیر شاید اتنا بڑا کام انجام نہ پاتا۔ حفیظ ایسے زمانے میں پیدا ہوا ہے کہ اس کے لئے اس کی قدردان اُردو دان پبلک ہی محمود بن سکتی ہے۔ اور کم از کم یہ بات نہایت ہمت دلانے والی ہے کہ سینکڑوں خریداروں نے کتاب کے چھپنے سے پیشتر اور اُسے دیکھے بغیر کتاب کے دام پیشگی مصنف کے پاس بھیج دیئے۔ اور مصنف نے وہ روپے کتاب کی چھپائی پر لگا دیئے۔ اس کے بعد جو روپے آئیں گے وہ دوسری جلد کی تیاری میں صرف ہوں گے۔ اور اسی طرح سلسلہ چلتا رہے گا۔ اگر مصنف کو اپنی دسوزی اور دماغی محنت کا کچھ معاوضہ ملے گا تو اس رقم سے جو سب جلدوں کے چھپنے کے بعد اُس کے پاس بچ سکے گی۔ اُمید ہے کہ کتاب کی قدردانی اس کے شائع ہوتے ہی اور ترقی کرے گی۔ اور ”شاہنامہ اسلام“ کو اس مایوسی سے سابقہ نہ پڑے گا جو مالی اعتبار سے دُنیا کی اس اہم تصنیف کو نصیب ہوئی تھی جس کے عالی شان نام سے حضرت حفیظ نے استفادہ کیا ہے۔

پہلی جلد چونکہ اب تیار ہے۔ اس میں سے چیدہ چیدہ حصے بطور نمونہ اس دیا چے میں درج کرنے کی ضرورت نہیں۔ اہل نظر کی نگاہ خود ان حصوں کو ڈھونڈ لے گی۔ لیکن خوش قسمتی سے مجھے یہ کتاب شائع ہونے سے پہلے مل گئی اور میں نے اسے شوق سے پڑھا۔ اس لئے کچھ اشعار بے ساختہ زبانِ قلم پر آتے ہیں۔

سب سے پہلا شعر جو ابتدائی اشعار میں مجھے پسند ہے۔ وہ ہے جس میں شاعر نے وجہ تالیف بتاتے ہوئے اپنی آرزو کو ان سادہ مگر موثر لفظوں میں بیان کیا ہے۔

تمنا ہے کہ اس دُنیا میں کوئی کام کر جاؤں

اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں

میں سمجھتا ہوں کہ یہ تمنا پہلی جلد ہی میں بہت حد تک پوری ہو گئی ہے۔ اور بیش بہا سبق نظم کے پیرائے میں اس میں دیے گئے ہیں۔ انہیں واقعی خدمتِ اسلام اور بڑی خدمتِ اسلام کہا جاسکتا ہے۔

شاعر نے فردوسی کے شاہنامے اور اپنے کام کا ذکر بہت اچھے طریق سے کیا ہے جس میں واجبی انکسار کے علاوہ صورتِ واقعہ اور

دلی درد کا اظہار کیا ہے:

خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ

تخیل میرا ناقص نامکمل ہے زباں میری

ابھی اُردو میں پیدا وہ روانی ہو نہیں سکتی

کیا فردوسی مرحوم نے ایران کو زندہ

تقابل کا کروں دعویٰ یہ طاقت ہے کہاں میری

زبانِ پہلوی کی ہم زبانی ہو نہیں سکتی

کہاں ہے اب وہ دُور غزنوی کی فارغ البالی

غلامی نے دبا رکھی ہے میری ہمتِ عالی

آخری مصرع میں جو درد ہے اُس سے آجکل کے اکثر نوجوان آگاہ ہیں۔ اور فی الحقیقت وہ قابلِ تعریف ہے کہ ناداری کے سنگِ گراں کے باوجود ایسے اہم کام کا بیڑا اٹھایا ہے جس سے بڑے بڑے سرمایہ دار گھبرا کر اُٹھیں۔ باوجود یکہ آغا زکار کے وقت یہ معلوم نہ تھا کہ

کئی ہزار اشعار اگر لکھے بھی گئے تو چھپ سکیں گے کہ نہیں؟ بے دھڑک لکھتا چلا گیا اور لکھتا چلا جا رہا ہے۔

پیغمبر عرب کی ولادت کا بیان کرنے سے پہلے شاعر نے ان کے جد امجد حضرت اسماعیل کا حال لکھا ہے۔ جب حضرت ابراہیم اپنی بیوی کو ہمراہ لے کر عرب کی طرف آئے تو اُس مختصر سے قافلے کا صحرائے عرب میں سفر ذیل کے تین شعروں میں بہت پاکیزہ لفظوں میں بیان ہوا ہے:

خدا کا قافلہ جو مشتمل تھا تین جانوں پر
معزز جن کو ہونا تھا زمینوں آسمانوں پر
چلا جاتا تھا اُس پتے ہوئے صحرا کے سینے پر
جہاں دیتا ہے انسان موت کو ترجیح جینے پر
وہ صحرا جس کا سینہ آتشیں کرنوں کی بستی ہے
وہ مٹی جو سدا پانی کی صورت کو ترستی ہے
یہ خوبی ساری کتاب میں نمایاں ہے جو بیان کوئی اور بیس شعروں میں کرے ہمارا شاعر تین شعروں میں کر دے گا۔ اس پر الفاظ کی سادگی اور کلام کی رنگینی اور جستی ملحوظ رہتی ہے۔

آنحضرتؐ کے دنیا میں تشریف لانے کے متعلق جو اشعار لکھے ہیں۔ انہیں پڑھ کر عاشقانِ نبویؐ پر حالت وجد طاری ہوگی۔
یہ کس کی جستجو میں مہر عالمحاب پھرتا تھا
ازل کے روز سے بیتاب تھا بیتجواب پھرتا تھا
کروڑوں رنگتیں کس کے لئے ایام نے بدلیں
پیاپے کروٹیں کس دُھن میں صبح شام نے بدلیں
یہ سب کچھ ہو رہا تھا ایک ہی اُمید کی خاطر
یہ ساری کاہشیں تھیں ایک صبح عید کی خاطر
ان شعروں میں تو آپؐ کی اُمید کا ذکر تھا۔ اب ذرا اُمید کی شان ملاحظہ ہو۔

معین وقت آیا زورِ باطل گھٹ گیا آخر
اندھیرا مٹ گیا ظلمت کا بادل چھٹ گیا آخر
مبارک ہو کہ دورِ راحت و آرام آ پہنچا
نجاتِ دائمی کی شکل میں اسلام آ پہنچا
مبارک ہو کہ ختم المرسلینؐ تشریف لے آئے
جنابِ رحمۃ للعالمینؐ تشریف لے آئے
خبر جا کر سنا دوشش جہت کے زیر دستوں کو
زبردستی کی جرات اب نہ ہوگی خود پرستوں کو
ضعیفوں بیکسوں آفت نصیبوں کو مبارک ہو
قیسوں کو غلاموں کو غریبوں کو مبارک ہو

کس عجیب پیرائے میں اُن خصائل کا ذکر کیا گیا ہے جو آنحضرتؐ کے اخلاق کا جزو تھیں۔ اور کیسا لطیف اشارہ اس اہم کام کی طرف ہے جس کے لئے وہ مبعوث ہوئے تھے۔ میں حضرت حفیظ سے معافی چاہتا ہوں کہ مندرجہ بالا اشعار کی ترتیب میں میں نے کچھ تصرف کر لیا ہے۔ اور جس ترتیب سے انہوں نے لکھے تھے اس ترتیب سے نقل نہیں کئے۔ مجھے انہیں اس طرح پڑھنے میں کچھ خاص اہمیت آئی۔ اس لئے یہ تصرف کیا۔ اس کے علاوہ اختصار بھی مد نظر تھا۔ اُمید ہے کہ صاحبانِ ذوق اصل ترتیب کے ساتھ پورا بند ملاحظہ فرمائیں گے۔ اور بار بار پڑھیں گے۔

ولادت کے بعد قیسی دانی حلیہ کی گود میں پلنا پر دادا کے زیر سایہ تربیت پانا۔ جوان ہو کر سچائی اور امانت میں شہرت حاصل کرنا۔ شہرت لبی لبی خدیجہ سے نکاح اور اُس کے بددعویٰ نازل ہونے اور پیغمبری ملنے کے تاریخی واقعات اختصار کے ساتھ مگر شاعرانہ خوش بیانی

کونہاتے ہوئے لکھے گئے ہیں۔ ان اشعار کو انتخاب کر کے یہاں لکھنے کی گنجائش نہیں۔ رسولِ رحمتؐ نے جو تکالیف فرض رسالت ادا کرنے میں اٹھائیں۔ مشکلات کا جو دلیرانہ مقابلہ کیا۔ وہ حالات معنی خیز طریق سے نظم کئے گئے ہیں۔ اور آخر میں ہجرت اور غزوات کے تذکرے نہایت مؤثر پیرائے میں لکھے گئے ہیں۔ جس شب کو آنحضرتؐ ہجرت کے ارادے سے مکہ شریف سے کفار کے زرغے کے باوجود نکلتے ہیں۔ دیکھئے اس کا بیان کس انداز سے ہوا ہے۔

اندھیرے میں چمک اٹھتی تھیں بجلی کی طرح دھاریں
تلاوت سورہ یسین کی کرتا ہوا نکلا
کسی نے کھینچ دی ہوں جس طرح کاغذ کی تصویریں

نظر آتی تھیں چاروں سمت تلواریں ہی تلواریں
وہ درازا ہوا وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا
کھینچی ہی رہ گئیں خوریز و خوں آشام شمشیریں

مدینے پہنچنے پر جو زندگی مسلمانوں نے اپنے ہادیؐ برحق کے زیر سایہ شروع کی اُس کا نقشہ ذیل کے اشعار میں ملاحظہ ہو:

کہ اس تسبیح میں تھا رشتہ محکم اخوت کا!
نمازیں اور تسبیحیں اذانیں اور تکبیریں
مشقت کے لئے دن تھے عبادت کیلئے راتیں

تھے انصار و مہاجر اک نمونہ شان وحدت کا
مسلمان تھے کہ تھیں زہد و ورع کی زندہ تصویریں
تجارت یا زراعت یا دعائیں یا مناجاتیں

ان اقتباسات کو میں اُن اشعار پر ختم کرتا ہوں جن میں مسئلہ جہاد پر جو حکم ہمارے رسولؐ نے دیا اُسے واضح کیا گیا ہے۔ اس سے بہتر اصول وضع کرنا ناممکن ہے۔ افسوس! کہ دنیا اس کے حکم کے متعلق گونا گوں غلطیوں میں مبتلا ہے۔

خدا کے دشمنوں کو دفع کرنے کی اجازت ہے
ستانا بے گناہوں کو نہیں شیوہ مسلمان کا
مسلمان ہو تو لڑنے میں نہ کرنا ابتدا ہرگز

کہا راہِ خدا میں تم کو لڑنے کی اجازت ہے
مگر تم یاد رکھو صاف ہے یہ حکم قرآن کا!
نہیں دیتا اجازت پیش دستی کی خدا ہرگز

فقط اُن سے لڑو جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں

فقط اُن سے لڑو جو تم پہ جینا تنگ کرتے ہیں

خوش مذاق صاحبان کے لئے چند نمونے حفیظ صاحب کے تازہ ترین کلام کے جواد پر درج کئے گئے ہیں کافی ہیں۔ اب لازم ہے کہ وہ خود کتاب حاصل کریں اور پڑھیں۔ اور صاحبِ دل شاعر کے حق میں دعا کریں کہ خدا اُسے اس محنت کا صلہ دے اور توفیق دے کہ وہ اس اہم کام کو بخوبی انجام دے سکے جو اس جلد اول کی اشاعت میں شروع کیا گیا ہے۔

عبدالقادر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

حمد

اُسی کے نام سے آغاز ہے اس شاہنامے کا
 اسی نے ایک حرفِ کن سے پیدا کر دیا عالم
 نظامِ آسمانی ہے اسی کی حکمرانی سے
 اُسی کے نور سے پُر نور ہیں شمس و قمر تارے
 زمیں پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اُس کی قدرت کے
 یہ سرد و گرم خشک و تر اُجالا اور تاریکی
 وہی ہے کائنات اور اس کی مخلوقات کا خالق
 وہی خالق ہے دِل کا اور دِل کے نیک ارادوں کا
 ہمیشہ جس کے در پر سر جھکا رہتا ہے خامے کا
 کشاکش کی صدائے ہاؤ ہو سے بھر دیا عالم
 بہارِ جاودانی ہے اس کی باغبانی سے
 وہی ثابت ہے جس کے گرد پھرتے ہیں یہ سیارے
 بچھائے ہیں اسی داتا نے دسترخوانِ نعمت کے
 نظر آتی ہے سب میں شان اسی اک ذاتِ باری کی
 نباتات و جمادات اور حیوانات کا خالق
 وہی مالک ہمارا اور ہمارے باپ دادوں کا

بشر کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا جس نے

محمد مصطفیٰ کے نام پر شیدا کیا جس نے

نعت

محمد مصطفیٰ محبوبِ داورِ سرورِ عالم
 کیا ساجد کو شیدا جس نے مسجودِ حقیقی پر
 وہ جس کے دم سے مسجودِ ملائک بن گیا آدم
 جھکایا عبد کو درگاہِ معبودِ حقیقی پر
 کیا باطل کو غرقِ موجہ شرمندگی جس نے
 دلائے حق پرستوں کو حقوقِ زندگی جس نے

غلاموں کو سر پر سلطنت پر جس نے بٹھلایا
گداؤں کو شہنشاہی کے قابل کر دیا جس نے
وہ جس نے تخت اُوندھے کر دیئے شاہانِ جابر کے
دلایا جس نے حق انسان کو عالی تباری کا
محمد مصطفیٰ مہرِ سپہِ اوجِ عرفانی
وہ جس کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں
وہ جس کے معجزے نے نظم ہستی کو سنوارا ہے
وہ نورِ لم یزل جو باعثِ تخلیقِ عالم ہے

ثناء خواں جس کا قرآن ہے، ثناء ہے جس کی قرآن میں

اُسی پر میرا ایماں ہے وہی ہے میرے ایماں میں

سببِ تصنیف

اُسی کے اسمِ اعظم سے بڑھی جرأت مرے دل کی
تمنا ہے کہ اس دُنیا میں کوئی کام کر جاؤں
مسلمانوں پہ ہے مردہ دلی چھائی ہوئی ہر سو
عزیمت ہے نہ جرأت ہے نہ ہے تاب و تواں باقی
نظر آتے ہیں اب وہ صفِ شکن بازو نہ شمشیریں
گئی دُنیا سے آقائی محمدؐ کے غلاموں کی

کہ میں نے ڈال دی بنیاد ایسے کارِ مشکل کی
اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں
سکوتِ مرگ نے چادر ہے پھیلائی ہوئی ہر سو
فقط حسرت سے تپکنے کے لیے ہے آسماں باقی
مقدر کی طرح سوئی پڑی ہیں آج تکبیریں
بھلا بیٹھے ہیں یاد اپنے سلف کے کارناموں کی

ارادہ ہے کہ پھر ان کا لہو اک بار گراماؤں
 سناؤں ان کو ایسے ولولہ انگیز افسانے
 کیا فردوسی مرحوم نے ایران کو زندہ
 عجم کا شاہنامہ بس وہ فردوسی کا حصہ تھا
 مگر اس کی زباں اس کا بیاں اعجاز ہے گویا
 تقابل کا کروں دعویٰ یہ طاقت ہے کہاں میری؟
 زبان پہلوی کی ہم زبانی ہو نہیں سکتی
 نجیف و ناتواں بے علم و بے مقدور ہستی ہوں
 کہاں ہے اب وہ دورِ غزنوی کی فارغ البالی
 مگر سینے میں دل رکھتا ہوں جس میں جوشِ غیرت ہے
 کیا ہے روح کو زندہ مدینے کی ہواؤں نے
 نویدِ صبح بخشی ہے سکوتِ شام نے مجھ کو
 بظاہر میں جو تصویرِ سخن میں رنگ بھرتا ہوں
 دل سگین سخن کے آتشیں تیروں سے برماؤں
 کرے تائید جن کی عقل بھی تارخ بھی مانے
 خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ
 تخیل ہی کا ہنگامہ تھا یعنی ایک قصہ تھا
 کہاں کی رستی وہ خود ہی تیر انداز ہے گویا
 تخیل میرا ناقص نا مکمل ہے زباں میری
 ابھی اُردو میں پیدا وہ روانی ہو نہیں سکتی
 غم و اندوہ جس میں بس رہے ہیں میں وہ بستی ہوں
 غلامی نے دبا رکھی ہے میری ہمتِ عالی
 سراسر راکھ ہے لیکن ابھی تک پُر حرارت ہے
 جگایا خواب سے احساس کی غیبی نداؤں نے
 مخاطب کر لیا ہے قوتِ الہام نے مجھ کو
 کسی آواز کے ارشاد کی تعمیل کرتا ہوں

مشکلات

رہا سینے میں چھپ کر فرض کا احساس برسوں تک
 وسائل ڈھونڈتا پھرتا رہا: یوں کام کرنے کے
 غریبوں میں نظر آیا مجھے منظرِ تباہی کا
 رہی اس راستے میں سنگ بن کریاس برسوں تک
 کشائش کو حریفِ گردشِ ایام کرنے کے
 امیروں نے روا رکھا طریقہ کم نگاہی کا

تمنا تھی اگر مل جائے کوئی غزنوی مجھ کو ذرا آرام سے رہنے دے فکرِ زندگی مجھ کو
تو اس آغاز کو انجام کی منزل پہ لے جاؤں جہازِ آرزو مقصود کے ساحل پہ لے جاؤں

مزارِ قطب الدین ایبکؒ

انہی افکار میں بیٹھا تھا میں اک دن جھکائے سر وہ قطب الدین وہ مردِ مجاہد جس کی عظمت سے
اُکھاڑیں ہند سے جس نے ستمگاری کی بنیادیں اُکھاڑیں ہند سے جس نے ستمگاری کی بنیادیں
وہ جس کی تیغ ہیبت ناک سے سفاک ڈرتے تھے وہ جس کی تیغ ہیبت ناک سے سفاک ڈرتے تھے
وہ قطب الدین جس کے دامنِ تسخیر کا سایا وہ قطب الدین جس کے دامنِ تسخیر کا سایا
لکھی ہے ڈرے ڈرے کی جبین پر داستان جس کی لکھی ہے ڈرے ڈرے کی جبین پر داستان جس کی
وہ جس کی ذات پر لفظِ غلامی ناز کرتا ہے وہ جس کی ذات پر لفظِ غلامی ناز کرتا ہے
لیے بیٹھی ہے دہلی قلب میں نقشِ نگیں جس کا لیے بیٹھی ہے دہلی قلب میں نقشِ نگیں جس کا
یہاں لاہور میں سوتا ہے اک گنہگار کوچے میں یہاں لاہور میں سوتا ہے اک گنہگار کوچے میں

نجس، ناپاک کوچہ جس میں کوئی بھی نہیں جاتا

وہاں سویا ہوا ہے مسندِ دہلی کا لکھ داتاؒ

اسلام قطب الدین ایبک سلطان شہاب الدین محمد غوری کا ترکی غلام اور اس کی فوج کا سپہ سالار تھا جب سلطان شہاب الدین نے دہلی فتح کی تو قطب الدین کو ہندوستان کی حکومت تفویض کی۔ یہی وہ بہادر ہے جس نے ہندوستان میں اسلامی حکومت کی باقاعدہ بنیاد رکھی اور نہایت شجاعت اور جبروت کے ساتھ المراف ہندو علم اسلام کے نیچے لایا جب سلطان محمد غوری کا انتقال ہو گیا تو قطب الدین ہندوستان کا فرمانروا تسلیم کیا گیا اس طرح اس خاندان کی حکومت کی بنیاد پڑی جو تاریخ میں خاندانِ غلاماں لکھا جاتا ہے۔

اس سلطان قطب الدین شجاع بہادر اور فاتح ہونے کے ساتھ ہی اتنا رحم دل فیاض اور نخی تھا کہ ہندوستان کے لوگ اسے لکھ داتا کہہ کر پکارتے تھے آج اس کی تربت ایسی جگہ ہے جسے کوئی جانتا بھی نہیں لاہور میں انارکلی بازار سے جو راستہ میو ہسپتال کو جاتا ہے۔ اس پر ایک کوچے کے بڑے مکان کی دیوار میں اس کی تربت ہے جہاں ایک پتھر پر کندہ ہے ”یہ ہے آخری آرام گاہ سلطان قطب الدین ایبک کی“ جو چوگان کھیلنا ہوا گھوڑے سے گرا اور مر گیا۔ تاریخ وفات ۱۲۱۰ء

یہ تربت ماتی ہے ان حجازی شہسواروں کی
یہاں تک ابرِ باراں کی رسائی ہو نہیں سکتی
شعاعوں سے یہاں خورشید دامن بھر نہیں سکتا
یہ تربت چادرِ مہتاب سے محروم رہتی ہے
یہاں سہرے کہاں کیا ذکر پھولوں کے چڑھاوے کا
نہ پڑھتا ہے یہاں پر فاتحہ کوئی نہ روتا ہے
ادھر لاہور کی دُنیا کا ایماں سوز نظارا
ادھر اک تربت خاموش کا اندو گہیں منظر
نہیں ہے چار گز نکلاز میں کا جس کی قیمت میں
میں اکثر شہر کے پر شور ہنگاموں سے اکتا کر
مرے نزدیک اس تربت سے اب بھی شان ہے پیدا
یہی ایمان اوجِ زندگی کا قطب تارا ہے
یہاں آتے ہی مجھ پر غلبہٴ احساس ہوتا ہے
یہاں میں حال کو ماضی کے دریا میں ڈبوتا ہوں
تخیل مجھ کو لے جاتا ہے اک پُر ہول میداں میں
نظر آتا ہے لہراتا ہوا اسلام کا جھنڈا
مقابل میں گھٹائیں دیکھتا ہوں فوجِ باطل کی
حق و باطل کی آویزش کا منظر دیکھتا ہوں

مسلمانوں نے مٹی بچ لی جن کے مزاروں کی
گھٹا روتی ہوئی آتی ہے، لیکن رو نہیں سکتی
فلک اس پر ستاروں کو پنچاؤر کر نہیں سکتا
نگاہوں سے چھپی رہتی ہے نامعلوم رہتی ہے
کوئی سماں نہیں ہے اہلِ ظاہر کے دکھاوے کا
کسے معلوم ہے اس چھت کے نیچے کون سوتا ہے
جہاں تہذیبِ نو پھرتی ہے بازاروں میں آوارہ
الم انگیز حسرت خیز عبرت آفریں منظر
یہ تربت آسماں رفعت ہے میری چشمِ عبرت میں
سکوں کی جستجو میں بیٹھ جاتا ہوں یہاں آ کر
مزارِ مردِ غازی سے عجب ایمان ہے پیدا
یہی طوفانِ ظلمت میں مسلمان کا سہارا ہے
کسے معلوم دل اس وقت کس کے پاس ہوتا ہے
تصور کے طفیل اک اور ہی دُنیا میں ہوتا ہوں
جہاں باہم بپا ہوتی ہے جنگِ انبوہ انساں میں
بہر سو نور پھیلاتا ہوا اسلام کا جھنڈا
نظر آتی ہے فرعونِ خدائی اوجِ باطل کی
نظر آتی ہے تلواریں مجھے سر دیکھتا ہوں میں

صدائیں نعرہ ہائے جنگ کی آتی ہیں کانوں میں
 بلند آہنگ تکبیریں سما جاتی ہیں کانوں میں
 نظر آتے ہیں مجھ کو سرخرو چہرے شہیدوں کے
 لبو کی ندیاں کھلتے ہوئے گلشن اُمیدوں کے
 علم کے سائے میں سلطانِ غازی کا بڑھے جانا
 سرِ دشمن پہ افواجِ حجازی کا چڑھے جانا
 وہ حملہ آوروں کی خون کے دریا میں غرقابی
 وہ باطل کی شکستِ فاش وہ حق کی ظفریابی
 وہ امن و صلح سے معمور ہو جانا فضاؤں کا
 زمانے بھر کے سر سے دور ہو جانا بلاؤں کا
 یہ سب کچھ دیکھتا ہوں میں تصور کی نگاہوں سے
 ملاقاتیں ہوا کرتی ہیں غازی بادشاہوں سے
 مجھے محسوس ہوتا ہے کہ غازی مرد میں بھی ہوں
 پرانے لشکرِ اسلام کا اک فرد میں بھی ہوں
 شہادت کے رجز پڑھتا ہوا بڑھتا ہوں میدانِ شہادت میں
 رجز پڑھتا ہوا بڑھتا ہوں میدانِ شہادت میں
 عظیم الشان ہوتا ہے یہ منظر پاکبازی کا
 شہیدوں کی خموشی غلغلہ مردانِ غازی کا
 مرا جی چاہتا ہے اب نہ اپنے آپ میں آؤں
 اسی آزاد دُنیا کی فضا میں جذب ہو جاؤں
 سکوں کی راہ میں حائل ہے جب تک گردشِ گردوں
 قلم سے کام لینے کا ارادہ ملتوی کر دوں

ضمیر کی آواز

تصور ہی میں اک دن میرے پہلو سے ندا آئی
 کہ او بھولے ہوئے عہدِ گزشتہ کے تماشائی
 ترا طرزِ تصور اک طرح کی بت پرستی ہے
 یہ مجبوری نہیں کم ہمتی کو تاہ دستی ہے
 نظر آ جائے جس کو منزلِ مقصود کا رستہ
 رہے پھر بھی وہ زنجیرِ تامل ہی میں پابستہ
 یہی فطرت کی محتاجی یہی دل کی غریبی ہے
 کسی کے آسے پر بیٹھ رہنا بد نصیبی ہے

یہ دنیاوی وسائل کی طلب بھی کوئی حیلہ ہے

خدا پر رکھ نظر غافل خدا تیرا وسیلہ ہے

یہ غفلت کیوں ہے اے خاموشی عزالت کے سودائی
قلم سے زندہ کر سکتا ہے تو ان کارناموں کو
نہ شاہوں سے توقع رکھ نہ دینا کے امیروں سے
عوام الناس میں ہنگامہ احساس پیدا کر
اٹھے نام خدا جب بت شکن بن کر قدم تیرا
مسلمانوں کے دل میں شعلہ غیرت کو بھڑکا دے
بتا دے اہل باطل کو کہ حق کا نام زندہ ہے
وہی اسلام جو راہ نجات ابن آدم ہے
وہی اسلام یعنی عدل کا قانون پابندہ
وہی اسلام جو بھٹکے ہوؤں کو راہ پر لایا
وہی اسلام بخشی جس نے مجبوروں کو مختاری
وہی اسلام جس نے زیر دستوں کی حمایت کی
وہی اسلام جس نے بادشاہی دی غلاموں کو
تری دشواریوں کو بھی وہی آسان بنا کر دے گا
اگر اسلام کے فرزند پھر آمادہ ہو جائیں
تو سب کچھ آج بھی ان کا ہے زیر چرخ مینائی

ملا ہے درگہ حق سے تجھے سامان گویائی
سنا سکتا ہے تو پیغام آزادی غلاموں کو
عظیم الشان ہے یہ کام نکلے گا فقیروں سے
دلوں کو از سر نو حسن حریت پہ شیدا کر
ہزاروں غزنوی پیدا کرے زورِ قلم تیرا
نہیپ رعد بن کر کفر کی غیرت کو دھڑکا دے
وہی ایمان قائم ہے وہی اسلام زندہ ہے
وہی اسلام جو رمز حیات اہل عالم ہے
وہی اسلام یعنی علم کا مضمون تابندہ
کیا جس نے گنہگاروں کے سر پر عفو کا سایا
اخوت سے بدل دی جس نے خوئے مردم آزاری
وہی اسلام جس نے کاٹ دی جڑِ ظلم و بدعت کی
وہ اب بھی زندہ کر سکتا ہے اپنے کارناموں کو
امید و کامرانی سے ترے دامن کو بھر دے گا
مٹا دیں تفرقہ، توحید کے دلدادہ ہو جائیں
درِ حق کی غلامی میں، ہے دنیا بھر کی آفتابی

اٹھا خامہ اٹھا ہمت کو مصروفِ عمل کر دے
خدا و مصطفیٰ کا نام لے اور کام کرتا جا
پہاڑوں کی طرح اپنے ارادوں کو اٹل کر دے
مبارک ہے یہ خدمتِ خدمتِ اسلام کرتا جا
یہی در ہے جہاں شاہانِ دنیا سر جھکاتے ہیں
اسی گلشن میں تیرا غنچہ اُمید کھلنا ہے
سوالی بن کے آتے ہیں مرادیں لے کے جاتے ہیں
اسی درگاہ سے مل جائے گا جو تجھ کو ملنا ہے
جہاں بے نیازی کا ترے سر تاج رکھیں گے
دو عالم میں رسولِ پاک تیری لاج رکھیں گے

مبارک ہو ، ترے آغاز کا انجام ہو جانا

مبارک ہو ، تجھے فردوسیٰ اسلام ہو جانا

مناجات

الہی انتہائے عجز کا اقرار کرتا ہوں
ہوئے شوق کی ہر موج طوفانی رہی اب تک
خطا و سہو کا پتلا ہوں ، استغفار کرتا ہوں
مری کشتی غریقِ بحرِ نادانی رہی اب تک
اگرچہ رُوح میں اک شورِ محشر خیز لایا تھا
رہی لیکن سکوں میں زندگی کی جستجو مجھ کو
اگرچہ شیشہ دل درد سے لبریز لایا تھا
دماغِ خام نے رکھا شہیدِ رنگ و بو مجھ کو
مری تسکین و راحت تھی جہاں نغمہ و گل میں
اگرچہ رُوح میں موجود تھی لہروں کی طغیانی
سمجھتا تھا کہ ہے فردوسِ گوشِ آوازِ بلبل میں
رہا شرمندہ ساحلِ مرا ذوقِ تنِ آسانی
میں سمجھا تھا سکوتِ خواب کو سامانِ بیداری
یہ تیرا فضل ہے بیشک کہ اب تک زندہ ہوں یا رب
مری نا تجربہ کاری! مری نا تجربہ کاری!!
گزشتہ زندگانی پر بہت شرمندہ ہوں یا رب
ترے لطف و کرم نے آج میری رہنمائی کی
مری بے بسی نے اٹھ کر بامِ ہستی تک رسائی کی

کہاں ہے قسمتِ خوابیدہ میں یہ کیفِ بیداری
 پہاڑوں میں جہاں بہتی ہے آبِ تند کی دھارا
 نظر آئیں مجھے اٹھتی ہوئی، بڑھتی ہوئی موجیں
 روانی سے مبدل ہو چکی افتادگی میری
 وہی میدان جس میں گونجتی ہیں زندہ تکبیریں
 جہاں مرقوم شمشیروں پہ ہیں پائندہ تقدیریں
 وہی میدان یعنی آخری منزل عبادت کی
 جہاں بکھری پڑی ہے خاک پر دولت شہادت کی

قلم ہی تک نہ رکھ محدود یا رب ولولہ میرا

بڑھا دے حوصلہ میرا، بڑھا دے حوصلہ میرا



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةًؕ

شاہنامہ اسلام

باب اول

آغاز

خلافتِ انسانی اور کائنات کے اندیشے

خدا نے حضرت آدمؑ کو دنیا کی خلافت دی
یہی مخلوق تھی فردوس سے جس کو نکالا تھا
بظاہر اس تقرر سے نئے فتنوں کے سامان تھے
لگے سرگوشیاں کرنے کہ انساں ہے بہت سادہ
یہ بیچارہ دوبارہ دامِ شیطان میں نہ آجائے
جہاں میں اپنا نائب کر کے بھیجا یہ سعادت دی
اسی نے دانہ گندم پہ سب کچھ بیج ڈالا تھا
زمین و آسمان جن و ملائک سخت حیراں تھے
اُدھر شیطان کا لشکر شرارت پر ہے آمادہ
کہ دانہ کھا چکا ہے اب کہیں دھوکا نہ کھا جائے

صدائے رُوح الامینؑ

دلِ مخلوق میں یوں راہ اندیشے نے جب پائی
تسلی کے لیے فوراً ندا جبرائیلؑ کی آئی
کہ اے لماعت گزار و ذاتِ باری کے پرستارو
بنامِ عزتِ حق امن و راحت کے طلب گارو

نگاہ غور سے دیکھو ذرا آدمؑ کی پیشانی
یہی جلوہ ہے تخلیق جہاں کی علتِ غائی
یہی جلوہ ہے پہلے جس کو سجدہ کر چکے ہو تم
ہوا ابلیس اسی کے سامنے جھکنے سے انکاری
اسی سے دشمنی رکھنے کی کھائی ہے قسم اُس نے
اسی کی ضد پہ اُس باغی کو ہیں ارمان شاہی کے
مشیت ہے کہ اب طاقت کا وہ بھی امتحاں کر لے
یہ ظاہر ہے کہ شیطان اب بڑی طاقت دکھائے گا
یہ سچ ہے مدتوں اولادِ آدمؑ راہ بھولے گی
وہ دن بھی آئے گا جب آخری اک سامنا ہوگا
مشیت ہے کہ آدمؑ ہی کرے گا اس کو پست آخر
یہی وہ نور ہے جس سے زمانہ جگمگائے گا
ملے ابلیس سے کتنی ہی قوت اہلِ ظلمت کو
یہ جلوہ پے بہ پے دُنیا کو راہِ حق دکھائے گا
مسلل منتقل ہوتا رہے گا نیک بندوں میں

نظر آتی نہیں کیا ایک خاص الخاص تابانی؟
اس کی روشنیؑ ہے دیدہ ہستی کی بینائی
اسی جلوے سے دامانِ بصیرت بھر چکے ہو تم
یہی تھا امتیازِ آدمؑ کا جس سے جل گیا ناری
عبودیت کی چادر سے نکالا ہے قدم اس نے
گیا ہے لے کہ دُنیا میں وہ منصوبے تباہی کے
مشیت کے مقابلِ جہٹِ باطن کو عیاں کر لے
زمانے میں قیامت ڈھائے گا فتنے اُٹھائے گا
وہاں ابلیس کی کھیتی پھلے گی اور پھولے گی
حق و باطل میں گویا فیصلہ کن معرکہ ہوگا
یہی اقبالِ پیشانی اُسے دے گا شکستِ آخر
یہی آدمؑ کا رُتبہ عرشِ اعظم تک اُٹھائے گا
بجھا سکتا ہے کوئی مشعلِ نورِ ہدایت کو؟
یہی رہبر ہر اک گمراہ کو منزل پہ لائے گا
خدا کے مرسلوں پیغمبروں میں حق پسندوں میں

۱۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورًا (حدیث)

۲۔ وَ اِذَا قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلٰسَ ۝

اَبٰی وَ اسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (البقرہ)

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کے سامنے تعظیم کے لیے جھک جاؤ تو
سب جھک گئے ابلیس کے سوا اُس نے حکم نہ مانا غرور میں آگیا۔ کافروں سے
ہو گیا۔

نشانِ اسلام کا اللہ نے عالم میں رکھا ہے کہ نورِ احمدی پیشانیِ آدم میں رکھا ہے
 اسی کی بندگی ہے خاکیوں کے ناز کا باعث اسی کا عکس ہے مٹی میں ہر اعجاز کا باعث
 مقدر ہے اسی کو آخری پیغام دیں ہونا
 مقدر ہے اسی کو رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ ہونا!

دو عالم ہو گئے شاداں ندا جبرائیلؑ کی سن کر زمین و آسماں جن و ملائک نے جھکائے سر
 ترانے حمد باری کے ہوئے جاری زبانوں پر دُرود و نعت، نغمہ بن کے گونجے آسمانوں پر
 فرشتے شانِ احمد دیکھنے کو صبر کھو بیٹھے زمیں پر جھک پڑے تارے ہمہ تن چشم ہو بیٹھے

افزائشِ نسلِ آدمؑ اور ابلیس کا مکر و فریب

کیا تقدیس کا اظہار آدمؑ اور حواؑ نے زمینیں جوت کر دُنیا میں جنت کی بنا ڈالی
 ہوا شیطان بھی مشغول مکاری کے دھندوں میں زمیں پہ پھولنے پھلنے لگی اولادِ آدمؑ کی
 یہ نقشہ دیکھ کر ابلیس اپنے دل میں گھبرایا یہ پہلی جنگ تھی روئے زمیں پہ حق و باطل میں
 لڑائی ٹھن گئی نیکی بدی کی خانہ دل میں کہ عورت کے لیے قابیل نے ہابیل کو مارا
 جہنم پایا گنہ نے اس طرح انساں کی بستی میں

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھادیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرے گا اگرچہ کافر بُرا مانیں۔

یہ پہلا واقعہ تھا قتل کا دُنیاۓ ہستی میں
 اِیْرِنْدُوْنَ لِیُطْفَئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِالْفَوَاحِیْہِمُ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُورِہِ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ)

زمیں پر رفتہ رفتہ بڑھ چلی جب نسلِ انساں کی
خود انسانوں کے لشکر آگئے ابلیس کے ڈھب پر
بدی نے چار سو کچھ اس طرح پھیلائی گمراہی
وبائے شرک پھیلی چار سو دنیائے انساں میں
اٹھایا اس طرح شیطان نے فتنہ خود ستائی کا
حسد کے لشکروں نے روند ڈالا باغِ عالم کو
زمیں کا بادشہ گویا یہی مردود بن بیٹھا
نتیجہ کیا ملا دُنیا کو انسانی خلافت سے
ستارے دم بخود تھے آسمانوں کو بھی سکتہ تھا
فرشتے منتظر بیٹھے تھے اس وقتِ معین کے

حسد کا چل گیا جادو بن آئی خوب شیطان کی!
ہوا و حرص کا افسوں مسلط ہو گیا سب پر
کہ آئی قبضہ ابلیس میں انسان کی شاہی
نہ کوئی فرق رکھا اہرمن میں اور یزداں میں
معاذ اللہ بندوں نے کیا دعویٰ خدائی کا
بزعمِ خود مسخر کر لیا اولادِ آدمؑ کو
کہیں شداد بن بیٹھا کہیں نمرود بن بیٹھا
زمیں کا گوشہ گوشہ ہو گیا آلودہ ذلت سے
ترس آتا تھا لیکن کوئی کچھ کہہ نہ سکتا تھا
کہ دیکھیں دن پھریں کس روز اس برباد گلشن کے

نورِ احمدی، ظلمت میں مشعلِ ہدایت

وہ نورِ احمدی جس سے شرف تھا روئے آدم کا
جنابِ شیث کا روئے مبارک اس سے روشن تھا
اسی کے دم سے مرسل کا شرف تھا نوعِ انساں میں
اسی نے غرق ہونے سے بچائی کشتیِ ہستی
اشارہ تھا اسی جانب صحیفوں کی بشارت کا

ہدایت کے لیے تاریکیوں میں پے بہ پے چمکا
یہی ادریسؑ کی لوحِ جبیں پر جلوہ افگن تھا
یہی قبلہ نما تھا نوح کے بیڑے کا طوفاں میں
ہوئی آباد اسی کے دم سے پھر اُجڑی ہوئی بستی
اسی سے سلسلہ جاری رہا رشد و ہدایت کا

بڑے طوفان کے بعد آدمی ڈرتا رہا برسوں
 عروج زندگی حاصل کیا جب نسلِ انساں نے
 ترقی کے لیے ذکرِ خدا کرتا رہا برسوں
 وہی پھندے ہوا حرص کے پھیلائے شیطان نے
 شراب اس مرتبہ ایسی پلائی بے وفائی کی
 کہ مٹی اور پتھر کے بتوں نے بھی خدائی کی
 جہاں پر قہر ڈھایا بادشاہوں نے خدا بن کر
 گناہ بت پرستی چار سو پھیلا دبا بن کر

بیان حضرت ابراہیم خلیل اللہ

کیا نمرود نے بابل میں جب دعویٰ خدائی کا
 اندھیرا ہی اندھیرا کفر نے ہر سمت پھیلایا
 جہاں میں عام شیوہ ہو گیا جب خود ستائی کا
 تو ابراہیمؑ کو اللہ نے مبعوث فرمایا
 مٹا ڈالے بتوں کو توڑ کر اوہام مرسل نے
 دیا بندوں کو پھر اللہ کا پیغام مرسل نے
 کیا شیطان کو رسوا عدوئے جان و دیں کہہ کر
 کیا سینوں کو روشن لا اَحِبُّ الْاَفْلٰہِیْنَ کہہ کر
 مگر نمرود کو بھائیں نہ یہ باتیں بھلائی کی
 کہ مسند چھوڑنی پڑتی تھی کافر کو خدائی کی
 ہوا یہ بندہ شیطان خلیل اللہ کا دشمن
 چراغ حق بجھانے کو کیا آتش کدہ روشن
 خلیل اللہ کو اس آگ کے انبار میں پھینکا
 گل توحید گویا تختہ گلزار میں پھینکا
 بروئے کار آیا آج بھی وہ نورِ پیشانی
 ہوئی آگ ایک پل میں کوثر و تسنیم کا پانی

حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت

ہوا جب آتشیں منظر نمونہ باغِ جنت کا
 کہ یہ بھی خدمتِ تبلیغ کا اک پاک حیلہ ہے
 ملا پیغام پیغمبر کو اب بابل سے ہجرت کا
 سفر کہتے ہیں جس کو کامرانی کا وسیلہ ہے
 ابھی پیاسوں کو بھر کر معرفت کے جام دینے تھے
 کہ ایمان براہمی سے اکثر کام لینے تھے

وطن کو چھوڑ کر نکلا خدائے پاک کا پیارا
مقدس قافلہ اس خطہٴ باطل سے ٹل آیا
یہاں وعدہ کیا حق نے کہ ”ہاں اے بندہٴ ذی شان
مقدر ہو گئی اولاد میں دارین کی شاہی
تو پیغمبر دیارِ مصر کی جانب ہوا راہی
برادرزادہ تھا ہمراہ یا تھیں حضرت سارا“

حضرت ابراہیم کی دوسری شادی

فرعون مصر کی بیٹی حضرت ہاجرہ کے ساتھ

دیارِ مصر پر اس عہد میں رقیون^۱ حاکم تھا
یہاں رقیون نے حضرت کی زوجہ چھیننا چاہی
کہ یہ سارہ^۲ ہے ابراہیم^۳ حق آگاہ کی بیوی
اگر نیت میں فرق آیا ترے حق میں برا ہوگا
ہوا رقیون خائف ایک پیغمبر کے آنے سے
تھی اُس کے گھر میں اک دختر وہ کردی ساتھ سارہ کے
پلٹ آیا پیمبر^۴ جب یہاں سے جانبِ کنعاں
یہ لڑکی ہر طرح مانند سارہ^۵ پاک طینت تھی
اسے سارا نے پیغمبر کی زوجیت میں دے ڈالا
تکلف بزرگ طرف شیطان کا قانون حاکم تھا
مگر دے دی اُسے اللہ نے فی الفور آگاہی
خدا کے پاک پیغمبر خلیل اللہ کی بیوی
نشاں دُنیا میں تیرا اور نہ تیری نسل کا ہوگا
خدائی کر رہا تھا مصر میں وہ اک زمانے سے
پیمبر^۶ کے لیے یوں نذر بھیجی ہاتھ سارہ کے
یہ لڑکی ہاجرہ بھی ساتھ تھی وابستہ داماں
کہ عصمت اس کا زیور تھی شرافت اُس کی زینت تھی
کہ ہونے والا تھا دُنیا میں اس کا مرتبہ بالا

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادرزادہ کا نام لوط علیہ السلام تھا۔

۲۔ حضرت سارہ یا سارہ یا سرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی تھیں۔

۳۔ رقیون اصل میں بائبل ہی کا باشندہ تھا جس نے مصر میں حکومت قائم کر لی تھی اور فرعون کا لقب اختیار کیا تھا۔

حضرت اسمعیلؑ کی ولادت

اور ماں بیٹے کی ہجرت

جناب ہاجرہؑ تھیں دوسری بیوی پیمبر کی
 ہوا سارا کور شک اس امر سے دل میں ملال آیا
 مشیت کو ادھر کچھ اور ہی منظور خاطر تھا
 ہوا ارشاد دونوں کو عرب کی سمت لے جاؤ
 خدا کے حکم سے مرسل نے جب رخت سفر باندھا
 پیمبر اپنا بیٹا اور بیوی ہم عنان لے کر
 خدا کا قافلہ جو مشتمل تھا تین جانوں پر
 چلا جاتا تھا اس تپتے ہوئے صحرا کے سینہ پر
 وہ صحرا جس کا سینہ آتشیں کرنوں کی بستی ہے
 وہ صحرا جس کی وسعت دیکھنے سے ہول آتا ہے
 جہاں اک اک قدم پر سوطرح جانوں پر آفت تھی
 پیمبرؑ زوجہ و فرزند یوں قطع سفر کرتے
 بالآخر چلتے چلتے آخری منزل پر آٹھبرے
 یہ وادی جس میں وحشت بھی قدم دھرتی تھی ڈرڈر کے
 یہ وادی جو بظاہر ساری دنیا سے نرالی تھی

ملا فرزند اسمعیلؑ انہیں خوبی مقدر کی
 نکل جائے یہاں سے ہاجرہؑ بس یہ خیال آیا
 کہ نور احمدی بچے کی پیشانی سے ظاہر تھا
 خدا کے آسرے پر وادی بطحا میں چھوڑ آؤ
 جناب ہاجرہ نے دوش پر لخت جگر باندھا
 چلا سوئے عرب پیری میں بخت نوجواں لے کر
 معزز جس کو ہونا تھا زمینوں آسمانوں پر
 جہاں دیتا ہے انساں موت کو ترجیح جینے پر
 وہ مٹی جو سدا پانی کی صورت کو ترستی ہے
 وہ نقشہ جس کی صورت سے فلک بھی کانپ جاتا ہے
 یہ چھوٹی سی جماعت بس وہیں گرم مسافت تھی
 خدا کے حکم پر لبیک کہتے اور دکھ بھرتے
 پئے آرام زیر دامن کوہ صفا ٹھہرے
 جہاں پھرتے تھے آوارہ تھپیڑے بادِ مصر کے
 یہی اک روز دین حق کا مرکز بننے والی تھی

یہ وادی جس میں سبزہ تھانہ پانی تھانہ سایا تھا اسی کی جستجو کرنے کو ابراہیمؑ آیا تھا
یہیں ننھے سے اسمعیل کو لا کر بسانا تھا کہ بندوں کی جبینوں سے خدا کا گھر بسانا تھا

حضرت ابراہیمؑ کی دُعا

سحر کے وقت ابراہیم نے اٹھ کر دُعا مانگی کہ ”اے مالکِ عمل کو تابع ارشاد کرتا ہوں اسی سنسان وادی میں انہیں روزی کا سماں دے الہی نسلِ اسمعیلؑ بڑھ کر قوم ہو جائے اسی وادی میں تیرا ہادی موعود ہو پیدا بشارت تیری سچی ہے ترا وعدہ بھی سچا ہے سکونِ قلب مانگا خوئے تسلیم و رضا مانگی میں بیوی اور بچے کو یہاں آباد کرتا ہوں اسی بے برگ و سامانی کوشانِ صد بہاراں دے یہ قوم اک روز پابندِ صلوة و صوم ہو جائے کرے جو فطرتِ انساں کو تیرے نام پر شیدا بس اب تو ہی محافظ لے یہ بیوی ہے یہ بچا ہے

وادئِ غیر ذی زرع میں ماں بیٹے کی تنہائی

پیہر نے دُعا کے بعد اس وادی سے رُخ موڑا جنابِ ہاجرہ کو اور بچے کو یہیں چھوڑا سنبھالے طفلِ عالی شان کو آغوشِ اُلفت میں جنابِ ہاجرہ یا ایک بچہ دو ہی جانیں تھیں بڑھی جب دھوپ کی گرمی تو جان آنے لگی لب پر بہت بیتاب تھی ماں گود میں بچہ بلکتا تھا لٹایا خاک پر بچے کو اک پتھر کے سائے میں

میں نے اپنی ذریت کو بے آب و گیاہ وادی میں آباد کر دیا

لَا تَسْكُنُ مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِي يَوْمَ يُخْرِجُنَا مِنْهَا ذُرِّيَّتِي (قرآن)

صفاً و مروہ پر ہر سو تلاشِ آب میں دوڑیں
 کبھی اس سمت جاتی تھیں کبھی اُس سمت جاتی تھیں
 تڑپتے دیکھ کر بچے کو بڑھ جاتی تھی بے تاب
 بہت ڈھونڈا نہ کچھ آثارِ پانی کے نظر آئے
 یوں ہی بس سات بار آئیں گئیں پانی نہیں پایا
 قیامت کی گھڑی تھی پڑ گئے تھے پاؤں میں چھالے
 سنی آواز ننھے کے بلکنے اور رونے کی
 نظر پلٹی تو دیکھا دور سے ننھا تڑپتا ہے
 رگڑتے اڑیاں دیکھا زمیں پر اپنے بچے کو
 قریب آئیں تو پر کھولے ہوئے جبرائیل کو پایا
 ٹھٹھک کر رہ گئیں اک اور نظارہ نظر آیا
 زمیں پر اڑیاں بچے نے رگڑی تھیں بہ نا چاری
 یہ پہلا معجزہ تھا پائے اسمعیل کم سن سے
 بیاباں میں بہشتی نعمتیں جب اس طرح پائیں

بلند و پست پر فکرِ شے نایاب میں دوڑیں
 خیال آتا تھا بچے کا تو فوراً لوٹ آتی تھیں
 ٹپک پڑتی تھی اشکِ یاس سے پانی کی نایابی
 جدھر اٹھی نظر جھلے ہوئے ٹیلے نظر آئے
 چٹانیں سرخ پائیں دشتِ شعلہ آفریں پایا
 چلی جاتی تھیں آنکھیں آب میں بچے میں دل ڈالے
 تڑپ اٹھیں کہ ساعت آگئی ہے جان کھونے کی
 کہ جس پتھر کے سائے میں لٹایا تھا وہ تپتا ہے
 پکارا ہاجرہ نے کانپ کر اللہ سچے کو
 انگوٹھا چوستے سائے میں اسمعیل کو پایا
 قریب پائے اسمعیل فوارہ نظر آیا
 ہوا تھا چشمہ آبِ سرد و شیریں کا وہاں جاری
 کہ چشمہ جس کا زم زم نام ہے جاری ہے اس دن سے
 جھکیں پیشِ خدا اور شکر کا سجدہ بجا لائیں

بجھائی سیدہ نے پیاس بچے کو ملی راحت
 کھجوریں خلد کی رکھ کر فرشتہ ہو گیا رخصت

۱۔ مسلمان حاجی اب بھی مناسک حج ادا کرتے وقت صفا و مروہ پر دوڑتے ہیں یہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی اُس سعی کی یادگار ہے جو آپ نے پانی کی تلاش میں فرمائی تھی۔

قبیلہ بنی جرہم کا پانی کی تلاش میں آنا

جناب ہاجرہؓ نے مینڈھ باندھی گرد پانی کے بہت سے طائران خوش نوا اڑتے ہوئے آئے کئی دن بعد دیکھا قافلہ آتا ہے صحرا سے عرب کا اک قبیلہ نام تھا جس کا بنی جرہمؓ خدا کے فضل سے دن ان بچاروں کے بھلے آئے یہاں پر آ کے دیکھا ایک چشمہ آب جاری کا کنار آب اک عورت کی صورت بھی نظر آئی نظر آتا تھا اطمینان ان مسرور چہروں پر ندا آئی کہ ”اے جرہم کے بچو بادیہ گردو یہ وہ عورت ہے قرباں عورتیں جس کی شرافت پر یہ ام المسلمین ہے اور شہزادی ہے صحرا کی یہ عورت اور اس کی گود میں بچہ جو لیٹا ہے بنی جرہم ادب سے سر جھکائے سامنے آئے کنار آب زم زم آج خیمے ہو گئے برپا غرض یہ ہے بنی جرہم نے اب ڈیرا یہیں ڈالا

یہیں رہنے لگیں سائے میں سقف آسمانی کے یہاں پانی پیا، ٹھہرے ترانے حمد کے گائے نگاہوں سے ٹپکتا ہے کہ ہیں یہ لوگ بھی پیا سے اسی کے لوگ تھے یہ پیاس کے مارے ہوئے بے دم نوائے طائراں سن کر اسی جانب چلے آئے ہوا میں جس کے دم سے لطف تھا باد بہاری کا اور اس کی گود میں بچے کی دولت بھی نظر آئی شعاع مہر تھی قربان دو پر نور چہروں پر ادب کی جا ہے اے بوڑھو جوانو عورتو مردو یہ ایسی ماں ہے مائیں رشک کھائیں جس کی قسمت پر اسی کے نازنیں قدموں سے آبادی ہے صحرا کی یہ پیغمبر کی بیوی ہے وہ پیغمبر کا بیٹا ہے جو کچھ تھا پاس اس کے نذر دینے کے لیے لائے بڑا خیمہ تھا سب سے ہاجرہ اور اس کے بیٹے کا کیا خوش ہاجرہ کو یعنی اسمعیل کو پالا

قبیلہ عرب کے قدیم ترین قبائل میں سے تھا۔

کنعان میں حضرت اسحاق کی ولادت

حضرت ابراہیمؑ کا پھر عرب میں آنا

خلیل اللہ پھر کنعان میں آ کر رہے برسوں
دُعا کی، ایک بیٹا دے الہی بطن سارا سے
بڑھے اولاد اس کی یہ شرف بھی یا الہی دے
خدا نے دے دیا اسحق سا فرزند سارا کو
کئی برسوں کے بعد اک دن ندا آئی پیغمبر کو
بامر اللہ پھر رہوارِ ہمت پر کیا کوڑا
یہاں آ کر خدا کی شان کا نقشہ نظر آیا
بہت بشارت دیکھا ہاجرہ کا چہرہ انور
جواں فرزند کے چہرے پر نورِ حق نما پایا
وہیں فرطِ خوشی سے سر بسجود ہو گئے حضرت

الم فرزند و زوجہ کی جدائی کے سبے برسوں
جو ہو فرزندِ اول کی طرح ممتاز دُنیا سے
ہدایت کے لیے پیغمبری دے اور شاہی دے
مرادِ دل بر آئی مل گیا دل بند سارا کو
کہ جا اور دیکھ دشتِ خشک میں فرزند اکبر کو
خلیل اللہ نے پیری میں ارضِ شام کو چھوڑا
جہاں مٹی کے تودے تھے وہاں چشمہ نظر آیا
ہوئے شاداں خلیل اللہ اسمعیل سے مل کر
بنی جرہم کے لوگوں کو وفا سے آشنا پایا
تھکے ہارے ہوئے تھے نیند آئی سو گئے حضرت

حضرت اسمعیلؑ کی قربانی

بشارت خواب میں پائی کہ اٹھ ہمت کا سماں کر
خلیل اللہ اٹھے خواب سے، دل کو یقین آیا
اٹھا مرسل اسی عالم میں رسی اور تبر لے کر

پے خوشنودی مولیٰ اسی بیٹے کو قرباں کر
کہ آخر امتحاں بندے کا مالک نے ہے فرمایا
پے تعمیل چل نکلا خدا کا پاک پیغمبرؑ

پہاڑی پر سے دی آواز ”اسمعیل ادھر آؤ“
 پدر کی یہ صدا سن کر پسر دوڑا ہوا آیا
 پدر بولا کہ ”بیٹا آج میں نے خواب دیکھا ہے
 یہ دیکھا ہے کہ میں خود آپ تجھ کو ذبح کرتا ہوں
 سعادت مند بیٹا جھک گیا فرمان باری پر
 رضا جوئی کی یہ صورت نظر آئی نہ تھی اب تک
 عجب بشاش تھے دونوں رضائے رب عزت پر
 کہا فرزند نے اے باپ، اسمعیل صابر ہے
 مگر آنکھوں پر اپنی آپ پٹی باندھ لیجے گا
 مبادا آپ کو صورت پہ میری، رحم آ جائے
 پسر کی بات سن کر باپ نے تعریف فرمائی
 ہوئے اب ہر طرح تیار دونوں باپ اور بیٹا
 پچھاڑا اور گھٹنا سینہ معصوم پر رکھا
 زمیں سہمی پڑی تھی، آسمان ساکن تھا بیچارہ
 پدر تھا مطمئن بیٹے کے چہرے پر بحالی تھی

لَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَابُنَيَّ اِذْ يَدْعُوْنِي فَاِجِبْنِي
 لَكَ لَانْظُرَ مَاذَا تَعْمَلُ

لَمَّا بَلَغَ الْفُلَّ مَا لَوْ مَرُّ سَجَلٍ لَّيْنِ اِنْ شَاءَ اللهُ مِنَ الصَّيْرِ

ادھر آؤ، خدائے پاک کا ارشاد سن جاؤ
 رُکا ہر گز نہ اسمعیل گو شیطان نے بہکایا
 کتاب زندگی کا اک نرالا باب دیکھا ہے
 خدا کے نام سے تیرے لہو میں ہاتھ بھرتا ہوں
 زمین و آسمان حیراں تھے اس طاعت گزاری پر
 یہ جرأت پیشتر انساں نے دکھائی نہ تھی اب تک
 تامل یا تذبذب کچھ نہ تھا دونوں کی صورت پر
 خدا کے حکم پر بندہ پئے تعمیل حاضر ہے
 مرے ہاتھوں میں اور پیروں میں رسی باندھ دیجے گا
 مبادا میں تڑپ کر چھوٹ جاؤں ہاتھ تھرائے
 یہ رسی اور پٹی باندھنی ان کو پسند آئی
 چھری اس نے سنبھالی تو یہ جھٹ قدموں میں آلیٹا
 چھری پتھر پہ رگڑی ہاتھ کو حلقوم پر رکھا
 نہ اس سے پیشتر دیکھا تھا یہ حیرت کا نظارہ
 چھری حلقوم اسمعیل پر چلنے ہی والی تھی

پھر جب وہ لڑکا اس کے ساتھ ہو گیا۔ تو (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: بیٹے میں
 نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھ کو ذبح کر رہا ہوں۔ تیری کیا رائے۔

ابا۔ آپ کو حکم ہوا ہے کہ گزرے خدا نے چاہا تو میں ثابت قدم رہوں گا۔

مشیت کا مگر دریائے رحمت جوش میں آیا کہ اسماعیل کا اک رونگٹا کٹنے نہیں پایا
 ہوئے جبریلؑ نازل اور تھاما ہاتھ حضرت کا کہا بس امتحان مقصود تھا ایثار و جرأت کا
 یہ طاعت اور قربانی ہوئی منظورِ یزدانی کہ جنت سے یہ برہ آ گیا ہے بہر قربانی
 ہمیشہ کے لیے اس خوابِ صادق کا ثمر لیجے اسی برے کو بیٹے کے عوض قربان کر دیجے
 غرض دُنبہ ہوا قربان اسماعیل کے صدقے ہوئی یہ سنت اس ایمان کی تکمیل کے صدقے
 خطاب اُس دن سے اسماعیل نے پایا ذبح اللہ خدا نے آپ اُن کے حق میں فرمایا ذبح اللہ

تعمیر خانہ کعبہ

کہا جبریلؑ نے ”ہاں اے خدا کے محترم بندو بھلو پھولو جہاں میں اے رضا کے آرزو مندو
 یہ ارضِ پاک جس کے گرد پہرے ہیں چٹانوں کے ازل سے جس کے آگے سر جھکے ہیں آسمانوں کے
 یہ مٹی جس میں دن بھر آتشیں کرنیں نہاتی ہیں ہوائیں جس کے ذرہ ذرہ کو سر پر اٹھاتی ہیں
 یہی منبع ہے نورِ حق کی دریا بار موجوں کا کہ مرکز ہے یہی اک اُمتِ واسطیٰ کی فوجوں کا
 یہی نافِ زمیں ہے اور یہی مرکز ہے عالم کا مقرر ہے یہیں پر اجتماعِ اولادِ آدم کا

۱۔ يَا اِبْرَاهِيْمُ قَدْ صَدَقْتَ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَنْجِزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝
 اے ابراہیمؑ! تو نے خواب کو سچا کر دکھایا، ہم اسی طرح نیکو کاروں کو جزا دیتے ہیں
 اسماعیل کی قربانی کے بدلے ہم نے بڑی قربانی قائم کی۔

۲۔ وَقَدْ بَنٰہُ بِذَنْبِ عَظِيْمٍ ۝
 ہم نے تم کو اعلیٰ اُمت بنایا ہے تاکہ لوگوں کے سامنے خدا کی شہادت ادا کرو۔
 ۳۔ وَجَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَسَطًا لِتَكُوْنُوْا شٰہِدًا عَلٰی النَّاسِ ۝
 ہم نے تم کو ایک متوسط اور دیکھو جنوب میں زیادہ سے زیادہ ۴۰ درجہ ارض البلد ہے شمال میں زیادہ سے زیادہ درجے تک آبادی ہے دونوں کا مجموعہ ۱۲۰ اور نصف
 ۶۰ ہوا جب ۶۰ کو ۸۰ درجے شمال تفریق کریں تو میں رہ جاتے ہیں اور جب ۶۰ میں سے ۴۰ درجہ جنوبی کو تفریق کریں تو بھی ۲۰ درجہ شمالی رہ جاتے ہیں اور مکہ
 معظمہ ۱۲ ۱/۲ درجے پر آباد ہے اس لیے کہ ارض میں یہی وسط میں ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ مکہ کا نام لغت کی کتابوں میں نافِ زمین ہے انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی بلکہ تقریباً وسط میں ہوتی ہے اور
 یہی وجہ ہے کہ مکہ بھی وسطِ حقیقی کے قریب واقع ہوا ہے۔ ۱۲ ۱/۲ درجے کا جو تفاوت ہے وہ اس لیے ہے کہ مکہ نافِ زمین ثابت ہو۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

طلوع مہر ظلمت پاش اسی مٹی سے ہونا ہے یہیں وہ ابر ہے دامن عصیاں جس کو دھونا ہے

عبادت کا نشان قائم کرو اس ہو کی بستی میں

تمہیں اول گئے جاؤ شمار حق پرستی میں

بشارت پا کے دونوں پاک بندے اک جگہ آئے جہاں جبرائیلؑ نے کعبہ کے نقشے ان کو سکھلائے

خلیل اللہ اس معبد کی دیواریں اٹھاتے تھے ذبح اللہ چونا اور پتھر دیتے جاتے تھے

کیا تیار اک مدت میں کعبہ ان بزرگوں نے خدا آگاہ و خوش اخلاق و خوش باطن بزرگوں نے

و فور شوق میں اک اک سے آگے بڑھتا جاتا ہے مرادیں مانگتا تھا اور دعائیں پڑھتا جاتا تھا

پتہ ان کو دیا جبریل ہی نے سنگِ اسود کا خلیل اللہ نے اس کو مقامِ رکن پر رکھا

مکمل ہو گئی تعمیر بیت اللہ کی اک دن بزرگوں کو مقدس کام سے فرصت ملی اک دن

یہاں سے اٹھ کے پیغمبرؐ فرازِ کوہ پر آیا زبانِ وحی نے چاروں طرف اعلان فرمایا

کہ اے لوگو یہاں حج و عبادت کے لیے آؤ خلوص اور صدق نیت نذر دینے کے لیے لاؤ

یہی مرکز ہے سارے دہر میں ایمان والوں کا جھکے گا سر یہیں پر آ کے اونچی شان والوں کا

یہاں اہل طواف، اہل قیام، اہل قعود آئیں یہاں اہل رکوع آئیں، یہاں اہل سجدہ آئیں

ملک عرب ۱۵ سے ۳۵ درجے عرض بلد شمالی پر واقع ہے اور ارضی خطوط کے اندر تمام دنیا کا مشہور نسلیں اس طرح مقیم ہیں کہ مشرق اربعین منگول مغرب میں (نسلِ حام کے) اور یڈانڈیز (امریکہ کے مصلی باشندے) ہیں اور جب کل قوموں میں تبلیغ کا پہنچانا مد نظر ہو تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا جاسکتا ہے۔

(رحمۃ للعالمین ص ۹)

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ إِسْمَاعِيلُ

ان میں سے ایک مراد یہ بھی تھی: رَبَّنَا وَابْتَعِثْ فِيهِمْ رَسُولًا فَيُخَوِّفُهُمْ

فَلْيُؤْمَرُوا إِلَى اللَّهِ وَنُحْكَمَ لَهُمْ

(القرآن)

اور جب ابراہیم اور اسماعیل کعبے کی دیواریں اٹھا رہے تھے۔

اے ہمارے پروردگار! اس جماعت کے اندر ہی ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کرنا جو

ان لوگوں کو تیری آیتیں سنایا کرے اور ان کو کتاب کی اور خوش فہمی کی تعلیم دیا

کرے۔ اور ان کو پاک کر دے۔

کوئی پیدل چلے کوئی سوارِ ناقہ لاغر کریں حج و عبادت پاک رکھیں یہ خدا کا گھر
یہ گھر اللہ کا ہے اور وہی تم کو بلاتا ہے ہمارا کام ہے تبلیغ، دیکھیں کون آتا ہے

اولین حج اکبر

یہاں پر اولیں احرام باندھا باپ بیٹے نے عبودیت کا عہدِ تام باندھا باپ بیٹے نے
صدائیک کی گونجی پہاڑوں پر چٹانوں پر فرشتوں نے سنے نغمے زمیں کے آسمانوں پر
ادا کی رسمِ قربانی کمالِ صدق نیت سے طوافِ خانہ کعبہ کیا جوشِ اطاعت سے
فرشتوں نے منائی عید آ کر اس بیاباں میں
کہ پہلا حج اکبر تھا یہی تاریخِ انساں میں



ہمارا گھر طواف کرنیوالوں (نمازیوں) قیام کرنیوالوں رکوع کرنے والوں اور
سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک، کرا اور تمام لوگوں کو پکار دے کہ حج کو آئیں
پیدل بھی دہلی اونٹنیوں پر بھی اور ہر دور دراز گوشے سے آئیں گے۔

۱۔ وَإِنْ طَهَّرْنَا بَيْتَنَا لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ
وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ
مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ۔

باب دوم

حضرت ابراہیمؑ کی وفات

حضرت اسمعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ کی اولادیں

ادائے فرض کر کے باپ بیٹے سے ہوا رخصت مگر فرزند سے ہر سال آکر مل بھی جاتے تھے پھر اس محنت کے بعد آرام سے سونے کا دن آیا بالآخر جا بے حضرت دیارِ جاودانی میں رسالت آج فرزندانِ ابراہیم نے پائی ذبح اللہ ہوئے مرسل عرب کے رہنے والوں پر خدا کے فضل سے ہستی ہوئی دلشاد دونوں کی

بجانا تھی ملکِ شام میں تبلیغ کی خدمت ادائے حج کی خاطر اس طرف ہر سال آتے تھے خلیل اللہؑ کے واصل بحق ہونے کا دن آیا بقا ہے بس خدا کی ذات کو اس دارِ فانی میں خدا نے یہ امانت اب انہیں تفویض فرمائی ہوئے مامورِ اہل شام پر اسحاق پیغمبر بڑھی ہر دو ممالک میں بہت اولاد دونوں کی

حضرت اسحاقؑ کی اولاد

بنی اسرائیل

ہوئے اسحاق کے فرزند اسرائیل پیغمبرؑ ملے فرزند انہیں بارہ بفضلِ حضرت داور

پیش باب ۱۵ درس ۹ میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو ان کے بیٹے اسمعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام نے دفن کیا (سرزمین شام میں مقامِ خلیل آپ کا دفن مبارک ہے۔) (مراۃ انساب)

ان ہی میں حضرت یوسف نے مرسل کا لقب پایا
یہ ایسے تذکرے ہیں جو زبانوں پر فسانہ ہیں
یہودی قوم کا آغاز انہی بارہ سے ہوتا ہے
مگر شیطان نے ان پر بھی دامِ شرک پھیلایا
یہ قوم اپنے کو خاصانِ خدا کی قوم کہتی تھی
ہوئے اس قوم میں اکثر جلیل الشان پیغمبر
یہودی جانے بوجھے راہِ حق کو بھول جاتے تھے
کیا تھا مصر میں فرعون نے دعویٰ خدائی کا
عتاب آخر کیا شاہنشہوں کے شاہ نے ان پر
کہ یہ بھی اک طریقہ تھا انہیں رستے پہ لانے کا
بہت پستی دکھائی آخر اس افتاد نے ان کو
مگر فرعون کے ظلم و ستم جب بڑھ گئے حد سے
خدائے پاک نے موسیٰ کو ان میں کر دیا پیدا
ظہورِ نورِ حق موسیٰ کو سینا پر نظر آیا
خدا نے ان کو اہلِ مصر پر مبعوث فرمایا
برادرِ حضرت یوسف کے مشہور زمانہ ہیں
یہودہ ان کا جدِ اسحق پیغمبر کا پوتا ہے
تو انہوہ کثیر اس قوم کا حق سے پلٹ آیا
مگر کروت ایسے تھے بہت معتبور رہتی تھی
چلانا چاہتے تھے جو اسے حق و صداقت پر
وہ اپنے رہنما کو ایک دیوانہ بتاتے تھے
یہودی قوم دم بھرتی تھی اُس سے آشنائی کا
مسلط کر دیا فرعون کو اللہ نے ان پر
انہیں ٹھوکر لگا کر خوابِ غفلت سے جگانے کا
لگائیں ٹھوکر فرعون کی بے داد نے ان کو
لگے عبرت پکڑنے لوگ ان کی حالتِ بد سے
جو بچپن ہی سے آزادی و حریت پہ تھے شیدا
خدا نے جانبِ فرعون انہیں مبعوث فرمایا

حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے غلام بنا کر فروخت کر ڈالا تھا کہتے جکتے وہ فرعون مصر کی بیوی زلیخا کے ہاتھ لگے وہاں بہت اتار چڑھاؤ اور تکالیف کے بعد آپ فرعون مصر کے نائب ہو گئے۔ یہ قصہ قرآن کریم میں بھی مذکور ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب پیغمبر علیہ السلام کو جب اپنے گمشدہ بیٹے کا پتہ ملا تو وہ اپنے خاندان کے افراد کو جن کی تعداد ۷۲ تھی ساتھ لے کر مصر چلے گئے حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی بڑی خاطر داری کی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی بھتیجے مصر میں ہی رہے اور پھلتے پھولنے لگے جب حضرت یوسف علیہ السلام کا انتقال ہو گیا تو رفتہ رفتہ بنی اسرائیل کو مصریوں نے ذلیل کر کے غلام بنانا شروع کر دیا۔ تورات کتابِ پیدائش میں سب کچھ مذکور ہے۔ اور قرآن کریم میں نہایت تفصیل سے یہ حالات بیان کئے گئے ہیں۔

یہودی قوم کو آزاد کر کے مصر سے لائے
جگایا قوم کی تقدیر کو آوازِ موسیٰ نے
عصائے موسیٰ نے پتھروں کو آب کر ڈالا
یہی وہ قوم ہے جس کے لیے نعمت کے مینہ برسے
مگر جب آزمائش آ پڑی یہ قوم گھبرائی
کہا موسیٰ نے ”اٹھ اے قوم باطل کے مقابل ہو
تو بولی قوم ”اے موسیٰ ہمیں آرام کرنے دے
خدا کو ساتھ لے جا اور باطل سے لڑائی کر
ہمیں کیوں ساتھ لے جاتا ہے دنیا سے اُجڑنے کو
ڈرایا بارہا موسیٰ نے ان کو قہر باری سے

وَاذْكُرْ لَنَا بِحُكْمِ الْبَحْرِ لَمَّا جَعَلْنَاهُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ۔

اور جب ہم نے تمہارے لیے دریا کو شق کر دیا اور تم کو بچا لیا اور آل فرعون کو
فرق کر دیا (البقرہ)

اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی کی دعا مانگی تو ہم نے حکم دیا اپنا
عصا پتھر پر مار دے فوراً اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے (اور بنی اسرائیل کے
بارہ بنی خاندان تھے)

وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ
الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَا عَشَرَ نَبِيعًا

اور پہنچایا تمہارے پاس من وسلویٰ (البقرہ)

وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّاءَ وَالسَّلْوَىٰ

ادام اور مواب کے بیابانوں میں سبکتے سبکتے بنی اسرائیل جب اپنے ملک کے قریب پہنچے جس کا خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ یہ ملک
میں اولاد کو دیا جائیگا تو حضرت موسیٰ نے ان سے کہا اے میری قوم اس مقدس ملک میں جو خدا نے تیری قسمت میں لکھ دیا ہے داخل ہو اور دشمن کے مقابلے
بغیر در نہ نقصان اٹھائے گی قوم نے جواب دیا: ”اے موسیٰ اس ملک میں تو بڑے زبردست لوگ موجود ہیں جب تک وہ وہاں سے نہ نکل جائیں ہم
قدم نہ رکھیں گے ان کے نکل جانے پر ہم اندر داخل ہوں گے ہاں تم اور تمہارا خدا دونوں جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھتے ہیں“ خدا نے فرمایا: اچھا تو اب وہ ملک
پر چالیس برس تک نصیب نہ ہوگا۔ اور زمین پر سبکتے پھریں گے۔

تم اور تمہارا پروردگار جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھتے ہیں

يَا ذَهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِلُونَ۔ (القرآن)

کبھی رفعت پر آئی بھی تو سوچھی اس کو پستی کی
 رکھی دُنیا میں راہ و رسم حرصِ خام سے اُس نے
 دلائی حضرت داؤد نے اس قوم کو شاہی
 زبور اس قوم کو بخشی گئی لیکن نہ یہ مانی
 بڑی شوکت ملی اس قوم کو عہدِ سلیمان میں
 مگر یہ قوم اکثر راہ پر آ کر پلٹتی تھی
 اسے ایوب و زکریا و یحییٰ نے بھی سمجھایا
 ہو منزل گری جن کی وہ کیونکر راہ پر آئیں
 یہ جھٹلاتی رہی ہر اک نصیحت کرنے والے کو
 مسیح ابن مریمؑ نے بہت اس کو ہدایت کی
 یہ جھٹلاتی رہی انجیل کی سچی منادی کو
 خلیل اللہ سے جو وعدہ کیا تھا حق تعالیٰ نے
 وطن بخشا گیا اس کو نمونہ باغِ جنت کا
 ملی اسحق کی اولاد کو شانِ حکومت بھی

۱۔ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ
 وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ ۝

۲۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت حضرت ابراہیم سے ۹۸۵ برس بعد کا زمانہ تھا۔ آپ نے یروشلم میں خدائے واحد کی عبادت کے لیے بیت المقدس
 (بیکل) تعمیر کیا جو کعبے کے بعد دوسرا بیت اللہ ہوا۔

مگر اس قوم نے ٹھکرا دیا ہر ایک نعمت کو یہ بھڑکاتی رہی ہر دور میں اللہ کی غیرت کو
نتیجہ یہ ہوا کفرانِ نعمت کی سزا پائی عمل جیسے کئے ویسی درحق سے جزا پائی
خدا سے سرکشی کی سر جھکایا پائے دشمن پر رہا اغیار کا پنجہ مسلط اس کی گردن پر
سبھی اہلِ ستم کرتے رہے اس پر ستم رانی فتنی، بابلی، مصری، اسیری اور رومانی
خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی کہ جس نے اپنے ہاتھوں اپنی خو خصلت نہیں بدلی

عرب میں بنی اسمعیل کے پھولنے پھلنے کا بیان

ذبح اللہ کی اولاد کا بھی ماجرا سن لو وہاں وعدہ خدا کا کس طرح پورا ہوا سن لو
گھرانے میں بنی جرہم کے پیغمبر نے شادی کی خدا کے گھر سے قسمت جاگ اٹھی اس خشک وادی کی
پس بارہ دیئے اللہ نے اس پاک ہستی کو بسایا یوں عرب کی ہر بلندی اور پستی کو
بساتیں بستیاں گیارہ نے کوہ دشت و صحرا میں رہا قیدار بیت اللہ کی خدمت کو بطحا میں

مسبق بادشاہ نے یروشلم پر حملہ کر کے محل شاہی اور بیت المقدس کو لوٹا پھر بخت نصر شاہ بابل نے یروشلم پر حملہ کیا۔ ۱۲۰۱ء ابراہیم میں اسے فتح کر لیا اور یہود کے بادشاہ یہوئیکیم کو اس کے امراء اور اہل خانہ سمیت گرفتار کر لیا شاہ سلیمان کا خزانہ بیت المقدس کا نذرانہ لوٹ لیا دس ہزار بہادروں اور پیشہ ورروں کو پاؤں لال کر کے بابل لے گیا۔ بخت نصر نے اپنے چچا صدقیہ کو کنعان کا بادشاہ بنا دیا تھا جس نے اس کے خلاف بغاوت کی۔ بخت نصر نے پھر حملہ کیا اور اٹھارہ بیٹے کے محاصرے کے بعد یروشلم فتح ہو گیا۔ آخر بیت المقدس سلیمان کے قصر اور تمام شہر کو جلا کر خاک کر دیا فصیلیں ڈھادیں اور جتنے لوگ زندہ تھے سب کو پکڑ کر بابل لے گیا ان قیدیوں میں حضرت ذوالکفل بھی تھے جن کی نبوت کا آغاز حضرت ابراہیم سے ۱۲۰۶ سال بعد ہوا آپ کے بعد حضرت عزیز کی نبوت کے اند میں ایران نے بابل کو فتح کیا تو بنی اسرائیل کو بابل کی غلامی سے نجات سے ملی پالیس ہزار آدمی پھر یروشلم چلے گئے فتنی بھی اب پھر حملہ آور ہوئے رومی تو طرح قابض ہوئے کہ آخر اسلام نے ان کو وہاں سے نکالا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا يَغْيُرُ مَا يَقُومُ حَتَّى يَغْيُرَ مَا بَانْفُسِهِمْ۔ (قرآن) اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے آپ کو نہ بدلے۔

اسلیل علیہ السلام کی شادی عرب کے اس قبیلہ جرہم کے سردار مضاض کی بیٹی سے ہوئی تھی جو حضرت ہاجرہؑ سے اجازت لے کر چشمہ زمزم کے قریب آباد ہو گیا تھا۔ ان بارہ بیٹوں کے نام یہ تھے۔ ۱۔ بنایوٹ یا بنایوط۔ ۲۔ قیدار۔ ۳۔ ابو باقیل۔ ۴۔ سیام۔ ۵۔ مشماع۔ ۶۔ دو ماہ۔ ۷۔ مسار۔ ۸۔ حدر۔ ۹۔ ستما۔ ۱۰۔ بنایوط۔ ۱۱۔ ناخیش۔ ۱۲۔ قید ماہ۔ یہی بارہ رئیس تھے۔ جن کے متعلق خدا نے حضرت ابراہیم کو بشارت دی تھی کہ ”اسلیل کے حق میں میں نے تیری دعا قبول کی ہے میں اسے برکت دوں گا اور اسے آبرو مند کروں گا اور اس سے بارہ رئیس پیدا ہوں گے اور میں اسے ایک بڑی قوم بناؤں گا“ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قریب کعبۃ اللہ شہر مکہ کی بنا ڈالی
پس اس کے ہوئے کعبے کے خادم شہر کے والی

انقلاباتِ عالم اور عرب

بنی آدم کی دُنیا میں ہزاروں انقلاب آئے
بہت قومیں اُٹھیں اور چھا گئیں میدانِ ہستی پر
غنیم مرگ کے قدموں تلے روندی گئیں آخر
خزاں منڈلا گئی شدادیوں کے سبز گلشن پر
ہوئے پیوندِ خاک آخر اسیری اور کلدانی
نہیں رہتا ہمیشہ سازِ ہستی ایک ہی دُھن پر
ہوا دریا میں بیڑہ غرقِ فرعونِ خدائی کا
بگاڑیں خاک نے شکلیں فلاطونی خیالوں کی
سکندر اور اس کے وہ عظیم الشان منصوبے
فقط اہلِ عرب اس منقلبِ دُنیا میں ایسے تھے
یہ ملک ایسا تھا حاصل ان کو آزادی کی نعمت تھی
عرب پر کوئی آ کر حملہ آور ہو نہ سکتا تھا

جہاں میں سینکڑوں طوفاں اُٹھے لاکھوں عذاب آئے
پھریرے خوب اُڑائے ہر بلندی اور پستی پر
اکڑ کر چلنے والے دب گئے زیرِ زمیں آخر
سیاہی چھا گئی آبادیوں کے روزِ روشن پر
سرافرازوں کی شوکتِ موت نے کچھ بھی نہیں مانی
کھنڈر بننے لگے بابل کے نمرودی تمدن پر
فسانہ رہ گیا ہندوستانی دیوتائی کا
دھری ہی رہ گئیں سب حکمتیں یونان والوں کی
کہیں اُبھرے نہیں بحرِ فانی اس طرح ڈوبے
کہ روزِ اوّل سے آج تک ویسے کے ویسے تھے
قبیلے آپ خود مختار تھے اپنی حکومت تھی
کوئی فاتح بُری نیت سے اس جانب نہ ٹکتا تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) چنانچہ ایسا ہی ہوا ان بارہ رئیسوں میں ہر ایک نے اپنی اپنی بستیاں بسائیں۔ جوان کے ناموں پر مشہور تھیں ان کی اولاد اتنی بڑھی کہ حجاز سے نکل کر شام، عراق اور یمن میں پھیل گئی انہوں نے حکومت اور تجارت اختیار کی اور اس قدر مال دار ہوئے کہ اپنے اونٹوں کے گلے میں سونے کے قلابے ڈالتے تھے جو اسلحہ کے بعد عرب کے قبیلے اکثر و بیشتر حکمران رہے پہلی صدی عیسوی کا یہودی مورخ اپنی کتاب انجی کوئز میں لکھتا ہے بحرِ احمر کے کنارے فرات کے ساحلوں تک سارا ملک اسلحہ کے بارہ بیڑوں کے قبضے میں ہے۔

کوئی لشکر ہوا بھولے سے اس کی فتح پر مائل
 ہوئے جب حملہ آور لوگ اس پر مر گئے پیاسے
 بڑھی اولاد اسمعیلؑ میں عدنان کی شوکت
 یہودی قوم پر دنیا میں جب کوئی بلا آئی
 خدا کے نام پر اب تک یہودی اور عدنانی
 مگر ہونے لگے جب قلب مائل بت پرستی پر
 مگر پھر آل اسمعیل قابض ہو گئی اس پر
 تو صحرائے عرب ہوتا تھا اس کی راہ میں حائل
 یہ خطہ رہ گیا اوجھل نگاہ اہل دنیا سے
 عرب کو آل اسمعیلؑ سے حاصل ہوئی قوت
 تو اس نے آل اسمعیل کے گھر میں اماں پائیؑ
 ادا کرتے تھے مکے پر رسوم حج و قربانی
 بنی جرہم نے قبضہ کر لیا مکے کی بستی پر
 عرب میں تھی یہ طاقتور بفضل حضرت داور

مکے پر یمن والوں کا حملہ اول

قریش کی مدافعت

کیا حملہ یمن کے لشکروں نے اہل مکہ پر
 یمن میں ان دنوں حسان نامی ایک حاکم تھا
 کسی صورت سے توڑوں آل اسمعیل کی شوکت
 اگر کعبہ گرا دوں اس کے پتھر ساتھ لے جاؤں
 غرض یہ تھی کہ اپنے گھر میں لے جائیں خدا کا گھر
 اسے مکے کی رونق دیکھ کر دل میں خیال آیا
 اسی کعبے کے دم سے اُن کی دنیا بھر میں ہے عزت
 یمن میں ان سے اک کعبہ نیا تعمیرا کرواؤں

اکثر نسب ناموں میں عدنان سے حضرت اسمعیلؑ تک آٹھ نو پشتیں بیان کی جاتی ہیں لیکن بقول حضرت علامہ شبلیؒ یہ صحیح نہیں۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ عدنان سے حضرت اسمعیلؑ تک چالیس پشتوں کا فاصلہ ہے۔ دیکھئے سیرت النبیؐ حصہ اول صفحہ ۵۱)

حضرت موسیٰؑ نے جب مصر سے ہجرت کی تھی تو عرب ہی میں آکر پناہ لی تھی اور عرب ہی کے ایک پہاڑ پر آب کو نبوت تفویض ہوئی پھر جب وہ بنی اسرائیل کو مصر سے آزاد کر کے لائے تو یہاں عرب ہی میں انہوں نے چالیس سال پورے کئے تھے حضرت داؤد علیہ السلام بھی بادشاہ سموتیل کی وجہ سے ہجرت کر کے عرب آکر ٹھہرے تھے جب بنی اسرائیل کو بخت نصر نے تباہ بردار کیا تو انہیں معد بن عدنان ہی نے عرب میں عزت و احترام سے رکھا تھا۔ (رحمۃ للعالمین صفحہ ۳)
 عدنان کے بعد اس قوم پر بنی جرہم کا قبیلہ غالب آگیا اگرچہ وہ ان کے ساموں ہی تھے تاہم انہوں نے ان کو مکے سے نکال دیا۔ (رحمۃ للعالمین صفحہ ۵۰)

یہ ہو جائے تو پھر سب لوگ میری سمت آئیں گے
یہ سوچا اور چڑھ دوڑا یمن کی فوج کو لے کر
یہاں پر خادم کعبہ کنانہ کا گھرانہ تھا
یمن والوں کی یورش دیکھ کر غصے میں تھرایا
مقابل ڈٹ گیا یہ شیر لا تعداد فوجوں کے
شکست فاش دی اُس نے یمن والوں کے لشکر کو
یہ ایسی فتح تھی جس سے قریش اس کا لقب ٹھہرا
قریش اہل عرب میں نام ہے اس ویل مچھلی کا
قریش اولاد اسمعیل میں تھے سب سے طاقتور
قصی ابن کلاب ان میں بہت ہی شان والا تھا
ہوا عبد مناف اس کا پسر اس کا پسر ہاشم
پسر ہاشم کا عبد المطلب سردار مکہ تھا

کریں گے عاجزی نذریں نیازیں ساتھ لائیں گے
کیا آ کر اچانک اُس نے حملہ شہر مکہ پر
اسی میں فہر بن مالک تھا جو مرد یگانہ تھا
کیا کنبہ اکٹھا اور مکے سے نکل آیا
چٹانوں کی طرح رو کے پھیڑے تند موجوں کے
تغاقب کر کے قبضے میں لیا لشکر کے افسر کو
یہی نامی قبیلہ بن گیا ، فخر عرب ٹھہرا
سمندر میں کوئی ثانی نہیں جس کی بڑائی کا
یہی کعبے کے خادم تھے یہی تھے شہر کے افسر
بڑا زیرک بڑا تاجر بڑا سامان والا تھا
پسر تھے اور بھی سردار تھا سب کا مگر ہاشم
یہی تھا خادم کعبہ یہی مختار مکہ تھا

۱۔ دیکھو تمدن عرب از علامہ جرجی زیدان۔

۲۔ قصی کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ قصی ابن کلاب ابن مرہ ابن کعب ابن نؤی ابن غالب ابن فہر (یعنی قریش اول) ابن مالک ابن نصر ابن کنانہ ابن خزیمہ ابن مدرکہ ابن الیاس ابن معضر ابن نزار ابن معد ابن عدنان عدنان سے ۳۰ پشت اور حضرت اسمعیل۔

۳۔ قصی سے پہلے قریش میں تفرقہ پڑ گیا تھا اور وہ ادھر ادھر متفرق ہو گئے تھے کعبے کی تولیت قبیلہ خزاعہ کے ہاتھ میں آ گئی تھی مگر قصی نے از سر نو قریش کو جمع کیا خزاعیوں کے ہاتھ سے کعبے کی خدمت حاصل کی اور قریش کو دوبارہ سرداری کی مسند پر بٹھایا ایک قسم کی جمہوری حکومت قائم کی بہت سی اصلاحیں کیں۔

۴۔ قصی کے تین بیٹے تھے عبد مناف عبد الدار عبد العزیٰ یہی عبد مناف پیغمبر اسلام محمد مصطفیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد اور عبد الدار حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جد تھے۔

۵۔ عبد مناف کے بیٹے ہاشم حضرت سردار کائنات کے پردادا تھے یہ قریش میں بہت ممتاز مقتدر تھے ان کی اولاد بنو ہاشم یا ہاشمی کہلاتی ہے۔

۵۔ آنحضرت کے دادا

مگر اس خدمتِ کعبہ کے معنی اور ہی کچھ تھے یہ فرزندانِ اسمعیل یعنی اور ہی کچھ تھے

عرب میں زمانہ جاہلیت

الگ تھے ساری دُنیا سے مگر یہ لوگ خوش دل تھے
مگر آزادیوں نے ان کو کھو یا دین و دُنیا سے
کیا اخلاف نے اسلاف کے اوصاف کو زائل
شجاعت تھی مگر اس کا ہدف اپنے ہی بھائی تھے
فصاحت کا تھا استعمال ہجو اور خود ستائی میں
بیاں کرتے تھے اپنے شرمناک اور فحش کاموں کو
رعونت نے دماغوں میں ہوائے خود سری بھردی
عرب اولادِ اسمعیل سے معمور تھا سارا
جو صحرائی تھے قتل و رہزنی میں خوب ماہر تھے
ترقی اور تمدن کی ہوا ان تک نہ آتی تھی
بہادر تھے مگر سب کے سب آپس میں لڑتے تھے
جو شہری تھے وہ فن و پیشہ و حرفت سے عاری تھے
نہ کوئی کام کرتے تھے نہ کوئی کام آتا تھا
یہ جائز جانتے تھے مال کھا جانا یتیموں کا
پدر فرزند کی بیواؤں کا حق چھین لیتے تھے

انہیں آزادیوں کی زندگی کے عیش حاصل تھے
ہوئے گمراہ یہ برگشتہ ہو کر حق تعالیٰ سے
رہ حق چھوڑ کر سب بت پرستی پر ہوئے مائل
یہ سب اک دوسرے کو ذبح کرنے میں قصائی تھے
نظر میں کوئی چچا ہی نہ تھا ساری خدائی میں
سر بازار کہہ دیتے تھے ایسے کارناموں کو
خشونت ایک عادت دوسری عادت تھی بیدردی
گناہوں کی جہالت کے نشے میں چور تھا سارا
نشانِ بربریت اُن کے چہروں ہی سے ظاہر تھے
کوئی مرکز نہ تھا خانہ بدوشی ان کو بھاتی تھی
قبیلوں میں ہزاروں معرکے ہر سال پڑتے تھے
مگر مکر و دغا بازی میں پورے کاروباری تھے
انہیں بے کار و کابل بیٹھ رہنا دل سے بھاتا تھا
لٹانا دعوتوں میں مال شیوہ تھا کریموں کا
پس اپنی حقیقی ماؤں کا حق چھین لیتے تھے

کوئی معیار ہی باقی نہ تھا شرم و شرافت کا
 زنا و فحش کاری سے بڑی ان کو ارادت تھی
 شرافت کو ڈبو دیتے تھے جب عورت پہ مرتے تھے
 زنا کاری کی ترغیبیں سر بازار دیتے تھے
 یہ اپنی بیٹیوں کو سانپ سے بدتر سمجھتے تھے
 اگر جن بیٹھتی دختر کوئی تقدیر کی بیٹی!
 گڑھا اک کھود کر دختر کو زندہ گاڑ دیتی تھی
 کوئی کم بخت بد اختر اگر زندہ بھی رہتی تھی
 غلاموں لونڈیوں پر وہ مظالم توڑتے تھے یہ
 عرب میں ہر طرف تھا دور دورہ بت پرستی کا
 کہ رتبہ بھیڑ بکری سے بھی کم تھا ایک عورت کا
 شراہیں پی کے ننگے ناچنے کی عام عادت تھی
 کہ جس عورت پہ مرتے تھے اسے بدنام کرتے تھے
 یہ اپنی بیویوں تک کو جوئے میں ہار دیتے تھے
 یہ ان کے قتل کو عزت کا اک جوہر سمجھتے تھے
 چھچھوندہ سے بڑی معلوم ہوتی تھی اسے بیٹی
 کوئی بچھو تھا دامن میں کہ دامن جھاڑ دیتی تھی
 ہمیشہ باپ کے اور بھائیوں کے ظلم سہتی تھی
 کہ ان کو موت سے پہلے نہ ہرگز چھوڑتے تھے یہ
 کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان لوگوں کی پستی کا

۱۔ ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونے کا رواج نہایت ادنیٰ اقوام میں پایا جاتا تھا ان میں موجود تھا مرد جس قدر عورتوں سے چاہتا شادی کر سکتا تھا اور اس کے علاوہ جیسا کہ یورپ میں آج کل بھی (رواج ہے اپنے لیے محبوبہ بھی رکھ سکتا تھا ان میں نیوگ کی رسم بھی جاری تھی عورت محض ایک جائیداد سمجھی جاتی تھی اس کا اپنے متوفی خاوند یا دوسروں کی وراثت میں کوئی حصہ تسلیم نہ کیا جاتا تھا بلکہ وہ خود جائیداد مورثہ کا ایک حصہ قرار پا کر ورثے میں چلی جاتی تھی اور وارث چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا اور چاہتا تو کسی سے دوسرے سے کرا دیتا۔ یہاں تک کہ باپ کی عورتوں کو بیٹے ورثہ کا حصہ سمجھ کر ان سے شادی کر لیتے اور ان کو انکار کا حق نہ تھا۔ (خیر البشر صفحہ ۲۳)

۲۔ مرد و عورت کے تعلقات میں نہایت درجے کا فحش بھی تھا۔ ناجائز تعلقات کے نہایت گندے قصے کھلے اشعار میں فخریہ بیان کئے جاتے بڑے بڑے مشہور قصائد میں جو اپنی فصاحت میں لاثانی سمجھے جاتے ہیں ایسے فحش اور ننگے الفاظ میں ان تعلقات کا ذکر ہے جن کی برداشت زبان اور کان نہیں کر سکتے۔ (خیر البشر صفحہ ۲۴)

۳۔ وحشیانہ پن میں انتہا کو پہنچا ہوا طریقہ لڑکی کو زندہ درگور کرنے کا تھا پانچ چھ سال کی لڑکی کو باپ جنگل میں لے جاتا اور ایک گڑھے کے کنارے پر کھڑی کر کے دھکا دے کر گرا دیتا چختی چلاتی ہوئی مغموں جان پر مٹی ڈال کر چلا آتا یہ ایسی سنگدلی ہے جس سے پتھر بھی شرمندہ ہوں۔
 ۴۔ بعض اوقات نکاح کے وقت بیوی سے معاہدہ کر لیا جاتا تھا اگر لڑکی پیدا ہوگی تو اسے مار ڈالا جائے گا اس صورت میں غریب ماں سے اس فعل کا ارتکاب کر جاتا اور تم یہ کہ اکثر کعبے کی عورتوں کو اکٹھا کر کے یہ کام کیا جاتا۔ (خیر البشر صفحہ ۲۵)

تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے

۵۔ کُتُّم عَلٰی شَفَاءِ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ (قرآن)

خدا کہتے تھے مٹی، آگ، پانی کو ہواؤں کو
زمین پر خاک پتھر اور شجر معبود تھے ان کے
مرادیں مانگتے تھے ہر وجود بے حقیقت سے
وہ کعبہ جو خدائے واحد و قہار کا گھر تھا
وہی کعبہ جسے پیغمبروں کی سجدہ گہ کہتے
وہ کعبہ جو خدا کے بت شکن بندوں کا معبد تھا
اسی کعبے کو یاروں نے صنم خانہ بنا ڈالا
نہ سوچا کوئی فرق ان کو خدا میں اور پتھر میں
عرب میں جس قدر انسان تھے ان سے سوا بت تھے
جدا اک اک خدا تھا ہر قبیلے ہر گھرانے کا

پھاڑوں اور دریاؤں کو بجلی کو گھٹاؤں کو
فلک پر انجم و شمس و قمر معبود تھے ان کے
نہ تھا محروم کوئی جز خدا ان کی عبادت سے
وہ کعبہ جو خدائے مالک و مختار کا گھر تھا
وہی کعبہ جسے تقدیس کا نور نگہ کہتے
جسے پاکیزہ رکھنا فطرتِ انساں کا مقصد تھا
دلوں سے ظالموں نے نقش وحدت کا مٹا ڈالا
کہ رکھے تین سوا اور ساٹھ بت اللہ کے گھر میں
یہ خلقت تھی خدا کی اور خلقت کے خدا بت تھے
کوئی بت فتح پانے کا کوئی بت بھاگ جانے کا

جاہلیت کے میلے

یعنی بازارِ عکاظ پر ایک نظر

یہاں پر کھینچ کر ہلکا سا نقشہ ان کے میلوں کا
حدود مکہ سے دس کوس پر چھوٹا سا میدان ہے
عرب کے لوگ اس انبوه کو بازار کہتے ہیں
بنو کلب و بنو نہد و بنو تغلب، بنو کنذہ
بنو تم و بنو مرثع، بنو طے و بنو اسلم

دکھا دوں حال بے دینی کا جھگڑوں کا جھمیلوں کا
جہاں خیمے لگے ہیں جمع اک انبوه انساں ہے
برس کے بعد آ کر اس جگہ کچھ روز رہتے ہیں
بنو اوس و بنو خزرج، بنو دوس و بنو عذرہ
جہینہ اور خزاعہ اور مہجیلہ اور بنو خثعم

یہ قحطانی قبائل دور سے میلے میں آئے ہیں
 ہوازن اور عدنان اور اطفان اور اعصر بھی
 قریش و سعد و نضر و کعب و مرہ بھی فزارہ بھی
 یہ عدنانی قبائل اور شاخیں بھی سبھی اُن کی
 جوان و پیر مردوزن یہاں آئے ہوئے ہیں سب
 تمازت سے بچانے کو کھڑے ہیں جا بجا خیمے
 حجازی بدوؤں نے کالے کبل تان رکھے ہیں
 یمن، نجد و عراق و شام کے سوداگر آئے ہیں
 کونیں ہیں چند نخلستان میں جن کے گرد میلا ہے
 جوانانِ عرب کیا اینڈتے پھرتے ہیں راہوں میں
 ہزاروں نیم عریاں عورتیں ہر سمت پھرتی ہیں
 قبائل کے جو ہیں سردار پُتلے ہیں رعونت کے
 کمر سے نیچے ہیں تہبند باقی جسم ننگے ہیں
 ہیں ایسے مرد بھی ان میں کہ منہ پر ہے نقاب ان کے
 کمر سے کھول کر تہبند گھٹنوں پر لپیٹے ہیں
 شراہیں پی رہے ہیں اور تے بھی کرتے جاتے ہیں
 دوشیزہ لڑکیاں مردوں کے آگے دف بجاتی ہیں
 ذرا سی بات پر تلوار کھینچ جاتی ہے آپس میں

سب اپنے اپنے بچوں بیویوں کو ساتھ لائے ہیں
 عتی بھی، بابلہ بھی عبس بھی ذبیان و عامر بھی
 بنی تیم و بنی عدی، سلول اور آل قارہ بھی
 عرب کی سرزمین خشک اب تک ملک ہے جن کی
 غرور و عجب سے چہروں کو چمکائے ہوئے ہیں سب
 زمیں کے جسم پر یہ سوز کے چھالے ہیں یا خیمے
 کھڑے ہیں اونٹ بھی اور ساتھ ہی سامان رکھے ہیں
 پکھالیں کملیاں، ستو کھجوریں ساتھ لائے ہیں
 گرے پڑتے ہیں پانی کے لیے لوگوں کا ریلہ ہے
 دلوں کے دلوں لے ڈوبے ہوئے ہیں سب گناہوں میں
 نہ گھیریں آ کے مردان کو تو خود جا جا کے گھرتی ہیں
 عیاں ہیں ان کے ہر انداز سے اندازِ نخوت کے
 وجاہت پر مگر تکرار ہے جھگڑے ہیں دنگے ہیں
 حیا ان کی نرالی ہے انوکھے ہیں حجاب ان کے
 نہیں کچھ ستر کی پروا کہ یہ آدم کے بیٹے ہیں
 شکم میں اور دامن میں نجاست بھرتے جاتے ہیں
 نشے میں جھومتی ہیں ناچتی ہیں اور گاتی ہیں
 غضب کا شور و غوغا ہے کہیں گالی کہیں قسمیں

جاہلیت کی عبادت

سرِ شام اس سیہ کاری کا دامن اور بڑھتا ہے
صدائیں سیٹیوں کی اور گھڑیالوں کی آتی ہیں
ثنیٰ اپنے بت کا ہر قبیلہ ساتھ لایا ہے
بتوں پر اُونٹ، بکرے آدمی قربان ہوتے ہیں
قریش اپنے ہبل کا اک ثنیٰ لے کر آئے ہیں
بٹھا رکھا ہے پتھر کے خدا کو ایک پتھر پر
بھجن گاتی ہیں جاہل عورتیں اور دف بجاتی ہیں
وہ دیکھو دے رہی ہیں خون کے چھینٹے عزیزوں پر
وہ دیکھو سب اسی پتھر کے آگے سر جھکاتے ہیں
پا ہے وحشیانہ سیٹیوں کا شور ہر جانب
پجاری چیختے ہیں، ناچتے ہیں، گھنٹ بجتے ہیں
اُچھلتے کودتے سب لوگ گرد اس بت کے پھرتے ہیں
قبائل محو ہیں اس لعنتی طرزِ عبادت میں
یہ نقشہ دیکھ کر سورج نے آنکھیں بند کر لی ہیں

شرابِ عیش پر دیوانگی کا رنگ چڑھتا ہے
عبادت کے لیے ان بیوقوفوں کو بلاتی ہیں
یہ مٹی کے خدا ہیں ان کو گھنوں سے سجایا ہے
غریب ان پتھروں کے واسطے بے جان ہوتے ہیں
اسی کے گرد ان لوگوں نے خیمے بھی لگائے ہیں
کھڑے ہیں گرد اس کے اہل مکہ ساکت و ششدر
بہا کر اُونٹ کا خون اپنی قربانی چڑھاتی ہیں
وہ چھڑکا جا رہا ہے خون ہی کھانے کی چیزوں پر
جبیں پر کالے کالے خون کے ٹیکے لگاتے ہیں
عقیدت دیکھئے، ہے چیخنے پر زور ہر جانب
پرستش ہے یہی ان کے جسے مذہب سمجھتے ہیں
ہراک چکر کے بعد اک بارگی سجدے میں گرتے ہیں
یہ میلہ کلہم ڈوبا ہوا ہے بحرِ لعنت میں
زمین نے ہر طرف تاریکیاں دامن میں بھر لی ہیں

شاعری کے بُرے پہلو

ساڑھ شاعری کا دیدنی ہے اس جھیلے میں
کہ اکثر لوگ اسی کے واسطے آئے ہیں میلے میں

جوان و پیرو مرد و زن ہیں یک جا ہر قبیلے کے
یہاں بوڑھے جوانوں سے زیادہ تن کے بیٹھے ہیں
حسینہ عورتیں بیٹھی ہوئی نخرے دکھاتی ہیں
تبسم ہے کہ بجلی ہے، نگاہیں ہیں کہ چھریاں ہیں
یہ عشق و غمزدہ مرد ہی ان کو سکھاتے ہیں
ہزاروں نازیں آنکھیں حیا داری سے خالی ہیں
غرض یہ سب کے سب گھیر چکے ہوئے بیٹھے ہیں میداں کو
قبیلے اپنے اپنے شاعروں پر ناز کرتے ہیں
وہ اٹھ کر ایک شاعر بر سر میدان آیا ہے
”قبیلہ میرا ایسا ہے میں خود ایسا ہوں ویسا ہوں
فلاں ابن فلاں ہوں اس لیے پکا دلاور ہوں
بہت سی عورتوں سے عشق بازی کر چکا ہوں میں
فلاں کی اور فلاں کی عصمتیں میں نے بگاڑی ہیں
یہ عورت مجھ پہ مرتی ہے، وہ عورت مجھ سے ڈرتی ہے
میں اس کو چھوڑ دوں گا اور اُسے قابو میں لاؤں گا
وہ پتھر بھی خدا میرا یہ پتھر بھی خدا میرا
یہ حسن شاعری دکھلا کے شاعر بیٹھ جاتا ہے

بڑے ٹھسے سے ہیں بیٹھے ہوئے افسر قبیلے کے
جواں بھی کم نہیں مد مقابل بن کے بیٹھے ہیں
یہ اپنے شوہروں اور آشناؤں کو لبھاتی ہیں
حیا کیسی کہ آدھے سے زیادہ جسم عریاں ہیں
حیاء و شرم کے جوہر یہ ظالم خود مٹاتے ہیں
نقاب افگندہ ہیں ان میں جو طبعاً شرم والی ہیں
مزے سے سن رہے ہیں شاعروں کے سوز و حرماں کو
قصائد اپنی اپنی شان میں سن کر بھرتے ہیں
خود اپنی شان میں پورا قصیدہ کہہ کے لایا ہے
میں چاندی ہوں میں سونا ہوں میںھیلا ہوں میں پیسہ ہوں
تخیل ہے مرا خونیں سمندر، میں شیاور ہوں
اب اس پر مر رہا ہوں پہلے اس پر مر چکا ہوں میں
یہ سب بستی ہوئی آبادیاں میں نے اُجاڑی ہیں
یہ مجھ سے ملتفت ہے اور وہ پرہیز کرتی ہے
بغیر وصل دہنے ہاتھ سے کھانا نہ کھاؤں گا
وہ مجھ کو پالنے والا ہے یہ حاجت روا میرا
تو پھر اک دوسرا آتا ہے اور سکھ جاتا ہے

۱۔ امراء القیس کے قصائد دیکھیے۔

بہا دیتا ہے سوکھے دشت میں دریا فصاحت کے
یہ شاعر اس طرح جن عورتوں کے نام لیتے ہیں
مزا یہ ہے کہ ان میں سے یہیں موجود ہیں اکثر
وہ سب بیٹھی ہوئی ہنستی ہیں اس انشاء حالت پر
ذرا کچھ آنکھ شرمائی تو اس نخرے سے شرمائی
مگر شاعر پہ شاعر باری باری آئے جاتا ہے
کوئی اترا رہا ہے آبِ خنجر کی روانی پر
کسی کو فخر ہے اپنی شجاعت پر سخاوت پر
کوئی کہتا ہے ہم نے رہزنی میں نام اُچھالا ہے
کوئی کہتا ہے ہم سفاک ہیں، ظالم ہیں، قاتل ہیں
تاتا ہے کوئی تعداد لونڈی اور غلاموں کی

دکھا دیتا ہے نقشے کھینچ کر اپنی حماقت کے
جنہیں فحش و زنا کاری کے یوں الزام دیتے ہیں
پھر ان میں بعض شوہر دار ہیں اور بعض بے شوہر
کوئی ذلت کا دھبہ ہی نہیں گویا شرافت پر
بھری محفل میں گویا حسن و خوبی کی سند پائی
زبان گرم سے بزمِ سخن گرمائے جاتا ہے
کوئی اکڑا ہوا ہے اپنے فخرِ خاندانی پر
کسی کو ناز ہے اپنی فصاحت پر بلاغت پر
کوئی کہتا ہے ہم نے عشق کو سانچے میں ڈھالا ہے
کوئی کہتا ہے ہم بے کار ہی رہنے میں کامل ہیں
وہ لڑکا اتنے داموں کا یہ لڑکی اتنے داموں کی

یہ طرزِ خود ستائی اک زمانے سے نرالی ہے

یہ ہے اس ڈھول کی آواز جو اندر سے خالی ہے

میلے میں جنگ کا آغاز

یہ محفل گرم تھی لیکن اچانک ایک گل پھولا
بڑی افتاد کوئی ہو گئی بزمِ سخن برہم!
اٹھا شور اک طرف سے شاعر اپنی داستاں بھولا
کوئی طوفان اٹھا جس نے کر دی انجمن برہم
مغلط گالیاں کیوں آگئیں ان کی زبانوں پر
تھے تھے کان ان کے شاعروں کی داستاںوں پر

یہ کیوں گالی گلوچ اور مار دھاڑ آپس میں ہوتی ہے
یہ کیوں اٹھی ہے خلقت تیغِ خوں آشام لے لے کر
نظر آتی ہیں کیوں ہر سمت تلواریں ہی تلواریں
سبب اس برہمی کا کچھ نہیں کھلتا خدا جانے
سبھی اُجھے ہوئے ہیں کون سنتا کون کہتا ہے
کوئی اتنا نہیں جو اس لڑائی کا سبب پوچھے
کسی پر چل گیا خنجر کسی پر چل گیا بھالا
فغاں ہے شور ہے چینیں ہیں شوریدہ نوائی ہے
لہو سے اس زمیں کا نامہ اعمال دھلتا ہے
کہ اک لڑکی نقاب اوڑھے ہوئے بیٹھی تھی بیچاری
شرارت کے لیے تاکا اُسے عیاش لڑکوں نے
بہت سے لوگ بیٹھے تھے کسی نے بھی نہیں روکا
مفر کی اس بیچاری کو نہ جب صورت دکھائی دی
دہائی سن کے لڑکی کے لواحق طیش میں آئے
بچاؤ کی کوئی صورت نہ سوچھی ان رزیلوں کو
صداسنتے ہی ان کے لوگ بھی دوڑے ہوئے آئے
اٹھا اب خنجروں کی بجلیوں میں جوشِ بیداری

یہ عورت کون ہے کیوں پیٹتی ہے اور روتی ہے
پکارے بارے ہیں کیوں قبیلے نام لے لے کر
یہ کس کو مار ڈالا سرخ کیونکر ہو گئیں دھاریں
یہ باہم جنگ کیوں کرنے لگے ہیں اٹھ کے دیوانے
مگر لاشوں پہ لاشیں گر رہی ہیں خون بہتا ہے
فروزاں کیوں ہوئی یہ آتشِ قہر و غضب پوچھے
گرا جو زخم کھا کر اس کو قدموں نے کچل ڈالا
بتوں کی منتیں ہیں اور بھوتوں کی دھائی ہے
بہت سے کشت و خوں کے بعد اتنا حال کھلتا ہے
ودِ عیت تھی جسے فطرت کی جانب سے حیا داری
اسے دھوکے سے نگلی کر دیا اوباش لڑکوں نے
لگے ٹھٹھا اڑانے جب وہ لڑکی کھا گئی دھوکا
تو لڑکی نے وہیں اپنے قبیلے کی دہائی دی
چمک تلوار کی دیکھی تو وہ لڑکے بھی گھبرائے
تو گھبرا کر پکار اٹھے شریر اپنے قبیلوں کو
گھٹاؤں کی طرح دونوں طرف کے جوشِ ٹکرائے
لگے سرکٹ کے گرنے خون کی بارش ہوئی جاری

ایہ جنگ فجار تائی کہلاتی ہے یہ بنی عامر اور بنی کنانہ میں شروع ہوئی اور بعد ازاں سب کے سب قبائل کوئی ادھر کوئی اُدھر شامل ہو کر مد توں لڑتے رہے۔

پڑی بنیاد جب ان دو گھرانوں میں لڑائی کی
مگر اُن کی شریعت اور تھی جس پر یہ تھے عامل
کوئی اس کی حمایت میں کوئی اس کی حمایت میں
تو لازم تھا کوئی کوشش کرے ان میں صفائی کی
کہ سب کے سب قبیلے ہو گئے اس جنگ میں شامل
رہیں گے اب یہ سب مشغول جنگِ جاہلیت میں

یہ سارے خود کو اسمعیل کی اولاد کہتے ہیں
مگر ہم تو انہیں مادر پدر آزاد کہتے ہیں

اس عہد میں دُنیا بھر کی عام حالت

ہندوستان

عرب سے بھی زیادہ حال تھا بد حال دُنیا کا
مگن تھا گلشنِ ہندوستان جنتِ نشاں بن کر
دکھائے تھے بہت کچھ آریوں نے گیان کے جلوے
یہ ہادی تھے مگر ان کو خدا کہنے لگے ہندو
حکومت آگئی ایسے ستم گاروں کے ہاتھوں میں
غلط سمجھے یہ بدھی مان گوتم کی بشارت کو
اُجاڑا وام مارگ^۱ پنتھ نے ایمان کا گلشن
کہ سر ایلئس کے رستے میں تھا پامال دُنیا کا
یہاں بھی موت چھائی ایک دن فصلِ خزاں بن کر
بہت چمکے تھے رام اور کرشن سے ایمان کے جلوے
نر و مادہ کو دیوی دیوتا کہنے لگے ہندو
ہوئے تقسیم انساں اونچی نیچی چار ذاتوں میں^۲
بلائے بت پرستی نے کیا برباد بھارت کو
سیہ کاری نے پھونکا دھرم کا گن گیان کا گلشن

۱۔ ہندوستان کے ایرین ایسے وہم پرست ہو گئے کہ مخلوق سے کوئی چیز ایسی نہ رہی جس کو انہوں نے نہ پوچھا ہو۔

۲۔ برہمن سب سے افضل ان سے اتر کر چھتری ان سے گھٹیا ویش اور ان تینوں سے گھٹیا شودر آخر الذکر ایسے بد نصیب کہ ہندو مذہب ان کو جینے کا حق بھی نہیں دیتا حتیٰ کہ جس زمین پر اوپر تین تو تین چلتی پھرتی ہوں شودر کا سایہ بھی پڑ جائے تو وہ زمین گویا ناپاک ہو گئی۔

۳۔ خود ہندو محققین یہ کہتے ہیں کہ ویدک مذہب میں خرابیاں پیدا کرنے والے دام مارگی ہیں ان لوگوں نے مذہب کی آڑ میں بد معاشیوں اور فواحش کا رواج دیا اور دیوی دیوتاؤں کے ایسے قصے گھڑے جن سے ان کے لیے حرام کام کی اجازت ملے۔

نظر میں گھٹ گئی کچھ اس طرح انسان کی قیمت کہ عصمت بن گئی ہر عیش کے سامان کی قیمت

چین

ہوئی برباد کنفیوشسؑ کی وہ تہذیب آئینی جہالت سے شکستہ ہو گئی ہر لعبت چینی
گرے غش کھا کے چینی بدھ کی تصویر کے آگے حوادث نے جگایا بھی مگر اب تک نہیں جاگے

ایران

متاع فارس کو آتش کدوں نے خاک کر ڈالا یہ پاک آتش ملی ایسی کہ قصہ پاک کر ڈالا
سکندر کی چلی آندھی گلستانِ جم و کے پر تباہی چھا گئی ایران پر توران پر رے پر
رہی اس قتل کہ میں خونِ انسانی کی ارزانی کیانی ظالموں سے بڑھ کے نکلی آلِ ساسانی
مٹے اس ملک میں انسانیت کے عام جوہر بھی کہ گھر میں ڈال لیتے تھے مجوسی اپنی دختر بھی

یورپ

فرنگستان میں ہر سو اندھیرا ہی اندھیرا تھا یہاں بھیڑیں تھیں جن کو بھیڑیوں نے آکے گھیرا تھا
وہ رومانی حکومت اک جہاں میں دھوم ہے جس کی ہمیں تہذیب عریاں آج بھی معلوم ہے جس کی
وہ شیطانی تمدن وہ گنہ کا آخری مامن وہ شہر پوپھی آئی یعنی ظلم و جور کا مسکن
وہی رفعت گناہوں نے جسے پستی پہ دے مارا کرو اس آخری شب کا مری آنکھوں سے نظارا

۱۔ کنفیوشس چین کا ایک بہت بڑا مصلح۔ مسیح سے کچھ مدت پہلے گزرا ہے۔

۲۔ موجودہ زمانہ کے پارسی اب بھی آگ کو خدا کا سب سے بڑا مظہر سمجھتے ہیں اس مذہب کی ابتداء زرتشت سے ہوئی پارسیوں کا عقیدہ ہے کہ زرتشت مسیح سے تیرہ سو برس پہلے شہر رے یا ارمیاہ میں پیدا ہوا تھا زرتشت اگرچہ مذہب تو حید کا مبلغ تھا لیکن اس کے ماننے والوں نے اس کی تعلیم کو مسخ کر کے یزدان داہرمن دو خداؤں کی پرستش شروع کی چونکہ یزدان کو روشنی کا منبع خیال کیا جاتا تھا اس لیے آگ کی تعظیم کرنے لگے اور آخر کار آگ ہی کے پجاری بن گئے۔ مسیح روٹن ایمپائر

شہر پومپی آئی کی آخری رات

سیاہی بن کے چھایا شہر پر شیطان کا فتنہ
پناہیں حسن نے پائیں سیہ کاری کے دامن میں
میسر ہیں زری کے شامیانے خوش نصیبی کو
مشقت کو سکھا کر خوبیاں خدمت گزاری کی
لیا آغوش میں پھولوں کی سچوں نے امیری کو
تڑپنا چھوڑ کر چپ ہو گئے جی ہارنے والے
وہ روحانی ، وہ جسمانی عقوبت کم ہوئی آخر
ہوئے فریادیوں پر بند ایوانوں کے دروازے
اسی انداز سے جا سوئی غفلت بادشاہوں کی
شرابیں پی پلا کر ہو گئے خاموش ہنگامے

بالآخر نیند آئی سو گئے پُر جوش ہنگامے

تھا جب زندگی کا جوش پر خاش اجل جاگی
اٹھایا موت نے پتھر جہنم کے دہانے سے
بلندی سے تباہی کے سمندر نے کیا دھاوا
دکھا دی آگ ایوانوں کو مظلومی کی آہوں نے
عمل کو دیکھ کر مدہوش پاداشِ عمل جاگی
جہاں آتش کا دریا کھولتا تھا اک زمانے سے
چٹانوں کے جگر سے پھوٹ نکلا آتشیں لاوا
اٹھائے شعلہ ہائے آتشیں بے کس نگاہوں نے

آتشیں پہاڑ جب آتش فشاں پر اتر آئے تو ان کے دہانے سے گندھک اور بعض اور دھاتیں پکھلتی ہوئی نکلتی ہیں یہ آتشیں سیلاب جو چیز سائے آئے اُسے
چاہہ وہ برباد کر دیتا ہے اس کو لاوا کہتے ہیں۔

اُنھیں مختار بن کر بے کسی کے خون کی موجیں حصارِ مرگ نے محصور کر لیں جنگجو فوجیں
 نہ حسن و عشق نے پائی اماں قہرِ الہی سے دہلی پادشاہ امیری سے فقیری سے نہ شاہی سے
 ستاروں کی نگاہوں نے دھواں اُٹھتا ہوا دیکھا
 مگر خورشید نے کچھ بھی نہ مٹی کے سوا دیکھا

اہلِ یورپ عیسائی ہو جانے کے بعد

وہ رومانی کہ جن کی دھاک سے افلاک ڈرتے تھے جو شہروں کو جلا کر ایک دم میں خاک کرتے تھے
 خود ان کے شہر کا جلنا نمونہ تھا یہ عبرت کا یہ قدرت کی طرف سے تازیانہ تھا نصیحت کا
 مگر یہ لوگ باز آئے نہ ظلم و جور سے ہرگز کوئی راحت نہ پائی دہرنے اس دور سے ہرگز
 یہ پیرو ہو گئے آخر مسیح ابنِ مریم کے تو لازم تھا کہ اُن کے دل میں نور ایمان کا چمکے
 مگر یہ سب پجاری بن گئے تصویرِ عیسیٰ کے رکھا مریم کا بت بھی ساتھ ہی اندر کلیسا کے
 اندھیرا شرک کا ان مشرکوں کی عقل پر چھایا کہ عیسیٰ کو خدائے پاک کا فرزند ٹھہرایا
 بدل دی سر بسر انجیل کی تعلیم قصوں میں خدا کو کر دیا تقسیم پورے تین حصوں میں

پروہ ایسے ہو گئے کہ ان کے؟ برباد شدہ مسکنوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔
 کتنی قومیں ہلاک ہو گئیں جو ان سے زیادہ مضبوط تھیں انہوں نے شہروں کو
 چھان ڈالا تھا (پھر) ہے کوئی بھاگنے کی جگہ۔

۱۔ قَاصِبُحُو لَا تَرَى إِلَّا مَسْكِنَهُمْ (القرآن)
 ۲۔ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوا
 فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّجْنُونٍ (القرآن)

۳۔ دینِ عیسوی اپنے ابتداء ہی میں بدعتوں کی خلل اندازی سے مسخ ہو گیا تھا پولوس یا سینٹ پال نے یونان اور روم کے شہروں میں پھر پھر کے دینِ مسیحی کو
 مشرکین کے عقائد کے قالبوں میں ڈھالا اور پھیلا نا شروع کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد جو پیٹرا اور زیوس دیوتاؤں کو ماننے والے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا
 یعنی ابنِ اللہ کہنے اور خدا کی خدائی کا شریک اور منظم ماننے گروا نئے لگے۔
 یہ رومن کیسے عیسائی اب تک مگر جوں میں مسیح کی تصویر کو پوجتے ہیں اور ان کے کئی فرتے ایسے ہیں جو خدا اور اس کی والدہ حضرت مریم کے پرستار ہیں اور
 نعوذ باللہ ان کو خدا کی بیوی کہتے ہیں۔

خدا روح القدس عیسیٰ یہ تین ان کے خدا ٹھہرے
یہی مذہب مسلط ہو گیا یورپ کے خطے پر
یہ فتنے جب مسیح ناصری کے نام پر جاگے
ہوئے قابض زمینِ شام پر شاہانِ یونانی
لڑائی چھڑ گئی ایرانیوں کی اہلِ یونان سے
کبھی نصرانیوں کی فتح، گہ آتش پرستوں کی
جفا و ظلم ان کی زندگی کا مدعا ٹھہرے^۱
اسی کے سامنے مصر و حبش نے بھی جھکایا سر^۲
یہودی اُن سے تنگ آئے تو پھر کنعان سے بھاگے
مقابل ہو گئے آتش پرستوں کے یہ نصرانی^۳
جہانداری کی اس بازی نے بدلے بار ہا پانے
یہ جنگ اک موت تھی گویا غریبوں زیر دستوں کی

یہودیوں کی عام حالت

یہودی قوم کی حالت کا قصہ سن چکے ہو تم
بہ سب راندے گئے ٹھکرا کے عیسیٰ کی منادی کو
صحائف میں جہاں موقع ملا تحریف کر ڈالی
یہودی قوم کی ہر صفحہ پر تعریف کر ڈالی
سران لوگوں کی نافرمانیوں پر دھن چکے ہو تم
یہ سولی پر چڑھانے لے گئے اس پاک ہادی کو

۳۳۵ء مسططین اعظم شہنشاہ روم نے یہی پولوش کا سکھایا ہوا دینِ عیسوی قبول کیا اور خود عیسائی مؤرخین اس امر کے قائل ہیں کہ اس نے اس دین کو بزورِ شمشیر پھیلانے کی ابتداء کی۔

۱۔ اہلِ سینا پرتھی صدی مسیحی میں ہوا۔

۲۔ چھٹی صدی عیسوی میں جنگِ زوروں پر تھی۔

۳۔ ابراہیمی میں یہودی کنعان میں آباد ہوئے اس سے پہلے وہ فرعون مصر کی غلامی میں تھے موسیٰ علیہ السلام نے ان کو آزادی دلوائی تھی مگر ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ مانا اور خدا کے معتبوب ہو کر عرب کے بیابانوں میں بھٹکتے رہے تھے۔ پھر جب یہ کنعان میں آباد ہوئے تو خدا نے ان پر فضل کیا اور داؤد اور سلیمان جیسے عظیم الشان پیغمبر اور بادشاہ نصیب ہوئے جنہوں نے بیت المقدس تعمیر کیا جو کعبہ کے بعد دوسرا بیت اللہ ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد اُن کے بیٹے داؤد سے یہود کے دس قبیلوں نے بغاوت کی اور مصر کے ایک حاکم پیام کو حاکم بنایا اس نے یہود میں پھر بت پرستی رائج کر دی۔ پھر مسیح بادشاہ مصر نے بیت المقدس اور یروشلم کو لوٹا اور ساری دولت مصر لے گیا کنعان کے یہود چند ریاستوں میں تقسیم ہو گئے۔ ۱۳۰۱ء ابراہیمی میں بخت نصر بادشاہ بابل نے بیت المقدس کو تباہ کیا اور آگ لگا دی اور یہودیوں کو پکڑ کر بابل لے گیا ستر سال یہودی بابل میں رہے اپنی زبان اپنی کتاب دونوں گنوا دیں عبرانی زبان کا گویا خاتمہ کر دیا آخر ان کے بادشاہ فوٹس نے ان کو آزاد کر لیا اور پھر یہ یروشلم میں آباد ہو گئے لیکن ان میں بت پرستی اور افعالِ شنیعہ کی ایسی کثرت ہو گئی کہ ان کا پتہ دشوار تھا۔ ان حکومت مدتوں ان پر متصرف رہی آخر کار مسیحوں کا غلبہ ہوا اور یہ ان کے ہاتھوں بالکل اجڑ گئے۔

رہے برباد دُنیا میں، ملا نیت کا پھل ان کو وطن سے بے وطن کرتے رہے ان کے عمل ان کو
 پراگندہ ہوئے آخر فرنگ و مصر و بربر میں عرب میں آجے کچھ ارضِ یثرب اور خیبر میں
 مگر فتنے اٹھانا بس گیا تھا ان کی فطرت میں دغا، مکر و فریب، احساں فراموشی تھی خصلت میں
 بیاں کر دی ہے میں نے مختصر حالت زمانے کی
 یہاں سے ابتداء ہوتی ہے اب میرے فسانے کی

ساقی نامہ

فضاؤں پر مسلط لشکرِ جنات ہے ساقی قیامت خیز طوفاں ہے اندھیری رات ہے ساقی
 اٹھی ہے لعنتی تہذیبِ نو سیلاب کی صورت ہے جس کے حلقہ ہر موج میں گرداب کی صورت
 تلاطم خیز موجیں ہیں گناہوں کے تھیرے ہیں الہی خیر ہو ایمان کے کمزور بیڑے ہیں
 ہوئے شیطنیت کمزور بیڑوں کو ڈبوتی ہے مگر اولادِ آدم تختہ غفلت پہ سوتی ہے
 میں انسانوں کو اس طوفانِ ذلت سے بچاؤں گا میں ان سوئے ہوئے شیردوں کی غیرت کو جگاؤں گا
 وہی ضیغم جو تیرہ سو برس پہلے دھاڑے تھے وہی بچے جو حق نے سینہ باطل میں گاڑے تھے
 مجھے اُن کو اٹھانا ہے مجھے اُن کو جگانا ہے پرانی گونج سے غوغائے باطل کو مٹانا ہے
 پلا ساقی پلا وہ شعلہ صہبائے ایمانی کہ اڑ جائیں دھواں بن کرو ساوس ہائے شیطانی
 دہانِ خامہ میں ٹپکا وہ بادہ اپنے ساغر سے کہ جس کا قطرہ قطرہ تازیانوں کی طرح برے
 شرابِ معرفت کا از سرِ نو جام بھر ساقی رگوں میں پھر پُرانا آتشیں اسلام بھر ساقی
 پلا مجھ کو پلا ساغر اسی صہبائے وحدت کا کہ جس کی موج سے منہ پھیر دوں ہر فوج کثرت کا

مے توحید کہنہ کا اٹھا سر بستہ خم ساقی سنا مردہ دلوں کو پھر وہی آوازِ قم ساقی
 مری فطرت کو ساقی بے نیاز دو جہاں کر دے پیالہ سامنے دھر دے قلم میں زندگی بھر دے
 زمانے میں نہیں مقصود میرا جز خدا کچھ بھی
 مرے منہ سے نہ نکلے گا صداقت کے سوا کچھ بھی



باب سوم

پیغمبرِ آخر الزمان کی ولادت سے قبل کا زمانہ

غلبہِ باطل اور شیطان کا غرور

اندھیرا چھا چکا جب ظلم کا دُنیاۓ ہستی پر
پہاڑوں پر چڑھا شیطان زمیں پر اک نظر ڈالی
بہت ہی خوش ہوا ناز و تکبر عود کر آیا
کہ میں ہوں میں ہی میں ہوں بادشاہِ اقصائے عالم کا
زمیں کو چار جانب سے مری ظلمت نے گھیرا ہے
یہی انسان ہے، کیا وہ اسی انسان کا در تھا؟
مرے قدموں پہ ہے اب جو مرے سجدہ کا طالب تھا
اگر میں رائدہ درگاہِ باری ہوں تو یہ بھی ہے
یہ کہہ کر تن گیا منحوس، پر پھیلا دیئے اپنے
ہوا شیطان مسلط ہر بلندی اور پستی پر
نظر آئی اُسے ہر مملکت ایمان سے خالی
ہنسا اور کفر کے کلمے زبانِ نحس پر لایا
مرے قدموں کے نیچے تخت ہے اولادِ آدم کا
مرے دامن کے نیچے اب اندھیرا ہی اندھیرا ہے
ازل میں سامنے جس کے مرا جھکنا مقدر تھا
ابد تک میں ہی غالب ہوں ازل کے دن یہ غالب تھا
اگر میں قابلِ دوزخ ہوں ناری ہوں تو یہ بھی ہے
مرید اور چیلے چائے نام شیطان کا لگے جینے

پیغمبرِ آخر الزماں کے والد عبد اللہ کا بیان

زمیں سے آسمان تک واقعی گہری سیاہی تھی
 یکا یک جا پڑیں اس کی نگاہیں سنگِ اسود پر
 یہ پتھر مرکزِ عالم کا اک ثابت ستارا تھا
 قریب سنگِ اسود اک جوانِ ہاشمی دیکھا
 نظر آیا کہ اس کے گرد ہے اک نور کا ہالا
 وہی نورِ ازل معصوم چہرے سے ہویدا ہے
 جلالِ نوجواں کو دیکھ کر شیطان تھرایا
 زمیں ہلنے لگی کبخت ایسے زور سے کانپا
 کہ عبدالمطلب کا نوجواں فرزند عبد اللہ
 اٹھا رکھی تھی سوئے آسمان پر نورِ پیشانی
 نظر آتا تھا اس لڑکے میں جوہرِ آدمیت کا
 دل ناپاک سے بغض و حسد کا اک دھواں اٹھا
 اٹھا غصے میں اور اس نوجواں سے جنگ کی ٹھانی
 لگا اک وسوسہ بن کر جواں کے گرد منڈلانے
 رہا کچھ دیر تک شیطان اپنی سعیِ باطل میں
 کہ جرمِ ماہ سے شاہی اسی کی تا بہا ہی تھی
 ہوا لرزہ سا طاری شیطنیت پر فطرتِ بد پر
 اُسے جنت سے حق نے ساتھ آدم کے اتارا تھا
 گروہِ ابنِ آدم میں نرالا آدمی دیکھا
 زمیں پر جس کے باعث ہے فروغِ عالم بالا
 ازل سے جادوانی کا مرانی جس پہ شیدا ہے
 جھلک ایمان کی دیکھی تو بے ایمان تھرایا
 ہوا اس پر جواں کا رعب غالب ماجرا یہ تھا
 دُعا کے واسطے آیا ہوا تھا نزدِ بیت اللہ
 فلک تک ایک عالم ہو رہا تھا جس سے نورانی
 ڈرا شیطان سمجھ میں آ گیا مقصدِ مشیت کا
 جگہ سے اپنی مثلِ شعلہ آتش فشاں اٹھا
 ستمگر نے خدا کی آج بھی قوت نہ پہچانی!
 کہ اس کی شیطنیت کو کوئی جانے اور نہ پہچانے
 نہ داخل ہو سکا لیکن یہ عبد اللہ کے دل میں

کہ تھا فضلِ خدا ہر دم شریکِ حالِ عبد اللہ

نبی کا سایہ اقبال تھا اقبالِ عبد اللہ

بنتِ مراٹھمہ اور شیطان

طوافِ کعبہ کر کے نوجواں جب شہر کو لوٹا
یہاں پر بنتِ مراٹھمہ اک حسینہ تھی
وہ پہلے سے جمال و حسنِ عبد اللہ پہ مرتی تھی
اچانک ہو گیا اس پر مسلط رنگِ شیطانی
اُدھر سے آ رہا تھا یہ جوانِ پاک سیرت بھی
ہوئی آ کر اچانک اب وہ عورتِ راہ میں حائل
کہا ”سو اونٹ لے لے اور مری جانب توجہ کر
مرے گھر میں شرابِ ناب بھی موجود ہے پیارے
کہاں جاتا ہے آ کر مل جوانی کے مزے لوٹیں
حیاء و شرم کے باعث اُدھر گردن خمیدہ تھی
اب اس نے اس طرح دستِ جواں کو زور سے کھینچا
تو شیطان اس سے پہلے جانبِ مکہ چلا آیا
حسینہ تھی مگر اطوار و عادت میں کمینہ تھی
مگر عرضِ تمنا کر نہیں سکتی تھی ڈرتی تھی
رگوں میں بے حیائی بن کے دوڑا خونِ حیوانی
جسے آنکھیں جھکا کر شہر میں چلنے کی عادت تھی
نکالیں منہ سے بے شرمی کی باتیں سخت لا طائل
شرابِ وصل کی خاطر گری ہوں تیرے قدموں پر
در اندازوں کا رستہ ہر طرف مسدود ہے پیارے
اندھیری رات میں جوشِ نہانی کے مزے لوٹیں
اُدھر عورت و نور جوشِ خوں سے آبدیدہ تھی
زبردستی اٹھا کر لے ہی جائے گی اسے گویا

۱۔ رحمۃ اللعالمین جلد دوم صفحہ ۱۰۶ سر دار عبد اللہ کی عفتِ نفس کا ایک واقعہ ابو نعیم و خرا بطحا و ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے کہ فاطمہ بنتِ مراٹھمہ نے ان سے اظہارِ محبت کیا اور اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے ۱۰۰ اونٹوں کا عطیان کو دینا چاہا لیکن انہوں نے درخواست کے جواب میں یہ قطعہ پڑھا کر سنایا۔

والحل لاجل فاسینہ

بحکم الکرم عرصہ و دینہ

اما الحرام فلمات دونہ

فکیف الی المور الذی تبلیغہ

ترجمہ: فعلِ حرام کے ارتکاب کرنے سے تو مر جاتا ہی اچھا ہے حلال کو بیشک میں پسند کرتا ہوں مگر اس کے لیے اعلانِ ضروری ہے تم مجھے بہکاتی اور پھسلاتی ہو مگر شریف انسان کو لازم ہے کہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔

سردار عبداللہ کی پاکیزگی

بدی کے جوش کو پایا جو یوں ایمان کا طالب
کراہت اور نفرت سے جھٹک کر ہاتھ عورت کا
کہ ”ہٹ جادور ہو“ کرتے نہیں اشرف کام ایسا
اگر تو عقد کو کہتی تو شاید مان جاتا میں
مگر تو نے تو بے شرمی دکھائی اور بہکایا!
تری صورت سے بھی ہے اب مجھے احساس نفرت کا
متانت سے کہا جو کچھ کہا جھڑکا نہ دی گالی
دکھائی مرد نے جب اس طرح کی شوکت ایماں
غرض اس حادثے کے بعد عبد اللہ گھر پہنچا
جلال ہاشمی سے مشتعل تھا چہرہ انور
پدر نے برہمی کا حال اس سے پوچھنا چاہا
کہا ”بابا طبیعت آج گھبرائی ہوئی سی ہے
اجازت ہو تو میں بہر شکار اک دن چلا جاؤں
پدر بولا کہ ”اے جان پدر اچھا چلے جانا
مجھے اکثر تمہاری جان کا رہتا ہے ڈر بیٹا
وہاں دن بھر ٹھہرنا شام ہوتے گھر چلے آنا“

جوان ہاشمی کی شرم پر غصہ ہوا غالب
زباں سے اس طرح گویا ہوا پتلا شرافت کا
سمجھتا ہوں میں بدتر موت سے فعل حرام ایسا
مطابق رسم قومی کے تجھے بیوی بنانا میں
فریب و مکر سے مجھ کو گنہ کرنے پہ اکسایا!
شریف انساں پہ لازم ہے بچانا دین و عزت کا“
فقط جاتے ہوئے مردانہ غصے کی نظر ڈالی
ہوئی شرمندہ عورت پست ہو کر رہ گیا شیطان
سلامت لے کے ایماں کو پسر پیش پدر پہنچا
کہ اس عورت کی گستاخی کا صدمہ تھا بڑا دل پر
پسر چپ تھا کہ چپ رہنا ہی غیرت کا تقاضا تھا
اداسی کی گھٹا دل پر مرے چھائی ہوئی سی ہے
دل آبادی سے گھبرایا ہوا ہے اس کو بہلاؤں
مگر دو اک مسلح خادموں کو ساتھ لے جانا
نہ جانے بات کیا ہے کیوں ہے یہ بیم و خطر بیٹا
جونہی سورج چھپے تم شہر کے اندر چلے آنا“

شیطان اور یہودی

ادھر ان باپ بیٹوں میں تو یہ تقریر ہوتی تھی
 ادھر شیطان ناکامی پہ سر دھتا ہوا نکلا
 نظر دوڑائی ہر جانب بلندی پر کھڑے ہو کر
 تھا آدھی رات کا عالم خموشی ہی خموشی تھی
 حرم سے فاصلے پر دامن کہسار کے اندر
 مسافر کچھ وہاں بیٹھے ہوئے اس کو نظر آئے
 اڑا شیطان فوراً اس پہاڑی سے دھواں بن کر
 مسافر تھے یہودی قوم کے یہ پانچ سوداگر
 یہاں ٹھہرے تھے شب کو صبح دم پھر اٹھ کے چلنا تھا
 پڑھے لکھے تھے باتیں کر رہے تھے قوم و مذہب کی
 کیا ذکر ایک نے تو رات کی پیشین گوئی کا
 سنی یہ بات تو اک دوسرا دعوے سے بول اٹھا
 پیسہ جز بنی یعقوب پیدا ہو نہیں سکتا
 کہا پھر تیسرے نے ہم پہ راضی حق تعالیٰ ہے
 کہا چوتھے نے وہ سچا نبی یثرب سے اٹھے گا
 تڑپ کے پانچواں بولا نہیں ہم میں سے ہوگا وہ!

شکارِ آہوان دشت کی تدبیر ہوتی تھی
 خود اپنے دل سے لعنت کی صدا سنتا ہوا نکلا
 بھیانک تھا ڈراتا تھا پہاڑوں کا سیہ منظر
 اندھیرے کے سبب سے ہر گنہ کی عیب پوشی تھی
 نظر آئی اسے اک روشنی سی غار کے اندر
 خیال آیا کہ شاید میرا مطلب ان سے بر آئے
 پہنچ کر اس جگہ کچھ دیر ٹھہرا غار کے در پر
 کہ پلٹے جا رہے تھے شہرِ مکہ سے سوئے خیبر
 حجازی بدوؤں سے راہ کترا کر نکلتا تھا
 انہیں تو رات میں بھی سوچتی تھی اپنے مطلب کی
 کہ صحرائے عرب میں ظاہر اک سچا نبی ہوگا
 نبی ہوگا تو وہ بیشک ہماری قوم سے ہوگا
 کسی سے بھی زمانے میں یہ دعویٰ ہو نہیں سکتا
 ہماری برگزیدہ قوم سب قوموں سے بالا ہے
 جو سچ پوچھو تو وہ ہوگا ہمارے ہی قبیلے کا
 اگر ہوگا تو بیشک بالیقین ہم میں سے ہوگا وہ!!

دلیلیں دیتے تھے غصے میں بھرتے تھے پھرتے تھے
 بظاہر اک مقدس شکل میں ان پر ہوا ظاہر
 چمکتی تھیں مثالِ شعلہ آنکھیں اور پیشانی
 بہت ڈھیلی عبا چھپ جائے انساں جس کے دامن میں
 یہودی ڈر گئے اور دفعۃً ہر ایک چلایا
 ترے بندے ہوئے جاتے ہیں کرتے ہیں تجھے سجدہ
 نہایت عارفانہ شان سے اُس نے دہن کھولا
 تمہارے مذہبی میلان پر تحسین کرنے کو
 میں سنتا تھا وہاں بیٹھا ہوا بیت المقدس میں
 یہودی قوم کے ایک فائدہ کی بات سمجھاؤں
 مخالف ہیں تمہارے طاقتیں پروردگاری کی
 قریشی ہاشمی ہے مالک و مختار مکہ ہے
 اُسے مکہ میں دیکھا ہو گا اور پہچانتے ہو گے
 مشیت آج کل ہے آلِ اسمعیل " پر شیدا
 نہیں ہے پھر کوئی اپنا ٹھکانا اس زمانے میں
 یہودی قوم کے حصے میں پھر کچھ بھی نہ آئے گا
 مجھے یہ امر پوشیدہ فرشتوں نے بتایا ہے
 حسد سے بھر دیا شیطان نے تاریک سینوں کو

غرض پانچوں ہی اپنی بات پر اصرار کرتے تھے
 اُدھر شیطان کہ عیاری و مکاری میں ہے ماہر
 سفید اس کی بھویں براق سی داڑھی تھی "نورانی"
 عصا ہاتھوں میں اور لانی سی اک تسبیح گردن میں
 اندھیرے سے نکل کر روشنی میں اس طرح آیا
 کہ "اے ربی ہمارے حال پر لطف و کرم فرما
 مگر شیطان نے دی اُن کو تسلی اور یوں بولا
 کہ "اے بچو میں اُترا ہوں تمہیں تلقین کرنے کو
 نبی کے مسئلے پر تم جھگڑتے تھے جو آپس میں
 خیال آیا کہ چل کر تم کو سیدھی راہ بتلاؤں
 سنو اک بات کہتا ہوں بہت ہی راز داری کی
 وہ عبد المطلب جو آج کل سردار مکہ ہے
 پسر ہے اس کا عبد اللہ تم اس کو جانتے ہو گے
 وہی لڑکا ہے جس کی صلب سے ہو گا نبی پیدا
 مرے بچو نبی پیدا ہوا گر اس گھرانے میں
 وہ اسمعیل کی اولاد کو شاہی دلائے گا
 یہودی قوم پر گویا خدا نے قہر ڈھایا ہے
 یہ قصہ سنتے ہی جوش آ گیا پانچوں لعینوں کو

نوازش دوسروں پر ہے خدا ہم کو ڈبوتا ہے“
 بھلا چاہو تو اس لڑکے کو جا کر مار ڈالو تم
 شکار آہواں سے اپنا دل بہلانے والا ہے
 نہ جانے دو یہاں سے آج زندہ زہار اُس کو
 کوئی خطرہ نہیں ہے دل سے اندیشے مٹا ڈالو
 بڑی شوکت ملے گی مال لا تعداد پاؤ گے
 یقین رکھو تمہاری بادشاہی پھر نہ جائے گی
 جو چاہو تو ابھی کر لو مری طاقت کا اندازہ“
 اڑا پتھر جگہ سے باوجود بے پروبالی
 پھر اس سے اک ہیولی پانچ گھوڑوں کا ہوا پیدا
 یہ ساماں بھی مرصع تھا عقیق و لعل و مرجاں سے
 ہر اک کو ایک اک شمشیر جو ہر دار دیتا ہوں
 وہیں اس نوجواں کو قتل کر ڈالو جہاں پاؤ“
 اسے مد نظر اس وقت اظہارِ عجائب تھا
 بھروسا ہو گیا اب ان کو اس کا ہن کی قوت پر
 یہ بڑھا واقعی کوئی بڑا ہی برگزیدہ ہے
 حصول بادشاہی کے لیے جانیں لڑا دیں گے

وہ بولے ”واقعی ہم پر ہمیشہ ظلم ہوتا ہے
 کہا شیطان نے ”ایسی بات منہ سے مت نکالو تم
 سحر کے وقت وہ ان وادیوں میں آنے والا ہے
 اُٹھو تم بھی یہاں سے اور کرو جا کر شکار اس کو
 کہاں تک رنج اٹھاؤ گے یہ جھگڑا ہی چکا ڈالو
 تم اس کارِ عظیمہ میں مری امداد پاؤ گے
 مری امداد سے تم کو حکومت ہاتھ آئے گی
 نہ مانو گے تو پھر اس کا ملے گا تم کو خمیازہ
 یہ کہہ کر ایک پتھر پر نگہ شیطان نے ڈالی
 بلندی پر تڑاتے سے پھٹا شعلہ ہوا پیدا
 مرصع تھے یہ گھوڑے جنگ کے ہر ساز و ساماں سے
 کہا شیطان نے ”یہ لو میں تمہیں رہوار دیتا ہوں
 سحر کے وقت نکلو غار سے میدان میں جاؤ
 یہ کہہ کر دیکھتے ہی دیکھتے ہی شیطان غائب تھا
 یہودی رہ گئے حیران اس زورِ کرامت پر
 لگے کہنے کہ یہ طاقت نہ دیدہ نے شنیدہ ہے
 ہم اس کی بات پر پورا عمل کر کے دکھا دیں گے

سردار عبداللہ پر یہودیوں کا حملہ

اُنھیں مشرق سے نورانی شعاعیں برچھیاں تانے
مگر سورج نے ان کو مکر کی پاداش دی آخر
غرض جب رات کے پردے سے مہرِ صوفشاں نکلا
اُدھر پانچوں یہودی بھی اندھیرے غار سے نکلے
جوانِ ہاشمی کی جستجو تھی ان کمینوں کو
بہر سو جھانکتے پھرنے لگے حیران و سرگرداں
یکا یک فاصلے پر ٹاپ گھوڑے کی سنائی دی
یہ عبد اللہ تھا، اور اس گھڑی بالکل اکیلا تھا
تعاقب میں ہرن کے آ رہا تھا برق دم گھوڑا
نشانے پر پڑا ناوک نشانہ ہو گیا آہو
وہیں ناوک گلن بھی دوسری ساعت میں آپہنچا
ارادہ تھا کہ باندھے ذبح کر کے پشتِ تو سن سے
یہودی گھڑ چڑھوں نے دفعۃً پیدل کو آ گھیرا
مگر یہ شیر تلواروں کے سائے سے نہ گھبرایا
پکارا یہ تو بتلاؤ کہ حملے کا سبب کیا ہے؟

بچھا رکھے تھے لیکن دامِ کوہ و دشت و صحرا نے
اندھیرے کو اُجالے نے شکستِ فاش دی آخر
جوانِ ہاشمی بہرِ شکارِ آہواں نکلا
یہ بزدل گھڑ چڑھے اس دامنِ کہسار سے نکلے
کہ شیطان نے حسد سے بھر دیا تھا ان کے سینوں کو
لیے دل میں اُمید و بیم کا دریائے بے پایاں
بالآخر نو جوان کی چاند سی صورت دکھائی دی
مسلح خادموں کو دُور پیچھے چھوڑ آیا تھا!
سوارِ ہاشمی نے تاک کر تیرِ قضا چھوڑا
گرا، گر کر اُٹھا آہو، پھر اُٹھا پھر گرا آہو
اُتر کر زین سے نچیر آہو کے قریب آیا
سراسر بے خبر تھا کیدِ صیادانِ پُر فن سے
نظرِ تلوار آئی دیدہ حیراں جدھر پھیرا
مثالِ برق کو نداءِ پشتِ تو سن پر چلا آیا
وہ بولے، ایک ہی مقصد ہے تجھ کو قتل کرنا ہے!

جنگ

غرض پانچوں نے تلواروں سے حملہ کر دیا یک دم
 لیے پہلے تو جھک کر وار اپنی ڈھال پر اُس نے
 بڑی پھرتی سے پھر مشاق گھوڑے کو دیا کاوا
 یہ نیزہ ایک کے پہلو سے پہلو توڑ کر نکلا
 یہودی چیخ اُٹھے یہ سانحہ یک دم گزرنے سے
 ہوئے محتاط گھیرا نوجواں کو اس طریقے سے
 مگر پھر بھی وہ نعرے مار کر اُن پر جھپٹتا تھا
 اگرچہ یہ بہادر ہمت و جرأت میں یکتا تھا
 دکھائی اس جری کے بازوؤں نے دیر تک چستی
 اکیلا بھڑ گیا ناچار اُن سے ہاشمی ضیغم
 چرا کر جسم سارا کر لیا زیرِ سپر اس نے
 ذرا ہٹ کر، سنبھل کر، اُن پہ نیزے سے کیا دھاوا
 بقیہ عمر کا رشتہ قضا سے جوڑ کر نکلا
 ہوئے اب اور بھی سفاک اک ساتھی کے مرنے سے
 کہ لڑنا ہو گیا اُس کے لیے مشکل سلیقے سے
 برابر زخم کھاتا تھا مگر پیچھے نہ ہٹتا تھا
 مگر وہ چار تھے، کم عمر تھا اور تنہا تھا
 بالآخر خون بہ جانے سے آئی جسم میں سستی

وہب بن عبد مناف والدِ سیدہ آمنہؓ

بنو زہرہ میں اک مردِ معمر وہب نامی تھا
 تھی اس کے گھر میں اک دختر جو ایسی پاک سیرت تھی
 عرب میں آمنہ مشہور تھا نام اس عقیفہ کا
 بہت ہی فکر رہتی تھی پدر کو عقدِ دختر کی
 روایت ہے کہ اس دن ہو گیا تھا اونٹ گم اس کا
 قریشی نسل میں یہ شخص بھی ماہِ تمامی تھا
 کہ اس کی ذات سے لفظِ حیا داری کی عزت تھی
 (اسی کا گود گہوارہ بنی دینِ حنیفہ کا)
 بنی ہاشم میں تھی اس کو تلاش و جستجو بر کی
 وہ اس کو ڈھونڈتا پھرتا تھا اس جانب بھی آنکلا

بلندی سے اسے اس جنگ کا نقشہ نظر آیا
 نظر آیا وہ لڑکا بر سر پیکار چاروں سے
 خیال آیا کہ ملنی چاہیے امداد لڑکے کو
 مگر اٹھا جو نبی امداد کرنے کے ارادے سے
 پھر اٹھا جب دوبارہ پاؤں پھسلا ایک پتھر سے
 اٹھا پھر تیسری بار، اور چاہا جلد اتر جاؤں
 مگر اب کے ہوا اک اڑدھا اس راہ میں حائل
 یہ مرداب دُور ہی بیٹھا ہوا حسرت سے تکتا تھا
 نظر آیا کہ لڑکا ست ہے زخموں کی شدت سے
 خیال آیا مری آواز سے شاید وہ ڈر جائیں
 مگر جو نہیں یہ سوچا اور نعرہ مارنا چاہا
 حقیقت میں یہ سب شیطان کی فتنہ طرازی تھی
 رہی جب اس طرح ہر مرتبہ تدبیر ناکارہ
 مگر اس بے گناہ کا قتل ہونا میں نہ دیکھوں گا
 مگر اتنے میں اس کو اور ہی نقشہ نظر آیا
 نظر آیا اترنا چار نورانی فرشتوں کا

یہودی قاتلوں کے بس میں اک لڑکا نظر آیا
 بہت ہی تن دہی سے لڑ رہا تھا پختہ کاروں سے
 مبادا قتل کر دیں مل کے یہ جلاد لڑکے کو
 نہ جانے کیوں اُلجھ کر رہ گیا اپنے لبادے سے
 چٹان اُبھری ہوئی تھی ایک وہ ٹکرا گئی سر سے
 جوان ہاشمی کو قتل ہونے سے بچا لاؤں
 کہ جس کے خوف سے ساری عزیمت ہو گئی زائل
 جوان ہاشمی کے واسطے کچھ کر نہ سکتا تھا
 یہودی پے بہ پے حملے کئے جاتے ہیں قوت سے
 یہاں اک شخص کو موجود سمجھیں اور باز آئیں
 وہیں گھونٹا کسی نے حلق اور بٹھلا دیا چپکا
 مدد کے راستے میں ہر رُکاوٹ حیلہ سازی تھی
 تو یہ سمجھا نہیں تقدیر سے انسان کو چارہ
 نہیں کچھ اور کر سکتا تو آنکھیں بند کر لوں گا
 زمیں سے تا فلک اک نور کا جلوہ نظر آیا
 اور ان کو دیکھتے ہی بھاگنا اُن بد سرشتوں کا

تذکرۃ الرسول وآباء العدل صفحہ ۳۲ یہودیوں نے علامات نور محمدی آپ میں پا کر چند بار ہلاکت کا قصد کیا مگر ہمیشہ ناکامیاب رہے ایک مرتبہ آپ شکار کے لیے گئے تھے دشت میں تھا پا کر آپ کی ہلاکت کا قصد کیا اتفاق سے اُس وقت وہب ابن عبد مناف والد آمنہ بیٹھا بھی وہاں آگئے انہوں نے دیکھا کہ چند سوار غیب سے ظاہر ہوئے اور حضرت عبداللہ کے دشمنوں پر حملہ کر کے ان کو بھگا دیا یہ حال دیکھ کر ان کے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ اپنی صاحبزادی حضرت آمنہ کا عقد آپ سے کر دیں۔

گرا کر قاتلوں کو بھاگ اٹھے رہوایہ شیطانی
جواں نے اب تعاقب کر کے مارا ان لعینوں کو
یہ صورت دیکھ کر مردِ معمر ہو گیا حیراں
اٹھا تو راستے میں اب نہ کوئی اژدہا دیکھا
پڑے تھے پانچ لاشے ایک اک سے دُور سب تنہا
غرض زخمی جواں کو ساتھ لے کر وہب گھر آیا
پھر اپنی نیک دختر بیاہ دی اس شیر صولت سے
بہم دولہا دلہن تھے صورت و سیرت میں لاثانی
وہ نورِ لم یزل جس کی ضیاء تھی رُوئے انور میں

زمیں پر سر پٹکتے رہ گئے غولِ بیابانی
نہ شیطان دے سکا کوئی سہارا ان لعینوں کو
یقین آیا، کہ ہے یہ ہاشمی لڑکا بہت ذی شاں
وہاں پہنچا تو پانچوں قاتلوں کا سر کٹا دیکھا
کھڑا تھا اک جگہ فرزندِ عبد المطلب تنہا
یہ سارا ماجرا اُس کے پدر کو جا کے بتلایا
خوشی اس بیاہ کی سب نے منائی شان و شوکت سے
قسم کھاتی تھی ان کا نام لے کر پاک دامانی
نظر آنے لگی اس کی جھلک تقدیرِ مادر میں

سردار عبداللہ کا انتقال

گئے پھر کچھ دنوں کے بعد سوئے شام عبداللہ
جوانی میں ہوا یثرب کے اندر انتقال اُن کا
لیے بیٹھی تھیں اب گھر میں امانت اپنے شوہر کی
وہاں سے پلٹے آتے تھے کہ آئی موت بھی ناگہ
رہا آبِ آمنہ کے واسطے رنج و ملال اُن کا
کہ تھی بطنِ صدف میں روشنی اک پاک گوہر کی



اصحابِ فیل کا بیان

یمین کا کلیسا

ہوئی شیطان کو اس مرتبہ بھی سخت ناکامی یہ حاکم تھا یمین کا اور حبش کی فوج کا افسر یمین میں ڈالی تھی بنیاد اس نے اک کلیسا بنی مگر آئے نہ اس ڈھب پر بتوں کے پوجنے والے اگرچہ نامِ حق سے سر بسر یہ لوگ عاری تھے کوئی رونق نہ پائی جب یمین والے کلیسا نے درِ تثلیث پر گردن جھکائی جب نہ انساں نے کہ مکے میں جو کعبہ ہے اُسے جب تک نہ ڈھاؤ گے وہاں جب تک برا ہی عبادت گاہ باقی ہے تمہارے اس کلیسا کی طرف کوئی نہ آئے گا خدا کے خانہ وحدت کو ڈھا دینا ہی لازم ہے پڑا اس خوں بد پر وار شیطان کا بڑا کاری

تو قبضے میں کیا اک شخص اس نے ابرہہ ثانی تھا اُس کے پاس خونی ہاتھیوں کا اک بڑا لشکر دیا تھا حکم پوجا ہو یہاں تصویرِ عیسیٰ کی اگرچہ ابرہہ نے ملک پر ڈورے بہت ڈالے بتانِ کعبہ کے اہل عرب لیکن پجاری تھے کسی کا دل نہ کھینچا اُلفتِ تصویرِ عیسیٰ نے تو یہ پٹی پڑھا دی ابرہہ کو نفسِ شیطان نے اٹھا کر سنگِ اسود کو یہاں جب تک نہ لاؤ گے عرب والوں میں رسم حج بیت اللہ باقی ہے تمہارا دین دُنیا میں کبھی رونق نہ پائے گا نشانِ حق زمانے سے مٹا دینا ہی لازم ہے کہ فوراً ابرہہ اشرم نے کی حملے کی تیاری

ابہرہ الاشرم کہتے تھے کیونکہ اس کے ہونٹ اور ناک کسی لڑائی میں نیزے کی انی سے چمک گئے تھے یہ شخص اگرچہ حبش کا باجگدار تھا مگر یمین میں حاکم علی الملاق بنا ہوا تھا اس کا مذہب عیسائی تھا۔

یہ کلیسا یمین کے پایہ تخت منعا میں ابرہہ نے تعمیر کیا تھا۔

وہ کچھ تفسیرِ غلبہ دوم از مولانا ظفر علی خاں صفحہ ۱۳-۱۴

ہوا تیار خونی ہاتھیوں کا اک بڑا لشکر
تھا آگے آگے اک فیل سفید اس کی سواری میں
رواں تھیں پیچھے پیچھے ہاتھیوں کی جنگجو فوجیں
یہ لشکر جا رہا تھا کعبۃ اللہ کے گرانے کو
یمن سے مکہ تک آبادیاں جو راہ میں آئیں
کبھی دیکھے نہ تھے ہاتھی عرب کے رہنے والوں نے
چلا مکے کی جانب ابرہہ اس فوج کو لے کر
اکڑ کر ابرہہ بیٹھا تھا اک زریں عماری میں
سمندر کی اندھیری رات میں طوفان کی موجیں
زمین سے نام حق کا مرکزی نقطہ مٹانے کو
وہاں اس فوج نے بربادیاں ہر سمت پھیلائیں
اثران پر کیا شمشیر و خنجر نے نہ بھالوں نے

مشرکین مکہ کا فرار

یہ خبریں اہل مکہ نے سنیں اور سخت گھبرائے
اگرچہ بت پرستی کی نہیں رکھی تھی حد کوئی
قریش ان ہاتھیوں سے خوف کھا کر دفعۃً بھاگے
یہ سب خوف و خطر تھا بت پرستی ہی کا خمیازہ
دلائی ان کو عبد المطلب نے گو بہت غیرت
تھے عبد المطلب یا بیٹے پوتے ان کے دس بارہ
دلوں پر وسوسے شیطان نے فی الفور پھیلائے
ہبل اور لات و عزیٰ نے نہ کی ان کی مدد کوئی
پہاڑوں میں چھپے جا کر کوئی پیچھے کوئی آگے
کہ برہم ہو چکا تھا ان کی یک جہتی کا شیرازہ
نہ دکھلائی مگر نسل قریشی نے کوئی جرأت
یہی باقی تھے، باقی شہر خالی ہو گیا سارا

سپہ اولاد تھی ؛ والد سپہ سالار مکہ تھا

یہی کعبہ کا خادم تھا ، یہی سردار مکہ تھا



سردار عبدالمطلب اور ابرہہ اشترم کی گفتگو

سحر کے وقت ایک بدو یہ مکے میں خبر لایا
چراگا ہوں میں خاک اڑنے لگی ہے ظلم کے مارے
ہوئے تیار عبدالمطلب بھی یہ خبر سن کر
وہاں پہنچے تو ان کو ابرہہ نے دور سے دیکھا
نشاں چہرے سے ظاہر ہیں بزرگی کے امارت کے
وہ ان کی پیشوائی کے لیے باہر نکل آیا
کہا فرمائیے کیا نام ہے کیا کام ہے صاحب؟
کہا اہل عرب کہتے ہیں عبدالمطلب مجھ کو
ہنکا لائے ہیں میرے اونٹ جا کر آپ کے چاکر
سنی یہ بات تو حیران ہو کر ابرہہ بولا
یہ ظاہر ہے میں آیا ہوں یہاں کعبہ گرانے کو
تعجب ہے کہ اک ناچیز شے کا ذکر کرتے ہو
تمہیں لازم تھا عزت کے مطابق گفتگو کرتے
یہ طعنہ سن کے عبدالمطلب بولے متانت سے
صداقت ہے یہی میں اپنی شے کا ذکر کرتا ہوں
کرے گا فکر اپنے گھر کی جو اس گھر کا مالک ہے

کہ لشکر فیل والوں نے حرم کی حد پہ ٹھیرایا
پکڑ کر اونٹ عبدالمطلب کے لے گئے سارے
تن تنہا چلے گھوڑے پر چڑھ کر جانب لشکر
کہ اک مردِ معمر آ رہا ہے بے دھڑک تنہا
شرافت کے، نجابت کے، تقدس کے، طہارت کے
بڑی عزت سے اپنی بارگہ میں لا کے بٹھلایا
بیاں کھجے یہاں آنے کا اپنے مقصد و مطلب
نہیں ہے آپ سے کوئی غرض کوئی طلب مجھ کو
میں آیا ہوں کہ لے جاؤں یہاں سے اونٹ لوٹا کر
کہ ”شاید تم نے اپنی بات کو دل میں نہیں تولی
تمہارے جدِ امجد کی عبادت گاہ ڈھانے کو
نہیں کعبے کی فکر اونٹوں کی اپنے فکر کرتے ہو
خدا کا گھر بچانے کے لیے کچھ آرزو کرتے“
کہ ناواقف ہو تم قومِ عرب کے کیش و ملت سے
کہ میرا مال ہیں اونٹ اس لیے میں فکر کرتا ہوں
کہ جو اس گھر کا مالک ہے وہ بحر و بر کا مالک ہے“

یہ سن کر ابرہہ چپ ہو گیا سب اُونٹ دلوائے یہاں سے اُٹھ کے عبدالمطلب چپ چاپ گھر آئے

اصحابِ فیل کے حملے کی صبح

بالآخر نور نے اس رات کے آثار بھی میٹے ہوئے تیار عبدالمطلب اور اُن کے سب بیٹے
دُعا مانگی جنابِ آمنہؓ کو پاس بٹھلا کر کہ ”اے کعبے کے مالک نصرتِ غیبی مہیا کر
یہ عالیشان بچہ جو ابھی ہے بطنِ مادر میں بشارت تھی کہ اس کا نور چمکے گا ترے گھر میں
اسی کے واسطے سے ہم دُعا کرتے ہیں اے مالک سواتیرے کسی سے ہم نہیں ڈرتے ہیں اے مالک
بچا لے آلِ اسمعیل کے سامانِ عزت کو“ یہاں سے فوجِ دشمن کے انہیں نقشے نظر آئے
دُعائیں مانگ کر اُٹھے فرازِ کوہ پر آئے فلک کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا اس نظارے سے
غبار اُٹھتا نظر آیا حرم کے اک کنارے سے ستارے ڈر کے مارے ہو گئے روپوش دُنیا سے
چڑھی آتی تھی کعبے پر گھٹا ظلمت کی صحرا سے سحر نے بسترِ مشرق سے لی جب اُٹھ کے انگڑائی
ہنسا شیطاں کہ بر آنے لگی اس کی اُمید آخر ہنسائیں ہاتھیوں کے پیچھے بڑھتی آتی تھیں
قطاریں ہاتھیوں کے پیچھے پیچھے بڑھتی آتی تھیں کہیں آنکس کہیں تیغ کہیں برچھے چمکتے تھے
حرم کی حد میں یوں جب چہرہ دستی کا سماں دیکھا کہیں آتی تھیں کہیں تیغ کہیں برچھے چمکتے تھے
ز میں نے خوف سے تھرا کے سوئے آسمان دیکھا

ہاتھی سجدے میں

اٹھائی تیغ، اب غصے میں عبدالمطلب اٹھے
مگر اٹھتے ہی ان کو اور ہی نقشہ نظر آیا
حرم کی حد میں آیا ابرہہ تو رک گیا ہاتھی
گرا سجدے میں سرایا کے پھر اوپر نہیں اٹھا
یکا یک ابرہہ نے مڑ کے دیکھا فوج کی جانب
نظر آیا قطاراں در قطاراں رک گئے ہیں سب
تعجب اور گھبراہٹ کا ہنگامہ ہے پیش و پس
پڑے ہیں اس طرح ہاتھی کہ جنبش ہی نہیں کرتے
فدائے کعبہ ہو جانے کو با غیظ و غضب اٹھے
جلال رب کعبہ کا عجب جلوہ نظر آیا
پے تعظیم کعبہ عاجزی سے جھک گیا ہاتھی
ہزار آنکس پڑے تن پر مگر یہ سر نہیں اٹھا
حرم کی سرزمین پر بڑھنے والی موج کی جانب
بروئے کعبہ سجدے کر رہے ہیں جھک گئے ہیں سب
مہاوت مارتے ہیں ہاتھیوں پر پے بہ پے آنکس
خدا کا ڈر ہے دل میں آج شیطان سے نہیں ڈرتے

اصحابِ فیل کا کفر

نکالی ابرہہ نے تیغ ہاتھی سے اتر آیا
کہ بزدل ہاتھیوں کو چھوڑ کر آگے بڑھیں فوجیں
یہ کہنا تھا کہ چھائی آسماں پر ایک بدلی سی
بلندی پر سے عبدالمطلب حیرت سے تکتے تھے
وہاں زیرِ فلک ساری فضا پر چھا گئیں چڑیاں
یہ منھی منی چڑیاں تھیں، ابا بیلوں کا لشکر تھا
نہ کی جب ابرہہ نے اک ذرا بھی حرمت کعبہ
مخاطب کر کے اپنی فوج کو کم بخت چلایا
بہادیں آج کعبے کے اٹھیں لہریں، چڑھیں موجیں
فضا میں روشنی مہر کر دی جس نے گدلی سی
کہ وہ خطہ جہاں یہ لوگ ایسا کفر بکتے تھے
خدا جانے کہاں سے جمع ہو کر آ گئیں چڑیاں
ذرا سی چونچ میں نازک سے ہر پنچے میں کنکر تھا
ابا بیلوں نے کی آ کر یکا یک نصرت کعبہ

بلندی سے ابا بیلوں نے پھینکے اس طرح کنکر
 وہ ظالم ابرہہ اور اُس کے ساتھی ایک ساعت میں
 وہ فوجیں اور وہ ہاتھی اور ان کے ہانکنے والے
 یہ زندہ معجزہ دکھلا دیا اور اس مہرِ انور نے
 یہ پوتا واسطے سے جس کے دادا نے دُعا مانگی
 وہ بچہ آمنہ کے گھر میں پیدا ہونے والا تھا
 کہ چھلنی کی طرح سے چھد گئی یہ فوج بد اختر
 پڑے تھے سب کے سب دھنکی ہوئی روئی کی صورت میں
 خدا کے قہر نے اک آن میں پامال کر ڈالے
 چھپا رکھا تھا جس کو عصمتِ دامانِ مادر نے
 وہ جس کے نام سے نا دیدہ تائیدِ خدا مانگی
 وہ نور اب چند ہی دن میں ہویدا ہونے والا تھا
 جہاں کے واسطے امن و خوشی کے دور باقی تھے
 وہ دن آنے کو تھا بس دو مہینے اور باقی تھے



تو نے دیکھا کہ تیرے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اُس
 نے اس گروہ کے کیا دانہ منصوبوں کو باطل نہیں کیا اور ان کے مقابلے کے
 لیے ابا بیلوں کا لشکر نہیں بھیجا جو ان پر سنگریزوں کو بوچھاڑ کرنا تھا یہاں تک
 کہ ان کے جسم کھائے ہوئے بھس کی طرح ہو گئے۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۚ أَلَمْ يَجْعَلْ
 كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۚ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۚ تَرْمِيهِمْ
 بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۚ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۚ

باب چہارم

ختم المرسلین و رحمۃ للعالمین

ولادت باسعادت

طلسم کن سے قائم بزم ہست و بود ہو جانا
عناصر کا شعور زندگی سے بہرہ ور ہونا
یہ کیا تھا کس لیے، کس کے لیے تھا، مدعا کیا تھا؟
وہ جلوہ جو چھپا بیٹھا تھا اپنے رازِ پنہاں میں
یہ کس کی جستجو میں مہرِ عالم تاب پھرتا تھا
یہ کس کی آرزو میں چاند نے سختی سہی برسوں
یہ کس کے شوق میں پتھر اگئیں آنکھیں ستاروں کی
کروڑوں رنگتیں کس کے لیے ایام نے بدلیں
یہ کس کے واسطے مٹی نے سیکھا گل فشاں ہونا
یہ سب کچھ ہو رہا تھا ایک ہی اُمید کی خاطر
یہ ساری کا ہشیں تھیں ایک صبحِ عید کی خاطر

مشیت تھی کہ یہ سب کچھ تیرے افلاک ہونا تھا

کہ سب کچھ ایک دن نذرِ شہِ لولاک ہونا تھا

خلیل اللہؑ نے جس کے لیے حق سے دعائیں کیں
جو بن کر روشنی پھر دیدہ یعقوبؑ میں آیا
کلیم اللہؑ کا دل روشن ہوا جس صوفشانی سے
وہ جس کے نام سے داؤدؑ نے نغمہ سرائی کی
دل یچیؑ میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے
وہ دین آیا کہ پورے ہو گئے تو رات کے وعدے

خدا نے آج ایفاء کر دیئے ہر بات کے وعدے

مرادیں بھر کے دامن میں مناجاتِ زبور آئی
نظر آئی بالآخر معنیٰ انجیل کی صورت
اندھیری رات کے پردے سے کی حق نے سحر پیدا
ربیع الاول اُمیدوں کی دُنیا ساتھ لے آیا
خدا نے ناخدائی کی خود انسانی سفینے کی
ازل کے روز جس کی دھوم تھی وہ آج کی شب تھی
مشیت ہی کو جو معلوم تھی وہ آج کی شب تھی
نئے سر سے فلک نے آج بختِ نوجواں پایا
ادھر سطحِ فلک پر چاند تارے رقص کرتے تھے
سمندر موتیوں کو دامنوں میں بھر کے بیٹھے تھے
زمرد وادیوں میں سبزہ بن کے ہر طرف بکھرا

اُمیدوں کی سحر پڑھتی ہوئی آیاتِ نور آئی
ودیعت ہو گئی انسان کی تکمیل کی صورت
ہوا بہرِ بصیرت کحلِ مازاغ البصر پیدا
دعاؤں کی قبولیت کو ہاتھوں ہاتھ لے آیا
کہ رحمت بن کے چھائی بارہویں شب اس مہینے کی
جو قسمت کے لیے مقسوم تھی وہ آج کی شب تھی
ارادے ہی میں جو مرقوم تھی وہ آج کی شب تھی
خزاں دیدہ زمیں پر دائمی رنگِ بہار آیا
ادھر روئے زمیں کے نقش بنے تھے سنورتے تھے
جبلِ لعل و جواہر کو مہیا کر کے بیٹھے تھے!
ہوئی بارانِ رحمت ہر شجر کا رنگِ رخ نکھرا

ہوائیں پے بہ پے اک سردی پیغام لاتی تھیں کوئی مژدہ تھا جو ہر گوشِ گل میں کہہ سنا تی تھیں
گلے پھولوں سے ملتے جارہے تھے پھول گلشن میں گلے مل مل کے کھلتے جارہے تھے پھول گلشن میں
تبسم ہی تبسم تھے نظارے لالہ زاروں کے
ترنم ہی ترنم تھے کنارے جو باروں کے

جہاں میں جشنِ صبحِ عید کا سامان ہوتا تھا ادھر شیطان تنہا اپنی ناکامی پہ روتا تھا
نظر آئیں جو محکمِ فطرتِ کامل کی بنیادیں دھڑک کر زلزلے سے ہل گئیں باطل کی بنیادیں
ستوں کے میں قائم ہو گئے جب دینِ بیضا کے گرے غش کھا کے چودہ کنگرے ایوانِ کسریٰ کے
سرفاراں پہ لہرانے لگا جب نوبہ کا جھنڈا
ہوا اک آہ بھر کر فارس کا آتش کدہ ٹھنڈا

بجائی بڑھ کے اسرافیل نے پر کیف شہنائی ہوئی فوجِ ملائک جمع زیرِ چرخِ مینائی!
ندا آئی درتپے کھول دو ایوانِ قدرت کے نظارے خود کرے گی آج قدرتِ شانِ قدرت کے
یکایک ہو گئی ساری فضا تمثالِ آئینہ نظر آیا معلق عرش تک اک نور کا زینہ
خدا کی شانِ رحمت کے فرشتے صفِ بصف اترے پرے باندھے ہوئے سب دین و دنیا کے شرف اترے
سحابِ نور آکر چھا گیا مکے کی بستی پر ہوئی پھولوں کی بارش ہر بلندی اور پستی پر
ہوا عرشِ معلیٰ سے نزولِ رحمتِ باری

تو استقبال کو اٹھی حرم کی چار دیواری

صدا ہاتف نے دی اے ساکنانِ خطہ ہستی ہوئی جاتی ہے پھر آباد یہ اجڑی ہوئی بستی
مبارکباد ہے اُن کے لیے جو ظلم سہتے ہیں کہیں جن کو اماں ملتی نہیں برباد رہتے ہیں

مبارکباد ہواؤں کو حسرت زا نگاہوں کو اثر بخشا گیا نالوں کو، فریادوں کو، آہوں کو
 ضعیفوں، بیکسوں، آفت نصیبوں کو مبارک ہو یتیموں کو، غلاموں کو، غریبوں کو مبارک ہو
 مبارک ٹھوکریں کھا کھا کے پیہم کرنے والوں کو مبارک دشتِ غربت میں بھٹکتے پھرنے والوں کو
 خبر جا کر سنا دوشش جہت کے زیر دستوں کو زبستی کی جرأت اب نہ ہوگی خود پرستوں کو
 معین وقت آیا، زورِ باطل گھٹ گیا آخر اندھیرا مٹ گیا ظلمت کا بادل چھٹ گیا آخر
 مبارک ہو کہ دورِ راحت و آرام آ پہنچا نجات دائمی کی شکل میں اسلام آ پہنچا
 مبارک ہو کہ ختم المرسلین تشریف لے آئے جنابِ رحمۃ اللعلمین تشریف لے آئے
 بعد انداز یکتائی بغایت شانِ زیبائی

امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی

ندامت کی گونج اٹھی زمینوں آسمانوں میں نموشی دب گئی اللہ اکبر کی اذانوں میں
 حرمِ قدس سے بیٹھے ترانوں کی صدا گونجی مبارکباد بن کے شادیانوں کی صدا گونجی
 بہر سو نغمہ صل علی گونجا فضاؤں میں خوشی نے زندگی کی روح دوڑادی ہواؤں میں

فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی

جنابِ آمنہ سنٹی تھیں یہ آواز آتی تھی



لَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ۚ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا (القرآن)

تحقیق اللہ اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر درود اور سلام بھیجو

سَلام

سلام اے آمنہؓ کے لال اے محبوبِ سبحانی
 سلام اے فخرِ موجودات فخرِ نوعِ انسانی
 سلام اے ظلِ رحمانی ، سلام اے نورِ یزدانی
 ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی!
 سلام اے سرِ وحدت اے سراجِ بزمِ ایمانی
 زہے یہ عزت افزائی ، زہے تشریفِ ارزانی
 ترے آنے سے رونق آ گئی گلزارِ ہستی میں
 شریکِ حالِ قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربانی
 سلام اے صاحبِ خلقِ عظیمِ انساں کو سکھلا دے
 یہی اعمالِ پاکیزہ یہی اشغالِ روحانی
 تری صورت ، تری سیرت ، ترا نقشا ، ترا جلوہ
 تبسم ، گفتگو ، بندہ نوازی ، خندہ پیشانی!
 اگرچہ فَقْرُ فُخْرِی رُتبہ ہے تیری قناعت کا
 مگر قدموں تلے ہے فرِ کسرائی و خاقانی
 زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
 بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
 ترے پر تو سے مل جائے ہر اک ذرے کو تابانی
 حفیظ بے نوا بھی ہے گدائے کوچہ اُلفت
 عقیدت کی جبین تیری مروت سے ہے نورانی
 ترا در ہو مرا سر ہو ، مرا دل ہو ترا گھر ہو
 تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی!
 سلام ، اے آتشیں زنجیرِ باطل توڑنے والے
 سلام ، اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے



آنحضرت کے دادا عبدالمطلب کو خبر ملتی ہے

تھے عبدالمطلب کے بیٹے پوتے اور دس بارہا اگرچہ بولہب، عباس، حمزہ، اور ابو طالب جوانی کے دنوں میں اک نرالا خواب دیکھا تھا کہ اس کے سائے میں دونوں جہاں معلوم ہوتے تھے وہ عبد اللہ کو اس خواب کی تعبیر سمجھے تھے جوانی ہی میں لیکن ہو گیا جب انتقال اُن کا جوانا مرگئی فرزند سے ناشاد رہتے تھے طواف کعبہ کرنا صبح کا معمول تھا اُن کا دُعا یہ تھی کہ ”یا رب نعمت موعود مل جائے یونہی اک روز معمولاً طواف کعبہ کرتے تھے

پھلا پھولا نظر آتا تھا اپنا خاندان سارا سبھی زندہ تھے عبد اللہ کا غم تھا مگر غالب درخت نسل ہاشم اس قدر شاداب دیکھا تھا مکان و لا مکاں دو ٹہنیاں معلوم ہوتے تھے اسی رُخ کو کتاب نور کی تفسیر سمجھے تھے رہا بوڑھے پدر کے قلب میں رنج و ملال اُن کا بچاری حاملہ بیوہ بہو کا رنج سہتے تھے دُعا بن کر ہوا کرتا تھا ظاہر مدعا اُن کا بنو ہاشم کا مرجھایا ہوا گلزار کھل جائے“ فلک کو دیکھتے تھے اور آہ سرد بھرتے تھے

بیان کیا جاتا ہے کہ عبدالمطلب کے بہت بیٹے تھے۔ حارث، زبیر، ابوطالب، عبد الکعبہ، عبد اللہ، ابولہب، مقوم، حنظل، مغیر، حمزہ، ضرار، قثم، عباس، غیداق، سب۔ مگر مؤرخین کو دس کے حالات معلوم ہوئے ہیں ان میں سے اکثر کی اولاد چلی اور اب تک نسل باقی ہے یہ سب مطلبی کہلاتے ہیں زبیر، ابوطالب اور عبد الکعبہ اور عبد اللہ یہ چاروں ایک ماں کے بطن سے تھے۔ (دیکھو حرمۃ للعالمین جلد دوم صفحہ ۷۷)

مولوی عبد الحلیم شرر نے اپنی کتاب خاتم المرسلین میں اس خواب کی تفصیل عبدالمطلب کی زبان سے اس طرح بیان کی ہے ”عبدالمطلب کا بیان ہے کہ میں دن کعبہ کے کٹھرے کے اندر سو رہا تھا ناگہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک درخت زمین سے اُگا اور بڑھنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان سے جاگا اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب تک پھیل گئیں پھر اس میں ایک روشنی نظر آئی جس سے صاف روشنی میں نے کبھی نہیں دیکھی پھر کیا دیکھتا ہوں کہ تمام اہل عرب و عجم اس کے سائے جھک رہے ہیں اور وہ درخت باعتبار عظمت و روشنی ساعت بساعت بڑھتا جاتا ہے اسی حالت میں قریش میں سے بعض لوگ تو اس کی ٹہنیوں سے کٹے اور بعض نے ارادہ کیا کہ اسے کاٹ ڈالیں جب اس کے قریب پہنچے تو ایک نورانی نوجوان نمودار ہوا جس سے خوشبو کی لہریں آرہی تھیں اس نے آتے آتے اُن سب کو مار کے ہٹا دیا اور ایسے حملے کیے کہ ان کی ٹھنیں توڑ ڈالیں اور آنکھیں نکال لیں یہ دیکھ کر میں نے چاہا کہ ہاتھ بڑھا کر درخت کی کوئی شاخ پکڑ کر کٹ دیتا ہوں۔ (ختم المرسلین)

اچانک صبح کی پہلی کرن ہنستی ہوئی آئی مبارک باد کہہ کے یہ خبر دادا کو پہنچائی
 کہ رحمت نے تری سوکھی ہوئی ڈالی ہری کردی تری بیوہ بہو کی گود اپنے نور سے بھر دی
 ملا ہے آمنہؑ کو فضل باری سے یتیم ایسا
 نہیں ہے بحر ہستی میں کوئی دُر یتیم ایسا

کعبہ مقصودِ عالم کا طوافِ کعبہ کے لیے لے جایا جانا

اٹھا سردارِ مکہ یہ نویدِ جاں فزا سن کر اُدائے شکر کر کے جلد پہنچا آمنہؑ کے گھر
 جنابِ آمنہؑ تھیں شوہرِ مرحوم کے گھر میں مجسم سورۃ الشمس کی تفسیر تھی بر میں
 نظر آتی تھی آج اس گھر میں آبادی ہی آبادی انگوٹھا چوستا تھا اس جگہ انسان کا ہادی
 حسیں آنکھیں کہ جن سے کلفتیں معدوم ہوتی تھیں فلک کو کچھ سبق دیتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں
 اٹھایا گود میں دادا نے عالی قدر پوتے کو دکھانے لے چلا حق کا مقامِ صدر پوتے کو
 شجرِ رستے میں استادہ ہوئے تعظیم کی خاطر حجرِ قدموں کے آگے بچھ گئے تسلیم کی خاطر
 نظر میں آج دُنیا کچھ نئی معلوم ہوتی تھی کہ ہر سو زندگی ہی زندگی معلوم ہوتی تھی
 طوافِ کعبہ کرنے جا رہا تھا قبلۂ عالم کہ جس کی ذات سے حق کی بنائیں ہو گئیں محکم
 وہی کعبہ جو ابراہیم کے ایمان کا گھر تھا جو انسانوں کے ہاتھوں ہر بت بے جان کا گھر تھا
 یہ گویا اب بلائیں لے رہا تھا گردِ پھر پھر کے ھُوَ اللہُ اَحَدُ کہتے تھے بتِ سجدے میں گر کر

ایہ مکان بطاح میں واقع تھا اور بعد کے زمانے میں ابنِ یوسف کا مکان کہلاتا تھا آنحضرت نے یہ مکان بعد فتح مکہ عقیل بن ابی طالب کو دے ڈالا تھا عقیل کے
 بعد ان کی اولاد نے حجاج بن یوسف کے بھائی محمد یوسف کے ہاتھ فروخت کر دیا اس نے جب اپنا مکان تعمیر کیا تو اس مکان کو بھی اس میں شامل کر لیا اور اسی وجہ
 سے محمد بن یوسف کے نام سے مشہور ہوا ابنِ عباس کے زمانے میں خلیفہ ہارون الرشید کی ماں خیزراں نے اس تبرک زمین کو اپنے قبضہ میں کر کے وہاں ایک
 مسجد تعمیر کرا دی۔ (خاتم المرسلین بحوالہ ابن اثیر جلد اول صفحہ ۱۶۲)

یہاں سے ہو کے عبدالمطلب فی الفور گھر پلٹے خدا سے خیر و برکت کی دعائیں مانگ کر پلٹے
امانت آمنہ کی آمنہ کے بر میں پہنچا دی غلاموں لونڈیوں نے اس خوشی میں پائی آزادی
بشارت کے مطابق آمنہ نے نام بتلایا فرشتوں نے بتایا تھا کہ احمد ہے ترا جایا
کہا دادا نے اے بیٹی ”میرا پوتا محمد ہے“ کہ دُنیا بھر کے انسانوں سے اعلیٰ اور امجد ہے“

عرب کی دودھ پلانے والی عورتیں

حلیمہ سعدیہ کی غربی

شریفانِ عرب کا قاعدہ تھا اس زمانے میں کہ بچے ان کے پلتے تھے کسی بدوی گھرانے میں
اسی مقصد سے بدوی عورتیں ہر سال آتی تھیں بڑے شہروں سے نوزائیدہ بچے لے کے جاتی تھیں
پلا کر دودھ اپنا پالتی تھیں نو نہالوں کو عوض دولت میں دینا پڑتا تھا اولاد والوں کو
جو بچے اس طرح سے کاٹتے تھے دن رضاءت کے بڑے ہو کر نظر آتے تھے وہ پتلے شجاعت کے
یہ بچے جنگ کو اک کھیل بچوں کا سمجھتے تھے یہ تلواروں کی جھنکاروں کو اک نغمہ سمجھتے تھے
چنانچہ شہر میں امسال بھی کچھ عورتیں آئیں بیابانوں سے اپنے ساتھ نہریں دودھ کی لائیں

اور تو اور ابولہب نے بھی آپ کی ولادت کا مژدہ سن کر اپنی ایک لونڈی ثویبہ نامی کو آزاد کر دیا تھا یہی وہ خوش نصیب عورت ہے جس نے پہلے پہل
آنحضرت ﷺ کی دایہ بننے اور دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی تھی۔

رحمۃ للعالمین صفحہ ۱۹۱۹ء نے آنحضرت کا نام محمد اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر احمد ﷺ رکھا تھا خطبات احمدیہ صفحہ ۴۳۱ حدیث میں
ہے کہ زمین پر میرا نام محمد ﷺ اور آسمان پر احمد ﷺ ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ کا اسلام لانا ثابت ہے ابن ابی حشیم نے تاریخ میں ابن جوزی نے حدار میں منذری نے مختصر ابن ابی داؤد میں ابن حجر نے ”اصابہ“
ابن ان کے اسلام لانے کی تصریح اور ان کے اسلام پر ایک مختصر رسالہ لکھا ہے جس کا نام ”الفتح الجسیم فی الاسلام حلیمہ ہے عہد نبوت میں جب وہ آپ کے
س آئیں تو آپ ”میری ماں“ کہہ کر پٹ گئے۔ (سیرت النبی صفحہ ۱۶۲-۱۶۳)

قریشی نسل کے اطفال کی ہر دل میں خواہش تھی یہ دایہ عورتیں تھیں سعد کے بدوی قبیلے کی حلیمہ قافلے بھر میں غریب اور سب سے کمتر تھی بچاری قافلے کے پیچھے پیچھے چلتی آتی تھی گھروں میں مقدرت والوں کے پہنچیں عورتیں ساری وہ زرداروں کے بچے لے کے واپس لوٹ بھی آئیں بالآخر قافلے کی واپسی کا روز آ پہنچا شکستہ خاطری سے اب دل مایوس بھر آیا اٹھی اس سوچ میں چل کر طوافِ کعبہ کر آؤں مری قسمت بھلی ہوتی تو کوئی طفل مل جاتا بلا سے دودھ کم ہے تو بھی وہ مجھ کو خوشی دیتا یہ باتیں سوچتی تھی دل ہی دل میں روتی جاتی تھی اچانک اس کو عبدالمطلب نے دُور سے دیکھا کہا میں سعدیہ عورت ہوں! یعنی بدویہ دایا قبیلے والیاں لائی ہیں کیسے پھول سے لڑکے ہنسے یہ سن کر عبدالمطلب اور ہنس کے فرمایا

امیروں کا کوئی بچہ ملے یہ سخت کاہش تھی انہیں میں تھی حلیمہ سعدیہ اور اس کا شوہر بھی پھر اس کی اونٹنی بھی دُبی پتلی اور لاغر تھی حلیمہ چپ تھی، بچہ ساتھ تھا اور خشک چھاتی تھی حلیمہ رہ گئی ڈیرے پہ بیٹھی شرم کی ماری حلیمہ سعدیہ نے دو کھجوریں بھی نہیں پائیں بچاری کے لیے اک ناوک دلدوز آ پہنچا ”مرادیں سب نے پائیں ہائے میں نے کچھ نہیں پایا“ وہاں سے آ کے سوچوں گی کہ ٹھہروں یا چلی جاؤں غریبی ہی میں اس کو پال لیتی مجھ سے ہل جاتا مرا بچہ بچارا اونٹنی کا دودھ پی لیتا کوئی بچہ نظر آئے تو بیکل ہوتی جاتی تھی! حلیمہ کو بلایا رنج و غم کا ماجرا پوچھا حلیمہ نام ہے، میں نے کوئی بچہ نہیں پایا رہی جاتی ہوں میں اور قافلے کا کوچ ہے تڑکے کہ ”ہاں اے نیک بی بی! اے حلیمہ سعدیہ دایا

۱۔ ہوازن کا قبیلہ جو بنی سعد بھی کہلاتا تھا فصاحت و بلاغت میں مشہور ہے۔ ابن سعد رضی اللہ عنہ نے طبقات میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میں تم سب سے فصیح تر ہوں کیونکہ میں قریش کے خاندان سے ہوں اور میری زبان سعد کی زبان ہے۔

انہی دونوں کے باعث کام سارے راس ہیں تیرے
مگر اک خاص جلوے سے ہے چہرہ اس کا تابندہ
زر و انعام پانے کی اُمیدیں ساتھ لائی تھیں
اسے لے جا کر اگر بدلہ نہ چاہے اور نہ زر چاہے
یہ معنی تھے مرا بچہ ہے بالا مال و جاں سب پر
مبادا وہ خفا ہو اور میری جان پر برسے
کہا ”قسمت سے بچہ مل گیا ہے مجھ کو اے شوہر!
یہاں سے قافلے کے ساتھ خالی گود کیا جاؤں
ہنسیں گی مجھ پہ طعنے دیں گی سو باتیں بنائیں گی“
ہماری بہتری اس طفل کی صورت میں آئی ہو
مگر مالک کی رحمت پر بھروسہ ہے تو کیا غم ہے“

حلیمی اور سعادت خوبیاں دو پاس ہیں تیرے
مرے پاس ایک بچہ ہے پدر جس کا نہیں زندہ
تمہارے ساتھ والی عورتیں بھی گھر میں آئی تھیں
یتیم اور بے سروسامان بچہ تو اگر چاہے
یہ کہہ کر ایک ہلکا سا تبسم آ گیا لب پر
حلیمہ نے کہا ”دریافت کر لوں اپنے شوہر سے
یہ کہہ کر جلد جلد آئی حلیمہ اپنے ڈیرے پر
مگر اس کا پدر زندہ نہیں کہہ دو تو لے آؤں
ہماری ساتھیں بچوں کی دولت لے کے جائیں گی
کہا شوہر نے ”ہاں لے آؤ شاید کچھ بھلائی ہو
اگرچہ اُونٹنی کا اور تمہارا دودھ بھی کم ہے

آنحضرتؐ کے بچپن کی برکات

وہ اس کو لے کے گھر پہنچے کتاب نور دکھائی
خوشی سے تج دیا دنیا کے جاہ و مال کو اُس نے
یہی بچہ تھا جس سے خالق ہستی کی عظمت تھی
برستا تھا تبسم سادگی بن بن کے صورت پر
جو تھی معنی ہی معنی اب وہ صورت مل گئی اس کو

حلیمہ جلد عبد المطلب کے پاس لوٹ آئی
جو دیکھا آمنہ کو آمنہ کے لال کو اُس نے
یہی وہ ماں تھی جس سے مادرِ کیتی کی عزت تھی
حلیمہ نے اُٹھایا آ کے بچہ دستِ اُلفت پر
کسی نے بھی نہ پائی تھی وہ دولت مل گئی اس کو

چلی ڈیرے کی جانب آج ایسے نور کو لے کر
پلایا دودھ جب اس طفل کو تو ہو گئی حیراں
یہ برکت روزِ اوّل ہی سے دیکھی جب حلیمہ نے
کیا سیراب اپنے دودھ سے اپنے پسر کو بھی
مہ و خورشید صدقے ہو رہے تھے جس کے قدموں پر
کہ چھاتی بن گئی تھی دودھ کی اک نہر بے پایاں
ہوئی حیران اندیشے مٹائے سب حلیمہ نے
سلا کر دونوں بچوں کو خوشی سے خود بھی جاسوئی

یتیم مکہ صحرائی گھر کی طرف

بڑھائے اپنے اپنے اونٹ سب نے نور کے تڑکے
اٹھا شوہر حلیمہ کا اور اپنی اونٹنی لایا
چلا خود آپ پیدل اونٹنی دہلی تھی بیچاری
جب آئے تھے تو پیچھے تھک کے رہ جاتی تھی منزل سے
مگر آج اُس نے دکھلائی کچھ ایسی تیز رفتاری
یکا یک ہمرہوں کے پاس سے جس دم گزرتی تھی
وہی پہلی ہے تیری اونٹنی یا اور ہے کوئی
حلیمہ کہتی تھی ”ہاں ہاں وہی تو ہے وہی تو ہے“
یہ سن کر عورتیں بیچاریاں حیران ہوتی تھیں
حلیمہ کی سواری اس قدر جب تازہ دم دیکھی
مگر یہ ہو گئی تھی تیز رو اور برق دم ایسی
کجاووں پر تھیں دایہ عورتیں اور ساتھ کے لڑکے
حلیمہ اور دونوں بچوں کو اک ساتھ بٹھلایا
کسی صورت نہ ہو سکتی تھی اس پر سب کی سواری
وہ اپنے آپ ہی کو لے کے چل سکتی تھی مشکل سے
جو آگے چل رہی تھیں اب وہ پیچھے رہ گئیں ساری
تو ہر عورت تعجب کا وہیں اظہار کرتی تھی
نہیں پہلی کہاں ایماں سے کہنا اور ہے کوئی
یہ سُرِ ناک ہے یہ تھو تھنی ہر شے وہی تو ہے“
نگاہیں گرد پھر پھر کر بلا گردان ہوتی تھیں
سوار اس اونٹنی پر ہو گیا اب اس کا شوہر بھی
کہ سارے قافلے سے پہلے منزل پر پہنچتی تھی

بیابان پر ابر رحمت کا سایہ

بچاری اونٹنی کا دودھ کم کیا تھا بہت کم تھا تو اتنا دودھ نکلا جو زیادہ تھا ضرورت سے کہا شوہر نے ”اے بی بی یہ اس بچے کی برکت ہے حلیمہؓ نے کہا ”واللہ میں بھی ہوں بہت حیراں مسرت ہوتی ہے جب اس کا چہرہ دیکھتی ہوں میں غرض اس شان سے مائی حلیمہ اپنے گھر آئی یہاں پر قحط تھا ہر سو نہ دانہ تھا نہ چارا تھا مویشی مر رہے تھے، لوگ فاقے کر رہے تھے سب حلیمہ کی زمیں کا حال سب لوگوں سے بدتر تھا وہ لے آئی تھی لیکن گھر میں اس سامانِ رحمت کو چرائی کے لیے ہر صبح اس کی بکریاں جاتیں حلیمہ اور کنبہ بکریوں کے دودھ پر جیتے قبیلے والے بھی سیراب تھے اس ابرِ رحمت سے سبھی حیران تھے لیکن انہیں اس کی خبر کیا تھی رہے محروم اس دولت سے دولت ڈھونڈنے والے حلیمہ کا گھرانہ خوش تھا اپنی خوش نصیبی پر

مگر اس مرتبہ منزل پہ آ کر جب اسے دوہا لگنے منہ دیکھنے ایک دوسرے کا دونوں حیرت سے اسی کا صدقہ ہے ورنہ ہماری کیا لیاقت ہے“ نظر آتا ہے مجھ کو ہاشمی لڑکا بہت ذی شاں! کہ اس پر طور کے پھولوں کا سہرا دیکھتی ہوں میں“ متاعِ دنیوی و اخروی آغوش میں لائی! کہ اب تک مینہ نہ برسا تھا یہاں جس کا سہارا تھا بتوں سے، اپنے اپنے دیوتا سے ڈر رہے تھے سب نکمی تھی زمیں اس کا زیادہ حصہ بنجر تھا مٹایا جس کی ذاتِ پاک نے ہر ایک زحمت کو خدا کے فضل سے سب سیر ہو کر پیٹ بھر آتیں پلاتے دودھ مہمانوں کو بھی اور آپ بھی پیتے یتیمی کے سبب انکار تھا جس کی رضاعت سے کہ رحمت کی نظر مفلس حلیمہ ہی کی جو یا تھی سبھی کچھ پا گئے دامانِ رحمت ڈھونڈنے والے یہ بچہ ایک دامن تھا یتیمی پر غریبی پر

تھا اک سادہ سے گھر میں دولتِ کونین کا وارث رضاعی ماں حلیمہ تھی رضاعی باپ تھا حارث^۱
 رضاعی بہنیں شیمہ^۲ اور اہیمہ^۳ بس یہی دو تھیں عقیفہ تھیں، محبت کرنے والی تھیں، دعا گو تھیں
 رضاعی بھائی دو تھے جن میں عبداللہ ہم سن تھا یہ سب نگراں تھے جب اللہ کا محبوب کم سن تھا

رضاعت سے بعثت تک کا بیان

نجاتِ دو جہاں تھی جس کے دامانِ کریمی میں وہ بچہ پل رہا تھا آج آغوشِ یتیمی میں
 وہ بچہ ہاں وہ بچہ جو سبق آموز دُنیا تھا گلی تقدیس تھا لیکن نظر افروز صحرا تھا
 تمنا تھی حفیظ اے کاش، عمرِ نوح مل جاتی مرے قالب کو اک جبریل کی سی روح مل جاتی
 بیاں کرتا میں حالِ نونہالِ گلشنِ خوبی دکھاتا قدرتِ حق کا کمالِ شانِ محبوبی
 وہ بچپن کا زمانہ کس طرح گزرا بیاں کرتا حقیقت کا فسانہ پردے پردے میں عیاں کرتا
 بیاں کرتا حلیمہ کس طرح سے دودھ دیتی تھی بیاں کرتا اہیمہ گود میں کس طرح لیتی تھی
 بیاں کرتا، کہ شیمہ لوریاں دیتی تھی کیا کہہ کر جسے ہذا اخ لی بکا خیال آتا تھا رہ کر

امائی حلیمہ کے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ آنحضرت کی بعثت کے بعد مکہ میں آئے تھے اور مسلمان ہو گئے آپ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ یہ آپ کیا کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”ہاں وہ دن آئے گا میں تجھ کو دکھا دوں گا کہ میں سچ کہتا تھا“ حارث فوراً ایمان لے آئے۔ (سیرت النبی علامہ شبلی)

۱۔ ان کا نام حذاقہ تھا شیمہ کے لقب سے مشہور تھیں۔

۲۔ عبداللہ اور شیمہ کا اسلام ثابت ہے باقیوں کا حال معلوم نہیں۔ (سیرت النبی از علامہ شبلی)

۳۔ شیمہ آپ کو لوری دیتی اور یہ مصرعے پڑھتی تھی:

ہذا اخ لی لم تلده امی

ولیس من نسل ابی وعمی

فانہم اللہم ضیاماتنمی

سیرت الحبيب جلد ۱ صفحہ ۹۸ بحوالہ خاتم المرسلین از مولانا شرر صفحہ ۱۸

یہ میرا بھائی ہے جو نہ میری ماں کے بطن

سے ہے نہ میرے باپ اور چچا کی نسل سے

اے اللہ اے بڑا کر بڑا کر

بیاں کرتا کہ بھیڑ اور بکریاں بھی سجدے کرتی تھیں
 بیاں کرتا کہ سورج شرق پر کیوں جگمگاتا تھا
 بیاں کرتا ستارے رات بھر کیوں رقص کرتے تھے
 بیاں کرتا کہ فطرت خود بخود کس طرح پلٹی ہے
 بیاں کرتا ہے شق صدر کی اصلی حقیقت کیا
 بیاں کرتا کہ آنحضرت کا بچپن کس طرح گزرا
 بیاں لازم تھا صحرائی وطن سے گھر میں آنے کا
 مدینے کے سفر میں ماں کی ہمراہی بیاں کرتا
 بیاں کرتا وفاتِ آمنہؓ کا حال حسرت زا
 بیاں کرتا کہ جب اٹھتا ہے سر سے سایہ مادر
 بیاں کرتا کہ جب غربت میں یہ صدمہ گزرتا ہے
 بیاں کرتا کہ پھر مکے میں آئے حضرت والاؑ

فضائے دشت کی چڑیاں بھی دم الفت کا بھرتی تھیں
 بیاں کرتا زمیں پر چاند کیوں چادر بچھاتا تھا
 بیاں کرتا کہ صبح و شام کیوں یہ رنگ بھرتے تھے
 اندھیرے سے تجلی کی سحر کیونکر نکلتی ہے
 ہوا کیوں چاک سینہ اور تھی اس کی ضرورت کیا؟
 لڑکپن کے چمن سے سرو گلشن کس طرح گزرا
 محمد کے دوبارہ دامنِ مادر میں آنے کا
 پدر کے مدفنِ راحت سے آگاہی بیاں کرتا
 بیاں کرتا مقدس ہو گیا کیوں خطہ ابواء
 یتیم اس وقت آنسو پونچھتے ہیں منہ سے کیا کہہ کر
 توشش سالہ یتیم اس وقت کیسا صبر کرتا ہے
 بیاں کرتا کہ عبدالمطلب نے کتنے دن پالا

۱۔ دو برس کی رضاعت کے اوّل بار علیمہؓ آپ کو لے کر مکے میں آئیں، لیکن چونکہ حلیمہ کو آپ سے محبت ہو گئی تھی اور غیبی برکات کے سبب آپ کو جدا کرنے کو جی نہ چاہتا تھا نیز مکے میں ان دنوں وبا پھیلی ہوئی تھی اس لیے بعد اصرار واپس لے گئیں۔

۲۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت علیمہ کے یہاں کتنے برس رہے ابنِ اخطی نے وثوق کے ساتھ چھ برس لکھا ہے۔ (سیرت النبی علامہ شبلی)

۳۔ آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر مدینہ گئیں چونکہ آنحضرت کے دادا کی نہال خاندان غمار میں تھی اس لیے وہیں ٹھہریں حضرت آمنہ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لیے گئیں جو مدینہ میں مدفون تھے۔ (سیرت النبی صفحہ ۱۶۳)

۴۔ واپس آتے ہوئے جب مقام ابواء پہنچیں تو سیدہ آمنہؓ کا انتقال ہو گیا اور اسی جگہ مدفون ہوئیں ابوا ایک گاؤں کا نام ہے جو مجففہ سے ۲۳ میل پر واقع ہے۔

۵۔ مدینے کے سفر میں حضرت آمنہؓ کے ساتھ ام ایمنؓ بھی تھیں جو حضرت آمنہ کی لونڈی تھیں۔ آنحضرت کو حلیمہؓ سے پہلے کچھ دن دودھ بھی پلا چکی تھی چنانچہ جب حضرت آمنہؓ کا ابوا میں انتقال ہو گیا تو ام ایمنؓ آنحضرت کو ساتھ لے کر مکہ میں آئیں۔

وہ عبدالمطلب کا سایہ شفقت! بھی اٹھ جانا
 وہ اُس نورِ حقیقی کا ابو طالب کے گھر آنا
 چچا کا پرورش کرنا بھیجتے کا بڑے ہونا
 وہ سن دس سال کا دن بکریوں کی گلہ بانی کے
 یہ گلہ بانی اقوام کی تمہید تھی گویا
 چچا کے ساتھ ارضِ شام کا لمبا سفر کرنا
 نرالی تھی متانت جس طرح اس کے لڑکپن کی
 شرافت ہو جہاں حسنِ ازل کا دائمی گہنا
 الگ رہنا وہ رسمِ رزم و بزمِ جاہلیت سے
 وہ نفرتِ شرک سے اور مشرکوں کے ساتھ شرکت سے

۱۔ عبدالمطلب نے بیاسی برس کی عمر میں وفات پائی اور جون میں مدفون ہوئے آنحضرت کی عمر اٹھ برس کی تھی عبدالمطلب کا جنازہ اٹھا تو آپ فرطِ محبت سے آنسو بہاتے ہوئے ساتھ گئے تھے۔ (سیرت النبی)

۲۔ عبدالمطلب نے مرتے وقت اپنے بیٹے ابوطالب کو آنحضرت ﷺ کی تربیت سپرد کی اور ابوطالب نے اس فرض کو اپنی موت کے دن تک اس طرح نبھایا کہ نظیر نہیں ملتی۔ عبدالمطلب کے دس بیٹے مختلف ازواج سے موجود تھے ان میں سے آنحضرت ﷺ کے والد عبد اللہ اور ابوطالب ماں جائے بھائی تھے۔ اس لیے عبدالمطلب نے آپ کو ابوطالب ہی کی آغوشِ تربیت میں دیا ابوطالب آپ سے اس قدر محبت رکھتے تھے کہ آپ کے مقابلے میں اپنے بچوں کی پروا نہیں کرتے تھے سوتے تو آنحضرت ﷺ کو ساتھ لے کر اور باہر جاتے تو آپ کو ساتھ لے کر جاتے۔ (سیرت النبی صفحہ ۱۲۵)

۳۔ طبقات ابن سعد جلد اول میں بخاری نے کتاب الاجارہ میں آنحضرت ﷺ کا قول نقل کیا ہے کہ میں قراریط پر بکریاں چرایا کرتا تھا ابراہیم حربی کے قول کے مطابق قراریط ایک مقام کا نام ہے جو اجیاد کے قریب ہے۔

۴۔ مؤرخین نے بحیرہ اراہب کا قصہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے بصرہ کے مقام پر اس راہب نے آسمانی کتابوں کی بشارتوں اور پیش گوئیوں کے مطابق دیکھ کر آپ کو پہچان لیا اسی طرح بعض یہودیوں کے کانہوں نے آپ کو پہچان لیا کہ یہی وہ نبی ہیں جس کی خبر انبیاءِ سلف دیتے چلے آئے تھے۔

۵۔ آپ نے لڑکپن میں بھی نہ تو کبھی بتوں کی تعظیم کی نہ کوئی چڑھاوا چڑھایا بلکہ بتوں پر چڑھائی ہوئی چیز بھی کبھی استعمال نہ کی۔ جوانی میں جب تک نبوت تقویٰ نہیں نہ ہوئی تھی آپ ملتِ حنفیہ ابراہیمیہ کے پابند تھے اور سچے خداؤ و الجلال کے سوا کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا آپ خانہ کعبہ میں جاتے تھے اور اسے معبود الہی مانتے تھے لیکن آپ نے کبھی ان بتوں کی طرف خیال نہیں کیا جو اندرون کعبہ مشرکین نے رکھ چھوڑے تھے ساری قوم ان بتوں سے حاجتیں طلب کرتی تھی مگر آپ کعبہ میں جا کر بتوں سے من پھیر کر فرماتے۔ لیک حقاً تعبدًا و صدقاً عدت بما عاذنہ ابراہیم یعنی اللہ تیری درگاہ میں حاضر ہوں حق پسندی عبادت گزاری اور سچائی کے ساتھ اور اس سے پناہ مانگتا ہوں جس سے ابراہیم نے پناہ مانگی۔

وہ عہد تمام مظلوموں کی امداد و اعانت کا
وہ خوش خلقی وہ دانائی وہ شان نیک کرداری
وہ سب کچھ میں بیاں کرتا نہایت لطف لے لے کر
بیاں کرتا خدیجہؓ کی شرافت کو، نجابت کو
بیاں کرتا کہ آیا کس طرح پیغام شادی کا
بیاں کرتا کہ یہ شادی عرب کی خوش نصیبی تھی
بیاں کرتا کہ گزری ازدواجی زندگی کیسی
محبت ہی سے تہذیب و تمدن کی ہیں بنیادیں

وہ آوازہ صداقت کا، دیانت کا، امانت کا
صداقت کی تجارت پیشگی اور راست گفتاری
تواریخی و قرآنی حوالے ساتھ دے دے کر
وہ جس کا مال لے کر آپ نکلے تھے تجارت کو
سبق دیتا جہان شوق کو عالی نہادی کا
محمدؐ پاک شوہر تھا خدیجہؓ پاک بی بی ہتھی
نظر والوں کو ملتی روح کی تابندگی کیسی
بیاں کرتا کہ دیں اللہ نے کیسی پاک اولادیں

آنحضرت ﷺ نے مکے کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر ایک عہد باندھا تھا کہ ہم میں ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا اور کوئی ظالم کے میں نہ رہنے پائے گا۔
آنحضرت ﷺ عہد نبوت میں فرمایا کرتے تھے کہ معاہدہ کے مقابلے میں اگر مجھ کو سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیے جاتے تو میں نہ بدلتا۔ اور آج بھی ایسے
معاہدے کے لیے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں۔

آپ نے جوانی میں کاروبار تجارت اختیار کیا اور اسی سلسلے میں یمن، شام، بصرہ وغیرہ کے سفر بھی کئے اور مکے میں کامیاب دیندار اور خوش معاملہ تاجر کی
پیشہ سے مشہور ہوئے بعض لوگ تجارت میں آپ کے شریک بھی رہے چنانچہ سائب، بن ابی سائب آپ کے شریک تھے سائب کا بیان ہے کہ میں آپ کی
محالمت اور دیانت دونوں سے ہمیشہ خوش رہا۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ ایک شریف انفس پاکیزہ اخلاق قریش کے ایک نہایت معزز گھرانے کی خاتون تھیں آپ کے والد کا نام خویلد تھا جو مکہ
کے معزز رئیس تھے آپ کا سلسلہ نسب پانچ پشت اوپر آنحضرت ﷺ کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے یعنی خدیجہ ابن خویلد ابن اسد ابن عبد العزیٰ ابن قحطی عبد
عزیٰ حضرت عبدالمطلب کے دادا عبد مناف بن قحطی کے بھائی تھے۔

خدیجہؓ بیوہ ہو چکی تھی آپ کی تجارت اس بیوگی کی حالت بھی دور دور تک پھیلی ہوئی تھی آپ نے آنحضرت کی تاجرانہ دیانت و امانت راست بازی حسن
محالمت اور پاکیزہ سیرت کا شہرہ سنا تو آنحضرت کے پاس پیام بھیجا کہ آپ میرا مال تجارت لے کر شام کو جائیں، بصریٰ سے واپسی پر حضرت خدیجہؓ نے
آپ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا۔ تاریخ معین پر ابوطالب رضی اللہ عنہ اور تمام رؤسائے خاندان خدیجہ کے مکان پر گئے ادھر سے عمر بن اسد یعنی حضرت
محمد ﷺ کے چچانے خطبہ پڑھا ادھر سے ابوطالب نے۔ پانچ سو طلائی درہم مہر مقرر ہوا تھا۔

حضرت خدیجہؓ نے چونکہ نہایت شریف انفس اور پاکیزہ اخلاق تھیں جاہلیت میں لوگ ان کو طاہرہ کے نام سے پکارتے تھے۔

آنحضرت کی عمر شادی کے وقت ۲۴ سال کی اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے خدیجہؓ کی زندگی میں دوسری شادی نہ کی۔

بیاں کرتا کہ قاسم طیب و طاہر، یہ تھے بیٹے
 خدیجہ ہی سے حق نے آپ کو سب بیٹیاں بھی دیں
 بیاں کرتا محبت کس قدر تھی رشتہ داروں سے
 بیاں کرتا عرب میں عام تھا لطف و کرم کس کا
 بیاں کرتا کہ سارا ملک کہتا ہے امیں ﷺ اس کو
 قبائل کا بہم تعمیر کعبہ کے لیے آنا
 لہوٹ میں ہاتھ بھرنا لڑنے مرنے کی قسم کھانا
 وہ ہٹ، وہ ضد وہ اپنوں کا سراسر غیر ہو جانا
 وہ چادر کا بچھانا اُس پہ رکھنا سنگِ اسود کا
 کہ بچپن ہی میں جو آرام سے تربت میں جالیے
 یہ زینبؓ اور رقیہؓ، اُم کلثومؓ اور زہراؓ تھیں
 عزیزوں دوستوں سے، شہریوں سے اور یاروں سے
 یتیموں اور بیواؤں کے دل میں تھا بھرم کس کا
 چنا تھا رحمت باری نے ختم المرسلین اس کو
 وہ سب کا سنگِ اسود کے اٹھانے پر بگڑ جانا
 گھٹاؤں کی طرح غصے کے طوفانوں کا ٹکرانا
 مگر خیر الا میں ﷺ کا آ کے وجہ خیر ہو جانا
 یہ زندہ معجزہ قبلِ نبوت تھا محمد ﷺ صفا

۱۔ آنحضرت ﷺ کی جس قدر اولادیں ہوئیں، بجز حضرت ابراہیم کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی کے بطن سے ہوئیں۔

۲۔ کعبہ کی تعمیر سیلاب وغیرہ کے سبب کمزور ہو گئی لہذا قریش نے ارادہ کیا کہ اسے دوبارہ تعمیر کر دیں عرب کے تمام قبائل اس مذہبی کام میں حصہ لینے کے لیے اکٹھے ہو گئے اور عمارت کے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لیے کہ کوئی قبیلہ اس شرف سے محروم نہ رہ جائے لیکن جب حجر اسود کے نصب کرنے کا موقع آیا تو سخت جھگڑا ہوا ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ یہ خدمت اس کے ہاتھ سے انجام پائے نبوت یہاں تک پہنچی کہ تلواریں کھینچ گئیں۔ (سیرت النبی ﷺ صفحہ ۱۷۱)

۳۔ عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی شخص جان دینے کی قسم کھاتا تو پیالے میں خون بھر کے اس میں انگلیاں ڈبو لیتا تھا اس موقع پر بھی بعض دعوے دار قبائل نے یہ رسم ادا کی اور مرنے مارنے کی ٹھان لی۔ (سیرت النبی ﷺ صفحہ ۱۷۲)

۴۔ چار دن تک ہنگامہ برپا رہا آخر ابوامیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے معتمد تھے ان کے دل سے پہلے جو شخص حرم میں داخل ہو وہی ثالث قرار دیا جائے کر شمرہ ربانی دیکھو کہ سب سے پہلے لوگوں کی نظریں جس نور پر پڑیں وہ جہاں تاب محمدی ﷺ تھا آپ کو دیکھ کر شور مچ گیا، امین آگیا، امین آگیا اور سب نے بخوشی آپ کو ثالث مان لیا۔

۵۔ رحمتِ عالم نے فرمایا جو قبائل دعوے دار ہیں سب ایک ایک سردار کا انتخاب کریں پھر آنحضرت نے اپنی چادر بچھا کر وسطِ نبوت سے سنگِ اسود کو اٹھایا اور اپنی چادر پر رکھ دیا اور قبائل کے منتخب سرداروں سے کہا اب اس چادر کے کنارے پکڑ کر سنگِ اسود کو اٹھاؤ اور مقررہ مقام پر لے چلو چنانچہ سب نے اٹھایا جب چادر موقع کے برابر آگئی تو رحمتِ عالم نے حجر اسود کو پھر اٹھایا اور خود نصب فرمادیا (گویا اشارہ تھا کہ دین الہی کا آخری تکمیلی پتھر بھی انہی ہاتھوں سے نصب ہو گا) (سیرت النبی ﷺ صفحہ ۱۷۲)

وہ پتھر نصب کرنا آپ خود جھگڑے کا چک جانا
 تیموں کی خبر لینا غلاموں کی مدد کرنا
 وہ ہر اک جنگجو کا آشتی کی سمت جھک جانا
 بیاں کرتا یہ ساری حالتیں قبل نبوت کی
 غریبوں پر ترس کھانا خدا کے خوف سے ڈرنا
 طلب کرنے سے نفرت خود سوالی کو نہ رو کرنا
 وہ صبح نور کا نظارہ وہ جبریلؑ کا آنا
 طبیعت کا وہ سوز و ساز وہ تسکین خلوت کی
 وہ اُقرأؑ کا سبق وہ ایک اُمی کا سبق پڑھنا
 وہ چھپ چھپ کے حرا کے غار میں یادِ خدا کرنا
 وہ ادب سے وہ نبوت کا لباس نور پہنانا
 وہ ہمت کی بلندی اور ذوق و شوق کا بڑھنا

وہ کثرت کے مقابل ایک وحدت لے کے آ جانا

وہ فرمانِ خدا یعنی نبوت لے کے آ جانا

مصنف کا اعترافِ عجز

میں یہ سب کچھ بیاں کرتا مگر ہمت نہیں پڑتی
 ادب اے خلمہ گستاخ جھک جا، سرنگوں ہو جا
 یہ نازک مرحلے ہیں اور مری جرات نہیں پڑتی
 تحیر خیز نظاروں میں عقل و ہوش کو کھو جا
 بیاں کرتا! بیاں کرتا! یہ آخر گفتگو کیا ہے!
 اگر کہہ دے کوئی، تیرا بیاں کیا اور تو کیا ہے!

کہ معظمہ سے تین میل پر ایک غار ہے جس کو غارِ حرا کہتے ہیں۔ آپ مہینوں جا کر قیام فرماتے اور مراقبہ کرتے کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے وہ ختم ہو جاتا تو پھر گھر تشریف لے جاتے اور پھر واپس جا کر مراقبہ میں مصروف ہوتے۔

نبوت کا دیباچہ تھا کہ خواب میں آپ پر اسرارِ مشکف ہونے شروع ہوئے جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے یعنی وہی پیش آتا۔ ایک دن جب کہ آپ حسب معمول غارِ حرا میں محو مراقبہ تھے فرشتہ غیب نظر آیا جو آپ سے کہہ رہا ہے۔

الْقُرْآنُ بِأَسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ ۝ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (سورہ اقرأ)

پڑھ اُس خدا کا نام جس نے کائنات کو پیدا کیا اور جس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا پڑھ تیرا خدا کریم ہے وہ جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا وہ جس نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو اسے معلوم نہ تھیں۔

مرا منہ اور سرکار محمدؐ کی ثناء خوانی
 نہیں ہرگز کوئی دعویٰ نہیں ہے لب کشائی کا
 میں حیثیت سوالی کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتا
 نہ یارائے سخن سنجی نہ دعوائے زباں دانی
 مگر ہاں مدعا ہے خدمتِ اسلام مدت سے
 کروں سیرت نگاری یہ نہیں ہے حوصلہ میرا
 مجھے معلوم ہے اپنے سخن کی تنگ دامانی!
 دہن کیا ہے مرا ہاں ایک کاسہ ہے گدائی کا
 متاعِ بے کمالی کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتا
 اگر کچھ پاس ہے تو بس عقیدت کی فراوانی
 کہ میں نے بھی پئے ہیں چند قطرے جامِ وحدت کے
 کہ غزواتِ حق و باطل ہیں اصلی معرکہ میرا
 رسولِ پاک کی سیرت سے واقفِ اک زمانہ ہے
 مجھے بعثت کے بعد اب نقطہٴ اصلی پر آنا ہے



باب پنجم

آفتاب ہدایت کا طلوع

مقصدِ بعثت

مظلوم دُنیا کی دعائیں

وہ مقصد جس کی خاطر آپ اس دُنیا میں آئے تھے وہ پیغامِ محبت وہ نجاتِ اولادِ آدم کی اب اس کا وقت آ پہنچا تھا اب وہ کام ہونا تھا اندھیرا چھا چکا تھا کفر کا دنیائے ہستی پر استی میکشوں سے ہو چکا تھا مے کدہ خالی کوئی گوشہ نہ ملتا تھا جہاں مظلوم اماں پائیں کوئی شفقت نہ کرتا تھا یتیموں پر غلاموں پر مسکینوں اور بیواؤں کو روٹی بھی نہ ملتی تھی تم سے تنگ آ کر خودکشی کر لی شریفوں نے وہ قرآن جس کو انسانوں کی خاطر آپ لائے تھے زمینِ صدق پر رکھنا نئی بنیادِ عالم کی زمیں تیار کر کے نخلِ حق کا بیج بونا تھا زبردستی تسلط پا چکی تھی زبردستی پر کہ دُنیا ہو گئی تھی بادۂ غفلت کی متوالی کوئی سنتا نہ تھا ان کی یہ بیچارے کہاں جائیں یہ مرجاتے تھے بھوکے اور بک جاتے تھے داموں پر غضب ہے، مزد مزدوروں کو کھوٹی بھی نہ ملتی تھی دُعا کو دستِ رعشہ دار اٹھائے تھے ضعیفوں نے

اقراء

اٹھا غارِ حرا سے ابرِ رحمت شانِ حق لے کر
لبِ اقراراً بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ لے کر
سنایا آ کے اہل بیت کو مژدہ رسالت کا
انہیں ایمان پہلے ہی سے تھا حق و صداقت کا
کہا ”اس خالقِ ہستی کے جلوے پر رہوشیدا
اسی کا نام لینا چاہیے جس نے کیا پیدا
وہ جس نے گوشت کے اک لوتھڑے کو زندگی بخشی
بنائی شکلِ انساں اور ایسی برتری بخشی
ذریعے سے قلم کے جس نے دی تعلیم انساں کو
اسے وہ کچھ سکھایا جو نہ آسکتا تھا ناداں کو
خدیحہ اور علی ابنِ طالبؑ جب ہوئے مومن
ابھی شیرِ خدا دس سال کے بچے ہی تھے کسن
جنابِ زید جو اک بندہ آزاد کردہ تھے
علیؑ کے بعد وہ بھی دامنِ اسلام میں آئے

صدیق کا ایمان

ابو بکرؓ آئے اُن کو بھی یہی پیغام پہنچایا
خدا کے دین کی تلقین کی، اسلام پہنچایا
کہا ”مجھ کو مرے رب نے نبوت دے کے بھیجا ہے
ہدایت دے کے بھیجا ہے شریعت دے کے بھیجا ہے

۱۔ آیت اقرار کا ترجمہ دیکھو حاشیہ صفحہ ۱۳۵

ع۔ علماء میں اس امر کا اختلاف ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ پہلے اسلام لائے یا حضرت ابو بکر صدیق علمائے محتاط نے یوں تطبیق کی ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے امِ سلمین حضرت خدیجہ الکبریٰ ایمان لائیں مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اکبر بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ غلاموں میں زید بن حارث سابق الایمان ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت بچے تھے اور ابو طالب کے خوف سے ایمان کو ظاہر نہ کر سکتے تھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایمان کو فوراً ظاہر کر دیا اس کی تائید میں امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے انہوں نے اپنے والد ماجد سے نقل کیا ہے فرمایا: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہ ابو بکر نے چار چیزوں میں مجھ سے سبقت لی۔ ۱۔ اظہارِ اسلام۔ ۲۔ ہجرت۔ ۳۔ رفاقتِ غار۔ ۴۔ ایلانیہ اور ۵۔ نمازِ حالانکہ میں شعبِ جبال میں مخفی طور پر نماز ادا کرتا تھا۔
(تذکرۃ الرسول وآباء العہد اول صفحہ ۴۹)

میں آیا ہوں کہ بندوں کو خدا کے در پہ لے جاؤں
 کہا ابو بکرؓ نے سرکارِ اَمْنًا وَّ صَدَقْنَا
 مرے مالک مرے مختار اَمْنًا وَّ صَدَقْنَا
 محمدؐ کے خدا پر اور محمدؐ کی رسالت پر
 یہ کہہ کر جھک گئے ابو بکرؓ چوے ہاتھ حضرت کے
 یہ وہ ایمان تھا جس کا خدا نے ذکر فرمایا
 یہ وہ انسان تھا جس نے لقب صدیقؓ کا پایا

السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ

ابو بکرؓ آج اس توحیدِ حق کا جام لے آئے
 زبیرؓ و سعدؓ و طلحہؓ عبدِ رحمٰنؓ بو عبیدہؓ بھی
 غرض ایمان لائے سب سے پہلے اپنے گھر والے
 برس چالیس پورے اس نبیؐ کو سب نے دیکھا تھا
 یہ چند افراد سب سے پیشتر حق کے قریں آئے
 مقدر تھی سعادت اِن رضا کے بہرہ مندوں کو
 کہ جس سے حضرت عثمانؓ بھی اسلام لے آئے
 علیؓ کے بھائی جعفرؓ اور بیوی ان کی اسماءؓ بھی
 پھر آئے دوست اس حلقہ میں دل والے نظر والے
 مروت سے بھری پاکیزگی کو سب نے دیکھا تھا
 درِ توحید پر السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ آئے
 خدا نے آپؐ گویا چن لیا تھا اپنے بندوں کو

ابو بکرؓ بن ابی قحافہ دولت مند ماہرِ انساب صاحبِ الرائے اور فیاض تھے جب وہ ایمان لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے اور مکے میں ان کا عام اثر تھا
 زبیرؓ بن شہران سے ہر بات میں مشورہ کرتے تھے آپؐ آنحضرتؐ کے پرانے دوست اور لڑکپن کے رفیق تھے اور مدینہ سے فیضیاب تھے اہل سیر کا بیان
 ہے کہ ہمارے صحابہ ان ہی کی تبلیغ سے ایمان لائے۔

عثمانؓ بن عفانؓ رضی اللہ عنہ خاندانِ اُمیہ کے ایک دولت مند رکن تھے۔

زبیرؓ رضی اللہ عنہ ابنِ عوامؓ آنحضرتؐ کی چھوٹی بھینس کے بیٹے اور حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ سعدؓ رضی اللہ عنہ بن ابی وقاصؓ طلحہؓ رضی اللہ عنہ بن عبید اللہؓ عبد الرحمنؓ بن عوفؓ ابو
 اسماءؓ ابنِ الجراحؓ اسماءؓ رضی اللہ عنہا بن عمیس۔

ابو سلمہؓ رضی اللہ عنہ عثمانؓ بن مظعونؓ عبیدہ بن حارثؓ بن عبد المطلبؓ سعیدؓ رضی اللہ عنہ ابن زیدؓ اور ان کی بیوی فاطمہ بنت خطابؓ ہمیشہ حضرت عمر فاروقؓ (عمر
 رضی اللہ عنہ) اس وقت کفر میں تھے) اسماءؓ بنت ابی بکرؓ عبد اللہ بن مسعودؓ عمار بن یاسرؓ خبابؓ بن الارتؓ ارقمؓ بن حبیبؓ رضی اللہ عنہ رومی ان خوش قسمت میں سے تھے
 السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ کہلائے۔

یہ چھوٹی سی جماعت ذکرِ حق کرتی تھی چھپ چھپ کے
 انہیں معلوم تھا جس روز کھولا راز کا دامن
 مگر وہ روز جلد از جلد منہ دکھلانے والا تھا
 ملا ہو جس کو یہ فرماں کہ ہاں فَاَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ
 شہادت گاہِ الفت میں قدم دھرتی تھی چھپ چھپ کے
 عرب کا ذکر کیا سارا جہاں ہو جائے گا دشمن
 کہ تبلیغِ علانیہ کا فرماں آنے والا تھا
 خدا کے حکم کو پھر کھول کر کہتا نہ وہ کیونکر

پہاڑی کا وعظ اعلیٰ کلمۃ الحق

چڑھا کوہِ صفا پر ایک دن اسلام کا ہادی
 صدا دی اے قریشی عورتو، مردو ادھر آؤ!
 مثالِ رعد ہادی کی صدا گونجی ہواؤں میں
 یہ کڑکاسن کے خلقت گھر سے نکلی اس طرف آئی
 اکٹھے ہو گئے آ کر جوان و پیرو مرد و زن
 خطاب اُن سے پیمبر نے کیا اللہ کے بندو
 کھڑا ہوں میں تمہارے سامنے اس کوہ کے سر پر
 اگر میں تم سے یہ کہہ دوں کہ ”اس کہسار کے پیچھے
 چھپی ہے رہزنوں کی فوج تم پر وار کرنے کو
 یہ کہہ دوں میں اگر تم سے تو کیا تم مان جاؤ گے
 نظر کے سامنے تھی پستیٰ انساں کی آبادی
 یہ اپنے کام دھندے آج تہ کر دو ادھر آؤ!
 زمیں سے آسماں تک غلغلہ اٹھا فضاؤں میں
 بڑی انبوہ در انبوہ دوڑی صف بصف آئی
 بنی آدم کا جنگل بن گیا یہ کوہ کا دامن
 خلیل اللہ کے پوتو، ذبح اللہ کے فرزندو!
 دو جانب مجھ پہ روشن ہے یہاں اچھا برا منظر
 پہاڑوں کی بلند اور اہنی دیوار کے پیچھے
 گھروں کے لوٹنے کو شہر کے مسمار کرنے کو
 یقین آ جائے گا کیا مجھ پہ کوئی شک نہ لاؤ گے؟

۱۔ احتیاط کی جاتی تھی کہ محرمِ ان خاص کے سوا کسی کو خبر نہ ہونے پائے نماز کے وقت آنحضرت ﷺ کسی پہاڑ میں چلے جاتے اور وہاں نماز پڑھتے۔ (سیرت النبی ﷺ)

پس تجھے جو حکم ہوا ہے وہ اشکاف کہہ دے اور مشرکین کی کوئی پروا نہ کر

۲۔ فَاَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ (قرآن)

کہا لوگوں نے ”ہاں سچا ہے تو یہ جانتے ہیں سب
 بھلا اس قول پر کیسے یقین ہم کو نہ آئے گا
 یہ سن کر پھر بلند آواز سے سچا نبی بولا
 کہ اے لوگو مرا کہنا نہایت غور سے سن لو
 بہائم کی صفت چھوڑو ذرا انسان بن جاؤ
 فواحش اور زنا کاری مٹا دو، نیک ہو جاؤ
 یغوث ولات و عزرائیل کچھ نہیں بے جان پتھر ہیں
 وہی خالق، وہی سچا خدا معبود ہے سب کا
 بتوں کی بندگی کے دام سے آزاد ہو جاؤ
 پھنسا رکھا ہے شیطان نے تمہیں باطل کے پھندے میں
 تمہارے واسطے میں دولتِ اسلام لایا ہوں
 خدائے واحد و قہار پر ایمان لے آؤ
 جہالت چھوڑ دو قرآن پر ایمان لے آؤ
 اگر ایمان لے آؤ تو بچ جاؤ گے اے لوگو!

تو بچپن ہی سے صادق ہے، میں ہے مانتے ہیں سب
 بلا چون و چرا مانیں گے کوئی شک نہ لائے گا“
 اسی انداز سے قرآنِ ناطق نے دہن کھولا
 میں کہتا ہوں کہ باز آ جاؤ ظلم و جور سے سن لو
 بُرے اعمال سے توبہ کرو شرماؤ، شرماؤ
 خدا کو ایک مانو اور تم بھی ایک ہو جاؤ
 جنہیں تم پوجتے ہو وہ تو خود تم سے بھی کمتر ہیں
 وہی مطلوب ہے سب کا وہی مسجود ہے سب کا
 خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہو جاؤ
 نہ رکھا فرق تم نے کچھ خدا میں اور بندے میں
 جو ابراہیم لائے تھے وہی پیغام لایا ہوں
 جہاں کے مالک و مختار پر ایمان لے آؤ
 بتوں کو توڑ دو رحمٰن پر ایمان لے آؤ
 فلاحِ دنیوی و اخروی پاؤ گے اے لوگو!

نہ مانو گے تو بربادی کا بادل چھانے والا ہے

بُرا وقت آنے والا ہے، بُرا وقت آنے والا ہے



مشرکین کا جوش و خروش

خدا کا نام گویا قہر تھا بت خانہ دل پر
 غضب کی آندھیاں منڈلا گئیں لوگوں کی صورت میں
 گرا دی حق نے بجلی تودہ بارودِ باطل پر
 نگاہیں سرخ ہو کر چھا گئیں نورِ نبوت پر
 غضب میں بھر گئے سارے قریش اس وعظ کو سن کر
 کہ اُن کے پتھروں کو کہہ دیا تھا آپ نے پتھر
 جیسے دیکھو اسی کے منہ میں کف تھی کفر بکتا تھا
 خدا واحد ہے، یہ گویا سمجھ میں آ بھی سکتا تھا
 بتوں اور دیوتاؤں کی مذمت جرم تھی گویا
 ہوا وہ شور و شر برپا، قیامت آ گئی گویا
 انہیں تو حق سے نفرت تھی یہ باتیں کس طرح سنتے
 کھٹکنے لگ گئے کانے جنہیں، وہ پھول کیا چنتے

ابولہب ابن عبدالمطلب کا کفر

اٹھا شعلے کی صورت بولہب اور یوں دہن کھولا
 ہمارے دیوتا ناراض ہو جائیں تو پھر کیا ہوا
 کہ ”بس چپ او بھتیجے تو ہی جانے گا اگر بولا!
 تو اتنا ہی بتا دے مینہ نہ برسائیں تو پھر کیا ہوا!
 مذمت اتنے معبودوں کی دیوی دیوتاؤں کی
 نبوت کے لیے کیا تو ہی تھا سارے زمانے میں
 سمجھ میں کچھ نہیں آیا یہ کیا تو نے سنایا تھا
 کہ اس توہین کو برداشت کر سکتا نہیں کوئی“
 پسند آئی نہ اُن کو بات کوئی بھی پیسر کی
 غرض ایسی ہی باتیں کر کے سب نے راہ لی گھر کی

ابولہب یہ خیال کرتا تھا کہ آلِ ہاشم میں اس وقت سب سے بڑا میں ہوں اس لیے نبوت مجھے ملنی چاہیے تھی۔

مگر اس رحمتِ عالم کا دل توحید کا گھر تھا
نہ آ سکتی تھی مایوسی کہ یہ اُمید کا گھر تھا

بنو ہاشم میں تبلیغ، حضرت علی کا ایمان

کیا دولت کدے پر ایک دن سامانِ دعوت کا
چچا تھے بو لہب، عباسؓ حمزہؓ اور ابو طالبؓ
اکٹھے ہو گئے سب بھائی بہنیں بیویاں بچے
کھلا کر سب کو کھانا رحمتِ عالم نے فرمایا
وہ چیزِ اسلام پر ایمان ہے جو دینِ بیضا ہے
بتاؤ آپ میں سے کون میرا ساتھ دیتا ہے
یہ سن کر منہ لگے اک دوسرے کا سب کے سب تنکے
کہ طفلِ سبز وہ سالہ علی ابنِ ابی طالبؓ
اٹھا اور اٹھ کے بولا میں اگرچہ عمر میں کم ہوں
بھری محفل میں لیکن آج یہ اعلان کرتا ہوں
میں اپنی زندگی بھر ساتھ دوں گا یا رسول اللہ
جھکے شیرِ خدا جب بات اپنی بر ملا کہہ کر

بنی ہاشم کو یعنی اپنے کنبے کو بلا بھیجا
یہ عبد المطلب کے جانشین سر کردہ و غالب
کہ ان میں کچھ تو تھے ذی ہوش اور کچھ عمر کے بچے
”عزیزو میں تمہارے واسطے اک چیز ہوں لایا
متاع بے بہا ہے اور کفیلِ دین و دنیا ہے
بتاؤ کون اپنا ہاتھ میرے ہاتھ دیتا ہے“
لگا تھا بو لہب اُس وقت پھر کچھ ناروا بکنے
وہی شیرِ خدا جو ساری دنیا پر رہا غالب
مری آنکھوں میں ہے آشوب گویا چشمِ پرہم ہوں
کہ میں سچے نبی پر جان و دل قربان کرتا ہوں
یقین رکھیے کہ قدموں میں رہوں گا یا رسول اللہ
رسول اللہ نے سر پر ہاتھ رکھا مرحبا کہہ کر

اور اپنے نزدیک خاندانوں والوں کو خدا سے ڈرا

وَالَّذِينَ عَمِلُوا صَالِحًا (شعرا)

یہ سب بنی ہاشم تھے ان کی تعداد چالیس یا ایک کم یا ایک زیادہ تھی۔ (رحمۃ للعالمین ۱۳۶)

دیکھو رحمۃ للعالمین صفحہ ۳۷

بڑے بوڑھے جو چپ تھے کھلکھلا کر ہنس پڑے سارے انہیں معلوم کیا تھا جانتے کیا تھے وہ بیچارے کہ یہ لڑکا وہ جس پر ہنس رہے ہیں اس حقارت سے پہاڑوں کے جگر تھرا اٹھیں گے اس کی ہیبت سے بنی ہاشم ہنسی میں بات اڑا کر ہو گئے راہی علیؑ کو ہو گئی حاصل مگر دارین کی شاہی

اسلام لانے والوں پر مصائب کے پہاڑ

علائیہ ادھر سے دین کا اعلان ہوتا تھا ۱۰۔ ادھر سے شہر میں تضحیک کا سامان ہوتا تھا مسلسل پھولنے پھلنے لگا اسلام کا پودا نبیؐ کو اور مسلمانوں کو تکلیفیں لگیں ملنے غضب کے ظلم ہوتے تھے مسلمان ہونے والوں پر لٹاتے تھے کسی کو تپتی تپتی ریت کے اوپر مسلمان بیبیوں پر چابکوں کا مینہ برستا تھا

حضرت بلال رضی اللہ عنہ حبشی النسل تھے اور امیہ بن خلف کے غلام تھے ٹھیک دوپہر کے وقت امیہ ان کو عرب کی چلتی ہوئی پر لٹاتا اور پتھر کی چٹان سینے پر رکھ دیتا یہ وہی بال ہیں جو مؤذن کے لقب سے مشہور ہیں حضرت یاسر اور ان کے بیٹے عمار رضی اللہ عنہما اور ان کی بیوی سمیہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہو گئے تو ابو جہل نے ان کو شدید عذاب پہنچائے ایک دن آنحضرت ﷺ نے ان کو عذابوں میں مبتلا دیکھ کر فرمایا: "اصبرو ایسا ال یاسر فان موعدکم الجنة" ترجمہ: یاسر والو صبر کرو تمہارا مقام جنت ہے ابو جہل نے بی بی سمیہ کے اندام نہانی میں نیزہ مارا اور وہ تڑپ کر ہلاک ہو گئی حضرت خباب بن الارت کے سر کے بال کھینچے جاتے اور گردن مروڑی جاتی گرم پتھروں سے داغ دیا جاتا۔ (رحمۃ للعالمین صفحہ ۴۰)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ رومی مشہور ہیں مگر ان کے والد سنان کسری کی طرف سے ابلہ کے حاکم تھے رومیوں کے حملے کے سبب تباہ حال ہو گئے ایک عرب نے ان کو خرید لے کر ان کو آزاد کر دیا تھا۔ یہ مسلمان ہو گئے۔ ابو لکھبہ رضی اللہ عنہ صفوان بن امیہ کے غلام تھے امیہ ان کا گلا گھونٹتا مارتا، گھسیٹتا مگر وہ راہ خدا سے نہ ہٹے ان کے سینے پر ایسے وزنی پتھر رکھے جاتے کہ ان کی زبان باہر نکل آتی۔

لہذا ایک کنیز تھی حضرت عمرؓ جس وقت تک ایمان نہ لاتے تھے ان کو اتا مارتے کہ خود تھک جاتے اور وہ اسلام پر قائم رہی نہ یہ اور زنجیر بھی کنیزیں عام رہتی تھیں۔ (دیکھو سیرت النبی ۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵)

بلالؓ و یاسرؓ و عمارؓ و خبابؓ اور سمیہؓ
 زبیرہؓ اور عامرؓ تھے غلام اور لونڈیاں اُن کی
 محمدؐ کی محبت میں ہزاروں ظلم سہتے تھے
 یہ ظلم ان کو خدا سے دور کر سکتے نہ تھے ہرگز
 ستم ہائے فراواں کی بڑھی جب حد سے بیدردی
 اخوت مذہبِ اسلام کا پتھر ہے بنیادی
 صہیبؓ اور بو فکہیہؓ اور لبینہؓ اور نہدیہؓ
 مسلمان ہو گئے بس آگئی آفت میں جاں ان کی
 خدا پر تھی نظر ان کی زباں سے کچھ نہ کہتے تھے
 نشے صہبائے وحدت کے اتر سکتے نہ تھے ہرگز
 تو ان کی حضرت بو بکرؓ نے قیمت ادا کر دی
 غلاموں کو دلائی ہے اسی جذبے نے آزادی
 مسلمان ہونے والوں سے غلامی کی مٹی ذلت
 کہ آڑے آگئی عثمانؓ اور بو بکرؓ کی ہمتؓ

اکابر قریش کی ابوطالب کو دھمکی

شرارت میں کمی کوئی نہ کی اشرار مکہ نے
 مگر اس پر بھی جب بڑھتے رہے پیر محمدؐ کے
 ابو جہل و امیہؓ بو لہبؓ عقبہؓ ابو سفیانؓ
 یہ فرزند ان تاریکی جو نورِ حق سے چندھیائے
 کہا ”ہم کو بھتیجا آپ کا بے دین کہتا ہے
 مسلمانوں کو بے بس کر دیا کفار مکہ نے
 تو باہم مشورے ہونے لگے ایذا بے حد کے
 ولید و عاص و عتبہ الغرض جتنے بھی تھے ذیشاںؓ
 ہوئے اک دن اکٹھے اور ابوطالب کے گھر آئےؓ
 ہمارے دین کو انسان کی توہین کہتا ہے

دیکھو سیرت النبی ﷺ صفحہ ۲۱۵

حضرت ابو بکر کے دفتر فضائل کا پہلا باب یہی ہے کہ انہوں نے بے دریغ دولت خرچ کر کے مظلوم مسلمان لونڈی اور غلاموں کو بھاری بھاری داموں پر
 بے کے آزاد کر دیا (سیرت النبی ﷺ صفحہ ۲۱۵)

ابو جہل ابن ہشام امیہ بن خلف عقبہ ابن معیط ابو سفیان حرب بن امیہ ولید بن مغیرہ (حضرت خالد کا باپ) عاص بن وائل سہمی (عمر بن عاص کا باپ)
 ابن ربیعہ (امیر معاویہ کا نانا) دیکھو سیرت النبی ﷺ صفحہ ۲۰۵

ہل کو لات کو عزی کو دیوی دیوتاؤں کو
 ہمارے باپ داداؤں کو بھی گمراہ کہتا ہے
 کسی دن دیکھ لیں گے اس کو اور اس کی نبوت کو
 ہم اپنے دین کی توہین پر چپ رہ نہیں سکتے
 تمہارے پاس آئے ہیں کہ بس اب سہہ نہیں سکتے
 تم اس کا ساتھ چھوڑو یا کرو تنبیہ سمجھاؤ
 ورنہ جنگ کا ساماں کرو میدان میں آؤ!

چچا کی فہمائش بھتیجے کو

یہ کہہ کر چل دیئے سب لوگ ابوطالب بھی گھبرائے
 بلایا آپ کو نرمی سے بولے ”جان عم دیکھو!
 تم اپنے دین کی تلقین کو رہنے دو جانے دو
 میں بوڑھا ہوں اکیلا کل عرب سے لڑ نہیں سکتا
 انہیں ڈرتھا مبادا قوم ہی سے جنگ چھڑ جائے
 تمہیں لازم ہے ڈالو اس چچا پر بار کم دیکھو!
 بڑھاپے میں ہماری شان پر دھبہ نہ آنے دو
 میں اڑ بھی جاؤں تو سارا قبیلہ اڑ نہیں سکتا“

بھتیجے کا جواب

چچا کے دامنِ شفقت کو بھی ہٹا ہوا پایا
 قسم اللہ کی سارا جہاں بھی ہو اگر دشمن
 جفا و ظلم کی آندھی چلے طوفان آجائیں
 کسی دھمکی کسی ڈر سے مرادل گھٹ نہیں سکتا
 تو ہو کر آبدیدہ ہادیٰ برحق نے فرمایا
 یہ سب شیطان کے ساتھی بڑھیں ہو کر بشر دشمن
 مٹانے کو مرے شداد اور ہامان آجائیں
 مجھے یہ فرض ادا کرنا ہے اس سے ہٹ نہیں سکتا
 مرے پیروں تلے روئے زمیں کا مال و زر رکھ دیں
 مرے ہاتھوں میں لا کر چاند سورج بھی اگر رکھ دیں

خدا کے کام سے میں باز ہر گز رہ نہیں سکتا یہ بت جھوٹے ہیں میں جھوٹوں کو سچا کہہ نہیں سکتا
میں سچا ہوں تو بس میرے لیے میرا خدا بس ہے کسی امداد کی حاجت نہیں اُس کی رضا بس ہے
مرا ایمان ہے ہر شے پہ قادر حق تعالیٰ ہے وہی آغاز کو انجام تک پہنچانے والا ہے

ابوطالب کا تاثر

ابو طالب نے حیرت سے بھیجے کی طرف دیکھا جلالِ مصطفیٰ میں نورِ حق جلوہ نما پایا
کہا ”اے جانِ عم اب میں کسی سے ڈر نہیں سکتا جہاں میں کوئی تیرا بال بیکا کر نہیں سکتا“!

تبلیغِ حق کا دشوار گزار راستہ

کفار کی ایذا رسانی اور توہین

پیامبرِ دعوتِ اسلام دینے کو نکلتا تھا نویدِ راحت و آرام دینے کو نکلتا تھا
نکلتے تھے قریش اس راہ میں کانٹے بچھانے کو وجودِ پاک پر سو سو طرح کے ظلم ڈھانے کو
امیہ بو لہب بو جہل عقبہ سخت دشمن تھے شقاوت پیشہ تھے بیداد گر تھے اور پُرفتن تھے
خدا کی بات سن کر مضحکے میں ٹال دیتے تھے نبی ﷺ کے جسمِ اطہر پر نجاست ڈال دیتے تھے

قرآن مجید کی آیت ذیل میں اسی طرف اشارہ ہے۔

لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْقَوَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ (حم سجدہ) اس قرآن کو نہ سنو اس میں گڑبڑ ڈال دو شاید تم غالب آؤ۔

ابو لہب بن عبدالمطلب آنحضرت ﷺ کا چچا تھا مگر آپ کو سب سے زیادہ ایذا دیتا تھا آپ کے دروازے پر محض ستانے کے لیے نجاست ڈال دیتا ایک
مرتبہ کچھ اونٹ ذبح ہوئے تھے ان کی اوجھیں پڑی ہوتی تھیں ابو جہل نے دل لگی کی راہ سے کہا اس اوجھ کو کون لے کر اس شخص پر ڈالتا ہے؟ عقبہ بن ابی معیط
نے کہا میں حاضر ہوں یہ کہہ کر اُس نے اوجھ اٹھائی آپ ﷺ سجدے میں تھے کہ سر اور دونوں شانوں کے درمیان رکھ دی اور سب لوگ قہقہے لگانے لگے۔
آپ ﷺ اُسی طرح ساکت و صامت سجدے میں پڑے رہے سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراء علیہا السلام کو خبر ہوئی اگرچہ وہ کس تھیں مگر تاب نہ لائی دوڑی ہوئی
آئی اور اس نجاست کو دونوں ہاتھوں سے ہٹایا۔ (خاتم المرسلین از شریف صفحہ ۹۰-۹۱)

کوئی گالی سناتا تھا کوئی پتھر اٹھاتا تھا
 حرم کی سرزمین پر آپ پڑھتے تھے نماز اکثر
 قریشی مرد اٹھ کر راہ میں آوازے کستے تھے
 کوئی حضرت کی گردن گھونٹتا تھا کس کے چادر میں
 قریشی عورتیں کانٹے بیابانوں سے لاتی تھیں
 نجاست گھر کے دروازے پہ لا کر پھینک جاتی تھیں
 کلام حق کو سن کر کوئی کہتا تھا یہ شاعر ہے
 کوئی توحید پر ہنستا تھا کوئی منہ چڑاتا تھا
 ہمیشہ اس گھڑی کی تاک میں رہتے تھے بدگوہر
 یہ ناپاکی کے چہرے چار جانب سے برستے تھے
 کوئی دیوانہ پتھر مارتا تھا آپ کے سر میں
 گزر گاہ گل گزارِ وحدت میں بچھاتی تھیں
 جھگڑتیں بد زبانی کرتی تھیں فتنے اٹھاتی تھیں
 کوئی کہتا تھا کاہن ہے، کوئی کہتا تھا ساحر ہے

مگر وہ منبعِ حلم و صفا خاموش رہتا تھا

دعائے خیر کرتا تھا جفا و ظلم سہتا تھا

قریش کی طرف سے مادی ترغیبات

عتبہ کی فہمائش

قریش اک دن اکٹھے ہو کے بیٹھے اور یہ سوچا
 محمد اس قدر صابر ہے کیوں؟ یہ ماجرا کیا ہے؟
 کہ ظلم اتنے کیے لیکن نتیجہ کچھ نہیں نکلا
 نمود و نام کا طالب نہیں تو چاہتا کیا ہے؟

ایک دفعہ بہت سے قریش نے جن میں اشراف قریش شامل تھے آنحضرت پر وار کیا عقبہ بن ابی معیط نے آپ کے گلے میں چادر ڈال کر اس قدر مروڑا کہ آپ کا دم رکنے کے قریب ہو گیا اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جھپٹ کر آئے اور ان لوگوں کے ہاتھوں سے آپ کو یہ کہہ کر چھڑایا۔
 اَتَقْتُلُونَ رَجُلًا اَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ
 تم ایک شخص کو محض اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے اللہ میرا پروردگار ہے
 تمہارے پاس روشن دلائل لایا ہے

ابوسفیان کی زوجہ ام جلیل جو ابوسفیان کی بہن تھی وہ کام چھوڑ کے جاتی اور خاردار جھاڑیوں کا ایک بوجھ پیٹھ پر لا دے لاتی اور آپ کے راستے میں بچھا دیتی
 چونکہ آپ صبح اٹھنے کے عادی تھے اور اندھیرے میں طواف کعبہ کیا کرتے تھے اس لیے آپ کو ان کانٹوں سے سخت تکلیف پہنچتی۔

رسول پاک سے تنہائی میں جا کر ملا عتبہ
 بڑی بھاری مصیبت ڈال دی ہے قوم کے سر پر
 غلاموں مفلسوں^۱ سے آشنائی کرتے پھرتے ہو
 کہا کرتے ہو تم دوزخ کا ایندھن^۲ کلات و عزی کو
 خدا اک ہے، انوکھی بات سمجھاتے ہو لوگوں کو
 بظاہر ہر طریقے سے تمہیں سمجھا چکے ہیں سب
 بہت اچھے تھے پہلے تم تمہیں آخر ہوا کیا ہے؟
 ہمارے دیوتاؤں کی عبادت تم نہ کرتے تھے
 تمہارا مرتبہ پہچانتے تھے کچھ نہ کہتے تھے
 روایات قدیمہ کے مخالف ہو گئے ہو تم
 نہ ہو گا اس طریقہ سے تمہارا مرتبہ بالا
 تمہارے واسطے ہم جمع کر کے مال و زر لائیں
 کہ سارے ملک کو کر دیں گے ہم اس بات پر مائل
 ہمیں کہہ دو تمہارا کام کر دیں گے ہمیں یہ بھی
 تو پھر ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ہے کوئی مرض تم کو

غرض آپس میں کوئی مشورہ کر کے اٹھا عتبہ
 کہا ”جس دن سے تم کہنے لگے ہو خود کو پیغمبر
 رواج و رسم قومی کی برائی کرتے پھرتے ہو
 برا کہتے ہو کیش و مذہب اجداد و آبا کو
 پرانے دین سے تم پھیرتے جاتے ہو لوگوں کو
 قریش اس ذلت و توہین سے تنگ آچکے ہیں سب
 بتاؤ تو سہی آخر تمہارا مدعا کیا ہے؟
 رسوم عام میں پہلے بھی شرکت تم نہ کرتے تھے
 تمہیں ہم نیک طینت جانتے تھے کچھ نہ کہتے تھے
 یہ کیا جادو ہے، کیا افسوس ہے جس میں کھو گئے ہو تم
 تمہاری اس روش نے قوم میں ہے تفرقہ ڈالا
 اگر دولت کی خواہش ہو تو دولت تم کو دلوائیں
 عرب کی سلطنت چاہو تو یہ بھی کچھ نہیں مشکل
 کسی عورت پہ عاشق ہو تو ناممکن نہیں یہ بھی
 نہیں ہے گر نمود و نام و شاہی سے غرض تم کو

حضرت لوح کے خاص مقرین کی نسبت بھی کفار اسی طرح کہا کرتے تھے۔

اور ہم تو بظاہر یہی دیکھتے ہیں کہ تیری پیروی انہیں لوگوں نے کی ہے جو
 رذیل ہیں اس لیے ہم تم میں کوئی بھی برتری نہیں پاتے بلکہ ہماری نظر میں تم
 سب بھولے ہو۔

تم اور جن چیزوں کو پوجتے ہو سب دوزخ کا ایندھن ہوں گی۔

مَا تَرَاكَ اَتَمَّكَ اِلَّا اَلْدِّينَ هُمْ اَرَادُوْا بِاَدَايِ الرَّايِ وَمَا نُوِيْ
 كُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ مَّا بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِيْنَ ۝ (ہود)

اَلَمْ تَرَ اَنَّا نَقُتِّلُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبًا جَهَنَّمَ (الانبياء)

اگر یہ ہے تو کہہ دو صاف جس سے ہم سمجھ جائیں
کریں اس کا تذراک اور دوائیں ڈھونڈ کر لائیں
مسلط کوئی جن ہے یا کوئی آسیب آتا ہے؟
ستاتا ہے تمہیں اس قسم کی باتیں سکھاتا ہے؟
ہمیں تم صاف کہہ دو ہم کسی عامل کو بلوائیں
کوئی تعویذ ڈھونڈیں کوئی ٹونا ٹونکا لائیں!
مگر اس کام سے باز آؤ یہ ضدی روش چھوڑو
مقدس دیوتاؤں کو برا کہنے سے منہ موڑو

تمہارے ان طریقوں سے بڑا طوفان آئے گا

تمہارے پیروں میں کوئی بھی جینے نہ پائے گا

ارشادِ نبوت

کہا، میں تم کو ارشاداتِ ربانی سناتا ہوں
یہ فرما کر پڑھیں حمد کی آیات قرآنی
اٹھا چپ چاپ اپنے ساتھیوں کے رو برو آیا
وہ شاعر بھی نہیں کچھ اور ہے طرزِ کلام اس کا
نہ مال و جاہ کی خواہش نہ ہے دھمکی کا ڈر اس کو
اگر اس شخص کو اہل عرب نے مار ہی ڈالا
اگر یہ غالب آیا ملک پر تو بھی برا کیا ہے
وہ بولے ”اور لیجے یہ بھی اب ہم کو ڈبوتا ہے“

لَقُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ
فَاسْتَغْفِرُوا وَاسْتَغْفِرْ لَهُ (مُحَمَّد)

قُلْ إِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ
لَهُ أَنْدَادًا ذَلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝

کہہ دے میں تمہارے جیسا بشر ہوں وحی نے بتایا کہ تمہارا خدا صرف وہی
ایک خدا ہے پس سیدھے اس کے حضور میں جاؤ اور معافی طلب کرو۔

کہہ دے کیا تم لوگ اس خدا کو جھٹلاتے ہو جس نے دو دن میں یہ زمین پیدا کر
دی اور تم خدا کے شریک قرار دیتے ہو وہی ہے سارے جہان کا پروردگار

غرض کوئی نہ کی پروا پرستارانِ باطل نے
ابنِ طالب کے ڈر سے قتل گرچہ کر نہ سکتے تھے
ابو جہل اور عتبہ کرتے تھے گستاخیاں ایسی
رسول اللہ کو اب اور ایذا کی لگیں ملنے
مگر تضحیک اور تذلیل کرنے سے نہ تھکتے تھے
کہ سن کر بھی جنہیں برداشت کر سکتا نہیں کوئی

حضرت حمزہؓ کا ایمان لانا

شجاع نامور فرزندِ عبد المطلب حمزہؓ
وہ حمزہ لجس کو شاہِ شہسوارانِ عرب کہیے
اگرچہ اب بھی اپنے کفر کی حالت پہ قائم تھے
مشیت تھی کہ ان کے دم سے تقویت ملے حق کو
چلے آتے تھے اک دن دشت سے وہ پشتِ توں پر
سوئے خانہ چلے جاتے تھے رستے میں یہ سن پایا
یہ سن کر جوشِ خوں سے روح میں غیظ و غضب دوڑا
وہاں بو جہل اپنے ساتھیوں میں گھر کے بیٹھا تھا
کیا حمزہ نے نعرہ ”او ابو جہل او خرِ بزدل!
سنا ہے میں نے تو میرے بھتیجے کو ستاتا ہے
اگر کچھ آن رکھتا ہے تو آ میرے مقابل ہو
بلا لے ساتھ اپنے ان حمایت کرنے والوں کو

وہ عمِ مصطفیٰ عالی نسب والا حسبِ حمزہؓ
جسے جانِ عرب لکھیے جسے شانِ عرب کہیے
مگر فخرِ رسل کی دائمی اُلفت پہ قائم تھے
مٹے باطل سے شانِ ظاہری، شوکتِ ملے حق کو
شجاعت اور جلالِ ہاشمی تھا اپنے۔ جو بن پر
بھتیجے کو مرے بو جہل نے صدمہ ہے پہنچایا
پلٹ کر سوئے کعبہ ابنِ عبد المطلب دوڑا
مثیل ابرہہ تھا ہاتھیوں میں گھر کے بیٹھا تھا
محمد مصطفیٰ کے دین میں اب میں بھی ہوں شامل
ہمیشہ گالیاں دیتا ہے اور فتنے اُٹھاتا ہے
کہ تیری بد زبانی کا چکھا دوں کچھ مزا تجھ کو
ذرا میں بھی تو دیکھوں ان کمینوں کو رذالوں کو“

حضرت حمزہؓ ابنِ عبد المطلب آنحضرت کے برادرِ رضائی بھی تھے یعنی آنحضرت ﷺ نے ثویبہ کا دودھ بھی پیا تھا۔ ثویبہ حضرت حمزہؓ کو بھی دودھ پلا چکی تھی۔

یہ کہہ کر گھس پڑے حمزہ گروہ بد سگالاں میں
کماں تھی ہاتھ میں وہ سر پہ ناہنجار کے ماری
سبھی دیکے کھڑے تھے چھا گیا تھا ایک سناٹا
کہا ”گر آج سے میرے بھتیجے کی طرف دیکھا
یہ کہہ کر چل دیئے مشرک بھلا کیا ٹوک سکتے تھے
ابو جہل اس لیے دبکا پڑا تھا فرش کے اوپر
یہاں سے جا کے حمزہ جلد تر ایمان لے آئے

گریباں سے پکڑ کر کھینچ لائے اس کو میداں میں
گرا بو جہل سر سے ہو گیا ناپاک خوں جاری
مگر حمزہ نے کھا کر رحم اس کا سر نہیں کاٹا
تیرے ناپاک چمڑے میں شتر کی لید بھروں گا“
کہیں روباہ بھی اس شیر نر کو روک سکتے تھے
مبادا واپس آ کر قتل کر دے عم پیغمبر
بھتیجے کے وسیلے سے چچا نے مرتبے پائے

حضرت عمر کے ایمان کا بیان

دُشمنانِ دین میں نبی کے قتل کی تجویزیں

عمرؓ ابن خطاب اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے
نہایت صاحبِ غیرت بہادر تھے تہمتن تھے
غریبوں حق پرستوں کو اذیت دیتے رہتے تھے
جنابِ حضرت حمزہؓ بھی جب ایمان لے آئے
مسلمانوں کی روز افزوں ترقی سے لگے ڈرنے
کوئی بولا غضب ہے اپنی طاقت گھٹتی جاتی ہے

حجابِ کفر میں تھے دامنِ حق میں نہ آئے تھے
مگر سچے نبی کے اور مسلمانوں کے دشمن تھے
مسلمان اُن کے ہاتھوں سے ہزاروں رنج سہتے تھے
تزلزل پڑ گیا باطل میں اہل مکہ گھبرائے
نبیؐ کو قتل کر دینے کی تجویزیں لگے کرنے
کہ دُنیا دینِ آبائی سے پیچھے ہٹی جاتی ہے

۱۔ یہ جو خاتم الرسلین صفحہ ۹۳

۲۔ حضرت حمزہؓ کا خطاب اسد اللہ و رسولؐ بھی تھا۔ دیکھو نمبر ۱۱۱۱ جلد دوم صفحہ ۹۱

یہی حالت رہی تو ایک دن ایسا بھی آئے گا
 کوئی بولا ”یہ مذہب پھیلنے سے رُک نہیں سکتا
 کہا بوجہل نے ”دیکھو یہ نرمی کا نتیجہ ہے“
 ہبل کے واسطے کوئی چڑھاوا بھی نہ لائے گا“
 محمدؐ زندہ ہیں جب تک یہ جھگڑا چک نہیں سکتا“
 پکارا ”بولہب میں کیا کروں میرا بھتیجا ہے“

عمرؓ نبیؐ کے قتل کا بیڑا اٹھاتے ہیں

عمرؓ بولے یہ قصہ ہی چکا دیتا ہوں میں جا کر
 بدی کے غلغلے اس محفلِ حق پوش میں اٹھے
 چلے اس زندگی بخش جہاں کے قتل کرنے کو
 نعیمؓ اک مردِ مسلم سے ہوئی مُٹ بھڑستے میں
 کہا ”میں قتل کرنے جا رہا ہوں اس پیغمبرؐ کا
 وہ بولے اپنے گھر کا حال بھی معلوم ہے تم کو
 تمہارے گھر میں بتا ہے خدا کا نام مدت سے
 یہ سن کر اور بھی غیظ و غضب طوفان پر آئے
 غضب ٹوٹا عمرؓ دہلیز پر جس وقت چڑھتے تھے
 کہ دیتا ہوں تمہیں سرہادی اسلام کا لا کر
 عمرؓ نے کھینچ لی تلوار پورے جوش میں اٹھے
 شہنشاہِ مکان و لا مکان کے قتل کرنے کو
 وہ بولے آج کیا ہے تم نظر آتے ہو غصے میں؟
 کہ جس نے خرخشے میں ڈال رکھا ہے عرب بھر کو
 کہ ہمیشہ مسلمان ہو چکی معلوم ہے تم کو؟
 کہ بہنوئی تمہارا لا چکا اسلام مدت سے
 عمرؓ تلوار کھینچے اپنے بہنوئی کے گھر آئے
 وہ دونوں حضرت خبابؓ سے قرآن پڑھتے تھے

مکرمیرت النبیؐ صفحہ ۲۰۸

بولہب نبیؐ کا سب سے زیادہ دشمن تھا جب آنحضرتؐ تبلیغ کے لیے نکلتے تو یہ پیچھے سے پکارتا جاتا۔ لوگو! وہاں ہے اس کی بات میں نہ آنا۔
 نعیم بن عبداللہ حضرت عمرؓ کے خاندان کے ایک معزز شخص تھے۔

حضرت خباب بن الارت بنی تمیم میں سے تھے جاہلیت میں غلام بنا کر فروخت کر دیے گئے تھے ام انمار نے خرید لیا تھا یہ ان دنوں ایمان لائے جب
 حضرتؐ راقم کے گھر میں مقیم تھے اور اس وقت تک صرف چھ سات شخص ایمان لا چکے تھے انہوں نے اسلام کی محبت میں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائی
 ان کو گرم ریت پر لٹا کر سینے پر بھرا رکھ دیا جاتے اور ان کی پشت ان صدمات سے برس کے سفید داغوں کی طرح سفید پڑ چکی تھی۔ (سیرت النبیؐ)

(۲۱۲-۲۱۳)

سنی آہٹ تو فوراً چھپ گئے خباب پردے میں
 کہا ”دونوں مسلمان ہو چکے ہو جانتا ہوں سب!“
 کہ زخموں سے نکل کر خون کی بہنے لگی دھارا
 شکنجوں میں کسے یا بوٹیاں کتوں سے نچوالے
 بلندی معرفت کی مل گئی ہے گر نہیں سکتے!!“
 عمر کے دل پر اس نقشے سے عبرت ہو گئی طاری
 کہا اچھا دکھاؤ مجھ کو وہ آیات قرآنی
 بہن بولی ”بغیر غسل اس کو چھو نہیں سکتے“
 یہ سن کر اور حیرت چھا گئی منہ رہ گئے تکتے

اُٹھے اور غسل کر کے لے لیا قرآن ہاتھوں میں

بھلی ساعت میں آئی دولتِ ایمان ہاتھوں میں

حضرت عمرؓ کا ایمان

کلامِ پاک کو پڑھتے ہی آنسو ہو گئے جاری
 خدائے واحد و قدوس کی ہیبت ہوئی طاری

۱۔ حضرت عمرؓ کے بہنوئی کا نام سعید بن زید تھا اور بہن کا نام فاطمہ بن خطاب۔

۲۔ سیرت النبیؐ صفحہ ۲۰۹ فاطمہؓ نے قرآن کے اجزائے سارے رکھ دیے عمرؓ نے اٹھا کر دیکھا تو یہ سورۃ تھی۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ
 زمین و آسمان میں جو کچھ ہے خدا کی تسبیح پڑھتا ہے اور خدا ہی غالب حکمت والا

ہے

○ (حدید)

ایک ایک لفظ پر اُن کا دل مرعوب ہو جاتا تھا یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے۔

خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔

اقْبُوا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ (حدید)

تو بے اختیار پکار اُٹھے

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ رسول خدا

ہیں۔

وہ دل، وہ سخت دل جو آہن و فولاد کا دل تھا
شعاع نور نے اس دل کو یکسر موم کر ڈالا
اڑی کا فور کی صورت سیاہی رنگِ باطل کی
اسی عالم میں اُٹھے جانبِ کوہِ صفا دوڑے
مسلمانوں کے حق میں جو کسی جلاد کا دل تھا
ہوئی تسکین بہہ نکلا قدیمی کفر کا چھالا
یکا یک آج روشن ہو گئیں گہرائیاں دل کی
نکل کر نزعِ شیطاں سے جیسے پارسا دوڑے

عمرؓ آستانہ نبوت پر

رسول اللہ تھے اس دم مقیم خانہ ارقمؓ
نجیف و ناتواں کچھ اور اہل اللہ بیٹھے تھے
عمر آئے مسلح، آ کے دروازے پہ دی دستک
صحابہ نے جونہی سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا
صحابہ میں سے اکثر ڈر گئے اس رنگِ ظاہر سے
رسول اللہ سے آکر عرض کی اک طرفہ ساماں ہے
کہا حمزہؓ نے ”جاؤ جس طرح آتا ہے آنے دو
ادب ملحوظ رکھے گا تو خاطر سے بٹھائیں گے
اگر نیت نہیں اچھی تو اس کو قتل کر دوں گا
رسول اللہ سن کر مسکرائے اور فرمایا
عمرؓ داخل ہوئے اندر تو اُٹھے حضرت والا
حضور میں جناب حمزہؓ و بو بکرؓ تھے ہمدم
خدا سے لو لگائے دو جہاں کے شاہ بیٹھے تھے
اسی انداز میں تھے ہاتھ میں تلوار تھی اب تک
چمک تلوار کی آئی نظر روئے عمرؓ دیکھا
عمرؓ کا دبدبہ کچھ کم نہ تھا اک فوج قاہر سے
عمرؓ در پر کھڑے ہیں ہاتھ میں شمشیر براں ہے
اسے اندر بلاؤ جس طرح آتا ہے آنے دو
نمونہ اس کو ہم خلقِ محمد کا دکھائیں گے
اسی کی تیغ سے سرکاٹ کر چھاتی پہ دھردوں گا
”بلاؤ دیکھ لیں کس دھن میں ہے ابنِ خطاب آیا“
ہوا شور ریز سر شاخِ طوبیٰ پر قدِ بالا

ایم کامکان کوہ صفا کی تبلیثی پر تھا اور رسول اللہ وہاں پناہ گزیں تھے (سیرت النبی ﷺ صفحہ ۲۱۰)

دیکھو سیرت النبی ﷺ صفحہ ۲۱۰

کہا چادر کا دامن کھینچ کر کیوں اے عمر کیا ہے! ”چلا تھا آج کس نیت سے کس نیت سے آیا ہے؟“
 عمرؓ کے جسم پر اک کپکپی سی ہو گئی طاری
 ادب سے عرض کی ”حاضر ہوا ہوں سر جھکانے کو
 یہ کہنا تھا کہ ہر جانب صدائے مرحبا گونجی
 وہیں سر جھک گیا آنکھوں سے آنسو ہو گئے جاری
 خدا پر اور رسول پاکؐ پر ایمان لانے کو“
 فضا میں نعرۃ اللہ اکبر کی صدا گونجی

حضرت عمرؓ کی شانِ ایمان

عمرؓ رخصت ہوئے ایمان لا کر شہر کی جانب
 وہاں وہ لوگ بیٹھے تھے عمرؓ کے منتظر سارے
 عمرؓ آ کر پکارے ”اے قریش! اے فہرؓ کے بیٹو!
 یہ بت جھوٹے ہیں بیشک پوچنا بے سود ہے سب کا
 کوئی جھٹلائے مجھ کو یا کرے میرا یقین کوئی“
 نہ ہوگا کچھ بھی حاصل کرے حجت سے حیلے سے
 حقیقت کا تمہارے سامنے اظہار کرتا ہوں
 کتاب اللہ پر قرآن پر ایمان لایا ہوں
 یہ سن کر زلزلہ سا آ گیا ایوانِ باطل میں
 چلے بے خوف ہو کر بانیانِ قہر کی جانب
 کسی کے قتل ہونے کی خبر کے منتظر سارے
 سنو اے عقل کے اندھو سنو تقدیر کے بیٹو!
 خدا واحد ہے جو خالق ہے اور معبود ہے سب کا
 محمد ہیں رسول اللہ اس میں شک نہیں کوئی
 فلاح دین و دنیا ہے محمدؐ کے وسیلے سے
 میں توحید و رسالت کا بہ دل اقرار کرتا ہوں
 خدائے واحد و رحمن پر ایمان لایا ہوں
 بہت صدمہ ہوا دل کی امیدیں رہ گئیں دل میں

۱۔ حضرت عمرؓ سے پہلے پچاس کے قریب آدمی ایمان لا چکے تھے عرب کے مشہور بہادر سردار شہداء حضرت حمزہؓ بھی مسلمان ہو چکے تھے تاہم مسلمان اپنے
 فریادیں ادا نہیں کر سکتے تھے کعبہ میں نماز ادا کرنا تو گویا ناممکن ہی تھا لیکن حضرت عمرؓ کے ایمان لانے سے حالت بدل گئی۔ انہوں نے علانیہ اسلام کا اظہار
 کیا۔ کافروں نے شدت کے ساتھ مخالفت کی لیکن وہ ثابت قدم رہے یہاں تک مسلمانوں کو ساتھ لے جا کر کعبے میں نماز ادا کی ابنِ ہشام اس واقعہ کو عبداللہ بن
 مسعود کی زبانی اس طرح لکھتا ہے کہ عمرؓ اسلام لانے تو قریش سے لڑے یہاں تک کہ کعبے میں نماز پڑھی اور ان لوگوں کے ساتھ ہم لوگوں نے بھی پڑھی۔
 ۲۔ فہر قریش اول کا نام تھا۔

اٹھے سب طیش کھا کر پل پڑے اس مردِ غازی پر کیا اُن بھیڑیوں نے حملہ اس شیرِ حجازی پر
مگر وہ مردِ میدانِ وفا غالب رہا سب پر خدا غالب ہوا، نامِ خدا غالب رہا سب پر

ہجرت حبشہ

ایذا دہی کی انتہا، طرح طرح کی عقوبتیں

عمرؓ کی حق پسندی سے بڑھی اسلام کی شوکت علی الاعلان اب ہونے لگی تبلیغ کی خدمت
قریش اب ہو چکے تھے درحقیقت خون کے پیاسے یہ باطل محو کرنا چاہتا تھا حق کو دُنیا سے
ستم ایجاد تھے لاکھوں ستم ایجاد کرتے تھے کوئی جلاد کیا کرتا جو یہ جلاد کرتے تھے
زمین و آسمان جب دھوپ کی گرمی سے تپتے تھے غضب کی دل لگی تھی ریت پر مسلم تڑپتے تھے
جہلس کر سرخ ہو جاتی تھی جب چھاتی چٹانوں کی ہم آغوشی ہوا کرتی تھی ان سے بے زبانوں کی
نشانِ سجدہ توحید تھا جن کی جبینوں پر دھرے رہتے تھے پہروں سخت پتھر اُن کے سینوں پر
جو ابراہیم کے پوتوں کو پھول اور باغ دیتے تھے سلاخیں سرخ کر کے لوگ ان کو داغ دیتے تھے
مثالِ نوح جو انسان کے بیڑے ترا تے تھے انہیں یہ لوگ پہروں آب میں غوطے کھلاتے تھے
غلاموں تک نہ تھا محدود یہ ”لطف و کرم“ ان کا کہ تھا ہر بندہ توحید پر ظلم و ستم ان کا
ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ علیؓ تک کو ستاتے تھے ابوذرؓ پر زبیرؓ و سعدؓ پر سو ظلم ڈھاتے تھے
وہ مصعبؓ عبد الرحمنؓ اور جعفر بن ابی طالبؓ یہ سب کے سب بہادر جو کہ تھے یک جان دو قالب

حضرت عثمان بن عفان کے اسلام لانے کی خبر ان کے چچا کو ہوئی تو وہ ان کو طرح طرح کی ایذائیں دینے لگا اکثر اوقات کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ
تا اور پیچھا دیا کرتا۔

قیامت خیز ایذا میں غضب کے رنج سہتے تھے وطن کی سرزمین پھرنے لگی جب آسمان بن کر حقوقِ زندگی بھی چھین گئے جب اہلِ وحدت سے مسلمانوں کی اک تعداد نکلی بے وطن ہو کر مگر اس امر کی جب اہل مکہ نے خبر پائی چلے مکے سے ابنِ عاص جو تھے ان دنوں کافر حضورِ شہ جھکے سجدے میں یہ سب ظلم کے بانی کہ اے شاہِ حبش یہ سلطنت قائم رہے دائم حبش میں آ بے ہیں ہر طرح دلشاد پھرتے ہیں یہودی اور نصرانی مذاہب سے بھی جلتے ہیں پکڑ کر اس سفارت کے حوالے کیجیے ان کو نجاشی اور درباری یہ سب کے سب تھے نصرانی

تشدد منع تھا اس واسطے خاموش رہتے تھے ہوادم گھونٹنے کے واسطے پھیلی دھواں بن کر حبش کی سمت ہجرت کا ملا فرماں نبوت سے حبش یعنی نجاشی کی حکومت میں بنایا گھر تعاقب کے لیے فوراً سفارت ایک بھجوائی سفارت لے کے دربارِ نجاشی میں ہوئے حاضر تحائف اور نذریں پیش کر کے عرض گزرائی ہمارے شہر سے بھاگ آئے ہیں کچھ قوم کے مجرم مذاہب کی بُرائی کرتے ہیں آزاد پھرتے ہیں نیا دین ایک قائم کر لیا ہے جس پہ چلتے ہیں اسی خاطر ہم آئے ہیں ہمیں دے دیجیے ان کو“ ہوا جب مشورہ ہر شخص نے تائید کی ٹھانی

۱۔ حضرت ابوذر کا اسلام لانے والوں میں ساتواں یا چھٹا نمبر تھا۔

ع وَالَّذِينَ هَاجَرُوا إِلَى اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً (النحل)

۲۔ سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفان اور ان کی زوجہ یعنی آنحضرت ﷺ کی بیٹی سیدہ رقیہ نے ہجرت اختیار کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت لوط علیہ السلام کے بعد عثمان پہلا شخص ہے جس نے راہِ خدا میں ہجرت کی ہے یہ پہلا قافلہ ۱۲ مردوں اور چار عورتوں پر مشتمل تقاریر کی تاریکی میں مکے سے نکلے اور جدہ کی بندرگاہ سے جہاز پر سوار ہو کر حبش کو چلے گئے۔ ان کے بعد اور بھی مسلمان جن میں ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں تھیں ان کے قافلہ سالار حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔

۳۔ عمر بن عاص جو بعد میں مسلمان ہوئے اور فاتحِ مصر کے نام سے مشہور ہیں اس وقت کافر تھے اور مسلمانوں کے سخت دشمن۔

۴۔ سفارت نے جس میں عمر بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ جیسے سرکردہ لوگ تھے نجاشی شاہِ حبش کے درباریوں اور پادریوں کو جاتے ہی کاٹھ لیا تھا کہ دربار میں ان کی طرف سے تائید ہی ہوگی۔ (دیکھو سیرت النبی صفحہ ۲۲۰-۲۲۱)

نجاشی انصاف کی راہ پر

مگر سب کی ہم آہنگی نجاشی نے بُری سمجھی
مسلمانوں کو بھی اُس نے بلایا اور فرمایا
تمہارا جرم کیا ہے قوم کیوں ناراض ہے تم سے؟
کسی کو قتل کر ڈالا کہ بگڑی کوئی شے تم سے؟
تمہارا دین کیا ہے کیا وہ دُنیا سے نرالا ہے؟
جسے تم یہ سمجھتے ہو کہ سب دینوں سے بالا ہے؟“

در بارِ نجاشی میں حضرت جعفرؓ کی تقریر

جناب حضرت جعفرؓ اُٹھے تقریر کرنے کو
کہا ”اے بادشہ ہم لوگ کافر اور جاہل تھے
بہت بدکار تھے بت پوجتے، مردار کھاتے تھے
قیموں پر، غلاموں لونڈیوں پر ظلم ڈھاتے تھے
یہ حالت تھی برادر کا برادر جان لیوا تھا
دقیقہ کون سا باقی رہا تھا ڈوب جانے میں
تکلف برطرف جاتے تھے ہم سیدھے جہنم میں
نبی! شہرہ ہے ساری قوم میں جس کی امانت کا
وہ آیا اور اُس نے دعوتِ اسلام دی ہم کو
ہمیں تلقین کی ان پتھروں کا پوجنا چھوڑو
ہمیں تلقین کی اک دوسرے کے حق کو پہچانو
علی الاعلان دین اللہ کی تفسیر کرنے کو
ہم اس دارِ مشقت میں نکلتے اور کاہل تھے
غریبوں کو، شریفوں کو، ضعیفوں کو ستاتے تھے
پڑوسی زیر دستوں کو زبردستی دکھاتے تھے
گناہوں کا سمندر ناؤ کا شیطان کھیوا تھا
سہارا کوئی بھی حاصل نہ تھا ہم کو زمانے میں
اسی اثناء میں ایک سچا نبی پیدا ہوا ہم میں
کوئی منکر نہیں جس کی صداقت کا، دیانت کا
نکالا موت کے پنجے سے بخشی زندگی ہم کو
زنا سے، جھوٹ سے، چوری سے، سرشوری سے منہ موڑو
سبھی انسان ہو انسانیت دکھلاؤ نادانو

ہمیں اُس نے نماز و روزہ کے ارکان سکھلائے
 ہمیں آ یا ہمیں یہ دین ہم ایمان لے آئے
 بس اتنی بات تھی جس پر ہوئے اہل وطن دشمن
 ہمیں جی کھول کر دیتے رہے رنج و محن دشمن
 ہمارا جرم یہ ہے بت پرستی چھوڑ دی ہم نے
 ملی ہم کو اذیت اپنی بستی چھوڑ دی ہم نے
 ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ پھر گمراہ ہو جائیں
 یہاں حاضر ہیں ہم اب آپ ہی انصاف فرمائیں

نجاشی راہِ ہدایت پر

سچائی کا اثر ظاہر ہوا قلبِ نجاشی پر
 وہ بولا ”کون سا بُرہان لایا ہے وہ پیغمبر؟“
 سنائیں حضرت جعفرؓ نے چند آیاتِ قرآنی
 نجاشی کے مکر و دل نے پائی جن سے تابانی
 ہوا دل پر اثر آنکھوں سے آنسو ہو گئے جاری
 کہا لا ریب اللہ کی کتابیں ایک ہیں ساری
 قسم اللہ کی اعجاز ہے انجیل و قرآن میں
 اسی کے نطق کی آواز ہے انجیل و قرآن میں

نجاشی کا تہیہ

کیا اب یوں مخاطب اہل مکہ کے سفیروں کو
 کہ ”جو مظلوم میرے دامنِ دولت میں آئے گا“
 مسلمانوں سے بولا ”تم حبش کو اپنا گھر سمجھو
 یہ دُنیا اک مسافر خانہ ہے ہم سب مسافر ہیں
 کہ جاؤ کہہ دو اپنے بھیجنے والے شریروں کو
 وہ خود جائے تو جائے کوئی لے جانے نہ پائے گا“
 مجھے اپنا معین و ہم خیال و ہم نظر سمجھو
 خدا منزل ہے سب کی حیف ہے اُن پر جو کافر ہیں

۱۔ حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کی چند آیات پر حیں دیکھو سیرت النبی ﷺ صفحہ ۲۲۱

رسول اللہ کے خلاف اہل مکہ کا معاہدہ

شرارت اہل مکہ کی کسی صورت نہ کام آئی
شریروں کو بڑی شرمندگی تھی اپنی بیٹی کی
بنی ہاشم کے گھر سے بولہب بھی ساتھ شامل تھا
صلاح و مشورے کے بعد اب یہ بات طے پائی
لکھا یہ تھا ”تعلق قطع ہے اب آل ہاشم سے
رفاقت، بیاہ، شادی، ناتا رشتہ، دوستی، اُلفت
تواضع، گفتگو، بیع و شری سب ترک کرتے ہیں
ہمارے شہر میں ڈھونڈیں نہ چیزیں کھانے پینے کی
ہمارے ان کے باہم کام دھندے بند ہیں سارے
ابو طالب لیے بیٹھے رہیں اپنے بھتیجے کو
محمدؐ جو ہمیں ہر بات میں گمراہ کہتا ہے
ابو طالب اگر اس کو ہمارے ہاتھ میں دے دیں
ہم اُن کو قتل کر ڈالیں تو پھر یہ عہد ٹوٹے گا

سفارت بھی حبش سے یوں ہی بے نیلِ مرام آئی
اکٹھے ہو کے پھر اہل ستم نے اک کمیٹی کی
کہ ہر ایذا دی کے وقت اس کا ہاتھ شامل تھا
کہ اک تحریر لکھوا کر درِ کعبہ پہ لٹکائی
نہ رکھیں آج کے دن سے وہ کوئی واسطہ ہم سے
مروت، لین دین اور ملنا جلنا سب کا سب رخصت
کوئی آکر نہ پوچھے گا وہ جیتے ہیں کہ مرتے ہیں
نہیں پروا ہمیں اب ان کے مرنے اور جینے کی
قریش اس باہمی تحریر کے پابند ہیں سارے
میں گے بھوکے پیاسے خود سمجھ لیں گے نتیجے کو
خدا کو ایک اور خود کو رسول اللہ کہتا ہے
جو اسکے ساتھ والے ہیں سب اسکے ساتھ میں دیدیں
لہو ان کا دوبارہ نخل اُلفت بن کے پھوٹے گا

غرض یہ عہد لکھوا کر درِ کعبہ پہ لٹکایا

ابو طالب کے پاس اک ہاشمی فوراً خبر لایا

کیونکہ بنی ہاشم اگرچہ مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر قبیلہ کی عصیت کے سبب سے نبی کا ساتھ نہیں چھوڑتے تھے۔ (رحمۃ للعالمین)
اس معاہدہ کا ذکر طبری نے اور ابن سعد نے تفصیل سے کیا ہے نبی کریم کو قتل کے لیے حوالے کر دینے کا تذکرہ جواب مواہب لدینہ میں ہے۔ (سیرت
اس معاہدہ کی کتابت منصور بن عکرمہ نے کی تھی۔ (صفحہ ۳۳۸)

ابو طالب کی ثابت قدمی

ابو طالب نے فرمایا ”عجب اُلٹا زمانہ ہے وہ صبحِ نور جس کے چہرہ انور کی برکت سے وہ دامن جو یتیموں کو پناہیں دینے والا ہے وہ جس نے اُجڑی پجڑی آدمیت کو سنوارا ہے وہی جو ابرِ رحمت بن کے بے جانوں کو جاں بخشے وہی جو نوعِ انساں کو غلامی سے رہائی دے یہ انساں دامِ مرگ اس کے غلاموں پر بچھاتے ہیں اسی کے باغ پر یہ برقِ شعلہ ریز ہوتی ہے وہ جس کا نام لینے سے پلٹ جاتی ہے تقدیریں کریں بیداد ہم پر اور ہمیں سے داد بھی چاہیں ہمیں منظور ہے قطعِ تعلق اہلِ مکہ سے یہ کہہ کر آلِ عبد المطلب کو گھر میں بلوایا بنی ہاشم اگرچہ آج تک ایماں نہ لائے تھے اکٹھے ہو گئے شعبِ اَبی طالب میں آ آ کر فقط اک بولہب سب سے الگ تھا سب کا دشمن تھا

یہ اچھی دوستی ہے واہ کیا اچھا بہانہ ہے کیا کرتے ہیں باراں کی تمنا ابرِ رحمت سے جو اندھوں کو بصیرت کی نگاہیں دینے والا ہے جو بے یاروں کا یارا بے سہاروں کا سہارا ہے چمن کو رنگ بخشے اور بلبل کو زباں بخشے وہی جو پنچہ مرگِ دوامی سے رہائی دے حرم کے طائروں کو شانِ صیادی دکھاتے ہیں اسی کے بے زبانوں پر چھری اب تیز ہوتی ہے اسی کو قتل کر دینے کی اب ہوتی ہیں تدبیریں ہمارا قتل ہو اور ہم سے پھر امداد بھی چاہیں نہیں ہم چاہتے رسمِ تعلق اہلِ مکہ سے کیا کنبہ اکٹھا اور سارا حال بتلایا مگر اہلِ حمیت ہاشمی ماؤں کے جائے تھے یہیں پر تھے رسولِ پاک اہلِ بیت اور چاکر نہایت سنگدل بے رحم بے ایمان پر فن تھا

۱۔ ابو طالب کے ایک قہیدے کا پہلا شعر ہے۔

وابيض يستسقى الغمامه بوجهه

ثمال اليتامى عصمة الارامل -

وہ گورِ شخص جس کے چہرے کی برکت سے بارانِ رحمت کی دعا کی جاتی ہے جو یتیموں کے لیے پناہ اور دکھیا عورتوں کو دکھ سے نجات دینے والا ہے

شعبِ ابی طالب میں محصوری کا زمانہ

بڑی سختی سے کرتے تھے قریش اس گھر کی نگرانی کوئی غلے کا سوداگر اگر باہر سے آ جاتا پہاڑوں کا درہ ایک قلعہ محصور تھا گویا رسول اللہ لیکن مطمئن تھے اور صابر تھے وہ حمزہ کا شکار آہواں کے واسطے جانا وہ بچوں کا تڑپنا ماہی بے آب کی صورت عمر کا ہاتھ اکثر قبضہ شمشیر پر رکھنا نبی کے حکم کی تعمیل کرنا اور چپ رہنا وہ بھوکے بچیوں کا رُوٹھ کر فی الفور من جانا تڑپنا بھوک سے کچھ روز آخر جان کھو دینا گزارے تین سال اس رنگ سے ایمان والوں نے رضا و صبر سے دن کٹ گئے ان نیک بختوں کے دکھائی شکل اس آغاز کے انجام نے ایک دن

نہ آنے دیتے تھے غلہ ادھر تاحد امکانی تو رستے ہی میں جا کر بولہب کبخت بہکاتا خدا والوں کو فاقوں مارنا منظور تھا گویا خدا جس حال میں رکھے اسی حالت پہ شاکر تھے کبھی کچھ بھی نہ ملنا اور خالی ہاتھ آ جانا علی کے ضبط میں غصے کے پیچ و تاب کی صورت نبی کے حکم پر سر تکیہ تقدیر پر رکھنا غضب کو ضبط کرنا قہر اپنی جان پر سہنا خدا کا نام سن کر صبر کی تصویر بن جانا وہ ماؤں کا فلک کو دیکھ کر چپ چاپ رو دینا دکھا دی شان استقلال اپنی آن والوں نے کہ کھانے کے لیے ملتے رہے پتے درختوں کے چچا کو دی خبر اس مصدر الہام نے ایک دن

شعب ابی طالب پہاڑ کے ایک درے کا نام ہے جو خاندان بنو ہاشم کی موروثی ملکیت تھی۔

دیکھو خاتم المرسلین صفحہ ۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳ سیرت النبی ﷺ ۲۲۸- سیرت خیر البشر صفحہ ۷۲- سیرت رحمۃ للعالمین صفحہ ۵۳

بنی ہاشم کے بچے بھوک سے اس قدر رو دیا کرتے تھے کہ ان کی آواز گھائی سے باہر سنائی دیتی۔ (زاد المعاد)

صحابی کی زبان سے مذکور ہے کہ ہم طلحہ کے پتے کھا کھا کر بسر کرتے تھے حضرت سعد بن وقاص کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رات کو سوکھا ہوا چمڑہ ہاتھ آ گیا میں اس کو پانی سے دھویا پھر آگ پر بھونا اور پانی میں ملا کر کھایا۔ (روض الانف بحوالہ سیرت النبی صفحہ ۲۲۸)

کہ دیمک کھا چکی ہے ظالموں کے عہد نامے کو شکستہ کر دیا اللہ نے باطل کے خاتمے کو
ہے عبرت کا سبق اس انتباہِ آسمانی میں فقط نامِ خدا باقی ہے اس تحریرِ فانی میں

شکستِ معاہدہِ باطل

ابی طالب اٹھے گھر سے نکل کر شہر میں آئے تھے جن کے دستخط اس عہد نامے پر وہ بلوائے
کہا اس قسم کی دی ہے بھیجے نے خبر مجھ کو دکھاؤ کھول کر تحریر اپنی اک نظر مجھ کو
میں اس کو چھوڑ دوں گا قول ہے اس کا اگر باطل وہ حق پر ہے تو پھر اس عہد نامے کا اثر باطل
تبختر کی ادا سے ہنس پڑا بو جہل بد گوہر اتارا عہد نامہ دیکھ کر سب رہ گئے ششدر
کہو ظاہر پرستو! کیا یہ امرِ اتفاقی تھا جو فانی تھا، وہ فانی تھا جو باقی تھا، وہ باقی تھا

عام الحزن ۱

ابوطالب اور حضرت خدیجہ الکبریٰ کی وفات

ملا اس قید سے آخر مسلمانوں کو چھٹکارا اسی انداز سے بنے لگی تبلیغ کی دھارا
روایت ہے کہ دسواں سال تھا عہدِ نبوت کا کہ ٹوٹا آخری رشتہ بھی انسانی حمایت کا
ابوطالب سدھارے جانبِ ملکِ عدم آخر اٹھا سر سے چچا کا سایہ لطف و کرم آخر

۱۔ بعثتِ نبوی کا دسواں سال تاریخِ اسلام میں عام الحزن کے نام سے مشہور ہے کیونکہ آپ کے دو ایسے رفیق و عمسار اٹھ گئے جن سے آپ کو بہت تقویت ملتی تھی۔ آنحضرت کی مشکلات پہلے سے بھی بڑھ گئیں اور ایک اور سختی کا زمانہ شروع ہوا۔ (سیرت خیر البشر صفحہ ۶۳)

۲۔ ابوطالب آنحضرت ﷺ سے عمر میں ۳۵ سال بڑے تھے۔ رسول اللہ کو ان سے اور ان کو رسول اللہ سے بے حد محبت تھی ایک دفعہ بیمار پڑے تو رسول اللہ سے کہا: ”بھتیجے جس خدا نے تجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اس سے دعا نہیں کرتا کہ مجھ کو اچھا کر دے۔“ آنحضرت نے دعا کی اور وہ اچھے ہو گئے تو آنحضرت نے کہا: خدا تیرا کہانا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر آپ بھی خدا کا کہانا ہیں تو وہ بھی آپ کا کہانا ہے۔ (اصابنی احوال الصحابہ ذکر ابوطالب بحوالہ سیرت النبی از علامہ شلی صفحہ ۲۳۱)

وہ اُم المسلمینؓ جو مادرِ گیتی کی عزت ہے
 لُحْدِیجہؓ طاہرہ یعنی نبیؐ کی با وفا بی بی
 دیارِ جادوانی کی طرف راہی ہوئیں وہ بھی
 یہ بی بی تھیں وہ ہمدردِ یتیمی تھے محمدؐ کے
 مشیت کو مگر مدِ نظر تھی شانِ یکتائی
 قریش اس وقت تک نامِ ابوطالب سے ڈرتے تھے
 ابوطالب کے اٹھ جانے سے ڈر جاتا رہا دل سے
 غلامانِ محمدؐ تھے حبش کے ملک میں اکثر
 دیا زور اور اظہارِ صداقت پر پیہر نے

وہ اُم المسلمینؓ قدموں کے نیچے جس کے جنت ہے
 شریکِ راحت و اندوہ پابندِ رضا بی بی
 گئیں دنیا سے آخر سوائے فردوسِ بریں وہ بھی
 یہ دونوں نغمسارانِ قدیمی تھے محمدؐ کے
 محمدؐ کی یہ تنہائی ہی تھی سامانِ یکتائی
 عرب کے لوگ اُن کے مرتبے کا پاس کرتے تھے
 یہ ہستی اک سپر تھی ہٹ گئی ان کے مقابل سے
 یہاں مکے میں چند افراد تھے دمسازِ پیغمبرؐ
 تو باطل آخری کوشش کے منصوبے لگا کرنے

ہادیؑ اسلام کا سفرِ طائف

وہ ہادیؑ جو نہ ہو سکتا تھا غیر اللہ سے خائف
 دیا پیغامِ حق طائف میں طائف کے رئیسوں کو
 نبیؐ کے ساتھ یہ بد بخت پیش آئے رعونت سے
 ”اگر اللہ تجھ ایسوں کو نبیؐ پاک کرتا ہے
 چلا اک روز مکے سے نکل کر جانبِ طائف
 دکھائی جنسِ روحانی کمینوں کو حسیوں کو
 جو سر کردہ تھا ان میں بول اٹھا فرطِ حقارت سے
 تو گویا پردہٴ کعبہ کو خود ہی چاک کرتا ہے“

حضرت خدیجہؓ نے رمضانؓ انہوی میں وفات پائی آپ کی عمر ۶۵ برس ہوئی مقامِ حجون میں دفن کی گئیں آنحضرتؐ خود ان کی قبر میں اترے اس وقت تک
 نمازِ جنازہ شروع نہیں ہوئی تھی۔ (سیرت النبی)

طائف میں بڑے بڑے امرا اور اباب اثر رہتے تھے عمیر کا خاندان رئیس القباہل تھا یہ تین بھائی تھے عبدیالیل، مسعود، حبیب
 دیکھو سیرت النبیؐ از علامہ شبلی صفحہ ۲۳۲

کہا اک دوسرے نے ”واہ وہ بھی ہے خدا کوئی
ظرافت کی ادائے طنز سے اک تیسرا بولا
”اگر میں مان لوں تم کر رہے ہو راست گفتاری
اگر تم جھوٹ کہتے ہو تو ڈرنا چاہیے تم سے
یہ طعن سو قیاس نہ سن کے بھی ہادیٰ نہ گھبرایا
کہ ”حق پر دل نہیں جمتا تو اچھا خیر جانے دو!
یہ کہہ کر شہر کی جانب چلا اسلام کا ہادیٰ
مگر بھڑکا دیا لوگوں کو ان تینوں شریوں نے

پیسیر ہی نہیں ملتا جسے تیرا سوا کوئی“
نہایت بانگپن سے سانپ نے گویا دہن کھولا
تو ہے تم سے مخاطب میں بھی گستاخی بڑی بھاری
مجھے پھر بات بھی کوئی نہ کرنا چاہیے تم سے“
اٹھا اور اٹھ کے اطمینان و آزادی سے فرمایا
یہ پیغام ہدایت شہر والوں کو سنانے دو!“
سنایا قیدیانِ لات کو پیغام آزادی
دکھائی شیطنٹ شیطان کے سچے مشیروں نے

پتھروں کی بارش

بڑھے انبوه در انبوه پتھر لے کے دیوانے
وہ ابرِ لطف جس کے سائے کو گلشن ترستے تھے
وہ بازو جو غریبوں کو سہارا دیتے رہتے تھے
وہ سینہ جس کے اندر نورِ حق مستور رہتا تھا
فرشتے جن پہ آ آ کر جبیںِ شوق رکھتے تھے
جگہ دیتے تھے جن کو حاملانِ عرش آنکھوں پر

لگے مینہ پتھروں کا رحمتِ عالم پہ برسانے
یہاں طائف میں اس کے جسم پر پتھر برستے تھے
پیاپے آنے والے پتھروں کی چوٹ سہتے تھے
وہی اب شق ہوا جاتا تھا اس سے خون بہتا تھا
وہ پائے نازنیں زخموں کی لذت آج چکھتے تھے
وہ نعلینِ مبارک خاک و خوں سے بھر گئیں یکسر

۱۔ کنایہ یہ تھا کہ ہم عرب کے اتنے بڑے رئیس ہیں خدا کو چاہیے تھا کہ پیغمبری ہمیں دینا چنانچہ حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔
وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقُرَيْشِ عَظِيمٍ
وہ کہتے ہیں کہ قرآن کو اترنا تھا تو ان دو شہروں مکہ اور طائف میں سے کسی رئیسِ اعظم پر اترنا تھا۔

۲۔ یہ پوری تفصیل مواہب لدنیہ بحوالہ موسیٰ بن عقبہ اور طبری وابنِ ہشام میں ہے۔

بشر کی عیب پوشی کے لیے جس کو اتارا تھا
 زمیں کا سینہ شق تھا اور فلک کا رنگِ رخ فق تھا
 حضور اس جور سے جب چور ہو کر بیٹھ جاتے تھے
 اسی ”مہماں نوازی“ کا نمونہ پھر دکھاتے تھے
 یہ جسمانی عقوبت اس پہ طرہ رنج روحانی
 کوئی کہتا تھا ”آپ اعجاز اپنا کوئی دکھلائیں!
 کوئی کہتا تھا ”تم پر سے بلا کیوں ہٹ نہیں جاتی!
 کوئی کہتا تھا ”میں ایسے خدا سے ڈر نہیں سکتا!
 عرض یہ بانیانِ شر یہ فرزندِ تاریکی
 مگر اس رنگ میں جب تک زباں دیتی رہی یارا
 بالآخر جان کر بے جان ان لوگوں نے منہ موڑا
 بشر کی چیرہ دستی سے وہ دامن پارا پارا تھا
 کہ ساری عمر کا حاصل شکارِ جورِ ناحق تھا
 شقی آتے تھے بازو تھام کر اوپر اٹھاتے تھے
 خدائے قاہر و قہار کا صبر آزماتے تھے
 خدا پر مضحکہ کرتے تھے یہ بیداد کے بانی
 کم از کم یہ تو ہو ہم پر یہ پتھر ہی پلٹ آئیں!
 ہمارے غرق ہونے کو زمیں کیوں پھٹ نہیں جاتی!
 کہ جو اپنے پیمبر کی حفاظت کر نہیں سکتا!!“
 نبی پر مشق کرتے جا رہے تھے سنگ باری کی
 دعائے خیر ہی کرتا رہا اللہ کا پیارا
 لہو میں اس وجودِ پاک کو لتھڑا ہوا چھوڑا

آپ سے بددعا کی خواہش

رحمۃ للعالمین کا جواب

غلامِ با وفا زید ابنِ حارث ڈھونڈتا آیا
 حدِ محله میں آ پہنچا بحالِ خستہ و غمگین
 متاعِ نور کو طائف سے کندھوں پر اٹھا لایا
 وہاں چشمہ پہ لا کر زخمِ دھوئے پٹیاں باندھی
 کہا ”سرکار ان لوگوں کے حق بد دعا کچھ!!
 شکایت اس جفا و جور کی پیشِ خدا کچھ!!

طائف طائف اور مکے کے درمیان ایک مقام ہے آپ نے طائف سے واپسی پر یہاں چند روز قیام فرمایا۔ (سیرت النبی ﷺ)

زمیں کو حکیم دیجے ان لعینوں کو ہڑپ کر لے
 فلک کو حکم دیجے پھٹ پڑے ان کینہ کاروں پر
 جناب رحمۃ للعالمین نے سن کے فرمایا
 اگرچہ لوگ آج اسلام پر ایماں نہیں لاتے!
 مگر نسلیں ضرور ان کی اسے پہچان جائیں گی
 میں ان کے حق میں کیوں قہر الہی کی دُعا مانگوں
 اسی کا بوجھ ہیں یہ لوگ ان کو پیٹ میں بھر لے
 بجائے آب بر سے آگ طائف کی بہاروں پر
 کہ ”میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا
 خدائے پاک کے دامانِ وحدت میں نہیں آتے
 درِ توحید پر اک روز آ کر سر جھکائیں گی!
 بشر ہیں بے خبر ہیں کیوں تباہی کی دُعا مانگوں

پتھر مارنے والوں کے لیے آنحضرت کی دُعا خیر

یہ فرما کر نبی نے ہاتھ اٹھا کراک دُعا مانگی
 دُعا مانگی ”الہی قوم کو چشم بصیرت دے
 جہالت ہی نے رکھا ہے صداقت کے خلاف ان کو
 فراخی ہمتوں کو روشنی دے ان کے سینوں کو
 خدا کا فضل مانگا خوئے تسلیم و رضا مانگی
 الہی رحم کر ان پر انہیں نورِ ہدایت دے
 بچارے بے خبر انجان ہیں کر دے معاف ان کو
 کنارے پر لگا دے ڈوبنے والے سفینوں کو

الہی فضل کر کہسارِ طائف کے مکینوں پر

الہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

وہی جوشِ تبلیغ

یمنیوں اور یشریوں کا ایمان لانا

رسول اللہ پھر طائف سے مکے کی طرف آئے
 برائے دعوت و تبلیغ حق پھر سر بکف آئے

یہاں بہر تجارت کچھ قبائل آتے جاتے تھے رسول پاک انہیں چاکر پیام حق سناتے تھے بہت سے خوش نصیب اللہ پر ایمان لے آئے گھروں کی سمت پلٹے دولت عرفان لے آئے طفیلؑ ابن عمر دوسی یمن کا شاہزادہ تھا قریش مکہ نے بہکا دیا تھا اس کو آتے ہی قضا کار ایک دن یہ ہو گیا دو چار حضرت سے مسلمان بن کے خوش قسمت یمن کے سمت لوٹ آیا اسی صورت سویدؑ یثربی ایمان لائے تھے ایاس ابن معاذ اوسی اسی صورت سے آئے تھے

طفیل ابن عمر یمن کے مشہور فرمان روا قبیلہ دوس کے ایک معزز کن اور نامی گرامی شاعر تھے وہ کسی کام سے مکہ میں آئے انہیں رسول اللہ کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ تھا اکابر قریش طفیل کے مرتبہ کو جانتے تھے وہ ان کے پاس آئے اور کہا اتنا خیال رکھنا کہ محمد ﷺ نام ایک شخص ہے اس سے نہ ملنا بڑا جادوگر ہے اس کا کلام باپ بیٹے میں تفرق ڈال دیتا ہے طفیل نے ان کے مشورے پر عمل کرنے کا تہیہ کر لیا جب کبھی باہر نکلتا کانوں میں روٹی ٹھونس لیتا لیکن اتفاق سے آنحضرت قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے طفیل نے بھی باوجود کانوں میں روٹی ہونے کے اس آواز کو سنا دل میں خیال آیا کہ یہ تو حماقت ہے کہ کسی کی آواز نہ سنوں بُری بات ہوگی تو نہ انوں کا چنانچہ کانوں سے روٹی نکالی اور اللہ کا کلام سننے لگا کلام سچائی نے اثر کیا اور وہ آنحضرت ﷺ کے خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا اور چپ چاپ اپنے وطن چلا گیا وہاں جا کر اپنے کنبے کو مسلمان کیا اور قوم میں تبلیغ کرنے لگا۔ (خاتم المرسلین صفحہ ۱۲۹-۱۳۰)

سوید ابن صامت ارض یثرب کا مشہور و معروف شجاع اور عالم تھا اس کو امثال لقمان کا ایک نسخہ ہاتھ آ گیا تھا جس کو وہ کتاب آسمانی سمجھتا تھا وہ ایک مرتبہ حج کے لیے آیا رسول خدا ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اس نے امثال قرآن پڑھ کر سنائیں آپ نے فرمایا میرے پاس اس سے بھی بہتر چیز ہے یہ کہہ کر قرآن مجید کی چند آیات پڑھیں وہ اسلام کا معتقد ہو کر لوٹا اور یثرب کے لوگوں پر اس واقعہ کا اظہار کیا وہ انہی دنوں جنگ ابعاث میں مارا گیا روضہ الانف میں طبری میں ذکر موجود ہے۔

ارض یثرب میں اوس و خزرج نامی ایک ہی خاندان یعنی قحطان کے دو قبیلے آباد تھے مگر ایام جاہلیت میں دونوں میں جنگ رہا کرتی تھی قبیلہ اوس کو خزرج کے مقابلہ میں شکست ہوئی تو اس کے عمائد قریش کے پاس خزرج کے مقابلے میں نہیں اپنا حلیف بنانے کے لیے آئے اس سفارت میں ایاس ابن معاذ بھی تھے رسول اللہ کو ان کا آنا معلوم ہوا تو ان کے پاس تشریف لے گئے اور قرآن مجید کی چند آیات ان کو سنائیں ایاس نے ساتھیوں سے کہا: تم جس غرض سے آئے ہو یہ کام تو اس سے بھی بہتر ہے لیکن اس سفارت کے قافلہ سالار نے اس کے منہ پر کنکریاں مار کر کہا ہم اس کام کے لیے نہیں آئے اس کے بعد یہ سفارت وطن کوئی ایاس آنحضرت کی ہجرت سے پہلے انتقال کر گیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ مرتے وقت ایاس ﷺ کی زبان پر تکبیر لگتی تھی۔ (سیرت النبی ﷺ)

اسی صورت سے چند افراد آئے ارضِ یثرب سے
 وطن میں جا کے سب نے دینِ بیضا کی منادی کی
 وہ پیغمبرؐ کہ جس کا منتظر سارا زمانہ تھا
 اسی کو دیکھ کر آئے ہیں ہم مکے کی بستی میں
 سنو ہم نے کلام اس کا سنا ہے اپنے کانوں سے
 خدا کے فضل سے ہم سب مسلمان ہو کے آئے ہیں
 پسند آیا انہیں اسلام ہی سارے مذاہب سے
 کہ لوگو جاگ اٹھی قسمت ہماری خشک وادی کی
 وہ پیغمبرؐ نوشتوں کے مطابق جس کو آنا تھا
 خدا کا نام لیتا ہے جہانِ بت پرستی میں
 جو صورت ہم نے دیکھی کہہ نہیں سکتے زبانوں سے
 دلوں سے بت پرستی کی نجاست دھو کے آئے ہیں

اہلِ یثرب میں اسلام

یہ سن کر غلغلہ سا پڑ گیا اطرافِ یثرب میں
 یہاں کے رہنے والے اوس و خزرج کے قبائل تھے
 یہ باہم بھائی بھائی تھے مگر آپس میں لڑتے تھے
 یہودی بھی بکثرت تھے معزز سمجھے جاتے تھے
 بتوں کو چھوڑ کر اور حبِ مال و جاہ کو تہ کے
 اخوت از سر نو آ چلی اشرافِ یثرب میں
 نہایت با مروت، اہلِ دل، اہلِ وسائل تھے
 بڑی مدت سے خانہ جنگیوں میں گھرا جڑتے تھے
 یہ لڑوا کر قبائل کو بہت ہی لطف اٹھاتے تھے
 مسلمان ہو چلے آخر گھرانے اوس و خزرج کے

۱۔ حج کے زمانہ میں عرب کے قبائل کے میں آتے تھے اور آنحضرت اس موقع پر ان کے ذریعوں پر جا کر تبلیغ فرماتے تھے۔ ۲۔ میں ایسا ہی ہوا مقام عقبہ کے پاس (جہاں اب مسجد عقبہ ہے) قبیلہ خزرج کے چند اشخاص آپ کو نظر آئے آپ نے ان کو دعوتِ اسلام دی ان لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا دیکھو یہود اس اولیت میں ہم سے بازی نہ لے جائیں یہ کہہ کر سب نے اسلام قبول کر لیا چھ شخص تھے دوسرے سال بارہ اشخاص آئے اور بیعت کی اور خواہش کی کہ کوئی معلم ہمارے ساتھ ارکانِ اسلام سکھانے کے لیے دیا جائے آپ نے مصعب بن عمیرؓ کو ان کے ساتھ کر دیا مصعبؓ ہاشم بن عبد مناف کے پوتے اور ساتھین اسلام میں تھے مصعبؓ کی کوشش سے یثرب میں اسلام پھیلنے لگا اگلے سال بہتر آدمیوں نے کے اور مقام منامی بیعت کی۔ (سیرت النبیؐ)

۳۔ اہلِ یثرب نے یہودیوں سے سن رکھا تھا کہ ایک موعود نبیؐ کے آنے کا زمانہ قریب ہے یہودی توراتِ عیسائی انجیل کی پیشگوئیوں کی بناء پر موعود نبی کے مدتوں سے منتظر تھے۔

لیا جانے لگا ختم المرسل ﷺ کا نام یثرب میں لگا ہر سمت پھلنے پھولنے اسلام یثرب میں
 حسد کرنے لگی قوم یہود اس دین و ملت سے
 بنے بیٹھے تھے وہ لوگوں کے ہادی ایک مدت سے



باب ششم

مسلمانانِ مکہ کی ہجرتِ یثرب

ادھر مکے میں دُنیا تنگ تھی ایمانداروں پر
نبوت نے اجازت دی کہ یثرب میں چلے جاؤ
بشارت ہے وہاں پر امن بخشے گا خدا تم کو
صحابہ پر اگرچہ قہر کے بادل برستے تھے
نہ تھا آسان منہ اپنے وطن سے موڑ کر جانا
مگر فرمانِ محبوبِ خدا فرمانِ باری تھا
مسلمانوں کا شیوہ 'شیوہ طاعت گزاری تھا

مشرکینِ مکہ کے ارادے

صحابہ رفتہ رفتہ جانبِ یثرب ہوئے راہی
دلوں میں خوش ہوئے ظالم کہ اب حسرت ہوئی پوری
مسلمان جا چکے ارضِ حبش میں اور یثرب میں
قریشی کافروں کو مل گئی فی الفور آگاہی
محمدؐ اور اس کے ساتھیوں میں ہو گئی دُوری
یہ اچھا وقت ہے سب ٹل گئے وقت مناسب میں

ابو بکرؓ و علیؓ باقی ہیں لیکن دو کی ہستی کیا
جو چند افراد ہیں کچھ اور وہ کمزورؓ ہیں سارے
یہ اچھا وقت ہے اب قتل کر ڈالو محمدؐ کو
تسابل اب نہیں اچھا کہ طوفاں چڑھتے جاتے ہیں
خدا والے کہیں ایسا نہ ہو قوت پکڑ جائیں
بہادر ہی سہی ہم پر کریں گے پیش دستی کیا
کہ اب بھی چھپتے پھرتے ہیں ہمارے خوف کے مارے
مٹا دو آج تنہائی میں اس نورِ مجرد کو
جہش میں اور یثرب میں مسلمان بڑھتے جاتے ہیں
بتانِ کعبہ کے اس ملک سے جھنڈے اکھڑ جائیں

مشرکین مکہ کی مشاورتِ قتل

جبیر و عقبہ و عتبہؓ ابو جہل و ابو سفیان
یہ سب ایوانِ ندوہ میں اکٹھے ہو گئے آ کر
تھا شیطاں نجد کے اک بے حیاء بوڑھے کی صورت لٹیں
ہوئے ایوان کے در بند تقریریں لگی ہونے
نظر آتی تھی اس بوڑھے کو ہر تجویز میں خامی
بالآخر سوچ کر ابو جہل نے اک بات بتلائی!
کہا اُس نے کہ ہر کنبے سے اک اک آدمی چن لو
یہ نکلیں آج شب کو لے کے خون آشام تلواریں
نضرؓ بو نجرئیؓ حارث امیہ اور اک شیطان
قبائل کے نمائندے بٹھائے ساتھ بلوا کر
کہ چل کر دور سے آیا تھا آج اس بزمِ لعنت میں
نبیؐ کو قتل کر دینے کی تدبیریں لگی ہونے
وہ کہتا تھا مبادا پیش آئے کوئی ناکامی!
یہی تجویز اس شیطان بوڑھے کو پسند آئی
کوئی باقی نہ رہ جائے قبیلہ یہ ذرا سن لو
محمدؐ پر یہ تلواریں سبھی یک بارگی ماریں

حضرت صدیقؓ اور حضرت علیؓ کے علاوہ چند ایسے لوگ مکہ میں باقی رہ گئے تھے جو مفلسی کے ہاتھوں مجبور تھے۔

الْمُسْتَظْفِقِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ
لَنَا أَخْرَجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا۔
کمزور مرد عورتیں اور بچے یہ کہتے ہیں کہ اے خدا ہم کو اس شہر سے نکال کہ
یہاں کے لوگ ظالم ہیں۔

محمدؐ پر غور کرنے کے لیے دارالندوہ میں اجلاس خفیہ کا اعلان کیا گیا (دارالندوہ کو قصی ابن کلاب نے قائم کیا تھا) اس اجلاس میں نجد کا ایک تجربہ کار بوڑھا
سلطان بھی آکر شامل ہو گیا تھا۔ (رحمۃ اللعالمین)

نبیؐ کا جسم عبرت کا نظارا ہو کے رہ جائے مجسم نورِ وحدت پاراپارا ہو کے رہ جائے
یہی تجویز اچھی ہے یہی ترکیب ہے کامل کہ ہوگا اس طرح ہر اک قبیلہ قتل میں شامل
کریں اس خون کا دعویٰ مسلمان یا بنی ہاشم تو مل کر سب قبیلے جنگ میں اُن سے نبٹ لیں ہم

غرض طے پا گئی آخر یہی تجویز شیطانی
قسم کھا کھا کے لوگوں نے نبیؐ کے قتل کی ٹھانی

ہجرت کی رات

سفینہ مہر کا جس دم شفق کے خون میں ڈوبا کیا تاریکیوں نے دن پہ چھا جانے کا منصوبا
کئی فتنے جگا کر رات نے پھیلا دیئے دامن فضا پر لشکرِ ظلمات نے پھیلا دیئے دامن
مسلط ہو گئیں خاموشیاں دنیائے ہستی پر ستاروں کی نگاہیں جم گئیں مکے کی بستی پر
نہیں تھا دامنِ کعبہ پہ زمزم اشک جاری تھا چٹانیں دم بخود تھیں وادیوں پر ہول طاری تھا
نظر آتی ہو جس میں روشنی وہ ایک ہی گھر تھا مصلے پر وہاں جو شخص بیٹھا تھا پیہر تھا
عبادت ختم کی تسکین و اطمینان نے اُس نے اٹھا باندھی کمر اللہ کے فرمان سے اُس نے
جگایا نیند سے شیرِ خدا کو اور فرمایا کہ ”فرماں ہجرتِ یثرب کا ہے میرے لیے آیا
مثالِ موسیٰ و داؤدؑ ہجرتِ فرض ہے مجھ پر کمالِ دینِ حق اتمامِ حجت فرض ہے مجھ پر
اٹھو دیکھو کہ تلواروں سے گھر محصور ہے میرا کہ میری قوم کو اب قتل ہی منظور ہے میرا
نکلنا اور اس عالم میں تلواروں پہ چلنا ہے مگر حکمِ خدا ہے اس لیے مجھ کو نکلنا ہے

۱۔ حضرت موسیٰ نے مصر سے ہجرت کی اور حضرت داؤد نے بھی ساؤل بادشاہ کے ظلم کے سبب ہجرت کی دیکھو کتابِ سبوا نکل ۱۳-۱۳-۱۳ اورس (بحوالہ رحمۃ

للعالمین)

یہ چادر اوڑھ لو سو جاؤ آ کر میرے بستر پر
یہ مال و زرا نہی لوگوں کا میرے پاس امانت ہے
خدا حافظ ہے دیکھو دل میں اندیشہ نہ کچھ لانا
علیٰ نے حکم کی تعمیل کی اور اوڑھ لی چادر

محافظ ہے وہی رکھو بھروسہ شانِ داور پر
مانت کا ادا کرنا ہی اسلامی دیانت ہے
یہ چیزیں ان کی پہنچا کر سوئے یثرب چلے آنا
”باطمینان“ آ کر سو گئے حضرت کے بستر پر

ارادہ کر لیا جب سرورِ عالم نے چلنے کا
درازوں میں سے جھانکا ہر طرف گہرا اندھیرا تھا
اندھیرے میں چمک اٹھتی تھیں بجلی کی طرح داریں
یہ آدھی رات کا عالم یہ ہیبت ناک نظارا
وہ دراتا ہوا وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا
گری برقِ نظر اس مجمعِ قاتل کی آنکھوں پر

تو دیکھا راستہ مسدود ہے گھر سے نکلنے کا
مگر پہرے کھڑے تھے گھر کو جلا دوں نے گھیرا تھا
نظر آیا کہ ہیں ہر سمت تلواریں ہی تلواریں
مگر ڈرتا نہ تھا باطل سے وہ اللہ کا پیارا
تلاوتِ سورہ یس کی کرتا ہوا نکلا
کہ پٹی خیرگی کی بندھ گئی باطل کی آنکھوں پر

کھنچی ہی رہ گئیں خوں ریز خوں آشام شمشیریں

کسی نے کھینچ دی ہوں جس طرح کاغذ کی تصویریں

خدا نے خاکِ غفلت ڈال دی کفار کے سر میں
سنایا دوست کو فرمانِ حق یثرب کی ہجرت کا
بجالتِ دخترِ صدیق نے سامان کو باندھا
رسولِ پاک پہنچے حضرت صدیق کے گھر میں
نویدِ زندگی بخشی دیا مژدہ رفاقت کا
نطاقِ اپنی اتاری اُس سے توشہ دان کو باندھا

لَا تُغْنِيهِمْ لَهُمْ لَا يَصِيرُونَ۔ (تیس)

ہم نے اُن کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے اور کچھ نہیں دیکھتے۔

حبیب حق کی خوشنودی صلہ تھا جوشِ خدمت کا شرف پایا ہوئی ذاتِ لطائف آج سے اسما

غارِ ثور ۲

ہوئے آزاد باطل کے حصارِ قہر سے دونوں ابھی کچھ رات باقی تھی کہ نکلے شہر سے دونوں
نبیؐ نے خانہ کعبہ کو دیکھا اور فرمایا کہ ”اے پیارے حرم میری تری فرقت کا وقت آیا
ترے فرزند اب مجھ کو یہاں رہنے نہیں دیتے تری پاکیزگی کا وعظ تک کہنے نہیں دیتے
جدائی عارضی ہے پھر بھی دل کو بے قراری ہے کہ تو اور تیری خدمت مجھ کو دنیا بھر سے پیاری ہے
یہ فرماتا ہوا آگے بڑھا اسلام کا ہادی یہ سراسر موم ہو کر رہ گئی یہ سنگ دل وادی
چڑھائی سخت تھی سنگین و ناہموار رستہ تھا نکیلے پتھروں کا فرش تھا پر خار رستہ تھا
نبیؐ کے پائے نازک ہر قدم پر چوٹ کھاتے تھے دلِ صدیق کے جذبات زخمی ہوتے جاتے تھے
نہ دیکھا جا سکا پائے محمدؐ کی جراحات کو بصد اصرار کندھوں پر اٹھایا شانِ رحمت کو
اندھیرا پتھروں کے ڈھیر، کوہِ ثور کی گھاٹی! خدا ہی جانتا ہے یہ مصیبت جس طرح کاٹی
بالآخر دو مسافر نزدِ غارِ ثور آ ٹھہرے مقدر تھا یہیں نورانیوں کا قافلہ ٹھہرے
گئے اندر ابو بکرؓ اور اس کو صاف کر آئے عبا کو چاک کر کے روزنوں میں اس کے بھر آئے
مہ و خورشید نے برجِ سفر میں استراحت کی کہ تھا نو روز تاریخِ کیم تھی سنِ ہجرت کی

۱۔ اس موقع پر توشہ دان کو باندھنے کے لیے کوئی چیز نہ ملتی تھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیٹی اسماءؓ نے فوراً اپنی کمر کی پٹی اتاری اور بھاڑ کر دو حصے کر لیے ایک
سے ناشتہ دان کو باندھا حضرت رسالت ﷺ اسماءؓ کی اس مستعدی پر خوش ہوئے اور فرمایا کہ اسماءؓ خدا جنت میں تمہیں دو بیٹیاں عطا کرے گا۔ پٹی کو
عرب میں نطاق کہتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت کے ارشاد فیض بنیاد کے سبب اسماءؓ کا لقب ذاتِ لطائف ہو گیا۔ یعنی دو بیٹیوں والی
(دیکھو سیرت النبی ص ۲۵۱ خاتم السلفین ۱۸۱ رحمۃ اللعالمین صفحہ ۸۱)

۲۔ یہ غار مکہ سے تین میل جانبِ جنوب ہے پہاڑ کی چوٹی قریب ایک میل بلند ہے چڑھائی بہت ہی سخت ہے۔ یہاں سے سمندر دکھائی دیتا ہے۔

ازل سے سو رہی تھی خاک کی توقیر جاگ اٹھی
یکا یک اس اندھیرے غار کی تقدیر جاگ اٹھی

سحر کا نور خندہ زن تھا باطل کی لیاقت پر

افق کے غرہ مشرق سے جب خورشید نے جھانکا
گروہ اشقیا کو سرنگوں ہوتا ہوا پایا
سحر کا نور خندہ زن تھا باطل کی لیاقت پر
حقیقت کھل گئی جس وقت غافل ہوش میں آئے
بہت کچھ کھینچا تانی کی، علیؑ کو خوب دھمکایا
ہوا معلوم انہیں بو بکر بھی گھر میں نہیں سوئے
بہم لڑنے لگے اک دوسرے کی داڑھیاں نوچیں
نظر آیا تماشا قاتلوں کی چشم حیراں کا
علیؑ کو سایہ شمشیر میں سوتا ہوا پایا
بہت جز بز تھا انبوہ قریش اپنی حماقت پر
بہت پھرے بہت ہی اچھلے کودے جوش میں آئے
یہاں سے پھر یہ مجمع خانہ صدیق پر آیا
یہ ایسی بات تھی جس نے حواس و ہوش بھی کھوئے
محمدؐ کو پکڑ لینے کی ترکیبیں کئی سوچیں

انعام کا اعلان اور تلاش

کیا اعلان آخر جو کوئی جرأت دکھائے گا
لگے کچھ جمع ہو کر شہر ہی میں ہاؤ ہو کرنے
لگائے ہر طرف چکر بہت لمبے بہت چوڑے
تغاقب میں کئی مشرک دہان غار تک پہنچے
پکڑ لائے گا تو انعام میں سو اونٹ پائے گا
بہت سارے مسلح ہو کے نکلے جستجو کرنے
پہاڑوں پر چڑھے وادی میں گھومے دشت میں دوڑے
کئی بار اس مقام سید ابرار تک پہنچے

مصدقہ للعالمین صفحہ ۸۱

اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ کو پکڑا اور حرم میں لے جا کر تھوڑی دیر محبوس رکھا پھر چھوڑ دیا۔ (سیرت النبی)

سنی بوکر نے قدموں کی آہٹ دل ہوا پر غم
کہا ”دشمن قریب آئے ہیں اے فخر بنی آدم
رکھنا اللہ مَعَنَا پر نظر اے دوست لَا تَحْزَنْ
کہا اللہ ساتھی ہے تو کیا اندیشہ دشمن

قافلہ نبوت مدینے کے راستے میں

اٹھا رکھی نہ ہل مکہ نے باقی کسر کوئی
نہیں پہنچا خدا کے پاک بندوں تک مگر کوئی
مسافر تین روز و شب رہے اس غار کے اندر
غذا ملتی رہی تازہ بفضلِ خالقِ اکبر
سکوں افشاں ہوا دنیا پہ چوتھی رات کا سایا
تو عامرؓ گھر سے اک ناقہ کی جوڑی ساتھ لے آیا
ادب سے عرض کی بوکرؓ نے اے رحمتِ باری
سوارِ ناقہ ہو کر کیجیے چلنے کی تیاری
ہوا ارشاد ”اس ناقہ کی قیمت طے کر پہلے
کہ ہم قیمت بغیر اس کو نہ لیں گے سوچ لو پہلے“
اشارا تھا مدد جز رحمتِ یزداں نہیں لیتے
خدا کی راہ میں انسان کا احسان نہیں لیتے
بقیمت لے کے ناقہ شانِ رحمت نے سواری کی
برہیں یثرب کی جانب نکلتیں بادِ بہاری کی
رسول اللہ اور صدیق تھے اک پشتِ ناقہ پر
تھا عامرؓ دوسری پر اور اس کے ساتھ اک رہبرؓ

۱۔ دیکھو سیرت النبی ﷺ صفحہ ۲۵۲ رحمۃ اللعالمین

۲۔ خدا پاک نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس خلوص کا اعتراف قرآن مجید میں بھی فرمایا ہے گویا جس معیت الہی میں نبی ﷺ واصل تھا اسی میں ابو بکر کو بھی شامل کر لیا۔ سورہ توبہ ہے۔

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا
اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو یقیناً اللہ نے اس کی مدد کی جب اسے کافروں نے نکال دیا تھا اس حال میں کہ وہ دو میں سے کا تیرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے اور جب اس نے اپنے رفیق سے کہا غمگین نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

۳۔ عامر بن فہرہ صدیق اکبر کا غلام تھا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ چلتے ہوئے اسے ہدایات دے آئے تھے۔

۴۔ اس ناقہ کا نام قصویٰ تھا۔ اور آنحضرت نے اسے ابو بکر سے قیمت سے خریدا تھا۔

۵۔ عبد اللہ بن اسحق کو کچھ اجرت پر رہبری کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔

بظاہر چند اہل کارواں معلوم ہوتے تھے
مگر اُن کے جلو میں دو جہاں معلوم ہوتے تھے

عرب کی دُھوپ

یہ شب چلتے ہی گزری اور دن کی دوپہر آئی
اُٹھا طوفانِ آتش اس بیابانی سمندر میں
زمین انگارے اُگلی آگ برسی آسمانوں سے
فضا تھرا گئی سیلِ حرارت کے دریذوں سے
ازل کے روز سے یہ خاک یونہی پاک ہوتی تھی
وضو کرتی تھی ہر ذرّے کا منہ کرنوں سے دھوتی تھی
کیا کرتی تھی غسلِ آفتابی اس لیے وادِ
کہ گزرے گا یہاں ت ایک دن اسلام کا ہادی

کیا آرام اک پتھر کے سائے میں رسالت نے
ہوئی جس وقت ہلکی دھوپ کی وہ شعلہ سامانی
مہیا کر لیا دودھ اس جگہ بھی جوشِ خدمت نے
پیا شیرِ مصفا آپ نے چلنے کی پھر ٹھانی

سراقہ ابن مالک ابن جعشم کا تعاقب

مقرر ہو چکا تھا اس طرح انعام اونٹوں کا
سراقہ ابن مالک کی ہوس نے آج اکسایا
گرفتاری کی خاطر بچہ چکا تھا دام اونٹوں کا
چڑھا گھوڑے کے اُپر اور نبی کو ڈھونڈنے آیا

آنحضرت نے آرام فرمایا تو حضرت صدیقِ اکبرؓ تلاش میں لگے کہ کہیں سے کچھ کھانے کو مل جائے تو لائیں۔ پاس ہی ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا اس سے کہا بکری کا تھن صاف کر دے پھر اس کے ہاتھ صاف کرائے اور دودھ دو پایا۔ برتن کے منہ پر کپڑا لپیٹ دیا کہ گرد نہ پڑ جائے۔

(سیرت النبی ﷺ صفحہ ۲۵۳)

مگر چلتے ہی ٹھوکر لی صبا رفتار گھوڑے نے
یہ اک تنبیہ تھی لیکن سمجھ اس کو نہیں آئی
نظر آیا اُسے اب قافلہ ایمان والوں کا
سراقہ خوش ہوا گھوڑے کو دواڑتا ہوا دوڑا
گرایا اک جگہ بارِ دگر راکب کو مرکب نے
یہ غیبی تازیانہ تھا یہ تنبیہ الہی تھی
پھر اُکسایا اُسے انعام ملنے کی امیدوں نے
بڑھا پھر چڑھ کے گھوڑے پر جہالت کے اعادے سے

مگر اس مرتبہ دامِ بلا میں پھنس گیا گھوڑا

روایت ہے کہ رانوں تک زمیں میں دھنس گیا گھوڑا

دکھائی پے بہ پے آخر جو قسمت نے نگوں ساری
پڑا ہاتھوں میں ریشہ ڈر سے نیزہ گر گیا اس کا
سراقہ کے دلِ وحشی پہ ہیبت ہو گئی طاری
یہ نقشہ دیکھ کر اس کام سے دل پھر گیا اس کا

آنحضرت کی ایک معجز نما پیش گوئی

پکارا ”یا محمد بخش دیجے گا خطا میری
میں گمراہی میں تھا بیشک بدی تھی رہنما میری
میں تاب ہوں مجھے اک امن کی تحریر مل جائے
ترے دربارِ رحمت میں مجھے توقیر مل جائے“
انوکھی التجا تھی مسکرایا قوم کا ہادی
پھر اس کو بے تامل امن کی تحریر لکھوا دی

۱۔ یہ واقعہ صحیح بخاری سے لیا گیا ہے۔

۲۔ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی تو سراقہ نے ترکش سے فال دیکھنے کے لیے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہیے یا نہیں۔ جواب میں نکلا کہ نہیں۔ (صحیح بخاری)

کہ یہ کنگن سراقہ نے عمرؓ کے عہد میں پائے

سراقہ امن کی تحریر لے کے گھر کو لوٹ آیا
ستارے ہم سفر تھے رات کو اور دن کو سورج تھا
حداید اور اذخر اور رانغ راہ میں آئے
ابھی یہ قافلہ دامانِ منزل تک نہ پہنچا تھا
یہ ستر آدمی تھے دشت ہی گھر بار تھا ان کا
اسی انعام کا لالچ انہیں بھی کھینچ لایا تھا
مگر اسلام کی دولت لکھی تھی ان کی قسمت میں
شرف پایا جو اس نطقِ خدا سے ہم کلامی کا

اعادہ پھر سفر کا رحمتِ عالم نے فرمایا
منازل میں لقف تھا مدبہ تھا اور مرجح تھا
مقاماتِ جدا جہ بھی اقامت گاہ میں آئے
گرفتاری کی خاطر اور اک انبوہ آ پہنچا
جواں ہمت بریدہ اسلمی سردار تھا ان کا
یہ فتنہ راستے میں اہل مکہ نے اٹھایا تھا
بریدہ آ گیا آتے ہی دامانِ نبوت میں
تہیہ کر لیا سب نے محمد کی غلامی کا

محرورِ حاضر بن فیر نے چڑے پر لکھی تھی لکھنے کا سامان حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا سراقہ بعد میں اسلام لائے اور جب ایران فتح ہوا اور مالی غنیمت میں کسریٰ کے کنز پورات بھی آئے تو حضرت عمر نے دیکھا کہ سراقہ کے حصے میں کسریٰ کے کنگن تھے۔

یہ واقعہ علامہ شبلی نے نہ جانے کیوں چھوڑ دیا رحمۃ اللعالمین میں تفصیل سے مذکور ہے بریدہ اسلمی اپنی قوم کا سردار تھا اسی انعام کے حاصل کرنے کے لیے ۷۰

اکیس لاکھ تلاش میں نکلا۔ (رحمۃ اللعالمین صفحہ ۸۷)

اس کی بھرت کے مقامات یہ تھے، خیمہ ام بعد اسفل اج خزائنیۃ الرزق، دلدل بحاج، مرج، حجاج، مرج ذی العنصرین، ملن ذی کشد، جد اجد، جرذ ذی سلم، علیہ السلام، عرن جمعیۃ العار، جھاڑ قبائلیہ۔

بتوں کو چھوڑ کر دنیائے باطل سے جدا ہو کر
 محبت میں بریدہ نے اُتارا اپنا عمامہ^۱
 کہ اسلامی پھر آج لہرایا فضاؤں میں
 یہ جھنڈا امن و راحت کی بشارت دیتا جاتا تھا
 کہ ”عدل و بذل کا مختار امن و صلح کا حامی
 وہ ابرِ لطف جس سے ہر گلِ گلزار خنداں ہے
 جہاں کو از سرِ نو نور سے معمور کرنے کو
 وہ جس کا اک اشارہ روحِ مردہ کو جلاتا ہے

چلے یثرب کی جانب ہمرکابِ مصطفیٰ ہو کر
 اسے نیزے میں باندھا اور یہ جھنڈا اس طرح تھاما
 معاً اللہ اکبر کی صدا گونجی ہواؤں میں
 طلوعِ صبحِ وحدت کی شہادت دیتا جاتا تھا
 مجسمِ رحمتِ عالم محمد ﷺ مصطفیٰ نامی
 انیس بے کساں ہے دردِ مندِ دردِ منداں ہے
 دلوں سے کفر کا زنگِ کدورت دور کرنے کو
 وہی تشریف لاتا ہے وہی تشریف لاتا ہے“

قبائیں و روئے مسعود

الانتظار، الانتظار

طلوعِ بدر کے سماں ہوئے بزمِ کو اکب میں
 نکل کر شہر سے خلقتِ قبا تک چل کے آتی تھی
 ہوا کرتی تھی فرشِ راہ اُسھ کر بار بار آنکھیں
 بھٹکتا تھا تصورِ منزلوں میں اور راہوں میں
 کئی دن تک نہ جب صورت دکھائی شاہِ والا نے

کئی دن سے یہ روشن ہو چکا تھا ارضِ یثرب میں
 تمنا رنگِ حسرت بن کے آنکھوں میں سماتی تھی
 ہمہ تن انتظار آنکھیں، ہمہ تن انتظار آنکھیں
 سحر سے شام تک اک شکل رہتی تھی نگاہوں میں
 بہت مضطر ہوئے شیخِ نبوت کے یہ پروانے

۱۔ دیکھو حرمہ للعالمین صفحہ ۸

۲۔ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر بالائی آبادی ہے اس کو عالیہ یا قبا کہتے ہیں یہاں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے یہ قرآن کی قسمت میں تھا کہ سب سے پہلے رسولِ خدا نے انہی کی مہمانی قبول کی۔ اکابر صحابہ یہاں پہلے ہی سے مہمان تھے۔

ہوئیں کوتاہ آخر انتظار دید کی گھڑیاں
نگاہوں کے لیے آئیں نماز عید کی گھڑیاں

کسی نے دی خبر، اے لو رسول اللہ آ پہنچے
غل اٹھا لیجیے دڑوں کے گھر میں آفتاب آیا
اکٹھے ہو گئے ہر سمت سے طالب زیارت کے
نظر آئی جونہی پہلی جھلک روئے منور کی
پیبرؐ نے قبا میں چند دن آرام فرمایا
سبھی پہلے مہاجرؓ اس جگہ موجود تھے سارے
علیؑ مرتضیٰ بھی تیسرے ہی روز آ پہنچے
وہ اہل مکہ کو ان کی امانت دے کے آئے تھے
ہوئے حاضر تو پاسو بے ہوئے تھے خون جاری تھا
اساس دین محکم تھی نبیؐ کی خاطر عالی
جناب حضرت صدیق بھی ہمراہ آ پہنچے
زمین و آسمان کا نور جس کے ہمرکاب آیا
شعاعوں کی طرح سے گرد خورشید رسالت کے
سلامی گونج اٹھی نعرۃ اللہ اکبر کی
مروت نے بلطف خاص فیض عام فرمایا
اکٹھے ہو گئے تھے چاند کے چاروں طرف تارے
چلے مکے سے تنہا پا پیادہ تا قبا پہنچے
انہیں اسلام کا درس دیانت دے کے آئے تھے
نبیؐ کا دیدہ ہمدرد محو اشکباری تھا
قبا میں سب سے پہلے ایک مسجد کی بنا ڈالی

یہ مسجد اولیں بنیاد تھی طاعت گزاری کی

صفا کی صدق کی تقویٰ کی اور پرہیز گاری کی

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرتؐ نے قباء میں ۱۴ دن قیام فرمایا تھا بعض ارباب سیر نے تین دن اور بعض نے چار دن لکھا ہے۔ مگر صحیح بخاری کی روایت قرین قیاس ہے۔

اسی مسجد ہے جس کی شان میں قرآن مجید فرماتا ہے:

لَا تَجِدُ أُمَّتَیْ عَلَی النَّقْوٰی مِنْ أَوَّلِ یَوْمٍ أَحَدٌ أَنْ تَقُومَ
لَهُمْ فِیْہِ رِجَالٌ مُّجْتَمِعُونَ أَنْ یَتْلُوْهُرُوْا ۖ وَآلُ الثَّلَاثَةِ یُحِبُّ
الْمَسْکُوْرَیْنَ ۝

وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن پرہیز گاری پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو اس میں ایسے لوگ ہیں جن کی پاکیزگی بہت پسند ہے اور خدا پاکیزہ رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

قافلہ نبوت شہر یثرب کی طرف

اُٹھی اک روز آوازِ بلند اللہ اکبر کی سواری جانبِ یثرب چلی محبوبِ داور کی
نمازِ جمعہ کا وقتِ مبارک راہ میں آیا یہاں حضرت نے خطبہ جمعہ کا ارشاد فرمایا
یہ پہلا جمعہ تھا پڑھ لی نمازِ جمعہ حضرت نے امام الرسلین کی اقتدا کی آج امت نے

مدینۃ النبی ﷺ میں نبی ﷺ کے داخلے کی شان

ہوا چاروں طرف اقصائے عالم میں پکار آئی بہار آئی، بہار آئی، بہار آئی، بہار آئی
جوان و پیر، مرد و زن سراپا چشم بیٹھے تھے بہار آنے کو تھی گلشن سراپا چشم بیٹھے تھے
اب استقبال کو دوڑے بنی نجار سج سج کر بڑھے انصار بن کر اوپچی ہتھیار سج سج کر
جنوبی سمت اٹھا ایک نورانی غبار آخر سوادِ شہر میں داخل ہوا ناقہ سوار آخر
فضا میں بس گئیں توحید کی آزاد تکبیریں یہ تکبیریں تھیں باطل کے گلو پر تیز شمشیریں
مہاجر پیچھے پیچھے چل رہے تھے سر بکف ہو کر کھڑے تھے راہ میں انصار ہر سوسف بصف ہو کر
درودیوار استادہ ہوئے تعظیم کی خاطر زمیں کیا آسمان بھی جھک گئے تسلیم کی خاطر

مسلمان پیماں گھر کی چھتوں پر جمع ہو ہو کر

نظر سے چومتی تھیں عصمتِ دامان پیغمبر

زباں پر اشرق البدل علینا کی صدائیں تھیں دلوں میں ما دعی للہ کی دعائیں تھیں

۱۔ سر راہ بنی سالم کے محلے میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔

۲۔ مدینے کی معصوم لڑکیاں گھروں میں گارہی تھیں۔

أَفْشَقَ الْبَدَلُ عَلَيْنَا
مِنْ نَيْيَاتِ الْوَدَاعِ

چاند نے طلوع کیا

کوہ وداع کی گھاٹیوں سے

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

کہیں معصوم ننھی بچیاں تھیں دف بجاتی تھیں
 کہ ”ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی
 مسلمانوں کے بچے بچیاں سرور تھے سارے
 نبوت کی سواری جس طرف سے ہو کے جاتی تھی
 رسول پاک کی جانب اشارے کر کے گاتی تھیں
 خوشی ہے آمنہ کے لال کے تشریف لانے کی“
 گلی کوچے خدا کی حمد سے معمور تھے سارے
 درود و نعت کے نغمات کی آواز آتی تھی

شوقِ میزبانی

رسول اللہ سلام انصار کا لیتے ہوئے گزرے
 ہر اک مشتاق تھا پیارے نبی کی میہمانی کا
 ہر اک مشتاق اپنی اپنی قسمت آزماتا تھا
 بہت ہی کشمکش تھی اشتیاقِ میزبانی کی
 کہا تم سب مرے بھائی ہو آپس میں برابر ہو
 اقامت کو مگر میں نے خدا پر چھوڑ رکھا ہے
 سبھی پیارے ہو تم ہر ایک سے مجھ کو محبت ہے
 رُکی یکبارگی ناقہ بحکمِ حضرت باری
 زباں سے خیر و برکت کی دُعا دیتے ہوئے گزرے
 تمنا تھی شرف بخشش مجھی کو میزبانی کا
 بصد آداب و منت راہ میں آنکھیں بچھاتا تھا
 نبیؐ نے اس عقیدت کی نہایت قدر دانی کی
 تو نگر ہے وہی جو زہد و تقویٰ میں تو نگر ہو
 کہ ناقے کو فقط اس کی رضا پر چھوڑ رکھا ہے
 جہاں ناقہ ٹھہر جائے وہیں جائے اقامت ہے“
 جہاں اک سمت بستے تھے ابو ایوب انصاری

شاہِ گزشتہ صفحے سے

ہم پر شکر واجب ہے
 جب تک دُعا مانگنے والے دُعا مانگیں

ہم نجار کے خاندان کی لڑکیاں ہیں
 محمد ﷺ کتابِ پندیدہ ہمسایہ ہے

وَجَبَتْ شُكْرُ عَلَيْنَا

مَا دَعْ عَلَى اللَّهِ قَاع

راہ میں ننھی لڑکیاں دف بجا کر گاتی تھیں۔

لحسن جوارین بنی النجار

يساحدا محمدا من جار

پڑی تھی ایک جانب کچھ زمیں ویران و افتادہ
تھے وارث دوہی لڑکے داغ تھا جن پر یتیمی کا
یہی وہ فرش تھا ملنا تھا جس کو عرش کا پایا
کہ ”بچو یہ زمیں تم بیچنا چاہو تو ہم لے لیں!
وہ بولے نذر ہے حضرت نے نامنظور فرمایا
یہ افتادہ زمیں ہے سجدہ گاہ شوق اُس دن سے
صحابہ سے کہا جب تک نہ ہو مسجد کی تیاری
فلک نے رشک سے دیکھا اس انصاری کی قسمت کو

”مبارک منزلے کاں خانہ را ماہے چنین باشد

ہمایوں کشورے کاں عرصہ را شاہے چنین باشد“

دارُ الامانِ مدینہ

ابو ایوبؓ کے گھر میں حبیب کبریا ٹھہرے
ملی اظہارِ حق کی آج انسانوں کو آزادی
بھٹکتے پھرنے والوں کو خدا کی راہ پر لایا
یہاں آتے تھے غیر اللہ کا رشتہ توڑنے والے
زمانے کے ستائے درد کے مارے ہوئے آتے

مگر جب ہو گئی تیار مسجد میں اس میں آٹھہرے
بازادی لگا تبلیغ کرنے صلح کا ہادی
بتوں میں گھرنے والوں کو دیر اللہ پر لایا
صدائے آخرت پر حبِ دُنیا چھوڑنے والے
نبیؐ کے دامنِ رحمت میں آرام و سکون پاتے

۱۔ ان لڑکوں کا نام اہل بن عمرو سہیل بن عمرو تھا، معاذ بن عمرو کی تولیت میں تھے۔ (خاتم النبیین صفحہ ۸۷)

کوئی ترکی کوئی تازی کوئی حبشی کوئی رومی
تھے انصار و مہاجر اک نمونہ شانِ وحدت کا
تماشوں رنگ رلیوں کی جگہ پائی عبادت نے
مسلمان تھے کہ زہد و ورع کی زندہ تصویریں
تجارت یا زراعت یا دعائیں یا مناجاتیں
یہ بستی کاٹتی تھی وقت نیکی سے بھلائی سے
ہدایت کی سعادت پر ہزاروں شکر کرتے تھے
نبی کا حکم اور قرآن دستور العمل اُن کا
سبھی یکساں تھے زیرِ سایہ دامانِ معصومی
کہ اس تسبیح میں تھا رشتہ محکم اخوت کا
فسادوں اور جھگڑوں کو مٹایا ذوقِ وحدت نے
نمازیں اور تسبیحیں ، اذانیں اور تکبیریں
مشقت کے لیے دن تھے عبادت کے لیے راتیں
نہایت آشتی سے امن سے صلح و صفائی سے
خدا پر تھی نظر سب کی، خودی کا دم نہ بھرتے تھے
صداقت بن گئی آئینہ ظاہر اور باطن کا

ضیائے حق سے رشکِ طورِ سینا بن گیا یثرب
نبیؐ کا آستان بن کر مدینہ بن گیا یثرب



باب ہفتم

مدینے پر جنگ کے بادل

قریش مکہ کا جوشِ غضب

مدینے میں ضیا اُگلن ہوئے جب حضرت والا
 قریش اس تازہ ناکامی سے کھیانے ہوئے ایسے
 کہ فوراً ہو گئے پختہ ارادے کشت و غارت کے
 وہ مسلم جن پہ بیداد و جفا کرنے کے عادی تھے
 ہنسا کرتے تھے یہ ظالم تڑپتے دیکھ کر جن کو
 لٹاتے تھے جنہیں تپتی ہوئی بالو کے بستر پر
 جنہیں آزاد رہ کر سانس لینے کی منافی تھی
 قریش ان کی یہ آزادی گوارا کس طرح کرتے
 وہ جن کی سردا ہیں بھی چھپی رہتی تھیں سینے میں
 اگرچہ تین سو فرسنگ پر بستے تھے بیچارے
 نبیؐ کے اس طرح زندہ نکل جانے کا غصہ تھا
 یہ غصہ تھا کہ پیاسی رہ گئیں خونخوار تلواریں!

خدا نے کر دیا جب ظلمتِ باطل کا منہ کالا
 یہ قتل و خون کے مشتاق دیوانے ہوئے ایسے
 مدینے تک بڑھائے حوصلے اپنے شرارت کے
 ہمیشہ جن پہ ظلم ناروا کرنے کے عادی تھے
 ستانے کا تہیہ کر چکے تھے عمر بھر جن کو
 رگ گردن رہا کرتی تھی جن کی نوکِ خنجر پر
 خطا جن کی فقط پابندی امرِ الہی تھی
 بھلا صلح و صفائی کا نظار کس طرح کرتے
 وہ اب آواز سے قرآن پڑھتے تھے مدینے میں
 مگر چلتے تھے رہ رہ کر دلِ کفار پر آرے
 زمانے پر سے نازک وقت ٹل جانے کا غصہ تھا
 زمیں پر کیوں نہ بہہ نکلیں مقدس خون کی دھاریں

قریش مکہ کی دھمکی اہل مدینہ کو

ہوئی جب ہر طرح ناکام ہر تذویر ہر سازش
نہایت طیش کھایا دانت پیسے اہل مکہ نے
مدینے والوں کو اک اشتعال انگیز خط لکھا
کہ ”اپنے سر پہ خود ہی جنگ کو بلوایا تم نے
تمہیں لازم ہے خط کو دیکھتے ہی یہ کڑی ٹالو
وگرنہ یاد رکھو ہم نے بھی سو گند کھالی ہے
کہ ہم سب مل کے تم لوگوں پہ فوراً حملہ کر دیں گے
جوانوں کو تمہارے چیل کوؤں کو کھلائیں گے
غرور و عجب کو صدمہ ہوا زخمی ہوئی نازش
بالآخر جنگ کی ٹھانی نبی سے اہل مکہ نے
ڈرایا اور دھمکایا بہت ہی تیز خط لکھا
ہمارے مجرموں کو اپنے ہاں ٹھہرایا تم نے
محمد ﷺ اور اُس کے ساتھیوں کو قتل کر ڈالو
قسم اپنے ہبل کی لات کی عزئی کی کھالی ہے
گلی کو چپے تمہارے شہر کے لاشوں سے بھر دیں گے
تمہاری عورتوں کو لونڈیاں اپنی بنائیں گے“

عبداللہ بن ابی - منافق

یہ خط مکہ سے عبد اللہ ابی کے نام پر آیا
مدینے کا یہ بد قسمت مسلمانوں سے جلتا تھا
مسلمانوں کی آمد سے مٹا تھا اقتدار اس کا
یہ اپنے آپ کو اس شہر کا افسر سمجھتا تھا
رسول اللہ کی تعلیم سے سب ہو گئے یکساں
یہ سمجھا تھا کہ میں بن جاؤں گا حاکم مدینے کا
مسلمانوں سے جب لڑنے کے منصوبے لگا کرنے
اور اُس نے دیکھتے ہی ساتھیوں کو اپنے دکھلایا
رسول اللہ کے آنے سے کفِ افسوس ملتا تھا
کہ جب مشرک تھے لوگ اُن پر تھا پورا اختیار اس کا
رسول اللہ کے آنے سے کفِ افسوس ملتا تھا
اُخوت آگئی اور بھائی بھائی بن گئے انساں
مگر اب کوئی بھی پُرساں نہیں تھا اس کمینے کا
یہ سن کر آپ سمجھایا اُسے آ کر پیمبرؐ نے

کہا ”اے بیوقوفو کیا اُجڑنا چاہتے ہو تم کہ اپنے بھائی بندوں ہی سے لڑنا چاہتے ہو تم
تمہارے بھائی بیٹے سب کے سب یکے مسلمان ہیں یہ سن کر چل دیئے سب ساتھ والے اس منافق کے
منافق چپ ہوا اور چپ ہی رہنے کی ضرورت تھی بظاہر چپ تھا لیکن دل میں کینہ تھا کدورت تھی

مدینے کے بد باطن یہودی

مدینے میں یہودی بھی بڑی کثرت سے رہتے تھے جو اپنی قوم کو پیغمبروں کی قوم کہتے تھے
یہود یسوعی کہتے تھے یہ توریت کی پیشین گوئی پر کہ اسمعیل کی اولاد میں ہو گا وہ پیغمبر
وہ پیغمبر جو سیدھا راستہ سب کو دکھائے گا جو اہل صدق کو پھر تخت شوکت پر بٹھائے گا
انہیں معلوم تھا اب وہ پیغمبر آنے والا ہے بشر کے واسطے روشن شریعت لانے والا ہے
یہ بیٹھے انتظارِ ہادی موعود کرتے تھے میانِ اہلِ یثرب کاروبارِ سود کرتے تھے
دنائت کے سبب عقل و خرد کو کھو گئے یہ بھی نبی تشریف لے آیا تو دشمن ہو گئے یہ بھی
سبب یہ تھا نبی قائل تھا عیسیٰؑ کی صداقت کا سمجھتا تھا اُسے اک برگزیدہ رب عزت کا
یہودی ہر طرح جھٹلا چکے تھے اس پیغمبر کو صلیب مرگ تک پہنچا چکے تھے اس پیغمبر کو
بھلا وہ شخص جو اس ظلم کو مذموم ٹھہرائے جو پیغمبر کو پیغمبر کہے معصوم ٹھہرائے
یہودی اس کو پیغمبر اگر جانیں تو کیوں جانیں اسے سمجھیں تو کیا سمجھیں اسے مانیں تو کیا مانیں
غرض یہ لوگ بھی اندر ہی اندر سخت دشمن تھے دغا باز اور محسن کش تھے مکار اور پُر فن تھے
رسول اللہ کی عظمت کے گرچہ دل سے قائل تھے مگر یہ ان کی فطرت تھی عداوت ہی پہ مائل تھے

بباطن سازشیں تھیں اور بظاہر کچھ نہ کرتے تھے
مسلمان ہونے والے اوس و خزرج کے قبائل تھے
یہ انصارِ رسول اللہ خوش تھے فقر و فاقے میں
ہدایت پا کے اپنی خوبی قسمت پہ نازاں تھے
معاہدہ ہو چکے تھے اوس و خزرج سے بھی ڈرتے تھے
اگرچہ زر میں کم تھے زور میں مد مقابل تھے
زراعت میں لگے رہتے تھے میثرب کے علاقے میں
خدا کے فضل یعنی آیہ رحمت پہ نازاں تھے

قریش مکہ کی غارت گری

حسد کی ہر طرف جب عام بیماری لگی بڑھنے
کیا اس طرح آغازِ شرارت اہل مکہ نے
پھرا کرتے تھے بیرونِ مدینہ اونٹ میدان میں
صحابہ حضرت اقدس سے اکثر التجا کرتے
یہودی مل گئے مکہ کے ان وحشی لعینوں سے
ہوئی تنگ اس قدر آخر مسلمانوں کی عافیت
نکلتے تھے تو گھر جاتے تھے قزاقوں کے دستوں میں
خدا کا نام لینا اک نرالا رنگ لایا تھا
قریش مکہ نے ڈالی جو طرح جنگِ مغلوبہ
حد برداشت سے گزری تعدی اہلِ باطل کی

مسلمانوں کو پھر جینے کی دشواری لگی بڑھنے
کہ رہزن بن کے ڈالی طرح غارت اہل مکہ نے
انہیں کرز ابنِ جابر لے گیا روزِ درختاں میں
مگر لڑنے سے ان کو منع شاہِ دوسرا کرتے
توقع تھی خلافِ عہد کی ہر دم کینوں سے
کہ اندر شہر کے بھی رہ نہ سکتے تھے بخیریت
بچارے دن دھاڑے قتل ہو جاتے تھے رستوں میں
نبی صابر تھے فرمانِ جہاد اب تک نہ آیا تھا
کیا باطل نے شمعِ حق بجھا دینے کا منصوبہ
زیادہ صبر کرنا بے حسی تھی دینِ کامل کی

آنحضرت نے مدینے میں تشریف لاتے ہی یہودیوں اور مسلمانوں میں ایک معاہدہ کرایا تھا۔ (دیکھو ابنِ ہشام)

ان دنوں مدینہ میں یہود اور منافقین کے گرد مسلمانوں کو امن و امان سے رہتے دیکھ کر حسد سے اندھے ہو رہے تھے اور آئے دن سازشوں میں مصروف تھے۔

مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو غارت کر دینے کا تہیہ کر رکھا تھا کرز ابنِ جابر مدینے کی دیواروں تک غارت کرتا تھا۔ (ارشادِ الحکمتہ)

اذنِ جہاد

بالآخر وقت آیا رحمتِ حق جوش میں آئی! معاً جبریل لے کر آیہ قرآن ہوئے نازل یہ حکم آیا کہ ”ہاں اب ان غریبوں کو اجازت ہے وہ جن پر ظلم کے بیداد کے بادل برستے ہیں جو ناحق کے ستم سہتے ہیں اور مغموم رہتے ہیں خطا جن کی فقط یہ ہے کہ وہ اسلام لے آئے جنہیں دشمن تہیہ کر چکے ہیں تنگ کرنے کا خدا ظالم کے منصوبوں کو رد کرنے پہ قادر ہے نہ دے اللہ اگر حملوں کے سدِ باب کی جرأت یہ معبد، خانقاہیں، صومعے یکسر اُجڑ جائیں مساجد جن کے اندر ذکرِ حق کثرت سے ہوتا ہے گرا دیں لوگ آ کر ان عماراتِ مقدس کو

اِذْنًا لِّلَّذِينَ يَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا ط وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ تَصَرُّفِهِمْ لَقَدِيرٌ ط بِالَّذِينَ أَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَغْيًا فَإِنَّمَا يُقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ ط وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفُتِنَتْ صَوَامِعُ وَبَيَعٌ وَصَلَاةٌ وَمَسْجِدٌ يُذَكَّرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ط وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ (ج)

ان کو لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور تحقیق اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے وہ لوگ جو ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے اس لیے کہ انہوں نے پروردگار کو اپنا خدا کہا اور اگر بعض لوگوں پر سے بعض کو اللہ دور نہ کرتا تو البتہ گرا دیے جاتے مندر تر سا کر صومعے درویشوں کے اور عبادت خانے یہود کے اور مسجدیں کہ جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے اللہ اپنے مدد کرنے والوں کی مدد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ البتہ زور آور اور غالب ہے

رسول اللہ نے اک دن بھد تاکید و پابندی کہا ”راہِ خدا میں تم کو لڑنے کی اجازت ہے مگر تم یاد رکھو صاف یہ ہے حکم قرآن کا نہیں دیتا اجازت پیش دستی کی خدا ہرگز فقط اُن سے لڑو جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں سنایا اہل ایمان کو یہ فرمانِ خداوندی خدا کے دشمنوں کو دفع کرنے کی اجازت ہے ستانا بے گناہوں کو نہیں شیوہ مسلمان کا مسلمان ہو تو لڑنے میں نہ کرنا ابتداء ہرگز فقط اُن سے لڑو جو تم پہ جینا تنگ کرتے ہیں“

قریش کی دھمکی

قریش مکہ نے ٹھانی ہوئی تھی قتل و غارت کی قبائل کا بھی خطرہ تھا دیارِ ارضِ یثرب میں یہ خطرہ تھا مبادا اہل مکہ سے وہ مل جائیں خبر تھی فتنہ آئندہ کی محبوبہ* داور کو یہ کوشش تھی کہ دب جائے فساد و جنگ کا فتنہ مگر اب کر چکے تھے اہل مکہ خوب تیاری مسلمانوں کو لکھ کر بھیج دی بوجہل نے دھمکی! محمدؐ کو بڑا ہی صاحبِ اعجاز سمجھے ہوا! نہیں یہ ناز ہوگا آجے ہیں اب مدینے میں دم لو کوئی ساعت ٹھہر جاؤ ہم آتے ہیں مسلمان بھی لگے تدبیر کرنے اب حفاظت کی کہ بود و باش تھی جن کی جوارِ ارضِ یثرب میں رسد کو لوٹ لیں اہل مدینہ پر ستم ڈھائیں معاہدہ کر لیا اس واسطے ان میں سے اکثر کو نہ اٹھے اس جہاں میں کوئی خونیں رنگ کا فتنہ نہ اُن کو بیٹھنے دیتی تھی خوئے مسلم آزاری کہ پہلے ہی سے اب تم فکر کر لو اپنے ماتم کی یہاں سے بچ نکلنے کو خدائی راز سمجھے ہو سمجھتے ہو گے ہم آزاد ہیں اب مرنے جینے میں تمہارا نام ہی اب لوحِ ہستی سے مٹاتے ہیں“

قافلہ تجارت اور ابوسفیان کے منصوبے

یہ خالی ایک دھمکی ہی نہ تھی کفار مکہ کی
نبیؐ پر حملہ کرنے کے لیے تیار بیٹھے تھے
ابوسفیاں گیا تھا شام کی جانب تجارت کو
تجارت کے منافع پر مدارِ جنگ تھا سارا
قریشی تاجروں کا قافلہ جب لوٹ کر آیا
پہنچ کر مکہ میں اب جنگ کا سامان کرنا تھا
دغا ہوتی ہے جس دل میں وہی چھاتی دھڑکتی ہے
ابوسفیاں کے دل میں بھی ہزاروں وہم آتے تھے
خیال آیا مسلمان نیک و بد پہچان جاتے ہیں
کہیں ایسا نہ ہو مقصد سمجھ لیں اس تجارت کا
چلے ہیں قاتلوں کے ہم دہانِ آز بھرنے کو
سمجھ جائیں، یہ سونا قبر کے اندر سلائے گا
سمجھ جائیں کہ ان کی صبح پر شام آنے والی ہے
کہیں ایسا نہ ہو اس قافلے کا حال کھل جائے
ہمارا قافلہ مکے پہنچ جائے تو اچھا ہو
یہ کیا ہے آج آگے پاؤں دھرتے ہول آتا ہے

بہت بد ہو چکی تھیں نتیں اشراہ مکہ کی
بس اپنے قافلے کے منتظر کفار بیٹھے تھے
نکلنا تھا اسی کی واپسی پر قتل و غارت کو
تجارت کیا تھی گویا کاروبارِ جنگ تھا سارا
ابوسفیاں منافع کی رقم تھیلوں میں بھر لایا
مگر ڈر تھا کہ یثرب کے حوالی سے گزرنا تھا
فسادِ بلغمی سے آنکھ رہ رہ کر پھڑکتی ہے
خیالی وسوسے ہی بھوت بن بن کر ڈراتے تھے
محمدؐ آدمی کے دل کی باتیں جان جاتے تھے
خبر ہو جائے شاید بھید کھل جائے تجارت کا
قبائل میں یہ سارا مال و زر تقسیم کرنے کو
سمجھ جائیں کہ یہ کپڑا کفن ان کو پہنائے گا
منافع کی یہ دولت جنگ میں کام آنے والی ہے
سرِ منزل نہ پہنچیں اور ساری چال کھل جائے
کسی صورت مدینے پر بلا آئے تو اچھا ہو
مدینے کی حوالی سے گزرتے ہول آتا ہے

اگر اہلِ مدینہ رستے ہی میں ٹوک لیں ہم کو
اکارت جائیں گے مکے میں پھر ساماں لڑائی کے
یہ سارا مال اگر اہلِ مدینہ چھین لے جائیں
بڑی دقت ہے پھر اللہ والوں کو مٹانے میں
کوئی ترکیب ایسی ہو کہ ہم بچ کر نکل جائیں
نئے مذہب کی جڑ تیغ و تبر سے کاٹ دیں آکر
ارادوں سے ہمارے باخبر ہوں روک لیں ہم کو
ہوا ہو جائیں گے امکانِ خنجر آزمائی کے
تو شاید جا کے تلواریں خریدیں قلعے بنوائیں
محمد ہی کا مذہب پھیل جائے گا زمانے میں
لڑائی کے لیے مکے سے واپس لوٹ کر آئیں
مدینے کی زمیں لاشوں سے یکسر پاٹ دیں آکر

شرارت

ابو سفیاں الجھتا آ رہا تھا ان خیالوں میں
بہت سوچا بالآخر اک شرارت تازہ طے پائی
کہا یہ کام اگر کر دے تو اتنا مال پائے گا
چلا مکے کی جانب اونٹ پر چڑھ کر یہ ہر کارا
کیا اب مشورہ بزدل نے اپنے ساتھ والوں سے
معا اک مرد ضمیم نام کو ترکیب سمجھائی
ملیں گے اونٹ سونا بھی کئی مثقال پائے گا
بڑھادو منزلیں کرتا ہوا و حرص کا مارا

مشرکین میں اشتعال کی چال

اگر اس قافلے کے منتظر بیٹھے تھے مدت سے
نظر اس کارواں کی واپسی کا تھا خیال ان کو
کریش اک روز بیٹھے کر رہے تھے جنگ کی باتیں
ایک اک صدا اٹھی کہ ”فریاد اے بنی غالب!“
”میں اور فریادیں سنیں تو اہلِ شر دوڑے
لڑائی چھیڑنا منظور تھی فخرِ نبوت سے
کہ تھی لڑنے سے پہلے آرزوئے حفظِ مال ان کو
ابو جہل ان کو سکھلاتا تھا قتلِ عام کی گھاتیں
اٹھو دوڑو کرو فی الفور امداد اے بنی غالب!
بہت بیتاب ہو ہو کر اٹھے آواز پر دوڑے

نظر آیا کہ وادی میں کھڑا ہے اک شتر تنہا
برہنہ جسم ننگِ خاندان معلوم ہوتا ہے
شتر کی پیٹھ پر کاٹھی بھی کس رکھی ہے الٹا کر
نغاں کرتا ہے، چیخیں مارتا ہے روتا جاتا ہے
صدا دیتا ہے ”اے لوگو مری فریاد کو پہنچو
محمدؐ بدلہ لینا چاہتے ہیں بر ملا تم سے
مسلمان قافلے کی تاک میں نکلے ہیں اے یارو!
مجھے ڈر ہے کہ جو ہونا تھا اب تک ہو چکا ہوگا
پڑے سوتے ہو تم، سونا تمہارا لٹ گیا ہوگا
پکڑ کر لے گئے ہوں گے مسلمان ساتھ والوں کو
ارے تم سن رہے ہو، تم سے کچھ بھی بن نہیں پڑتی!

اور اس کی پیٹھ پر بیٹھا ہے اک ننگا بشر تنہا
تباہی اور فلاکت کا نشان معلوم ہوتا ہے
نظر آتا ہے آیا ہے کہیں سے کان کٹوا کر
پیا پے سینہ کو باں ہو کے بے کل ہوتا جاتا ہے
تمہارا مال و زر لٹنے کو ہے امداد کو پہنچو
سمجھتے ہیں کہ جھیلے ہیں بہت جور و جفا تم سے
اُٹھو، دوڑو، بڑھو، چل کر انہیں روکو انہیں مارو!
ابو سفیاں بچارا جان اپنی کھو چکا ہوگا!
تمہارا کارواں سارے کا سارا لٹ گیا ہوگا
نکالو جلد اپنی فوج، دوڑاؤ رسالوں کو
میری فریاد کی برچھی کسی دل میں نہیں گڑتی“

ابو جہل کی آتش افروزی

اب اہل شہر پہچانے کہ ضمضم ہے یہ ہر کارا
وہ پتھرائی ہوئی آنکھوں سے ہر سوتکتا جاتا تھا
اُجھنے کے لیے تیار تھے پہلے ہی دیوانے
چنگاری پڑ گئی بارود میں شعلہ بھڑک اٹھا

گھڑی میں شہر اُس کے گرد اکٹھا ہو گیا سارا
دوہتر پیٹتا جاتا تھا ظالم بکتا جاتا تھا
لگے یہ حال سن کر سانپ کی مانند بل کھانے
دل ہر ثانیٰ نمرود میں شعلہ بھڑک اٹھا

۱۔ جاہلیت میں فریاد کرنے اور کسانے کے انتہائی طریقے یہی تھے۔

لگی تلووں میں آگ ایسی کہ نٹھنوں سے دھواں نکلا
غرور و عجب نے دل کی سیاہی رخ پہ دوڑا دی
یہ ایسی بات تھی جو وہم میں بھی آنہ سکتی تھی
مسلمانوں کو یہ جرأت کہ ان کا قافلہ روکیں
(انہیں ٹھیکا ملا تھا اہل دنیا کو ستانے کا
مسلمان اور اُن کے کارواں پر حملہ آور ہوں!
وہ ہر کارا تو پلٹا صورتِ شیطان بہکا کر
بھرے بیٹھے تھے پہلے سے بہانہ اور ہاتھ آیا
کہا: ”او بیوقوفو! سوچتے کیا ہو کمر باندھو!
مسلمانوں کو مکے سے نکل جانے دیا تم نے
محمدؐ کو یہیں پر ختم کر دو میں نہ کہتا تھا
مدینے میں پہنچ کر اب یہ جرأت مل گئی اُن کو
تمہیں ان کو سزا دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی
تمہارے سامنے ہستی ہی کیا ہے اس جماعت کی
وہ خود ہیں جنگ کے طالب حیات کو نہیں آتی
الطیمرؑ ہو گیا تاراج تو پچھتاؤ گے یارو!
بھالے برچھیاں پیکان کس دن کام آئیں گے
اسبابِ منافع تجارت کو لطیمہ کہتے تھے۔

غضب کی شکل میں آنکھوں سے مغز استخاں نکلا
غضب ناک نے آنکھوں کو ردائے سرخ پہنا دی
تصور میں یہ صورت منہ کبھی دکھلا نہ سکتی تھی
جواب تک چھپتے پھرتے تھے انہیں میدان میں ٹوکیں
کسی کو حق نہ تھا مد مقابل بن کے آنے کا)
خبر سن لیں یہ بھتنے اور جامے سے نہ باہر ہوں!
لگے بس گھولنے یہ سانپ چیچ و تاب کھا کھا کر
اٹھا بو جہل اک تقریر کی لوگوں کو بھڑکایا
اٹھاؤ نیزہ و خنجر اٹھو تیغ و تبر باندھو!
وہ موقع خوب تھا افسوس مل جانے دیا تم نے
مسلمانوں سے قبرستان بھر دو میں نہ کہتا تھا!
تمہیں پر حملہ آور ہوں یہ ہمت مل گئی اُن کو
نیا مذہب مٹا دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی
مسلمان کیا ہیں اک بے رنگ سی تصویر غربت کی
تمہارا قافلہ لٹتا ہے چھاتی پھٹ نہیں جاتی
تم اپنی بیویوں کو عیش سے ترساؤ گے یارو!
تمہارے جنگ کے سامان کس دن کام آئیں گے

چلو میدان میں جرأت آزماؤ دیکھتے کیا ہو
 ہمارے تین سو اور ساٹھ ہیں، تنہا خدا اُن کا
 قریشی نسل کی شوکت دکھاؤ دیکھتے کیا ہو
 بھلا اتنے خداؤں سے لڑے گا کیا خدا اُن کا
 اُٹھو اے لات و عزری و ہبل کے پوجنے والو
 عرب سے اک خدا کے نام کا دھبہ مٹا ڈالو

قریش مکہ کی چڑھائی

اُٹھا اک غلغلہ ہر شخص تیاری لگا کرنے
 درستی ہو گئی جھٹ نیزہ و شمشیر و خنجر کی
 ہر اک تائید خونریزی و خونخواری لگا کرنے
 چڑھی آندھی مدینے کی طرف باطل کے لشکر کی
 بڑھے گھوڑوں پہ یا اونٹوں پہ چڑھ کر صف بصف ہو کر
 ابو جہل اور عقبہ اور ثیبہ تھے سر لشکر
 منبہ اور رقعہ عاص بن ہشام و عقبہ بھی
 کہ بزدل سمجھے جاتے گرتے کوئی معذوری
 چلے عم نبی، عباس بھی لڑنے بھیجتے سے
 نہیں تھا بولہب اس کی بدی کا ہاتھ شامل تھا
 کہ سب جنگ آزمودہ تیغ زن تھے اور قاتل تھے
 دلوں میں بغض، نعرے کفر کے ان کی زبانوں پر
 مسلمانوں سے لڑنے کو مدینے کے گرانے کو
 گزر گاہوں میں لوگوں پر غضب ڈھاتا تھا یہ لشکر
 فلک بھی کانپ کر الْعَظْمَةُ لِلّٰهِ پکار اُٹھا
 اُٹھا اک غلغلہ ہر شخص تیاری لگا کرنے
 درستی ہو گئی جھٹ نیزہ و شمشیر و خنجر کی
 قریشی نسل کے مردان جنگی سر بکف ہو کر
 نصر، بونجری، حرث ابن عامر تھے یہ سب افسر
 چلے وہ سب کے سب جن کو پیغمبر سے عداوت تھی
 بنی ہاشم بھی ان کے ساتھ شامل تھے بھجوری
 اگرچہ با خبر تھے اس بُرائی کے نتیجے سے
 عقیل ابن ابی طالب بھی ان کے ساتھ شامل تھا
 قریشی سورما اکثر شریک فوج باطل تھے
 یہ لشکر مشتمل تھا ساڑھے گیارہ سو جوانوں پر
 یہ لشکر بڑھ رہا تھا کعبہ توحید ڈھانے کو
 مدینے کی طرف بڑھتا چلا آتا تھا یہ لشکر
 زمین دشت کی چھاتی سے آہوں کا غبار اُٹھا

ابوسفیان اور اس کا قافلہ بالکل سلامت تھا وہ لے کر مال و دولت منزل مقصود پر پہنچا پہنچ کر مکے میں یہ قافلہ دو روز سستایا کہ ہم بچ کر نکل آئے لطیمہ بھی سلامت ہے اگر سارے عرب کو مشتعل کرنا ضروری ہو تو واپس لوٹ آؤ تاکہ بندوبست ہو جائے تجارت کا منافع بانٹ دو سارے قبائل میں قبائل ان مسلمانوں کا جینا تنگ کر دیں گے مدینے کے یہودی بھی ہمارے دوست ہیں سارے انہیں لالچ دیا جائے تو وہ بھی عہد کو توڑیں اگر کچھ خرچ کرنے سے یہ ہو جائے تو کیا کہنا بہر سو نا کہ بندی کر کے پھر ہم بھی کریں دھاوا مزاجب ہے ہمیں بھی حملہ کرنے کا مزا آئے پلٹ آنا اگر ہو نا مناسب خیر بڑھ جاؤ ہماری بھی ضرورت ہو تو کہہ دو ہم بھی آجائیں

مگر ظالم کا یہ فتنہ جگا دینا قیامت تھا نہ آیا پیش کوئی حادثہ اور اپنے گھر پہنچا سوئے لشکر مگر اک تیز رو قاصد کو دوڑایا اگر چاہو تو لوٹ آؤ لڑائی بے ضرورت ہے مدینے کی زمیں کو خون سے بھرنا ضروری ہو مسلمانوں کی ہستی جس سے بالکل پست ہو جائے کہ ہوگی اس سے وسعت اہل مکہ کے وسائل میں وہ اُنکے کھیت میدان راستے لاشوں سے بھر دیں گے ابھی خاموش بیٹھے ہیں وہ حلفِ صلح کے مارے یہ مجبوری کی ظاہر داریاں رکھنے سے منہ موڑیں کہ ہوگا اوس و خرزج کو بھی مشکل شہر میں رہنا لگا دیں آگ کر دیں مسجدوں کو راکھ کا آوا کہ ان کے بھاگنے کا راستہ مسدود ہو جائے مسلمانوں کے سر پر بھوت کی مانند چڑھ جاؤ نہیں کچھ اور خیر اس لوٹ ہی کا مال پا جائیں

ابو جہل کا جواب ابوسفیان کے قاصد کو

ہشا بو جہل یہ پیغام سن کر تن کے یوں بولا کہ ”یہ دفتر نصیحت کا ابوسفیان نے کیوں کھولا!

وہ چالیں ہی نہ بتلائے ہمیں بیٹھا ہوا گھر میں
 مسلمان چیز ہی کیا ہیں کریں اتنی جو سردردی
 خس و خاشاک کی خاطر یہی اک موج کافی ہے
 مسلمانوں کے سر سے موٹ کا ٹلنا ہے ناممکن
 تمہارا مدعا جو کچھ بھی تھا معلوم تھا ہم کو
 تمہارے کارواں کو بھی سلامت جانتے تھے ہم
 لگا دی آگ رگ رگ میں تمنا جنگ کی بھردی
 نکلتا تھا جو مطلب مال و زر سے یوں نکل آیا
 سلامت ہے تمہارا قافلہ اب تم بھی آ جاؤ
 مزے سے پیٹ بھرنے کے لیے بیٹھے ہو مکے میں
 یہاں ہر چیز ہے موجود ہر نعمت مہیا ہے
 بھلا لگتا ہے جن چیزوں سے جینا ساتھ لائے ہیں
 انہیں کے حسن سے معمور یہ خرگاہ لشکر ہیں
 کہ ہر سردار کا خیمہ مقام عیش رہتا ہے
 صدائے چنگ و دف گلبانگِ نوشا رہتی ہے
 نظر سے گزرے ہیں یہ عیش ایسے جنگ دیکھے ہیں؟
 نہیں خود آ کے دیکھو ویسے ہی سفاک و قاتل ہیں
 کہ ہرے نوش دل سے زنگِ حسرت دھوتا جاتا ہے

اُسے کہہ دو لطیمہ رکھ کے جلد آ جائے لشکر میں
 قبائل میں کریں کیوں مفت جا کر بادیہ گردی
 مٹانے کے لیے ان کے یہ جنگی فوج کافی ہے
 چڑھائی ہو چکی ہے اب پلٹ جانا ہے ناممکن
 ابوسفیاں سے کہہ دینا کہ تم سمجھے ہو کیا ہم کو
 جو قاصد تم نے بھیجا تھا اُسے پہچانتے تھے ہم
 سمجھ لی بات ہم نے قوم ساری مشتعل کر دی
 یہ لشکر جمع ہو کے بہر قتل و خون نکل آیا
 ہوا مفتوح پہلا مرحلہ اب تم بھی آ جاؤ
 اگر تم عیش کرنے کے لیے بیٹھے ہو مکے میں
 تو لشکر میں ہمارے عیش و عشرت کی کمی کیا ہے
 شرابیں ناچ گانا کھانا پینا ساتھ لائے ہیں
 بہت سی گانے والی عورتیں ہمراہ لشکر ہیں
 انہی سے منزلوں میں اہتمام عیش رہتا ہے
 ہماری رات غرقِ بادۂ سر جوش رہتی ہے
 کبھی چشمِ فلک نے یہ نرا لے رنگ دیکھے ہیں
 مگر یہ مت سمجھ لینا کہ ہم بیہوش و غافل ہیں
 ہمارا جوش ہر منزل پہ دونا ہوتا جاتا ہے

یہ قومی آن کی باتیں ہیں متوالے نہیں ہیں ہم
 قریشی نسل کی شانِ امارت کے امیں ہم ہیں
 عرب کے رہنے والے کو دکھا کر بزم کا نقشہ
 یہ ساری عشرتیں اہلِ وغا کا دل لبھائیں گی
 وہاں ہم کیا کریں گے یہ نہ پوچھو بس سمجھ جاؤ
 تفتک و نیزہ و خنجر، شراب و نغمہ و ساقی
 دکھانا ہے کہ ہر اک رنگ میں مسند نشیں ہیں ہم
 عرب کا کون مالک ہے؟ ہمیں ہم ہیں ہمیں ہم ہیں
 بتا دیں برسرِ میداں جما کر رزم کا نقشہ
 ہمیں جنگاہ تک لے جائیں گی پھر لوٹ آئیں گی
 مسلمانوں کی حالت دیکھنی چاہو تو جلد آؤ
 مجھے یہ تو بتاؤ شہر میں کیا چیز ہے باقی

مرا مطلب یہ ہے بزدل نہ کہلاؤ ابو سفیاں
 مجھے تم جانتے ہو منہ نہ کھلاؤ ابو سفیاں

صورتِ حالات کی نزاکت

نبی ﷺ کا مشورہ صحابہ

ادھر گاؤں زمیں تھرا رہی تھی بد نہا دوں سے
 وہی اک ملہم صادق وہی اک دیدہ بینا
 اُسے معلوم تھا آغاز و انجام اس چڑھائی کا
 وہ سب کچھ جانتے ہیں جو اماں دیتے ہیں جانوں کو
 رسول اللہ نے اک دن مسلمانوں کو بلوایا
 کہ دو جانب سے اٹھ کر جنگ کا طوفان آتا ہے
 ابو سفیاں پلٹ آیا ہے لے کر شام کی دولت
 ادھر اہلِ مدینہ بے خبر تھے ان ارادوں سے
 اسی کا قلب تھا جس پر تھا سارا حال آئینہ
 اسی کا دل تھا جس میں درد تھا ساری خدائی کا
 خبر ہوتی ہے خونی بھیڑیوں کی گلہ بانوں کو
 بٹھایا مسجدِ نبوی میں سب کو اور فرمایا
 قریشی فوج آتی ہے ابو سفیان آتا ہے
 قبائل میں یہ زر تقسیم کر دینے کی ہے نیت

اُٹھائے گا قبائل کو تمہارے سر پہ لائے گا
اُدھر مکے سے لشکر چل چکا ہے لڑنے مرنے کو
اُٹھے ہیں اہل مکہ تاخت و تاراج کی خاطر
حلیفوں میں تمہارے ہیں یہودی اور کافر بھی
کرو قطع نظر اس سے کہ ان کا دین ہے کیا
وہ عرفانی بلندی پر ہیں یا پستی میں بستے ہیں
بہت سے لوگ طرزِ غیر جانبدار رکھتے ہیں
مدینے پر ہوا حملہ تو گھبرائیں گے بیچارے
مسلمانوں پہ لازم ہے حمایت ان حلیفوں کی
قریش مکہ کی یورش کا باعث صرف مسلم ہیں
وہ حق سے پھیر لینا چاہتے ہیں تم کو جبر یہ
اگرچہ مفلس و نادار ہو تعداد میں کم ہو
مہاجر بے وطن ہیں بے نوا کچھ بھی نہیں رکھتے
سواری اور ہتھیاروں کی حالت بھی نہیں اچھی
مسلمانو! مگر اس راہ میں اللہ کافی ہے
تمہارا عندیہ کیا ہے لڑیں یا بند ہو بیٹھیں؟

مدینے پر قیامت ڈھائے گا فتنے اُٹھائے گا
تمہارے دین و امن و صلح کے برباد کرنے کو
چلا آتا ہے باطل حق سے استنزاج کی خاطر
حمایت میں مسلمانوں کی ہیں کمزور و لاغر بھی
کہ دین و مذہب و ملت میں ہے اکراہ نازیبا
تمہارے دامنوں میں امن کی بستی میں بستے ہیں
بیچارے بال بچے رکھتے ہیں گھر بار رکھتے ہیں
جفا و ظلم کی چکی میں پس جائیں گے بیچارے
مبادا آبرو بگڑے شریفوں کی، ضعیفوں کی
کہ اب تک باوجودِ ضعف دین اللہ پہ قائم ہیں
تمہیں پر فرض ہے اس یورش بے جا کا دفعیہ
قریش مکہ سے سامان میں افراد میں کم ہو
غریب انصار بھی دل کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتے
گھروں میں بعض بیماروں کی حالت بھی نہیں اچھی
جہاد فی سبیل اللہ میں اللہ کافی ہے
چلیں میدان میں یا شہر کے پابند ہو بیٹھیں

مہاجرین کا مشورہ

ابو بکرؓ و عمرؓ نے عرض کی اے ہادیؓ دوراں
 غلامانِ محمدؐ جان دینے سے نہیں ڈرتے
 اٹھے مقدادؓ اٹھ کر عرض کی ”اے سرورِ عالم“
 کہا تھا اس نے ”اے موسیٰ ہمیں آرام کرنے دے
 خدا کو ساتھ لے لے اور باطل سے لڑائی کر
 ہمیں کیوں ساتھ لے جاتا ہے دنیا سے اُجڑنے کو
 معاذ اللہ مثیلِ اُمتِ موسیٰ نہیں ہیں ہم
 ہمارا فخر یہ ہے ہم غلامانِ محمدؐ ہیں
 مسلمان کو ڈرا سکتے ہیں کب یہ نیزہ و خنجر
 بزرگانِ مہاجر نے دکھائی جب توانائی

ہمارے مالِ جانِ اولاد سب کچھ آپ پر قرباں
 یہ سرکٹ جائے یا رہ جائے کچھ پروا نہیں کرتے
 نہیں ہیں قومِ موسیٰ کی طرح کہہ دینے والے ہم
 جہاں کی نعمتیں ملتی ہیں ان سے پیٹ بھرنے دے
 ہمارے واسطے خود جا کے قسمت آزمائی کر
 خدا اور اس کا موسیٰ ہی بہت کافی ہیں لڑنے کو“
 جہاں میں پیروانِ دینِ ختمِ المرسلین ہیں ہم
 ہمیں باطل کا ڈر کیا زیرِ دامانِ محمدؐ ہیں
 لڑیں گے سامنے ہو کر عقب پر دائیں بائیں پر“
 رسول اللہؐ نے سن کر دعائے خیر فرمائی

انصار کا جوشِ ایمان

صفِ انصار کی جانب اُنھیں آنکھیں نبوت کی
 ادب سے عرض کی ”انصار ہیں ہم یا رسول اللہؐ
 خدا نے ہم غریبوں پر عجب احسان فرمایا
 جہاں میں اس سے بڑھ کر کوئی عزت مل نہیں سکتی
 خدائے پاک کے فرمان پر ایمان لائے ہم

تو سعد ابنِ معاذؓ اٹھے دکھائی شانِ جرأت کی
 غلامِ سیدِ ابرار ہیں ہم یا رسول اللہؐ
 کہ ختمِ المرسلین اس شہر میں تشریف لے آیا
 کسی کو بھی ابد تک اب یہ دولت مل نہیں سکتی
 رسول اللہؐ پر قرآن پر ایمان لائے ہم

تو کیا اب موت کے ڈر سے یہ دولت ہم گنوا دیں گے
 تعالیٰ اللہ یہ شیوہ نہیں ہے با وفاؤں کا
 صداقت دیکھ کر رکھا تھا ان قدموں پہ سر ہم نے
 قسم اللہ کی جس نے نبیؐ مبعوث فرمایا
 گدائی آپ کے در کی ہماری پادشاہی ہے
 ہمیں میدان میں لے جائیے یا شہر میں رہیے
 ہمارا فرض ہے تعمیل کرنا رائے عالی کی
 ہمارا مرنا جینا آپ کے احکام پر ہو گا
 اگر ارشاد ہو بحرِ فنا میں کود جائیں ہم
 نبیؐ کا حکم ہو تو پھاند جائیں ہم سمندر میں
 جہلا دیں گے یہ احساں بارِ لعنت سر پہ لا دیں گے
 پیا ہے دودھ ہم لوگوں نے غیرت دار ماؤں کا
 کہ مانا آپ کو روشن دلائل دیکھ کر ہم نے
 سبھی کچھ پالیا جس وقت ہم نے آپ کو پایا
 ہمیں تو آپ کا ارشاد ہی وحی الہی ہے
 کسی سے صلح کو فرمائیے یا جنگ کو کہئے
 ہماری زندگی تکمیل ہے ایمائے عالی کی
 کسی میدان میں ہو خاتمہ اسلام پر ہو گا
 ہلاکت خیز گردابِ بلا میں کود جائیں ہم
 جہاں کو محو کر دیں نعرۃ اللہ اکبر میں

قریش مکہ تو کیا چیز ہیں دیووں سے لڑ جائیں

سنان نیزہ بن کر سینہ باطل میں گڑ جائیں

وعدہ نصرتِ الہی

نظارا دیکھ کر انصار کے جوشِ اطاعت کا
 یہ وحدت آج وحدت کے مبلغ کو پسند آئی
 اٹھا کر ہاتھ حضرت نے دعائے خیر فرمائی
 برائے جنگ یثرب سے نکلنے کی اجازت دی
 خدا نے وعدہ فرمایا ہے نصرت ہاتھ آئے گی
 کہا ”دونوں میں تم کو اک جماعت ہاتھ آئے گی“
 اٹھا عرشِ معلیٰ کی طرف چہرہ نبوت کا
 دُعا کے بعد لوگوں کو نوید فتح و نصرت دی

رہے گا بول بالا قدرتِ حق سے صداقت کا
فلک پر تھوکنے والے زمیں پر سرنگوں ہوں گے
گرے گا جڑ سے کٹ کے نخل کفر و ظلم و بدعت کا
یقین رکھو کہ خود سر حملہ آور سرنگوں ہوں گے

مجاہدینِ اسلام جہاد کے رستے پر

نمازِ صبح پڑھ کر ہو گئی چلنے کی تیاری
دکھانا شانِ حق منظور تھی ہادیِ کامل کو
دوم تھا سالِ ہجری بارہویں تھی ماہِ رمضان کی
نکل کر شہر سے تعداد دیکھی جاں نثاروں کی
سلاحِ جنگ یہ تھا آٹھ تلواریں تھیں چھ زر ہیں
کمانیں اور نیزے، چو بہائے نا ترا شیدہ
زیادہ لوگ پیدل تھے سواری پر بہت تھوڑے
ہلا دیتی تھی کہساروں کو جن کی دھاک پیدل تھے
علیؑ اور بولبابہؑ اور جنابِ سیدِ عالم
ابو بکرؓ و عمرؓ اور عبدِ رحمٰنؓ اک سواری پر
سمندر میں اٹھا کرتی ہے جیسے موجِ بے پروا
کھجوریں تک میسر تھیں نہ جن کے پیٹ بھرنے کو
بہت سے سر بسر محروم گھوڑے اور ناقے سے
خیالِ عظمتِ ملت مکیں تھا ان کے سینوں میں
اٹھا خود مسجدِ نبوی سے ابرِ رحمتِ باری
مدینے سے نکل کر روکنا تھا فوجِ باطل کو
کہ نکلی مختصر سی اک جماعت اہلِ ایمان کی
تو گنتی تین سو تیرہ تھی ان طاعت گزاروں کی
غنا کا رنگ یہ تھا چیتھروں میں بیسیوں گر ہیں
حدودِ کفش سے آزاد پائے آبلہ دیدہ
کہ ستر اونٹ تھے بہر سواری اور دو گھوڑے
جنابِ حمزہؑ کیا، خود صاحبِ لولاک پیدل تھے
یہ تینوں باری باری سے شریکِ ناقہ تھے باہم
منازل طے کئے جاتے تھے اپنی اپنی باری پر
اسی صورت رواں تھی غازیوں کی فوجِ بے پروا
یہ اللہ کے مجاہد تھے چلے تھے جنگ کرنے کو
بہت ایسے تھے جن کی رات بھی کلتی تھی فاقے سے
کوئی سامان نہ تھا ذوقِ یقین تھا ان کے سینوں میں

یہ چند افراد اٹھے تھے ضعیفوں کی حمایت کو
چلے تھے یہ مجاہد آج میدان شہادت میں
شریروں کے مقابل میں شریفوں کی حمایت کو
محمدؐ کی ہدایت پر محمدؐ کی قیادت میں

کفار کا ڈیرا میدانِ بدر میں

زرہ پہنے ہوئے جب لشکرِ نورِ سحر نکلا
قضائے دہر سے اب اٹھ چلی شب کی عملداری
شہِ خاور اٹھا بہرِ مدد سینہ سپر نکلا
خدا دینے لگا باطل کو پاداشِ سیہ کاری
شعاعیں برچھیاں بن کر اندھیروں کی طرف لپکیں
تکبر، ظلم، گستاخی، دل آزاری، من و مائی
ستانے کے طریقے، قتل کر دینے کی ایجادیں
ہوئے آ آ کے سب شاملِ گروہِ اہلِ باطل میں
یہ بچے مادرِ شب کے اندھیرے کی یہ اولادیں
یہ فتنے آ بے کفار کے تہ خانہ دل میں
ڈبونے جا رہے تھے کشتیِ حق آبِ خنجر میں
یہاں تدبیر کی تزویر کو تقدیر نے گھیرا
نگا یا بدر کے میدان میں کفار نے ڈیرا

ابو جہل کا غرور

یہاں ابو جہل نے آتے ہی پھر لوگوں کو بھڑکایا
کہا ”یہ دن وہ ہے جس کی طلب تھی ایک مدت سے
دلایا جوش سب کو اور خود بھی جوش میں آیا
اکٹھے ہیں صنادیدِ قریش اس وقت قسمت سے
مدینے بھر میں شورِ الحذر ہو گا زبانوں پر
بھلا ایسے مواقع پھر کبھی ہاتھ آنے والے ہیں
چڑھائی ہو گئی ہے اک خدا پر سب خداؤں کی
یہ خود سر پہلواں کیا پھر کبھی ساتھ آنے والے ہیں
یہ ساری مہربانی ہے ہمارے دیوتاؤں کی

کریں گے جب یہ مل کر تین سوار ساٹھ ساٹھ تقدیریں
میں دیکھوں گا کہ وہ تنہا خدا کس کام آتا ہے
یہ برچھے بجلیاں بن بن کے جن کے پھل چمکتے ہیں
ذرا دیکھو تو یہ خونخوار جوہر دار شمشیریں
یہ خنجر دیکھتے ہو جو کھنچے جاتے ہیں تن تن کر
ہمارے تیر دیکھو ان کا مینہ جس دم برستا ہے
رسد کو دیکھو نظارہ کرو سامان جنگی کا
نظارے ہی سے اصحاب محمدؐ کانپ جائیں گے
مسلمانوں کے حق میں واقعی پتھر ہے دل ان کا
محمدؐ خود کہیں گے ہاں یہ جلادوں کا لشکر ہے
ہمارے نام کی ہیبت عرب میں بیٹھ جائے گی
یہاں اک دن ٹھہر کر پھر بڑھو باقاعدہ ہو کر
کہ اُن کے بھاگنے کی سعی بھی ناکام ہو جائے

اُنھیں گی ساتھ ساڑھے گیارہ سو خوزر بزم شمشیریں
کہاں لے جا کے مٹھی بھر جماعت کو چھپاتا ہے
کہاں ہیں آج وہ سینے جو ان کو روک سکتے ہیں
یہ شمشیریں پہاڑوں پر گریں تو بیخ تک چریں
تڑپتے ہیں کہ تیریں موجِ خوں میں مچھلیاں بن کر
تو لاکھوں بسملوں کا کھیت پانی کو ترستا ہے
ہے چہروں سے ہی ظاہر دبدبہ مردانِ جنگی کا
ہمارے ہر سپاہی کو وہ اک جلاد پائیں گے
نہیں پتھر نہیں پتھر سے کچھ بڑھ کر ہے دل ان کا
یہ نمرودوں کی فوجیں ہیں یہ شدادوں کا لشکر ہے
مسلمان قتل ہوں گے دھاک سب پر بیٹھ جائے گی
اچانک اس طرح سے جا پڑو اہلِ مدینہ پر
کوئی بچنے نہ پائے یعنی قتلِ عام ہو جائے

مسلمانوں کی کمزور جماعت

علم کفار کا لہرا گیا وادی کے دامن پر
بڑی ترتیب سے خیمے لگائے اہلِ باطل نے
زمین کے جسم پر ہر خیمہ اک پر سوز چھالا تھا

اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا اس روزِ روشن پر
رسد بٹنے لگی، لحمِ شتر سب کو لگا ملنے
کہ میخوں ہی سے جس نے بدر کا دل چھید ڈالا تھا

لگا اس شان و شوکت پر دماغِ چرخ چکرانے
 غضب کے ساز و ساماں لے کئے تھے یہ دیوانے
 ادھر سے جا رہی تھی اک جماعت حق پرستوں کی
 بباطن روزہ داروں کی بظاہر فاقہ مستوں کی
 نہ ان کے ساتھ خیمے تھے نہ سامانِ رسد کوئی
 نہ ان کی پشت پر تھا جز خدا بہرِ مدد کوئی
 نہ زر ہیں تھیں نہ ڈھالیں تھیں نہ خنجر تھے نہ شمشیریں
 فقط خاموش تسکیں تھیں فقط پر جوش تکبیریں
 کوئی ساماں نہیں تھا ایک ہی سامان تھا ان کا
 خدا واحد، نبی صادق ہے یہ ایمان تھا ان کا
 بنا کر اپنے سینوں کی سپر آیاتِ قرآن کو
 بظاہر چند تنکے روکنے آئے تھے طوفاں کو

انہی کے نور سے ہر سو اُجالا ہونے والا تھا

انہی کے دم سے حق کا بول بولا ہونے والا تھا



قطعه تارخ

شاہنامہ اسلام جلد اول

اثر خامہ جناب صوفی غلام مصطفیٰ صاحب تبسم ایم۔ اے

لیکچرار گورنمنٹ کالج لاہور

نسخہ شاہنامہ اسلام ہست ہم نغمہ زار و ہم تارخ

زانکہ از خامہ ابوالاثر است اثر خامہ، گفتہ ام تارخ

۱۳۳۷ھ

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

يَا دَايِم

المعروف به

شاہنامہ اسلام

جنگِ بدر میں تین سو تیرہ مجاہدین کے سرفروشانہ کارنامے مدینے میں یہودیوں
اور منافقوں کی شرارتیں کے میں جوشِ انتقام غزوہٴ سویق، غزوہٴ أحد وغیرہ

شاہنامہ اسلام

(جلد دوم)

اُردو نظم میں تاریخ اسلام کے زریں واقعاتِ رزم کا ولولہ انگیز بیان

اثرِ خامہ

ابوالاثر حفیظ جالندھری

پیشکش

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں

جو

کلمہ طیبہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ط

پر

ایمان رکھتا ہے!

حفظ

فہرست مضامین شاہنامہ اسلام (جلد دوم)

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۱۵	رات کا منظر	۱۸۷	دیباچہ از آنریبل جسٹس شیخ سر عبدالقادر صاحب مدظلہ
۲۱۶	تصویر کے دور رخ	۱۹۱	معیار از پروفیسر محمد دین تاثیر
۲۱۶	رسول اللہ کی شب بیداری	۱۹۶	عرض حال مصنف
۲۱۶	صبح کا ذب اور لشکر کفار	۱۹۸	شکریہ
۲۱۷	ضمیر کی آواز اور صلح کی ایک کوشش جنگ کا فتنہ	۱۹۹	خن ہائے گفتنی در پیرایہ سرگزشت مصنف
۲۱۸	عتبہ کا جواب	۱۹۹	مسجد و مکتب
۲۱۹	حکیم کا ابو جہل کو سمجھانا	۲۰۳	سیلاب الحاد و کشتی ملت
۲۱۹	ابو جہل کی ضد اور فتنہ انگیزی	۲۰۵	ٹوٹی ہوئی کشتی کا علاج
۲۲۰	لشکر کفار کی آمادگی جنگ	باب اول معرکہ بدر	
۲۲۱	صبح صادق - مجاہدین اسلام		
۲۲۱	نتیجہ جنگ کے متعلق پیغمبر کی پیش گوئی	۲۱۰	لشکر اسلام کا درود
۲۲۲	مجاہدین اسلام کی صف بندی	۲۱۱	شدت کی شدت
۲۲۳	معرکہ نور و ظلمت	۲۱۱	سحر کی دعا
۲۲۴	استعارہ از طلوع آفتاب	۲۱۲	ارش کا نزول
۲۲۵	میدان بدر میں صف مجاہدین کا منظر	۲۱۳	سجود غنیم
۲۲۶	لشکر مشرکین کی دھوم دھام	۲۱۴	ملاوہادی
۲۲۷	دشمنوں کا سراپا	۲۱۴	آلہ کے جاسوسوں کا بیان
۲۲۸	صف اسلام	۲۱۵	آلہ کا ناز و غرور

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۵۱	حوض پر کفار کی چیرہ دستی	۲۲۹	تلقین ہادی
۲۵۱	مسلمانوں کا ثبات و استقلال	۲۳۰	رسول اللہ کی دعا بہر مجاہدین بدر
۲۵۲	اصل اصول جہاد	۲۳۱	دشمنوں کی آہنیں صفیں
۲۵۳	حب رسول	۲۳۲	نور و ظلمت آمنے سامنے
۲۵۳	میدان کارزار میں ابو جہل کی سرگرمیاں	۲۳۲	رحمۃ للعالمین کا تاثر اور نصرت حق کی طلب
۲۵۴	قتل ابو جہل کی کہانی حضرت عبدالرحمن بن عوف کی زبانی	۲۳۳	فوج دشمن میں طبل جنگ
۲۵۵	دو انصاری نوجوان اور ابو جہل کی جستجو	۲۳۴	قریشی سپہ سالار کی مبارز طلبی
۲۵۵	حضرت عبدالرحمن کی نشاندہی	۲۳۵	انصار کا اقدام میدان اور قریش کا غرور و نسب
۲۵۶	نوجوانوں کی غیرت مندی	۲۳۶	بہادران بنی ہاشم کا میدان میں نکلنا
۲۵۷	انصاری نوجوانوں کا حملہ اور ابو جہل کا حشر	۲۳۶	مبارزین کی نوک جھوک
۲۵۹	ایک نوجوان کی شہادت	۲۳۷	انفرادی جنگ کا منظر
۲۵۹	دوسرے نوجوان پر ابو جہل کے بیٹے کا وار	۲۳۷	حضرت حمزہؓ اور عتبہ کا مقابلہ
۲۶۰	غازیوں اور شہیدوں کی شان	۲۳۸	حضرت علیؓ اور ولید کا مقابلہ
۲۶۲	کشکش کی انتہا اور نصرت حق کی طلب	۲۳۹	حضرت عبیدہؓ کا شیبہ کے ہاتھ سے زخم کھانا
۲۶۲	پیغمبر اپنے خدا کے حضور	۲۴۰	حضرت عبیدہؓ کی شہادت پر رسول اللہ کی مہر تصدیق
۲۶۳	پیغمبر عرصہ کارزار میں	۲۴۰	فوج دشمن کا خوفزدہ ہونا
۲۶۴	معجزے کا ظہور	۲۴۱	ابو جہل کی تقریر
۲۶۵	جنگ بدر کا انجام	۲۴۳	قریش کا عام دھاوا
۲۶۵	قریشی فوج کی شکست کا منظر	۲۴۳	مسلمانوں کا ربط و ضبط اور فرمان پیغمبر
۲۶۶	رحم کی تلقین کا اثر	۲۴۴	مسلمانوں کی تیراندازی
۲۶۷	بدر میں کفار کے مقتولوں پر ایک نظر	۲۴۵	جنگ مغلوبہ
۲۶۹	ابو جہل کی نگاہ واپس	۲۴۶	مجاہدین اسلام کی شجاعت
۲۷۱	فتح کے بعد آنحضرت اور غازیوں کی مصروفیات	۲۴۷	حضرت زبیرؓ اور ابو کرش کا مقابلہ
۲۷۲	مشرکین کی لاشوں سے آنحضرت کا خطاب	۲۴۹	ہنگامہ کارزار
۲۷۳	بعد فتح غازیان اسلام کی حالت قلب	۲۵۰	گرمی جنگ اور ساقی کوثر کا فیض

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۹۲	بعد جنگ بدر مدینے کی صورت و حالات	۲۷۵	بدر سے غازیان اسلام کی واپسی
۲۹۲	قیدیان جنگ کا مسئلہ	۲۷۶	واپسی کی پہلی منزل
۲۹۳	پیغمبر اسلام مشورہ طلب فرماتے ہیں	باب دوم جنگ بدر اور جنگ احد کا درمیانی وقفہ مکہ اور مدینے کے حالات	
۲۹۳	صدیق اکبرؓ کی رائے		
۲۹۳	حضرت عمر فاروقؓ کی رائے		
۲۹۵	رحمۃ للعالمین کی اُمت کا فیصلہ		
۲۹۶	ارشاد پیغمبر دربارہ اسیران جنگ	۲۷۷	منافقین اور یہودی شرارتیں
۲۹۸	اسیروں کے لئے اس عہد کے عام قوانین	۲۷۷	مدینہ میں مسلمانوں کی حالت
۲۹۹	قیدیوں سے مسلمانوں کا سلوک	۲۷۸	منافقین اور یہود مدینہ کی طنز آمیز افواہیں
۲۹۹	عم نبیؐ حضرت عباسؓ اور فدۃ جنگ	۲۷۸	حضرت رقیہؓ کی وفات کا دن
۳۰۰	حضرت عباسؓ کا فدۃ دینے میں تامل اور آنحضرتؐ کا معجزہ	۲۷۹	فتح کی خوشخبری
۳۰۱	حضرت عباسؓ کا ایمان لانا	۲۸۰	فتح کی خبر پر منافقین و یہودی رائے زنی
۳۰۱	حضرت ابوالعاصؓ کا فدۃ اور آنحضرتؐ کی رقت	۲۸۱	حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کا جوش
۳۰۳	مدینے میں مسلمانوں کی مشکلات	۲۸۲	رسول اللہؐ اور غازیان اسلام کی مراجعت
۳۰۳	منافقین کا گروہ	۲۸۳	عم نبیؐ حضرت عباسؓ بطور اسیر جنگ
۳۰۵	مدینے کے یہود	۲۸۳	کے میں شکست کی خبر
۳۰۶	ایک لڑکی سے ادباً شانہ مذاق	۲۸۶	مغوان بن امیہ کا شک و شبہ
۳۰۶	ایک مسلمان کا پاس غیرت	۲۸۷	شکست خوردہ مشرکین کی عام واپسی
۳۰۷	حمایت کرنے والے مسلمان کی شہادت	۲۸۷	کے میں کھرام
۳۰۸	یہودیوں کو آنحضرتؐ کی فہمائش	۲۸۷	شکست کی روداد اور ابولہب کی مایوسی
۳۰۸	یہودیوں کا گستاخانہ جواب	۲۸۸	تمام کرنے والوں کو ابوسفیان کی فہمائش
۳۰۹	ایک شاعر کعب بن اشرف کی شرارتیں	۲۸۹	بدر جگر خوار کا غم و غصہ
۳۱۱	حضرت سیدۃ النساء فاطمہؓ الزہراءؓ کی شادی	۲۹۰	کے میں انتقامی جنگ کی تیاریاں
۳۱۱	مسجد میں اجتماع صحابہ اور نکاح	۲۹۱	انتقام کی تدبیریں
۳۱۲	حضرت فاطمہؓ الزہراءؓ کی رخصتی	۲۹۲	انتقام کی سرگرمیاں

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۳۸	جوشیے مجاہدین کا احساسِ ندامت	۳۱۳	حضرت فاطمہ الزہراءؑ کا جہیز
۳۳۹	پیغمبرؐ کا جواب	۳۱۴	رحمۃ للعالمینؐ بیٹی کے گھر میں
۳۳۹	مجاہدین کا مدینے سے خروجِ جانبِ اُحد	۳۱۶	عذرِ مصنف
۳۴۰	لشکرِ اسلام میں منافقین کی شمولیت	باب سوم مکے والوں کے انتقامی حملے مدینے پر ابوسفیان کی دستبرد	
۳۴۰	وہ نوجوان جن پر جہاد فرض نہ تھا		
۳۴۲	مجاہدینِ اسلام کا قیامِ شب		
۳۴۳	راس المنافقین اور اُس کے ساتھی		
۳۴۳	کفار کی چھاؤنی	۳۲۰	غزوہٴ سویق
۳۴۴	کفار کے جاسوس کا بیان	۳۲۱	ابوسفیان کی قسم
۳۴۵	ابوسفیان کی تدبیریں	۳۲۱	ابوسفیان کی دستبرد
۳۴۶	ابو عامر راہب	۳۲۲	آنحضرتؐ ابوسفیان کے تعاقب میں
۳۴۷	خفیہ سازش	۳۲۳	جنگِ اُحد
۳۴۸	زنانِ قریش کی تیاریاں	۳۲۵	قریش مکہ کی آتشِ انتقام
۳۴۸	حضرت حمزہؓ کو شہید کر ڈالنے کی سازش	۳۲۵	شاعروں کا دوسرے قبائل کو بھڑکانا
۳۵۰	لشکرِ قریش میں تیاریوں کی رات	۳۲۸	مکے میں فوج کا اجتماع
۳۵۱	آشوبِ شب	۳۲۹	قریشی عورتیں
۳۵۲	لشکرِ اسلام اور خیرالانام	۳۲۹	آنحضرتؐ کی اطلاعِ یابی
۳۵۵	مجاہدین کا اقدام	۳۳۰	شہر کی حفاظت کے ضروری سامان
۳۵۵	نمازِ صبح	۳۳۱	مسجدِ نبویؐ میں مجلسِ شوریٰ
۳۵۶	مومنوں کی صفِ آرائی اور منافقین کی بے وفائی	۳۳۲	آنحضرتؐ کا خطبہ
۳۵۷	قطعہٴ تاریخ	۳۳۳	عبداللہ بن ابی منافق کی رائے
		۳۳۴	مسلم نوجوانوں کا جوشِ جہاد
		۳۳۵	جوشِ تحمل
		۳۳۶	پیغمبرؐ کا فیصلہ
		۳۳۷	رحمۃ للعالمینؐ لباسِ جہاد میں

جلد دوم

از آنریبل جسٹس شیخ سر عبدالقادر صاحب بالقابہ

”شاہنامہ اسلام“ کی پہلی جلد کو اگر حفظ کی رزم نگاری کا نقش اول کہیں تو دوسری جلد جواب شائع ہونے کو ہے لفظی اور معنوی طور سے نقش ثانی کہلانے کی مستحق ہے۔ ہر صاحب فن کا نقش ثانی نقش اول سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ جلد دوم میں اشعار کی آمد اور روانی پہلے سے زیادہ زور جوانی دکھا رہی ہے۔ پہلی جلد کو جو کامیابی نصیب ہوئی، اس کے بعد دوسری جلد کے لیے کسی تمہید یا تقریب کی حاجت نہیں مگر مصنف کی محنت اور جگر کا وہی مستحق اعتراف ہے اور جی چاہتا ہے کہ دوسری جلد کا خیر مقدم بھی اسی جوش سے ہو جس کا اظہار پہلی جلد کی اشاعت کے وقت کیا گیا تھا۔

کامیابی کئی طرح کی ہوتی ہے۔ ”شاہنامہ اسلام“ کو خدا نے ہر طرح سے کامیابی دی۔ کتاب اگر مقبول ہو اور بکثرت اشاعت پائے تو اس کی پہلی اور سب سے بڑی فتح ہے۔ اس کتاب کی پہلی جلد جتنی چھپی تھی ایک سال کے اندر فروخت ہو گئی اور دوسری اشاعت کی نوبت آئی۔ اس کی خوبی کا دوسرا ثبوت یہ ملا کہ قرن اولیٰ کے رہبران اسلام کے کارناموں کو نظم کا لباس پہنانے کی جو طرز حضرت حفیظ نے اختیار کی، اس کی تقلید جا بجا ہونے لگی اور کئی اور لکھنے والوں نے اسی طرز پر اسلامی نظمیں شائع کیں۔ قبول عام اس تصنیف کو اس قدر حاصل ہوا کہ می مجالس میں جب کسی نے اسے پڑھ کر سنایا تو لوگوں نے انتہائی توجہ اور شوق سے سنا اور جہاں کہیں لوگوں کو خود مصنف کی زبان سے ”شاہنامہ اسلام“ کے کچھ حصے سننے کا موقع ہوا وہاں جلے پر محویت طاری ہو گئی۔ عام قدر دانی کچھ تو کتاب کی فروخت کی کثرت سے ظاہر ہوئی اور زیادہ تر اس امر سے کہ بہت سے شائقین نے بہتر قسم کے مجلد نسخے فی نسخہ بارہ بارہ روپے کو خریدے حالانکہ معمولی نسخوں کی قیمت تین روپے فی نسخہ تھی۔ ہمارے رؤسا میں سے ایک فیاض طبع اور نیک دل قدردان نے جن کے نام نامی کے اعلان کی اجازت نہیں شاہنامہ اسلام کے مبادل کا ایک نسخہ ایک ہزار روپے میں خریدا۔ یہ سب باتیں حوصلہ افزا ہیں۔ ان سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے کلام کو بجا طور پر شہرت میں قبولیت حاصل ہوئی ہے بلکہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان ابھی زندہ قوم ہیں اور اسلام کی سچی خدمت کو پہچاننے اور خادموں کی ہمت لانے کی قابلیت رکھتے ہیں۔

پہلی جلد میں مصنف نے یہ کوشش کی تھی کہ جو روایات نظم کی جائیں وہ ایسی ہوں جن کی صحت تاریخی اعتبار سے مسلمہ ہو۔ یہی احتیاط اس جلد میں ملحوظ رکھی گئی ہے بلکہ جا بجا ایسے نوٹ دیئے گئے ہیں جن سے روایات کے ماخذ کا پتہ چلتا ہے۔ اس احتیاط کے متعلق کچھ اشعار ”عذو مصنف“ کے عنوان سے درج ہیں۔ ان میں سے چند بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔ مصنف نے کیا خوب کہا ہے۔

مے ملحوظ ہے اس تذکرے میں راست گفتاری و گرنہ شاہباز فکر اڑنے سے نہیں عاری

جو موضوع سخن مجھ کو اجازت اک ذرا دیتا
مجھے گر یاد ہیں قطرے کو طوفاں کر دکھانے کے
میرے دامن میں ہے ہر خزانہ بھی بہاری بھی
تخیل پر نہیں بنیاد میرے شاہنامے کی
نہ کوئی داستاں ہے جس میں لطف داستاں بھر دوں
یہ قرآنی بیاں ہے ایک کالی کملی والے کا

زمینوں کو اٹھا کر آسمانوں پر بٹھا دیتا
کسی ذرے کو وسعت میں بیاں کر دکھانے کے
کہ ہے آتش فشانی بھی نفس میں برفباری بھی
صداقت کی طرف جاتی ہے راہ راست خاے کی
نہ افسانہ ہے جس کو جس طرح چاہوں بیاں کر دوں
کہ جس کے نور سے ظلمت نے منہ دیکھا اجالے کا

ممکن ہے کہ مندرجہ بالا تعریف سے کوئی یہ سمجھے کہ کتاب نظم کے اعتبار سے روکھی پھکی ہوگی اور جو حالات لکھے ہیں اُن کی تصویر اگر مطابق اصل ہے تو اُس میں مصور کو رنگ بھرنے کا کیا موقع ملا ہوگا۔ مگر طبع رنگیں اپنے لیے راستہ نکالے بغیر کہاں رہ سکتی ہے۔ سید می سادی روایتوں کے منظوم بیان میں حفیظ کی شاعری نے اپنی خصوصیات کے اظہار کے لیے گنجائش نکال لی ہے اور دوسری جلد میں کئی ایسے ادبی جواہر پیش کئے گئے ہیں جنہیں شائقین پسند کریں گے اور مزے لے لے کر پڑھیں گے۔ مثلاً جنگ بدر کا بیان ہے کہ جہاں جناب رسالت مآب کا چھوٹا لشکر ایک ریگستان بے آب میں پانی کی تلاش میں ہے۔ اُس وقت حسن اتفاق سے مینہ برس گیا۔ اس سادہ سی بات کو بیان کرنے کے لیے حفیظ کے تخیل نے یہ سماں باندھا کہ صحرا کے دل میں یہ آرزو پیدا کی کہ جس طرح ہو سکے اپنے مقدس اور مقتدر مہمانوں کے لیے پانی بہم پہنچائے اور اس نے نہایت عجز سے بارگاہ ایزدی میں دعا مانگی کہ آسمان سے پانی برسائے۔ وہ دعا منظور ہو گئی اور مینہ آ گیا۔ اس موقع پر ”دعائے صحرا“ کے نام سے جو کٹڑا حفیظ کے قلم سے نکل گیا ہے وہ اُن کے ادبی کارناموں میں پائیدار شہرت کا مستحق ہے۔ یہاں تخیل نے اپنے زور دکھایا ہے مگر کسی تاریخی واقعہ میں تصرف نہیں کرنا پڑا۔ واقعہ اتنا ہی ہے کہ مینہ برسا اور اُن لوگوں کی تکالیف رفع ہو گئیں جو پیغمبر اسلام کے ہمرکاب تھے مگر اُس کے بیان کے پیرائے میں جدت پیدا کرنے سے مضمون رنگین ہو گیا ہے۔

ایک دوسری خوبی جو شاہنامہ اسلام میں ملحوظ رکھی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ بزرگان سلف کی خوبیاں بیان کرتے کرتے ضمناً مگر نہایت دلآویز طریق سے ایسے اخلاق کی تلقین کی جاتی ہے جن کی موجودہ زمانے میں بھی ہم کو ضرورت ہے۔ اس مطلب کی وضاحت ذیل کے اشعار سے ہوگی جہاں اس چھوٹی سی فوج کا ذکر کرتے ہوئے جو جنگ بدر میں اسلام کے ہادی برحق کی اپنی سپہ سالاری میں خدا کی راہ پر پہلی لڑائی کرے کو نکلی تھی۔ مصنف یوں نغمہ پیرا ہوتا ہے۔

نہ کوئی زعمِ باطل تھا نہ کوئی جوشِ ہنگامی
نہ کثرت کی کوئی پروا نہ تھا قلت کا غم ان کو
نہتے تھے مگر تسکین و اطمینان رکھتے تھے

نہ فکرِ کامیابی تھی نہ ذکرِ ناکامی
نہ کچھ امدیدِ پست و بلند و بیش و کم ان کو
کہ سماں پر نہیں، ایمان پر ایمان رکھتے تھے

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ رزم کا آغاز زیادہ تر اسی جلد سے ہوتا ہے اور مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی ہے کہ رزم کے میدان میں ہمارے مصنف کے اہلب قلم کی رفتار قابل تعریف ہے۔ ذیل کے رزمیہ کٹڑوں میں صفائی بیان اور الفاظ کی موزونیت ملاحظہ ہو۔

پڑی تلوار فولادی سپر کے ہو گئے ٹکڑے

سپر سے تابہ سر پہنچی تو سر کے ہو گئے ٹکڑے

گلے کے ہار زنجیروں کی لڑیاں کاٹ کر نکلی
ایک دوسری جگہ پر تنواری کے بیان میں لکھا ہے ۔
بہت بیباک تھی یہ تیغ اب کچھ اور چل نکلی
کسی کی ڈھال کاٹی سر سے گزری صدر تک پہنچی
مخالف فوج کے سرگروہ ابو جہل کا بیان کرتے ہوئے کہ وہ میدان میں اپنے آپ کو کس طرح محفوظ کئے ہوئے تھا۔ اوروں کو لڑاتا تھا اور
آپ تیغ کے منہ پر نہ آتا تھا۔ لکھا ہے ۔

مسلم پہلوانوں کی تھیں لوہا لاٹ دیواریں
کسی کی دسترس اس تک نہ ہوتی تھی باسانی
جلد دوم میں سب سے زیادہ پر لطف اور پر اثر وہ حصے ہیں جن میں جہاد کے اصلی معنی واضح کئے گئے ہیں اور وہ اصول بتائے گئے ہیں جو
حضرت نے اپنی فتوحات کے بعد خود ملحوظ رکھے اور جن پر کار بند ہونے کی اپنے پیروں کو تاکید کی۔
جہاد کا اصلی مفہوم اُن ہدایات سے واضح ہوتا ہے جو جنگ سے پہلے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ساتھیوں کو دیں۔ اُن میں سے
ماشعار ذیل میں درج ہیں۔

خبردار آ نہ جائے لشکر باطل قریں جب تک
لڑائی کے لیے اس وقت تک جنبش نہ تم کرنا
لڑائی ٹال دینا درگزر کرنا ہی بہتر ہے
مگر جب جنگ چھڑ جائے تو استقلال لازم ہے
یہ تو جنگ کی ہدایات تھیں اب فتح کے بعد کے حالات سنئے جب خدا نے آنحضرت کو فتح دی تو اُن کا اور اُن کے ہمراہی غازیوں کا طریق
عام دنیا کے لیے نمونہ ہے۔ اس کے بیان میں جناب حفیظ لقم میں یوں موتی پروتے ہیں ۔

لماز عصر کا وقت آ گیا ان کام دھندوں میں
خسوک کے صفیں میدان میں باندھیں شان والوں نے
سنے نعمات شکر ان فتح مندوں کی زبانی سے
عجب خیر تھا یہ ربط و ضبط انسان فانی کا
یہ پہلی فتح تھی انسان کی شیطان کے اوپر
جب جنگ بدر میں فتح پانے کے بعد آنحضرت اور صحابہ مدینہ منورہ میں واپس آئے۔ اُس وقت کے بہت سے دلچسپ واقعات لقم کے
مؤلفان کی تفصیل یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں مگر غازیوں کی قوت ضبط کی تعریف میں جو شعر لکھے گئے ہیں، وہ نہایت سبق

سر و سینہ کو وقف تیغ و خنجر کر کے آئے تھے
مگر اس فتح پر کوئی نہ شورش تھی نہ ہنگامہ
نہ اپنے زور بازو کی کہیں تعریف ہوتی تھی
حریفوں کی مذمت بھی نہ تھی اُن کی زبانوں پر
روہ حق میں یہ پہلا معرکہ سر کر کے آئے تھے
نہ کوئی ناچ گانا تھا، نہ باجے تھے نہ دمامہ
نہ اندازِ شجاعت کی کوئی توصیف ہوتی تھی
نہ کمزوروں پہ کوئی طنز تھی نہ پہلوانوں پر
جو لوگ فوج دشمن میں سے قید ہو کر آئے اُن کے متعلق آنحضرت نے بہت نرمی اور احسان کے احکام جاری کئے۔ اس کی کیفیت ایسے
مؤثر پیرایہ میں لکھی ہے کہ اُس کو پڑھتے ہوئے رقت ہوتی ہے۔ آنحضرت کا ارشاد ہے۔

اسیروں کو ہمیشہ عزت و اکرام سے رکھنا
نہیں کرتا پسند اللہ سختی کرنے والوں کو
کوئی صدمہ نہ پہنچانا بہت آرام سے رکھنا
کہ جنت کی بشارت ہے خدا سے ڈرنے والوں کو
اس جلد کے خاتمے کے قریب اہل مکہ کے انتقامی حملوں کا تذکرہ ہے اور جنگِ احد کا بیان شروع ہوتا ہے۔ اس جلد کے اشعار پہلی جلد
کی طرح دو ہزار سے اوپر ہیں اور حجم اڑھائی سو صفحے سے زیادہ ہے اور لکھائی چھپائی میں پہلی جلد کی سب خصوصیتیں قائم رکھی گئی ہیں۔ میں دعا
کرتا ہوں کہ خدا اسے بھی وہی قبولیت عطا کرے جو شاہنامہ اسلام کی جلد اول کو حاصل ہوئی ہے اور حضرت حفیظ کو توفیق دے کہ وہ تاریخ
اسلام اور ادب اردو کی اس بیش بہا خدمت کو جاری رکھیں اور شاہنامہ اسلام عالم اسلامی کے نہ مٹنے والے کارناموں کی ایک مکمل منظوم تاریخ
ہو۔

عبدالقادر

معیار

از پروفیسر محمد دین تاثیر ایم اے

کسی نظم یا شعر کے متعلق کسی قسم کی رائے کا اظہار کرنا بظاہر ایک معمولی سی بات ہے۔ داغ کو ہوسناک، غالب کو فلسفی، انشاء کو ہزال اور اقبال کو قومی شاعر کہہ دینا بدیہی مسئلہ معلوم ہوتا ہے۔ کیا داغ وصل اور بوسے کے الفاظ استعمال نہیں کرتا۔ کیا غالب زندگی کا رونا نہیں روتا۔ کیا انشاء بھلکرو نہیں لڑتا۔ کیا اقبال کا ترانہ ہر جگہ نہیں گایا جاتا؟ تو پھر یہ آرا بدیہیات میں سے نہ ہوں گی؟ کیا ان کے متعلق کسی مزید غور و فکر کی ضرورت ہے؟

مگر مشکل یہ ہے کہ یہ تمام تصورات ہوس، فلسفہ، ہزل، قومیت ایک طرز خیال کا نتیجہ معلوم نہیں ہوتے۔ ایک طرف ان شعراء کی ایک عام مشترک خصوصیت کا ذکر کیا جاتا ہے جس کی بدولت ان سب کو ایک ہی نام (شاعر) سے پکارا جاتا ہے اور دوسری طرف انہیں نفسیات، اخلاقیات اور مختلف معیاروں پر تو لایا جاتا ہے۔ کسی کو ایک وجہ سے مقہور قرار دیا جاتا ہے اور کسی کو دوسری وجہ سے سراہا جاتا ہے۔ کیا تنقید کا یہ صحیح طریقہ ہے؟

یہ درست ہے کہ ہر تنقید سے حقیقتاً ذاتی پسند کا اظہار ہوتا ہے۔ نقاد کے اصول خواہ کس قدر مستند اور قدیم کیوں نہ ہوں ان کا اختیار کرنا بجائے خود ایک ذاتی فعل ہے اور ان کا اولین واضح ایک ہی فرد ہوگا مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بیک وقت ایک ہی فن کے متعلق مختلف معیار استعمال کئے جائیں۔ نقاد کی پسند ذاتی سہی لیکن اُس میں یگانگت کا ہونا ضروری ہے ورنہ تنقید محض ایک کھیل ایک دل لگی سی بن جائے گی۔ جو چاہے نقاد ہو جائے اور جو منہ میں آئے کہتا چلا جائے۔

تنقید کو ایک معین علم بنانے کی غرض سے چند ابتدائی امور کا تصفیہ ضروری ہے۔

کیا ادبی تصانیف کو جانچنے کے لیے ایک مقرر کردہ اصولی نظام، ایک خارجی ضابطہ تعزیرات درکار ہے؟ ہماری فصاحت و بلاغت کی پرانی کتب اس سوال کا جواب ہیں لیکن ان کی استنادی حیثیت قریباً مفقود ہو چکی ہے اور کیوں نہ ہوتی؟..... عربی سے فارسی اور فارسی سے اردو میں منتقل ہو کر بھی یہ کتابیں جوں کی توں ہی رہیں۔ زمانہ اور اُس کا مذاق بدل گیا مگر یہ نہ بدلیں اور کیسے بدلتیں جب ان کا اساسی اصول ہی یہ ہو کہ تبدیلی گناہ ہے۔ جب ان کے پاس ہر شعبہ ادب کے لیے ایک ہی معیار ہے مگر ان کتب کی ناقبولیت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام ترجمانیاتی ہیں۔ ان کے نزدیک ایک متحد تصنیف کو جانچنے کے لیے اسے پرزہ پرزہ کر ڈالنا ضروری ہے اور پھر ان کے پیش کردہ معیار یوں

بھی تسلی بخش نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مختلف انواع ادب کیا ایک ہی نوع کے مختلف مظاہر کو کسی ایک ضابطے سے جانچنا غلطی ہے۔ یہ ہی نہیں کہ نثر و نظم (ڈرامہ، افسانہ، غزل وغیرہ) کے لیے خاص معیار بنانا ضروری ہیں بلکہ ایک شاعر سے دوسرا شاعر مختلف ہے اور مختلف معیار تنقید کا حقدار ہے۔ ورنہ ادبیات میں جدت کا خاتمہ ہو جائے اور فقیہوں کے استدلال کل جدید بداعت کل بدعت ضلالۃ کل ضلالۃ فی النار کی نذر ہو جائے۔

اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ہر تصنیف کو اس کے داخلی معیار سے دیکھیں۔ یہ دیکھیں کہ لکھنے والے کا مقصد کیا تھا اور وہ اس مقصد میں کہاں تک کامیاب ہے۔ یہ نہ ہو کہ غزل کو اس لیے دھتکار دیا جائے کہ اس میں ”پیغام“ نہیں اور ”بانگ درا“ کو اس لیے غیر شاعرانہ کہہ دیا جائے کہ اس میں تغزل کیا ہے، اس انفرادی معیار کو قائم کرنے کے بعد ہم یہ پوچھنے کے مجاز ہو سکتے ہیں کہ کیا مقصد بذات خود قابل قدر ہے اور اگر ہے تو کیا اسے ادبیات میں شامل کیا جاسکتا ہے؟ اور اسے کس نوع ادب میں شمار کرنا چاہیے۔ نثر میں یا نظم میں؟ افسانے میں یا ڈرامے میں؟ مگر عام طور پر یہ بحث ایک حد تک غیر ضروری اور خارجی ہوگی۔

یہ کوئی ایسی پیچیدہ باتیں نہیں مگر ان کے پیش نظر نہ ہونے کی وجہ سے عجب عجب مضحکہ خیز مغالطے پیدا ہو جاتے ہیں۔ چند سال ہوئے دکن میں کسی بزرگ نے ایک انگریز شاعر کے نظریہ شاعری کو معیار بنا کر غالب کو تخت الٹری میں گرادیا۔ معمولی مفروضات و روایات سے بے خبر نوجوان ہماری مشرقی شاعری کو سرے سے بے معنی قرار دے ڈالتے ہیں۔ ہمارے یوپی کے پرانے استاد لوگوں نے اقبال کو تو جو کچھ سمجھنا تھا سمجھا، اپنے ہم وطن اکبر کو بھی نہ چھوڑا جس پر انہیں تنگ آکر کہنا پڑا۔

تم سے استادوں میں میری شاعری بیکار ہے
ساتھ سارنگی کا بلبل کے لیے دشوار ہے
جس طرح بلبل کے نغے خارجی قانون سے آزاد ہیں ہر شاعر کو ایسی آزادی کا حق حاصل ہے، یہ نہیں تو بحث کہہ دیا کہ ”شاہنامہ اسلام“ ایک مثنوی ہے۔ اس کا وزن مثنوی کے مقررہ وزن سے باہر ہے۔ صغریٰ کبریٰ مرتب، نتیجہ ظاہر ہے ”شاہنامہ اسلام“ مثنوی بھی نہیں اور حفیظ شاعر بھی نہیں۔

رباعی اور قطعات کی بحث بڑھانے والے نقاد بھی اس قماش کے ہیں اگر ان اہل فن بزرگوں کے معیار پر اکتفا کیا جائے اور معانی کو نظر انداز کر کے محض الفاظ کے الٹ پھیر کو شاعری کا منتہا قرار دیا جائے تو یقیناً چرکیں اپنے وقت کا ملک الشعرا کہلانے کا مستحق ہوگا۔ استادوں میں تو اب بھی متصور ہوتا ہوگا۔

”شاہنامہ اسلام“ کا مقصد تلاش کرنے کے لیے زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں۔ مصنف نے خود ہی اس کو واضح کر دیا ہے۔ ضروری نہیں کہ کسی مصنف کا پیش کردہ مقصد ہی اس کا صحیح ادبی مقصد ہو۔

بھلا بیٹھے جو یاد اپنے سلف کے کارناموں کی
دل سنگیں سخن کے آتشیں تیروں سے برماؤں
کرے تائید جن کی عقل بھی تاریخ بھی مانے

گئی دنیا سے آقائی محمد کے غلاموں کی
ارادہ ہے کہ پھر ان کا لہو اک بار گرماؤں
سناؤں ان کو ایسے دلولہ انگیز افسانے

سلف کے کارناموں کو ولولہ انگیز طریقے سے سنائے یہ ہے شاعر کا مقصد! عقل اور تاریخ کی بندش غیر ضروری ہے۔ اس کا خیال اسی حد تک کرنا چاہیے جس حد تک اس پابندی سے ولولہ انگیزی میں نقص نہیں پیدا ہوتا۔ ظاہر ہے کہ اس صدی میں اگر خلاف عقل واقعات پیش کئے جائیں تو ولولہ کی جگہ ہنسی پیدا ہوگی۔ اسی طرح سلف کے ایسے تاریخی واقعات میں جن سے ہر خلف آگاہ ہے تبدیلی کرنے سے اصل مقصد میں رکاوٹ پیدا ہوگی مگر تصور کی وسعت کو روکنا عبث ہے۔

حفیظ نے اپنے مقصد کو اس طرح متعین کر کے اپنے راستے میں بہت سی مشکلیں پیدا کر لی ہیں۔ ہومر کے سامنے ایک افسانہ تھا جس میں وہ عشق و محبت، حسد و نفاق، رقابت اور جنبہ داری کی کشاکش کے ساتھ ہر طرح کے عقلی و غیر عقلی واقعات بیان کئے جاتا تھا۔ فردوسی کے شاہنامے کا زمانہ بھی ماقبل تاریخ ہے۔ ہمارے مرثیہ نگاروں نے تاریخ کو طلسم بنا رکھا ہے جو چاہا ہے جس طرح چاہا ہے کہہ ڈالا ہے۔ حفیظ ان سب کے بعد آتا ہے اور سب سے زیادہ مشکل مہم پیش نظر رکھ لیتا ہے۔ اس کے سامنے کوئی ایسی مثال نہیں جو اس کی رہنمائی کر سکے۔ وہ اپنی منزل بھی آپ تلاش کرتا ہے اور اپنا راستہ بھی خود ہی بناتا ہے۔ یقیناً اس کا راستہ پل صراط سے زیادہ کٹھن ہے۔ تخیل کو دبائے تو شاہنامہ محض منظوم تاریخ رہ جائے۔ واقعات کو بدلے تو تحریف کا مرتکب ٹھہرے۔ یہی تکالیف اُس کے حق میں رحمت بن جاتی ہیں۔ یہی مشکلات اُس کی کامیابی کو غیر فانی بنادیتی ہیں اور حفیظ کو حالی، اقبال اور اکبر کی صف میں جگہ حاصل کرنے کا حق دار کر دیتی ہیں۔

”شاہنامہ اسلام“ (حصہ دوم) تاریخی کتابوں، آیات اور احادیث کے حوالوں سے بھرا ہوا ہے۔ مصنف قدم قدم پر تاریخی تفصیلات کے بیان سے واقعات کی صداقت ظاہر کئے جاتا ہے اور اسلاف کے ان کارناموں کو مصور الفاظ اور مناسب اصوات سے زندہ کر دکھاتا ہے۔ تاریخی تفصیلات سے محض عقل کی تسلی ہوتی ہے۔ اس نظم میں اُن کی قدر محض منفی حیثیت رکھتی ہے ع مبارک جمعہ کا دن سترھویں تھی ماہِ رمضان کی

اور ع یہ ستر اونٹ دو گھوڑے یہاں سیراب ہو جاتے
ایک مسلسل بیان ہے۔

قیام اُس میں کیا بعد دعا فخر رسالت نے
کہاں اُتری ہوئی ہے فوج قرشی کی خبر لائیں
قریشی کافروں کی چھاؤنی چھائی ہوئی پائی
زمین گویا حریف آسمان معلوم ہوتی ہے
ہے آسودہ خدا کے دشمنوں کا اک بڑا لشکر

بنایا اک عریضہ پھونس کا ارباب ہمت نے
نبی نے امر فرمایا کہ دو اہل نظر جائیں
علی اور سعد نے بڑھ کر نظر ہر سمت دوڑائی
پلٹ کر عرض کی فوج گراں معلوم ہوتی ہے
مقام عدوۃ القصویٰ کا ٹیلہ اک طرف رکھ کر

یہ اونٹوں کی تعداد، تاریخ اور دن کا تعین، چھپر (عریضہ) کی تخصیص، مقامات اور افراد کے نام ان تفصیلات سے واقعیت کی فضا پیدا ہوتی ہے مگر اتنا کام تو ہر تک بند بری بھلی طرح سرانجام دے سکتا ہے۔ مگر حفیظ کا کمال یہ ہے کہ وہ اس ارضیہ کے آگے ایک چلتی پھرتی جیتی جاگتی تخلیق کر دیتا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس میں سینما کا کس قدر اثر شامل ہے۔ یوں یہ واقعیت ادبیات حاضرہ کی عالمگیر خصوصیت ہے۔ ”طلسم ہوشیا“ اور کسی جدید ناول کے مقابلہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ ہمارے مراٹھی میں بھی یہ حقیقت وضاحت سے نظر آتی ہے۔ انیس

جزئیات میں اس کا ماہر ہے۔ گوزمانہ کی بد مذاقی اور ماحول کی ناستواری اسے کبھی کبھی اپنا ہمنوا کر لیتی ہے۔ مگر حفیظ بیسویں صدی کا شاعر ہے۔ واقعیت اس کے ”شاہنامہ“ کی جان ہے۔ جنگ بدر کا نقشہ ہے۔ بے جان واقعات نہیں ولولہ انگیز کارناموں کا بیان ہے۔ دشمنوں کا لشکر ۔

اندٹی، دوڑتی، اٹھتی ہوئی بڑھتی ہوئی آندھی زمیں پر پھیلتی، افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی
اندٹی، دوڑتی، اٹھتی..... یہ ہیجانی الفاظ بے بہرے آکر معانی کی کس قدر صحیح ترجمانی کرتے ہیں۔ اس ٹکڑے میں اصوات کے مناسب استعمال کی اور مثالیں بھی نظر آتی ہیں ۔

نہاں اس ابر میں ڈھولوں کی ڈھم ڈھم کی دف دف تھی مغلط گالیوں کا شور تھا کتوں کی عف عف تھی
ان اشعار کو اگر کوئی اردو سے ناواقف اجنبی بھی سن لے تو محض اصوات سے معانی کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ اصوات کے ساتھ مصورالفاظ مل کر واقعات کو کس طرح زندہ کر دیتے ہیں۔ انفرادی جنگ کا منظر دیکھئے۔ حضرت حمزہؓ اور عتبہؓ کا مقابلہ ہے۔

جناب حمزہؓ نے تلوار پر تلوار کو روکا سبکدستی سے تھپکی دے کے مہلک وار کو روکا
نظر آیا نہ کچھ اک جھنجھناہٹ کی صدا آئی اڑیں چنگاریاں تلوار سے تلوار ٹکرائی
ذرا مہلت جو پائی ایک پل دھاوے سے حمزہ نے سبک ہو کر نکالا ہاتھ الجھاوے سے حمزہ نے
لیا دشمن کو بڑھ کر تیغ فرخ فال کے نیچے مگر عتبہؓ نے اپنا سر چھپایا ڈھال کے نیچے
حضرت زبیرؓ اور آہن پوش پہلوان ابورکش کے مقابلہ میں کہیں کہیں شگفتہ نظر افت کی بھی جھلک ہے۔ جس سے مشتعل جذبات کو کچھ کچھ تسکین ہو جاتی ہے۔ سننے والا دم لے کر آگے بڑھتا ہے۔

نظر آیا کہ یہ انسان نہیں پتلا ہے آہن کا بشر تھا یا کہ تھا بے ڈول سا اک ڈھول لوہے کا
یہ کل آہن کی شاید ڈھل کے آئی تھی جہنم سے کوئی حصہ جز آنکھوں کے نظر آتا نہیں تن کا
چڑھا رکھا تھا جس نے تن کے اوپر خول لوہے کا زمیں پہ اپنے پیروں چل کے آئی تھی جہنم سے

سانیں تھیں کہ دو پھن دار سانپوں کی زبانیں تھیں
انی رکھتے ہی اک ہلکہ جو مارا مرد غازی نے
زمیں پر سر کے بل آیا غرور و ناز کا نیزہ
تو ہٹ کر ہاتھ اُس نے قبضہ شمشیر پر ڈالا
کہ برچھی ہاتھ میں تھی اور قضا کی بازگاری تھی
جہاں آنکھوں کے دو سوراخ تھے برچھی وہاں ماری
تھسی چشمِ عدو میں کاسے سر پھوڑ کر گزری

بلا کے طعن تھے پر پیچ چوٹیں تھیں ٹکانیں تھیں
جما کر پتیرا کر کے اشارا مرد غازی نے
ہوائی کر دیا باطل کے نیزہ باز کا نیزہ
قریشی پہلوان کے ہاتھ سے جب اڑ گیا بھالا
مگر اب جاں نثار احمد مرسل کی باری تھی
جھپٹ کر شیر نے اک وار دشمن پر کیا کاری
سناں اس زور سے آہن کا چہرہ توڑ کر گزری

کہ پھل برچھی کا سر میں دوسری جانب نکل آیا
تکبر بہ گیا آنکھوں کے رستے موج خوں ہو کر
ادھر کھینچی جو برچھی زور سے پھل مڑ گیا آخر

سر خود سرنے حق سے سرکشی کرنے کا پھل پایا
گرا فولاد کا پتلا زمیں پر سرگوں ہو کر
قفس کے ٹوٹنے سے طائر جاں اڑ گیا آخر
کہیں کہیں مضمون آفرینی بھی کی گئی ہے۔

یہ تیغِ حمزہ تھی دعوے تھے اس کو خاکساری کے
اور جب تصور عقل کی ارضی زنجیروں کو توڑ کر پرواز کشادہ کرتا ہے۔ حفیظ کا جذبہ نیاز و عقیدت تاریخی واقعات کے سہارے سے بے
نیاز ہو جاتا ہے۔ صحرا کی دعا میں صحرا کوئی بے جان بیابان نہیں۔ خود دیدار یار کا یکس تمنائی شاعر ہے۔ ہم ہیں تم ہو۔ ہر صاحبِ دل ہے۔
خبر کیا تھی الہی ایک دن ایسا بھی آئے گا
خبر کیا تھی یہاں تیرے نمازی آ کے ٹھہریں گے
غرض شاہنامہ اسلام میں وہ سب کچھ ہے جو اس قسم کی نظموں میں ہوتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ سب کچھ ہے جو اس قسم کی نظموں میں ہونا
چاہیے۔ یقیناً حفیظ اپنے بیان کردہ مقصد میں کامیاب ہے۔ جن لوگوں نے شاہنامہ کے کچھ حصے بھی سنے ہیں ان کے لیے یہ دعویٰ تحصیل
حاصل ہے۔ وہ دل بہت ہی سنگین ہو گا جسے یہ آتشیں تیر نہ برما سکیں!

تاثیر

عرض حال مصنف

آج میں اپنی ناچیز کوشش کا دوسرا شمر ملت کے دربار میں پیش کرتا ہوں۔ ساتھ ہی معافی چاہتا ہوں دوسری جلد کے طلب گاروں کو توقع سے زیادہ انتظار کرنا پڑا یعنی پورے چار سال۔

شاہنامہ اسلام کی جلد اول کی طرح یہ جلد بھی دو ہزار سے کچھ زیادہ اشعار پر مشتمل ہے۔ مطالعہ کرنے والے اصحاب اس کو دو تین ساعت میں ختم کر ڈالیں گے۔ اے کاش ان میں کچھ ایسے بھی ہوں جو ایک کمزور نحیف اور دائم المریض وجود کا بھی تصور کریں جو ان حروف کو یکجا کرنے کی ادھیڑ بن میں گھلتا رہا ہے اور جو مطالعہ کرنے والوں سے دعائے خیر کے سوا اور کسی بات کا طالب نہیں۔

در انتظار ہما دام چید نم بنگر

دمید دانہ و بالید و آشیاں کہ شد

یہاں ایک سوال کا جواب بھی ضروری ہے۔ سوال ہے کہ اگر کارگزاری کی رفتار یہی رہی تو تاریخ اسلام کا تمام سلسلہ کس طرح اور کتنی

مدت میں نظم ہو سکے گا؟

گزارش یہ ہے کہ دوسری جلد کی تکمیل میں جو التوا ہوا اس کے دو سبب ہیں۔ پہلا سبب بعض ناگہانی حادثات ہیں جن میں سب سے بڑا حادثہ میری بچی ارشاد بتول کی مرگ ناگہاں تھی۔ اس واقعہ کی روداد سے چونکہ میرے سوا کسی کو دلچسپی نہیں اس لیے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ یہ ذہین لڑکی جو مدرسہ بنات جالندھر میں کلام مجید پڑھتی تھی اور جس سے آئندہ مجھے اپنے کاموں میں امداد کی توقعات تھیں۔ ایک روز اچانک گھر کے کنوئیں میں گر گئی اور جانبر نہ ہو سکی انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

یہ واقعہ اکتوبر ۱۹۲۹ء میں پیش آیا۔ جب کہ میں جلد اول کی طباعت سے فارغ ہوا تھا۔ حادثہ کی نوعیت کچھ ایسی تھی کہ ایک عرصہ کے لیے میرا دماغ ماؤف ہو گیا۔ میں اپنی کمزوری کا معترف ہوں۔ واقعی مجھے اتنا اثر پذیر ہونا نہیں چاہیے تھا مگر

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت

اس حالت بے دلی میں بعض احباب کے مشورہ سے پھر وطن کو خیر باد کہہ کر لاہور کا رخ کرنا پڑا مگر ابھی ہوئی طبیعت کو لاہور کی چہل پہل میں سکون نصیب نہ ہو سکا اور میں لاہور کے قریب اس نئی آبادی (ماڈل ٹاؤن) میں بسنے پر مجبور ہوا۔ خیال تھا کہ یہ ایک گوشہ سکون ہے۔

یہاں میں شاہنامے کے کام کو اطمینان سے انجام دے سکوں گا لیکن بد قسمتی اور طبیعت کی افتاد۔ بہر ز میں کہ رسیدیم آسمان پیدا است اس میں شک نہیں کہ کام بھی بہت ہی مشکل تھا لیکن فضول جھگڑے بکھیرے بھی پیش آتے رہے۔ چنی تفکرات کے علاوہ جسمانی

امراض نے بھی حفیظ کے جھوپڑے کو خانہ انوری سمجھ لیا۔ خیر مذکورہ بالا موانع تو عارضی اور ہنگامی تھے جن پر آخر کار قابو حاصل کر لیا گیا لیکن کام میں التوا کی دوسری وجہ مستقل ہے۔ یہ ایک ایسا عقدہ ہے جس کو میراناخن تدبیر و انہیں کر سکا۔ بہت کوشش کی کہ کسی طرح یہ مشکل آسان ہو لیکن تاحال اس الجھن سے نکلنے کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی۔

بات یہ ہے کہ میرا کام صرف تصنیف تک محدود رہنا چاہیے تھا۔ یعنی شاہنامہ اسلام کی معنوی تکمیل اور بس۔ اگر ایسا ہوتا تو یقیناً میں ہر سال کے اختتام پر دو ہزار اشعار کی ایک جلد ملت کے حضور پیش کر سکتا۔

لیکن افسوس مجھے تو اس کو چھاپنا، نہ صرف چھاپنا بلکہ فروخت بھی کرنا پڑتا ہے اور آپ نہیں جانتے کہ یہ چھاپنا اور فروخت کرنا کس قدر غیر شاعرانہ افعال ہیں اور اُن کا اہتمام ایک ایسے مصنف کے لیے جو کاروباری اہلیت نہ رکھتا ہو۔ کتنا حوصلہ فرسا، صبر آزما اور ذہنی کوفت کا موجب ہوتا ہے۔

بعض لوگ کہیں گے کہ پھر کیوں یہ کام کسی ایسے طابع اور ناشر کے سپرد نہیں کر دیا جاتا جو اپنے حق الحقت کے عوض اس مہم کو انجام دے دیا کرے۔

میں جواب دوں گا کہ کوئی ایسا طابع اور ناشر بتائیے جو تصنیف کے ساتھ مصنف کی جان کا بھی گاہک نہ ہو۔ پھر جس مصنف کو ایک لمبی مدت تک کام کرنا مد نظر ہو وہ کیا کرے۔ ظاہر ہے کہ شاہنامہ اسلام ایک دو حصوں تک محدود نہیں ہے۔ خدا عمر اور توفیق ارزانی فرمائے تو ارادہ ہے کہ تاریخ اسلام کے تمام مہتمم بالشان کارناموں پر احاطہ کیا جائے لہذا اس کے لیے ضروری ہے کہ جسم و جان کا ربط باہمی قائم رہے اور جسم و جان میں ربط قائم رکھنے کے لیے صرف ہوا پھانک لینا کافی نہیں۔ لیکن شاہنامہ اسلام کے مصنف کو تو آج تک جتنے طابع و ناشر ملے وہ کتاب لے کر صرف ہوا کھانے ہی کی اجازت دیتے رہے۔ لہذا میرے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ

کے مصداق کتاب لکھوں اور دنیا کو سناؤں پھر اس کی طباعت کے لیے مالی ذرائع مہیا کروں۔ طبع ہو جائے تو ایک ایک کر کے فروخت کیا کروں..... اور یہ چکر چلتا رہے۔

اب آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ حوصلہ افزا قبولیت کے باوجود کام میں سست رفتاری کا اصلی باعث کیا ہے۔

ہاں میری کتاب کی قدر دانی حوصلہ افزا ہے لیکن قدر دانوں تک کتاب کا پہنچانا کافی وقت چاہتا ہے اور یہی وقت ہے جو صرف تصنیف خرچ ہونا زیادہ مناسب تھا۔

میں بنائے زمانہ کی ناقدری کا شکوہ سنج نہیں ہوں کیونکہ جہاں جہاں میں اس جنس کو پہنچا سکا جوش خلوص کے ساتھ قبول کی گئی البتہ مجھے کوہ اُن انجمنوں سے ہے جو اسلامی مدارس کو چلا رہی ہیں جن میں سے اکثر چندہ فراہم کرنے کے لیے شاہنامہ اسلام اور شاہنامہ اسلام کے مصنف کو تو استعمال کر لیتی ہیں لیکن اُن کے ارباب اقتدار کو آج تک یہ توفیق نہیں ہوئی کہ شاہنامہ اسلام کو اپنے مدارس کے دینی نصاب میں لکھ لیں حالانکہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس شکری نے ایک قرارداد کے ذریعہ ان کو توجہ بھی دلائی تھی۔

اگر یہ محترم حضرات اس طرف متوجہ ہوں اور شاہنامہ اسلام کو دینی نصاب مقرر کر لیں تو اس کاوش کا اصل مقصد بھی بڑی حد تک پورا ہو جائے یعنی کتاب کے مطالب طالب علمی ہی کے زمانہ سے نونہلان قوم کے ذہن نشین ہو جائیں اور یہ حرارت ایک مدت تک دلوں کو گرماتی رہے۔ دوسری طرف مصنف کو کتاب کی تکمیل کو چھوڑ کر فکر معاش میں زیادہ وقت ضائع کرنا اور اتنا سرگرداں نہ ہونا پڑے اور اطمینان کے ساتھ ایک گوشے میں بیٹھ کر شغل تصنیف میں منہمک رہے نیز چونکہ کتاب کافی تعداد میں نکلے لہذا قیمت بھی کم کر دی جائے لیکن

خانہ شرع خراب است کہ ارباب صلاح در عمارت گرئی گنبد دستار خودند
میرا خیال ہے کہ اب میں التوائے کار کے اسباب عرض کر چکا ہوں۔ اس وقت کتاب کے دونوں حصے آپ کے پیش نظر ہیں اگر یہ کام آپ کو ملت کے لیے کسی حد تک مفید معلوم ہو تو فیصلہ کیجیے کہ اس کو جلد مکمل ہونا چاہیے یا بدیر۔

اگر کتاب کا جلد جلد منزل تکمیل تک پہنچنا ضروری قرار دیا جائے تو اس کی فقط ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ طباعت اور اشاعت دونوں سے مجھے سبکدوش کر دیا جائے اور کتاب کے قدردان چاہیں تو ایک چھوٹا سا ادارہ اس کی اشاعت کے لیے ترتیب دے لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

بصورت دیگر میں تو اپنا فریضہ ادا کر ہی رہا ہوں۔ کام جس طریق سے ہو رہا ہے ہوتا رہے گا۔ انشاء اللہ

شکریہ

ملک کی عام اقتصادی حالت چار سال سے خراب ہے۔ بے کاری اور عام کساد بازاری شاہنامہ اسلام کی اشاعت پر بھی اثر پذیر رہی ہے۔ اگر اللہ کا فضل اور بعض درمندان ملت کی بروقت امداد شامل حال نہ رہتی تو جلد دوم تا حال تشنہ طباعت رہتی..... مدد کم ملی یا زیادہ یہ سوال خارج از بحث ہے۔ میں تو اس خلوص اور محبت کا شکر گزار ہوں جس کا اظہار امداد کی صورت میں کیا گیا۔ جلد اول کی سرپرستی کرنے والے بزرگوں کا شکریہ میں جلد اول کے دوسرے ایڈیشن کے عرض حال میں ادا کر چکا ہوں۔ آج میں دوسری جلد کی تکمیل میں حصہ لینے والوں میں سے

علیحضرت شہریار بہاولپور خلد اللہ ملکہ کے علاوہ

نواب صدر یار جنگ بہادر بالقلاب، نواب مسعود جنگ بہادر بالقلاب، خان بہادر میاں نصیر الدین احمد (کوئٹہ) دیوان سر عبد الحمید صاحب بالقلاب، خان بہادر ملک زمان مہدی صاحب آئی سی ایس، سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون صاحب اور مسلمانان کراچی، خان بہادر نواب احمد یار خاں دولتانہ، کاتہر دل سے شکر گزار ہوں۔

کتاب کی معنوی امداد کے لیے جسٹس شیخ سر عبد القادر صاحب کے علاوہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری پروفیسر نذیر نیازی، پروفیسر تاثیر اور پنڈت ہری چند اختر کا سپاس گزار ہوں۔ خدا ان سب کو جزائے خیر دے۔

حفیظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
 سخن ہائے گفتنی در پیرایہ سرگزشت مصنف
 مسجد و مکتب

ابھی لوری نہ دی تھی جنبشِ دامانِ مادر نے
 نہ اُلٹا تھا ابھی مضمونِ طفلی کا ورق میں نے
 ابھی ملبوسِ گویائی نہ تھا پوری طرح پہنا
 وظیفہ تھا کلامِ پاک ہی میرے جدو آب کا
 پدر جس دن ہوا تھا سوئے مسجد رہنما میرا
 میں اب مسجد میں لے جایا گیا قرآن پڑھنے کو
 مرا اُستاد حق آگاہ تھا مردِ مسلمان تھا
 موصد تھا بہت ہی صاف و سادہ تھے اُصول اس کے
 اُسے ایمان تھا ایمان ہی کی استقامت پر
 محبت نے سکھائی تھی تمیزِ خوب و زشت اس کو
 وہ کہتا تھا محمدؐ کی محبت جانِ ایماں ہے
 نظر ڈالی نہ تھی اُس نے کبھی اسبابِ زینت پر
 مل تھا تابع فرمانِ قرآنِ شریف اُس کا
 کہ دل گرما دیا تھا نعرۂ اللہ اکبر نے
 لیا تھا بائے بسم اللہ سے پہلا سبق میں نے
 کہ سیکھا تھا زباں نے قل ہو اللہ احد کہنا
 دیا مجھ کو زبانِ مادری نے درسِ مذہب کا
 دہنِ حمدِ خدا سے ہو چکا تھا آشنا میرا
 خدا اور مصطفیٰؐ کی راہ میں پروان چڑھنے کو
 پرستارِ خدائے پاک تھا پابندِ قرآن تھا
 وہ کہتا تھا خدا اک ہے، محمدؐ ہیں رسول اُس کے
 فرشتوں پر، کتابوں پر، رسولوں پر، قیامت پر
 نظر آتا تھا صحرائے عرب باغِ بہشت اس کو
 بنائے وحدتِ ملت ہے پشتیبانِ ایماں ہے
 خدا رحمت کرے اُس پاکباز و پاک طینت پر
 رہا وقفِ ریاضت عمر بھر جسمِ نحیف اس کا

وہ قائل تھا فقط اسلام ہی کی بادشاہی کا
کیا تھا خدمتِ ملت کا رستہ اختیار اُس نے
میری حبِ رسول اللہ کی بنیاد ہے مسجد
تصور میں ہے اب تک صحنِ مسجد کا وہ نظارا
شکستہ بورے پر ہم سنوں کا بیٹھنا مل کر
سبق سے پیشتر قرآن کو جھک کر چومتے جانا
وہ آوازِ ازاں پر دفعتاً خاموش ہو جانا
وہ ذوقِ نعت خوانی محفلِ میلاد کے نغمے
مقدس تھے وہ شبِ چرچے مقدس تھیں وہ سب باتیں

دیا کرتا تھا درس اطفال کو علمِ الہی کا
اسی دھن میں بسایا گلشنِ کُنجِ مزار اُس نے
خدا آباد رکھے آج بھی آباد ہے مسجد
اُدھر اُستادِ ادھر میں درمیاں رحل اور سیپارا
وہ ہر سادہ خوشی پر سب کا ہنسنا خوب کھل کھل کر
وہ کیفِ انگیز قرأت کے اثر سے جھومتے جانا
صفیں آراستہ کرنا ہمہ تن گوش ہو جانا
وہ معصومانہ طفلی، فطرتِ آزاد کے نغمے
وضو، ورد و وظائف اور نمازیں اور مناجاتیں

یہی فردوس تھا جس میں ہوئی تھی ابتدا میری

اسی فردوس میں اے کاش ہوتی انتہا میری!

گھرانے کو تمنائیں تھیں دنیاوی بلندی کی
مجھے مسجد سے مکتب کی طرف تقدیر نے کھینچا
وہ مکتب آہ پہلا زینۂ تلقین بے دینی
جہاں دیتے ہیں پہلا درسِ مذہب سے بغاوت کا
جہاں ماں باپ سے باغی کیا جاتا ہے بچوں کو
جہاں باقاعدہ الحاد کی تعلیم ہوتی ہے
جہاں مکر و ریا کا عقلمندی نام رکھا ہے

کہ اس طفلی میں اک تہمت تھی مجھ پر ہوشِ مندی کی
تنازعِ لبقا کی آہنیں زنجیر نے کھینچا
دکھاتے ہیں جہاں آئینہ آئینِ خود بینی
جہاں بولتے ہیں تحمِ اوّلین نسلی عداوت کا
جہاں جھوٹوں کا پس خوردہ دیا جاتا ہے بچوں کو
جہاں باضابطہ شیطان کی تعظیم ہوتی ہے
جہاں جو رجفہ کا سر بلندی نام رکھا ہے

وہاں داخل ہوا میں ، آہ بختِ سوختہ میرا!
مقرر تھے یہاں اُستاد مجھ کو یہ سکھانے پر
وہ کہتے تھے تیرا اسلام ہے تلوار کا مذہب
کہیں نامِ جہاد آئے تو وہ رہ رہ کے ہنتے تھے
مجھے اُن کے حضور احساس ہوتا تھا خجالت کا
لڑکپن کا زمانہ اور دِن تھے بے شعوری کے
یہ دنیا اور تھی ، اِس کے مقاصد اور تھے سارے
یہاں قرآن نہ تھا خود ساختہ قانون تھا کوئی
یہاں قوموں کی تخریبیں تھیں یا ملکوں کی تقسیمیں

سبقِ مسجد کے بھولے ، لٹ گیا اندوختہ میرا!
کہ اب اللہ نہیں ، اک اور حاکم ہے زمانے پر
مسلمانوں سے نفرت ہے نہایت پیار کا مذہب
پرانے غازیوں کو ”راہزن“ کہہ کہہ کے ہنتے تھے
کہ یہ تاریخ ہے یا تذکرہ عہدِ جہالت کا
اسی میں ہو گئے طے مرحلے مذہب سے دُوری کے
یہاں تہذیبِ نو تھی ، طور ہی بے طور تھے سارے
یہاں مذہب نہیں اک اور ہی مضمون تھا کوئی
یا رُوحوں کی تفریقیں تھیں یا جسموں کی تنظیمیں

نہ اِس مکتب میں جاتا میں نہ یوں مسموم ہو جاتا!

جو آبِ معلوم ہے کاش اُن دنوں معلوم ہو جاتا!

میری رُودادِ نادانی ہے افسانہ در افسانہ
نہیں فرصت مجھے بھی قصہ ذاتی سنانے کی
مثالِ عام ہے یہ اُن چمن زادانِ مکتب کی
کرو عبرت کی آنکھوں سے نئی دنیا کا نظارا
یہ انساں ہیں مگر انساں کے نیک و بد سے بے پروا
دیکھا جادو ہے جس نے ان کی سیرت منقلب کر دی
مگر کیا ہے خطا ان کی مگر کیا ہے قصور ان کا

کہیں اُکتا نہ جائے دوستوں کی طبعِ فرزانہ
مگر یہ داستاں ہے داستاں سارے زمانے کی
ہے جن کی روشنی طبعِ دشمن جانِ مذہب کی
نظر آتے ہیں کتنے خود غرض خود بین و خود آرا
مسلمان ہیں مگر اسلام کے مقصد سے بے پروا
یہ کس نے دل کے اندر اس قدر نفسانیت بھر دی
نئی تہذیب کی پستی سے اُبھرا ہے شعور ان کا

انہی کے حال پر صادق ہے قول حضرت اکبر ”ترقی پاتے ہیں لڑکے ہمارے نور دیں کھو کر
غضب یہ ہے کہ بجھ لیتے ہیں تب جا کر چمکتے ہیں“

چلو ہڈیاں ہی سمجھو میری آشفۃ بیانی کو
ابھی عنوان ہی پیش نظر تھا نوجوانی کا
یہ وہ دن تھے کہ گل کھلنے لگے تھے باغ ہستی میں
جوانی آ گئی ، عشق آ گیا ، بیچارگی آئی
چمن زارِ سعادت پر گھٹائیں شعلہ ریز آئیں
لباسِ حسن میں شیطان کی پرچھائیاں دوڑیں
نگہباں کون تھا مجھ پر یہاں جس کی نگہ ہوتی
فقط ماں باپ نے حسرت سے دیکھا اس تباہی کو
میرے مکتب کے استادوں نے اتنی مہربانی کی
یہ کارندے تھے شاید ابتلائے آسمانی کے

ہزاروں اور ہیں جن کا یہی انجام ہونا ہے

نئی تعلیم کی تکمیل ہی ناکام ہونا ہے

پری بن کر بلا آئی اڑا کر لے چلی مجھ کو
پرانی وحشت اچھلی تازہ مضمون ہو گیا پیدا
سر سودا زدہ سر پھوڑنے کی دھن میں چل نکلا
نہ شیریں تھی ، نہ لیلیٰ تھی نہ محمل تھا نہ ایواں تھا
سر بازارِ رسوائی اٹھا کر لے چلی مجھ کو
سوادِ نجد میں اک اور مجنوں ہو گیا پیدا
نیا فرہاد پتھر توڑنے کی دھن میں چل نکلا
مگر دست و گریباں سے کوئی دست و گریباں تھا

کہیں بحرِ سخن میں غرق ہو جانا پسند آیا
خیالِ خام بلبل کے خیالِ خام میں الجھا
خیالی آبلوں کی دعوتیں دیں خارزاروں کو
کبھی ساری خدائی کا مجھے سامان حاصل تھا
ادھر صحنِ حرم سے جانبِ بت خانہ جا نکلا
نہ پاسِ حق نہ خوفِ سیلی استاد تھا مجھ کو
یہ مشتِ خاک تھی گویا بگولا جوشِ مستی کا
کوئی سرسام تھا شاید کہ گرمایا ہوا تھا میں
مگر یہ نشہ بے کیف آخر بے وفا نکلا
غضب تھا قلمِ اُمید کا چڑھ کر اُتر جانا
ہوں گم ہو گئی آخر، ہجومِ یاس و حرماں میں
ہوئی رخصت خیال و خواب کی ہنگامہ آرائی
حبابِ آسمانے سب دلوں جوشِ جوانی کے
سارِ آلودہ و خمیازہ کش، در ماندہ و خستہ

سیلابِ الحاد اور کشتیِ ملت

ہلیں آنکھیں تو اک ہنگامہ محشر نظر آیا
عجب سیلابِ عالمگیر کا منظر نظر آیا
تلاطمِ خیز، شورِ انگیز، آتشِ زیرِ پا موجیں
ہر دیکھا نظر آئیں سکوں نا آشنا موجیں

بلا کا جوش پوشیدہ تھا موجوں کی روانی میں
 حوادث بھی نظر آتے تھے دریائی بلائیں بھی
 تہ آب معاصی تھیں نئی دنیا کی ایجادیں
 جنہیں بحر گنگاری میں ذوقِ تہ نشینی تھا
 نظر آیا میں اک کشتی میں ہوں کشتی ہے بوسیدہ
 یہ کشتی ایک رحمت تھی اخوت نام تھا اس کا
 ہزاراں در ہزاراں ابتلائیں اس نے جھیلی تھیں
 یہ ہر سیلاب تیری تھی ہر طوفاں سے نکلی تھی
 اٹھایا بار اس نے ہر بلائے ناگہانی کا
 حوادث کے مقابلے میں دکھایا تھا کمال اس نے
 اخوت کی یہ کشتی مستعد تھی کام پر اب بھی
 مگر واحسرتا اس وقت غفلت تھی سوار اس پر
 یہ اس کشتی کے تختے توڑ کر سیکھے تھے تیراکی
 دل ان کے ہو گئے تھے سخت تر فولاد و آہن سے
 تکلف برطرف میں بھی انہی کے ساتھ شامل تھا
 ہم اس کشتی میں تھے دریائے بے پایاں میں تھی کشتی
 ہم اس طوفاں کی زد پر تھے مگر بے فکر و بے غم تھے

دواں تھیں اس طرح جیسے لگی ہو آگ پانی میں
 فلک پر چھا رہی تھیں تند و طوفانی گھٹائیں بھی
 دہائی دے رہی تھیں ڈوبنے والوں کی فریادیں
 نظر آیا کہ اُن کا ڈوب جانا اب یقینی تھا
 سواروں اور ملاحوں کے ہاتھوں سے زیاں دیدہ
 بشر کو غرق ہونے سے بچانا کام تھا اس کا
 تھپڑے اس نے کھائے تھے جفائیں اس نے جھیلی تھیں
 نئی جرأت، نئے ارماں، نئے ساماں سے نکلی تھی
 دکھایا معجزہ ہر بار اس نے اپنے بانی کا
 گزارے تھے ہزاروں صد و پنجاہ سال اُس نے
 رواں تھی رحمتہ للعالمین کے نام پر اب بھی
 مسلط ہو گئے تھے خود غرض اربابِ کار اس پر
 یہ اس کشتی میں روزن کر کے منواتے تھے چالاکی
 یہ اکثر تپتے تھے آگ اسی کشتی کے ایندھن سے
 انہی لوگوں کا تابع تھا، اسی غفلت پہ عامل تھا
 ہوائے تند میں سیلاب میں طوفاں میں تھی کشتی
 بلائے خارجی طوفاں بلائے داخلی ہم تھے

بلائے جانِ ہستی تھی ہماری یہ تن آسانی
چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

ٹوٹی ہوئی کشتی کا ملاح

تلاطم کی یہ طغیانی حوادث کی یہ بے باکی
”شبِ تاریک، بیمِ موج، گردِ آبے چنیں حائل“
غضب تھا اک شکستہ ناؤ کا منجد ہار میں پھنسنا
فقط اک ”سر پھرا“ ملاح، طوفانوں سے لڑتا تھا
اگرچہ ناؤ میں انبوہ در انبوہ انساں تھے
یہ سب تھے عقل و جرأت میں ارسطو اور اسکندر
چلی جاتی تھی کشتی خشکیں موجوں سے ٹکراتی
کہیں گرداب کے منہ میں، کہیں پر شور دھارے پر
ہوا کے دوش پر خونخوار عفریتوں کی فوجیں تھیں
فلک پر بے تحاشا دوڑتے تھے ابر کے گھوڑے
اُڑا کرتے ہیں صدموں سے جگر کے جس طرح لختے
تعجب ہے کوئی پروا نہیں تھی ناؤ والوں کو
انہیں معلوم تھا گرداب نے کشتی کو گھیرا ہے
انہیں دعوے تھے بحرِ زندگی میں ناخدائی کے
طوفانوں پہ کر سکتے تھے لچھے دار تقریریں

تعالیٰ اللہ یہ دہشت یہ منظر کی غضبناکی
نہنگانِ اجل کی نیتیں بیداد پر مائل
وفا کی سسکیاں قسمت کا رونا، موت کا ہنسنا
ہوا کے آب کے جنوں سے شیطانوں سے لڑتا تھا
یہ سب ملاح کے ہم قوم تھے یعنی مسلمان تھے
مگر آرام سے لیٹے ہوئے تھے ناؤ کے اندر
اُبھرتی، بیٹھتی، دہتی دباتی اور چکراتی
کبھی اس کے اشارے پر، کبھی اُس کے اشارے پر
پہاڑ اٹھ اٹھ کے ٹکراتے تھے یاپانی کی موجیں تھیں
کڑکتی بجلیاں برسا رہی تھیں آتشیں کوڑے
اُکھڑتے جا رہے تھے رفتہ رفتہ ناؤ کے تختے
کہ طوفاں میں نظر آتی تھی خامی ”با کمالوں“ کو
گھڑی بھر میں یہ بیڑا اب نہ تیرا ہے نہ میرا ہے
انہیں گریاد تھی گرداب میں مشکل کشائی کے
دکھا سکتے تھے تقریروں میں طوفانوں کی تصویریں

ہوا کا رخ ذرا بدلے تو سب کچھ جان جاتے تھے تیر دریا نہنگوں کی نظر پہچان جاتے تھے

یہ سب، جو پاؤں پھیلانے ہوئے کشتی میں لیٹے تھے

پرانے ناخداؤں اور ملاحوں کے بیٹے تھے

مگر وہ ”سر پھرا ملاح“ تنہا تھا، اکیلا تھا ادھر موجوں کی شدت تھی، ادھر پانی کا ریلہ تھا

وہ چلاتا تھا، اٹھو بھائیو، آؤ، ادھر آؤ ذرا ہمت دکھاؤ، دست و بازو کام میں لاؤ

ہوا میں اڑ چکی ہے دھجی دھجی بادبانوں کی شکستہ ہو چکی ہے ناؤ، مانگو خیر جانوں کی

اکھڑ جائیں گے تختے، آؤ ان کو تھام لو آ کر سلامت ہیں جو کچھ ”اوزار“ اُن سے کام لو آ کر

ادھر سیلاب پھر آتا ہوا معلوم ہوتا ہے ادھر گرداب بل کھاتا ہوا معلوم ہوتا ہے

نہیں ہنگام سونے کا کھڑے ہو جاؤ تن جاؤ حوادث کے مقابل آہنیں دیوار بن جاؤ

مبادا ناؤ اب کے اور بھی کمزور ہو جائے

یہ گرداب بلا شاید دہان گور ہو جائے

وہ چلایا، وہ چیخا، منتیں کیں، آہ وزاری کی مگر بے سود تھا سب کچھ، کسی نے بھی نہ یاری کی

نہ آمادہ نہ کوئی بھی جرأت آزمائی پر سبھی ہنستے رہے ملاح کی ”ہرزہ سرائی“ پر

بلاتا تھا وہ نام غیرتِ اسلام لے لے کر جھڑک دیتے تھے لیکن سب اُسے دشنام دے کر

مگر ملاح اپنے فرض کا احساس رکھتا تھا وہ اپنے ساتھیوں کی آبرو کا پاس رکھتا تھا

اُسی نے جسم پر کھائے تھپیڑے تند موجوں کے اُسی کے ساتھ ٹکرائے ہوائے تیز کے جھونکے

وہ اپنی جان پر سہتا رہا، سہتا رہا تنہا اٹھو! ہمت کرو! کہتا رہا، کہتا رہا تنہا!

مگر ہنستے رہے، ہنستے رہے غفلت کے شیدائی اسی کشتی کے ہمراہی، اسی ملاح کے بھائی

اُدھر بڑھتی رہی ، بڑھتی رہی دریا کی طغیانی
 اُدھر گھٹتی رہی ، گھٹتی رہی توفیقِ انسانی
 شکستہ ناؤ کا ملاح بے دم ہو گیا آخر
 بڑھا کر حوصلہ تن میں لہو کم ہو گیا آخر
 گرا دریا میں چو ، ہاتھ سے پتوار بھی چھوٹی
 شکستہ ہو گئے بازو ، مگر ہمت نہیں ٹوٹی
 وہ کشتی کے محافظ ڈھونڈتا تھا اب بھی یاروں میں
 انہیں تاکید کرتا تھا ، اشاروں ہی اشاروں میں
 مگر اس کے اشاروں کو سمجھ سکتا نہ تھا کوئی

سمجھ سکتا بھی ہو تو اس طرف تکتا نہ تھا کوئی

تھکن کا ہو رہا تھا اب اثر آہستہ آہستہ
 وہی سر جو ہواؤں سے نہ طوفانوں سے جھکتا تھا
 نہ فرعونوں سے جھکتا تھا نہ ہامانوں سے جھکتا تھا
 نہ جھکتا تھا کبھی میر و وزیر و شاہ کے آگے
 لگا جھکنے وہ سرفراز سر آہستہ آہستہ
 تجب سے ردائے ابر میں سے برق نے جھانکا
 وہ سراج مرتبہ پھر جھک گیا اللہ کے آگے
 کہ یہ اک آخری سجدہ تھا اُس مردِ مسلمان کا

شکستہ ناؤ میں ، طوفان کی اس چیرہ دستی میں

وہ اپنا فرض پورا کر چکا تھا بحرِ ہستی میں

خدا کی راہ میں خلقِ خدا کا رہنما بن کر
 خود اپنی ناؤ میں ڈوبے ہوؤں کا ناخدا بن کر
 تسخیرِ ساتھیوں کے اور غیروں کے ستم سہنا
 مگر از ابتدا تا انتہا ثابت قدم رہنا
 میری آنکھوں نے پہلی مرتبہ یہ ماجرا دیکھا
 ادائے فرض اپنے رنگ میں جلوہ نما دیکھا
 اندھیری رات تھی ، اندھیر برپا تھا سفینے میں
 مگر اک روشنی سی میں نے پائی اپنے سینے میں
 شمعِ نور جس سے عشق کی گرمی ہویدا تھی
 میرے دل میں اُسی ملاح کی صورت سے پیدا تھی
 مگر کتب نے بے حس کر دیئے تھے دست و پا میرے
 تحفظ ، کشتی ، شکستہ کا بس میں نہ تھا میرے

زباں قابو میں تھی اک داستاں یاد آگئی مجھ کو سنی تھی صحنِ مسجد میں یہاں یاد آگئی مجھ کو
وہی تاریخ جس کو صدق کا آئینہ کہتے ہیں نئی تہذیب کے بندے جسے پارینہ کہتے ہیں
خدا کے نام سے خوابیدہ بختوں کے جگانے کو ہوائیں لب کشا افسانہ ماضی سنانے کو



بسم اللہ الرحمن الرحیم

شاہنامہ اسلام

جلد دوم

باب اوّل

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَوُا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ط

معرکہ بدر ۱

فضائے بدر کو اک آپ بیتی یاد ہے اب تک یہ وادی نعرہ توحید سے آباد ہے اب تک
مہ و انجم پہ اس مٹی کے ذرے مسکراتے ہیں زبانِ حال سے ماضی کے افسانے سناتے ہیں
پلٹ کر اس جگہ شیطان آیا ہی نہیں اب تک فرشتوں کی زیارت گاہ ہے یہ سرزمین اب تک
یہاں ہر صبح روشن ، پرتو خورشیدِ ایمان سے یہاں ہر شام رنگیں ، غارِ خونِ شہیداں سے
جو دیکھا اس کی آنکھوں نے وہ کب افلاک نے دیکھا حق و باطل کا پہلا معرکہ اس خاک نے دیکھا
سیرے پیش نظر کوئی کہانی ہے نہ قصہ ہے یہ قرآنی بیاں تاریخ کا زرین حصہ ہے ؎

بے شک یہ ۸ میل کے فاصلے پر ایک وادی ہے۔ یہ مقام اس نقطہ کے قریب ہے جہاں کے سے شام اور دینے جانے کا راستہ دشوار گزار گھاٹیوں میں سے ہو کر نکلتا ہے۔
ان پاک کی شہادت کا دوست دشمن کو اعتراف ہے۔ ہم مسلمان تو خیر اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اغیار کے بیانات ملاحظہ ہوں۔ سر ولیم میور لکھتا ہے:- اسلام اور بانی
کے متعلق تاریخی حقیقتات کرنے کے لیے قرآن ایک سنگ بنیادی ہے جس سے ہر واقعہ کی صحت جانچی جاسکتی ہے۔ (لائف آف محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پھر لکھتا ہے
اللہ علیہ وسلم کی سیرت معلوم کرنے کے لیے قرآن ایک سچا آئینہ ہے۔ پھر لکھتا ہے بانی اسلام کے سوانح حیات کے لیے قرآن ایک یقینی کلید ہے۔ پروفیسر
کی تاریخ ادب میں لکھتا ہے اسلام کی ابتدائی تاریخ کا علم حاصل کرنے کے لیے قرآن ایک بے نظیر اور ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا کتاب ہے۔

خدا کے بالمقابل جمع کر کے اک خدائی کو
قریشی فوج کو لے کر چلا شیطان مکے سے
یہ مشرک جا رہے تھے حق پرستی کے مٹانے کو
یہ شمشیریں، یہ خنجر، یہ تبر، یہ تیر، یہ بھالے
یہ آہن پوش اسوار اور زرہ پہنے ہوئے گھوڑے
یہ اونٹوں کی قطاریں، یہ رسد، یہ خیمہ خرگاہیں
یہ مکے سے چلے تھے اور مدینے پر چڑھائی تھی
اٹھے تھے پہلوانان عرب زور آزمائی کو
مدینے کی تباہی کو اٹھا طوفان مکے سے
یہ آندھی چل رہی تھی شمع ہستی کے بجھانے کو
یہ سب مردان جنگی اونچی اونچی کلغیوں والے
یہ ریشم کی کندیں لوہے میں گوندھے ہوئے کوڑے
ہزار انسان جن کے خوف سے مسدود تھیں راہیں
ادھر نام خدا تھا، اس طرف ساری خدائی تھی

لشکرِ اسلام کا ورود

زمین بدر تک جب آ گیا سیلِ سیہ کاری
مبارک جمعہ کا دن سترھویں تھی ماہِ رمضانِ مکی
عجب انداز سے آئے خدا کے چاہنے والے
یہ اس قربان گہ میں آج پیدل چل کے آئے تھے
نہ ان کے پاس تلواریں نہ ان کے پاس ڈھالیں تھیں
علم خورشید کا ان کے سروں پر سایہ افکن تھا
مدینے سے اٹھا نورِ خدا بہرِ ضیا باری
شہادت گاہ میں فوجِ آہی پہنچی اہلِ ایمان کی
زبانیں خشک، پوشاکیں دریدہ، پاؤں میں چھالے
نہا کر اوس میں اور دھوپ میں جل جل کے آئے تھے
نہ غلہ ان کے اونٹوں پر نہ پانی کی پکھالیں تھیں
کہ یہ ایک ایک چہرہ نورِ عرفانی کا مخزن تھا

۱۔ دیکھو شاہنامہ اسلام جلد اول صفحہ ۶۶۳

۲۔ اِذْ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَغْمَا لَهُمْ (سورہ انفال رکوع ۶)

۳۔ ایک ہزار جانباز بہادروں کی خونخوار فوج لے کر جن کی سواری میں سات سوانٹ اور تین سو گھوڑے تھے ابو جہل آگے بڑھا (رحمۃ للعالمین)

۴۔ ۱۲ رمضان ۲ھ کو آپ تین سو تیرہ جان نثاروں کے ساتھ مدینے سے نکلے۔ روئے منصرف ذلتِ ابذل، معلاۃ، اٹیل سے گزرتے ہوئے ۱۷ ماہ رمضان کو بدر کے

قریب پہنچے (سیرت النبی صفحہ ۲۹۳)

مئے وحدت سے قلب مطمئن، سرشار تھا ان کا کہ سردارِ دو عالم قافلہ سالار تھا ان کا
انہی کا فرض تصویر وفا میں رنگ بھرنا تھا رگ ہستی کو اپنے خون سے سیراب کرنا تھا
نہیں تھاتین سو تیرہ سے آگے تک شمار ان کا سنا یہ ہے کہ ان کے ساتھ تھا پروردگار ان کا

حدت کی شدت

یہ اس میدان کا خشک اور ریتلا کنارہ تھا یہ اس میدان کا خشک اور ریتلا کنارہ تھا
قدم نکلنے نہ دیتی تھی زمیں پر دھوپ کی گرمی قدم آگے بڑھانے میں تھی مانع ریت کی نرمی
اڑی جاتی تھی ریگ دشت گرمی سے ہوا ہو کر زمیں پر بچھ گئی تھی دھوپ آتش زیر پا ہو کر
ہوا سیماب، مٹی مائی بے آب تھی گویا فضا بارانِ رحمت کے لیے بے تاب تھی گویا

صحرا کی دُعا

یہ تشنہ لب جماعت جب یہاں پر رک گئی آ کر دُعا کی دامن صحرا نے دونوں ہاتھ پھیلا کر
کہ اے صحرا کو آتشناک چہرا بخشے والے رخ خورشید کو کرنوں کا سہرا بخشے والے
ازل کے دن سے اب تک بھاڑ میں بھنٹا رہا ہوں میں صدائے رعد و باراں دُور سے سنتا رہا ہوں میں
ہوا ہوں جب سے پیدا جان پانی کو ترستی ہے میرے سینے کے اوپر آگ کی بدلی برستی ہے
میں سمجھا تھا مقدر ہو چکی ہے دھوپ کی سخت میری قسمت میں لکھی جا چکی ہے سوختہ بختی
بنایا رفتہ رفتہ سخت میں نے بھی مزاج اپنا لیا ہر آبلہ پا سے زبردستی خراج اپنا
خبر کیا تھی الہی ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ تیرا ساتی کوثر یہاں تشریف لائے گا

قریش پہلے پہنچ گئے تھے انہوں نے مناسب موقعوں پر قہر کر لیا تھا۔ بخلاف اس کے مسلمانوں کی طرف کنواں تک نہ تھا۔ زمین ایسی رستہ تھی کہ اونٹنوں کے پاؤں
سلا جاتے تھے (سیرت النبی ۲۹۵)

اگر یہ بات پہلے سے مجھے معلوم ہو جاتی
 خبر کیا تھی یہاں تیرے نمازی آ کے ٹھہریں گے
 خبر کیا تھی ملے گی یہ سعادت میرے دامن کو
 خبر ہوتی تو میں شبنم کے قطرے جمع کر رکھتا
 وہ پانی ان مقدس مہمانوں کو پلا دیتا
 میرے سر پر سے گزر انوح کے طوفان کا پانی
 اگر رکھتا میں اُس پانی کی تھوڑی سی خبر داری
 یہ ستر اونٹ دو گھوڑے یہاں سیراب ہو جاتے
 حضورِ ساقی کوثر میری کچھ لاج رہ جاتی
 تیرے محبوب کے پیارے قدم اس خاک پر آئے
 اگر اب میرے دامن سے ہوائے گرم آئے گی
 جلیل الشان مہمانوں کا صدقہ مہربانی کر
 برائے چند ساعت ابرِ باراں بھیج دے یارب
 میرے دل کی کدورت خود بخود معدوم ہو جاتی
 شہید آرام فرمائیں گے غازی آ کے ٹھہریں گے
 بنایا جائے گا فرشِ عبادت میرے دامن
 چھپا کر ایک گوشے میں مصفا حوض بھر رکھتا
 میں اپنی تشنگی دیدارِ حضرت سے بجھا لیتا
 تاسف ہے کہ مجھ سے ہو گئی اس وقت نادانی
 تو ہو جاتا میری آنکھوں سے چشموں کی طرح جاری
 مجاہد بھی وضو کرتے، نہاتے، غسل فرماتے
 میری عزت، میری شرمِ عقیدت آج رہ جاتی
 الہی، حکم دے سورج کو اب آتش نہ برسائے
 تو مجھ کو رحمۃ اللعلیس سے شرم آئے گا
 عطا بہر وضو، ان کے لیے تھوڑا سا پانی کر
 بہاراں بھیج دے یارب بہاراں بھیج دے یارب

بارش کا نزول

دُعا صحرا نے مانگی دامنِ امید پھیلا کر
 انہی کی منتظر تھی غالباً شانِ الہی بھی
 یکا یک ابرِ باراں آسماں پر چھا گیا آ کر
 کہ پیاسے تھے محمدؐ بھی، محمدؐ کے سپاہی بھی

۱۔ بدر میں تین سو تیرہ مجاہدین اسلام کے ساتھ بقول بعض ساٹھ اونٹ اور بقول بعض ستر اونٹ تھے اور صرف دو گھوڑے تھے۔

۲۔ وَيَنْزِلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَ بِكُمْ بِهِ (انفال) اور آسمان سے پانی برسا رہا تھا کہ تم کو پاک کرے

کرم کی شان وابستہ اسی شانِ کرم سے تھی یہ رحمت، رحمتہ للعالمین کے دم قدم سے تھی مدینے کی بلندی سے جو رحمت کی گھٹا آئی تو استقبال کو فردوس کی ٹھنڈی ہوا آئی یہ ریگستاں کہ اک اک بوند پانی کو ترستا تھا اسی پر آج بادل چھا گئے تھے، مینہ برستا تھا برس کر کھل گیا بادل زمیں پر پھر گیا پانی ہوئی ٹھنڈی نزولِ آب سے چھاتی بیاباں کی ہوئی ٹھنڈی نزولِ آب سے چھاتی بیاباں کی کھلے میدان میں سچے نبیؐ کا آستانہ تھا کہ خاکی فرش تھا اور لا جوردی شامیانہ تھا

جستجوئے غنیم

نزولِ آب سے تسکینِ راحت ہو گئی طاری مٹی تشنہ لبی گردِ کدورت دھل گئی ساری سپاس و شکر سے لبریز تھا دل اس جماعت کا بنا کر حوض پانی بھر لیا بارانِ رحمت کا قیام اُس میں کیا بعدِ دعا فخرِ رسالت نے شہنشاہوں پہ خندہ زن تھیں تقدیریں گداؤں کی اسی کے گرد اُتری یہ جماعت بے نواؤں کی نبیؐ نے امر فرمایا کہ دو اہلِ نظر جائیں کہاں اُتری ہوئی ہے فوج قرشی کی خبر لائیں

۱۔ تاہم ایذا دی اور حسن اتفاق سے ینہ برس گیا۔ جس سے گردِ جم گئی (سیرت النبی)

۲۔ اس پہری آیت کا مفاد بیان کیا گیا ہے۔

۱۰۔ اَلَّذِیْ یُغْشِیْکُمْ السَّحَابَ اَمْسَۃً مِنْهُ وَیَنْزِلُ عَلَیْکُمْ مِنَ السَّمَآءِ مَآءٌ لِّیُطْفِرُ بِکُمْ وَیُخْرِجَ بِکُمُ الشَّیْطَانَ وَیَلْبِیْطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ وَیَنْبِیْطَ بِہِ الْاَفْکَامَ (انفال) یاد کرو جب تمہاری تسکین کے لیے اپنی طرف سے تم پر اونگو طاری کر رہا تھا اور آسمان سے پانی برسا رہا تھا کہ تم کو پاک کرے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور کرے اور تمہارے دل مضبوط کرے اور ثابت قدم رکھے۔

۱۱۔ ہاں پانی کو روک کر چھوٹے چھوٹے حوض بنا لیے کہ وضو اور غسل کے کام آئیں۔ (سیرت النبی)

۱۲۔ یہ حدیث معاذ نے رئیس اوس کی تجویز سے ایک چمپر بنایا جسے عرب کی اصطلاح میں عریضہ کہتے ہیں۔ آنحضرت اور صدیق اکبر نے اسی عریضہ کے نیچے رات بسر کی

(طبری وابن ہشام)

۱۔ علی اور سعد نے بڑھ کر نظر ہر سمت دوڑائی
 قریبی کافروں کی چھاؤنی چھائی ہوئی پائی
 پلٹ کر عرض کی فوج گراں معلوم ہوتی ہے
 زمیں گویا حریفِ آسمان معلوم ہوتی ہے
 مقامِ عدوۃ القصویٰ کا ٹیلہ اک طرف رکھ کر
 ہے آسودہ خدا کے دشمنوں کا اک بڑا لشکر

ارشادِ ہادیؑ

ہوا ارشاد اب تم بھی ذرا آسودہ ہو جاؤ
 وضو کر لو، نمازیں پڑھ لو پھر کچھ دیر سو جاؤ
 تمہارے امتحانِ اولیں کا وقت آیا ہے
 کہ اپنے پوجنے والوں کو شیطاں گھیر لایا ہے
 تمہارے سامنے اعدائے دیں موجود ہیں سارے
 اگلے ڈالے ہیں مکے نے یہاں اپنے جگر پارے
 خدائے پاک کا ارشاد تھا ارشادِ پیغمبر
 صحابہ نے کمر کھولی تو کُلتُ عَلٰی اللہ پر
 لیا خورشید نے آرام گاہِ شام کا رستہ
 وضو کر کے نمازی ہو گئے میدان میں صف بستہ

کفار کے جاسوسوں کا بیان

یہ نقشہ دیکھ کر کفار کے جاسوس بھی بھاگے
 بیاں کر دی یہ صورت سر بسر بوجہل کے آگے
 کہ ہم کو روکنے کے واسطے کچھ لوگ آئے ہیں
 محمدؐ ان مسلمانوں کو اپنے ساتھ لائے ہیں
 جو مکے سے نکل بھاگے تھے وہ سب ساتھ آئے ہیں
 مدینے والے بھی کچھ لوگ خالی ہاتھ آئے ہیں
 ہنسی آتی ہے شکلیں دیکھ کر ان شیر مردوں کی
 کہ لشکر کیا ہے اک ٹولی سی ہے آوارہ گردوں کی

۱۔ اس وقت خبر لانے والے حضرت علی کرم اللہ اور سعد وقاصؓ اور بقول بعض ان کے ساتھ زید بن عوام تھے۔ (ابن ہشام طبری)

۲۔ جب بدر میں پہنچے تو دیکھا کہ مکہ کا لشکر جو تعداد میں ان سے سہ گنا اور سامان میں ہزار گنا زیادہ ہے اترا ہوا ہے۔ (رحمۃ اللغلمیں صفحہ ۱۰۴)

۳۔ دیکھو خاتم السلطنین صفحہ ۲۰۸

۴۔ آنحضرت نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ھٰیھُم مَحْمُودٌ قَدْ اَلْفَتْ اِلَیْکُمْ اَقْلَادُ تَحْبِیْہَا (ترجمہ) مکے نے تمہارے سامنے اپنے جگر کے نکال کر ڈال دیے

ہیں۔ (ابن ہشام طبری، زرقانی وغیرہ)

نہ جانے کون سے برتے پہ نکلے ہیں لڑائی کو
یہ جان و جسم کی خاطر سروساماں نہیں رکھتے
ہمارے رحم پر موقوف ہے مرگ و حیات ان کی
نہتے ہیں مگر آئے ہیں خنجر آزمائی کو
سروساماں کہاں سے لائیں جسم و جاں نہیں رکھتے
فقط دو تین سو افراد ہے کل کائنات ان کی

ابو جہل کا ناز و غرور

بیاں جب کر چکے جاسوس اہل اللہ کی حالت
کہا خود صید چل کر آ گیا صیاد کے آگے
بڑے بت نے کرشمہ اپنی قدرت کا دکھایا ہے
یہ کہہ کر خیمے خیمے کو دیا پیغام تیاری
سنانوں کو زبانوں سے زیادہ تیز کر رکھو
خوشی کی رات کا نو آج اپنے اپنے ڈیرے میں
خوشی سے کھلکھلا کر ہنس پڑا ابو جہل بد قسمت
چلی آئی ہیں کھینچ کر گردنیں جلاد کے آگے
محمدؐ اور اُس کے ساتھیوں کو گھیر لایا ہے
کہ پورا ہو چلا، اے بھیڑیو! ارمانِ خونخواری!
نگاہوں کی طرح تیروں کو زہر آمیز کر رکھو
کریں گے حملہ اٹھ کر صبح کاذب کے اندھیرے میں

رات کا منظر

کیا خورشید نے مغرب کے گھر ساماں بسیرے کا
سکوتِ مرگ نے شبِ خون مارا فوجِ ہستی پر
فضا ہنگامہ و شور و فغاں سے ہو گئی خالی
افق سے چاند مشعل لے کے نکلا دیدبانی کو
برساتِ ارض پر قائم ہوا پہرا اندھیرے کا
سپاہِ خواب قابض ہو گئی آنکھوں کی بستی پر
فلک پر لشکرِ سیارگاں نے چھاؤنی ڈالی
اڑھادیں چاندنی نے چادریں خاک اور پانی کو
اُدھر شیطان کا لشکر، اُدھر رحمن کا لشکر

تصویر کے دورُخ

وہاں عیش و طرب نے کر دیئے افلاک پر بستر
وہاں لُحْم شتر بھی ، کشتی مے کی روانی بھی
وہاں خونخوار تلواروں نے دھاریں سان پر رکھیں
وہاں چنگ و دف و رقص اور نغمے کی طرب کوشی
وہاں بھوکی نگاہیں باوجودِ فارغ البالی
وہاں بوجہل ، محوِ استراحت خوابِ غفلت میں
یہاں ان خاکساروں نے جمائے خاک پر بستر
برائے ساقی کوثر یہاں کمیاب پانی بھی
نہتوں نے یہاں آنکھیں فقط ایمان پر رکھیں
یہاں ذکرِ خدا دل میں ، لبوں پر مہر خاموشی
یہاں آنکھوں میں استغنا مگر جیبِ شکم خالی
یہاں اللہ کا محبوبؔ محرابِ عبادت میں

رسول اللہ کی شب بیداری

سلا کر پہلوؤں میں سب کو سوئی بدر کی وادی
یہی سر تھا کہ سجدہ ریز تھا درگاہِ باری میں
یہ پر انوار آنکھیں اشک کی لڑیاں پروتی تھیں
اسی پر منحصر تھی گلشنِ ہستی کی شادابی
پڑے تھے اک طرف افراؤ امت خوابِ راحت میں
نہ تھا بیدار کوئی ہاں مگر اسلام کا ہادیؐ
یہی روشن جبیں مصروف تھی طاعت گزاری میں
خدا کے سامنے خلقِ خدا کے غم میں روتی تھیں
یہ قلبِ مطمئن تھا اور دنیا بھر کی بیتابی
محمدؐ کی زباں وقفِ دُعا تھی فکرِ اُمت میں

صبحِ کاذب اور لشکرِ کفار

ابھی روئے زمیں پر صبحِ کاذب کا دُھند لکا تھا
اندھیرا گہرا گہرا تھا اُجالا ہلکا ہلکا تھا

۱۔ یہ رات کا وقت تھا۔ تمام صحابہ نے کمر کھول کر رات بھر آرام کیا لیکن صرف ایک ذاتِ نبویؐ تھی جو صبح تک بیدار اور مصروفِ دعا رہی۔ سیرت النبیؐ، کنز العمال، غزوہ بدر

بروایت مسند ابنِ جنبل وابنِ ابی شیبہ

نہ کی تھی شاہ خاور نے ابھی اٹھنے کی تیاری
ابھی ذروں نے سطحِ ریگ پر آنکھیں نہ کھولی تھیں
ابھی تھا آسمان پر ماہ و انجم کا سفر جاری
ابھی بلبل نہ چمکی تھی ابھی چڑیاں نہ بولی تھیں
ایک سینہ شیطان میں ابھرے ولولے دل کے
اٹھا اب صورتِ بوجہل خونیں رنگ کا فتنہ
اٹھے گمراہ بندے بہر تدبیر خداوندی
لگی ہونے قریشی خانوادے میں کمر بندی

ضمیر کی آواز اور صلح کی ایک کوشش

جنگ کا فتنہ

ابوسفیان بھی اب آچکا تھا، ساتھ شامل تھا
بزرگی کے سبب سب کا سپہ سالار تھا۔ عتبہ
مگر بوجہل ہی اس قوم میں فرعونِ کامل تھا
کہ غیرت دار تھا، زردار تھا، سردار تھا عتبہ
مگر ہٹنے نہ دیتا تھا ابوجہل شریر اُس کو
کہ اُس کی دُور اندیشی کا قائل اک زمانہ تھا
اندھیرے منہ اٹھا یہ نیک دل عتبہ کے پاس آیا
قریشی خانوادے میں نہیں تجھ سے کوئی برتر!

ابوسفیان نے جس طرح اس جنگ کی آگ بھڑکائی اس کا تذکرہ جلد اول میں دیکھئے۔ پھر جب اس کا تجارتی قافلہ خطرے سے نکل گیا تو اس نے ابوجہل وغیرہ کو کہلا بھیجا کہ اب لڑنے کی ضرورت نہیں۔ ہم سلامت نکل آئے ہیں۔ مگر ابوجہل نے نہ مانا اور کہلا بھیجا کہ ہم بدر تک ضرور پہنچیں گے۔ وہاں تین دن رہ کر تمام عرب پر عرب ڈالنے کے لیے شوکت کا اظہار کئے بغیر واپس نہ ہوں گے۔ ابوسفیان کو جب یہ پیغام ملا تو اُس نے کہا یہ شخص ضرور اپنی قوم کو ہلاک کرے گا۔ چنانچہ مال تجارت اور قافلے کو اس کی پہچان کر ابوسفیان بھی چھا آدمیوں کے ساتھ بدر کی طرف روانہ ہوا۔

شعب بن ربیعہ جو قریش کا سب سے معزز رئیس تھا فوج کا سپہ سالار تھا (سیرت النبی)

حکیم ابن حزام حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بھتیجے فروہ بدر میں شریک تھے۔ اس وقت تک کافر تھے۔ عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ برس بڑے تھے اور گوزمانہ تھے۔ آنحضرت سے نہایت محبت رکھتے تھے اور نبوت کے بعد بھی یہ محبت قائم رہی تاہم فتح مکہ تک ایمان نہیں لائے۔ وہ روسائے قریش میں سے تھے۔ (سیرت النبی)

اگر چاہے، تو اعزازِ دوامی تجھ کو مل جائے
 ازل کی اور ابد کی نیک نامی تجھ کو مل جائے
 محمدؐ کو اوائلِ عمر ہی سے جانتے ہیں ہم
 وہ سچا ہے، دیانتدار ہے، یہ مانتے ہیں ہم
 ہمارے دین و مذہب سے ہے بیشک اختلاف اُس کو
 تو کیا اتنی خطا ہم کر نہیں سکتے معاف اُس کو
 محمدؐ میں بھی عبدالمطلب کا خون ہے آخر
 قریش اور آلِ ہاشم ایک ہی مضمون ہے آخر
 علیؑ، حمزہؑ، عمرؓ، بوکرؓ یہ اپنے ہی بھائی ہیں
 انہی سے جنگ ہے، یہ سب محمدؐ کے فدائی ہیں
 ذرا سوچو، جو ان کے قتل کرنے کا نتیجہ ہے
 کوئی عمو، کوئی بھائی، کوئی بیٹا بھتیجا ہے
 وہ خود اپنے وطن سے دُور ہیں اتنا ہی کافی ہے
 یہ خوزیزی مجھے بے حد بری معلوم ہوتی ہے
 اگر میرا کہا مانو تو خوزیزی سے باز آؤ
 اٹھو تیار ہو، چڑھتی ہوئی اس موج کو روکو
 تمہارے ہاتھ سے یہ کام سرانجام ہو جائے
 سپہ سالار ہو بڑھتی ہوئی اس فوج کو روکو
 تو گویا رہتی دنیا تک تمہارا نام ہو جائے
 تحمل کی دکھاؤ شان اس تیزی سے باز آؤ

عتبہ کا جواب

کہا عتبہ نے ہاں اے مردِ دانا سچ کہا تو نے
 بظاہر میرے دل کا حال ظاہر کر دیا تو نے
 مگر بے قتل و غارت فوج والے اب نہ مانیں گے
 یہ بھالے برچھیاں بے دیکھے بھالے اب نہ مانیں گے
 اگر یہ مان بھی لیں، صلح پر تیار ہو جائیں
 یہ زور آور یکا یک صاحبِ ایثار ہو جائیں
 تو پھر بھی صلح اے مردِ معمر غیر ممکن ہے
 کسی صورت نہیں ممکن سراسر غیر ممکن ہے
 ہمارے دوست کی فطرت سے تو اے دوست واقف ہے
 ابو جہل اس طریق کار کا قطعاً مخالف ہے

۱۔ دیکھو ہیرت النبی علامہ شبلی (صفحہ ۲۹۵) ۲۔ ابو جہل کو کے والے ابو جہل بھی کہتے تھے اصل میں اُس کا نام عمرو بن ہشام تھا

میں دعوے سے یہ کہہ سکتا ہوں وہ ہرگز نہ مانے گا ہمیں نادان سمجھے گا ہمیں نامرد جانے گا
اگر تم چاہتے ہو صلح ، اُس کو راہ پر لاؤ میری جانب سے دو پیغام خود بھیجا کے سمجھاؤ

حکیم کا ابو جہل کو سمجھانا

حکیم اُٹھ کر یہاں سے خیمہ ابو جہل پر آیا تو بہر جنگ اس کو تیر پھیلاتے ہوئے پایا
بجھا کر اُونچ نیچ اُس کو لیا پھر نام عتبہ کا بڑے لطف اور نرمی سے دیا پیغام عتبہ کا
کہا اس قتل و خونریزی کا آخر کیا نتیجہ ہے کہ عبداللہ کا بیٹا ہے ، تمہارا بھی بھتیجا ہے
لڑائی میں ہماری فتح ہوگی ، پھر بھی کیا ہوگا کہ دامن سرسبز خونِ عزیزاں سے بھرا ہوگا

ابو جہل کی ضد اور فتنہ انگیزی

ابو جہل اور راہِ راست پر آ جائے کیا ممکن! یہ باتیں سنتے ہی ظالم کے نتھنوں سے دھواں نکلا
پکارا اے قریش ، اے لات و عزی کے پرستارو! پکارا اے قریش ، اے لات و عزی کے پرستارو!
یہاں تک آ کے اب پہلو تہی کرتا ہے لڑنے سے یکا یک فتنہ بن کر ناری آتش زباں نکلا
سمجھ جاؤ کہ بے معنی نہیں خوف و خطر اس کا سپہ سالار عتبہ ہو گیا نامرد اے یارو!
دل عتبہ میں اُس کے قتل کا خطرہ سمایا ہے محمد کو مقابل دیکھ کر ڈرتا ہے لڑنے سے
ربخ عتبہ کو دیکھو چھا گئی ہے کس قدر زردی مسلمانوں میں شامل بو حذیفہؓ ہے پسر اس کا!
اگر عتبہ نے ہمت ہار دی ہے ، ہار دینے دو کہ وہ بھی آج اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا ہے
اے کہتے ہیں نامردی ، اے کہتے ہیں نامردی! اے کہتے ہیں نامردی ، اے کہتے ہیں نامردی!
اگر دیتا ہے دم تم کو سپہ سالار دینے دو

کیفرِ دعا و عذیبہ اسلام لائے تھے اور اس معرکہ میں آنحضرت کے ساتھ آئے تھے اس بناء پر ابو جہل نے یہ طعن دیا کہ عتبہ اس لیے لڑائی سے جی چراتا ہے کہ اس کے

اُسے کہہ دو، پہن لے چوڑیاں تلوار رہنے دے
ہم اس گرمی کے موسم میں کہاں سے آئے ہیں چل کر
یہ دن ہم نے کفِ افسوس ملنے کو نہیں کاٹے
بڑی مشکل سے ہم نے منزلِ مقصود پائی ہے
نہ بچ کر جانے پائیں آج دشمن دیوتاؤں کے
تمہارے دین کے دشمن کھڑے ہیں سامنے یارو
شکار آیا ہوا ہے اب تمہارے ہاتھ صیادو
بجھا دو پیاس اس تشنہ زمیں کی آبِ خنجر سے
یہ سب ہیں اپنے رشتہ دار توڑو بند بند ان کا

لشکرِ کفار کی آمادگی جنگ

یہ سن کر ایک طوفاں آ گیا دریائے لشکر میں
سنا بوجہل کا عتبہ نے طعنہ جوش میں آیا
اٹھا شعلہ تکبر کا، تدبر رہ گیا جل کر
وہ بزدل کون ہے جو داغِ نامردی اٹھاتا ہے
یہ کہہ کر ہو گیا تیار عتبہ لڑنے مرنے کو
سواروں نے پیادوں نے سنبھالے برچھیاں بھالے
اٹھا بانگِ دُہل کے شور سے کفار کا لشکر

نکل آئے سپاہی لیس ہو ہو کر گھڑی بھر میں
کمالِ برہمی سے دامنِ حق پوش میں آیا
کہا، ”اچھا نظر آ جائے گا میدان میں چل کر“
بہادر کون ہے جو سب سے پہلے سر کٹاتا ہے
غریبوں بے گناہوں کے لہو میں ہاتھ بھرنے کو
سروں پر خود پہنے اور چہروں پر جھلم ڈالے
سجا کر جسم پر شمشیر و تیر و نیزہ و خنجر

لے عتبہ نے ابوجہل کا طعنہ سنا تو غیرت سے سخت برہم ہوا اور کہا کہ میدانِ جنگ بتادے گا کہ نامردی کا داغ کون اٹھاتا ہے۔ (سیرت النبی)

انانیت کا دم بھرنے لگے ڈھول اور نقارے
 درندے خوف کھا کر جاچھپے تاریک غاروں میں
 صدائے طبل سے تھرا اٹھے دشت و جبل سارے
 چلے جب جنگ کو قرشی جواں تیار ہو ہو کر
 ہوا اک حشر برپا جاگ اٹھے مردے مزاروں میں
 یہ منظر دیکھ کر چہرہ قمر کا پڑ گیا پیلا
 فلک نے اک غبارِ نور ہر جانب بکھیرا تھا
 مگر ٹیلے کے سائے میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا
 افق کے رخ پہ چھوٹے جس طرح پردہ گھاؤں کا
 ہوا تھا اس طرح قائم یہاں لشکر بلاؤں کا

صبح صادق

مجاہدین اسلام

فرشتوں کو نئے احکام بخشے رب عزت نے
 ملک پر سے اڑا رنگِ قمر آہستہ آہستہ
 کمر کس کس کے باندھی کار پردازانِ قدرت نے
 ہویدا ہو چلا نورِ سحر آہستہ آہستہ
 ہوا روئے زمیں پر صبح صادق کا ظہور آخر
 خدا کے سامنے حاضر کیا طاعت گزاروں کو
 وہی رفتہ روانی آ گئی ساکن ہواؤں میں
 تو رخ میدان کی جانب کیا فخر رسالت نے
 نماز صبح اسلامی جماعت نے

نتیجہ جنگ کے متعلق پیغمبر کی پیشگوئی

مہجر نما نے فتح و نصرت کی بشارت دی
 شہادت کے طلب گاروں کو جنت کی بشارت دی

(نصرت نے صحابہ کو نماز کے لیے آواز دی اور بعد نماز جہاد پر وعظ فرمایا۔ (سیرت النبی)

بتایا دشمنانِ دینِ حق کا نام لے لے کر
یہ شیبہ بن ربیعہ کا ہے یہ زمعہ کا مقتل ہے
یہ لے جائیں گے حسرت ہی دلِ ناپاک کے اندر
جو کثرت آج قلت کو مٹا دینے کی طالب ہے
بجز حسرت یہ ظالم حملہ آور کچھ نہ پائیں گے
نہ دولت کام آئے گی نہ شوکت کام آئے گی
یہ باتیں کہہ کے ہادیؑ نے دعائے خیر فرمائی
صحابہ کی جماعت کو دیا اِذْ نِ صَفِ آرائی

مجاہدین اسلام کی صف بندی

مجاہد عشق کو مختار کر کے مرنے جینے پر
سرِ راہ شہادت سر بلندوں نے صفیں باندھیں
یہ اک مسجود کے ساجد، یہ اک مطلوب کے طالب
نہ ملک و مال کی دُھن میں نہ عز و جاہ کی خاطر
خیالِ مرگ کر سکتا نہ تھا ہرگز ملول ان کو
نہ ذاتی رنج تھا کوئی نہ کینہ ان کے سینوں میں
نہ کوئی زعمِ باطل تھا نہ کوئی جوشِ ہنگامی

۱۔ جنگ سے پہلے آپ نے میدانِ جنگ کا جائزہ لیا اور بتایا کہ انشاء اللہ فلاں دشمن اس جگہ اور فلاں فلاں اس جگہ قتل ہو جائیں گے۔ (رحمۃ اللعالمین صفحہ ۱۰۴)
۲۔ وَلَنْ نُّغْنِيَ عَنْكُمْ دِينَكُمْ وَنَبْنِا وَلَوْ كُنْتُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ (انفال) اور یاد رکھو تمہاری جمعیت کچھ مفید نہیں گودہ کتنی ہی کثیر ہو اور خدا مومنوں کے ساتھ ہے۔

نہ کثرت کی کوئی پروا نہ تھا قَلّت کا غم ان کو
 نہتے تھے مگر تسکین و اطمینان رکھتے تھے
 یہ چند افراد جو دیندار تھے 'عابد تھے' زاہد تھے
 مجاہد تھے کہ جوش و ضبط کی خاموش تصویریں
 چلے آئے تھے مسجد کے نمازی آج میدان میں
 نہ کچھ اندیشہ پست و بلند و بیش و کم ان کو
 کہ سماں پر نہیں، ایمان پر ایمان رکھتے تھے
 یہی تھے ہاں یہی اسلام کے سچے مجاہد تھے
 مجاہد تھے کہ دین اللہ افواج کی تفسیریں
 صفیں باندھے کھڑے تھے بن کے غازی آج میدان میں

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
 نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں



الجنة تحت ظلال العيرف جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔

معرکہ نور و ظلمت

استعارہ از طلوع آفتاب

سحر کے دیکھ کر آثار تاریکی بھی گھبرائی
نظر آئی اسی میں رات کو اپنی ظفر مندی
دھواں اٹھا، کہ روکے شعلہ ہائے نور کا رستہ
مکدر ہو کے ظلمت نے ضیا کو روکنا چاہا
مرض نے تند خو ہو کر دوا کو روکنا چاہا
خس و خاشاک نے سیل فنا کو روکنا چاہا
اندھیرے نے کوئی صورت نہ دیکھی سرچھپانے کی
افق پر گھر گئے بادل حصار آہنیں بن کر
ہوا تھرا گئی ظلمات کے ان خانہ زادوں سے
ازل سے کر رہا ہے زورِ باطل اپنی تدبیریں
اندھیری رات اپنے خاتمے پر مکر کرتی ہے
افق پر جمع ہو جاتے ہیں یہ آفت کے پرکالے
مگر ہر صبح ان کو ظلم کی پاداش ملتی ہے

سمٹ کر ایک بادل بن گئی اور شرق پر چھائی
کہ ہو جائے کسی صورت سحر کے گھر کی در بندی
دُودِ خاور پہ بیٹھالے کے زنگی فوج کا دستہ
غبارِ دُور نے موجِ صبا کو روکنا چاہا
شفا کے روبرو ہو کر شفا کو روکنا چاہا
دلِ ناپاک نے نورِ خدا کو روکنا چاہا
تو کی اک آخری کوشش اُجالے کو دبانے کی
کہ سورج کیا، نہ آنے پائے گی کوئی کرن چھن کر
کہ جز پر خاش کچھ ظاہر نہ تھا ان کے ارادوں سے
مگر روکے سے رکتی ہیں کہیں قدرت کی تقدیریں
ہمیشہ ابر کے پردوں میں اپنا رنگ بھرتی ہے
بزعِ خود سیہ کاری کا پردہ ڈھانکنے والے
اندھیرے کو اُجالے سے شکستِ فاش ملتی ہے

ہوئی اب روشنی بھی فرض ادا کرنے پر آمادہ
 درپچہ کھول کر خورشیدِ عالمتاب نے جھانکا
 سیہ بادل کی جرأت دیکھ کر تیور پہ بل آیا
 عزیمت کے لیے کیا مال ہیں پتھر حصاروں کے
 اٹھا خورشید جب آمادہٴ جنگ و جدل ہو کر
 پرے کرنوں کے تیروں کی طرح پر جوڑ کر نکلے
 جلا ڈالا کہیں تابش سے ان کالی بلاؤں کو
 بہت پر ہول تھا یہ آخری منبعِ فسادوں کا
 جہاں بادل سحر پر جال پھیلانے کو آئے تھے
 نظر آئیں وہاں اب خون میں لتھڑی ہوئی لاشیں
 ہوا ظلمت کا بیڑا غرق بحرِ نامرادی میں
 نمازِ عید کی خاطر نہا کر باوضو ہو کر
 سحر اس خون کے دریا سے نکلی سرخرو ہو کر

میدانِ بدر میں، صفِ مجاہدین کا منظر

ادھر روشن ہوئی روئے نبی سے بدر کی وادی
 میاباں کے عظیم الشان منظر سے اٹھے پردے
 کہ جیسے قلب میں کوئی فرشتہ معرفت بھر دے
 زمین پر نور و ظلمت کا نزلا معرکہ دیکھا
 ادھر پائی شبِ خاور نے دامِ شب سے آزادی

کھڑی تھی ایک مٹھی بھر جماعت حق پسندوں کی
 نہتے بے سرو سامان ، بھوکے اور تھکے ہارے
 کئی تھی زندگی جن کی ریاضت میں عبادت میں
 پتہ دیتی تھی ان کی خاکساری سر بلندی کا
 یہ آئے تھے کہ شمع دین حق کا بول بالا ہو
 یہ مرگ و زندگی میں فیصلہ کرنے کو آئے تھے
 یہ پہلا جیش تھا دنیا میں افواج الہی کا
 جسے اعلان کرنا تھا خدا کی بادشاہی کا

یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا

کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

لشکرِ مشرکین کی دھوم دھام

صفیں باندھے کھڑی تھی یہ جماعت ضبطِ کامل سے
 اُٹتی ، دوڑتی ، اُٹھتی ہوئی بڑھتی ہوئی آندھی
 ہوا پر اڑ کے جانا چاہتی تھی پر غضب مٹی
 غضب میں برقبائے تیغ چکاتا ہوا بادل
 نہاں اس ابر میں دھولوں کی دھم دھم کی دف دف تھی
 انانیت کے نعرے ، اشتروں کی بلبلاہٹ تھی
 سماعت پاش شہبے ، فتنہ زا رفتار گھوڑوں کی

یکایک اک سیہ آندھی اٹھی بمقابل سے
 زمیں پر پھیلتی ، افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی
 فلک کا منہ چڑانا چاہتی تھی بے ادب مٹی
 بجائے آبِ رحمت ، خاک برساتا ہوا بادل
 مغلط گالیوں کا شور تھا کتوں کی عف عف تھی
 صدائے طبل میں بھونچال کی سی گڑ گڑاہٹ تھی
 مسلح شہسواروں کی ڈپٹ ، پھنکار کوڑوں کی

۱۔ جنگی گھوڑوں کی جوشیلی نہہایت

زمیں سے آسمان تک گونج اٹھیں ناپاک آوازیں ڈرائی، خوف زاء، پرہول، ہنیت ناک آوازیں

دشمنوں کا سراپا

کیا جب چاک مقراض ہوانے گرد کا پردہ نظر آئے بیاباں میں وہ غولان بیابانی وہ سر جو ایک اللہ کے مقابل سرکشیدہ تھے وہی سر جو سراسر ناز و نخوت کے تھے گہوارے جبینوں پر شکن ڈالے ہوئے خوف آفریں چہرے وہ آنکھیں ہاں وہ آتش ریز آنکھیں شعلہ بار آنکھیں وہی گندے دہن، بدگوئی اسلام کے عادی قسم کھا کھا کے جھوٹے عہد و پیاں باندھنے والے وہ دست چہرہ دست آلودہ خون زبردستاں میں یتیموں اور بیواؤں کی دولت چھیننے والے وہ سرکش گردنیں اکڑی ہوئیں، اکڑے ہوئے سینے وہ سینے جن کے اندر گندگی پنہاں تھی کینے کی وہ سینے جن کے اندر دل تھے لیکن سخت پتھر دل کھٹنے جو ہمیشہ قتل کرنے ہی کو جھکتے تھے

اٹھا اللہ کے ہر دشمن نامرد کا پردہ کہ جن کی وضع سے شرمندہ تھا ملبوس انسان مگر سنگیں بتوں کے آستانوں پر خمیدہ تھے ہلاکت نہ تھے شانے بھی جن کو بوجھ کے مارے نجس چہرے، غضب آلود چہرے، خشکیں چہرے وہ تیروں سے زیادہ تند پوری دو ہزار آنکھیں دروغ و طعن و دل آزاری و دشنام کے عادی خدا پر، مصطفیٰ پر لاکھ بہتاں باندھنے والے نہ کرتے تھے جو اصلاً امتیاز انسان و حیواں میں سگے باپوں سگی ماؤں کی عزت چھیننے والے زہرہ کے حلقہ ہائے تنگ میں جکڑے ہوئے سینے پتہ دیتی تھی جن کے باطنوں کا بو پسینے کی بہت بے درد ظالم دل، بہت بے رحم کافر دل کسی مظلوم کی چھاتی پہ دھرنے ہی کو جھکتے تھے

اللہ تبارک و تعالیٰ یہ لوگ ساری مخلوق سے بدتر ہیں

اس کا ایک ہزار عطا اور شرکین کی تعداد مراد ہے۔

وہی کج رو قدم جو رہزنیوں کی چال چلتے تھے بدی کی راہ میں شیطان سے آگے نکلتے تھے
 وہ جن کی زندگی گزری تھی انسانی لہو پیتے لباسِ آدمی میں سانپ، بچھو، بھیڑیے چیتے
 وہ سب کے سب جنہیں حاصل تھے اعزازِ رئیسانہ خدا سے دشمنی اور قیصر و کسریٰ سے یارانہ
 وہ سب کے سب رسول اللہ کے مانے ہوئے دشمن پرانے مدعی اور جانے پہچانے ہوئے دشمن
 تعدی کے جگر گوشے، بدی کی آنکھ کے تارے وہی اس حملہ آور فوج کے سردار تھے سارے
 غرور و تمکنت کی شان دکھلاتے ہوئے آئے اکڑتے بنتے تنٹے پیچ بل کھاتے ہوئے آئے
 سواروں کے پرے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے نکلے پیادے دشت کی چھاتی کو دہلاتے ہوئے نکلے
 زمیں کا سینہ ان کی چال سے شق ہوتا جاتا تھا فلک کا رنگ اس بھونچال سے فق ہوتا جاتا تھا
 یہ قوت کی نمائش تھی، یہ کثرت کا دکھاوا تھا خدا کے ملک پر شیطان کے بندوں کا دکھاوا تھا
 یہ لشکر گرز اٹھائے برچھیاں تولے ہوئے نکلا علم کی شکل میں شیطان پر کھولے ہوئے نکلا
 اٹے تھے سر بسر چار آئینے گردِ کدورت میں چمکتی تھیں غضب کی بجلیاں اس ابرِ ظلمت میں
 یہ ظلمت عدوۃ القصویٰ کے ٹیلے سے نکل آئی گھٹا شب رنگ ڈھالوں کی زمین بدر پر چھائی
 نہ تھی لیکن خبر ان بد سرشتوں بد نہادوں کی کہ اُن دیکھا خدا بھی دیکھتا ہے ان ارادوں کو

صف اسلام

صفیں باندھے کھڑے تھے سامنے ایمان والے بھی خدا والے، محمدؐ والے بھی، قرآن والے بھی
 نمائش تھی نہ شوکت تھی نہ گھوڑے تھے نہ جوڑے تھے نہ کلغی تھی، نہ طرہ تھا، کمندیں تھیں نہ کوڑے تھے

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِجَاءَ النَّاسِ وَيَصْلُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ (انفال) ان لوگوں (قریش) کی
 روح نہ بنو جو اپنے گمروں سے غرور اور نمائش اور دکھاوے کے ساتھ اور خدا کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہوئے نکلے خدا اُن کے تمام کاموں کو گمیرے ہوئے ہے۔

اگرچہ عرشِ پیا ہمت مردانہ تھی ان کی
نمازِ عجز کے سجدے تڑپتے تھے جبینوں میں
تھے ان کے پاس دو گھوڑے چھڑ ہیں آٹھ شمشیریں
نہ تیغ و تیر پر تکیہ، نہ خنجر پر نہ بھالے پر
فقیرانہ تھا مسلک وضع درویشانہ تھی ان کی
چٹانوں کی طرح مضبوط دل رکھتے تھے سینوں میں
پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں
بھروسا تھا تو اک سادی سی کالی کملے والے پر

تلقین ہادی

قریشی فوج کا طوفان جب بڑھتا نظر آیا
کہ اے ایمان والو آ رہی ہے فوج باطل کی
تمہیں سردے کے اب ایمان کو محفوظ رکھنا ہے
تمہیں لازم ہے خوفِ ماسوا دل سے اٹھا دینا
خبردار آ نہ جائے لشکرِ باطل قریں جب تک
لڑائی کے لیے اس وقت تک جنبش نہ تم کرنا
لڑائی ٹال دینا درگزر کرنا ہی بہتر ہے
مگر جب جنگ چھڑ جائے تو استقلال لازم ہے
نہیں واجب مسلمانوں کو فکرِ بیش و کم رکھنا
لشاکر صبر اور استقلال ہے اقبال والوں کا
تو اطمینان سے اس کملی والے نے یہ فرمایا
تمہارے عزم سے ٹکرا رہی ہے موجِ باطل کی
مگر آدابِ ربط و ضبط کو ملحوظ رکھنا ہے
خدا کے حکم، تلقینِ نبی پر سر جھکا دینا
نہ ہو ان کی طرف سے حملہ ہونے کا یقین جب تک
نہ ہو مجبور جب تک جنگ کی کوشش نہ تم کرنا
جہاں تک ہو سکے اس سے حذر کرنا ہی بہتر ہے
قضا کا خندہ پیشانی سے استقبال لازم ہے
میانِ جنگ اپنے آپ کو ثابت قدم رکھنا!!
کہ ساتھی ہے خدا صبر اور استقلال والوں کا

میں صرف چھ سات تھے (خاتمِ الرسلین) صرف دو گھوڑے تھے (رحمۃ اللعالمین) صرف آٹھ تلواریں تھیں (ذوقانی)

استقلال رکھو اللہ استقلال والوں کا ساتھی ہے۔

رسول اللہ کی دعا بہر مجاہدین بدر

یہ فرما کر اٹھائے ہاتھ ہادی نے دعا مانگی
دعا مانگی الہی یہ تیرے دیندار بندے ہیں
وطن سے بے وطن آرام سے محروم بیچارے
یہ اس میدان میں آئے ہیں تیرے نام کی خاطر
بہت تھوڑے ہیں یہ تعداد میں ان کو زیادہ کر
یہ چند افراد ہیں، تیرے نبی کے ساتھ آئے ہیں
الہی رزق کی تنگی ہے ان کو رزق وافر دے
لباس ان کا ہے بوسیدہ عطا کر دے لباس ان کو
پیادہ ہیں سواری کے لیے رہوار دے ان کو
ضعیف و ناتواں ہیں اے خدا ان کو قوی کر دے
الہی نعمتوں سے ان کی خالی جھولیاں بھر دے

صحابہ کے لیے اس طرح تائید خدا مانگی
بہت ہی صاحبانِ جرأت و ایثار بندے ہیں
جفا و ظلم کے مارے ہوئے مظلوم بیچارے
تیرے پیغام کی خاطر تیرے اسلام کی خاطر
دلوں کو استقامت دے قوی ان کا ارادہ کر
نہیں ہے کچھ بھی ان کے پاس خالی ہاتھ آئے ہیں
نہیں ہے مال ان کے پاس تو ان کو غنی کر دے
الہی اور دے دے مہلتِ شکر و سپاس ان کو
دفاع دشمنان کے واسطے ہتھیار دے ان کو
الہی ان پہ آساں دین حق کی پیروی کر دے
سروساماں نہیں ہے، تو سروساماں عطا کر دے

وہ سب کچھ دے انہیں جس میں رضا ہواے خدا تیری

مسلمان اس پہ راضی ہیں کہ پوری ہو رضا تیری

لبِ صادق سے جب تقدیر بول اٹھی دعا ہو کر
ہوئی مضبوط مردانِ مجاہد کی صفِ آرائی
فلک نے بھی کہی آمیں زمیں سے ہمنوا ہو کر
قلوبِ مطمئن نے اور بھی پائی توانائی

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ خَفَاةٌ لَا تُخِمْهُمْ وَغُرَاةٌ لَا يَلْبِسُهُمْ وَجِبَاةٌ لَا تُضَيِّقُهُمْ وَغَالَّةٌ لَا تُغْنِيَهُمْ مِنْ قَضَائِكَ

اے میرے پروردگار یہ لوگ پیادہ ہیں۔ ان کو سوار کر دے یہ لوگ برہنہ ہیں ان کو لباس پہنا، یہ بھوکے ہیں ان کو سیر کر، یہ نادار ہیں ان کو اپنے فضل سے فنی بنا دے۔

غلاموں کے دلوں کو حبِ آزادی سے گرما کر صفیں کر کے مرتب ضبط کی تلقین فرما کر
صحابہ کو بروئے فوج دشمن کر کے استادہ عریضے میں ہواً محو دعا اللہ کا دلدادہ

دشمنوں کی آہنیں صفیں

قریشی فوج بھی تعداد اور سامان دکھلا کر صف آرا ہو گئی آخر کھلے میدان میں آ کر
قدم کو گاڑ کر، کولے ملا کر، جوڑ کر کاندھے منظم قاتلوں نے آج مقتل میں پرے باندھے
ہزار افراد تھے اس لشکرِ اسلام دشمن میں مسلح، تند خو، ڈوبے ہوئے دریائے آہن میں۔
جہلم آہن کے، خود آہن کے، چار آہینے آہن کے سر آہن کے، دل آہن کے، مکرر سینے آہن کے
منڈھے تھے حلقہ ہائے آہنیں سے آہنیں شانے چڑھے تھے کہنیوں تک سر بسر آہن کے دستانے
تبرہائے سیہ رو، گرز ہائے گاؤ سر آہن نیاموں کے شکم نیزوں کے پھل تیروں کے پر آہن
یہ ڈھالیں اور زرہیں اور خنجر اور تلواریں کھڑی کردی تھیں گویا ریت پر لوہے کی دیواریں
تعالی اللہ یہ نزعہ تھا اک جانِ محمدؐ پر نہ تھی ان کی نگہ شاید نگہبانِ محمدؐ پر
محمدؐ جس کے دم سے تھی یہ ساری عالم آرائی محمدؐ، ہاں جسے دنیا و دیں کا پیشوا کہئے
جو باطل کے اسیروں کو رہائی دینے آیا تھا یہ قاتل برسرِ پیکار تھے سردارِ عالم سے
مقدر تھی نجاتِ دو جہاں جس کے وسیلے سے یہ قاتل برسرِ پیکار تھے سردارِ عالم سے
یہ ڈر تھا ریح مسکوں اپنے مرکز سے نہ ہٹ جائے کہیں جوشِ الم سے سینہ گیتی نہ پھٹ جائے

(شاہ نامہ اسلام میں فرق تھا (سیرت النبی)

نور و ظلمت آمنے سامنے

کھڑے تھے روبرو اب صف بصف حق صف بصف باطل
 ادھر وہ جن کے دلم سے ہو گیا اسلام پابندہ
 عیاں تھا ایک جانب نور، ظلمت دوسری جانب
 صداقت ایک جانب اور طاقت دوسری جانب
 ادھر اعلیٰ ایماں کو، ادھر تکذیب کرنے کو
 ادھر مسلم، ادھر مشرک، ادھر مومن، ادھر کافر
 ادھر تقدیر پر شاکر، ادھر تدبیر پر تکیہ
 نہ دیکھا تھا کبھی خورشید نے پہلے یہ نظارا
 ادھر حق سر بکف موجود ادھر خنجر بکف باطل
 ادھر کفار کی دنیا کا ہر کافر نمائندہ
 صفائے قلب اک جانب، کدورت دوسری جانب
 تحمل اک طرف جوش حماقت دوسری جانب
 ادھر تعمیر کرنے کو، ادھر تخریب کرنے کو
 پدھر مسلم، پدھر مشرک، پدھر مومن، پدھر کافر
 ادھر فضل خدا پر ناز، ادھر شمشیر پر تکیہ
 ادھر ایمان صف آراء، ادھر شیطان صف آرا

تصادم ہونے والا تھا صفا میں اور کینے میں

ہوائیں رُک گئیں جس طرح دم رک جائے سینے میں

رحمتہ للعالمین کا تاثر اور نصرت حق کی طلب

نظر آتے تھے مردانِ خدا کل تین سو تیرا
 نہتے تین سو تیرہ مگر پتلے تھے غیرت کے
 کھڑے تھے اس طرح اُس لشکرِ کذاب کے آگے
 جنہیں میدان میں شیطان کے لشکر نے آگھیرا
 علم بردار تھے یہ ایک غیرت مند امت کے
 چٹانیں ڈٹ گئی ہوں جس طرح سیلاب کے آگے

۱۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي سَبْعِ الْفَلَقِ تَقَابُلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَخْرَجَ كَالْقَوْمِ (آل عمران)

جولوگ باہم لڑے ان میں تمہارے لیے عبرت کی نشانیاں ہیں۔ ایک خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا دوسرا خدا کے خلاف۔

۲۔ ہر شخص اپنے مقابل اپنے بھائی بندوں اور عزیزوں کو پاتا تھا۔ (خاتم المرسلین)

صحابہ کو جو دیکھا محو، ذوقِ جاں سپاری میں
طبیعت پر وہی کیفیتِ رقت ہوئی طاری
وہ جس کے گھر قبولیت مرادیں مانگنے آئے
بہت نازک تھیں یہ باہم نیاز و ناز کی گھڑیاں
قریبِ سجدہ کہ صدیقِ محو اشکباری تھے
الہی یہ تیرے ہندے ہیں تیری راہ میں حاضر
تیرے پیغام کی آیات ہیں جن کی زبانوں پر
اگر اغیار نے ان کو جہاں سے محو کر ڈالا!
الہی اب وہ عہدِ لیلۃ المعراج پورا کر

سر سردارِ عالم جھک گیا درگاہِ باری میں
کہ جس سے جزِ پیسیر ہر بشر کا قلب ہے لاعاری
وہی اس وقت سجدے میں پڑا تھا ہاتھ پھیلائے
لیے تھے دو صدفِ دردانہ ہائے اشک کی لڑیاں
لبِ محبوب پر اس وقت یہ الفاظ جاری تھے
ہوئے ہیں سر بکف ہو کر شہادت گاہ میں حاضر
مدارِ قسمتِ توحید ہے، ان چند جانوں پر
قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھ کو پوجنے والا!
محمدؐ سے جو وعدہ ہو چکا ہے آج پورا کر

فوجِ دشمن میں طبلِ جنگ

ادھر محو دعا سجدے میں تھا اسلام کا ہادی
علمدارانِ فوج کفر نے کھولا نشانوں کو
نظرِ بوجہل نے ڈالی قریشی نیزہ داروں پر
دکھائی اپنی اپنی شان سردارانِ خود سر نے
علمبردار کے ناپاک لب سے کرتا چیخی
اور اس کی چیخ سے بے اختیاری میں ہوا چیخی

ادھر نقارۂ جنگی سے گونجی بدر کی وادی
یہ اذنِ جنگ تھا جنگِ آزمودہ پہلوانوں کو
کہ یہ بھرا ہوا شیطان افسر تھا سواروں پر
اشارے پا کے سب راہوار بگدھریاں لگے کرنے
اور اس کی چیخ سے بے اختیاری میں ہوا چیخی

۱۔ آنحضرت پر سخت مصلحت کی حالت طاری تھی۔ عالم بے خودی میں چادر شاہِ مبارک پر سے گر کر پڑتی تھی۔ سجدے میں جھک کر خدا کو پکارتے تھے اور استغاثہ بیضا کے لیے نصرت طلب فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم و بخاری)

۲۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْهَدُکَ عَہْدَکَ وَوَعْدَکَ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْهَدُکَ اَنَّکَ تَهْلُکُ هَذِهِ الْعَصَابَةَ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ لَا تَعْبُدُ فِی الْاَرْضِ (بخاری و مسلم)

اے میرے خدا اپنے وعدوں کو پورا کر۔ اے میرے خدا اگر مسلمانوں کی یہ جماعت آج اس میدان میں ہلاک ہوگئی تو دنیا بھر میں تجھے پوجنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

پیادوں نے بھی تن کر کھینچ لیں تیغیں نیاموں سے
تیغیں خود غضب کے جوش میں باہر تھیں جاموں سے
شجاعت اور جوانمردی عیاں کرنے کا وقت آیا
مقدر آزمانے مارنے مرنے کا وقت آیا

قریشی سپہ سالار کی مبارز طلبی

یہ ایک فوج دشمن پاپیادہ ہو گئی ساری
کہ سر لشکر نے کر لی تھی پہل کرنے کی تیاری
پہ سالار عقبہ جنگ کے ارمان میں نکلا
علی الرغم ابو جہل آپ خود میدان ۱ میں نکلا
برادر اور بیٹا دائیں بائیں ساتھ ساتھ آئے
تمنا تھی کہ پہلی فتح ہم تینوں کے ہاتھ آئے
محمدؐ کے صحابہ کو بہت کمزور سا پا کر
کیا نعرہ سپہ سالار نے میدان میں آ کر
کہ میں ہوں عقبہ، عقبہ بن ربیعہ جانتے ہو تم!!
میرا بیٹا ولید اور بھائی شیبہ ساتھ ہیں میرے
ہمیں تم تول لو یاد گزشتہ کے ترازو سے
اگر تم میں سے کوئی حوصلہ رکھتا ہو مرنے کا
ہماری تیغ کا مد مقابل بن کے آجائے
اُدھر هَلْ مِنْ مَبَارِزِ كِی صدا سے گونج اٹھا میدان
جناب حضرت صدیقؓ تھے پہلو میں استادہ
گزارش کی مرے ماں باپ قرباں یا رسول اللہ
ہوا ہے آ کے میدانِ وفا میں لاف زن عقبہ
غلاموں کے لیے کیا ہے رضا محبوب باری کی
اجازت سرفروشنوں کو بھی ہو میدان داری کی

۱۔ عقبہ جو سردار لشکر تھا۔ ابو جہل کے طعن سے سخت برہم تھا۔ سب سے پہلے وہی بھائی اور بیٹے کو لے کر نکلا اور مبارز طلبی کی (سیرت النبی)

جبین پاک سجدے سے اٹھا اے سرورِ عالم! خداۓ وعدہ وفا فرمائے گا اے سرورِ عالم!
 ابھی لب ہی پہ تھی یہ التجا صدیق اکبر کی کہ سجدے سے اٹھی پر نور پیشانی پیمبر کی
 وہی آنکھیں، وہی آثار تھے صبح تبسم کے وہی لب تھے وہی اسرار قرآنی تکلم کے
 لب روح الامیں سے مژدہ فتح الہیں ۱ پایا تو اپنے جاں نثاروں میں امام المرسلین آیا

انصار کا اقدام میدان اور قریش کا غرورِ نسب

بلا گرداں تھا صلح و امن کے پیغام کا جھنڈا لیے تھے آج مصعب بن عمیرؓ اسلام کا جھنڈا
 مبارز کی طلب واضح ہوئی فخر رسالت پر تو رقت آگئی حضرت کو عتبہ کی جہالت پر
 اجازت جنگ کی مانگی ادھر سے بو حذیفہؓ نے کہ چاہا دُردو ہونا پدر سے بو حذیفہؓ نے
 رسول اللہ نے ان کو بشفقت منع فرمایا پسر مارے پدر کو یہ نہ رحمت کو پسند آیا
 مگر میدان میں نعرے مارتا تھا پے بہ پے عتبہ مبارز کے لیے للکارتا تھا پے بہ پے عتبہ
 ہوئی جنبش لوا کو مل گیا اب اذن سرکاری تو مردانِ خدا کی صف سے نکلے تین انصاری
 خدا کی راہ میں اغیار سے بے خوف تھے تینوں یہ غیرت مند عبد اللہ معاذؓ وعوفؓ تھے تینوں

۱ (صحیح مسلم)

۲ اِنْتَحَبْتُمْ لَكُمْ رَبًّا لَمْ نَكُنْ لَكُمْ لِقَىٰ مُعِذُكُمْ بِاللَّهِ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرَدِّۙنَ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی وَلِتَطْمَیۡنَ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ
 عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ . (انفال)

جس وقت تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے پس اُس نے تمہاری فریاد سنی۔ (اور فرمایا) کہ ہم ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کریں گے اور یہ فرشتوں کی امداد جو خدا نے کی تو
 صرف (تمہارے) خوش کرنے کو اور تاکہ تمہارے دل اُس کی وجہ سے مطمئن ہو جائیں اور فتح تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ بے شک اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

۳ سفید طم اسلام مصعب بن عمیر کے ہاتھ میں تھا (خاتم المرسلین)

۴ حضرت بو حذیفہؓ نے جو عتبہ کے بیٹے تھے اور ایمان لا چکے تھے باپ کے مقابل ہونا چاہا۔ حضرت نے ان کو منع فرمایا۔ (کتب السیر)

۵ حضرت عوف، حضرت معاذ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ مقابلے کو نکلے (سیرت النبی)

مگر ان کو مقابل دیکھ کر عتبہ یہ چلایا کہ میں یثرب کے چرواہوں سے لڑنے کو نہیں آیا
پکارا اے محمدؐ بھیج میرے ہم نبروں کو نہ کر ان کاشنکاروں کے مقابل شیر مردوں سا کو
سنا ہے اس نرالی فوج میں قرشی بھی شامل ہیں وہ آ جائیں اگر ہم رتبہ و مد مقابل ہیں

بہادران بنی ہاشم کا میدان میں نکلنا

یہ مغرورانہ آوازہ سنا مختار صادق نے مساوات و اخوت کے علمبردار صادق نے
ہوا دل دردمند انساں کی بیہودہ سرائی پر غرور امتیاز رنگ و خوں کی خود نمائی پر
ہوا ارشاد اچھا، آل ہاشم جنگ کو نکلے دفاع گردن افرازاں خون و رنگ کو نکلے
اشارا کر دیا ہادیؑ نے انصاری پلٹ آئے معاذ و عوفؓ و عبداللہؓ اپنی صف میں ہٹ آئے
بڑھے اب ابن عبدالمطلب شیر خدا حمزہؑ امیر قوم، عم مصطفیٰؐ و مرتضیٰؑ حمزہ
عبیدہؑ اور علیؑ مرتضیٰؑ نکلے معیت میں کہی تکبیر اہل اللہ نے جوش حمیت میں
بڑھے شیروں کی صورت سوئے میدان و غاتینوں علیؑ، حمزہؑ، عبیدہؑ اولیائے مصطفیٰؐ تینوں
خدائے پاک کی مدح و ثناء کرتے ہوئے نکلے رجز پڑھتے ہوئے وحدت کا دم بھرتے ہوئے نکلے

مبارزین کی نوک جھوک

ولید و عتبہ و شیبہ کھڑے تھے مستعد تینوں بہم تینوں کے پشتیان و دساز و ممد تینوں
پکارا عتبہ، اچھا تم قریشی ہو تو آ جاؤ قریب آنے سے پہلے اپنا اپنا نام تلاؤ
کیا حمزہؑ نے نعرہ حمزہ ہوں میں شیر رب ہوں میں مجھے تم جانتے ہو ابن عبدالمطلب ہوں میں

۱۔ عتبہ نے کہا ہم کو تم سے غرض نہیں اور پکارا کہ محمدؐ آئیے لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں ہیں۔ (سیرت النبی)

میرے ساتھی جو دونوں ہاشمی غیرت کے وارث ہیں علی ابن ابی طالبؑ، عبیدہؓ ابن حارث ہیں کہا عتبہ نے ہاں تم محترم ہو اور ہمسر ہو فقط ہتھیار کم ہیں ورنہ رتبے میں برابر ہو مزا آئے گا ہم کو بھی تمہارے قتل کرنے کا بہت اچھا ہوا، تم نے کیا اقدام مرنے کا کہا حمزہؓ نے عتبہ فائدہ کیا لاف کرنے سے یہ باتوں کا نہیں ہنگام جوہر کوئی دکھلاؤ ابھی سب حال کھل جائے گا آؤ سامنے آؤ

انفرادی جنگ کا منظر

یہ طعنہ سن کے غصے میں بھوکا بن گیا عتبہ ولید آیا علی المرتضیٰؑ پر فتح پانے کو غرض اب قتل و خونریزی پہ مائل ہو گئے تینوں ادھر بھی برق کی مانند شمشیریں نکل آئیں دو لشکر اس طرح حیراں تھے جیسے جاں نہیں تن میں دو جانب سے نگاہیں جم گئیں جنگ آزماؤں پر بدل کر پیترا حمزہؓ کے آگے تن گیا عتبہ بڑھا شیبہ عبیدہؓ کی طرف جرأت دکھانے کو مقابل پا کے تینوں کو مقابل ہو گئے تینوں ادھر بھی کاتب قدرت کی تحریریں نکل آئیں زمیں پر بجلیاں سی کوندتی تھیں روز روشن میں ادھر بازو کے بل پر ناز، ادھر تکیہ دعاؤں پر

حضرت حمزہؓ اور عتبہ کا مقابلہ

یہ ایک سب نے دیکھا کھینچ لی تلوار عتبہ نے جناب حمزہؓ نے تلوار کو تلوار پر روکا نظر آیا نہ کچھ اک جھنجھناہٹ کی صدا آئی اور اہل بیت جو پانی ایک بل دھاوے سے حمزہؓ نے کیا حمزہؓ کے سر پر ایک کاری وار عتبہ نے سبکدستی سے تھکی دے کے مہلک وار کو روکا اڑیں چنگاریاں تلوار سے تلوار ٹکرائی سبک ہو کر نکالا ہاتھ الجھاوے سے حمزہؓ نے

لیا دشمن کو بڑھ کر تیغِ فرخِ فال کے نیچے
صدائے تکبیر کی آئی ، زمینِ بدر تھرائی
پڑی تلوار ، فولادی سپر کے ہو گئے ٹکڑے
گلو میں بھی نہ انکی سینہ کاٹا دل جگر کاٹا
گلے کے ہار زنجیروں کی لڑیاں کاٹ کر نکلی
یہ تیغِ حمزہ تھی دعوے تھے اس کو خاکساری کے

یہ برقِ نور تھی باطل کا قصہ پاک کر آئی

گری یک لخت اور دولت کر کے خاک پر آئی

گری جب خاک پر دو ٹکڑے ہو کر لاشِ خود سر کی
صفِ مردانِ غازی نے کہیں اک ساتھ تکبیریں
دہانِ شیر سے نکلی صدا اللہ اکبر کی
قلوبِ اہلِ باطل پر گریں حسرت کی شمشیریں

حضرت علیؑ اور ولید کا مقابلہ

ادھر حمزہ کے ہاتھوں عتبہ فرسِ خاک پر لیٹا
پدر کے خون سے منہ ہو گیا غصے میں لال اس کا
علم کی اور چوکس ہو کے تیغِ آبدار اُس نے
علیؑ اس شان سے رد کر رہے تھے اُس کے واروں کو
کبھی رد کر دیئے جھک کر کبھی خالی دیئے ہٹ کر
زرہ بکتر کو الجھن ، چار آئینوں کو سکتہ تھا
علیؑ سے تھا ادھر تیغِ آزما مقتول کا بیٹا
بھڑک اٹھا بدن پر مثلِ شعلہ بالِ بال اس کا
کئے بڑھ کر، سنہل کر پے بہ پے سات آٹھ وار اُس نے
کہ ہوتا تھا تعجب نو جوان پر پختہ کاروں کو
یہ آگے بڑھ کے منہ پر آ گئے وہ رہ گیا گھٹ کر
مگر عتبہ کا بیٹا وار کرنے سے نہ تھکتا تھا

یہ ایک وار خالی دے کے حیدر کو جلال آیا
 کیا نعرہ ہمارا بھی تو لے اک وار او کافر!
 صدائے شیرِ حق سے چھائی ہیبتِ قلبِ دشمن پر
 نہ پائی دیکھنے والی نگاہوں نے بھی آگاہی
 عجب بجلی تھی، چمکی اور چمکتی ہی نظر آئی
 کمالِ ضرب پر حمزہ کے منہ سے مرجا نکلی
 نویدِ فتح ٹکرائی زمینوں آسمانوں سے
 ملا یہ پھلِ حریفِ بازوئے شیرِ خدا ہو کر
 سرِ بے تن اُدھر لڑھکا، تنِ بے سر اُدھر لوٹا

کہ نازک وقت گزرا جا رہا ہے یہ خیال آیا
 سنبھل دیکھ آئی یہ اللہ کی تلوار او کافر!
 سپر اٹھنے نہیں پائی کہ آئی تیغ گردن پر
 کب اٹھی، کب گری، کیسے پھری تیغِ یدِ الہی
 زرِ خالص تھی کندن سی دکتی ہی نظر آئی
 صفِ اسلام سے اللہ اکبر کی صدا نکلی
 کہ اُترا بارِ سراک ہستی باطل کے شانوں سے
 زمیں پر جا پڑا مغرور سرِ تن سے جدا ہو کر
 ملا مٹی میں وہ بھی اور یہ بھی خاک پر لوٹا

حضرت عبیدہؓ کا شیبہ کے ہاتھ سے زخم کھانا

نظر آئیں جو یہ دو ضربتیں مردانِ عالم کی
 عبیدہؓ کر رہے تھے ضربتِ حیدرؓ کا نظارا
 چمک دیکھی تو پھرتی سے عبیدہؓ نے بھی رخ موڑا
 لگایا ہاتھ شانہ کر دیا بے کارِ دشمن کا
 علیؓ و حمزہؓ نے دیکھی جو شیبہ کی دغا بازی
 نظر آئے تڑپتے اس طرف نوری اُدھر ناری
 یک ساعت کیا شیبہ پہ اک اک وار دونوں نے

تو چھائی روئے باطل پر سیاہی غصہ و غم کی
 کہ شیبہ نے عقب سے ہاتھ اک تلوار کا مارا
 اجلِ نزدیک پائی، پھر بھی دشمن کو نہیں چھوڑا
 مگر پنڈلی کے اوپر پڑ چکا تھا وارِ دشمن کا
 عبیدہؓ کی مدد کرنے کو آئے دوڑ کر غازی
 اُدھر بھی ضرب کاری تھی اُدھر بھی ضرب تھی کاری
 کیانی الفور اس ناری کو بھی فی النار دونوں نے

اتارے اسلحہ تینوں کے یہ بھی ایک صورت تھی کہ مردوں سے زیادہ ان کی زندوں کو ضرورت تھی
 غنیمت لے کے مقتولوں کے جنگی ساز و سامان سے اٹھا کر لے چلے زخمی عبیدہؓ کو بھی میدان سے
 سروں پر ان کے سایہ مہر خاور کرتا جاتا تھا شعاعیں ان کے قدموں پر نچھاور کرتا جاتا تھا

حضرت عبیدہؓ کی شہادت پر رسول اللہ کی مہر تصدیق

پلٹ کر جب صفِ اسلام میں شیر خدا آئے رسول اللہ کے قدموں میں زخمی شیر کو لائے
 یہ مہلک زخم تھا ہڈی کا گودا بہتا جاتا تھا نکلنے سے لہو کے قلب خالی رہتا جاتا تھا
 عبیدہؓ نے ادب سے عرض کی جوشِ ارادت میں حضور! اب فیصلہ کیا ہے مرے بابِ شہادت میں؟
 رسول پاکؐ نے ان کی شہادت پر گواہی دی انہیں تہنیت خوشنودی ذاتِ الہی دی
 عبیدہؓ نے یہ سن کر رکھ دیا سر پائے ہادیؐ پر بسی آنکھوں میں جنت، پھر نظر ڈالی نہ وادی پر
 فلک سے نور برسا دل پہ راحت ہو گئی طاری ہوا کلمہ شہادت کا زبانِ پاک پر جاری ؎

فوج دشمن کا خوف زدہ ہونا

اُدھر ہلچل پڑی تھی لشکرِ شیطان کے اندر کہ کھوئے تین سردارانِ قوم اک آن کے اندر
 جو ہتھیاروں سے سج کر اوچی بن بن کے آئے تھے بڑے دعووں سے نکلے تھے بہت تن تن کے آئے تھے

۱۔ زخمی عبیدہؓ کو کندھے پر اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے عبیدہؓ نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ کیا میں دولتِ شہادت سے محروم رہا آپ نے فرمایا نہیں تم نے شہادت پائی۔ عبیدہؓ نے کہا آج ابوطالب زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ ان کے اس شعر کا مستحق میں ہوں۔

ونسلمہ حتیٰ نصوع حولہ و لنلعل عن انہائنا والحوائل

ہم محمدؐ کو اس وقت دشمنوں کے حوالے کرینگے جب ان سے لڑنا کر مر جائیں اور ہم محمدؐ کے لیے بیٹوں اور بیٹیوں کو بھول جاتے ہیں (سیرت النبی)
 ۲۔ عبیدہ اس زخم سے جانبر نہ ہو سکے بدر سے واپسی پر راہ میں انتقال فرمایا (خاتم النبیین) ارشاد رسالت پورا ہوا۔ اس لیے کہ تھوڑی ہی دیر بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔ (خاتم المرسلین)

بوقت حملہ تھے جن کے دماغ افلاک کے اوپر
 بظاہر بے سروساماں تھے ان کے مارنے والے
 سپر کا بھی اسی تلوار ہی سے کام لیتے تھے
 یہ منظر خوف سے دیکھا گیا فوج مقابل میں
 ولید و عتبہ و شیبہ یہ تینوں جان لشکر تھے
 قریشی فوج کو یہ ناز تھا ان کی شجاعت پر
 توقع تھی نہ توں کو بھگا کر آئیں گے تینوں
 نظر آیا کہ اک اک زخم کھا کر مر گئے تینوں
 سینے آ گئے ، چھایا صفوں پر ایک سناٹا
 بہت سے گالیاں دینے لگے اپنے خداؤں کو
 ہوئے مقتول ان ہاتھوں سے جن پر تھے نہ دستانے
 یہ منظر دیکھ کر دل ہی میں پچھتائے لگا کوئی

ابو جہل کی تقریر

یہ صورت دیکھ کر ابو جہل نے اس فوج کو ڈانٹا
 بہم ترتیب لشکر میں تو ہم نے عرق ریزی کی
 یہ تینوں پہلواں مارے گئے اپنی جہالت سے
 تمہارے پاس بھالے ہیں تمہارے پاس ڈھالیں ہیں
 کہا ، اے قوم ، عتبہ تھا ہماری راہ میں کانٹا!
 مگر عتبہ نے تنہا جا کے لڑ مرنے میں تیزی کی
 تو کیا اب ہم بھی مرجائیں اسی شرم و خجالت سے
 فنون جنگ ہیں ، ساماں ہے ، قوت ہے ، چالیں ہیں

کہ اب تک چھپتے پھرتے تھے تمہارے خوف کے مارے
وہاں مجھ کو تو کپڑا بھی نظر آتا نہیں تن پر
اُدھر کیا ہے ، زیادہ سے زیادہ آٹھ تلواریں
تمہارے پہلوانوں کو تمہارے سامنے ماریں
غضب ہے ، قتل عتبہ پر بھی چھاتی پھٹ نہیں جاتی
اگر اس پر بھی نامردی دکھا جاؤ تو لعنت ہے
انہیں لڑنے کا موقع دیں ضرورت ہی نہیں ہم کو
کچل ڈالیں گے ان قدموں کے نیچے پیس ڈالیں گے
ہمارے اور اپنے باپ دادوں کا چلن چھوڑا
یہ سب ہیں ایک اُن دیکھے خدا کے دیکھنے والے
انہیں ہم لے چلیں گے باندھ کر اپنی کندوں سے
جہاں پانی نہیں ملتا وہاں لے جا کے ماریں گے
انہیں زندہ نہیں گے مکے میں اونٹوں اور گھوڑوں سے
محمدؐ کیا ، محمدؐ کے خدا کو بھول جائیں گے
بڑھو اب ایک ہی ریلے میں سب کو کاٹ کر دھردو
بڑھو حملہ کرو مارو ، بڑھو حملہ کرو مارو ۛ

وہ کیا ہیں چند کس فاقہ زدہ ، مزدور ناکارے
تمہارے ہاں زِرہ پر ہے زرہ جوشن ہے جوشن پر
تمہارے ساتھ ہیں اس وقت نو سو ساٹھ تلواریں
وہ آئیں اور لائیں کند زنگ آلود تلواریں
کھڑے تم دیکھتے ہو ، تم کو غیرت کیوں نہیں آتی
تمہاری اس قدر تعداد ہے ، شوکت ہے ، کثرت ہے
مبارز کے طلب کرنے کی حاجت ہی نہیں ہم کو
ارے ہم ان مسلمانوں کو کچا ہی چبا لیں گے
یہی وہ ہیں جنہوں نے دینِ آبائی سے منہ موڑا
محمدؐ نے ہمارے ان کے رشتے قطع کر ڈالے
یہ سجدے کرنے والے کیا لڑیں گے سر بلندوں سے!
شکنجوں میں کیسے گئے مچھیوں سے کھال اتاریں گے
خبر ان سب کی لی جائے گی دُڑوں اور کوڑوں سے
محمدؐ کی رفاقت کا مزا ان کو چکھائیں گے
اکٹھے مل کے اک دھاوا کرو اے جنگجو مردو
ہبل کے جاں نثار ولات و عزئی کے پرستارو

قریش کا عام دھاوا

کیا جوش و غضب کو مشتعل اس شعلہ باری نے
 ہوا ہیجان پیدا آتشِ نمرود میں گویا
 اٹھا سودا سروں میں قتلِ کردو سر اتارو کا
 پڑیں نقارہ جنگی پہ ضربیں طبل پر تھاپیں
 سنائیں تن گئیں تیغیں اٹھیں تیروں نے پرتولے
 اڑی پھر ٹھوکروں سے ریگ صحرا گرد ہو کر
 فرشتے غرقِ حیرت تھے ادھر عرشی ادھر فرشی
 نہتوں پر عیاں کرنے کو رعب و داب کی صورت

لگا دی ناریوں کو آگ آتش باز ناری نے
 چنگاری پڑ گئی اس تودہ بارود میں گویا
 ہوا اک حشر برپا پکڑو پکڑو مارو مارو کا
 زمیں دھنسنے لگی گھوڑے لگے جب مارنے ٹاپیں
 بڑھیں ساری بلائیں جانب جنگاہ منہ کھولے
 چھپایا بارہا خورشید نے منہ ، زرد ہو ہو کر
 نظر آتا تھا لوہے کا سمندر لشکرِ قرشی
 اٹھا طوفان کی صورت بڑھا سیلاب کی صورت

مسلمانوں کا ربط و ضبط اور فرمانِ پیغمبر

ادھر بڑھتے چلے آتے تھے پیدل بھی رسالے بھی
 کھڑے تھے صبح سے پہلو بدلتے تھے نہ تھکتے تھے
 سکون و ضبط کی تصویر سنولائے ہوئے چہرے
 عرقِ آلود تھیں پیشانیاں ، قطرے ڈھلکتے تھے
 گدائی میں بھی حاصل شوکتِ شاہانہ تھی ان کو
 قریشی فوج نے ڈالی جو طرح جنگ مغلوبہ
 تو دیکھا جانبِ ہادی کامل دیں پناہوں نے

صفیں باندھے کھڑے تھے دھوپ میں اللہ والے بھی
 نگاہیں سامنے تھیں دوسری جانب نہ تکتے تھے
 وہ چہرے جن پہ قرباں ہو رہے تھے نور کے سہرے
 مقبلاً دڑھیاں تھیں جن میں موتی سے جھلکتے تھے
 کھڑے تھے اس طرح جیسے کوئی پروانہ تھی ان کو
 کیا کثرت نے قلت کو مٹا دینے کا منصوبہ
 اجازت صف سے بڑھنے کے لیے مانگی نگاہوں نے

یہ کفار جب یکبارگی بڑھتا نظر آیا
ابھی قائم رہو اپنی صفوں میں اے خرد مندو
بچائے گا اُسی کا ہاتھ ان شمشیر گیروں سے
صفوں میں ابتری آنے نہ پائے اے جو نامردو
تو اپنے ساتھیوں سے مرشدِ کامل نے فرمایا
نظر اپنی رکھو اللہ پر اللہ کے بندو
قریب آئیں تو اس حملے کو روکو اپنے تیروں سے
تخل کے فرائض اپنی جانب سے ادا کر دو

مسلمانوں کی تیر اندازی

نبیؐ کا حکم سن کر دم نہ مارا صبر کوشوں نے
کمانیں کیا تھیں گیلی لکڑیاں لے کر جھکالی تھیں
کمانوں کو جھکایا تیر جوڑے، تیر بھی کیا تھے
بظاہر تیر بھی ایسے ہی ایسی ہی کمانیں تھیں
ادھر پتلا تھا ہر بے پیر شیخ و شاب لوہے کا
ادھر تیر و کماں کی شکل ہو کر تن گئے تنکے
ادھر بھونچال کی سی چال سے دھرتی دھمکتی تھی
ادھر اب تک کوئی جنبش نہ تھی اللہ والوں میں
مگر بوجہل جب حد سے بڑھا لایا لعینوں کو
یہ سرکش بڑھتے بڑھتے جس گھڑی سر ہی پہ آ پہنچے
تو اسلامی کمانداروں نے بھی تاکا نشانوں کو
دکھائی دست ہائے چپ نے راہِ راست منزل کی

اتاریں اپنے کندھوں سے کمانیں دلق پوشوں نے
بندھی تھیں رسیاں ان میں مگر چلوں سے خالی تھیں
کہ اکثر تیر سو فاروں سے بھی قطعاً معرا تھے
سلاحِ جنگ کیا پس دل ہی دل جانیں ہی جانیں تھیں
اُڈتا دوڑتا آتا تھا اک سیلاب لوہے کا
زمین پر غیرتِ سیدِ سکندر بن گئے تنکے
غبار اُڑتا تھا جس میں برق رہ رہ کر چمکتی تھی
کوئی اندیشہ باطل نہ تھا ان کے خیالوں میں
بڑھیں نیزوں کی انیاں تاک کر پر نور سینوں کو
ستمگر، راہزن، اسلام کے گھر ہی پہ آ پہنچے
چڑھا کر تیر گھٹنے ٹیک کر تانا کمانوں کو
نگاہوں نے لگائی شست چشم و سینہ و دل کی

۱۔ قریش کی فوجیں اب بالکل قریب آ گئیں۔ تاہم آپ نے صحابہ کو پیش قدمی سے روکا اور فرمایا کہ جب دشمن پاس آ جائیں تو تیر سے روکو (سیرت النبی)

ملے جب دستہائے راست خم ہو ہو کے شانوں سے
کمانوں سے نکل کر تیرویوں سوئے ہدف جھپٹے
یہ فوج رُوسہ پھرے ہوئے فیلوں کا لشکر تھا
ہوا میں سنساہٹ سی ہوئی پھر یہ نظر آیا
نہ کترائے نہ منہ موڑا نہ خم کھاتے نظر آئے
بہت سے پار اترے جوئے خونِ دل سے منہ دھو کر
تھے اکثر جسم بھی زہر ہیں بھی اور ملبوس بھی دہرے
بھڑک اٹھے جو مرکب راکبوں کی پٹریاں ٹوٹیں
جو سب سے آگے آگے آرہے تھے جوش میں بھر کر
ہوئے پیوست یہ ناوک جہاں پائی جگہ تن میں
زمین پر آرہے اسوار گھوڑوں نے جو رخ موڑے

صدا یکبار بسم اللہ کی نکلی زبانوں سے
فضا میں جس طرح شہباز چڑیوں کی طرف جھپٹے
مگر تیروں کی بارش بھی ابابیلوں کا لشکر تھا
کہ تنکوں نے پلٹ دی بڑھنے والی موج کی کایا
یہ چوبی تیر تھے فولاد کی زرہوں میں درآئے
بہت سے رہ گئے سینوں کے اندر غرق ہو ہو کر
مگر تیروں نے گھس کر توڑ ڈالے پشت کے مہرے
رکابیں پھنس گئیں پیروں میں باگیں ہاتھ سے چھوٹیں
گرے اُن میں سے اکثر زخم کھا کر اور مر مر کر
شکم میں، آنکھ میں رخسار میں، شانے میں گردن میں
صفیں اپنی ہی اپنے ہی پیادوں کے پرے توڑے

جنگِ مغلوبہ

صفوں کی برہمی کا دیکھ کر یہ طرفہ نظارا
ہبل کے نام کی غیرت دلائی بت پرستوں کو
نئے وعدے کئے ہمت بندھائی پہلوانوں کی
غضب میں بھر گیا بوجہل پھر لوگوں کو لکارا
اکٹھا کر کے پھر آگے بڑھایا چیرہ دستوں کو
مسلمانوں کی جانب پھیر دیں نوکیں سنانوں کی

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيلِ ؕ اَلَمْ يَجْعَلْ لِّهٖمْ كَيْدًا ۙ فَاَمَّا يَوْمَ تَفُوزُ بِهٖ فَاَمَّا يَوْمَ تَفُوزُ بِهٖ فَاَمَّا يَوْمَ تَفُوزُ بِهٖ
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيلِ ؕ اَلَمْ يَجْعَلْ لِّهٖمْ كَيْدًا ۙ فَاَمَّا يَوْمَ تَفُوزُ بِهٖ فَاَمَّا يَوْمَ تَفُوزُ بِهٖ فَاَمَّا يَوْمَ تَفُوزُ بِهٖ

(اے پیغمبر) کیا تم نے نظر نہیں کیا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ اُس نے ان کے داؤ غلط نہیں کر دیئے؟ اور ان پر جہنم کے جہنم

پر عیسے جیسے جو ان پر ٹکریاں پھینکتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو کھائی ہوئی خویک کی طرح (جاہ) کر دیا۔

ہوئی پامال ضبط و درگزر کی آخری حد بھی
 قتال جنگ مغلوبہ کے ساماں ہو گئے آخر
 دکھائی رزمگہ میں شان اسلامی دلیروں نے
 نہتے گتھے گئے بیباک ہو کر تیغ والوں سے
 لگی مظلوم و ظالم میں غضب کی کشمکش ہونے
 جو نیزوں کے نشانوں پر تھے کھیلے اپنی جانوں پر
 کسی کا جسم لاغر ہو گیا زخموں سے صد پارا
 ضعیفوں کو حریفوں ہی سے حاصل ہو گئیں تیغیں
 یہی تیغیں مثال برق چمکیں اب علم ہو کر

بڑھے اب اذن پا کر جاں نثاران محمدؐ بھی
 حق و باطل بہم دست و گریباں ہو گئے آخر
 دبوچا راکبوں کو مرکبوں سے تند شیروں نے
 نہ دھمکی سے ڈرا کوئی نہ گرزوں سے نہ بھالوں سے
 زمیں پامال ہو کر خون کے آنسو لگی رونے
 سنانوں کو بچایا ہاتھ دوڑایا بنانوں پر
 کسی نے چھین کر نیزہ اُسی بے دین کو مارا
 لپٹ کر اس طرح بازو مروڑے چھین لیں تیغیں
 لگے گرنے زمیں پر نخل تن سے سر قلم ہو کر

مجاہدین اسلام کی شجاعت

ادھر فاقہ زدہ انسان ادھر گادان پرواری
 نمازیں پڑھنے والوں نے دکھائی وہ جوانمردی
 کیا حمزہؑ نے دھاوا اس طرح قرشی جلیلوں پر
 بہت بیباک تھی یہ تیغ اب کچھ اور چل نکلی
 کسی کی ڈھال کاٹی، سر سے گزری صدر تک پہنچی
 کمر کو کاٹ کر اک تار سی صابون سے نکلی
 یہ سینے سے لہو قلب و جگر کا چاٹ کر آئی

ہوئی دونوں طرف سے کشت و خوں کی گرم بازاری
 کہ شان وحدت حق فوج کثرت پر عیاں کردی
 کسی جنگل میں جیسے شیر جا پڑتا ہے فیلوں پر
 کبھی شانے پہ چمکی اور کبھی زیر بغل نکلی
 بڑی خوبی سے منٹائے قضا و قدر تک پہنچی
 اگر دامن سے ابھی صاف ہو کر خون سے نکلی
 زرہ کے دام، بندھن اور حلقے کاٹ کر آئی

کبھی اس کا گلو تاکا کبھی اس کی کمر تاڑی
 جو افر تھے انہیں آواز دے کر ٹوک کر مارا
 کہیں مولا علیؑ کی تیغ جوہر دار کا غل تھا
 جہوم اہل مکہ نے جدھر غلبہ ذرا پایا
 بڑھے مشکل کشا لکار کر اُن بدنہادوں کو
 مدد کرنے کو اپنے ساتھیوں کی بار بار آئے
 انہیب تیغ دامن دار سے ہٹ ہٹ گئے کافر
 گھڑی بھر میں جہاں کفار کا انبوہ بے حد تھا
 کسی کے ہاتھ گم تھے اور کسی کا سر ندارد تھا
 کبھی سیدھی گری آ کر کبھی ترچھی، کبھی آڑی
 جو بھاگے سامنے سے اُن کا رستہ روک کر مارا
 خدا کے فضل سے شیر خدا غالب علیؑ کل تھا
 جہاں انبوہ قرشی پہلوانوں کا نظر آیا
 لگے زیر و زبر کرنے سواروں کو پیادوں کو
 کبھی سوئے یمیں جھپٹے کبھی سوئے یسار آئے
 مثال زنگ اس تلوار سے کٹ کٹ گئے کافر
 کسی کے ہاتھ گم تھے اور کسی کا سر ندارد تھا

حضرت زبیرؓ اور ابو کرش کا مقابلہ

زبیرؓ اس رنگ سے گھس کر لڑے گھسان کے اندر
 اگرچہ شانہؓ و بازو پہ کھائے زخم بھی کاری
 مگر پھرے ہوئے تھے دشمنوں کے طعن سن سن کر
 اچانک ایک مشرک پہلواں لکار کر نکلا
 کہ نادانو مسلمانو شجاعت پر نہ اتراؤ
 میں ہوں بو کرش ہم سب مل کے میرے سامنے آؤ
 زمیں پر لگ گئے کشتوں کے پستے آن کے اندر
 اگرچہ چلتے چلتے بن گئی تلوار بھی آری
 خدا کے دشمنوں کو مارتے جاتے تھے چن چن کر
 اکڑ کر بلبلا کر اور نعرے مار کر نکلا
 میں ہوں بو کرش ہم سب مل کے میرے سامنے آؤ

امیر ابن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ بن عبد المطلب کے بیٹے ہیں۔ آپ کے والد عوام اُم المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بیٹے تھے۔ حضرت زبیرؓ قدیم الاسلام تھے۔ آپ سے پہلے صرف تین چار آدمی مسلمان ہوئے۔ آپ عشرہ مبشرہ میں ہیں۔ تمام غزوات میں آنحضرت کے ہمراہ رہے اور اپنے نمایاں کئے۔

حضرت زبیرؓ نے اس معرکہ میں کئی کاری زخم کھائے۔ شانہؓ پر جو زخم تھا اتنا گہرا تھا کہ اچھے ہو جانے پر اس میں انگلی چلی جاتی تھی۔ (سیرت النبی)
 حضرت زبیرؓ جس تلوار سے لڑے تھے وہ لڑتے لڑتے گر گئی تھی۔ (سیرت النبی)

عبد بن العاص کا بیٹا عبیدہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا صف سے نکلا۔ اور پکارا میں بو کرش ہوں..... حضرت زبیرؓ اس کے مقابلے کو نکلے۔ (سیرت النبی)

نظر آیا کہ یہ انساں نہیں پتلا ہے آہن کا
 بشر تھایا کہ تھا بے ڈول سا اک ڈھول لوہے کا
 کوئی حربہ ہو کیسے کارگر اس مردِ آہن پر
 یہ کل آہن کی شاید ڈھل کے آئی تھی جہنم سے
 بڑھا سوئے مسلماناں جو یہ کافر رجز پڑھ کر
 مزاحم پا کے اپنی راہ میں اللہ والے کو
 مگر ہشیارو چابک دست تھا اللہ والا بھی
 ادھر نیزہ چلا اُس کا، ادھر سے مردِ غازی کا
 بہم رد و بدل سے جراتیں دو سمت گرمائیں
 پیاپے باندھتا تھا بند کندے تولنے والا
 بلا کے طعن تھے، پر پیچ چوٹیں تھیں، تکانیں تھیں
 جما کر پیترا کر کے اشارا مردِ غازی نے
 ہوائی کر دیا باطل کے نیزہ باز کا نیزہ
 دکھائی کچھ کمی دشمن کے حیلے نے نہ طاقت نے
 نظر آئی جو شکل مرگ اس افتاد کے اندر
 قریشی پہلوواں کے ہاتھ سے جب اڑ گیا بھالا
 مگر اب جاں نثار احمد مرسل کی باری تھی
 کوئی حصہ جز آنکھوں کے نظر آتا نہیں تن کا
 چڑھا رکھا تھا بس نے تن کے اوپر خول لوہے کا
 کہ از سر تابا فولاد کا ملبوس تھا تن پر
 زمیں پر اپنے پیروں چل کے آئی تھی جہنم سے
 تو پھرتی سے زبیر اس کے مقابل ہو گئے بڑھ کر
 اٹھایا مردِ آہن پوش نے دیوزاد بھالے کو
 تھا خوش بختی سے اس کے ہاتھ اک چھوٹا سا بھالا بھی
 لگے کرنے دو لشکر اب نظارا نیزہ بازی کا
 جھڑپیں چنگاریاں دونوں سانیں مل کے ٹکرائیں
 مگر اُس سے زیادہ مستعد تھا کھولنے والا
 سانیں تھیں کہ دوپھن دار سانپوں کی زبانیں تھیں
 آنی رکھتے ہی اک ہکے جو مارا مردِ غازی نے
 زمیں پر سر کے بل آیا غرور و ناز کا نیزہ
 مگر نیزہ اڑا ڈالا زبیر بالیقت نے
 لرز کر رہ گیا دل سینہ فولاد کے اندر
 تو ہٹ کر ہاتھ اُس نے قبضہ شمشیر پر ڈالا
 کہ برجھی ہاتھ میں تھی اور قضا کی سازگاری تھی

جھپٹ کر شیر نے اک وار دشمن پر کیا کاری
سناں اس زور سے آہن کا چہرہ توڑ کر گزری
سر خود سرنے حق سے سرکشی کرنے کا پھل پایا
گرا فولاد کا پتلا زمیں پر سرنگوں ہو کر
قفس کے ٹوٹنے سے طائر جاں اڑ گیا آخر
مگر ہاں ۛ یادگار ضربِ اسلامی رہی برجھی
دو لشکر کر رہے تھے برسرِ میدان یہ نظارا
صدائے نعرۂ تکبیر سے پھر گونج اٹھی وادی

جہاں آنکھوں کے دوسوراخ تھے برجھی وہاں لماری
گھسی چشمِ عدو میں کاسۂ سر پھوڑ کر گزری
کہ پھل برجھی کا سر میں دوسری جانب نکل آیا
تکبر بہ گیا آنکھوں کے رستے موجِ خوں ہو کر
ادھر کھینچی جو برجھی زور سے پھل مڑ گیا ۛ آخر
بوقتِ جنگ دستِ راست کی حامی رہی برجھی
کہ آہن پوش انساں اک اشارے میں گیا مارا
کہ جس نے مشرکوں میں غیظ کی اک لہر دوڑادی

ہنگامہ کارزار

صدائیں دو طرح کی آج زیرِ آسمان گونجیں
بظاہر شور و غوغا مشرکوں کا دور تک پھیلا
صدائے طبل ، آوازِ جز نعرے نقیبوں کے
درشت و اشتعال انگیز طعن آمیز گفتاریں
مدینے کے غریبوں کو ڈپٹ قرشی امیروں کی
شپاشپ خجروں کی اور چقا حق برجھی بھالوں کی

ادھر سے نعرۂ تکبیر ادھر سے گالیاں گونجیں
دہائی ، خودستائی اور ہلچل اور واویلا
بڑھاوے افسروں کے اور آوازے خطیبوں کے
بہم ٹکرا کے تلواروں کی تند اور تیز جھنکاریں
کمانوں کے کڑکنے پر پھڑک پردار تیروں کی
پیاپے باہمی تکرار گرزوں اور ڈھالوں کی

لکھ صرف دو آنکھیں نظر آتی تھیں۔ تاک کر آنکھ میں برجھی لماری۔ وہ دیر، پر گرا اور مر گیا۔ (س۔۔۔ الخ)

وہ چیخیں زخمیوں کی بددعائیں مرنے والوں کی
 ہوا میدان میں برپا ایک ہیبت ناک ہنگامہ
 عجب پرہول ہنگامہ ، عجب ناپاک ہنگامہ
 مگر آوازِ حق اٹھتی تھی جب اس شورِ محشر میں
 تو دب جاتا تھا سب کچھ نعرۃ اللہ اکبر میں

گرمی جنگ اور ساقی کوثر کا فیض

فلک پر مہر جھنجھلاتا ہوا معلوم ہوتا تھا
 مثالِ شعلہ اُڑتی تھی زمین بدر کی مٹی
 غضب کی آگ برساتا ہوا معلوم ہوتا تھا
 یہ مٹی تھی کہ دھڑ دھڑ جل رہی تھی آگ کی بھٹی
 معاذ اللہ تابش دھوپ کی سیلابِ آتش کا
 کہ جس کے سامنے ہو جائے زہرہ آبِ آتش کا
 جب ایسی آگ لگتی ہے نہیں اُٹھتا دھواں شاید
 دھواں اُٹھ اُٹھ کے یا پھر بن گیا ہو آسماں شاید
 طمانچے مارتے تھے آتشیں جھونکے ہواؤں کے
 جل اُٹھتے تھے بدن زیرِ زرہ جنگِ آزماؤں کے
 مگر اس سے زیادہ آتشیں تھی آنچ تیغوں کی
 سر میدان بہادر کر رہے تھے جانچ تیغوں کی
 غضب کی آچکی تھی خونِ انسانی میں طغیانی
 کسی جانب نظر آتا نہ تھا میدان میں پانی
 ہوئے تھے اسلحہ کفار کے تپ تپ کے انگارے
 نکل آئی تھیں مونہوں سے زبانیں پیاس کے مارے
 مزاج کائنات اس وقت محوِ شعلہ باری تھا
 مگر ہاں رحمتہ للعالمین کا فیض جاری تھا
 وہی اک حوض تھا اس وقت ان لوگوں کی قسمت سے
 مروت پوچھتی نامِ مومن کا نہ کافر کا
 مسلمانوں نے جس کو بھریا تھا آبِ رحمت سے
 کہ پینے دو یہ اِذنِ عام تھا ساقی کوثر کا

۱۔ ساقی کوثر کا فیض عام تھا۔ اس لیے کہ دشمنوں کو بھی پانی پینے کی عام اجازت تھی (سیرت النبی)

حوض پر کفار کی چیرہ دستی

مگر کفار اس پر بھی دکھاتے تھے زبردستی
کہ ظالم پی چکے پانی تو پھر سر پھوڑنے دوڑے
نظر آیا جو احساں ناشناسی کا یہ نظارا
قریب حوض آ کر بڑھ گئی شدت لڑائی کی
پڑا گھسان کارن خون کی ندی ہوئی جاری
چڑھی تھی خود فراموشوں کو جام مرگ کی مستی
تبر لے لے کے پلٹے حوض ہی کو توڑنے دوڑے
مسلمانوں نے بڑھ کر ان کو روکا اور للکارا
بڑھا دی آپ نے کچھ اور بھی حدت لڑائی کی
بالآخر حوض کے آگے سے پیچھے ہٹ گئے ناری

مسلمانوں کا ثبات واستقلال

نہتے تھے غلامانِ نبی تعداد میں کم تھے
یہ بے ساماں لڑے کچھ اس طرح سامان والوں سے
ابوبکرؓ اپنے بیٹے پر بڑھے تیغہ علم کر کے
عمر فاروقؓ نے بھی ہاتھ جس مغرور پر ڈالا
جو اتراتے تھے مدعیان نام و ننگ ہو ہو کر
بہادر بود جانہ شیر کی صورت جھپٹتے تھے
غلامانِ محمدؐ میں کسی سے کم نہ تھا کوئی
لڑے اس طرح حق کی راہ میں سینہ سپر ہو کر
زباں تکبیر میں مشغول بازو قتل دشمن میں
ثبات و صبر تھا ذوقِ یقین کی کار سازی سے
مگر اللہ والے تھے مگر مردانِ عالم تھے
کہ ان کے ہاتھ رکتے تھے نہ خودوں سے نہ ڈھالوں سے
جو آیارہ میں سر رکھ دیا اُس کا قلم کر کے
پچھاڑا اور چھاتی پر چڑھے اور قتل کر ڈالا
علیؓ کی ضربتوں سے رہ گئے چورنگ ہو ہو کر
عدو اللہ کو بے قتل کر ڈالے نہ ہنتے تھے
نجیف اور بھوکے پیاسے تھے مگر بیدم نہ تھا کوئی
کہ اکثر حملہ آور رہ گئے زیر و زبر ہو کر
فروں ہوتا تھا اک اک زخم پر سیروں لہوتن میں
تھے در نہ تین تین لچھے ہوئے ایک ایک غازی سے

اصل اصولِ جہاد

اصولِ ملتِ اسلام توڑا جا نہیں سکتا کوئی رشتہ عدوئے حق سے جوڑا جا نہیں سکتا۔
 مظاہر تھے یہ سب اسلام کی شانِ جلالی کے دلوں نے توڑ ڈالے پیکرِ اصنامِ خیالی کے
 پدر کی ذاتِ حملہ آوروں کے درمیاں پائی تو ایمانِ پسر نے سب سے پہلے تیغ چمکائی۔
 پسر کو جب عدوئے دینِ محبوبِ خدا پایا تو شمشیرِ پدر نے خون پینے میں مزا پایا۔
 پرانے رشتے ناتے عشق نے سب قطع کر ڈالے بڑھی جب نوکِ خنجر بہ گئے سب بس بھرے چھالے
 ہوئی حائل نہ راہِ حق میں ندی شیرِ مادر کی کہ بڑھ کر کاٹ لی گردنِ برادر نے برادر کی
 جنہیں خوشنودی ذاتِ خدا مطلوب ہوتی ہے لحاظِ خوں سے اُن کی طبع کب مغلوب ہوتی ہے
 جہاں میں دشمنِ حق عام انسانوں کا دشمن ہے جو انسانوں کا دشمن ہے مسلمانوں کا دشمن ہے
 برادر، باپ، بیٹا کوئی ہو جب دشمنِ دیں ہے تو اُس کی پاسداری سرِ سر توہینِ آئیں ہے
 جو ملت کے مقابل تیغ و خنجر لے کے آجائے تحفظ کے لیے جزِ قتل اُس دم کیا کیا جائے
 بنائے وحدتِ ملت یہی آئینِ برحق ہے کہ ملت کے تحفظ پر قیامِ دینِ برحق ہے
 بشر جب رشتہ الفتِ خدا سے جوڑ لیتے ہیں تو اپنے دل جہانِ ماسوا سے توڑ لیتے ہیں
 خدا ہی کے لیے خلقِ خدا سے دوستی اُن کی خدا ہی کے لیے اہلِ جفا سے دشمنی اُن کی
 خدا ہی کے لیے جنگ اور صلح و آشتی کرنا خدا کی راہ میں جینا خدا کی راہ میں مرنا

۱۔ عجب وقت تھا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ نہ کہیں تو کیا کہیں کہ بھائی بھائی کے باپ بیٹے کے اور عزیز عزیز کے خون سے ہاتھ رنگ رہا تھا اور حکیم رسالت کے سامنے کسی دنیاوی رشتے اور علاقے کی پروا نہ تھی۔ (خاتم المرسلین صفحہ ۲۱۴)

۲۔ عقبہ میدان میں آیا تو حضرت بو حذیفہ اس کے مقابلے کو نکلے تھے (سیرت النبی)

۳۔ حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے (جواب تک کافر تھے) میدانِ جنگ میں بڑھے تو حضرت ابو بکرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی (ذکر عبدالرحمن بن ابی بکر بحوالہ سیرت النبی)

نہ پروا گوشت کی اُن کو نہ محو پوست ہوتے ہیں جو حق کو دوست رکھتا ہے اسی کے دوست ہوتے ہیں
 نہ پاسِ خاندان ان کو نہ عزو جاہ کی خاطر
 قرابت دوستی سب کچھ فقط اللہ کی خاطر

حبِ رسولؐ

سا سکتی ہے کیونکر حبِ دنیا کی ہوا دل میں
 محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
 محمدؐ کی غلامی ہے سندِ آزاد ہونے کی
 محمدؐ کی محبت آنِ ملت، شانِ ملت ہے
 محمدؐ کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
 محمدؐ ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
 یہی جذبہ تھا اُن مردانِ غیرتمند پر طاری
 بسا ہو جب کہ نقشِ حبِ محبوبِ خدا دل میں
 اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
 خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی
 محمدؐ کی محبت روحِ ملت، جانِ ملت ہے
 یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے
 پدر، مادر، برادر، مال، جاں، اولاد سے پیارا
 دکھائی جن کے ہاتھوں حق نے باطل کو گونساری

میدانِ کارزار میں ابو جہل کی سرگرمیاں

ابو جہل اس قیامت زار میں فتنے اٹھاتا تھا
 کبھی کرتا تھا تقریریں کبھی آوازے کستا تھا
 سواروں کو، پیادوں کو بڑھاتا تھا، ہٹاتا تھا
 مگر خود آپ ہرگز تیغ کے منہ پر نہ آتا تھا
 جنوں کے نام شیطانوں کے منتر و رد تھے اس کے
 جو بے دل ہو کے ہٹ جاتے تھے اُن کا دل بڑھاتا تھا
 خفا ہوتا تھا، روتا تھا، گرجتا تھا، برستا تھا
 بڑی تدبیر سے ان لڑنے والوں کو لڑاتا تھا
 بظاہر جی دکھاتا تھا باطن جی چراتا تھا
 حفاظت کے لیے سب اہلِ کنبہ گرد تھے اس کے

مسلم پہلوانوں کی تھیں لوہا لاٹ دیواریں جو اس کے آگے پیچھے چل رہے تھے لے کے تلواریں
کسی کی دسترس اس تک نہ ہوتی تھی آسانی کہ تھا اک چلتے پھرتے قلعے میں اس جنگ کا بانی
یہ ناری پھر رہا تھا قتل و خون کی آگ بھڑکاتا مسلمانوں سے اُن گمراہ انسانوں کو لڑواتا

قتل ابو جہل کی کہانی

حضرت عبدالرحمنؓ ۱۔ بن عوف کی زبانی

جناب عبدالرحمنؓ ابن عوف اک صف شکن غازی کہ تھے اس عرصہ پیکار میں مصروفِ جان بازی
یہ رُودادِ شجاعت آفریں ان کی زبانی ہے کمالِ جذبہ غیرت کی اک سچی کہانی ہے ۲
وہ فرماتے ہیں جس دم بڑھ گئی شدت لڑائی کی عیاں تھیں ہر طرف سرگرمیاں تیغ آزمائی کی
ادھر جوشِ جفا تھا اہل مکہ حملہ آور تھے ادھر نامِ خدا تھا اور اسلامی دلاور تھے
مسلمان جب جوابِ حملہ کفار دیتے تھے تو قرشی پہلواں اس وقت ہمت ہار دیتے تھے
قریشی فوج ہٹ جاتی تھی یوں مد مقابل سے پلٹ جاتی ہیں موحیں جس طرح ٹکرا کے ساحل سے
مگر ابو جہل اس کو دم بدم غیرت دلاتا تھا اُسے پھر جمع کرتا تھا اُسے پھر لے کے آتا تھا
جی تھیں اُس کے فتنے پر نگاہیں سرفروشوں کی مگر حائل تھی اس رستے میں صفِ فولاد پوشوں کی

۱۔ عبدالرحمن بن عوف بنوزہرہ قبیلہ قریش اور مہاجرین اولین میں سے ہیں۔ آپ ان پانچ صحابہ میں سے ہیں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تبلیغ سے ایمان لائے تھے۔ پہلے
جش کی طرف ہجرت کی پھر مدینہ منورہ کی طرف، تمام غزوات میں ہر کاب نبیؐ رہے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ان چھ شخصوں میں سے ہیں جن کو حضرت فاروقؓ اعظم
نے اپنے بعد خلافت کے لیے تجویز کیا تھا۔ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ ۳۱ھ میں ۵۵ سال مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ (ازلہ الخفا صفحہ ۲۵)
۲۔ عبدالرحمن بن عوف کا بیان ہے کہ میں صف میں تھا کہ دفعتاً داسنے بائیں مجھے دو دو جوان نظر آئے ایک نے مجھ سے کان میں پوچھا کہ ابو جہل کہاں ہے۔ میں نے کہا ہر اور
زادے ابو جہل کو پوچھ کر کیا کرے گا۔ بولا کہ میں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ ابو جہل کو جہاں دیکھ لوں گا یا اسے قتل کروں گا یا خود لڑ کر مارا جاؤں گا۔ میں جواب نہیں دینے پایا تھا
کہ دوسرے دو جوان نے بھی مجھ سے کانوں میں یہی باتیں کیں میں نے دونوں کو اشارے سے بتایا کہ ابو جہل وہ ہے۔ بتانا تھا کہ دونوں باز کی طرح جھپٹے اور ابو جہل خاک
پر تھا۔ (سیرت النبیؐ صفحہ ۳۰)

مرے دل میں تمنا تھی، اگر مہلت ذرا پاؤں صف کفار چیلوں اور سر بوجھل لے آؤں!

دوانصاری نو جوان اور ابوجہل کی جستجو

اچانک اپنے دائیں بائیں میں نے اک نظر ڈالی
مقام اپنا مگر دو کمسنوں کے درمیاں پایا
بوقت جنگ بازو ہوں اگر تائید سے عاری
ابھی میں اپنی حالت پر نہ تھا کچھ سوچنے پایا
نہایت رازداری سے نشان بوجھل کا پوچھا
جواب اس کے سوالوں کا میرے لب تک نہ تھا پہنچا
وہی پہلا سوال اُس نے بھی پوچھا رازداری سے
ابھی نو عمر تھے دونوں کے ہاتھوں میں تھیں شمشیریں
بہت شائستہ خوش اطوار کم عمر و حسین دونوں
کہ تائید دو بازو سے فزوں ہو ہمت عالی۔
ادھر اک نو جوان پایا، ادھر اک نو جوان پایا
تو ہوتی ہے سپاہی کے لیے لڑنے میں دشواری
کہ اک جانب سے لڑکا دوڑ کر میری طرف آیا
شباہت اور حلیہ اور موجودہ پتا پوچھا
کہ اُس کا دوسرا ساتھی مثالِ برق آ پہنچا
ادائے ضبط تھی دست و گریباں بیقراری سے
نظر آئیں مجھے دو سادہ رُو معصوم تصویریں
فرشتوں کی طرح آئے تھے بالائے زمیں دونوں

حضرت عبدالرحمن کی نشان دہی

یہ استفسار بن کر میں نے پوچھا فرط حیرت سے
پتہ اس دشمن دیں کا بتا دیتا ہوں میں تم کو
وہ دیکھو اک ہجوم عام قرشی پہلوانوں کا
بھتیجو، کام کیا ہے تم کو اس بدخواہ ملت سے
کہو تو اُس کی صورت ہی دکھا دیتا ہوں میں تم کو
گر انڈیل بہر موٹے تازے دیداری جوانوں کا

عبدالرحمن بن نوفل بیان کرتے ہیں کہ جب عام جنگ شروع ہوئی تو میں نے اپنے چپ و راست نگاہ دوڑائی۔ دوانصار لڑنے میں دوں پہلوؤں پر کھڑے تھے ان کو
کہ میرا دل کچھ بیٹھ گیا کیونکہ جنگ مغلوبہ میں چپ و راست پر بہت کچھ انحصار ہوتا ہے۔ یعنی وہ شخص زیادہ اچھی طرح جنگ کر سکتا ہے جس کے دونوں بازو مضبوط ہوں
ان پر تائید کرتے جائیں۔ (دیکھو بخاری کتاب المغازی)

وہ جن کے ساتھ تنہا لڑ رہے ہیں حضرت حمزہؓ
 ادھر پہلو کی جانب کس قدر گھسان کا رن ہے
 گھرے ہیں بود جانہ جس جگہ قرشی سواروں میں
 عمرؓ دوڑے ہوئے اُن کی مدد کرنے کو آتے ہیں
 پلے پڑتے ہیں دشمن جس جگہ انصار کے اوپر
 پیاپے گر رہی ہے برقی شمشیر علیؓ دیکھو
 وہ دیکھو چڑھ رہا ہے بھاگ کر مٹی کے تودے پر
 وہی بوجہل ہے جو پے بہ پے بازو ہلاتا ہے
 حفاظت کر رہا ہے، گرد اس کے فوج کا دستہ
 خدا حمزہؓ کا ناصر، دیکھتے ہو جرأت حمزہؓ!!!
 مسلمان کس قدر کم اور کتنی فوج دشمن ہے
 فقط تلوار لے کر لڑ رہے ہیں نیزہ داروں میں
 وہ دیکھو ایک مہلک دار سے اُن کو بچاتے ہیں
 ہوئے ہیں حملہ آور سینکڑوں دوچار کے اوپر
 وہ دیکھو ہٹ چلی اب فوج دشمن ہٹ چلی دیکھو
 وہ کیا ہے کلفی والا، سامنے پہنچے ہوئے مغفر
 یہ اپنے بھاگنے والوں کو پھر واپس بلاتا ہے
 یہ دستہ کب تلک روکے گا عزرائیل کا رستہ

نوجوانوں کی غیرت مندی

یہ سن کر بول اٹھے وہ دونوں لڑکے بیقراری سے
 قسم کھائی ہے ہم دونوں نے اس کو قتل کرنے کی
 نہیں ہے اس سے بڑھ کر دشمن دین میں کوئی
 قسم کھائی ہے مرجائیں گے یا ماریں گے ناری کو
 یہ کہتے کہتے غیرت سے ہوئے منہ لال دونوں کے
 خدا حافظ کہا اور کھینچ لیں دونوں نے شمشیریں
 میں کہتا رہ گیا میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں
 بتادیں اب ہمیں کیا کام ہے بے دین ناری سے!!
 کہ اس سے بڑھ کے ہو سکتی نہیں اب عمر بھرنیکی
 کوئی زیر زمین ہے اور نہ بالائے زمیں کوئی
 سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو
 شہادت کے لہو سے متممے گال دونوں کے
 بڑھے یکبارگی کہتے ہوئے پر جوش تکبیریں
 چلو بحر شہادت کے کنارے ساتھ چلتا ہوں

مگر وہ کس کی سنتے تھے غیور و شیر دل لڑکے
میں اُن کے پیچھے پیچھے دشمنوں کی فوج پر لپکا
جہاں چاروں طرف خنجر تھے تلواریں تھیں بھالے تھے
جہاں اللہ کے بندے جہاں اسلام کے غازی
جہاں ہر سوتنور دشت سے شعلے بھڑکتے تھے
وہیں پہنچے یہ دو جانباز لڑکے 'باوفا لڑکے
گھرے فولاد پوشوں، قاتلوں جنگ آزماؤں میں
ابو جہل سیہ رو پر نگاہیں گاڑ کر دوڑے
قریشی فوج کے دل بادلوں کو پھاڑ کر دوڑے

انصاری نوجوانوں کا حملہ اور ابو جہل کا حشر

رگرا اس طرح کندے جوڑ کر شہباز کا جوڑا
جوانوں کے مقابل پہلوانوں کی طرح اڑتے
ہٹاتے مارتے اور کاٹتے بڑھتے گئے دونوں
ادھر ابو جہل بھی کرنے لگا بچنے کی تدبیریں
کہ اک دم میں صفِ زاغ و زغن کا سلسلہ توڑا
برابر وار کرتے وار سہتے چومکھے لڑتے
بسانِ موج 'اوجِ ریگ پر چڑھتے گئے دونوں
نہ اُس کی دھمکیاں کام آسکیں لیکن نہ تقریریں

بروئے بازوئے تقدیر تدبیریں نہیں چلتیں

جہاں شمشیر چل جاتی ہے تقریریں نہیں چلتیں

ہٹا وہ دیکھ کر ان کو یہ پھر اُس کے قریں پہنچے
نہ بھاگا جا سکا تو ان کو دھمکانے لگا کافر
جہاں ابو جہل پہنچا دونوں لڑکے بھی وہیں پہنچے
سپر کے آسرے پر تیغ چکانے لگا کافر

وہ پختہ کار یہ کسن، یہ پیدل اور وہ گھوڑے پر
مگر عشاق اپنی جان کی پروا نہیں کرتے
ہوئے خائف نہ دھمکی اور نمائش سے نڈر لڑکے
ہوا میں گونج اُنھیں رعد کی مانند تکبیریں
دہن سے آہ نکلی ہاتھ سے تیغ و سپر چھوٹی
تڑپتا لوٹا آدھا زمیں میں دب گیا مرکب
لکھی تھی راکب و مرکب کی قسمت میں نگوں ساری
ابو جہل لعین یعنی رسول اللہ کا دشمن
زمیں دھنستی تھی جس بد بخت کی ادنیٰ سی ٹھوکر پر
وہ ہڈی اور خوں جس پر ہمیشہ ناز رہتا تھا
زباں سے چیختا اور کفر بکتا ہی رہا کافر
وہ جنگ آور رسالہ جس کے بل پر زور تھا سارا
سکتا چھوڑ کر بد بخت کو جس وقت رُخ پھیرا
سپاہی اپنے افسر کو تڑپتا دیکھ کر دوڑے
بچانے کے لیے خاٹی کو دوڑے خاندان والے
ہوئے ایک ایک کے چوگرد گھیرا ڈالنے والے

لگا مرکب کد آنے خشکیاں شیروں کے جوڑے پر
خدا سے ڈرنے والے موت سے ہرگز نہیں ڈرتے
جھپٹ کر جا پڑے یہ شیر لڑکے، بے جگر لڑکے
گریں بد بخت پر دو تیز خون آشام شمشیریں
گرا گھوڑا بھی کھا کر زخم دونوں کی کمر ٹوٹی
کسی نے یہ نہیں دیکھا مگر، مرکب گیا مرکب
زمیں پر لوٹتے تھے اس طرف حیواں ادھر ناری
ازل سے تا ابد سب سے بڑا اللہ کا دشمن
پڑا تھا خون میں لتھڑا ہوا مٹی کی چادر پر
وہی ہڈی شکستہ تھی وہی اب خون بہتا تھا
مددگاروں کو چاروں سمت تکتا ہی رہا کافر
اسی میں گھس کے دو کمزور لڑکوں نے اُسے مارا
تو ہر جانب سے قرشی فوج نے دونوں کو آگھیرا
زباں سے گالیاں بکتے ہوئے سب خیرہ سردوڑے
بڑھے چاروں طرف سے تیغ، خنجر، برچھیاں، بھالے
زمین بدر پر دو چاند تھے اس وقت دوہالے

ایک نوجوان کی شہادت

لگے ہونے پیاپے انتقامی وار دونوں پر
مگر تھے کس قدر جی دار عفران کے پسر دونوں
میں دوڑا، اور بھی مسلم مجاہد اس طرف دوڑے
بیک ساعت مجاہد جا پڑے اُن پہلوانوں پر
ادھر گرز اور خنجر اور بھالے اور شمشیریں
وہ غازی تھے شہادت کے لیے لڑتے رہے دونوں
رُخوں پر مسکراہٹ زخم تھے دونوں کے سینوں پر
بالآخر اک جواں نے پا لیا دامن شہادت کا
زمیں پر قبلہ رُو ہو کر گرا وہ پارسا لڑکا
خوش قسمت کہ نیک آغاز نیک انجام تھا اس کا

برستی میں نے دیکھی کفر کی تلوار دونوں پر
پیاپے وار کرتے ہی رہے کفار پر دونوں
ابوبکرؓ و عمرؓ، حمزہؓ، علیؓ سب سر بکف دوڑے
جنہیں مشقِ ستم سوجھی تھی دو نہی سی جانوں پر
ادھر لب پر تبسم اور دو پر جوش تکبیریں
مثالی شیر روبا ہوں پہ جا پڑتے رہے دونوں
فلک کرنوں کی بارش کر رہا تھا مہ جبینوں پر
فرشتوں نے کیا نظارہ اس یمن و سعادت کا
ہوا قربان دینِ مصطفیٰ پر با وفا لڑکا
خدا کا پاک بندہ تھا معوذہ نام تھا اس کا

دوسرے نوجوان پر ابوجہل کے بیٹے کا وار

نبرد آرا تھا اب تک دوسرا انبوہ باطل سے
اُتر آئے تھے قرشی پہلواں روباہ بازی پر
ہوا اس ضرب سے شانہ نشانہ کٹ گیا بازو
مگر پروا نہ کی بحر شجاعت کے شناور نے

نظر آتا تھا ٹکراتا ہوا اس کوہِ باطل سے
عقب سے عکرمہؓ نے ہاتھ مارا مردِ غازی پر
مثالی شاخِ نخل بار آور چھٹ گیا بازو
کیا مڑ کر تعاقب عکرمہ کا اُس دلاور نے

(سیرت النبی)

ایک نوجوان معوذہ و معاذ عفران کے پسر تھے۔ (سیرت النبی)

ایک نوجوان نے عقب سے آکر معاذ کے بائیں شانے پر تلوار ماری جس سے بازو کٹ گیا لیکن تسمہ باقی لگا رہا۔

نظر آئی جو یہ شانِ بسالتِ عکرمہ بھاگا ۱
 رہائی عکرمہ نے موت کے پنجے سے یوں پائی
 جو بازو کٹ چکا تھا اب وہ رہ رہ کر اٹکتا تھا
 نظر آئی جو یہ دقتِ وفا کے نورِ دیدہ کو
 دبا کر زور سے کھینچا تو ٹوٹا ہاتھ کا رشتہ
 معاذ اب تیغ زن تھا ایک ہی بازو سے میدان میں
 جوانو ! قابلِ تقلید ہے اقدامِ دونوں کا
 وہ غازی تھے، مئے حبِ نبی کا جوش تھا اُن کو
 اُڑا یوں سامنے سے جس طرح گھوڑا ہو بے باگا
 کہ شیرِ زخم خوردہ کو بھی اک دقت تھی پیش آئی
 کہ اک تمہ ابھی باقی تھا شانے سے لگتا تھا ۲
 خمیدہ ہو کے رکھا زیرِ پا دستِ بریدہ کو
 نہ تھا درکارِ وحدت کو دوئی کے ساتھ کا رشتہ
 مگر اس طرح جیسے شیرِ انبوہ غزالاں میں
 جبینِ لوحِ غیرت پر لکھا ہے نامِ دونوں کا
 لبِ کوثر پہنچ کر شوقِ نوشا نوش تھا اُن کو

غازیوں اور شہیدوں کی شان

زمیں پہنے ہوئے تھی آج خونیں رنگ کا جامہ
 یہ پہلی جنگ تھی صاحبِ دلوں اور بدنہادوں میں
 ادھر سینوں میں کینہ تھا، شقاوت تھی، عداوت تھی
 پڑا تھا خاک و خوں میں جس جگہ بوجہلِ بدطینت
 اسی تودے کے اوپر آ پڑی شدتِ لڑائی کی
 نبرد آرا تھے کافر جمع ہو کر متحد ہو کر
 مگر ہمت نہ ہاری پیشہ ایمان کے شیروں نے
 حق و باطل میں برپا تھا عجب خوریز ہنگامہ
 مسلح اور نہتوں میں، سواروں اور پیادوں میں
 ادھر ذوقِ شہادت اور ایمان کی حلاوت تھی
 وہیں کچھ پاک لاشے تھے لباسِ عشق کی زینت
 کہ باطل نے یہاں پر آخری زور آزمائی کی
 ابوجہلِ لعین کا بدلہ لینے پر بضد ہو کر
 شجاعت کی دکھا دی شانِ اسلامی دلیروں نے

۱۔ معاذ نے عکرمہ کا تعاقب کیا۔ وہ بچ کر نکل گیا۔ (سیرت النبی)

۲۔ معاذ اسی حالت میں لڑ رہے تھے لیکن ہاتھ کے لٹکنے سے زحمت ہوئی تھی۔ ہاتھ کو پاؤں کے نیچے دبا کر کھینچا کر تمہ بھی الگ ہو گیا اور اب وہ آزاد تھے۔ (سیرت النبی)

مجاہد جن کو وعدے یاد تھے آیات قرآن کے
جو غیرت مند راہ حق میں تھے مصروفِ جانبازی
غزاق کے لیے حق کے لیے اُن کی شہادت تھی
شہادت کا لہو جن کے رُخوں کا بن گیا غازہ
شہادت آخری منزل ہے انسانی سعادت کی
شہادت پا کے ہستی زندہ جاوید ہوتی ہے
شہید اس دارِ فانی میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں
زمین پر چاند تاروں کی طرح تابندہ رہتے ہیں

اسی رنگت کو ہے ترجیح اس دنیا کی زینت پر

خدا رحمت کرے ان عاشقانِ پاک طینت پر



وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتٌ بَلْ أَمْواتٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ
اور جو لوگ اللہ کے راستے میں لڑتے ہوئے قتل ہو جائیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ اللہ کے پاس زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے۔

کشمکش کی انتہا اور نصرتِ حق کی طلب

پیغمبرؐ اپنے خدا کے حضور

سحر سے کر رہی تھیں مہر کی آنکھیں یہ نظارا
سوارِ صبح ملکِ شام کو چلنے لگا آخر
گھڑتا جا رہا تھا کشمکش سے خاک کا چہرا
قریشی جنگِ جوؤں پر غضب کا رنگ طاری تھا
زبردستی میں پیدا ہو گئی تھی اور بھی تیزی
کیا تھا متحد خوفِ اجل نے زورِ باطل کا
بہت ہی سخت تھا یہ وقتِ اسلامی دلیروں پر
مگر اللہ کے بندوں کا استقلال کیا کہنا
اثر انداز تھا رنگِ شہادت جاں نثاروں پر
ادھر جنگِ آوروں کے حوصلوں پر تنگ تھی وادی
جمال آرا تھا قلبِ مطمئن سے حسن بے تابلی

کہ غازی تھے برابر اہلِ باطل سے نبرد آرا
لڑائی پر شباب آیا تو دن ڈھلنے لگا آخر
مکدر کر دیا تھا گرد نے افلاک کا چہرا
رگوں میں خون ہی شاید برائے جنگ جاری تھا
قریب لاشہ بوجہل برپا تھی یہ خونریزی
زمین و آسمان میں بس گیا تھا شورِ باطل کا
کیا تھا نرغہ بھوکے بھیڑیوں نے مل کے شیروں پر
کہ سینے کر دیئے اک دوسرے پر ڈھال کیا کہنا
گلے بڑھ بڑھ کے رکھ دیتے تھے تلواروں کی دھاروں پر
ادھر سجدے میں تھا زیرِ عریشہ اسلام کا ہادی
وفورِ گریہ معصوم سے آنکھیں تھیں عتابی

۱۔ کیا مہاجر اور کیا انصار سب مسلمان پورے اخلاص کے ساتھ لڑے مگر دشمن کی کثرت کچھ پیش نہ جانے دیتی نتیجہ ایک عرصہ تک مشتبہ رہا (خاتم النبیین صفحہ ۱۵۰)
۲۔ عریشہ یعنی وہی پھوس کا چمچہ جو آپ کی عبادت کے لیے کھڑا کر دیا گیا تھا۔

مسلسل کر رہا تھا ابرِ رحمت گوہر افشانی
گرے تھے جس جہیں کے سامنے لولاک سجدے میں
جہیں سجدے میں تھی دل مضطرب تھا اشک بہتے تھے
اگرچہ فرش پر تھا استغاثہ فخرِ آدم کا
محمدؐ کی زباں یا حئی یا قیومؑ کہہ کہہ کر
رہیں آبیاری ہو رہی تھی کشتِ انسانی
خدا کے روبرو تھی وہ جہیں پاک سجدے میں
ایسے محو دعا تھا جبریل آمین کہتے تھے
مگر اُس نے احاطہ کر لیا تھا عرشِ اعظم کا
پئے امت طلب کرتی تھی نصرت آج رہ رہ کر

پیغمبرِ عرصہ کارزار میں

زبانِ وحی نے آخر سنا دی نصِ قرآنی
نوید نصرتِ حق لے کے نکلے آپ میدان میں
کیا رحمت نے رُخ اعدائے دین اللہ کی جانب
نظر آیا کہ باطل کھیلتا ہے آخری بازی
فلک سہا ہوا تھا کافروں کی چیرہ دستی سے
مسلط تھا اگر اندیشہ باطل فضاؤں پر
مگر جب کملی والا آ گیا اٹھ کر مصلے سے
صدائے نعرۂ تکبیر سے تھرا گئی وادی
علاموں کو جو آقاؐ کا رُخ انور نظر آیا
عریش و عرش میں طے پا گئی تقدیرِ انسانی
قدم بوسی کی جرأت آ گئی خونِ شہیداں میں
بڑھا نورِ مجسم اس ہلاکت گاہ کی جانب
ہوئے جاتے ہیں زخمی ہر طرف اللہ کے غازی
زمین شق ہو رہی تھی غلبہ باطل پرستی سے
تو مجبوری کا اک سکتہ سا طاری تھا ہواؤں پر
خدائی ہو گئی محفوظ شیطانوں کے ہلے سے
کہ اُمت کے ضعیفوں کی مدد کو آ گیا ہادی
قلوبِ مطمئن نے انتہائی حوصلہ پایا

کیا زبانِ پریاتی یا قیوم کے الفاظ جاری تھے (ابن سعد و نسائی)

ایک طوفانی سجدے کے بعد خدا کی بشارت لیے ہوئے اٹھے۔ اس وقت آپ کی زبان پر سَبِّحْهُمُ الْجَمْعُ وَیُؤْتُونَ الدُّبُرَ کے قرآنی الفاظ تھے۔ آپ عریش سے

رسول پاک نے کفار کی جانب نظر ڈالی جلات آفریں چہرے سے کملی اور سرکالی
شعاع طور کے انوار چمکے روزِ روشن میں
رسالت پر رسالت کا جلالی رنگ تھا طاری
باوازِ بلند اس وقت یوں ارشاد فرمایا
مٹی دشمن کی شوکت آج پرچم گر گئے ان کے
جلالت آفریں چہرے سے کملی اور سرکالی
لگادی بجلیوں نے آگ سی باطل کے خرمن میں
اٹھائی ایک مٹھی خاک اور کفار پر ماری ۱
کہ دستِ حق نے باطل کا نشان برباد فرمایا ۲
جلالِ حق سے پٹھیں مر گئیں، منہ پھر گئے ۳ ان کے

معجزے کا ظہور

بدل ڈالی رسالت کی صدا نے جنگ کی صورت
نظر آیا کہ مٹی ایک دستِ نور بنے پھینکی
یہ مشتِ خاک اڑ کر جا پڑی ناپاک چہروں پر
اٹھی وادی میں اک آوازِ اعجازِ پیہر سے
ہوا کا ایک تند و تیز جھونکا دوڑ کر آیا
کیا ان ریت کے ریزوں نے حملہ جنگجوؤں پر
لہو نھنوں سے جاری ہو گیا اور پھٹ گئیں آنکھیں
فلک پر دفعتاً کچھ ابر کے ٹکڑے ہوئے ظاہر
کہ اتری چہرہ افروز ان خون و رنگت کی صورت
خدا کے ہاتھ نے یا بازوئے مامور نے پھینکی ۴
اداسی چھا گئی پر ہول، دہشت ناک چہروں پر
کہ جیسے طشت میں گرتی ہے کوئی چیز اُد پر سے
اڑا کر ساتھ ننھے ننھے ریزے ریت کے لایا ۵
اُلٹ کر جا پڑا دامانِ صحرا زشت روؤں پر
گڑھے مٹی سے جیسے پٹ گئے ہوں پٹ گئیں آنکھیں
نہاں تھا اُن میں شاید نوریوں کا لشکرِ قاہر ۶

۱۔ آپ نے ریت اور کنگری ایک مٹی اٹھا کر کفار کی طرف پھینکی۔ (طبری)

۲۔ آپ نے زبانِ مبارک سے شاہتِ الوجہ کہا یعنی بگڑ گئے چہرے ان لوگوں کے (زرقانی)

۳۔ سَيُفْزَمُ الْجَمْعُ وَيَحْمِلُونَ الدُّهْرَ یعنی لشکرِ کفار ضرور پہا ہوگا اور پیٹھ دکھائے گا (سورہ قمر)

۴۔ وَمَا رَمَيْتْ اِذْ رَمَيْتْ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمٰی (ترجمہ) جب تو نے پھینکا تھا (وہ) تو نے نہیں پھینکا تھا بلکہ اللہ نے پھینکا تھا۔ (انفال)

۵۔ مٹی بھر خاک کا یا اثر ہوا کہ آدمی کا ایک جھونکا آیا۔ کفار کے چہرے آنکھیں ناک ریت اور کنگروں سے بھر گئے۔ (زرقانی)

۶۔ آپ نے فرمایا یہ فرشتوں کی خدائی فوج ہے جو ہماری نصرت کے لیے آئی ہے۔ (خاتم النبیین)

یہ ابر آتے ہی گر جا دشمنوں کی فوج کے اوپر
 جھکا بادل، اٹھی آندھی، بہم مل جل گئے آخر
 برائے اہل ایمان یہ نشان نصرتِ حق تھا
 ادھر حق سرخرو تھا، اُس طرف باطل کا منہ فق تھا
 نہتوں کو سہارا مل گیا دستِ پیبر سے
 زمانہ گونج اٹھا نعرۂ اللہ اکبر سے

جنگِ بدر کا انجام

قریشی فوج کی شکست کا منظر

مجاہد جا پڑے کفار پر گھبرا گئے کافر
 بھری تھی خاک آنکھوں میں بھائی کچھ نہ دیتا تھا
 دلوں پر ہیبتِ حق چھا گئی کفار بھاگ اٹھے
 سراسیمہ 'ہراساں' بدحواس و منتشر بھاگے
 پسردم توڑنے والے پدر کو چھوڑ کر بھاگا
 مصیبت بن گئے اس وقت سب فولاد کے بانے
 دبا تھا اپنے اپنے بوجھ سے ہر ایک بیدم تھا
 بہم اک دوسرے کی ٹھوکروں سے گر گئے اکثر
 ہوئے اس زلزلے میں راکب و مرکب تہ و بالا
 اچانک بدحواسی میں جو یوں اوپر تلے ٹوٹے
 جکڑنے کے لیے سینوں کے اندر گڑ گئیں زرہیں
 ہوا کا رخ بدلتے ہی ہزیمت کھا گئے کافر
 سوا اللہ اکبر کے سنائی کچھ نہ دیتا تھا
 پڑی جب دونوں جانب سے خدا کی مار بھاگ اٹھے
 یہ اُس سے دس قدم آگے وہ اس سے دس قدم آگے
 پدر زخمی پسر کے حال سے منہ موڑ کر بھاگا
 سروں کے خود چہروں کے جھلم ہاتھوں کے دستانے
 نہ ہوتے اسلحہ، پھر بھی گنہ کا بوجھ کیا کم تھا
 نہ بھاگا جاسکا تو غازیوں میں گھر گئے اکثر
 پڑی ہلچل سواروں کو پیادوں نے کچل ڈالا
 کندیں اس طرح اُبھیں کہ اپنے ہی گلے گھونٹے
 پکڑنے کے لیے گرہوں کے اندر پڑ گئیں گرہیں

جہلم خود اور زر ہیں پھینک دیں، ہتھیار بھی چھوڑے
 ہوا جب منتشر جمعیتِ باطل کا شیرازہ
 اتارا جا چکا تھا دستِ حق سے تاجِ باطل کا
 وہی لشکر جو دھاوا کر کے آیا تھا ضعیفوں پر
 وہ بادل چھٹ گیا آخر، وہ لشکر کٹ گیا آخر
 غرور و ناز تھا جس قوتِ ناپاک کے اوپر
 زمیں پر سرنگوں تھے گرز، ڈھالیں، برچھیاں، بھالے
 دکھاتے تھے جو تن کر پہلوانی اور سرداری
 وہ بازو ہاں بہت مشاق تھے جو قتلِ انساں میں
 بہاتی تھیں جو مٹی پر ہمیشہ خون کی دھاریں
 رعونت رہ گئی باقی نہ وہ آنیں نہ وہ شانیں
 دلوں میں گالیاں دیتے ہوئے اپنے خداؤں کو
 غرورِ ناز میں آگے تھے جو فرعون و ہامان سے
 مسلط تھا زبردستوں پہ خوف اب زبردستوں کا
 پڑے ہی رہ گئے سب ساز و سامان اونٹ اور گھوڑے
 کیا شیطان نے اللہ کی قدرت کا اندازہ
 سر میداں تعاقب ہو رہا تھا آج باطل کا
 شرارت کا وہی طوفاں جو چھایا تھا شریفوں پر
 معین وقت آیا زورِ باطل گھٹ گیا آخر
 وہ قوت ہر طرف بکھری پڑی تھی خاک کے اوپر
 کہیں تیر و کماں خم تھے، کہیں تیر و کماں والے
 وہ سب تھے آگے آگے پیچھے پیچھے تھی گرفتاری
 وہ بازو گر گئے تھے اب قلم ہو ہو کے میداں میں
 اسی مٹی پہ دم سادھے پڑی تھیں آج تلواریں
 بچا کر لے چلے میدانِ داروگیر سے جانیں
 برا کہتے ہوئے اپنے بھگوڑے دیوتاؤں کو
 وہ قرشی سورا بھاگے چلے جاتے تھے میداں سے
 خدا والے تعاقب کر رہے تھے خود پرستوں کا

رحم کی تلقین کا اثر

نہ کرنا قتل ناحق کہہ دیا تھا جوشِ رحمت نے
 شکست و بیدلی، شرمندگی خوف اور گرانباری
 کیا اب لڑنے والوں کو اسیر اہلِ مروت نے
 یہ سب مل جل کے آخر بن گئے وجہ گرفتاری

۱۔ بھاگنے والے بوجھل ہونے کی وجہ سے زر ہیں اور سامان پھینکتے جاتے تھے جس کو مسلمان اٹھالیتے تھے۔ (طبری و زرقانی وغیرہ)

نہتے لا رہے تھے باندھ کر شمشیر گیروں کو
مگر ایسے بھی تھے ان میں کہ آئے تھے بجزوری
سنایا جا چکا تھا حکم سرکار رسالت سے
کچھ ایسے ہیں جنہیں لایا گیا مکر اور حیلوں سے
اگر بے دست و پا کر دے خدائے دو جہاں اُن کو
دکھائی اب جو حق نے فوج دشمن کو گونہ ساری
اگرچہ حضرت عباسؑ واقف تھے نتیجے سے
عقیل ابن ابی طالب برادر شیریزداں کے
اسی صورت ابوالعاص ان جفا کاروں میں شامل تھے
ہوئے زندہ اسیر اس جنگ کی پاداش میں آخر
جو سب کچھ پھینک کر بھاگے وہ بچ نکلے اسیری سے
کہ اپنی ہی کمندیں طوق گردن تھیں شریروں کو
عیماں تھی رحمتہ للعالمینؑ پر اُن کی معذوری
کہ ان لوگوں سے وقت جنگ پیش آنا رعایت سے
کچھ ایسے ہیں جو ڈرتے تھے شریروں سے زنیلوں سے
مسلمانوں کو اس دم چاہیے بخشش اماں اُن کو
بجائے جہان لینے کے ہوئی زندہ گرفتاری
مگر مجبور تھے لڑنے چلے آئے بھیجے سے
بحال کفر آئے تھے مقابل اہل ایماں کے
ابھی ایماں نہ لائے تھے خطا کاروں میں شامل تھے
گھرے یہ لوگ دوران شکستِ فاش میں آخر
کہ مہلت مل گئی ان کو خدا کی دیر گیری سے

بدر میں کفار کے مقتولوں پر ایک نظر

ہوئے مقتول ۵۰ ستر حملہ آور جنگ کے اندر
پڑے تھے جا بجا پامال خاک و رنگ کے اندر
آنحضرت نے لڑائی سے پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ کفار کے ساتھ جو لوگ آئے ہیں ان میں ایسے بھی ہیں جو خوشی سے نہیں بلکہ قریش کے جبر سے آئے ہیں۔ ان لوگوں کے
میں آپ نے بتا دیے تھے۔ (سیرت النبی ص ۳۰۱)
حضرت عباسؑ رسول خدا کے چچا، عمر میں آنحضرت سے دو سال بڑے تھے اور ابھی ایمان نہیں لائے تھے مگر ان کو رسول اللہ سے بڑی محبت تھی۔ بدر میں کافروں کے ساتھ
نہیں آئے تھے۔ (ازلہ النفا)
عقل ابن ابی طالب حضرت علی کے بھائی تھے اور ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے۔
ابوالعاص حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بھانجے تھے۔ ان سے آنحضرت کی دختر حضرت زینب بیانی جا بچی تھی۔
یزید النبی رحمت اللعالمین وغیرہ۔

یہی ستر برائے قتل و غارت بڑھ کے نکلے تھے
 انہیں اللہ سے اللہ کے بندوں سے عداوت تھی
 یہ پھونکوں سے بجھانا چاہتے تھے شمعِ عرفاں کو
 یہ سب کے سب مٹانے آئے تھے دینِ منور کو
 یہی سب سے زیادہ تھے رسولِ پاک کے دشمن
 یہ بہکاتے تھے راہِ راست سے ہر ایک انساں کو
 مسلمان ہونے والوں پر ہزاروں ظلم ڈھاتے تھے
 انہی کے جسم ہائے سخت تھے اب نرم تھی مٹی
 غلام اور لونڈیاں صیدِ زبوں تھیں ان کے بچوں میں
 یہی تھے آج اور دستِ اجل کا تند پنچہ تھا
 مظالم میں خیالِ پیش و پس آتا نہ تھا ان کو
 یہی تھے اب کہ جزِ لعنت نہ تھی کوئی نوا ان پر
 یہی تھے امتیازِ نسل و خوں پر ناز تھا ان کو
 پڑے تھے اب یہی مٹی کے اوپر سرنگوں ہو کر
 یہی تھے وہ جولد کر آئے تھے سامانِ کثرت سے
 وہ کثرت آج ایماں کے مقابل غرقِ ذلت تھی

انہی کو موت کی آندھی چڑھی تھی چڑھ کے نکلے تھے
 سروں میں خود سری تھی اور سینوں میں شقاوت تھی
 یہ قوت سے دبانا چاہتے تھے نورِ ایماں کو
 یہی حق سے لڑانے لائے تھے باطل کے لشکر کو
 بنائے فرش و عرش و کرسی و افلاک کے دشمن
 یہ ایذا میں دیا کرتے تھے ہر فردِ مسلمان کو
 برہنہ کر کے جلتی ریت پر اُن کو لٹاتے تھے
 انہی کے لاشہ ہائے سرد تھے، اب گرم تھی بھٹی
 جنہیں اظہارِ ایماں پر یہ کتے تھے شکنجوں میں
 انہی کی گردنیں تھیں اور عبرت کا شکنجہ تھا
 ضعیفوں پر یتیموں پر ترس آتا نہ تھا ان کو
 ہوا دیتی تھی البادیِ ظلم کی ندا ان پر
 خودی اور خود نمائی کے جنوں پر ناز تھا ان کو
 جنوں نتھنوں کے رستے بہ رہا تھا موجِ خوں ہو کر
 بہانے کے لیے ایمان کو طوفانِ کثرت سے
 کہ اس کثرت کی فاتح ایک وحدت کیش ملت تھی

ابو جہل کی نگاہ واپس

یہی ابو جہل ظلم و جور سے ہرگز نہ تھکتا تھا
اٹھا تھا کعبہ توحید کی تخریب کرنے کو
سلح اور تن آور ساتھیوں کو لے کے آیا تھا
کہاں تھے اب وہ ساتھی کون تھا پرسانِ حال اس کا
بتوں کی بندگی کرنے میں گزری تھی حیات اس کی
بوقتِ جاں کنی حسرت کفِ افسوس ملتی تھی
عذابِ جاں کنی میں مبتلا تھا دشمنِ ایماں
پڑے تھے ہر طرف شمشیر و خنجر بر چھیاں بھالے
زمین پر پھیلتا جاتا تھا وقتِ عصر کا سایہ
ابو جہل لعین کو اس جگہ دم توڑتے دیکھا
نظر آیا جو یہ نقشا جہنم کے مسافر کا
لعین نے کھول دیں بے نور پھرائی ہوئی آنکھیں
کہا ابو جہل نے یہ کون ہم کو تنگ کرتا ہے
کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَخْزَاکَ لِحَازِیْ نے

یہی اب منہ کے بل مٹی کے بستر پر سکتا تھا
رسول اللہ کی ، اللہ کی تکذیب کرنے کو
مثالی ابرہہؑ ان ہاتھیوں کو لے کے آیا تھا
پڑا تھا طوق بن کر اس کی گردن میں و بال اس کا
مدد کرنے نہ آئے وقت پر لات و منات اس کی
تمنا چٹتی تھی جان رہ رہ کر نکلتی تھی
سرہانے مسکراتے تھے کھڑے شیطان کے ارماں
جنہیں ایک ایک کر کے چن رہے تھے اب خدا والے
کہ اتنے میں اچانک اک مجاہد اس طرف آیا
ترپتے ، لوٹتے ، منہ پیٹتے سر پھوڑتے دیکھا
پکارا نام لے کر اور پوچھا حال کافر کا
وہ زہر آلود لیکن مردنی چھائی ہوئی آنکھیں
کہ پیرا اتنے بڑے سردار کی گردن پہ دھرتا ہے
کیا خوار و زبوں تجھ کو خدا کی کار سازی نے

سورہ شمسہ اسلام جلد اول۔

سورہ سیرت النبی و خاتم المرسلین وغیرہ۔

ابو جہل نے مسعودی کی آواز دی کہ کیا تو ہی ابو جہل ہے؟ (بخاری)

ابو جہل نے مسعودی کی گردن پر پاؤں رکھا۔ ابو جہل نے کہا او بکری چرا نے والے دیکھ تو کہاں پاؤں رکھتا ہے۔ (سیرت النبی)

خدا سے غفوکا طالب ہو اب بھی جی اگر چاہے
ہبل میرا خدا ہے، لات و عزیزی ہیں خدا میرے
قریشی فوج کا سردار ہوں میں جان لے مجھ کو
بتا ہم کو ملی ہے فتح یا تم بے نواؤں کو؟
تیرے ساتھی کدھر ہیں قتل ہو کر رہ چکے ہوں گے
کہاں ہے وہ تمہارا مایہ صد ناز پیغمبر
سر میدان کیا ہے ہم نے اُس کا بندوبست آخر
مجاہد نے کہا ”او دشمن دیں او ستم آرا“
ملی پاداش حملہ آوری تیغ آزماؤں کو
پرے ہیں پیدلوں کے اب نہ وہ جنگی رسالا ہے
کیا کفار کو اللہ نے خوار و زبوں آخر
فضا میں دیکھ لہراتا ہوا اسلام کا پرچم
وہ کثرت مٹ گئی ایمان قلت دیکھ او کافر
جو آئے تھے کہ چھینیں حق آزادی شریفوں سے
یہ کیا ہے؟ ایک ادنیٰ سا کرشمہ قدرت حق کا
اگر تو آخری ساعت پہ بھی انسان ہو جائے

کہا بوجہل نے خاموش او یثرب کے چرواہے بلا
وہی میرے محافظ ہیں وہی حاجت روا میرے
بڑا بھاری سپہ سالار ہوں پہچان لے مجھ کو!
تمہارے اک خدا کو یا ہمارے سب خداؤں کو
مسلمانوں کے لاشے موج خوں میں بہ چکے ہوں گے
وہ عبداللہ کا بیٹا صاحب اعجاز پیغمبر!
ہمارے دیوتا نے اُس کو دی ہو گی شکست آخر
خود اپنی آنکھ سے کر اپنی بربادی کا نظارا
کہ دی حق نے شکست فاش باطل کے خداؤں کو
خدا کا اور محمد مصطفیٰ کا بول بالا ہے
ہوا اس لعنتی کثرت کا جھنڈا سرنگوں آخر
برائے اہل عالم امن کے پیغام کا پرچم
نگاہ واپس سے اپنی ذلت دیکھ او کافر
ہوئے سب تین تیرہ تین سو تیرہ ضعیفوں سے
گنہ سے توبہ کر، طالب ہو ظالم رحمت حق کا
تو شاید حشر میں مشکل تری آسان ہو جائے

۱۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَخْرَاکَ یعنی حمد ہے اُس خدا کی جس نے تجھ کو ذلیل و خوار کیا۔

۲۔ ابو جہل نے کہا ہَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قُلْتُمْ مَوْتٌ یعنی کیا تم نے مجھ سے بھی کوئی بڑا آدمی قتل کیا ہے۔ پھر کہا لَوْ غَيْرَ اَکْاَرٍ قُلْتُمْ یعنی کاش کہ میں کسی کسان کے ہاتھ سے نہ

مارا جاتا۔ (خاتم النبیین)

یہ سن کر اس لعین نے دھندلی دھندلی اک نظر ڈالی
 بس اپنے پیکرِ حسرت کا منہ تکتے لگا کافر
 شرافت کا نہ پایا کچھ اثر جب اس کینے پر
 کہا بوجہل نے ”اے بکریوں کے پالنے والے
 ذرا گردن بچا کر کاٹنا سرباز سر میرا
 کہ جس کو دیکھنے والے کہیں سردار کا سر ہے
 مجاہد مسکرایا اور اس خود سر کا سر کاٹا
 چلا شاہِ دو عالم کی طرف دشمن کا سر لے کر
 نظر آئی اُسے واوی قریشی فوج سے خالی
 کراہا، چیخ ماری، گالیاں بکنے لگا کافر
 مجاہد نے سنبھالی تیغ بیٹھا چڑھ کے سینے پر
 میں زخمی ہو کہ بیشک پڑ گیا ہوں اب ترے پالے
 رہا ہے عمر بھر دنیا میں سرافراز سر میرا
 بڑے اک گردن افراز و سپہ سالار کا سر ہے
 بڑے اظلم بڑے اجبٹ بڑے اکفر کا سر کاٹا
 برائے نذرِ نخلِ فتح و نصرت کا ثمر لے کر

فتح کے بعد آنحضرت اور غازیوں کی مصروفیات

خدا کے فضل سے حاصل ہوئی یہ فتح فیروزی
 اسیروں کی حفاظت کے لیے سامان فرما کر
 ہوا یہ انتظام اب حسبِ فرمانِ رسول اللہ
 دعا فرما کے ان سب کو گنہ سے پاک فرمایا
 ملی اس جنگ میں جن کو شہادت کی علم داری
 لگی ہونے مجاہد زخمیوں کی مرہم اندوزی
 نماز اپنے شہیدوں کی پیسیر نے پڑھی آ کر
 ہوئی تکمیل تدفینِ فدایانِ رسول اللہ
 شہادت پانے والوں کو سپردِ خاک فرمایا
 تھے ان بخت آوروں میں چھ مہاجر آٹھ انصاری

(دیکھو سیرت النبی)

بوجہل بولا اے بکریوں کے چرواہے فخر کر کہ تو بڑی اونچی جگہ بیٹھا ہے۔ میری وصیت سن کر میرا سر کاٹے تو کندھوں کے قریب سے کاٹیو تاکہ گردن بڑی معلوم ہو اور ہر
 دیکھنے والے کو پتہ چلے کہ یہ کسی بڑے سردار کی گردن ہے۔ (الاسلام حصہ اول)

کھانا پر نماز جنازہ پڑھی گئی اور ان خون آلودہ کپڑوں میں جنہیں وہ پہنے ہوئے تھے دفن کئے گئے (الاسلام حصہ اول)
 جنگ پر معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے صرف یہاں مضمون نے شہادت پائی جن میں ۶ مہاجر اور ۸ انصاری تھے۔ (سیرت النبی)

سر مقتل ہوئی گنتی جو مقتولانِ دشمن کی بہتر سرنگوں لاشیں تھیں سردارانِ دشمن کی
 ہوا۔ ارشاد ان کی پردہ پوشی بھی ضروری ہے کھلے میدان میں لاشے چھوڑ جانا بے شعوری ہے
 صحابہ پر اگرچہ انتہائی ضعف طاری تھا مگر ارشاد پیغمبر انہیں ارشاد باری تھا
 پڑی تھیں جابجا میدانِ گیرودار میں لاشیں اٹھائیں اور سلاخیں اک بکشاہ غار میں لاشیں ۳

مشرکین کی لاشوں سے آنحضرت کا خطاب ۳

ہوئی معمور پھر صبر و سکون سے بدر کی وادی کنار غار استادہ ہوا اسلام کا ہادی
 مخاطب کر کے ہر مقتول کو حضرت نے فرمایا کہ ہم سے حق نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے حق پایا
 کہو اے عتبہ، اے بوجہل، اے شوکت کے متوالو جو تم پر عہد تھا اللہ کا اُس پر نظر ڈالو
 بتاؤ غار والو، آج تو تم کو یقین آیا وعید حق کا ایفا تم نے پایا یا نہیں پایا
 نبی کی قوم تھے تم لوگ لیکن کس قدر بد تھے کہ از آغاز تا انجام شیطان کے موید تھے
 میری تصدیق کی لوگوں نے پر تکذیب کی تم نے خدا کی بہترین تعمیر کی تخریب کی تم نے

۱ تقریباً ۷ آدمی قتل اور اسی قدر گرفتار ہوئے۔ (سیرت النبی)

۲ لڑائیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جہاں کوئی لاش نظر آتی تھی آپ اس کو زمین میں دفن کرا دیتے تھے۔ (روض الانف)

۳ اس موقع پر کشتوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اس لیے ایک ایک کا الگ الگ دفن کرنا مشکل تھا۔ ایک وسیع کنواں تھا (عربی میں لفظ قلیب ہے۔ مصنف) تمام لاشیں آپ نے

اس میں ڈال دیں لیکن امیک لاش پھول کر اس قابل نہ رہی تھی کہ جگہ سے ہٹائی جائے اس لیے وہیں خاک میں دبا دی گئی۔ (سیرت النبی صفحہ ۳۰۵)

۴ واپسی سے قبل اس گڑھے کے قریب تشریف لے گئے جس میں رؤسا قریش دفن کئے گئے تھے اور پھر ان میں سے ایک ایک کا نام لے کر پکارا اور فرمایا یقل و جلعنم ما وعدکم اللہ حقاً لانی و جدت ما وعدنی اللہ حقاً یعنی کیا تم نے اس وعدے کو حق پایا جو خدا نے میرے ذریعے تم سے کیا تھا۔ تحقیق میں نے تو اس وعدے کو حق پایا ہے جو خدا نے مجھ سے کیا تھا۔

نیز فرمایا اهل القلب بنس عشرہ النبی کذبتم لی و صدقنی الناس و اخر جمعونی و آوانی الناس و فالتعنونی و نصرنی الناس (طبری

بحوالہ خاتم النبیین) یعنی اے اہل قلب تم اپنے نبی کے بہت برے رشتہ دار بنے۔ تم نے مجھے جھٹلایا اور دوسروں نے میری تصدیق کی۔ تم نے مجھے میرے وطن سے نکالا اور

دوسروں نے مجھے پناہ دی۔ تم نے میرے ساتھ قتال کیا اور دوسروں نے میری نصرت کی۔

نکالنا تم نے گھر سے مجھ کو اوروں نے اقامت دی
 ہوئے حائل تمہیں راہِ فلاحِ آدمیت میں
 اٹھے تم قتل و غارت کو مگر اوروں نے نصرت دی
 خطاب اس طرح مقتولوں سے جب حضرت نے فرمایا
 کہا! جن کو حضور آواز دیتے ہیں وہ مردہ ہیں
 ہوا ارشاد زندوں سے زیادہ سن رہے ہیں یہ
 مالِ کار پر ہے انتہائی اضطرابِ ان کو
 اٹھے تم قتل و غارت کو مگر اوروں نے نصرت دی
 بتاؤ کیا کہو گے پیشِ حق اپنی بریت میں
 صحابہ کے دلوں میں اک تحیر سا اٹھ آیا
 بھلا اب کس کی سنتے ہیں اجل کے زخم خوردہ ہیں
 برائی کے برے انجام پر سر دھن رہے ہیں یہ
 مگر حاصل نہیں ہے آج مقدورِ جوابِ ان کو

بعد فتح غازیانِ اسلام کی حالتِ قلب

نمازِ عصر کا وقت آ گیا ان کام دھندوں میں
 فضا میں گونج اٹھی پھر صدا اللہ اکبر کی
 ہوا بیتاب ذوقِ بندگی اللہ کے بندوں میں
 ہوئی روحِ حقیقی جلوہ گر دینِ پیہر کی
 خدا کے سامنے سر رکھ دیئے ایمان والوں نے
 اتر آئے فرشتے لے کے رحمتِ آسمانوں سے
 چڑھا ہرگز نہ اس اُمت کو نشہِ کامرانی کا
 کہ بعدِ فتح قائم تھا بشرِ ایمان کے اوپر
 مقاصد تھے بلند ان کے ارادے ان کے عالی تھے
 پئے حبِ نبی مقصود تھی نفیِ وجود ان کو
 نہ ان کے ساتھ خیمے تھے نہ ان کے ساتھ گھوڑے تھے
 نمازِ عصر کا وقت آ گیا ان کام دھندوں میں
 فضا میں گونج اٹھی پھر صدا اللہ اکبر کی
 وضو کر کے صفیں میداں میں باندھیں شان والوں نے
 سنے نعماتِ شکر ان فتح مندوں کی زبانوں سے
 تعجب خیز تھا یہ ربط و ضبطِ انسانِ فانی کا
 یہ پہلی فتح تھی انسان کی شیطان کے اوپر
 بشریہ بھی تھے لیکن قلبِ ان کے شر سے خالی تھے
 نہ تھی راہِ خدا میں خواہشِ نام و نمود ان کو
 سب آئے تھے تو کمزور اور نہتے اور تھوڑے تھے

بے عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ اب مردے ہیں وہ کیا نہیں کے (خاتم النبیین)
 رست نے فرمایا میری یہ بات وہ تم سے بھی بہتر سن رہے ہیں۔

نہ ان کی پشت پر تھی کوئی بھی امدادِ انسانی
میسر کچھ نہ تھا سامان و ساز و برگ سے ان کو
ہنکا لائی تھی آزادی ہلاکت کی طرف ان کو
اُمد آئی تھی جب تیغوں کی موج تند و تیز ان پر
انہیں اس وقت بھی اللہ پر ایمانِ کامل تھا
وہی وعدہ جسے اصلِ اصولِ زندگی کہتے
مجاہد کے لیے دنیا و دیں کی سرفرازی ہے
یہی ذوقِ یقین باعث تھا اُن کی استقامت کا
یہی وہ تھے میسر تھی جنہیں اب فتح و نصرت بھی
جو انمردی سے حملہ آوروں پر فتح پائی تھی
بڑی جرأت سے حاصل کر چکے تھے ہمتوں والے
خیام اور بارگاہیں اونٹ، گھوڑے، ڈھول، نقارے
سبھی کچھ آج حاصل ہو گیا تھا سرفروشوں کو
مگر اس فتح پر ہرگز نہ تھا عجب اور ناز ان کو
نہ اتراتے تھے جرأت پر نہ اپنے زورِ بازو پر
زمین و آسمان جن و ملائک سخت حیراں تھے

نہ کھانے کے لیے روٹی نہ پینے کے لیے پانی
اسی حالت میں ٹکرانا تھا سیلِ مرگ سے ان کو
کہ سینے تان کر ہونا تھا تیروں کا ہدف ان کو
بہر سو اپنے ہاتھوں بند تھی راہِ گریز ان پر
رسول اللہ کے وعدے پر اطمینانِ کامل تھا
حیاتِ نوعِ انسان کے لیے پابندی کہتے
کہ مرنے سے شہید اور زندہ رہ جانے سے غازی ہے
قدومِ استقامت ہی پہ سر خم ہے کرامت کا
مہیا تھے سلاحِ جنگ بھی مالِ غنیمت بھی
سر میداں دیا تھا امتحاںِ جرأت دکھائی تھی
کمانیں، تیز زہیں، گرز، ڈھالیں، برچھیاں، بھالے
رسد کی خرچیاں، بالکل نئے کپڑوں کے پشتارے
یہ روزِ فتح کا تحفہ ملا تھا دلق پوشوں کو
کہ نازِ قربِ حق نے کر دیا تھا بے نیاز ان کو
خوشی تولی ہوئی تھی شکرِ خالق کے ترازو پر
کہ یہ اللہ کے بندے نئی فطرت کے انساں تھے

۱. وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ سَبِيلَ اللَّهِ آمَاتٌ ۚ بَلْ أَمْثَلُ ۚ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ

۲. الاستقامت فوق الکرامت

انہیں اب بھی نہ خنجر پر نہ بھالے پر بھروسا تھا
 سمجھتے تھے کہ یہ اللہ کا احسان ہے سارا
 یہی اک جذبہ صادق تھا باعث ان کی شادی کا
 خدا کے پاک بندے تھے خودی کا دم نہ بھرتے تھے
 خدا پر اور اپنے کملی والے پر بھروسا تھا
 دکھایا جس نے قدرت اور صداقت کا یہ نظارا
 کہ دیکھا معجزہ تعیل ارشادات ہادی کا
 محمدؐ اور محمدؐ کے خدا کا شکر کرتے تھے

بدر سے غازیانِ اسلام کی واپسی

ادھر باطل گریزاں تھا، ادھر حق شاد و فرحاں تھا
 سوارِ صبح دوڑا جا رہا تھا شام کی جانب
 مگر اس وقت بھی مشغول تھے اللہ کے غازی
 نمازِ عصر پڑھ کر ہو گئی چلنے کی تیاری
 ثناء کرتی ہوئی اللہ کے اکرام و احسان کی
 پیٹیم نم شہیدانِ محبت سے جدا ہو کر
 نہ اتراتے ہوئے آئے، نہ اتراتے ہوئے لوٹے
 نہ غرہ تھا اسیروں پر، نہ سامانِ غنیمت پر
 تھا دل اس شکر سے معمور ان عالی مقاموں کا
 یہ دن ارشادِ قرآن کے مطابق یومِ فرقاں تھا
 کہ ہر آغاز کا اقدام ہے انجام کی جانب
 سفر درپیش تھا اس قافلے کو بعدِ سرِ بازی
 مدینے کو بڑھی موجِ نویدِ نصرتِ باری
 سوارِ بدر سے لوٹی جماعت اہلِ ایمان کی
 چلے بندے خدا کے ہرکابِ مصطفیٰؐ ہو کر
 سپاس و شکر کا اظہار فرماتے ہوئے لوٹے
 یہ نازاں تھے فقط اسلام ہی کی قدر و قیمت پر
 کہ حق نے امتحان فرما لیا اپنے غلاموں کا

ادھر کھویرت النبی صلوٰۃ ۳۳۲

بعض کا قول ہے کہ اسی روز اور بعض کہتے ہیں کہ تین دن پہلے قیام فرما کر آنحضرت مدینے کی طرف لوٹے مگر کثرتِ اس طرف ہے کہ آپ نے مدینے کے بعد یہاں
 ان میل پر منزل کی۔

واپسی کی پہلی منزل

بالآخر کاروانِ روز پہنچا شب کی منزل پر
 کیا تھا کام دن بھر تھک گیا تھا آفتاب آخر
 رسول اللہ کے روئے منور پر نظر ڈالی
 جھکایا نیرِ اعظم نے سر تعظیم کی خاطر
 مصرِ پاک سفر پر لشکرِ محبوبِ داور کو
 جبینِ شام پر سرخیِ ندامت کی جو لہرائی
 ہوا ارشاد ہاں اب وقت ہے آرام لینے کا
 کیا فرمانِ ہادیؑ پر قیام ان سربلندوں نے
 مہیا جو ہوا ، نعمت سمجھ کر شکر سے کھایا
 فلک سے چاند تارے نور کی بارش لگے کرنے
 لگا دی آسماں نے کشتیِ خورشید ساحل پر
 نہ لایا غازیوں کے جوشِ بیداری کی تاب آخر
 تبسم دیکھ کر آرام کرنے کی رضا پالی
 شرف اس کو ملا تھا احمد بے میم کی خاطر
 شفق نے لے لیا آغوش میں خورشیدِ خاور کو
 رسولِ پاک نے بھی اب قیامِ شب کی ٹھہرائی
 خدا کی بخششِ خواب و سکون سے کام لینے کا
 ادا کی مل کے مغرب کی نماز اللہ کے بندوں نے
 عشاء کے بعد حزب اللہ نے آرام فرمایا
 لگی موجِ ہوا ان کی ہوا خواہی کا دم بھرنے

ملا یک کی جماعت آج پہرے دار تھی ان کی
 یہ محوِ خواب تھے قسمت مگر بیدار تھی ان کی



۱۔ بدر سے ہٹ کر تین میل مقامِ اہل ہے متعدد روایات کی رو سے آپ نے واپسی پر وہاں تین دن رات قیام فرمایا تھا۔

باب دوم

جنگِ بدر اور جنگِ اُحد کا درمیانی وقفہ

مکہ اور مدینہ کے حالات

منافقین اور یہود کی شرارتیں

مجاہد بدر کی جانب چلے تھے جب مدینہ سے
 نہ جاؤ جنگ کو اس بے سرو سامان حالت سے
 نہیں کوئی حریف اہل عرب میں ان کی طاقت کا
 یہ تم دو تین سو افراد بے ہتھیار ناکارے
 محمد لے چلے ہیں بے وقوف، تم کو پھسلا کر
 قریشی پہلواں تم کو کبھی جیتا نہ چھوڑیں گے
 بنائیں اس طرح کی سینکڑوں باتیں رذالوں نے

منافق اور یہود ان کو یہی کہتے تھے کینے سے
 نہ ٹکراؤ عبث شمشیر قرشی کی اصالت سے
 مقابل اُن سے ہونا کام ہے پوری حماقت کا
 فنونِ جنگ سے عاری فلاکت آشنا سارے
 نہ دیکھو گے کبھی منہ بال بچوں کا یہاں آ کر
 تمہارے ایک اک سردار کا سر خوب توڑیں گے
 مناسب کچھ، مگر چپ سادھ لی اللہ والوں نے

مدینہ میں مسلمانوں کی حالت

پڑھے آخر یہ اسلامی مجاہد بدر کی جانب
 رسول اللہ کو معلوم تھی ان کی دغا بازی

تو مائل تھے مسلمانوں کے دشمن غدر کی جانب
 کیا تھا آپ نے یوں سدِ باب فتنہ اندازی

کہ چند اصحاب چھوڑے تھے مدینے کی حفاظت کو
یہ غیبت میں ستائیں گے غریبوں اور ضعیفوں کو
بہت بیمار تھیں اُس دم رسول اللہ کی دختر
یہاں بیمار کی تیمارداری بھی ضروری تھی
محبت نے اداۓ فرض کا رشتہ نہ توڑا تھا
مجاہد مدینہ میں آسودہ تھے تیغوں کی چھاؤں میں
مدینے کے مسلمان کاٹتے تھے دن دعاؤں میں

منافقین اور یہود مدینہ کی طنز آمیز افواہیں

منافق اور یہود ان فکر مندوں کو سناتے تھے
کہا کرتے تھے قرشی فوج سب کو مار ڈالے گی
پیغمبرؐ نے کیا برباد اتنے خاندانوں کو
نہتے لڑ سکیں گے کس طرح کمزور بیچارے
یہود اور بت پرست ایسی ہی باتیں کہتے رہتے تھے
قریشی فوج کے غلبے کی افواہیں سناتے تھے
زمین بدر منہ کھولے گی بیچاروں کو کھالے گی
بچا لاتے ہیں دیکھیں کس طرح اُن چند جانوں کو
ہمیں افسوس ہے بے فائدہ مارے گئے سارے
مسلمان ضبط و خاموشی سے سنتے اور سہتے تھے

حضرت رقیہؓ کی وفات کا دن ۲

خبر کوئی نہ آئی تھی بڑھا فکر و ملال آخر ہوا اک دن رقیہؓ کا انتقال آخر

مدینے سے نکلے ہوئے آپ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کو امام نماز بنا کر چھوڑا تھا پھر راستے میں مقام روحا سے جو مدینہ سے ۳۶ میل کے فاصلے پر ہے یہاں اور
منافقین کے فتنے کے خیال سے حضرت ابولبابہ بن منذرؓ کو مدینہ کا امیر بنا کر واپس بھیج دیا تاکہ مدینے میں امن قائم رکھیں۔ مدینہ کی بالادستی آبادی یعنی قراء کے لیے آپ نے
ماسم بن عدیؓ کو الگ امیر مقرر کر دیا تھا۔ (ابن ہشام ابن اشیر)

جب آنحضرتؐ کے خروج مدینہ سے پہلے آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ چھک چھک میں مبتلا ہو چکی تھیں۔ حالت بہت نازک تھی اس لیے تیمارداری کے لیے آپ نے ان کے
شہر جناب عثمانؓ ابن عفانؓ کو اپنے میں چھوڑ دیا تھا۔ (ماہنامہ البریلین)

یہ ریکھو تاریخ انھیں

دعا کرتی ہوئی حق سے رسول اللہ کی بیٹی
جناب حضرت عثمانؓ بہت افسردہ خاطر تھے
پچھڑ کر رہ گئے تھے جس کی خاطر فوجِ ملت سے
سب تھے اس عقیقہ نے بہت دکھ دین کی خاطر
نبی کے جلد واپس لوٹ آنے کی تمنا تھی
یہود اور بت پرست اس وقت بھی ان کو ستاتے تھے
پدر کی واپسی سے پیشتر تربت میں جا لیٹی
حیا مانع تھی رونے سے مگر آرزوہ خاطر تھے
جدائی ہو گئی تھی آج اسی پاکیزہ سیرت سے
مدینے کے مسلمان جمع تھے تدفین کی خاطر
یہ حسرت باوجود ضبط چہروں سے ہویدا تھی
کہ دل سوزی کے پردے میں وہی باتیں بناتے تھے

فتح کی خوشخبری

یہ عالم تھا کہ دیکھا اک شتر اسوار آتا ہے
مسلمانوں کے بچے بچیاں ہیں جمع گرد اس کے
قریب آ کر نظر آیا جناب زیدؓ کا چہرا
وہی زید ابن حارث خادمِ خاصِ رسول اللہؐ
ہمیشہ مستعد رہتے تھے جو خدمت گزاری میں
یہاں تعمیل احکاماتِ ہادیؐ کرنے آئے تھے
صدا دیتے تھے لوگو شکر خالق کا بجا لاؤ
خدائے پاک نے دی ظلم کی پاداش دشمن کو
سپہ سالار بھی مارا گیا سردار بھی اُن کے
ابو جہل و ابوکرش و امیہ اور زمعہ بھی
کھڑا ہو ہو کے رستے میں کوئی مرثدہ سناتا ہے
”خدا کا فضل“ اور ”فتح ہمیں“ لب پر ہیں درد اُس کے
وہ چہرہ جس پہ تھا لطفِ خدائے پاک کا سہرا
غلامِ زر خریدِ حسن و اخلاصِ رسول اللہؐ
نبی کا ناقہِ قصویٰ تھا آج اُن کی سواری میں
نویذِ فتح و نصرت کی منادی کرنے آئے تھے
قریشی فوج کے حملے سے تم ہرگز نہ گھبراؤ
ہوئی ہے بدر کے اندر شکستِ فاش دشمن کو
نہ قائم رہ سکے پیدل بھی اور اسوار بھی اُن کے
ولید و عاص بھی بولبختری بھی اور مدبہ بھی

تھیں وہ دفن ہو رہی تھیں اور مسلمان قبر پر مٹی براہِ کرز ہے تھے کہ فتح مدینہ کی خبر آئی (خاتم المصلین)

وہ سب کے سب جو تھے ہر کارِ نیک انجام کے دشمن
 وہ سب کے سب جو لشکر لے کے آئے تھے مدینے پر
 ربیعہ کے پسر مارے گئے اک آن کے اندر
 بہت سے آدمی پکڑے گئے ہیں فوجِ شیطان کے
 اَلَا یَا معشر الانصار یہ دن ہے مسرت کا
 کوئی دن اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا سعادت کا
 دکھا کر سرفروشی جیت کر ایمان کی بازی
 خدا رکھے سلامت ہے ہمارا کملی والا بھی
 رسول اللہ کے اللہ کے اسلام کے دشمن
 خدا نے موت کو ترجیح دی ہے اُن کے جینے پر
 ہوئے مقتول سارے کینہ و میدان کے اندر
 غنیمت میں ذخیرے حق نے بخشے ساز و سامان کے
 عنایت ہے نبیؐ کی اور احساں ربؐ عزت کا
 کہ چودہ خوش نصیبوں کو ملا رتبہ شہادت کا
 مدینے کی طرف واپس ہوئے ہیں تین سو غازی
 اُسی کے دم سے ہے یہ نصرتِ باری تعالیٰ بھی

نوید اے طالبانِ دید حق مطلوب آتا ہے!

مدینے کی طرف اللہ کا محبوب آتا ہے!

فتح کی خبر پر منافقین و یہود کی رائے زنی

مسلمانوں کے خفتہ بخت اس آواز سے اُجاگے
 مگر جو غیر مسلم تھے لگے اب اور بھی ہنسنے
 کوئی بولا ”پیامِ زید کیا اچھی کہانی ہے
 کوئی بولا ”ارے یہ صاف بہکانے کی باتیں ہیں
 مسلمانوں کی بازی بدر کے میدان میں پٹ سمجھو
 جنابِ زیدؑ یہ مژدہ سنا کر بڑھ گئے آگے
 سنی جب زیدؑ کی آواز آوازے لگے کسنے
 حقیقت کچھ نہیں لیکن زباں میں کیا روانی ہے“
 صریحاً ایک فوجی چال ہے، دھوکا ہے، گھاتیں ہیں“
 بیاں جو کچھ کیا ہے زیدؑ نے اس کا اُلٹ سمجھو

۲ بدر سے واپسی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کو مدینہ کی طرف روانہ فرمایا کہ وہ آگے آگے جا کر اہل مدینہ کو فتح کی خوشخبری پہنچادیں۔
 (خاتم النصیحین)

قریش ان کو عدم کا راستہ دکھلا چکے ہوں گے
یہی حشر ان کے صاحب کا ہمیں معلوم ہوتا ہے
یہ ناقہ جس کا ہے اچھی طرح پہچانتے ہیں ہم
کوئی پوچھے، سلامت ہے اگر اس قوم کا آقا
غرض یہ ہے مدینے میں کہیں بلوانہ ہو جائے
کوئی بولا، ”نہیں ہم اس کو جھوٹا کہہ نہیں سکتے
کہ اس پر ہول نظارے سے ہے خوف و ہراس اس کو
رفیقوں کی تباہی کا نگاہوں میں ہے نظارا

مسلمان سب کے سب میدان میں کام آچکے ہوں گے
کم از کم اس کہانی سے یہی مفہوم ہوتا ہے
بھگالایا ہے اس کو زید سب کچھ جانتے ہیں ہم
اکیلا لے کے آ سکتا تھا کیونکر زید یہ ناقہ؟
مسلمانوں کی باقی ماندہ جمعیت نہ کھو جائے
یہ کہنے سے بھی لیکن باز ہرگز رہ نہیں سکتے
کیا ہے رنج و غم نے آج محبوط الحواس اس کو
نہیں خود بھی سمجھتا، منہ سے کیا کہتا ہے بیچارا

حضرت اسامہؓ ابن زیدؓ کا جوش

ادھر تو ان خبیثوں کی زبانوں پر تھیں یہ باتیں
صداقت کیش تھے اپنے خدا پر تھا یقین ان کو
جناب زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ تھے ابھی کم سن
یہ طنز آمیز فقرے سن کے شان فوج ملت میں
کہا میں جانتا ہوں صدق ہے جو آپ کہتے ہیں
کہا جان پدر! مسلم کبھی بزدل نہیں ہوتا
سلا راہ شہادت کو مجاہد چھوڑ سکتا ہے
اسی یہ لوگ دیکھیں گے کہ میری بات سچی ہے

ادھر ایمان والوں کے لبوں پر تھیں مناجاتیں
بشارات محمد مصطفیٰؐ پر تھا یقین ان کو
انہیں اشرار کی باتوں پہ غصہ آ گیا اس دن
اٹھے، اٹھ کر گئے اپنے پدر کے پاس خلوت میں
مگر اشرار یثرب اس طرح اے باپ کہتے ہیں
اگر کچھ ایسی ویسی بات ہوتی میں وہیں ہوتا
حواس و ہوش کھو کر موت سے منہ موڑ سکتا ہے
رسول اللہؐ سچے ہیں، خدا کی ذات سچی ہے

اسامہؓ مطمئن ہو کر بڑھے اشرا کی جانب
 پکارے اے یہود اے بت پرستو کچھ تو شرماؤ
 ابھی دو چار ساعت میں رسول اللہؐ آتے ہیں
 نظر آئیں گے دن کے وقت زیرِ آسمان تارے
 یہ سن کر فتنہ پرور منہ اُسامہؓ کا لگے تکتے
 کہ اتنے میں صدا آنے لگی اللہ اکبر کی
 اُٹھے جب اس طرح نعرے خوشی کے اور تکبیریں
 یہ نادم ہو کے دیکے کوئی تازہ چال کرنے کو

جہاں پر زور تھا اُن کا اُسی بازار کی جانب
 تمہارا جھوٹ ظاہر ہو چکا ہے اب تو باز آؤ
 مزا اس فتنہ انگیزی کا تم سب کو چکھاتے ہیں
 تو جھک جائیں گی یہ بے نور آنکھیں شرم کے مارے
 لگے تھے بدزباں اب اور بھی کچھ ناروا بکنے
 سواری آگئی تھی ارضِ روا تک پیہر کی
 دل اشرا پر چلنے لگیں حسرت کی شمشیریں
 اُسامہؓ بڑھ گئے حضرت کا استقبال کرنے کو

رسول اللہ اور غازیانِ اسلام کی مراجعت

نویدِ سرخوشی دے دی زمیں نے آسمانوں کو
 ہوا جلوہ فگن طیبہ میں جب اسلام کا ہادیؐ
 صحابہ ہم عنان تھے صف بصف محبوبِ داور کے
 عیاں تھا سب کے چہروں سے نشانِ فتحِ فیروزی
 زمیں سے جب صدائے نعرہ ہائے مرجا گونجی
 مبارکباد کی آنے لگیں پر جوشِ آوازیں
 قریبِ شہر پا کر لشکرِ مردانِ عالم کو
 اُٹ آیا ہجومِ اہلِ ایمانِ نوید کی خابِ

فرشتے لے اڑے اللہ اکبر کی اذانوں کو
 منور ہو گئی شمس الضحیٰ کے نور سے وادی
 شعاعیں گرد تھیں چاروں طرف خورشیدِ خاور کے
 سناتے تھے غنائمِ داستانِ فتحِ فیروزی
 فلک سے بھی ندائے نعمۃِ صلِّ علیٰ گونجی
 مے حبِ رسول اللہ سے مدہوشِ آوازیں
 مسلمان ہر طرف سے بڑھ رہے تھے خیر مقدم کو
 ہوئی جاں بخش جو اُمید اُسی اُمید کی خاطر

پیبر اس طرح داخل ہوا اپنے مدینے میں
 محبت کی ہوائیں وجد میں آئیں شجر جھوے
 فروکش ہو گئے مسجد میں آ کر حضرت والا
 بشری شان وحدت کے جو یہ جلوے نظر آئے
 مہاجر اور انصار آ کے بیٹھے سب حضوری میں
 دم رفتہ پلٹ کر جس طرح آتا ہے سینے میں
 جھکی محراب مسجد، فرش نے بچھ کر قدم چوے
 صحابہ نے بنایا چاند کے چاروں طرف ہالا
 ستارے بھی مبارکباد دینے کو اتر آئے
 رہا کوئی نہ بعد و قرب خاکی اور نوری میں

عم نبی حضرت عباسؓ بطور اسیر جنگ

عشا پڑھ کر تھکے ماندوں کو وقت آرام کا آیا
 پئے آرام لینا کملی والا اک چٹائی پر
 شہنشاہوں کا شہنشاہ لیکن کس قدر سادہ
 وہ لیٹا دو گھڑی سونے کو لیکن نیند کیا آتی
 تھے مسجد کے قرین عم نبی عباسؓ اک گھر میں
 اگرچہ جنگ میں عباسؓ آئے تھے بجزوری
 اگرچہ دین و ملت پر بہت احسان تھے ان کے
 مگر کفار کے حملے میں شرکت تھی خطا کاری
 بچا تھے اور کی تھی دین کی خدمت گزاری بھی
 مگر تھے جس طرح سب دشمن اسلام قیدی تھے
 اس لیے وہ مہدم عباسؓ درو و کرب کے مارے
 اٹھا دن کا عمل شب نے کیا آفاق پر سایا
 خدا کے فضل سے جس کو تصرف تھا خدائی پر
 وہی تھا اس کا بستر اور وہی تھا اس کا سجادہ
 کہ تھی رہ رہ کے مسجد میں دبی سی اک صدا آتی
 بندھی تھیں ان کی مشکلیں اور شاید درد تھا سر میں
 رسول اللہ کو معلوم تھی ان کی یہ معذوری
 بحال کفر یہ احسان عالی شان تھے ان کے
 ہوئی تھی جنگ کے میدان میں ان کی گرفتاری
 مگر انصاف کو مشکل تھی ان کی پاسداری بھی
 کہ یہ بھی دوسروں کے ساتھ ہی اک عام قیدی تھے
 بندھے تھے دست و پا کروٹ نہ لے سکتے تھے بچارے

رسول اللہ کو بھی درد تھا ان کی اذیت سے
 ادھر وہ ہلکے ہلکے زیرِ لب اک آہ کرتے تھے
 صحابہ سو رہے تھے صحنِ مسجد میں تھکے ہارے
 نبی نے کروٹیں بدلیں جو یوں بے تاب ہو ہو کر
 گزارش کی سب کیا ہے حضور اس بیقراری کا
 کہا بے تابِ بیتابی عباسؓ ہے مجھ کو
 وہ قید و بند کی تکلیف سے جب تلملتا ہے
 گزارش کی غلاموں نے اگر سرکار فرمائیں
 کہا جب دوسرے انساں بھی ہیں اس قید کے اندر
 جھکایا سر یہ منشاءِ نبیؐ پا کر صحابہؓ نے
 اسیروں نے جو قیدِ سخت سے یوں مخلصی پائی

کہ یہ خدمت کیا کرتے تھے پورے صدقِ نیت سے
 ادھر بے چین ہو کر آپ ٹھنڈی سانس بھرتے تھے
 ردائے ماہ میں لپٹے ہوئے ہوں جس طرح تارے
 صحابہ جاگ اٹھے خواب سے بے خواب ہو ہو کر
 مزاج اچھا تو ہے نامِ خدا محبوبِ باری کا
 حقوقِ خدمتِ دیرینہ کا احساس ہے مجھ کو
 تو اُس کی خدمتِ حق کا زمانہ یاد آتا ہے
 ابھی عمِ نبیؐ کے بند ڈھیلے کر دیئے جائیں
 کروں گا میں نہ ہرگز فرق عمر و زید کے اندر
 کمندیں نرم کیں ہر ایک کی جا کر صحابہؓ نے
 تو چشمِ درد مندِ درد منداں میں بھی نیند آئی

مکے میں شکست کی خبر

یہاں کا حال دیکھا اب وہاں کا رنگ بھی دیکھیں
 نہ تھا باطل کے دل میں وہم تک اپنی خرابی کا
 بہت غرہ تھا سازِ جنگ پر جنگی لیاقت پر
 ذرا چل کر شکستِ بانیانِ جنگ بھی دیکھیں
 ہمہ تن شہر مکہ منتظر تھا فتحِ یابی کا
 یقین رکھتے تھے اپنی فوج کی تعداد و طاقت پر

۱۔ غزوہ بدر میں کافروں کی طرف تھے۔ اور مثل اور کافروں کے یہ بھی قید ہو کر آئے تھے۔ بندش سخت تھی جس سے یہ کراہتے تھے اور ان کے کراہنے سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بے چینی ہوتی تھی۔ (ازلہ الخفاء)

۲۔ دیکھو زرقانی حالات عباسؓ بن عبدالمطلب

بہت عاجز سمجھتے تھے محمدؐ کے غلاموں کو
 انہیں پورا یقین تھا فوج فاتح بن کے آئے گی
 نوید فتح مندی کا تھا ایسا اعتبار ان کو
 جما کر خون کے منظر خیالوں اور نگاہوں میں
 حجر میں ایک دن صفوان و اہل مکہ بھی اکثر
 نظر آیا کہ بھاگم بھاگ اک انسان آتا ہے
 نہیں تھی ستر کی سدھ بدھ نہ پیچھا تھا نہ آگا تھا
 سماتا تھا نہ اُس کے پیٹ میں دم ہول کے مارے
 یہ اک مرد خزاہی تھا اسے لوگوں نے پہچانا
 کہا اے مرد سودائی یہ کیسی دُھن سمائی ہے
 وہ بولا واقعی مارے گئے، مارے گئے سارے
 یہ اب بھی کچھ نہ سمجھے اور پوچھا تو نے کیا دیکھا
 یہ سمجھے فتح ہو جانے سے پہلے بھاگ آیا ہے
 کہا مارے گئے جو لوگ اُن کا نام تو لینا!
 لا پانی تو اس بھاگے ہوئے کے دم میں دم آیا
 کشتوں کے پستے لگ گئے اک آن کے اندر

وطن سے کر چکے تھے بے وطن عالی مقاموں کو
 مسلمانوں کے سر، مالِ غنیمت ساتھ لائے گی
 کہ گھر میں بیٹھ رہنے پر نہ آتا تھا قرار ان کو
 نکل کر بیٹھ جاتے تھے بسا اوقات راہوں میں
 اسی امید پر بیٹھے ہوئے تھے شہر سے باہر
 سراسیمہ، ہراساں اور بے سامان آتا ہے
 مسلمانوں سے لڑ کر بدر کے میدان سے بھاگا تھا
 زباں پر اُس کے تھا ”مارے گئے مارے گئے سارے!!!“
 کسی نے راستے میں اس کو لوٹا ہے یہ گردانا
 کہ یوں ”مارے گئے مارے گئے“ کی رٹ لگائی ہے
 یہ بولے کون؟ وہ بولا سبھی سردار بے چارے
 وہ بولا کچھ نہیں ”بس بھاگ آنے میں مزا دیکھا!“
 بڑا بزدل ہے دل میں موت کا خطرہ سمایا ہے
 وہ بولا، میں بتاتا ہوں مجھے پانی ذرا دینا
 توانائی جو پائی پھر اُسی صورت سے چلایا
 بڑے سردار سب مارے گئے میدان کے اندر

یہ محمدؐ مشرکین میں سے جیسا ان خزاہی سب سے پہلے کے پہچان لوگوں نے پوچھا لڑائی کا کیا انجام ہوا۔ وہ نہایت پریشانی کے ساتھ گھبرا گھبرا کر کہنے لگا سب
 (خاتم المرسلین)

یہ سمجھے ذکر کرتا ہے مسلمانوں کے لشکر کا
 کہا اچھا ہوا مارے گئے ، تم ہوش میں آؤ
 وہ بولا کیا کہا اچھا ہوا ، مرنا بزرگوں کا
 بہت روئے گی قرشی قوم اُن عالی نژادوں کو
 سپہ سالار عتبہ ، بوالحکم ، بوکرش اور شیبہ
 سبھی مارے گئے اسود کے اور حجاج کے بیٹے
 صفایا ہو گیا اس قوم کے ہر ایک افسر کا
 جو مارے جا چکے تھے ہم کو سب کے نام بتلاؤ
 تمہیں تو آج ماتم چاہیے کرنا بزرگوں کا
 جو لے جاتے تھے میدان میں سواروں اور پیادوں کو
 ولید و عاص ، امیہ بن خلف ، بوختری ، زمعہ
 ہبل کے نام پر قرباں ہوئے تقدیر کے بیٹے

صفوان بن امیہ کا شک و شبہ

۱۔ ہنسایہ بن کے صفوان اور بولا طرفہ مضمون ہے
 زباں پر نام ہے کم بخت کی اُن پختہ کاروں کا
 بھلا اس سے مری نسبت تو پوچھو کیا بتاتا ہے
 کہا اچھا بتا ، صفوان کو کس حال میں دیکھا
 وہ بولا خوب ، گویا تم مجھے مجنون سمجھے ہو
 یہ کیا بیٹھا ہوا ہے سامنے صفوان بیچارا
 یہ سن کر بکے بکے رہ گئے شیطان کے بندے
 یہ اپنے ہوش میں ہرگز نہیں پاگل ہے مجنوں ہے
 جو تنہا جنگ میں منہ پھیر دیتے ہیں ہزاروں کا
 مجھے پہچانتا ہے یا سنانی ہی سناتا ہے
 وہ بھاگ آیا کہ اُس کو موت ہی کے جال میں دیکھا
 مرے سچے بیاں کو اور ہی مضمون سمجھے ہو
 مسلمانوں نے جس کے بھائی کو اور باپ کو مارا
 ہزیمت پر یقین لاپتے نہ تھے سامان کے بندے

۱۔ مقتولین کے شمار میں ایسے ایسے معززین قریش کے نام لیے گئے تو صفوان بن امیہ نے کہا اس کی عقل ٹھکانے نہیں ہے۔ بھلا میری نسبت تو پوچھو دیکھو کیا کہتا ہے۔ لوگوں نے صفوان کے متعلق پوچھا۔ اُس نے اشارہ کر کے کہا وہ کیا سامنے صفوان بیٹھا ہے۔ (خاتم المرسلین از شرر)

شکست خوردہ مشرکین کی عام واپسی

مگر کچھ دیر میں بھاگے ہوئے کچھ اور بھی آئے
 زبردستوں کے لاشے چھوڑ آئے زبردستوں میں
 غرض اب یہ بھی آ اور وہ بھی آ جو بدر سے بھاگے
 وہ زرہیں اور بکتر اور ملبوسات فولادی
 وہ ڈھالیں اور تلواریں ، وہ تیر و نیزہ و خنجر
 وہ خیمے اونٹ ، گھوڑے اور سامانِ رسد ان کا
 یہ سب دے کر بمشکل اپنی جانیں لے کے آئے تھے

اسی حالت میں آئے اور ایسی ہی خبر لائے
 ہوا کہرام برپا ہر طرف باطل پرستوں میں
 یہاں ہر پھر کے آ پہنچے کوئی پیچھے کوئی آگے
 وہ شمشیر افگنی وہ جوش وہ فن اور وہ اُستادی
 کہ نکلے تھے بھروسا کر کے جس سامان کے اوپر
 وہ چیزیں اہل ظاہر کو تھا ہر دم آسرا جن کا
 بسانِ زخمِ فریادی زبانیں لے کے آئے تھے

مکے میں کہرام

غرض اب شہر مکہ میں ہزیمت کی خبر پہنچی
 ابھی تیاریاں تھیں فاتحوں کے خیر مقدم کی
 گھروں سے مرد، عورت بوڑھے بچے سب نکل آئے
 اکٹھے ہو گئے اک چوک میں سب چیخنے والے
 ہزیمت خوردگاں نے اُن کو سارا حال بتلایا

مصیبت کو بہ کو خانہ بخانہ ، در بدر پہنچی
 ابھی آنے لگی ہر سو صدا فریاد و ماتم کی
 عوام و خاص پکے اور کچے سب نکل آئے
 پڑی پٹس ، اُٹھے فریاد و آہ و زاریاں ، نالے
 مگر یہ کیا ہوا ، اُن کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا

شکست کی روداد اور ابولہب کی مایوسی

پکارا بولہب لوگو ذرا خاموش ہو جاؤ
 تم آؤ اے ابوسفیاں ہمیں یہ بات سمجھاؤ
 نہ اُن کے پاس تلواریں نہ اُن کے پاس گھوڑے ہیں
 مجھے معلوم ہے تعداد میں وہ لوگ تھوڑے ہیں

نہ اُن لوگوں کا امدادی ہے دنیا میں کہیں کوئی
ہمیں جھک کر سلا میں کرتے رہتے تھے سر راہ ہے
وہ کھیتی باڑی کرنا جانتے ہیں جنگ کیا جانیں
انہیں تو رات کے کھانے کو روٹی تک نہیں ملتی
کہاں سے مل گئی آخر کمک میرے بھتیجے کو
بتا وہ کون سی بجلی گری تیغ آزماؤں پر
فلک بھی کانپ جاتا تھا ہمارے سوراؤں سے
مجھے بتلاؤ تم میدان میں کس بات سے ہارے
وہ سب مارے گئے پکڑے گئے یہ کیا ہوا آخر

سوائے حمزہؑ فنِ جنگ سے واقف نہیں کوئی
وہ حرب و ضرب کیا جانیں بھلا بیڑب کے چرواہے
وہ بچیں بکریوں کا دودھ خوں کا رنگ کیا جانیں
ٹھہرنے کے لیے تنبو تنبوئی تک نہیں ملتی
کہ ایسا لشکرِ جرار پہنچا اس نتیجے کو
کہ اُس کا اک خدا غالب ہوا اتنے خداؤں پر
عرب کی خاک تھراتی تھی تلواریں کی چھاؤں سے
قریشی فوج میں جنگ آزمودہ تھے جواں سارے
طلسمی کارخانہ تو نہ تھا میدان تھا آخر

ما تم کرنے والوں کو ابوسفیان کی فہمائش

ابوسفیاں کہ بعدِ بولہب سردار تھا سب کا
وہ اب ناچار اٹھا اور بولا اے بڑے بھائی!
تمہارے اس بھتیجے نے کچھ ایسا کر دیا جادو
ہوئی کایا پلٹ جیسے پلٹ جاتی ہیں تقدیریں

بڑے لوگوں کے مرنے سے سپہ سالار تھا سب کا
ہمیں کیا ہو گیا تھا یہ سمجھ اب تک نہیں آئی
زمین پر پڑھ دیا افسوس، ہوا میں بھر دیا جادو
نہتوں کے مقابل کچھ بھی کام آئیں نہ شمشیریں

۱۔ بیک رو سازا دے اب بھی قریش میں کافی موجود تھے اور وہ لوگ بھی تھے جو ریاست کی صف دوم میں شمار کئے جاسکتے تھے مگر وہ بڑے سردار جو اسلام کے خلاف معاندانہ کارروائیوں کی روح رواں تھے سب خاک میں مل گئے تھے..... ابوسفیان رہ گیا تھا بدر کے بعد اس کے سرقریش کی سرداری کا تاج رکھا گیا۔ (ابن ہشام طبری، بحوالہ خاتم النبیین) عتبا اور ابو جہل کی موت نے قریش کی ریاست عامہ کا تاج ابوسفیان کے سر پر رکھا جس سے دولت اموی کا آغاز ہوا لیکن قریش کے اصلی زور و طاقت کا معیار گھٹ گیا۔ (سیرت النبی)

۲۔ نقل کفر نہ باشد۔ یہ مشرکین عرب کی عام ذہنیت کا نقشہ ہے۔ (مصنف)

مسلماناں کچھ نہ تھے لیکن وہ سب کچھ ہو گئے اس دم
مگر بے فائدہ اس وقت کا یہ رونا دھونا ہے
اگر ہم آج روئے، اس سے دو نقصان پہنچیں گے
ہنسیں گے مضحکہ ہم پر اڑائیں گے وہ چرواہے
ہنسی اُن کی زیادہ تلخ ہوگی اس ہزیمت سے
قریشی بھائیو لازم ہے ماتم ملتوی کر دو
منادی شہر میں کر دو نہ مردوں پر کوئی روئے
یہ خونیں آتش غم اپنے سینوں میں سلگنے دو
یہ آگ اک دن جلائے گی مسلمانوں کے خرمن کو
کیا موقوف اپنا عیش و عشرت یک قلم میں نے
قسم ہے لات و عزلی کی میں بدلے کے چھوڑ دوں گا

تھے اُن کے ہاتھ وقت جنگ بھڑوں کی طرح سے ہم
ہمیں پھر جنگ کرنے کے لیے تیار ہونا ہے
ہمیں بے بس سمجھ کر وہ یہاں بھی آن پہنچیں گے
مبادا اور کچھ اس سے زیادہ اُن کا جی چاہے
عرب میں قوم گر جائے گی اپنی قدر و قیمت سے
عزاداری علی الاعلان یک دم ملتوی کر دو
کرے تیاریاں ہر کوئی غفلت میں نہ دن کھوئے
دھواں باہر نہ اُٹھنے پائے اندر آگ لگنے دو
بھسم کر دے گی اُس نوخیز و نوزائیدہ گلشن کو
کہ کھائی آج سے غسل جنابت کی قسم میں نے
مسلمانوں کا اور اُن کے خدا کا زور توڑوں گا

ہند جگر خوار کا غم و غصہ

یہ سن کر چھا گیا اس ہا وہو پر ایک سنا
ابوسفیاں کی بیوی ہند اٹھی اور یوں بولی
میرے باپ اور چچا اور بھائی کو حمزہؑ نے مارا ہے
بڑے سردار تھے جن کو اجل کے گھاٹ اتارا ہے
ہوا معلوم باطل کو کہ رونے میں بھی ہے گھانا
کہ خیر اب تو ہمارے ساتھ جو ہونی تھی وہ ہولی

یہ سنا کر چھا گیا اس ہا وہو پر ایک سنا
ابوسفیاں کی بیوی ہند اٹھی اور یوں بولی
میرے باپ اور چچا اور بھائی کو حمزہؑ نے مارا ہے
بڑے سردار تھے جن کو اجل کے گھاٹ اتارا ہے
ہوا معلوم باطل کو کہ رونے میں بھی ہے گھانا
کہ خیر اب تو ہمارے ساتھ جو ہونی تھی وہ ہولی

یہ سنا کر چھا گیا اس ہا وہو پر ایک سنا
ابوسفیاں کی بیوی ہند اٹھی اور یوں بولی
میرے باپ اور چچا اور بھائی کو حمزہؑ نے مارا ہے
بڑے سردار تھے جن کو اجل کے گھاٹ اتارا ہے
ہوا معلوم باطل کو کہ رونے میں بھی ہے گھانا
کہ خیر اب تو ہمارے ساتھ جو ہونی تھی وہ ہولی

پیوں گی میں بھی اب اُس کا لہو اور گوشت کھاؤں گی
 نہیں لے کر گئے تم عورتوں کو جنگ کے اندر
 بوقت جنگ گانے والیاں بھی تم نے لوٹا دیں
 اگر وہ ساتھ رہتیں بھاگنے سے روکتیں تم کو
 چلو اب عورتیں بھی ساتھ ہی میدان میں جائیں گی
 کیا ہے ترک اپنا بننا ٹھنڈا آج سے میں نے
 کروں گی جنگ کے سامان کی ہر وقت تیاری
 مسلمانوں کے حق میں ڈائیں بن جائیں گی ہم بھی

کلیجہ اور گردے اپنے دانتوں سے چباؤں گی
 اسی باعث نہ ٹھہرے وقت نام ونگ کے اندر
 تھرکنے دف بجانے والیاں بھی تم نے لوٹا دیں
 تمہاری پیٹھ پھرتی دیکھتیں تو ٹوکتیں تم کو
 بوقت جنگ اپنے شوہروں کا دل بڑھائیں گی
 قسم ہر بات کی کھالی ہے قومی لاج سے میں نے
 چلیں گی ساتھ میرے جنگ کے دن عورتیں ساری
 عزیزوں دوستوں کا بدلہ لے کر آئیں گی ہم بھی

مکے میں انتقامی جنگ کی تیاریاں

یہ تقریریں ہوئیں اور ہو گیا برخاست ہنگامہ
 بھڑک اٹھی دلوں میں اور بھی اب آگ کینے کی
 اگرچہ آپ خود چل کر گئے تھے قتل و غارت کو
 مگر جب منہ کی کھائی بدر میں باطل پرستوں نے
 تو اب لازم یہ تھا آنکھیں کھلیں کچھ ہوش آجائے
 سمجھ جائیں کہ اب کچھ اور ہے منشا مشیت کا
 مگر یہ خود سر و خود ہیں خدا کو مانتے کب تھے!
 خیال اُن کا یہ تھا ہم جس کو چاہیں قتل کر ڈالیں

بڑھا پھر سوئے گمراہی براہ راست ہنگامہ
 نہیں سو جھی سوائے جنگ کوئی راہ جینے کی
 مدینے کی طرف لوگوں کی تذلیل و حقارت کو
 زبردستوں کے اوپر فتح پائی زبردستوں نے
 جہالت میں تو آیا عقل میں بھی جوش آجائے
 خدا کو خاتمہ منظور ہے اس بربریت کا
 سوا اپنے بتوں کے اور کو گردانتے کب تھے!
 کسی کا خون پی جائیں کسی کو نوچ کر کھالیں

انہیں لازم ہے جن پر جا کے ہم تیغیں علم کر دیں
کسی کو حق نہیں حاصل کہ ہم کو ظلم پر ٹو کے
ہماری قوم ہے نوع بشر سے افضل و بہتر
خودی اور خود پرستی بس یہ تھامت سے حال ان کا
عرب کے لوگ جب مکے میں حج کرنے کو آتے تھے
طفیل کعبہ ہوتا تھا زمانے میں ادب ان کا
تحکم اور تعدی کو یہ اپنا حق سمجھتے تھے
رسول اللہ سے تھی بس یہی وجہ عناد ان کو
ڈراتے تھے رسول پاکؐ انہیں قہر الہی سے
مگر حق دشمنی ہے ایک خاصہ فطرت بد کا

ہمارے سامنے آ کر سر تسلیم خم کر دیں
کرے اپنی حفاظت یا ہمارے وار کو روکے
ہمیں ہیں سب سے اعلیٰ اور دنیا کمتر و کہتر
کئی نسلوں سے پختہ ہو چکا تھا یہ خیال ان کا
تو ان کے واسطے نذریں نیازیں ساتھ لاتے تھے
جو کہہ دیتے تھے یہ بس مانتے تھے حکم سب ان کا
کوئی روکے تو اُس کو برسرِ ناحق سمجھتے تھے
کہ ملتی تھی نہ اس بیداد کی حضرتؐ سے داد ان کو
بدی سے باز آئیں تاکہ بچ جائیں تباہی سے
تو ہر بدکار پھر دشمن نہ کیوں ہوتا محمدؐ کا

انتقام کی تدبیریں

منا ہی ہو چکی تھی اب علی الاعلان رونے کی
پاسِ شرم گو اب اہل مکہ رو نہ سکتے تھے

اجازت ہی نہیں دیتی تھی قومی آن رونے کی
لگی تھی آگ دل میں چین سے بھی سونہ سکتے تھے

فیثرت کی وجہ سے منادی کرادی کہ کوئی شخص رونے نہ پائے۔ اس لڑائی میں اسود کے تین لڑکے مارے گئے تھے۔ اس کا دل اٹا تھا لیکن قومی غیرت کے خیال سے رونہ سکنا تھا۔ اتفاق یہ کہ ایک دن کسی طرف سے رونے کی آواز آئی۔ سمجھا قریش نے رونے کی اجازت دیدی ہے۔ غلام سے کہا دیکھنا کون روتا ہے کیا رونے کی اجازت ہوگئی۔ سرے سینے میں آگ لگ رہی ہے جی کھول کر روتوں تو تسکین ہو جائے۔ غلام نے آکر کہا۔ ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے اس کے لیے رو رہی ہے۔ اسود کی زبان سے جانتا رہے شعر لکے۔

اونٹ کے گم ہونے پر روتی ہے۔ اس کو

نیزنوں آتی اونٹ پر مت رو بد پر

آنسو بہا جہاں قسمت نے کی کی تجھ

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

اب کسی ان بظلم لکھا بمعبر

و بمنعہا من النوم السہود

ولا تبکی علی بکرو لکن

سنورنا کھانا پینا ہو گیا یکسر حرام اُن کا کہ ہر دم ورد تھا الانتقام الانتقام اُن کا
قریش اب جنگ کی ہر طرح تیاری لگے کرنے یہ خون آشام پھر اقدام خونخواری لگے کرنے
تجارت کے منافع سے خریدے اسلحہ سب نے کئے حاصل نئے ملبوس راکب اور مرکب نے
قبائل کی طرف بھیجے گئے مناد مکے سے کہ پھر اٹھنے کو تھا طوفان استبداد مکے سے

ابولہب کی مرگِ مایوسی

تھا ان میں بولہب اللہ کا سب سے بڑا دشمن رسول اللہ کا پکا مخالف اور کڑا دشمن
ہوا صدمہ کچھ ایسا بدر کی روداد سے اس کو ندامت آئی اپنی حسرتِ برباد سے اس کو
ہمیشہ جس بھتیجے کو دیا کرتا تھا ایذائیں غلام اس کے بروزِ جنگ یوں فتح و ظفر پائیں!
سنا لوگوں کے منہ سے جب یہ حال اپنے بھتیجے کا نہ دیکھا جا سکا اُس سے جلال اپنے بھتیجے کا
مسلمانوں کے بچ رہنے کا تھارنج و الم اس کو جہنم میں اٹھا کر لے گیا آخر یہ غم اس کو
کسی طاعون نے مارا نہ قاتل روگ نے مارا اسے شیطان کی مرگِ دائمی کے سوگ نے مارا

بعد جنگِ بدر مدینے کی صورتِ حالات

قیدیانِ جنگ کا مسئلہ

ادھر مکے میں تھی درکار خون و رنگ کی صورت ادھر پیش نظر تھی قیدیانِ جنگ کی صورت

کوروتا ہے تو عقل پرورد اور حارث

پر جو شیریں کا شیر تھا۔

(سیرت النبی)

علی بدر شقاوت الجلود

فیکسی ان بکیت علی عقیل

ویکسی حارثا اسود الاسود

۱۔ ابولہب بن عبدالمطلب ایسا دل شکستہ ہوا کہ چند روز بعد طاعون میں مبتلا ہو کر مر گیا (ابن ہشام)

برائے انعقاد مشورت فرماں ہوا جاری
رسالت نے پڑھایا تھا سبق توحید کا جب سے
زمانے کو سبق آموز تھا ایمان ان سب کا
سرو سینہ کو وقف تیغ و خنجر کر کے آئے تھے
مگر اس فتح پر کوئی نہ شورش تھی نہ ہنگامہ
نہ اپنے زور بازو کی کہیں تعریف ہوتی تھی
حریفوں کی مذمت بھی نہ تھی ان کی زبانوں پر
نتیجہ ہو چکا تھا آئینہ آئین بدعت کا
اُسے آنکھوں سے دیکھا تھا جو فرمایا تھا ہادی نے
لڑے تھے ملک کی خاطر نہ اپنے نام کی خاطر
مؤدب ہو کے آ بیٹھے مہاجر اور انصاری
یہ بندے اپنے اللہ کے سوا بے خوف تھے سب سے
کہ سر خم تھا، زباں شا کر تھی، دل تھا مطمئن سب کا
روہ حق میں یہ پہلا معرکہ سر کر کے آئے تھے
نہ کوئی ناچ گانا تھا، نہ باجے تھے نہ دمامہ
نہ اندازِ شجاعت کی کوئی توصیف ہوتی تھی
نہ کمزوروں پہ کوئی طنز تھی نہ پہلوانوں پر
حریفوں کی شکست ان کے لیے تھی درس عبرت کا
دکھایا تھا یہ دن اسلام پر خوش اعتقادی نے
فقط اسلام کی خاطر، فقط اسلام کی خاطر

پیغمبر اسلام مشورہ طلب فرماتے ہیں

تھے قلب ان کے سراسر حرص ملک و مال سے خالی
ہوا ارشاد اے حق دوستو اللہ کے بندو
یہ سب اشراف مکہ سر بلند و زور آور ہیں
ہوئے جو بدر میں مقتول وہ سب ان سے بڑھ کر تھے
برے تھے یا بھلے اعمال ان کے صاف ظاہر تھے
انہیں نچا دکھایا ان کے اپنے جویر ناحق نے
رسول اللہ نے ان پر محبت کی نظر ڈالی
اسیروں کے لیے کیا رائے رکھتے ہو خرد مندو؟
قریش ان کا لقب ہے بحرِ جرأت کے شناور ہیں
وہ اپنی قوم میں شاید بہت لوگوں سے بہتر تھے
خدا کے حق میں بد تھے اور نبی کے حق میں قاہر تھے
تمہارے قبضہ قدرت میں ان کو دے دیا حق نے

مطہر نے مدینہ میں آکر صحابہ سے مشورہ کیا کیا سیر ان جنگ کے معاملے میں کیا کیا جائے۔ (سیرت النبی)

تمہاری رائے پر ہے فدیہ لے کر چھوڑ دینا بھی مناسب ہو تو رشتہ جان و تن کا توڑ دینا بھی
 کیا ہے حق نے آخر سرنگوں باطل پرستوں کو زبردستوں پہ غالب کر دیا ہے زبردستوں کو
 تمہاری رائے پر موقوف ہے اب فیصلہ ان کا سمجھ سے کام لو نازک بہت ہے مسئلہ ان کا
 غرض اُمت کو اپنی رائے کا مختار فرما کر ہوا خاموش پیغمبرؐ یہ استفسار فرما کر

صدیق اکبرؓ کی رائے

اٹھے صدیق اکبرؓ، عرض کی اے ہادیِ دوراں میرے ماں باپ اللہ اور رسول اللہؐ پر قرباں
 حضور ان قیدیانِ جنگ پر احسان فرمائیں کہ شاید بعض ان میں سے کبھی ایمان لے آئیں۔
 بجا ہے واقعی یہ لوگ جابر اور قاہر ہیں ستم کرنے میں ہیں مشاق، جلادی میں ماہر ہیں
 بجا ہے قلب ان کے سخت ہیں کینہ ہے سینوں میں یہ قوم اب تک نہیں ہے ظلم کے انجامِ بینوں میں
 مگر شاید کبھی اللہ کی جانب سے ہدایت ہو انہیں بھی نورِ ایمان درگہِ حق سے عنایت ہو
 یہ لوگ آخر نبیؐ کی قوم ہیں شاید سنبھل جائیں خدا دل پھیر دے شیطان کے پنجے سے نکل جائیں
 رہا فدیہ، سو یہ دستورِ کارِ انتظامی ہے غلام، ان قیدیوں کے چھوڑ دینے ہی کا حامی ہے

حضرت عمرؓ فاروق کی رائے

یہ باتیں سن رہے تھے غور سے اہلِ صفا بیٹھے گزارش کر کے اپنا مشورہ صدیقؓ آ بیٹھے
 عمر فاروق اٹھے عرض کی اے سرورِ عالم نہیں ہے آپ سے بڑھ کر کوئی اسرار کا محرم
 یہ قیدی ہیں خدا کے اور رسول اللہؐ کے دشمن بہت کج رو، بہت کج فہم، سیدھی راہ کے دشمن

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کی سب اپنے ہی عزیز و اقارب ہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیئے جائیں۔ (سیرت النبی) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کی کہ میری رائے میں تو ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ آخر یہ لوگ اپنے بھائی بند ہیں۔ کیا تعجب ہے کہ کل انہی میں سے فدائیانِ اسلام پیدا ہو جائیں۔ (خاتم النبیین)

یہ مکے میں ضعیفوں پر ہزاروں ظلم ڈھاتے تھے یہی وہ ہیں یتیموں سے نوالے چھیننے والے یہی وہ ہیں نبی کی جان لینے پر تھے آمادہ شکنجوں میں کسا کرتے تھے ایماں لانے والوں کو یہ بہرائل دیں پھیلا چکے تھے موت کے پھندے مسلمانوں کو بے گھر کر کے بھی ان کو نہ صبر آیا نبیؐ پر حال آئینہ ہیں باطن اور ظاہر کے اگر چھوڑا گیا ان کو یہ پھر لڑنے کو آئیں گے ہمیشہ ان سے پہنچیں گی مسلمانوں کو ایذائیں اگر چھوڑا گیا، یہ مضحکہ ہم پر اڑائیں گے گئے وہ دن کہ رشتہ دار تھے یہ لوگ ہم سب کے مناسب ہے کہ مسلم دین پر ہر چیز کو وارے ہماری رشتہ داری دین داری سے ہے وابستہ ہے ان کا قتل ہی واجب کہ یہ ملت فسادی ہے

ہمیشہ زیر دستوں کو زبردستی دکھاتے تھے سر زمزم فقیروں کے پیالے چھیننے والے فقط اس جرم پر کیوں ہے وہ اک اللہ کا دلدادہ عدم کی رہ دکھاتے تھے ہدایت پانے والوں کو وطن سے بے وطن ہیں ان کے ہاتھوں سینکڑوں بندے کہ اب لشکر مدینے پر بعزم قہر و جبر آیا یہی تو سرغنے ہیں کافروں کی فوج قاہر کے پرانے مدعی ہر دم نئے فتنے اٹھائیں گے مناسب ہے کہ عالی جاہ سب کو قتل فرمائیں! کبھی ایماں نہ لائیں گے، کبھی ایماں نہ لائیں گے ہم ان سے اور یہ ہم سے بے تعلق ہو چکے کب کے کہ ہر شخص اپنے رشتہ دار کو خود ہاتھ سے مارے میری دانست میں اس وقت سیدھا ہے یہی رستہ یہ اک رائے ہے آگے جس طرح ایمائے ہادی ہے

رحمتہ للعالمین کی اُمت کا فیصلہ

یہ دونوں مختلف رائیں سنیں سرکار عالیؐ نے تو دیکھا اپنی اُمت کی طرف اُمت کے والیؐ نے

رحمت عمر نے کہا کہ دین کے معاملے میں رشتہ داری کا کوئی پاس نہ ہونا چاہیے۔ اور یہ لوگ اپنے افعال سے قتل کے مستحق ہو چکے ہیں۔ بس میری رائے میں ان سب کو قتل کر دیا جائے بلکہ علم دیا جائے کہ مسلمان خود اپنے ہاتھ سے اپنے اپنے رشتہ دار کو قتل کریں۔ (خاتم النبیین)

نظر آیا کہ سب خاموش ہیں سر در گریباں ہیں
یہ مشکل مسئلہ حل ہو نہیں سکتا آسانی
نبوت کو مگر مد نظر تعلیم ملت تھی
خمش سے اٹھا حجرے میں داخل ہو گیا ہادی
اجازت پائی جب اس امر کی ہادی سے امت نے
میان بحث تھیں صدیق اور فاروق کی رائیں
اگرچہ مختلف تھیں رائیں دونوں حق پسندوں کی
ہر اک یہ چاہتا تھا دین ہی کا بول بالا ہو
طریقے مختلف مقصد تھا لیکن ایک دونوں کا
یہ رائیں ایک ہی تصویر کے دو رنگ تھے گویا
اگر اس سمت شانِ رحم کی دریا نوالی تھی
ہوئی لیکن اسی نقطے پہ ملت متحد ساری
مشیت تھی یہی ' یہ فیصلہ بالکل یقینی تھا

تدبر کر رہے ہیں فکر میں غلطان و پیچاں ہیں
ادھر ہے امن خطرے میں، ادھر ہے جانِ انسانی
کہ غور و خوض کی عادات پر تنظیم ملت تھی
کہ باہم گفتگو کر لے یہ جمعیت آزادی
کیا اب رائے کا اظہار آزادی سے امت نے
کہ ہر پہلو سے قطعی اور جامع تھیں یہی رائیں
مگر نیت تھی واحد مالک واحد کے بندوں کی
مٹے باطل کی ظلمت دہر میں حق کا اُجالا ہو
ارادہ بہر ملت تھا سراسر نیک دونوں کا
یہ رائیں ایک ہی نغمے کے دو آہنگ تھے گویا
تو اس جانب وقارِ عدل کی محکم خیالی تھی
سر اجماع امت رحم کا پلہ رہا بھاری
کہ اس امت میں رنگِ رحمتہ للعالمین تھا

ارشادِ پیغمبرؐ در بارہٴ اسیرانِ جنگ

رسول اللہ تھوڑی دیر میں تشریف لے آئے
کہا، بوکرؓ اس امت میں ابراہیمؑ ہیں گویا
صحابہ ایک ہی رائے کے اوپر متحد پائے
کہ اعمال ان کے عفوِ عام کی تعلیم ہیں گویا

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم نے آگ میں ڈالا تو آپ نے صرف یہ فرمایا مَن تَبِعَنِي فَاِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَلَا تَكُ غَفُورًا رَحِيمًا یعنی جس نے میری پیروی کی وہ مجھی میں سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی پس تو آمرزگار اور رحم کرنے والا ہے۔

گنہگاروں کی آمرزش کا طاری ہے خیال ان پر
مثال نوح ہیں گویا عمر فاروق اُمت میں
یہ ہیں کفار کے حق میں مثال موسیٰ ۱۲ عمراں
مگر جب کر چکے ہو فیصلہ تم اے جواں مردو
مگر ایسے بھی ہیں ان میں جو فدیہ دے نہیں سکتے
وہ سب انصار بچوں کو نوشت و خواند سکھلائیں
جو مفلس بھی ہیں ناخواندہ ۱۳ بھی ہیں اُن کو رہا کر دو
اسیروں کو ہمیشہ عزت و اکرام سے رکھنا
نہیں کرتا پسند اللہ سختی کرنے والوں کو
کیا ہے فیصلہ جو کچھ اُسے ملحوظ بھی رکھنا

ہے صادق ملت بیضا میں عیسیٰ کی مثال ۱۴ ان پر
اشد آء علی الکفار محکم ہے طبیعت میں
کہ رکھتے ہیں طبیعت میں جلال موسیٰ ۱۵ عمراں
تو اچھا قیدیوں کو سر بہا لے کر رہا کر دو ۱۶
رعایت تم نے دے دی ہے مگر وہ لے نہیں سکتے
نوشت و خواند سکھلا کر سوئے مکہ چلے جائیں
علم احسانِ اسلامی کا دنیا میں بپا کر دو
کوئی صدمہ نہ پہنچانا بہت آرام سے رکھنا
کہ جنت کی بشارت ہے خدا سے ڈرنے والوں کو
انہیں آرام بھی دینا ، انہیں محفوظ بھی رکھنا

۱۲ حضرت عیسیٰ نے اپنی امت کے لیے دعا فرمائی تھی۔ اِنْ تُعَذِّبْنَهُمْ عَذَابَكَ وَاَنْ تَغْفِرَ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ یعنی ان لوگوں پر عذاب کرے گا تو یہ تیرے
جسے ہی تو ہیں اور اگر ان کو معاف کر دے گا تو ہر آئینہ تو بڑا حکیم ہے۔

۱۳ حضرت نوح نے اپنے وقت کے نافرمانوں کے لیے فرمایا رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ ذَيَّارًا یعنی اے خدا دے زمین پر کافروں میں کسی کو آباد نہ رہنے
۱۴

۱۵ حضرت موسیٰ نے فرمایا رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى اَمْوَالِهِمْ وَاَشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰی يَرَوْا الْعَذَابَ الْاَلِيمَ یعنی اے پروردگار ان کے مالوں کو مٹا ڈال جو
ان کی سرکشی کا باعث ہے اور ان کے دلوں میں سختی ڈال کیونکہ جب تک یہ عذاب نہ دیکھیں گے ایمان نہ لائیں گے۔

خدا سے رحیم کے رحم دل نبی نے نادان لے کر چھوڑ دیئے کا فیصلہ کر دیا۔ (رحمۃ للعالمین)

۱۶ مے لکھے اسیروں کا نادان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مقرر فرمایا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت نے اسی طرح لکھنا
سکھایا۔ (رحمۃ للعالمین)

۱۷ امام احمد میں جو بالکل نادار تھے اور فدیہ ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے وہ حضور سرور کائنات کے ارشاد کے مطابق بطور احسان پونہی رہا کر دیئے گئے۔ (ابن ہشام و
۱۸

غرض اس فیصلے پر مشورت برخواست فرما دی اسیروں کے لیے بخشش براہ راست فرما دی
مسلمانوں نے کر لی باہمی تقسیم اسیروں کی کہ ہو لطف اور نرمی سے حفاظت سخت گیسروں کی
أحد والوں نے رکھا قول ہر دم یاد ہادی کا کرو احسان اسیروں پر یہ تھا ارشاد ہادیؑ کا

اسیروں کے لیے اس عہد کے عام قوانین ۳

ہوئی تھی آج تک نرمی نہ یوں جنگی اسیروں پر کہ فاتح اپنے مفتوحوں کو رکھ لیتے تھے تیروں پر
طریقہ تھا کہ پہلے دست و بازو توڑ دیتے تھے زمیں میں گاڑ کر پھر اُن پہ کتے چھوڑ دیتے تھے
کبھی زندوں کے تن سے بوٹیاں نچوائی جاتی تھیں سلاخیں گرم کر کے جسم میں برمائی جاتی تھیں
کبھی پٹوایا جاتا تھا انہیں پر خار کوڑوں سے کبھی زندو دیا جاتا تھا اُونٹوں اور گھوڑوں سے
اگر اعدا کو زندہ رکھنا بھی مطلوب ہوتا تھا تو قید و بند کا اس وقت یہ اسلوب ہوتا تھا
اسیروں کو کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دیتے تھے کنوئیں کے منہ پہ سل پتھر کی لا کر ڈھال دیتے تھے
کبھی سوکھا ہوا ٹکڑا کبھی بد ذائقہ پانی کیا کرتے تھے فاتح اس طرح قیدی کی مہمانی
عرب میں بھی یہی دستور تھا اسلام سے پہلے اذیت ملتی تھی مغلوب کو ہر کام سے پہلے
قریشی قوم میں بھی ایسے ہی قانون تھے جاری کہ اُن کی قید کے معنی تھے مرگ و ذلت و خواری
چنانچہ بدر کے قیدی جو آئے تھے مدینے میں تودم بھی ہول کے مارے سماتا تھا نہ سینے میں
سمجھتے تھے کہ اب یا موت یا ذلت یقینی ہے خبر کیا تھی یہ شرع رحمۃ للعالمین ہے

۱۔ اسیران جنگ دو دو چار چار سمجا کر تقسیم کر دیے گئے۔ (سیرت النبی)

۲۔ ارشاد ہوا کہ قیدی آرام کے ساتھ رکھے جائیں۔

۳۔ سرگزشت اقوام اور تاریخ عالم کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام سے پہلے قیدیان جنگ پر ہولناک سختیاں ہوتی تھیں۔ غلام بنا کر بیچ دیے جاتے تھے۔
کتنوں سے نچوائے جاتے تھے، کوؤں میں ڈالے جاتے تھے آروں سے چروائے جاتے تھے، آنکھیں نکلوا دی جاتی تھیں، دست و بازو کٹا دیے جاتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

قیدیوں سے مسلمانوں کا سلوک

مسلمانوں نے ان کو بال بچوں کی طرح رکھا
کلام سخت سن کر بھی نہ کچھ سختی سے کہتے تھے
تواضع اور نرمی دیکھ کر حیران تھے دشمن
کھلیں آنکھیں نمونہ دیکھ کر خلق محمد کا
ندامت سے ہوئے محجوب ان کے کینہ ور سینے
بالآخر شہر مکہ سے رقوم خوں بہا آئیں
اقارب جن کے بے پروا و بے درد اور بے حس تھے
قلوب سخت نے لطف و کرم کا ذائقہ چکھا
انہیں روٹی کھلا دیتے تھے خود فاقے سے رہتے تھے
کہ اس طرز سلوک عام سے انجان تھے دشمن
سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا سبب الطافؑ سجد کا
لگے کچھ صاف ہونے زنگ سے تاریک آئینےؑ
تو ان لوگوں نے قید جنگ سے آزادیاں پائیں
ہوا فدیہ معاف ان کو کہ وہ نادار مفلس تھے

عم بنی حضرت عباسؑ اور فدیہ جنگ

بنی ہاشم میں دولت مند تھے عباسؑ اسیروں میں
نبیؐ کو بھی اگرچہ رنج تھا آلام پر ان کے
مگر قائم تھے اپنے کفر کی رسم جہالت پر
یہ وقت جنگ حملہ آوروں کے ساتھ آئے تھے
رسول اللہ سے انصار نے ان کی سفارش کی
عرب میں تھا شمار ان کا بڑے بھاری امیروں میں
کہ مکے میں بہت احسان تھے اسلام پر ان کے
نہ لائے تھے ابھی ایماں خدا پر اور رسالت پر
سر میداں مجاہد غازیوں کے ہاتھ آئے تھے
انہیں فدیے سے مستثنیٰ کیا جائے گزارش کی

انہوں نے ان کے ساتھ برتاؤ کیا کہ ان کو کھانا کھلاتے تھے اور خود کھجوریں کھا کر گزارہ کرتے تھے یہ اس بناء پر تھا کہ آنحضرتؐ نے تاکید کی تھی کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

تاریخی نامی ایک امیر بدر کا بیان ہے کہ مجھ کو جن انصار یوں نے اپنے گھر میں قید کر رکھا تھا جب صبح یا شام کا کھانا لاتے روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں اٹھا کر شرم آتی اور میں روٹی ان کے ہاتھ میں دے دیتا۔ لیکن وہ ہاتھ بھی نہ لگاتے مجھ کو واپس دے دیتے۔ (طبری)

یہی اس نیک سلوک کے اثر سے مسلمان ہو گئے تھے۔ (اصابہ وغیرہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ (حضرت) عباسؑ ہمارے بھانجے ہیں ہم ان کا فدیہ چھوڑتے ہیں۔ (سیرت النبی)

کہ عبدالمطلب کے خون کا ہم پاس رکھتے ہیں قریبی رشتہ ہم سے حمزہ و عباس رکھتے ہیں
ہمارے ان کے آپس میں تعلق ہیں بہت گہرے ہم ان سے فدیہ کیالیں یہ ہمارے بھانجے ٹھہرے
نبی نے کر دیا انکار لیکن اس رعایت سے کہ شانِ عدل بالا تھی عزیزوں کی حمایت سے

حضرت عباسؓ کا فدیہ دینے میں تامل اور آنحضرتؐ کا معجزہ

بلایا آپ نے عباسؓ کو اپنی حضوری میں کہا فدیہ ادا کرنا ہے ارکانِ ضروری میں
عقیلؓ و نوفلؓ و عتبہؓ جنہیں تم ساتھ لائے تھے تمہارے ہی سبب سے جو کہ بہرِ جنگ آئے تھے
تمہیں واجب ہے ان تینوں کا فدیہ بھی ادا کرنا نہیں ممکن بغیر اس کے تمہارا اب رہا کرنا
لگے عباسؓ یہ سن کر بڑی چون و چرا کرنے بہت سے دام و درہم اُن کو پڑتے تھے ادا کرنے
بنی ہاشم میں سب سے مقدرت اور شان والے تھے اسی باعث یہ سب قیدی انہی کے سر پہ ڈالے تھے
کہا عباسؓ نے میں آج کل معذور ہوں صاحب رقم اتنی کہاں سے لاؤں خود مجبور ہوں صاحب
بہانے سے کیا اظہارِ غربت یوں جو سردھن کر رسول اللہؐ کے لب پر تبسم آ گیا سن کر
کہا جب شرکتِ اعدا کی نیت کر کے آئے تھے تو ام الفضلؓ سے وہ کیا وصیت لاکر کے آئے تھے

ج آنحضرتؐ نے مساوات کی بناء پر حضرت عباسؓ کا فدیہ چھوڑا جانا گوارا نہیں فرمایا۔ (سیرت النبی)

۱۔ حضرت عقیل بن ابی طالب۔

۲۔ نوفل بن حارث بن عبدالمطلب

۳۔ عتبہ بن عمرو بن جعدم حضرت عباسؓ کے حلیف

۴۔ بنی ہاشم میں سب سے زیادہ مالدار عباس بن عبدالمطلب تھے انہیں آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ عقیل و نوفل و عتبہ کا فدیہ بھی وہی ادا کریں۔ (خاتم المرسلین)

۵۔ جناب عباسؓ نے کہا میرے پاس اتنا روپیہ نہیں ہے۔

۶۔ آپ نے پوچھا اور وہ رقم کیا ہوئی جو آپ نے اپنی زوجہ ام الفضلؓ کے پاس رکھوائی تھی اور کہا تھا کہ اگر میں مارا جاؤں تو اس میں سے فضل کا اتنا عبد اللہؐ کا اتنا اور عبید اللہؐ کا اتنا ہے۔ (خاتم المرسلین)

تمہارے لفظ تھے عباس اگر مارا بھی جائے گا
 یہ حصہ فضل کا ہے اور باقی مال جتنا ہے
 تو یہ اتنا اثاثہ ہے تمہارے کام آئے گا
 عبید اللہ کا اتنا ہے عبداللہ کا اتنا ہے
 وہ دولت سب ہے ام الفضل کی تحویل میں اب تک
 یہ جرمانہ ادا کر دو چھپاؤ گے بھلا کب تک

حضرت عباسؓ کا ایمان لانا

مگر اظہارِ باطن تھا بیانِ ملہم صادق
 جنابِ حضرت عباس پر ریشہ ہوا طاری
 یہ تازہ معجزہ تھا بر زبانِ ملہم صادق
 کہ پیغمبرؐ تو رکھتا ہے دلوں کی بھی خبرداری
 پکار اُٹھے بحال وجد میں ایمان لے آیا
 یہ سچ ہے جب میں بہرِ جنگ نیت کر کے نکلا تھا
 میری زوجہ تھی یا میں تھا، وہاں کوئی نہ تھا اُس دم
 محمدؐ کا سخن اظہار ہے حق و عدالت کا
 یہ کہہ کر جنگ کرنے کا ازالہ کر دیا سارا
 یہ تازہ معجزہ تھا بر زبانِ ملہم صادق
 کہ پیغمبرؐ تو رکھتا ہے دلوں کی بھی خبرداری
 بجا ہے راست ہے جو کچھ رسول اللہؐ نے فرمایا
 تو اتنے مال کی گھر میں وصیت کر کے نکلا تھا
 تھے ہم دونوں ہمارے درمیاں کوئی نہ تھا اُس دم
 بدل اقرار کرتا ہوں میں توحید و رسالت کا
 اسیرانِ بنی ہاشم کا فدیہ بھر دیا سارا

حضرت ابوالعاصؓ کا فدیہ اور آنحضرت کی رقت

ابوالعاصؓ اک بہادر مرد میدانِ بسالت تھے
 مگر بعثت سے پہلے اذن لے کر اپنے شوہر کا
 خدیجہؓ کے بھتیجے اور دامادِ رسالت تھے
 خدیجہؓ نے کیا تھا عقد اُن سے ایک دختر کا
 ابوالعاصؓ آج تک کافر ہی تھے ایمان نہ لائے تھے
 شریکِ کفر ہو کر بدر میں لڑنے کو آئے تھے
 یہ دختر حضرت زینبؓ تھیں مکے ہی میں رہتی تھیں
 نہایت صبر سے غمِ باپ کی فرقت کا سہتی تھیں

رسالتِ مہم کی حیرت ہوئی بولے خدا کی قسم آپؐ پیغمبر ہیں۔ اس رقم کا حال میرے اور میری بیوی کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ واقعی آپ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (خاتم المرسلین)

نتیجہ مل گیا باطل کو جب شمشیر گیری کا
 ملا تھا قیمتی اک ہار اُن کو تحفہ شادی
 نظر آیا جونہی یہ ہار، دل حضرت کا بھر آیا
 خدیجہ طاہرہ کا ہار، مرحومہ رفیقہ کا
 خدیجہ طاہرہ اس قلب میں آباد تھی اب تک
 ۱ کہا بیٹی نے ماں کی یادگار ارسال کر دی ہے
 مناسب ہو تو لوٹا دو یہ پیاری یادگار اس کو
 کیا اظہارِ شانِ دردمندی دردمندوں نے
 مدینے میں بلا لینا جو تھا درکارِ زینب کا
 یہ رشتہ توڑ دینا مرضی ہادی دوراں تھی
 یہ شادی ہو چکی تھی پیشتر تنزیلِ قرآن سے
 کیا زینب کے حق میں پیکرِ اخلاص نے وعدہ
 ہوا غم با وفا بی بی کو شوہر کی اسیری کا ۱
 اسی کو بھیج کر چاہی گئی شوہر کی آزادی
 سمٹ کر ایرِ گوہر بار پلکوں پر اتر آیا
 رسالت کی ایسہ اور اُمت کی شفیقہ کا
 محبت اور نیکی اور خدمت یاد تھی اب تک
 یہ دولت بہرِ شوہر آج استعمال کر دی ہے
 کہ بہرِ یادِ مادر بس غنیمت ہے یہ ہار اُس کو
 رہا فرما دیا بوالعاص کو اللہ کے بندوں نے
 انہیں رخصت کیا عزت سے دے کر ہارِ زینب کا
 ابھی بوالعاص تھے کافر، مگر زینب مسلمان تھی
 نہ ہوتا عقد و نہ مسلمہ کا نا مسلمان سے
 تو اُن کو بھیج دینے کا کیا بوالعاص نے وعدہ ۲

۱ آنحضرت کے داماد ابوالعاص بھی اسیرانِ جنگ میں آئے۔ اُن کے پاس فدیہ کی رقم نہ تھی آنحضرت کی صاحبزادی حضرت زینب کے شوہر تھے۔ وہ مکہ میں تھیں ان کو کہلا
 بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیج دیں۔ حضرت زینب کا جب نکاح ہوا تھا تو حضرت خدیجہ نے جہیز میں ان کو ایک بیش قیمت ہار دیا تھا۔ حضرت زینب نے وہی ہار گلے سے اتار کر بھیج
 دیا۔ (سیرت النبی)

۲ یہ ہار آنحضرت نے دیکھا تو ۲۵ برس کا محبت انگیز واقعہ یاد آ گیا۔ آپ بے اختیار رو پڑے۔ (سیرت النبی)

۳ صحابہ سے فرمایا تمہاری مرضی ہو تو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس کر دو۔ (سیرت النبی)

۴ سب نے تسلیم ہی کر دیا اور وہ ہار واپس کر دیا۔ (سیرت النبی)

۵ ابوالعاص کو آزادی دی گئی جو اپنی مومنہ بیوی اور عفت مآب و پیرِ زادی کا وہ ہار لے کر گئے اور وہ ہو گئے۔ مگر جاتے وقت آنحضرت سے وعدہ کرتے گئے کہ کئے پہنچے ہی
 حضرت زینب کو مدینے میں بھیج دیں گے۔ (خاتم المرسلین)

دلانی مسلمہ کو مخلصی یوں شانِ داور نے یہ وعدہ جا کے پورا کر دیا مردِ دلاور نے
مسلمان ہو گئے بوالعاص بھی بعد ایک مدت کے خدا کی راہ پر لائے انہیں احساں نبوت کے

مدینے میں مسلمانوں کی مشکلات

منافقین کا گروہ

ادھر مکے سے پھر اٹھنے کو تھا طوفان کینے کا ادھر اک اور جھگڑا تھا مدینے میں مدینے کا
یہاں ابن ابی اک دشمنِ باری تعالیٰ تھا شبِ تاریک کی مانند اُس کا قلب کالا تھا

۲۔ ابوالعاص نے اقرار کے مطابق کھرکتے ہی حضرت زینبؓ کو دے جانے کی اجازت دیدی۔ زید بن حارثہؓ لینے کو آگئے تو ابوالعاص کے بھائی کنانہ بن ربیع نے حضرت زینبؓ کو اونٹنی پر بٹھا کر اپنی کمان شانے پر ڈالی اور مکے سے نکلے۔ قریش کو خبر ہو گئی۔ تعاقب کیا اور مقام ذی طویٰ پر گھیر لیا کنانہ نے تیر کمان سے جواز اور چلائے کہ جس کسی نے پاس آنے کا ارادہ کیا اس کی زندگی کی خیر نہیں۔

مگر دشمنوں کے خوف سے حضرت زینبؓ ہم گئیں۔ حاملہ تھیں اسقاطِ حمل ہو گیا۔ ابوسفیان بن حرب نے کنانہ سے کہا ہمیں اس عورت کے روکنے سے کچھ حاصل نہیں مگر یہ تمہاری غلطی ہے کہ دن دہاڑے علانیہ لے چلے اگر ہم یوں نکل جانے دیں تو لوگ کہیں گے کہ اہل مکہ شکست کھا کر اس قدر ذلیل و ضعیف ہو گئے ہیں کہ محمدؐ کی بیٹی ان کے سامنے سے دوپہر کو دے چلی گئی اور کسی کو روکنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کنانہ اس وقت واپس لوٹ آئے اور رات کو لے جا کے حضرت زید بن حارثہؓ کے ساتھ بیہر (دو کی کو دینے کی طرف روانہ کر دیا۔) (خاتم الرسولین ص ۲۳۳)

۳۔ ابوالعاص بہت بڑے تاجر تھے۔ چند سال کے بعد بڑے سامان سے شام کی تجارت کو نکلے، واپسی میں مسلمان دستوں نے ان کو مع مال و اسباب گرفتار کر لیا۔ اسباب ایک ایک سپاہی پر تقسیم ہو گیا۔ ابوالعاص چھپ کر مدینے میں حضرت زینبؓ کے پاس پہنچے۔ انہوں نے پناہ دے دی۔ آنحضرتؐ مسجد میں صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ حضرت زینبؓ نے پردے کے پیچھے سے پکار کر کہا کہ لوگو! ابوالعاص آئے ہیں میں نے ان کو پناہ دے دی ہے۔

یہ سن کر رسول اللہؐ نے فرمایا خدا کی قسم مجھے اس کی خبر نہیں ہے۔ اگرچہ ہر شخص اپنے ترسی کو پناہ دینے کا مجاز ہے۔ مگر اے زینبؓ یاد رکھو! اب تم ابوالعاص پر حلال نہیں۔ پھر آپؐ سر یہ والوں کی طرف مخاطب ہوئے۔ جنہوں نے ابوالعاص کے قاتل کو لوٹا تھا اور فرمایا جو تم نے لوٹا ہے واپس کر دو تو میرے نزدیک مناسب ہے لیکن اس میں مالی جبر نہیں ہے کیونکہ یہ مال غنیمت ہے اور تمہارا حق ہے۔ ان لوگوں نے خوشی خوشی سارا مال واپس کر دیا۔ ابوالعاص بغیر کسی نقصان کے مکے کو چلے گئے مگر آنحضرتؐ اور انہوں کے لطف و کرم نے دل کی تاریکیاں دور کر دی تھیں۔ مکے میں جو چیز جس کسی کی تھی اس کو ادا کر دی اور سب کی امنیتیں واپس دے کر کہا اشهد ان لا الہ الا اللہ۔ ان کے لئے عہدہ و رسولہ خدا کی قسم مدینے میں میں نے جو اسلام قبول نہیں کیا تو فقط اس خیال سے کرتے ہو گئے کہ ہمارا مال کھا جانے کی نیت سے مسلمان ہو گیا۔ اب تمہاری

تمہارے پردہ میں اور میں علانیہ مسلمان ہوتا ہوں۔ یہ فرما کر مدینے کی راہ لی۔ (سیرت النبی)

ہمیشہ باعثِ تکلیف تھا بغض و عناد اس کا
یہاں ایسے بھی تھے جو آج تک ایمان نہ لائے تھے
رسول اللہ کی تبلیغ ان لوگوں میں جاری تھی
ہوئی جب فتحِ جنگِ بدر میں ایمان والوں کی
تو اب انصار کے وہ بھائی بھی ایمان لے آئے
ہوا ابنِ اُبی پر رعب طاری ڈر گیا دل میں
سوا ایمان لانے کے نہ جب چارا کوئی پایا
اگرچہ اوّل اوّل خوب پر پرزے نکالے بھی
شرارت پر مگر نیت تھی ہر دم چست و چاق ان کی

۱۔ شاہنامہ اسلام جلد اوّل صفحہ ۲۵ پر ہم عبداللہ ابنِ اُبی کے قلب کی حالت چند اشعار میں بیان کر چکے ہیں۔ یہ شخص قبیلہ خزرج کا رئیس تھا اور مدینے میں آنحضرت کی تشریف آوری سے پہلے مدینے کی ریاست تمام کا مدی تھا۔ آنحضرت بکثرت لے آئے تو اس کی امیدوں پر اوس بڑ گئی۔ یہ کہنا اُس کے سینے میں پنہاں تھا۔ قریش نے سب سے پہلے اسی کے نام خط لکھا تھا جس کی عبارت یہ تھی:

انکم آیتم صاحبنا انا نقسم باللہ لقتلناہ او نخرجنہ او لنسیرن
الیکم باجمعنا حتی نقتل مقاتلتکم و نستبیح نسائکم (سنن ابو
داؤد صفحہ ۶۷ جلد ۲)

اس نامے کی تعمیل میں ابنِ اُبی نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور شورش کرنی چاہی۔ آنحضرت صلعم بنفس نفیس ان کے مجمع میں تشریف لے گئے اور ان کو سمجھایا اور فرمایا کہ تم کو خود اپنے بیٹوں اور بھائیوں سے لڑنا پڑے گا کیونکہ وہ سب مسلمان ہو چکے ہیں۔ اس پر اس کے ساتھی دب گئے تھے۔

۲۔ ابھی تک اوس و خزرج کے بہت سے لوگ شرک پر قائم تھے۔ بدر کی فتح سے ان لوگوں میں حرکت پیدا ہوئی۔ اور وہ آنحضرت کی عظیم الشان اور غیر متوقع فتح کو دیکھ کر اسلام کی حقانیت کے قائل ہوئے اور اس کے بعد مدینہ سے بت پرست عنصر بڑی سرعت کے ساتھ کم ہوتا گیا۔ (خاتم النبیین)

۳۔ ابنِ اُبی اب تک علانیہ کافر تھا مگر اب وہ بظاہر اسلام کے دائرے میں آ گیا گو تمام عمر منافق رہا اور اسی حالت میں جان دی۔

۴۔ بعض ایسے بھی تھے جن کے دلوں میں اسلام کی اس فتح نے بغض و حسد کی چمکاری روشن کر دی۔ انہوں نے برملا مخالفت کو خلافِ مصلحت گردانا، بظاہر تو اسلام قبول کر لیا لیکن اندر ہی اندر اس کے استیصال کے درپے ہو کر منافقین کے گروہ میں شامل ہو گئے۔ (خاتم النبیین)

خلاف اہل ایمان سازشیں کرتے ہی رہتے تھے ادھر کچھ اور بکتے تھے ادھر کچھ اور کہتے تھے
سمجھتے تھے انہیں اچھی طرح سے ہادی اکرم نظر رکھتے تھے ان کے حال اور کردار پر ہر دم

۱۔ مدینہ کے یہود

مدینہ کے یہود ان سب سے بڑھ کر تھے شرارت میں مگر اسلام نے کایا پلٹ دی زیر دستوں کی وہی انصار جو ہر بات میں محتاج تھے ان کے اخوت نے محبت اوس و خزرج میں بڑھادی تھی یہود اسلام سے پہلے اٹھاتے تھے مفاد ان سے مجاہد بدر میں جب کھیلتے تھے جان کی بازی مگر جب فتح پائی جنگ میں ایمان والوں نے رسول اللہ سے اب بڑھ گیا بغض و حسد ان کا

انہیں تھا زعم ہم ممتاز ہیں علم و امارت میں رسول اللہ نے عزت بڑھادی حق پرستوں کی وہ اب علم و عمل میں ہر طرح سر تاج تھے ان کے اب ان میں باہمی امداد تھی خود اعتمادی تھی یہ صورت دیکھ کر رکھنے لگے دل میں عناد ان سے یہ کرتے تھے مدینہ میں شرارت فتنہ اندازی یہودی قوم کی گردن جھکا دی شان والوں نے بدی پر مستعد تھے آچکا تھا روز بد ان کا

یہود مدینہ کے عین قبیلے تھے۔ قبیحار، نصیر، قرظہ، یہ سب مدینہ کے اطراف اور حوالی میں آباد تھے۔ عموماً زمیندار، دولت مند، تجارت پیشہ اور صنایع تھے۔ ان کے پاس لڑائی کے ذخیرے بہت زیادہ تھے۔

لنگی اور تھاپی السری کے ساتھ ان لوگوں کا مذہبی اور ملی اثر بھی تھا۔ انصار عموماً بت پرست اور جاہل تھے۔ اس بناء پر وہ یہود کو عزت کی آنکھ سے دیکھتے تھے اور ان کو اپنے مذہب اور شائستہ سمجھتے تھے۔ (سیرت النبی)

اسلام مدینہ میں آیا تو یہودیوں کے مذہبی وقار کو جو ان کو مدعوں سے حاصل تھا اور ان میں جو اخلاق بد عموماً پھیلے ہوئے تھے اور جن پر دولت مندی اور مذہبی پیشوائی نے لٹ لٹکا تھا اب ان کا ماز فاش ہونے لگا۔ (سیرت النبی)

مدینوں نے مدینہ میں ہر طرف لین دین کا کاروبار پھیلا رکھا تھا اور تمام آبادی ان کے قرضوں میں زیر بار تھی اور چونکہ تنہا وہی صاحب دولت تھے اس لیے ہر قسم سے سود کی بڑی بڑی شرحیں مقرر کرتے تھے اور قرضہ کی کفالت میں لوگوں کے بال بچے یہاں تک کہ مستورات کو بھی رہن رکھ لیتے تھے۔

(سیرت النبی)

علائیہ لگے توہین کرنے اہل ایمان کی کوئی پروا نہ رکھی باہمی عہد اور لے پیاں کی
سر بازار یہ اسلام کی توہین کرتے تھے کسی کا پاس عزت تھا نہ یہ اللہ سے ڈرتے تھے
ستاتے تھے مسلمانوں کو یہ اللہ کے دشمن عدوئے دین حق تھے اور نبی کی جان کے دشمن

ایک لڑکی سے اوباشانہ مذاق

سر بازار اک دن ہو گئی ہنگامہ آرائی کوئی دیہات کی لڑکی تھی سبزی بیچنے آئی
یہودی بدمعاشوں نے اُسے چھیڑا شرارت سے زبان فحش سے ہاتھوں کی رندانہ اشارت سے
بچاری سٹ پٹا کر دوسری جانب لگی چلنے تو اس کو کر دیا بے ستر اک نامرد عاقل نے
لگے ٹھٹھا اڑانے بے حیا اس پاکدامن کا کہ اس بازار میں کوئی نہ تھا اس پاکدامن کا
نہ حفظ آبرو کی جب کوئی صورت دکھائی دی تو اس مظلوم لڑکی نے محمدؐ کی دہائی دے دی
پکاری کیا نہیں غیرت کسی انسان کے سینے میں؟ کہ یوں بے آبرو ہوں میں محمدؐ کے مدینے میں!

ایک مسلمان کا پاس غیرت

یہ فقرہ کہہ اٹھی جونہی زباں بے اختیار اس کی سنی اک راہ چلتے مردِ مسلم نے پکار اُس کی

۱۔ آنحضرتؐ نے مدینے میں آتے ہی قبائل یہود کے ساتھ امن وامان کے معاہدے کر لیے اور آپس میں صلح اور امن کے ساتھ رہنے کی بنیاد ڈالی۔ معاہدہ کی زد سے فریقین
اس بات کے ذمہ دار تھے کہ مدینہ میں امن وامان قائم رکھیں۔ علاوہ ازیں اگر کوئی تنہا مدینہ پر حملہ آور ہوا تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں۔ (ابن ہشام و طبری حالات یہود)
۲۔ اب انہوں نے طرح طرح سے آنحضرتؐ کو اذیتیں دیں اور اسلام کے خلاف کوششیں کرنی شروع کیں۔ (سیرت النبی)
انہوں نے آنحضرتؐ کے قتل کے بھی منصوبے شروع کر دیے۔ (خاتم النبیین)

۳۔ سیرت ابن ہشام میں یہ واقعہ مفصل بیان ہے کہ دیہات کی ایک عورت یہودیوں کے بازار میں کچھ سودا بیچنے گئی۔ بنی قریظہ کے ایک زرگر یہودی کی دکان کے سامنے
بیٹھی تھی کہ بعض اوباش یہودیوں نے اسے مذاق کرنا شروع کیا اس کا منہ کھلوا کر دیکھنا چاہا۔ دکاندار زرگر نے یہ حرکت کی کہ بے خبری کی حالت میں اس عورت کے لباس
زیرین کو ایک کانٹے سے اس کی پشت کے کسی کپڑے سے ٹاٹک دیا جب وہ پاکدامن یہودیوں کے مذاق سے لجا کر دوسری جانب چلنے لگی تو کپڑے کے اس طرح ٹاٹکے
جانے کی وجہ سے ننگی ہو گئی جس پر سب یہودی قہقہہ لگانے لگے۔

۴۔ بے آبروئی دیکھ کر لڑکی نے چیخ ماری اور مدد کے لیے پکاری (سیرت ابن ہشام)

وہ دوڑا بد معاشوں میں کھڑے دیکھا نحیفہ کو
 نظر آیا جو اسلامی حمیت کا یہ نظارا
 کوئی بولا یہ سبزی بیچنے والی کا شوہر ہے
 مسلمان نے کہا اچھی نہیں اتنی بھی بے دردی
 پرانی بیبیاں لاریب ساری مائیں بہنیں ہیں
 ہمارا دین ان کی عزت و حرمت سکھاتا ہے
 یہودی سخت گالی دے کے بولے تو نہ بک اتنا
 بڑا آیا ہے وہ بن کر، چلا جا، راہ لے گھر کی
 ارے لے، ہم تری مردانگی بھی آزماتے ہیں
 مسلمان نے متانت سے کہا اے قوم بد اختر
 یہ کہہ کر کھینچ لی تلوار عورت کے بچانے کو
 عبا اپنی اتاری اور اڑھا دی اس عقیفہ کو
 تو ان بازار یوں نے اور بھی اک قہقہہ مارا
 کوئی بولا نہیں یہ باپ ہے وہ اس کی دختر ہے
 ستانا عورتوں کو یہ بھی ہے کوئی جوانمردی!
 ہماری بیٹیاں ہیں سب ہماری مائیں بہنیں ہیں
 بڑا نامرد ہے جو ایک عورت کو ستاتا ہے
 تجھے بھی دیکھ لیتے ہیں ابھی تو مرد ہے کتنا
 اگر کچھ اور بک بک کی تو خیریت نہیں سر کی
 نہیں پہلے ستایا تھا تو اب اس کو ستاتے ہیں
 ہے اس عورت کی عزت اب تو مجھ کو جان سے بڑھ کر
 یہودی آ پڑے تنہا پہ جرأت آزمانے کو

حمایت کرنے والے مسلمان کی شہادت

ادھر سے بیسیوں تیغوں کے چر کے تھے کچوکے تھے
 کہا لڑکی سے اب رستہ کھلا ہے بھاگ جا جلدی
 پکڑنا اس کو چاہا پھر لپک کر اک رذالے نے
 گری بازار میں بے جان ہو کر لاش بے سر کی
 ادھر اک مرد نے رستے سر بازار روکے تھے
 بچا کر آبرو لڑکی دعا دیتی ہوئی چل دی
 مگر اس کا صفایا کر دیا اللہ والے نے
 وہ لڑکی لے چکی تھی راہ اتنی دیر میں گھر کی
 گریں چوبیس تیغیں بحر جرأت کے شنادر پر
 ہری جمع ہو کر آ پڑے تنہا دلاور پر

ایک مسلمان ہونے اس کی پاداش اور دوزخ اس جگہ آ پہنچا۔ (سیرت ابن ہشام)

گھرا تھا مردِ مومن مجمعِ اشرار کے اندر شہادت پائی غیر تمند نے بازار کے اندر

یہودیوں کو آنحضرتؐ کی فہمائش

مثالِ رعدِ گونجی یہ خبر ہر سو مدینے میں لگی غیرت کی بجلی کوند نے مسلم کے سینے میں
رسولِ پاک نے خود جا کے ان لوگوں کو سمجھایا خدا کے قہر سے ان کو ڈرایا اور فرمایا
کہ اے اہل کتاب اللہ کے احکام کو مانو بنی آدم کا حق اپنی شریعت ہی سے پہچانو
گزارو زندگی اس و اماں، صلح و صفائی سے تباہی کے سوا کچھ بھی نہیں حاصل برائی سے
مبادا تم پہ نازل ہو عذابِ دردناک آخر ہوئیں اقوام اس جو رو تعدی سے ہلاک آخر

یہودیوں کا گستاخانہ جواب

یہودی گفتگوئے نرم سے کچھ اور بھی چمکے اٹھے گستاخ ہو کر روبرو سردارِ عالم کے
کہا، اس فتحِ ہنگامی پہ آپ اتنا نہ اترائیں ہمیں اپنے خدا کے نام سے ہرگز نہ دھمکائیں
نہیں ہیں ہم قریشی فوج کی مانند کم ہمت کہ ڈر جائیں مسلمانوں کی صورت دیکھ کر حضرت!
کبھی جنگِ آپڑی ہم سے تو ہم اس دن دکھادیں گے مسلمانوں کا نام اس لوحِ ہستی سے مٹادیں گے
لڑے ہیں آپ جا کر بدر میں آوارہ گردوں سے نہیں پالا پڑا اب تک یہودی شیر مردوں سے
یہودِ آمادہٗ پیکار تھے ہر وقت ہر ساعت مگر ان کو اماں دیتا تھا اب تک دامنِ رحمت

۱۔ مدینے کے بازار میں یہودیوں نے ایک انصاری عورت کی بے حرمتی کی۔ ایک مسلمان یہ دیکھ کر غیرت سے بے تاب ہو گیا۔ اس نے ایک یہودی کو مار ڈالا۔ یہودیوں

نے مسلمان کو قتل کر دیا۔ (سیرت النبی صفحہ ۳۷۱)

۲۔ آنحضرتؐ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ خدا سے ڈرو ایسا نہ ہو تم پر بھی بدروالوں کی طرح عذاب آئے۔ (سیرت النبی)

۳۔ یہودی بولے ہم قریش نہیں ہیں۔ ہم سے معاملہ پڑے گا تو ہم دکھادیں گے کہ لڑائی اس کا نام ہے۔ (سیرت النبی)

نظر آیا کہ حد سے بڑھ چکا ہے جوشِ خودرائی تو محبوبِ خدا نے گو شمالی ان کی لہ فرمائی

ایک شاعر کعب بن اشرف کی شرارتیں

یہاں پر کعب بن اشرف بھی ایک بیباک شاعر تھا یہودی اور دولت مند اور ناپاک شاعر تھا اُسے بھی ہادیٰ اسلام سے پوری عداوت تھی کہ پیشہ سود خواری تھا طبیعت میں شقاوت تھی خبر قرشی ہزیمت کی ہوئی جب گوشِ زاد اس کے برائے تعزیت کے میں پہنچا مرثیہ کہہ کر لگی میں اور بھی جا کر لگا دی آگ شاعر نے قبائل کو مسلمانوں سے لڑ مرنے پر اکسایا غلاظت کی طرح کینہ بھرا تھا اُس کے سینے میں رسول اللہ کی ججویں کہیں کمزور فطرت نے

یہودی اور دولت مند اور ناپاک شاعر تھا کہ پیشہ سود خواری تھا طبیعت میں شقاوت تھی کئے بغض و حسد نے مشتعل جذبات بد اس کے ”مجھے بھی موت آ جائے یہی کہتا تھا رہ رہ کر“ کچھ ایسی دھن سے مقتولوں کا گایا راگ شاعر نے ”تمہارے دین کے دشمن ہیں“ یہ کہہ کہہ کے بھڑکایا نجاست اپنی پھیلا کر پلٹ آیا مدینے میں خریدی روسیاہی ہر طرح اس کو فطرت نے

ع دیکھو ابن سعد ذکر کرتی قہقار

واقعہ بدر میں یہودیوں نے شورش اور حسد ظاہر کیا اور عہدِ کوفہ لڑ دیا۔

(مسلمان عورت کی بے حرمتی کے واقعہ کے بعد) بنی قہقار جنگ کا اعلان کر کے قلعہ بند ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے ان کا محاصرہ کیا۔ عبد اللہ ابن ابی منافق ان کا سفیر تھا۔ اس نے آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ ان کو اور کچھ نہ کہا جائے۔ صرف جلاوطن کر دیا جائے چنانچہ یہودیوں کا یہ قبیلہ شام کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔ یہ سوال کیا کہ واقعہ ہے۔ (سیرت النبی ص ۳۷۷)

کعب بن اشرف ایک مشہور شاعر تھا۔ دولت مندی کی وجہ سے یہودیوں کا عرب کا رئیس بن گیا۔ اسے اسلام سے سخت عداوت تھی۔ بدر کی لڑائی میں سردار بنی قریظ مارے گئے اس کو نہایت صدمہ ہوا تعزیت کے لیے گئے گیا۔ کشمکش بدر کے پرورد مرے جن میں انتقام کی ترغیب تھی لوگوں کو جمع کر کے نہایت درد سے پڑھتا اور روتا رہتا تھا۔ (سیرت النبی)

اس نے کدالوں کو خانہ کعبہ کے صحن میں لے جا کر (جن میں سوا سٹھ ہتوں کے روہد) کعبہ کے پردے ان کے ہاتھ میں دے کر تسمیں لیں کہ جب تک اسلام اور ہابی کا طرد کیا سے میٹ نہ دیں گے اس وقت تک چین نہیں گے۔ کئے میں یہ پائل لٹاں لٹا پیداکر کے اس بد بخت نے دوسرے قبائل عرب کا رخ کیا اور قوم بقوم پھر کر ان کے خلاف بھڑکایا۔ خاتم النعمان بحوالہ فتح الباری جلد ۷ ص ۲۵۹ و زرقاتی جلد ۲ ص ۷۹

یہودیوں میں ابی اسحق بن اسحاق کہتا ہے کہ لوگوں کو آنحضرتؐ کے خلاف برا بیعت کرنا شروع کر گیا۔ (سیرت النبی ص ۳۷۳)

تھی آمادہ یہودی قوم پہلے ہی لڑائی پر
کہ اکثر عورتوں کے لٹام لے لے کر قصاید میں
مسلمانوں کو اس کی بدکلامی سے اذیت تھی
یہ حالت تھی مگر اللہ کے بندے صبر کرتے تھے
مگر اک روز آخر ہو گیا لبریز پیانہ
زبان تیغ تھی اس بدزبانی کا جواب آخر
ہو جس سینے میں ایسا بغض پھٹ جائے تو بہتر ہے
اُتر آیا ادھر سے کعب اپنی بے حیائی پر
یہ کرتا تھا اضافہ شعر کے حشو و زوائد میں
یہی تو اس کا مقصد تھا یہی تو اس کی نیت تھی
یہی ارشاد ہادیؑ تھا، دلوں پر جبر کرتے تھے
بھڑک اٹھے مسلمانوں کے جذبات شریفانہ
اُٹھے دو چار غیرت مند بہرِ سدِ بابؑ آخر
زبانِ شاعرِ بد کار کٹ جائے تو بہتر ہے

یہ فتنہ دیکھتی غیرت بھلا تاچند شاعر کا

کیا اک رات دستِ تیغ نے منہ بند شاعر کا



۲۔ اس نے مسلمان خواتین پر تشہیب کہی۔ یعنی اپنے اشعار میں اوباشانہ طریق پر مسلمان خواتین کا ذکر کیا اور بالآخر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دھوکے سے قتل کر ڈالنے کی ناکام سازش کی۔ دیکھو بخاری، زرقانی، ابن ہشام، ابن سعد، تیس ابوداؤد، طبری وغیرہ۔
۱۔ ایک انصاری مسلمان محمد بن مسلمہ، سعد بن معاذ کے مشورہ سے ابونا کلمہ اور دو تین اور مسلمانوں کو ساتھ لے کر رات کے وقت اس کے مکان پر گئے اور باہر بلا کر اسے قتل کر داریک پہنچا دیا۔ (دیکھو بخاری باب قتل کعب بن اشرف)

حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہراءؑ کی شادی

مبارک ہے وہ دن لا یریب لرجب کے مہینے میں
وہ زہراؑ ہاں وہی زہراؑ رسول اللہ کی بیٹی
وہ کملی اوڑھنے والے مجسم نور کی دختر
وہ خواہر اُم کلثوم و رقیہ اور زینبؑ کی
وہ قاسمؑ کی بہن وہ طیبؑ و طاہرؑ کی ماں جائی
وہی آئینہ عفت کا سب سے خوشنما جوہر
وہ صبح نور چشم رحمتہ للعالمینؑ زہراؑ
وہ زہراؑ جو شبیہؑ ۵ اُسوہ سرکارِ عالی تھی
نکاح حضرت زہراؑ ہوا جس دن مدینے میں
وہی زہراؑ شہنشاہوں کے شہنشاہ کی بیٹی
وہ عبداللہ کی پوتی آمنہ کے پور کی دختر
وہ سب بہنوں سے چھوٹی اس لیے نورِ نظر سب کی
جو ماں کی گود میں اتمامِ نعمتؑ کی طرح آئی
خدیجہ طاہرہ کے بطن کا اک بے بہا گوہر
نگین خاتم تسکین ختم المرسلینؑ زہراؑ
علیؑ سے آج اُسی زہراؑ کی شادی ہونے والی تھی

مسجد میں اجتماع ۱ صحابہ اور نکاح

مہاجر اور انصار اکابر جمع تھے سارے اُتر آئے تھے گویا دن کو اس تقریب میں تارے

حضرت فاطمہ الزہراؑ کا نکاح ۲ھ میں رجب کے مہینے میں ہوا تھا مگر مصیبت پانچ مہینے بعد عمل میں آئی۔ (ابن خلدون جلد ثانی)
آنحضرتؐ کی دختر ہانیہ اپنے اخیر میں حضرت زہراؑ عمر میں سب سے چھوٹی تھیں۔ حضرت زینبؑ حضرت ابوالعاصؑ سے بیاہی گئی تھیں۔ حضرت رقیہؑ حضرت عثمان غنیؓ سے اور
ہرت کی وفات کے بعد حضرت اُم کلثومؑ بھی حضرت عثمانؓ ہی کے عقد میں دی گئی تھیں۔
حضرت خدیجہ الکبریٰؑ کے بطن مبارک سے آنحضرتؐ کی اولادوں میں حضرت زہراؑ سب سے اخیر میں پیدا ہوئی تھیں۔ (اصابہ)
آنحضرتؐ حضرت فاطمہؑ کو سب بیچوں سے عزیز رکھتے تھے۔ (ترمذی)
حضرت زہراؑ کے احوال میں آنحضرتؐ سے مشابہ تھیں۔ (رحمۃ للعالمین جلد دوم)
سُمرت نے مہاجرین اور انصار میں سے چیدہ چیدہ اصحاب کو مسجد میں جمع فرما کر حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کا نکاح پڑھا (ابن سعد)

علیؑ باعز و شانِ ہاشمی تھا ان کے جہر مٹ میں وہ ماہِ آسمانِ ہاشمی تھا ان کے جہر مٹ میں
 نہ کوئی باجا گاجا تھا نہ کوئی شور و ہنگامہ نہ شہنائی نہ نثارہ نہ دف تھی اور نہ دمامہ
 نہ رنگارنگ پوشاکیں نہ کنگن تھا نہ سہرا تھا وہی تھے شاہِ مرداںؑ اور وہی مردانہ چہرا تھا
 رسول اللہ خود موجود تھے محرابِ مسجد میں کمی کرتا کوئی پھر کس طرح آدابِ مسجد میں
 رخِ شمسِ اضحیٰ کی ضو سے پر تنور تھی مسجد سکون و سادگی کی خوشنما تصویر تھی مسجد
 زمیں سے آسمان تک بس گئے نعماتِ روحانی کہ خود قرآنِ ناطق نے پڑھیں آیاتِ قرآنی
 ہوا یہ عقدِ عالی شان معمولی طریقے سے ہوئے تقسیم خرے غیر معمولی سلیقے سے

حضرت فاطمہ الزہرا کی رخصت

دوم تھا سالِ ہجری اور ذالحج کا ۱۔ مہینہ تھا پیسیر بعدِ جنگِ بدر جاں بخشِ مدینہ تھا
 ارادہ آپ نے اب رخصتِ زہراؑ کا فرمایا۔ محبت سے جنابِ مرتضیٰ کو پاس بلوایا
 بہت احساس تھا حیدرؑ کی ناداری کا ہادیؑ کو کہا ”ہے کچھ تمہارے پاس اخراجاتِ شادی کو؟“
 کہا یہ ایک مضمونِ ادق ہے یا رسول اللہ فقط نامِ رسول و نامِ حقؑ ہے یا رسول اللہ
 کہا پھر وہ زرہ کیا ہو گئی جو تم نے پائی تھی جو روزِ بدر میدان میں تمہارے ہاتھ آئی تھی؟
 کہا موجود ہے حضرت نے فرمایا وہ کافی ہے تم اس کو بیچ ڈالو، جو بھی ہاتھ آیا وہ کافی ہےؑ

۱۔ نکاح پانچ ماہ پہلے پڑھ دیا گیا تھا اب جنگِ بدر کے بعد ذوالحجہ ۲ھ میں حضرت زہراؑ کو رخصت کرنے کا سامان کیا گیا۔ (طبری)

۲۔ اس وقت زہراؑ کی عمر بقول علامہ شبلی مرحوم ۱۸ سال کی تھی۔

۳۔ آپ نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر میں دینے کے لیے کیا ہے؟

۴۔ حضرت علیؑ نے جواب دیا میرے پاس تو کچھ نہیں۔ (ابوداؤد)

زیرہ بیچی علیؑ نے چار سو اسی دراهم ۱ میں
تھی شادی فاطمہ کی سادگی کا طرفہ نظارا

(بقول شبلی مرحوم اس سے بھی بہت کم ہیں) ۲
ولیمہ بھی اسی میرا اور اسی میں مہر بھی سارا

حضرت فاطمۃ الزہراءؑ کا جہیز

جہیز ان کو ملا جو کچھ شہنشاہؒ کو عالم سے متاع دنیوی جو حصہ زہرا میں آئی تھی مشقت عمر بھر کرنا جو لکھا تھا مقدر میں گھرے مٹی کے دو تھے اور اک چڑے کا گدا تھا بھرے تھے اس میں روئی کی جگہ پتے کھجوروں کے وہ زہرا جن کے گھر تسنیم و کوثر کی تھی ارزانی ملا تھا فقر و فاقہ ہی مگر اصلی جہیز ان کو چلی تھی باپ کے گھر سے نبیؐ کی لاڈلی پہنے ردائے فقر بھی حاصل تھی توفیق سخاوت بھی اسی کی تربیت میں اُسوہ تھا یمن و سعادت کا

ملا ہے درس ہم کو سادگی کا فخر آدمؑ سے کھجوری کھر درے سے بان کی اک چار پائی تھی ملی تھیں چکیاں دو تاکہ آٹا پیس لیس گھر میں نہ ایسا خوشنما تھا یہ نہ بذریعہ اور بھدا تھا یہ وہ ساماں تھا جس پر جان و دل قربان حوروں کے ملی تھی مشک اُن کو تاکہ خود لایا کریں پانی کہ بخشی تھی خدا نے اک جبینِ سجدہ ریز ان کو حیا کی چادریں، عفت کا جامہ، صبر کے گہنے کہ ہونا تھا اسے سرتاجِ خاتونانِ جنت بھی اسی کی گود سے دریا ابلتا تھا شہادت کا

نے آپ نے لے لیا پھر روزِ احلیہ کیا ہوئی جو جنگِ بدر میں بطورِ قیمت تھارے، اچھا آئی تھی۔ (اصحاب)

وہی غیرت جو مہر خاتمِ حق کا نگینہ تھی میں کی لاڈلی ہی اُس امانت کی امینہ تھی
 علی المرتضیٰ نے آج تاجِ قلّٰ اتنی پایا دہن کی شکل میں اک پیکرِ صدق و صفا پایا
 پدر کے گھر سے رخصت ہو کے زہرا اپنے گھر آئی توکل کے خزانے، دولتِ مہر و وفا لائی

رحمۃ للعالمینؐ بیٹی کے گھر میں

عشا پڑھ کر چلا بیٹی کے گھر ہادیؑ زمانے کا درِ بیتِ علیؑ پر اذن مانگا اندر آنے کا
 پئے تہذیبِ اُمت اذن حاصل کر کے سرورؑ نے ضیا اس گھر کو بخشی زینتِ محراب و منبر نے
 بشفقتِ سادہ پانی کا پیالہ ایک منگوایا دعا دم کر کے خود تھوڑا سا پانی نوش فرمایا
 دیئے پانی کے چھینٹے سینہ و بازوئے حیدرؑ پر یہی پانی رسول اللہؐ نے چھڑکا پاک دخترؑ پر
 محبت اور شفقت سے بٹھا کر پاس دونوں کو دعا کی اے خدا یہ عقد آئے راس دونوں کو
 ہو ان کی نسل یا رب دو جہاں میں خیر کا باعث یہ عقدِ خیر ہو کون و مکاں میں خیر کا باعث
 خداوندانہیں پاکیزہ سے پاکیزہ تر کر دے عمل میں دے اثر، ان کے ارادے خیر سے بھر دے
 دعا کے بعد دخترؑ سے پھر اتنی بات فرما دی کہ میں نے مردِ افضلؑ تر سے کر دی ہے تری شادیؑ

۱۔ دیکھو رحمت للعالمین جلد دوم

ع حضرت علیؑ اب تک آنحضرتؐ ہی کے پاس رہتے تھے۔ شادی کے بعد ضرورت ہوئی کہ الگ گھر کر لیں۔ حارث بن نعمان انصاری کے متعدد مکانات تھے جن میں سے وہ کئی آنحضرتؐ کی نذر کر چکے تھے۔ آنحضرتؐ اس بارہ میں ان سے کہنے میں متامل تھے۔ حضرت حارث نے سن پایا دوڑ کر حاضر ہوئے اور عرض کیا میرے پاس جو کچھ ہے سب حضورؐ کا ہے۔ خدا کی قسم مکان آپ کے کام آئے۔ وہ میرے پاس رہ جانے والے مکان سے زیادہ مسرت دیتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک مکان خالی کر دیا۔ حضرت فاطمہؑ وہاں تشریف لے گئیں۔ (سیرت النبی)

ع جب فاطمہؑ اثر ہارنے گھر میں جا بسیں تو آنحضرتؐ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ دروازے پر کھڑے ہو کر اذن مانگا پھر اندر آئے۔ (سیرت النبی)
 ع آپ نے ایک برتن میں پانی منگوایا۔ اس پر دعا کی اور پانی حضرت علیؑ کے سینہ و بازو پر چھڑکا پھر حضرت فاطمہؑ پر چھینٹے دیئے اور دعا کے طور پر یہ الفاظ فرمائے۔ السلام بآلہ فیہما و بآلہ علیہما و بآلہ لہما و بآلہ نسلہما یعنی اے اللہ تو زمین کے باہمی تعلقات میں برکت دے۔ اور جو ان کے متعلقات ہوں ان کو برکت دے اور ان کی نسل میں برکت دے۔ (اصابہ)

ادب سے سر جھائے سامنے استاد تھے دونوں حیا داری کی اک زندہ شبیہ سادہ تھے دونوں
ستاروں کو ہے اب تک یاد یہ پر کیف نظارا
مرخص اپنے پیاروں سے ہوا اللہ کا پیارا



آپ نے حضرت فاطمہؓ کو خطاب کر کے فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان کے افضل تر شخص سے تیرا نکاح کیا ہے۔ (طبقات ابن سعد و اصحابہ)

عذرِ مصنف

کئے ہیں مختصر حالات جواب تک بیاں میں۔ نے
ادب اے نکتہ چیں یہ تذکرہ ہے پاک بندوں کا
مجھے ملحوظ ہے اس تذکرے میں راست گفتاری
خیال و خواب کی ہوتی اگر ہنگامہ آرائی
بیاں کرتا اگر حالات فرضی شہسواروں کے
صداقت کا اگر میں خون کرنے پر اتر آتا
جو موضوع سخن مجھ کو اجازت اک ذرا دیتا
مجھے گر یاد ہیں قطرے کو طوفاں کر دکھانے کے
میرے دامن میں ہے ابرِ خزانہ بھی بہاری بھی
نہیں نا آشنا میرا قلم رنگیں نگاری سے
یہاں عاید ہے مجھ پر نصِ قرآنی کی پابندی
تخیل پر نہیں بنیاد میرے شاہنامے کی
مجھے ہے عاقبت کی فکر، میں اللہ سے ڈرتا ہوں
نہیں، جائز نہیں، اس تذکرے میں رنگ آمیزی
نہیں آنے دیا ہے ان میں رنگِ داستاں میں نے
صداقت کیش صدیقوں، شہیدوں، حق پسندوں کا
وگرنہ شاہبازِ فکر اڑنے سے نہیں عاری
تو رعد اور زلزلے کی بھی نہ کرتا کوئی شنوائی
تو اک شمشیر سے میں سر اڑا دیتا ہزاروں کے
تو صحرائے عرب میں بحرِ احمر ہی نظر آتا
زمینوں کو اٹھا کر آسمانوں پر بٹھا دیتا
کسی ذرے کو وسعت میں بیاہاں کر دکھانے کے
کہ ہے آتش فشانی بھی نفس میں برف باری بھی
زمینِ شعر ہے فردوسِ میری لالہ کاری سے
کہ ہے اس سے تجاوز میں خدا کی نارضا مندی
صداقت کی طرف جاتی ہے راہِ راست خاے کی
ادب لازم ہے، محبوبِ خدا کا ذکر کرتا ہوں
گنہ ہے، ان زمینوں پر سمندر طبع کی تیزی

یہ اُس کا تذکرہ ہے جو مبلغ تھا صداقت کا
 نہ ہے یہ زال کا قصہ نہ رستم کی کہانی ہے
 نہ کوئی داستاں ہے جس میں لطفِ داستاں بھردوں
 یہ قرآنی بیاں ہے ایک کالی کملی والے کا
 شکوہ و شانِ مصنوعی میرے مقصد سے خارج ہیں
 بیاں میں اختصار و سادگی ملحوظ رکھی ہے
 نہ اظہارِ کمالِ شاعری مطلوب ہے مجھ کو
 میرا مقصود اتنا ہے کہ انساں نیک ہو جائیں
 وہی مقصود ہے میرا جو مقصودِ صداقت ہے
 ہوئی اس راہِ وحدت میں تلاشِ رہنما مجھ کو
 وہ سادی کملی والا جو شہنشاہوں کا آقا تھا
 اُسی کی زندگی نے زندگی کو بخشی
 محمدؐ جس نے جوشِ زندگی بخشا ضعیفوں کو
 محمدؐ جس نے گمراہوں کو سیدھی راہ دکھلائی
 سکھانے کے لیے قانونِ آزادی کی پابندی
 گدا و شاہ کو رتبے میں یکساں کر دیا جس نے
 نویدِ بخششِ یومِ الحساب اُس کی زباں پر تھی
 گھٹائے زور اُس نے سخت کوششوں کے الیموں کے

دکھایا معجزہ جس نے صداقت ہی کی طاقت کا
 پر سیرغ ہے اس میں نہ راہِ ہفت خوانی ہے
 نہ افسانہ ہے جس کو جس طرح چاہوں بیاں کر دوں
 کہ جس کے نور سے ظلمت نے منہ دیکھا اُجالے کا
 یہ زیورِ جسم و روح شعر کی صحت میں خارج ہیں
 بڑی مشکل سے جانِ واقعہ محفوظ رکھی ہے
 نہ پندارِ وبالِ ساحری مرغوب ہے مجھ کو
 خدا کو ایک مانیں اور خود بھی ایک ہو جائیں
 وہی معبود ہے میرا جو معبودِ صداقت ہے
 نظر آیا نہ کوئی ”کملی والے“ کے سوا مجھ کو
 جسے مرغوبِ سادہ زندگی تھی فقر، فاقا تھا
 گلوں کو رنگ، ماہ و مہر کو تابندگی بخشی
 شریروں پر مسلط کر دیا آخر شریفوں کو
 خدائے واحد و رحمن کی درگاہ دکھلائی
 وہ آیا لے کے اس دنیا میں آئینِ خداوندی
 سہارا مور کو دے کر سلیمان کر دیا جس نے
 وہ اُمی تھا مگر اُم الکتاب اُس کی زباں پر تھی
 کئے حق اُس نے قائم عورتوں کے اور یتیموں کے

دیا آ کر غلاموں کی رہائی کا سبق اُس نے
 ادھر دنیا تھی اور دنیا کی نمرودی و شدادی
 وہ آیا اور انسانوں کے شیطانوں کو للکارا
 ہلاکت خیز تھی وہ قلمزمِ باطل کی طغیانی
 بڑھا وہ کشتی حق لے کے دنیا کے بچانے کو
 نظر آیا قریب و دور جو بھی ڈوبنے والا
 وہ انسان جو نکالے جا چکے تھے بحرِ عصیاں سے
 ہوئیں تفویض اُن کو خدمتیں احسان کرنے کی
 چلے وہ ناخدائے کشتی حق کے اشارے پر
 دہن کھولے ہوئے لپکی یہاں فوجِ نہنگ اُن پر
 برہیں بل کھا کے چاروں سمت سے شیطان کی فوجیں
 کیا انسان پر آساں یہ مضمون اُذوق اُس نے
 ادھر کیا تھا فقط اسلام اور اسلام کا ہادی
 زمانے بھر کے فرعونوں کو ہامانوں کو للکارا
 کہ جس میں غرق ہونے ہی کو تھی دنیائے انسانی
 صلّائے عام دی اسلام کی سارے زمانے کو
 سہارا دے کے پیچارے کو اس کشتی میں لا ڈالا
 مسلح کر دیا اُن کو بھی ملاجی کے ساماں سے
 دل و جاں بہرِ مخلوقِ خدا قربان کرنے کی
 جہاں بہتی تھیں جانیں کفر کی موجوں کے دھارے پر
 یہ نیت تھی کہ گوشہ زیست کا ہو جائے تنگ اُن پر
 خدا کی ناؤ سے اُٹھ اُٹھ کے ٹکرانے لگیں موجیں

۱۔ قرآن فرماتا ہے: لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ

وَأَتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ج (بقرہ)

نیکی یہیں کہ تم مشرق و مغرب کی طرف رخ کرو۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ خدا پر اور آخرت پر۔ فرشتوں پر اور خدا کی کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں اور اپنے مال کو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں پر، یتیموں پر محتاجوں پر، مسافروں پر اور سالکوں پر اور غلاموں کو آزاد کرانے پر خرچ کیا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۚ فَكُلْ وَكَفٍ (بلد)

جانتے ہو (قرب الہی تک پہنچنے کی) گھاٹی کیا ہے۔ غلاموں کو رہائی دینا۔

اب حدیث ملاحظہ ہو۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِحُلَّةِ اَنَا خَصَمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ اعْطَى بِي ثُمَّ غُلِبَ رَجُلٌ بَاعَ حُرًّا لِمَا كَلَّ ثَمَنُهُ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوَى فِي مَنَّهُ وَلَمْ يَعْطِ أَجْرَهُ يَعْنِي حَضْرَتِ ابُو هُرَيْرَةَ رَوَيْتَ كَرْتِے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کہا ہے، تین قسم کے لوگوں پر میں قیامت کے دن ناراض ہوں گا۔ اول وہ آدمی جو میرا واسطہ دے کر کوئی عہد کرتا ہے پھر غداری کرتا ہے، دوم وہ آدمی جو کسی آزاد آدمی کو غلام بنا کر اور فروخت کر کے اُس کی قیمت کھاتا ہے۔ سوم وہ جو کسی آدمی کو کام پر لگاتا ہے اور اس کام کی مزدوری ادا نہیں کرتا۔ (بخاری کتاب الحج)

نہ لیکن ہو سکا ہرگز کوئی تختہ جدا اس کا
 وہ اُمی کس طرح غالب ہوا ساری بلاؤں پر
 رہی محفوظ کشتی کس طرح مہلک چٹانوں سے
 ابھارا کس طرح اُن ڈوبتوں کو قعرِ دریا سے
 کیا حق نے فرو طوفانِ عصیاں کس طرح آخر
 یہ کس قانون نے بخشی تھی آزادی غلاموں کو
 ہوا تھا کس ہوا سے گلشنِ ہستی تروتازہ
 یہ سب کچھ انتہائی سادگی سے عرض کرنا ہے
 یہی میرے مقاصد ہیں یہی احساس ہیں میرے
 غلاموں کو ملے شاید رہائی کی نوید اس سے
 یہ کشتی تھی خدا کی ناخدا تھا مصطفیٰ اس کا
 نہنگوں اور موجوں اور طوفانی ہواؤں پر؟
 ہوئے یہ کارنامے کس طرح اُن چند جانوں سے؟
 گرے جو پے بہ پے دریا میں اپنی لغزش پا سے
 بچائی جا سکی دنیائے انساں کس طرح آخر
 بھلا بیٹھی ہے دنیا آج جن کے کارناموں کو
 بندھا کس طرح اوراقِ پراگندہ کا شیرازہ
 کوئی افسانہ کہنا ہے نہ کوئی رنگ بھرنا ہے
 میں عامی ہوں مخاطب ہی عوام الناس ہیں میرے
 اثر اندوز ہو جائے کوئی روحِ سعید اس سے

کسی کی مغفرت کا یہ اگر سامان ہو جائے!

تو شاید حشر میں مشکل میری آسان ہو جائے!



باب سوم

مکے والوں کے انتقامی حملے

مدینے پر ابوسفیان کی دستبرد

اور

غزوہٴ سویق

ادھر مکے میں تھی اب اک بڑے حملے کی تیاری
منافق ہر طرح اب کر رہے تھے فتنہ انگیزی
قبائل بھی اتر آئے تھے اپنی شورہ پشتی پر
غرض اس وقت تھا سارا جہاں اسلام کا دشمن
تبر تھے آندھیاں تھیں اور تنہا نخلِ اسلامی
یہ پودا پل رہا تھا اپنے مالی ہی کے دامن میں
اُسی کا حوصلہ تھا جس نے ٹالا ان بلاؤں کو

ادھر یثرب میں فتنہ تھا یہودی قوم کا جاری
کہ ہو جائے کسی صورت مسلمانوں میں خونریزی
بہر سو مستعد تھے رہزنی پر، دھینگا مشتی پر
محمدؐ مصطفیٰ کا اور خدا کے نام کا دشمن
ابھی تھیں ننھی ننھی ڈالیاں اور نازک اندامی
لگا لپٹا ہوا سرکارِ عالی ہی کے دامن میں
لیا خود اپنی ذاتِ پاک پر کسی ہواؤں کو

۱۔ آنحضرت کو قبائل سلیم و غطفان کے مدینے پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہونے کی اطلاع ملی۔ آپ صحابہ کی جماعت کو لے کر قرقرۃ الکدر تک تشریف لے گئے۔ (دیکھو ابن سعد و زرقانی)

ابوسفیان کی قسم

قریشی فوج نے جب بدر میں دیکھی گونساری
قسم کھائی تھی اُس نے جب تلک بدلہ نہ لے لوں گا
کوئی بھی کھیل ہرگز عیش و عشرت کا نہ کھیلوں گا
گلی تھی آگ کچھ ایسی کہ جینا تھا حرام اس کو
یہ دو سو رہزنوں کو ساتھ لے کر شہر سے نکلا
قسم کھا کر ہبل کی بہر قتل اہل دیں آیا
بھروسا تھا اُسے اپنے یہودی یا محرم پر
یہودی نے خوشی سے لا کے اپنے گھر میں ٹھہرایا
تواضع کی گئی اُس کی شراب ارغوانی سے ۴

ابوسفیاں کو حاصل ہو گئی باطل کی سرداری
کوئی بھی کھیل ہرگز عیش و عشرت کا نہ کھیلوں گا
جلائے ڈالتا تھا ، سوزِ دارغ انتقام اس کو
برائے رہزنی معمور ہو کر قہر سے نکلا
اندھیری رات میں ظالم مدینے کے قریں آیا
اندھیرے ہی میں دستک دی مکانِ ابنِ مشکم پر
مدینے کے مسلمانوں کا سارا حال بتلایا ۳
مبادا سرد ہو جائے حسد کی آگ پانی سے

ابوسفیان کی دستبرد

ابھی کچھ رات باقی تھی کہ جاگا فتنہ دوراں
مضافاتِ مدینہ میں تھی اک چھوٹی سی آبادی
چرا کرتے تھے اکثر اونٹ بھی اس میں مدینے کے
مکانِ ابنِ مشکم سے نکل آیا ابوسفیاں
مکان تھے چند نخلستان تھے اور تھی خوشنما وادی
دکھائے اس جگہ جو ہر ابوسفیاں نے کینے کے ۵

ایمان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک بدلہ نہ لے لوں گا اپنے ہالوں میں تیل ڈالوں گا نہ اپنی بیوی کے پاس جاؤں گا۔ اب ذوالحجہ میں وہ دو سو سٹخ سواروں کو لے کر
نکلا اور غیر معروف راستوں پر چلا ہوا۔ اپنے کے قریب پہنچا (دیکھو ابنِ ہشام و ابنِ سعد)

اپنے سواروں کو مدینے کے باہر ٹھہرا کر رات کی تاریکی میں یہودی قبیلہ بنو نضیر کے رئیس ابنِ مشکم کے مکان پر شبِ بَاش ہوا۔ (ابنِ ہشام و ابنِ سعد)
مشکم نے آنحضرت سے معاہدہ امن کی خلاف ورزی کی اور ابوسفیان کو نہایت تواضع سے اپنے ہاں ٹھہرایا اور مسلمانوں کے حالات بتلائے۔ (ابنِ ہشام و ابنِ سعد)
مشکم نے ابوسفیان کو رات بھر شراب پلائی اور لذت کھانے کھلائے۔ (سیرت النبی)
ابوسفیان ہر بیض پر حملہ آور ہوا۔ جو مدینے سے عین میل کے فاصلے پر ہے۔ (سیرت النبی)

وہ قزاقوں کو اپنے ساتھ لے کر اس طرف آیا
فقط سوئے ہوئے دو کاشتکار اس کو نظر آئے۔
درختوں کے سوا کوئی نہ پایا دیکھنے والا
ہوا ٹھنڈا نہ دل جب مار کر اُن پاسبانوں کو
جلائے گھاس کے انبار بھی آتش نژادوں نے
بزعم خود قسم پوری ہوئی غسلِ جنابت کی
نشاں اونٹوں کا لیکن آج وادی میں نہیں پایا
بدی کے نقش پوری شان سے دل میں ابھر آئے
سواروں نے انہی سوئے ہوؤں کو قتل کر ڈالا
لگا دی آگ سب کچھ لوٹ کر خالی مکانوں کو
درختوں کو بھی خاکستر کیا ان بدنہادوں نے
دکھا دی آن گویا اس طرح قرشی نجابت کی

آنحضرت ابوسفیان کے تعاقب میں

ہوئی جب صبح ، آوازِ اذان آئی بشر جاگے
ابوسفیاں کی یہ کروت فوراً ہو گئی ظاہر
بڑھے دو سو مجاہد ہمرکاب مصطفیٰ ہو کر
بڑھے اس سمت پر جس سمت سے یہ چور بھاگے تھے
ابوسفیان ، خوفِ جاں سے ڈرتا اور تھراتا
سلوکِ ابنِ مشکم کا بیاں اور ذکرِ مے کرتا
شتر بھی تھک گئے تھے راہزن اسوار تھے جن پر
تو یہ شب دزد پاداشِ عمل کے خوف سے بھاگے
اٹھا پھر محنِ مسجد سے وجودِ طیب و طاہر
تعاقب میں چلے اُن بزدلوں کے باد پا ہو کر
مجاہد پیچھے پیچھے تھے فراری آگے آگے تھے
بھگاتا ساتھیوں کو ، بھاگو بھاگو منہ سے چلاتا
چلا جاتا تھا مکے کی طرف راہوں کو طے کرتا
برائے زادِ رہ ستو کے پورے بار تھے ان پر

۱۔ اس وادی میں مسلمانوں کے اونٹ چرا کرتے تھے اور چلدار کجگوروں کے جھنڈ تھے اور کچھ جھوپڑے تھے مگر اتفاق سے اس وقت مویشی موجود نہ تھے۔ ایک انصاری سہ

بن عمرو اور ایک ان کا حلیف وہاں موجود تھے۔ (ابن ہشام)

۲۔ سواروں نے دونوں بے گناہوں کو قتل کر دیا۔ کجگور کے درختوں کو آگ لگا دی۔ گھاس کے انبار اور جھوپڑے بھی جلا دیے۔ گویا ابوسفیان نے اپنی قسم پوری کر دی۔

(ابن سعد و ابن ہشام)

سید دیکھو طبری و ابن ہشام

تعاقب ہو رہا تھا اب ابو سفیان گھبرایا
 سبک ہونے کو بورے ستوؤں کے جا بجا پھینکے
 بچا کر جان لے جانا ہی مشکل تھا نگاہوں میں
 اٹھا لیتے تھے آ کر کملی والے کے رفیق ان کو
 بڑی جانکاہیوں مکاریوں اور کوشش و کد سے
 تعاقب چھوڑ کر غازی پلٹ آئے مدینے کو

مسلمانوں کا خطرہ موت بن کر قلب پر چھایا
 بھگڑوں نے یہ سارے بوجھ اونٹوں سے اٹھا پھینکے
 یہ ستو بھاگتے میں پھینکتے جاتے تھے راہوں میں
 رہی یاد ایک عرصے تک یہ افتادِ سویق! ان کو
 یہ رہزن بچ ہی نکلے غازیانِ دین کی زد سے
 یہودی خطرہ تھا درپیش ملت کے سفینے کو



ابو سفیان کے پاس رسد کا سامان صرف ستو تھا۔ بھاگتے وقت گھبراہٹ میں ستو کے بورے پھینکنا گیا جو مسلمانوں کے ہاتھ آئے عربی میں ستو کو سویق کہتے ہیں۔ اس لیے
 افتادِ غزوہ سویق کے نام سے مشہور ہے۔ (سیرت النبی)

جنگِ اُحد

جنگِ اُحد

قریش مکہ کی آتشِ انتقام

شاعروں کا دوسرے قبائل کو بھڑکانا

گروہ کفر جب سے بھاگ کر مکے میں آیا تھا اُسی دن سے یہ دستور العمل اُس نے بنایا تھا کہ تیاری نہ کرے ہر فرد جنگِ انتقامی کی قبائل کو قریشی شاعروں نے جا کے بھڑکایا کہا یہ مسئلہ ہے دینِ آہائی کی عزت کا نئے مذہب کا بانی دیوتاؤں سے نہیں ڈرتا نہ ان کو پوجتا ہے وہ نہ ان کو مانتا ہے وہ کہتا ہے کہ تم اپنے خداوندوں سے منہ موڑو اکیلے اک خدا کا پوجنا ہم کو سکھاتا ہے

اُسی دن سے یہ دستور العمل اُس نے بنایا تھا پذیرائی نہیں ہوگی کسی عذر اور خامی کی پرستارِ باطل کو ضیائے حق سے دھڑکایا پرانے مسلکِ لاتی و عزائی کی عزت کا اکیلا ہے مگر اتنے خداؤں سے نہیں ڈرتا ہماری اس پرستش کو برائی جانتا ہے وہ یہ پتھر کی ہیں تصویریں انہیں چھوڑو انہیں توڑو! نہ جسم اُس کا بتاتا ہے نہ شکل اس کی دکھاتا ہے

۱۔ اہلِ ایمان کا وہ چہارتی قافلہ جس کا ذکر جنگِ بدر کے اسباب میں ہو چکا ہے۔ اس کے منافع کی رقم جو پچاس ہزار دینار تھی۔ محض اس لیے دارالندوہ میں پڑی تھی کہ دوسرے قریش نے اسے انتقامِ بدر کے لیے محفوظ کر لیا تھا۔ اب یہ رقم لالہ لکی اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں صرف ہوئی۔ یہی نہیں بلکہ مکہ میں اس جنگ کے لیے عام چند بھی کیا گیا۔ (دیکھو ماہنامہ)

۲۔ عرب میں جوش پھیلانے اور لوگوں کو گرم کرنے کا سب سے بڑا آلہ شعر تھا۔ قریش میں دو شاعر شاعری میں مشہور تھے عمرو بن لُحی اور مسطح بن عتیر۔ عمرو بن لُحی بدر میں گرفتار ہو گیا تھا لیکن رسول اللہ نے باتفاقہ رحمہاں کو رہا کر دیا تھا۔ قریش کی درخواست پر وہ اور مسطح مکہ سے نکلے اور تمام قبائل قریش میں اپنی آتش بھائی سے آگ لگا آئے۔ (سیرت النبی)

۳۔ لَسْتُ نَكُونُ فِيهِ حَقِيَّةً وَهُوَ السَّمُوعُ الْبُخَيْرُ . لَا قَلْبَ لَهُ الْاَنْهَارُ
کوئی چیز بھی خدا کی مثال نہیں اور وہ بندوں کی پکار سناتا اور اُن کے حالات دیکھتا ہے۔
خو اس اور عقلیں خدا کا اور اک نہیں کر سکتے لیکن خدا کو ان سب کا اور اک ہے۔

اسے وہ حیّ اور قیوم اور رحمن کہتا ہے
وہ کہتا ہے کہ سب چھوٹے بڑے انساں برابر ہیں
وہ محفل میں بٹھاتا ہے رزیلوں کو حقیروں کو
بڑا حامی بنا ہے وہ یتیموں اور غلاموں کا
ہمارا عورتوں سے عشق بھی ہے ناگوار اس کو
ہمیں کہتا ہے تم ان عورتوں کا حق بھی پہچانو
وہ کہتا ہے کہ ہر اک زندہ رکھے اپنی بیٹی کو
مٹانا چاہتا ہے وہ روایاتِ قدیمہ کو
نہ جانے کون سا جادو ہے ان بیکار باتوں میں
ہمارے سربراہوں نے اُسے اس کام سے روکا
انہیں تو انتہائی سرزنش بھی ہم نے کر چھوڑی
چڑھاتے بھینٹ ہم ان کو ہبل اور لات کے آگے
انہیں اب اہلِ یثرب نے بصد اکرام رکھا ہے
قبیلے اوس و خزرج کے مسلمان ہوتے جاتے ہیں
محمدؐ کے خدا کا دین ہر سو بڑھتا جاتا ہے

ہمارے تین سو اور ساٹھ کو بے جان کہتا ہے
گدا و شاہ، کم حیثیت و ذی شاں برابر ہیں
امیروں کے مقابل کر دیا اُس نے فقیروں کو
مخالف ہے ہمارے فائدے کے انتظاموں کا
نظر آتی ہیں گویا عورتیں پرہیز گار اُس کو
انہیں اپنی طرح سمجھو انہیں اپنی طرح جانو
گوارا کس طرح کر لیں بھلا اشراف بیٹی کو
بھلانا چاہتا ہے وہ حکایاتِ قدیمہ کو
اُلٹ جاتا ہے دل انسان کا دو چار باتوں میں
اور اُس کے ماننے والوں کو بھی اسلام سے روکا
نہ اپنی ہٹ مسلمان بے وقوفوں نے مگر چھوڑی
ہمارے سخت پنچے سے مگر پنچ کر نکل بھاگے
بدل کر نام یثرب کا مدینہ نام رکھا ہے
خداوندوں کے گھر یثرب میں ویراں ہوتے جاتے ہیں
یہ قطرہ موج دریا بن رہا ہے چڑھتا جاتا ہے

۱۔ لا فضل العربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لایض علی اسود ولا لاسود علی ابیض الا بالتقویٰ (حدیث) نہ عربی کو عجمی پر فضیلت ہے نہ عجمی کو عربی پر اور نہ گورے کو کالے پر نہ کالے کو گورے پر فضیلت صرف تقویٰ کے ساتھ ہے۔ (زاد المعاد)

۲۔ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّی الْفَوَاحِشَ ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنٌ وَالْاَنفُسَ (قرآن)

کہہ دیجیے میرے پروردگار نے فحش کی ہر قسم کو مکمل ہو یا چھپی اور گناہ کو حرام کر دیا ہے۔

قریش ان کو سزا دینے گئے تھے آپ خود چڑھ کر
 بہتر پہلواں جو قوم کے سردار تھے سارے
 ہبل اور لات و عزئی نے ہمیں شاید سزا دی ہے
 خداؤں دیوتاؤں کو خفا یوں کر لیا ہم نے
 خدا سب رُوٹھے بیٹھے ہیں منانے کی ضرورت ہے
 زمیں پر جب تلک زندہ ہیں دشمن دیوتاؤں کے
 اُٹھو اے لات و عزئی و ہبل کے پوجنے والو
 کرو شیرازہ بندی قوم کے اوراقِ برہم کی
 ہے تاریخِ عرب پر یہ برے مضمون کا دھبہ
 ہمیں پیشِ نظر جب گوشمالی ہو حریفوں کی
 ہمیشہ سے ہمارا اور تمہارا بھائی چارا ہے
 ہمارے ساتھ ہو کر جنگ کرنا چاہیے اب بھی
 ارادہ کر چکے ہیں اہل مکہ ضربِ کاری کا
 مسلح ہو کے کے سے جو اُٹھے لشکرِ جنگی
 رہو تیار ہو کر کیل کانٹے سے جواں مردو

محمد نے نہ جانے پھونک مارا اُن پہ کیا پڑھ کر
 مسلمانوں نے آکر بدر کے میدان میں مارے
 کہ ہم نے مدتوں سے بندگی ان کی گھٹادی ہے
 کہ اُن کے دشمنوں کو زندہ کیوں رہنے دیا ہم نے
 کوئی تازہ لہو ان کو پلانے کی ضرورت ہے
 رہیں گے ہم ہدفِ زیرِ فلک ساری بلاؤں کے
 محمد اور اُس کے ساتھیوں کو ذبح کر ڈالو
 مسلمانوں کی قوت ہے عرب کے واسطے دھمکی
 دھلے گا اب تو مسلم خون ہی سے خون کا دھبہ
 مدد کرتے رہے ہو تم ہمیشہ ہم ردیفوں کی
 کہ جو دشمن ہمارا ہے وہی دشمن تمہارا ہے
 عزیزو! پاسِ نام و ننگ کرنا چاہیے اب بھی
 کرو امداد یارو ہاں یہی ہے وقتِ یاری کا
 تو یثرب کی زمیں پر آسماں کرنے لگے تنگی
 بلائیں جب تمہیں جنگ آوروں سے دشت کو بھر دو

مکے میں فوج کا اجتماع

قریشی قاصدوں نے اس طرح جب آگ بھڑکائی بھڑک اٹھے قبائل کے خیالات من و مانی
 مہیا ہو چکا مکے میں جب سامان لڑنے کا ابوسفیاں نے چپکے سے کیا اعلان لڑنے کا
 خبر دے دی گئی باہر کے امدادی قبائل کو کہ آئیں جلد لے کر اپنے جلادی وسائل کو
 تہامہ ۱ سے کنانہ کے قبائل متحد ہو کر چلے آئے مدد کے واسطے عقل و خرد کھو کر
 ہوا اجماع باطل وادی بطلحا کے سینے پر اٹھا غارت گری کے واسطے مکہ مدینے پر
 ہزاروں لڑنے والے آج اس لشکر میں شامل تھے شجاع و جنگ جو تھے آزمودہ کار و کامل تھے
 تکبر تھا سروں میں اور زبانوں پر ہمیں ہم تھا ابوسفیان ان سب کا سپہ سالار اعظم تھا ۲
 جناب خالد و عمرو بن عاص اس وقت نائب تھے ابھی تک جو ہر ایماں سروسینہ سے غائب تھے
 یہ لشکر مشتمل تھا ایسے ایسے قہرمانوں پر جو فوجوں کے مقابل بارہا کھیلے تھے جانوں پر
 انہیں مرغوب تھی غارت گری پیشہ تھا قزاقی نہاد آدمیت کا کوئی جوہر نہ تھا باقی
 مرتب ہو چکی جب ہر طرح سے فوج باطل کی بڑھی حق کی طرف یلغار کر کے موج باطل کی
 سپاہی بھی چلے ، سردار بھی سردار زادے بھی شتر اسوار بھی اور گھڑ چڑھے بھی اور پیادے بھی
 ڈبل کا شور سن سن کر ہوا فریاد کرتی تھی زمیں سہمی ہوئی اپنے خدا کو یاد کرتی تھی

۱ ابو عزمہ شاعر نے تہامہ میں گشت لگا کر جو کنانہ کو قریش کی مدد پر آمادہ کر دیا تھا (رحمۃ اللعالمین صفحہ ۱۰۷)

۲ پانچ ہزار بہادروں کا لشکر جس میں تین ہزار شتر سوار و دو سو سب سوار اور سات سو زورہ پوش پیادے بھی تھے۔ مدینے پر بڑھا۔ (رحمۃ اللعالمین بحوالہ تاریخ الخوارج)

۳ دیکھو سیرت النبی

۴ حضرت خالد بن ولید جن کو سیف اللہ ہونا اور دنیا سے اسلام کا سب سے بڑا جرنیل بننا مقدر تھا۔ اس وقت تک کافر تھے اور جنگ احد میں مسلمانوں پر انہی کے رسالے نے عقب سے حملہ کیا تھا۔ اسی طرح حضرت عمر بن عاص جو فاتح مصر کے نام سے مشہور ہوئے اس فوج میں شامل تھے۔

وہ خونی شیر چیتے بھی جو صحراؤں میں رہتے تھے یہ آندھی دیکھ کر العظمة لٹہ کہتے تھے

قریشی عورتیں

۱۔ قریشی عورتیں بھی دف بجاتی اور رجز گاتی چلی جاتی تھیں اُن کے آتشیں جذبات بھڑکاتی
غلاموں اور جلاوٹوں کو دم اور دام دے دے کر فریب وعدہ آزادی و انعام دے دے کر
بڑھاوے دے دے کے بدکاروں کو مال و گنچ دینے کے یہ ساری ڈانیں پر چھائیاں تھیں فطرت بد کی
بلائیں جمع ہو کر طیش میں آ آ کے نکلی تھیں بہت مشتاق تھیں یہ قتل اصحابِ محمدؐ کی
بشر کا خون پینے کی قسم کھا کھا کے نکلی تھیں

آنحضرت کی اطلاع یابی

بچا کر آنکھ ماہ و مہر کی مخبر نگاہوں سے بڑھی آتی تھی قرشی فوج غیر آباد راہوں سے
ابوسفیان کو ان راستوں سے واقفیت تھی مدینے پر اچانک حملہ کر دینے کی نیت تھی
مگر باطل تھی یہ کوشش پہ سالار باطل کی نبی پر ہو گئی افشا خبر یلغار باطل کی
نبی کے پاس آیا حضرت عباسؓ کا قاصد ۱

۱۔ دوسری عورتوں کے علاوہ ہند بنت جبہ زوجہ ابوسفیان، ام حکیم مکرّمہ بن ابوجہل کی بیوی، فاطمہ بنت ولید حارث بن مغیرہ کی بیوی اور حضرت خالد کی بہن برزہ بنت مسعود
لقنی، صفوان بن امیہ کی بیوی رطلہ بنت منہ عمر بن حاص کی بیوی، سلافہ سعد طلحہ بن ابوطیخ کی بیوی، حسانہ حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور جانا باز صحابی کی
کالروہاں، یہ سب فوج کا دل بڑھانے اور ان کو ثابت قدم رکھنے کے لیے ساتھ چلیں۔ (دیکھو سیرت النبی اور خاتم المرسلین وغیرہ)

۲۔ حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے ہند کا باپ بدر میں مارا گیا تھا۔ جبر بن مطعم کا چچا بھی حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے بدر میں مارا گیا تھا۔ اس بناء پر ہند نے وحشی کو جو جبر کا غلام تھا
فوراً رہائی میں مکمل کر دیا تھا۔ حضرت حمزہؓ کے قتل پر آمادہ کیا اور یہاں قرار ہوا کہ اس کا رگزار اسی کے صلہ میں اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ (سیرت النبی)

۳۔ بہت سی عورتیں ایسی تھیں جن کی اولاد جبکہ بدر میں قتل ہو چکی تھی۔ اس لیے وہ جوڑا انتقام سے لبریز تھیں۔ (سیرت النبی)

۴۔ حضرت عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ایمان لاپکے تھے مگر حکم رسالت سے اب تک کے ہی میں مقیم تھے۔ انہوں نے بنی غفار کے ایک شہسوار کو خط دے کر اور
انسان میں مدینے پہنچنے کی تاکید کر کے آنحضرت کے پاس بھیجا۔ آنحضرت اس وقت قہا میں تھے۔ قاصد وہیں باریاب ہوا اور یہ خط پیش کیا۔ (ابن سعد و زرقانی)

نبی نے انسؓ و مونسؓ دو جواں مامور فرمائے جو مانند ہوا فوج قریشی کی خبر لائے
گزارش کی کہ حملہ آوروں کا اک بڑا لشکر چلا آتا ہے آندھی کی طرح ارضِ مدینہ پر
اتالا اُن کا قربِ شہر میں ہے بند ہیں راہیں اُجاڑیں اُن کے گھوڑوں نے مدینے کی چراگاہیں

شہر کی حفاظت کے ضروری سامان

نبی نے سن کے امر واجب الاذعان فرمایا مدینے کی حفاظت کے لیے سامان فرمایا
معین کر دیئے دروازہ ہائے شہر پر غازی کہ تھا غارت گروں سے خطرہ شب خون اندازی
یہودی دشمنی کا رنگ بھی اب ہو گیا گہرا در مسجد پہ قائم کر لیا اصحاب نے پہرا
اچانک آ لیا تھا شہر کو افواجِ شیطان نے گزاری جاگ کر یہ رات ہر فردِ مسلمان نے
مقرر کر دیا ہادی نے اک گویندہ تازہ کہ ہو اچھی طرح جمعیتِ باطل کا اندازہ
خبر آئی کہ جمعیت ہے بیش از سہ ہزار ان کی ۵ کمک بھی آنے والی ہے بوقتِ کارزار ان کی
رسالے بھی ہیں جن کے پاس نیزے بھی ہیں کھڑے بھی سوار اُن کے ہیں آہن پوش آہن پوش گھوڑے بھی
شتر سوار کثرت سے ہیں کچھ لشکر پیادہ ہے زرہ پوشوں کی گنتی سات سو ہے یا زیادہ ہے

۱۔ آپ نے پانچویں شوال کو ۳۷ھ کو دو خبریں سنیں کہ قریش نے آپؐ کو اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینے کے قریب اور مدینہ کی چراگاہ (عریش) کو اُن کے گھوڑوں نے صاف کر دیا۔ (سیرت النبی)

۲۔ حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ ہتھیار لگا کر تمام رات مسجد نبوی کے دروازے پر پہرے دیتے رہے۔

۳۔ خبروں کے اخفا میں خیالِ بیدلی احتیاط کی گئی تھی اور عام مسلمانوں کو لشکرِ کفار کے تفصیلِ حالات نہیں بتائے گئے تھے۔ پھر بھی یہ شبِ مدینہ میں سخت خوف و خطر کی رات تھی۔ (ابن سعد)

۴۔ قریش کے قریب آنے کی خبر موصول ہونے پر آپؐ نے ایک صحابی حباب ابن منذر کو حملہ آوروں کی تعداد کے صحیح تخمینہ کے لیے بھیجا۔ (ابن سعد)

۵۔ رحمتہ للعالمین کے محقق نے تاریخ التاریخ کے حوالے سے اس فوج کی تعداد پانچ ہزار لکھی ہے۔ بہر حال تین ہزار شتر سوار، دو سو سپہ سوار، سات سو زرہ پوش پیادے مسلہ تعداد تھی۔

یہ سن کر مطلقاً اسلام کا ہادی نہ گھبرایا
مسلمانوں کو فقط اللہ کی امداد کافی ہے
جو بندوں کو ودیعت یہ امانت کرنے والا ہے
زباں سے حسبن اللہ کہہ کے یوں حضرت نے فرمایا
اسی کا نام کافی ہے اسی کی یاد کافی ہے
وہ قوت دینے والا ہے اعانت کرنے والا ہے

مسجد نبوی میں مجلس ۱ شوریٰ

ابھی کچھ رات باقی تھی ابھی پہرا تھا ظلمت کا
اکٹھے ہو گئے آ کر مسلمان صحن مسجد میں
پرانے اور نئے جتنے بھی تھے اللہ کے پیارے
کیا امت نے جب اجماع کامل بزم شوریٰ میں
منافق تھا، رسول اللہ کا در پردہ دشمن تھا
بظاہر یہ منافق دین کا اقرار کرتا تھا
مدینے میں بہت سے اور بھی اس کے موافق تھے
تمنا ان کی یہ تھی مسلموں میں تفرقہ ڈالیں
یہ سب ایمان کا اقرار زبانی کرتے رہتے تھے
غرض ابن ابی اب مشورت میں ہو گیا شامل
ہوا اعلان بہر مشورت اجماع امت کا
سمٹ آئی ضیائے صبح رخشاں صحن مسجد میں
بڑے چھوٹے معمر اور جوان جھٹ آگئے سارے
ہوا ابن ابی بھی آ کے شامل بزم شوریٰ میں
یہ دشمن دامن رحمت کا اک پر وردہ دشمن تھا
باطن جان ملت پر ہزاروں وار کرتا تھا
کہ ظاہر میں مسلمان اور باطن میں منافق تھے
ہویدا تھے نبی پران کے سب حالات سب چالیں
رسول اللہ سب کچھ جانتے تھے کچھ نہ کہتے تھے
اگرچہ قلب اس کا فتنہ انگیزی پہ تھا عامل

مسکایا آنحضرت نے مسجد نبوی میں مسلمانوں کو جمع فرمایا اور قریش کے حملے کے متعلق ان سے مشورہ طلب کیا۔

مسلمان ابی جو منافقوں کا سرغنہ تھا مگر جنگ بدر کے بعد یہ ظاہر مسلمان ہو گیا تھا۔ وہ بھی اس وقت مشورے میں شریک تھا۔ (سیرت النبی)

آنحضرت کا خطبہ ۱

نمازِ صبح پڑھ کر آپ نے ارشاد فرمایا
قریش اس مرتبہ آئے ہیں پورے ساز و سماں سے
کشاکش ہائے مرگ و زیست کا ہے اک کٹھن رستہ
مجھے یہ جنگ ایسا حادثہ معلوم ہوتا ہے
نبی کو اس میں خود ہے احتمالِ صدمہ ذاتی
بغیر اس کے رو تہذیب ملت طے نہیں ہوتی
یہ رستہ ہے میرے اصحابِ اکبر کی شہادت کا
اگر امت نے احکامِ نبی سے کی نہ سرتابی
پڑھا ہے نظم وحدت کا جو مضمونِ ادق تم نے
اگر تم اس رو دشوار میں ثابت قدم نکلے
حدیں قائم رکھیں تم نے اگر طاعت گزاری کی
تمہیں اس وقت چاروں سمت سے اعدائے گھیرا ہے

کہ اے ایمان والو امتحان کا وقت سخت آیا
کہ آزادی تمہاری چھین لیں شمشیر و پیکاں سے
جہاں چلنا ہے سب کو دست بستہ اور پابستہ
جو ہر اُمت کو بہر امتحان مقسوم ہوتا ہے
دکھایا ہے جا چکا ہے مجھ کو حالِ صدمہ ذاتی
کہ بڑھ کر جو ہر ذاتی سے کوئی شے نہیں ہوتی
کوئی وعدہ نہیں اس رہگور میں خرقِ عادت کا
نہ بشریت نے پیدا کر دیا مگر خوفِ اعصابی
بھلا ڈالا نہ گرہنگامِ سختی یہ سبق تم نے
ثبات و صبر کے اظہار میں ثابت قدم نکلے
تو دیتا ہوں بشارت میں تمہیں تائیدِ باری کی
یہاں دشمن کا گھر ہے، اس طرف اعدا کا ڈیرا ہے

۱۔ مشورے سے قبل آنحضرت نے قریش کے حملے اور ان کے خونخواروں کا تذکرہ فرمایا۔

۲۔ آپ نے فرمایا! آج رات میں نے خواب میں ایک گائے دیکھی ہے نیز دیکھا ہے کہ میری تلوار کا سراٹھ گیا ہے پھر میں نے دیکھا کہ گائے ذبح کی جا رہی ہے۔
دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط اور محفوظ زرہ کے اندر ڈالا ہے۔

۳۔ صحابہ نے اس خواب کی تعبیر دریافت کی تو فرمایا گائے کے ذبح سے میں سمجھتا ہوں کہ میرے بعض اصحابِ اکبر کی شہادت مراد ہے اور تلوار کے ٹوٹنے سے میرے عزیزوں میں سے کسی کی شہادت ہے۔ یا خود مجھے اس مہم میں کوئی جسانی تکلیف پہنچے گی۔ زرہ کے اندر ہاتھ ڈالنے سے میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں مدینے کے اندر رہ کر متنازعہ مناسبت ہے۔ (خاتم النبیین، بحوالہ بخاری، ابن ہشام و ابن سعد)

مدینے کی جو حالت ہے وہ تم پر آشکارا ہے
بتاؤ اُن کو روکیں چل کے باہر چند میلوں پر
بظاہر بند ہو کر جنگ کرنے میں ہے آسانی
مگر یہ منحصر ہے کثرتِ آرائے ملت پر
حقِ آزادیِ آرا ہے دیں کا سنگِ بنیادی
میری جانب سے ہر حالت میں استقلال دیکھو گے

قریشی لشکرِ جرار اُحد پر خیمہ آرا ہے
کہ اس لشکر کو بڑھنے دیں مدینے کی فصیلوں پر
یہ ایک نزعہ کر سکتے نہیں بیداد کے بانی
تدبیر شرط ہے ہر دیدہ بینائے ملت پر
تمہاری رائے جو بھی ہو بیاں کر دو آزادی
محمدؐ کو رہ حق میں شریکِ حال دیکھو گے!

بگوشِ ہوش یہ خطبہ سنا ایمان والوں نے
گزارش کیں کھڑے ہو ہو کے دائیں سب اکابر نے
کہ لڑنا قلعہ بندی کے طریقے سے مناسب ہے
دفاعِ دشمنانِ ضبط اور سلیقے سے مناسب ہے

عبداللہ بن ابی منافق کی رائے ۲

کہا ابنِ ابی نے ہاں یہ دستورِ قدیمی ہے
مدینے پر کیا کرتا تھا حملہ جب کوئی لشکر
بٹھا دیتے تھے اپنی عورتیں ہر سمت ٹیلوں پر
مراہم کر لیے جاتے تھے جھٹ انبارِ پتھر کے
سیلوں سے ہوا کرتی تھی بارش تند تیروں کی

ہے اس سے فائدہ مقصود اگرچہ چالِ دھیمی ہے
تو ہو کر متحد سب شہر والے لڑنے مرنے پر
مسلح اور جنگی مرد چڑھتے تھے فصیلوں پر
بلندی سے ہوا کرتے تھے پہروں وارِ پتھر کے
تو چلتی تھی نہ کوئی پیش اُن شمشیر گیروں کی

ابن نے عموماً اور انصار میں سے اکابر نے رائے دی کہ عورتیں باہر قلعوں میں بھیج دی جائیں اور شہر میں پناہ گیر ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ (سیرت النبی)

ابن ابی منافق نے بھی یہی رائے دی۔ (سیرت النبی)

ہمارے باپ دادا یوں بھگا دیتے تھے دشمن کو
مسلمانوں کو لازم ہے کہ میرا مشورہ مانیں
بٹھا دیں عورتوں بچوں کو چاروں سمت ٹیلوں پر
کریں دشمن پہ بند اس شہر کا ہر ایک دروازہ
عدم کا راستہ اکثر دکھا دیتے تھے دشمن کو
میری شخصیت و اہلیت جنگی کو پہچانیں
مسلح ہو کے خود بھی بیٹھ جائیں ان فصیلوں پر
تو میری رائے کا اُس وقت ہو جائے گا اندازہ

مسلم نوجوانوں کا جوشِ جہاد ۱

سنی صبر و سکون سے رائے سب نے اس منافق کی
غرض جتنے معمر لوگ اس شوریٰ میں شامل تھے
مگر وہ نوجواں نوخیز جوشیلے جری مسلم
وہ مخمور شجاعت بادۂ نورس کے متوالے
وہ اٹھے دست بستہ عرض کی اے ہادیٰ دوراں
تمنا ہے کہ نعمت کا بدل کچھ تو ادا کر دیں
نہیں ہے دل رضا مند اس نبردِ قلعہ بندی پر
ہماری تربیت گہ ہے مدینے کی یہی وادی
اسی وادی کے اندر کھیت ہیں مسلم کسانوں کے
اگر ہم اس طرح مجبور ہو کر بیٹھ جائیں گے
تو سمجھیں گے عرب والے اسے جبین اور کمزوری
کہ نیت بد تھی لیکن اُس نے تقریرِ موافق کی
وہ تجویزِ نبردِ قلعہ بندی ہی کے حامل تھے
وہ سادہ دل نقوشِ پختہ کاری سے بری مسلم
وہ تدبیروں سے ناواقف وہ بل والے وہ ست والے
ہمیں بخشی ہے جب سے آپ نے یہ نعمتِ ایماں
نہیں کچھ اور کر سکتے یہ جانیں ہی فدا کر دیں
کہ حرف آئے گا اس سے بدر کی فیروزہ مندی پر
غلاموں کو یہیں بخشا گیا ہے حقِ آزادی
ہواؤں نے سنے ہیں اس جگہ نغے اذانوں کے
فصیلِ شہر میں محصور ہو کر بیٹھ جائیں گے
پھر آئے دن دکھائیں گے شرارت اور سرشوری

۱۔ اکثر صحابہ نے اور خصوصیت کے ساتھ اُن نوجوان مسلمانوں نے جو بدر کی جنگ میں شامل نہ ہوئے تھے اور شہادت اور خدمتِ دین کے جذبے سے سرشار تھے اصرار کیا کہ ہم شہر سے نکل کر کھلے میدان میں مقابلہ کرنا شہر میں بند ہو کر لڑنے سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ (ابن سعد وابن ہشام)

تو سمجھی جائے گی اس میں مسلمانوں کی نامردی
 شکستِ بدر کو اُفتادِ ہنگامی گماں کر کے
 کہ جیسے بدر کے غازی لڑے تھے روبرو ہو کر
 مگر اُن سے لڑیں گے ہم یہی پکا ارادہ ہے
 انہیں بڑھنے نہ دیں گے اپنے جیتے جی مدینے پر
 غلامانِ نبیؐ فضلِ خدا سے آن والے ہیں
 نبیؐ کے دامنِ رحمت میں سو جائیں گے پھر کیا ہے
 شہادت پا گئے تو عاقبت محمود ہے اپنی
 نظر روئے نبیؐ پر ہو گلا شمشیرِ قاتل پر
 اسی کو موت کہتے ہیں تو ایسی موت آ جائے
 کہ شمشیروں کے سائے میں نمازی بن کے آئیں گے
 ادھر رتبہ غزا کا ہے ادھر رتبہ شہادت کا
 جہادِ فی سبیل اللہ سے تاجِ شہادت سے
 فصیلوں میں چھپیں اب بھی یہ غیرت کے منافی ہے

اگر باہر نکل کر ہم نے دکھلائی نہ پامردی
 قریش آئے ہیں بیشک ہر طرح تیاریاں کر کے
 صف آرا ہوں گے اُن کے سامنے ہم دُوبدو ہو کر
 یہ سچ ہے واقعی تعداد بھی اُن کی زیادہ ہے
 مقابل ہو کے روکیں گے ہم اُن کے وار سینے پر
 نہتے بے سروساماں سہی ایمان والے ہیں
 زیادہ سے زیادہ قتل ہو جائیں گے پھر کیا ہے
 رہ حق میں یہی تو منزلِ مقصود ہے اپنی
 تمنا ہے کہ اُڑ کر جا پڑے دل تیر قاتل پر
 یہ سرکٹ کر سوئے پائے محمدؐ لوٹا جائے
 رہیں گے ہم میں جو زندہ وہ غازی بن کے آئیں گے
 یہ جینا بھی سعادت کا یہ مرنا بھی سعادت کا
 رہے ہم بدر میں محرومِ تحصیلِ سعادت سے
 ندامت کے لیے وہ ایک محرومی ہی کافی ہے

جوش و تحمل

زبانوں سے بیاں کر دیں کتابِ دل کی تفسیریں
 بہت ان میں ابھی نا پختہ کار و تازہ ایماں تھے

نہایت جوش سے کیس ان صحابہ نے یہ تقریریں
 جو بہرِ جنگِ میدانی بصدِ اصرار کوشاں تھے

ابھی یہ تازہ تازہ دامنِ رحمت میں آئے تھے خدا سے لو لگانے پر کبھی کوڑے نہ کھائے تھے
 ابھی تک سختیاں جھیلی نہ تھیں ایمان لانے کی ابھی تک بازیاں کھیلی نہ تھیں سردھڑ لگانے کی
 رہے تھے گھر میں یا مسجد میں یا پھر کھیت کے اوپر نہ لیٹے تھے کبھی یہ تپتی تپتی ریت کے اوپر
 نہ تھا معلوم دل پر جبر کرنا کس کو کہتے ہیں سر ہنگام سختی صبر کرنا کس کو کہتے ہیں
 نہیں دیکھا تھا، کیا ہنگام سختی پیش آتا ہے پئے جاں خواستن کس طرح ہر بدکیش آتا ہے
 قتالِ کار زارِ بدر آنکھوں سے نہ دیکھا تھا سنا تھا نامِ جبر و قدر آنکھوں سے نہ دیکھا تھا
 جری تھے شیر تھے طبعاً دلاور تھے جیالے تھے یہی اک روز دنیا بھر کے فاتح بننے والے تھے
 مگر گر گر کے اٹھنے پر مدارِ پہلوانی ہے انہی ناکامیوں پر انحصارِ کامرانی ہے
 کہ بچے بطنِ مادر سے جواں پیدا نہیں ہوتے بنائے جاتے ہیں سب پہلواں پیدا نہیں ہوتے
 بلندی پر پہنچنے کے لیے حاجت ہے زینے کی سمندر پار کرنے کو ضرورت ہے سفینے کی
 کتابی درس ہی سے شہسواری آ نہیں سکتی اصول آئیں تو آئیں پختہ کاری آ نہیں سکتی
 نبیؐ کے سامنے تکمیلِ استعدادِ اُمت تھی
 یہ کاہش از برائے وحدتِ افرادِ اُمت تھی

پیغمبرؐ کا فیصلہ

سنیں حضرت نے مسلم نوجوانوں کی یہ تقریریں جو بہرِ جنگ گھر سے باندھ کر آئے تھے مشیریں
 جوانی میں تھا ذوق و شوق کا انداز بھی شامل نیاز و عاجزی میں تھی ادائے ناز بھی شامل
 اگرچہ آپ کو یہ ناز یکسر ناپسند آیا محبت سے مگر قرآنِ ناطقؑ نے یہ فرمایا

کہ راضی ہو اگر تم سخت گھاٹی سے گزرنے کو
خدا کے ہاتھ میں ہے سلسلہ فتح و ہزیمت کا
اگر صبر اور استقلال کو محفوظ رکھو گے
بجائے خود یہی فتح و ظفر کی اک نشانی ہے
یہ سن کر ہو گئے مسرور سب پتلے شجاعت کے
نبیؐ نے اب شعارِ راستی پر خطبہ فرمایا
نماز جمعہ کا وقت آ گیا تھا جمعہ پڑھوایا

رحمتہ للعالمینؐ لباسِ جہاد میں

نماز جمعہ پڑھ کر ہو گیا اعلانِ تیاری
نبوت کا جلالی رنگ چہرے سے سے ہویدا تھا
وفا و عشق کے رشتے سے دونوں دست و پابستہ
رفیقانِ نبیؐ کے قلب اس جلوے سے تھرائے
کوئی سخت اور نازک مرحلہ پیش آنے والا تھا
لباسِ جنگ پہنا آج سردارِ دو عالمؐ نے
شرف بخشا زرہ کو چشمِ ہستی کے اُجالے نے
کمر چڑے کی پٹی سے کسی تلوار لٹکائی
بھرا تیروں سے ترکش بھی کماں بھی دوش پر آئی

خیر مسلم نوجوانوں نے اس اصرار کے ساتھ اپنی رائیں پیش کیں کہ آنحضرتؐ نے ان کی بات مان لی اور فیصلہ فرمایا کہ اچھا ہم کھلم کھلا میدان میں کفار کی مداخلت کریں
(دیکھو ابن سعد وابن ہشام)

انھیں کے بعد آپؐ نے مجاہدین کو تیاری کا حکم دیا اور خود بھی حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو ساتھ لے کر اپنے حجرے میں تشریف لے گئے اور لباسِ جنگ
پہنا لیا۔ (ابن سعد و زرقانی)

کیا حیران صدیق و عمر کو اس نظارے نے لیا نیزہ بھی دستِ پاک میں اللہ کے پیارے نے
ابوبکرؓ و عمرؓ کے ہاتھ سے باصدؓ ادبِ کوشی مکمل ہو گئی محبوبِ حق کی اسلحہ پوشی

جوشیلے مجاہدین کا احساسِ ندامت

ادھر مسجد میں مردانِ مجاہد سر بکف ہو کر کھڑے تھے انتظارِ مصطفیٰؐ میں صف بصف ہو کر
ہوئے حضرت برآمد حجرہ خلوت سے جلوت میں ضیائے نور پھیلی نور کی جلوت سے جلوت میں
نبیؐ کو آج اُمت نے لباسِ جنگ میں دیکھا جمالِ مصطفیٰؐ کو اس نرالے رنگ میں دیکھا
زرہ ، مغفر ، کمان و تیر و شمشیر و تبر بھالا مجسم نور جس کے گرد گرد اک نور کا ہالا
ہویدا تھا جمالِ سرمدی سرکارِ عالی سے دل مردانِ عالم کانپ اٹھے شانِ جلالی سے
ہوئی اب اُن جوانانِ مجاہد کو پشیمانی صلاحِ قلعہ بندی جن کی غیرت نے نہ تھی مانی
ہمارے واسطے مقصودِ عالم سختیاں جھیلے غلاموں کی مشقت آپ آقا ذات پر لے لے
زرہ پہنی ہمارے واسطے محبوبِ داور نے اٹھائی یہ مشقت بحرِ عرفاں کے شاور نے
دفاعِ دشمنان کے واسطے بھالا سنبھالا ہے تو ظاہر ہے کہ بھاری واقعہ پیش آنے والا ہے
موڈب ہو کے ازراہِ ندامت عرض گزرانی تے ہمارے باپ ماں قربان اے محبوبِ یزدانی
نہ جانے اختلاف رائے عالی کیوں ہوا ہم سے نہیں پوشیدہ حالِ دل ہمارا دل کے محرم سے
نبردِ قلعہ بندی ہو کہ میداں کی لڑائی ہو اسی صورت سے طے فرمائیے جس میں بھلائی ہو

۱۔ زرہ زیب فرمائی، چڑے کی چٹنی سے کمر کسی سر پر عمامہ ہلوار جمال کی، دوش پر پرستی دست مبارک میں نیزہ تھا۔ (دیکھو تاریخ انجیل جلد اول)

۲۔ حضرت صدیق اکبرؓ فاروقی اعظم نے اسلحہ پہنے میں آپ کا ہاتھ بٹایا تھا۔ (ابن سعد)

۳۔ حضرت سعد بن معاذ رئیس قبیلہ اوس اور دوسرے اکابر کی تصریح سے نو جوان مشاقتان جہاد کو اپنی رائے کی غلطی کا احساس پیدا ہو رہا تھا اور اُن کے دل پشیمان ہو رہے تھے۔ اب جو حضورؐ اسلحہ لگائے اور زرہ اور خود پہنے ہوئے حجرے سے برآمد ہوئے تو ان کے دل ندامت سے لبریز ہو گئے۔ (ابن سعد)

حقیقت میں ہماری رائے کیا ہے اور ہم کیا ہیں
 کیا خورشید ذروں کو یہ سب احسانِ ہادی ہے
 اسی سرکار اسی دربار ہی کے نام لیوا ہیں
 رسول اللہ پر ظاہر ہے جو ہم سے ہے پوشیدہ
 جگہ دامن پہ دے کر آپ نے عزت بڑھادی ہے
 وہی فرمائیے جو بہر ملت ہو پسندیدہ
 لباسِ جنگ اُتاریں آپ کیا اس کی ضرورت ہے!

پیغمبرؐ کا جواب

صحابہؓ پر جو طاری جوشِ رقت کا اثر پایا
 کہ اے ایمان والو فکر مندی نامناسب ہے
 تبسم زیر لب فرما کے ہادیؐ نے یہ فرمایا
 خدا اس جذبہٴ اخلاص کی تحسین کرتا ہے
 چلو میدان میں اب قلعہ بندی نامناسب ہے
 نظارہ فتح کا پیشِ نظر ہو یا ہزیمت کا
 نبیؐ پھر تم کو استقلال کی تلقین کرتا ہے
 نہیں واجبِ نبیؐ کو فتح کر دینا عزیمت کا
 سر میدان نہ جب تک تیغ کوئی فیصلہ کر دے
 خدا جب تک نہ از خود حق کو باطل سے جدا کر دے
 پیغمبر کے لیے فتحِ عزیمت کی مناہی ہے
 یہ ارشادِ الہی ہے ، یہ ارشادِ الہی ہے
 خیالِ بغض و کینہ دور کر کے اپنے سینے سے
 رضائے حق طلب کرتے ہوئے نکلو مدینے سے
 ادائے فرض ہے مطلوب مرنا ہو کہ جینا ہو
 مجاہد کو ہیں سب مرغوب مرنا ہو کہ جینا ہو

مجاہدین کا مدینے سے خروج ۲ جانبِ اُحد

یہ کہہ کر امر فرمایا پیغمبرؐ نے سواری کا
 در مسجد پہ حاضر تھا فرس محبوبِ باریؐ کا
 سب نے یک زبان ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ہم سے غلطی ہوئی کہ ہم نے حضور کی رائے کے مقابلے میں اپنی رائے پر اصرار کیا۔ آپ جس طرح مناسب خیال
 کی حکمت کے مفاد کے لیے وہی طریق کار بہتری کا موجب ہوگا اور اسی میں برکت ہوگی۔ (دیکھو زرقانی)

آپؐ نے فرمایا جب تک اللہ کوئی فیصلہ نہ فرمادے اللہ کے نبی کی شان سے بعید ہے کہ وہ اختیار پہن کر اتار دے۔ (دیکھو بخاری، کتاب الاعتصام)
 اٹھ بڑھ کے دن مدینہ کے قریب پہنچے اور کوؤ اُحد پر ڈیرہ ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھ کر ایک ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے نکلے۔ (سیرت النبی)

در مسجد سے نکلے شہسواری کے لیے سرور
 کیا خورشید عرفاں نے منور خانہ زیں کو
 مہ شوال تھا اور چودھواں دن تھا مہینے کا
 سواری صورتِ ابر بہاری شہر سے نکلی
 نقیبانِ رسالت آگے آگے پایادہ تھے
 یہ دونوں پیکرِ سادہ تھے خدمت اور بسالت کے
 نبی کے پیچھے پیچھے دائیں بائیں سب مجاہد تھے
 مہ و خورشید گھوڑے کی رکابیں بن گئے آ کر
 فرس بھی وجد میں آیا اٹھا کر سرور دیں کو
 کہ نکلا چاند تاروں کی طرح لشکر مدینے کا
 جلو میں اُمتِ محبوبِ باری شہر سے نکلی
 کہ یہ سعدینؓ دیں ابنِ معاذؓ ابنِ عبادہؓ تھے
 رؤسا اوس و خزرج کے مگر چا کر رسالت کے
 یہی میدان میں غازی تھے یہی مسجد میں زاہد تھے

لشکرِ اسلام میں منافقین کی شمولیت

ہزار انسان گنتی کے عدد تھے آج لشکر میں
 چلا ابنِ ابی اپنے موافق ساتھؓ میں لے کر
 موافق بھی جلو میں تھے نبیؐ کے ناموافق بھی
 ذرا سی دیر میں وہ مرحلہ بھی آنے والا تھا
 سوارانِ زرہ پوش ایک صد تھے آج لشکر میںؓ
 رہِ حق میں ایک انبوہ منافق ساتھ میں لے کر
 تھے اس تعداد میں شامل مدینے کے منافق بھی
 کہ گوہر اور خزف کا امتحاں ہو جانے والا تھا

وہ نوجوان جن پر جہاد فرض نہ تھا

صف آرا کر کے لشکر کو لیا جب جائزہ سب کا
 کیا ایماں کی آنکھوں نے نظارِ قدرتِ رب کا

۱۔ سعد بن معاذ رئیس اوس اور سعد بن عبادہ رئیس خزرج آنحضرت کے گھوڑے کے آگے آگے آہستہ آہستہ دوڑتے جاتے تھے اور باقی اصحاب حضور کے چپ و راست اور پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ (ابن سعد)

۲۔ اس وقت لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی جن میں صرف ایک سو آدمی زرہ پوش تھے۔ اس ایک ہزار میں عبداللہ بن ابی کے نین سوسا بھی شامل تھے۔

۳۔ اس وقت عبداللہ بن ابی تین سو کی جمعیت لے کر ساتھ چلا تھا۔ (سیرت النبی)

نہ ڈالا شانِ رحمت نے یہ بارِ قرض بچوں پر
 بڑے ہو کر جنہیں کھینا تھا ملت کے سفینے کو
 مگر ان شیر بچوں میں انہی کا ایک ہم سن تھا
 برائے جائزہ باندھیں صفیں جب فوج امت نے
 بڑوں کے ساتھ شانوں کو ملا کر پہلواں بن کر
 شہادت کی طلب میں مل گئی دل کی مراد اس کو
 تھیں اس کو سرفروشی ہی میں امیدیں منافع کی
 اسی کا ایک ہمس ۵ دیکھتا تھا اس طریقے کو
 نبی نے جائزے کے وقت اسے کم عمر پایا تھا
 یہ اپنے باپ کو لے کر رسالت کے حضور آیا
 گزارش کی، میرے ماں باپ قرباں یا رسول اللہ
 اُسے دے دی اجازت دشمنوں سے جنگ کرنے کی
 رکھا جاتا ہوں میں محروم کیوں ایسی سعادت سے
 جہاد فی سبیل اللہ نہیں تھا فرض بچوں پر
 وہ سب کمن دلاور کر دیئے واپس مدینے کو
 جہاد اس پر نہ تھا واجب کہ وہ اس وقت کمن تھا
 اسے بھی کر دیا لا کر کھڑا شوقِ شہادت نے
 ہوا یہ اس طرح استادہ انگوٹھوں کے بل تن کر ۲
 نبی نے مسکرا کر دے دیا اِڈن جہاد اس کو ۳
 یہ شوقی کام آئی چل گئی ترکیب رافع کی
 نہ لاسکتا تھا لیکن کام میں اب اس سلیقے کو
 تو حکم واپسی رافع سے پہلے ہی سنایا تھا
 مروت کے حضور آیا شفاعت کے حضور آیا
 کیا ہے آپ نے رافع پہ احساں یا رسول اللہ
 شہادت سے رخ اُمید کو گلرنگ کرنے کی
 جہاد فی سبیل اللہ سے تاجِ شہادت سے

۱۔ کم عمر بچے مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ، اسامہ بن زیدؓ، ابوسعید خدریؓ وغیرہ جو شوقِ جہاد میں ساتھ آئے لشکر کا جائزہ لیتے وقت واپس لوٹا دیئے گئے۔

۲۔ رافع بن خدیج (سیرت النبی)

۳۔ جان نثاری کا یہ ذوق تھا کہ نو جوانوں میں رافع بن خدیج سے کہا گیا کہ تم عمر میں چھوٹے ہو واپس جاؤ تو وہ انگوٹھوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے کہ قد اونچا نظر آئے۔ (طبری)

۴۔ حضرت رافع بن خدیج کی یہ ترکیب کام آئی اور انہیں اجازت جہاد ملی۔ (طبری)

۵۔ سمرقہ بن حنظل (ابن ہشام)

۶۔ سمرقہ نے جو دیکھا کہ رافع کو جہاد کی اجازت مل گئی ہے تو وہ اپنے باپ کو ساتھ لے کر آنحضرت کے پاس پہنچا اور عرض کی کہ حضور نے رافع کو جنگ کی اجازت دے دی ہے تاکہ میں اُسے کشمکش میں پھاڑ لیتا ہوں۔ اسے ملی ہے تو مجھے بھی اجازت ملنی چاہیے۔ (ابن ہشام و طبری)

میں کشتی میں سر میداں گرا لیتا ہوں رافع کو
ملا ہے اُس کو اذنِ جنگ تو مجھ کو بھی مل جائے
رسول اللہ نے دیکھے ذوق و شوق ان شیر زادوں کے
یہ درگاہِ خدا میں پیشکش لائے تھے جانوں کو
گرایا واقعی کشتی میں جب رافع کو سمرۃؓ نے
تعالی اللہ یہ ذوق اور جذبہ نو جوانوں کا
میں اپنے زورِ بازو سے اٹھا لیتا ہوں رافع کو
میرے پڑمردہ دل کا غنچہٴ امید کھل جائے
کہ عمریں خام تھیں لیکن یہ پکے تھے ارادوں کے
اجازت آپ نے کشتی کی دے دی ان جوانوں کو
کیا منظور اسے بھی ساتھ لے چلنا رسالتؐ نے
تو کیوں راضی نہ ہوتا اُن سے مالک دو جہانوں کا

مجاہدینِ اسلام کا قیامِ شب

زمیں پر جب شہادت کی یہ بے تابِ نظر آئی
نظارا کر رہا تھا مہر اب تک سرنگوں ہو کر
ہوا دینِ منزلِ شیخینؓ پر مہمانِ شب آخر
شفق نے لے لیا آغوش میں خورشیدِ تاباں کو
سکوتِ شام ٹوٹا نغمہٴ لحنِ بلالؓ سے
جھکائے سر خدا کی بارگہ میں شان والوں نے
اُحد کے دامنوں میں فوجِ باطل تھی خیامِ آرا
عشا کے وقت پھر لحنِ بلالی سے ازاں گونجی

۱۔ دیکھو سیرت النبی۔

ع شیخین مدینے اور اُحد کے درمیان دو ٹیلوں کا نام ہے۔ روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہاں ایک اندھا بوڑھا اور ایک اندھی بڑھیادہا کرتے تھے اور آپس میں باتیں کیا کرتے تھے اس لیے ان کا نام شیخین مشہور ہو گیا۔

۲۔ حضرت بلالؓ نے اذان دی اور تمام صحابہ نے آنحضرت کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ (ابن سعد)

عشا پڑھ کر جمائے نوریوں نے خاک پر بستر
 طلائیے ۱۰ پر جوانانِ مجاہد ہو گئے قائم
 کہ تھا زیرِ نگاہِ صاحبِ لولاک ہر بستر
 بہر جانب نگہباں اور شاہد ہو گئے قائم
 نظر میں تاکہ رکھیں رات بھر شبِ خوں کے ہلے کو
 یہ ساماں کر کے پیغمبر نے زینت دی مصلے کو

راس المنافقین اور اُس کے ساتھی

ستارے شب کو زیرِ دامنِ بدر الدجی اُترے
 رہے ملبنِ اُبی اور اُس کے ساتھی اک کنارے پر
 مگر اہلِ نفاق ایمان والوں سے جدا اُترے
 کہ چلتے تھے منافق اس منافق کے اشارے پر
 فلک بھی دیکھتا تھا چشمِ حیرت سے یہ نیرنگی
 کہ وقتِ امتحاں تھی طینتِ بد کس قدر ننگی
 ستارے جھلملائے ہلکی ہلکی روشنی پھیلی
 نظر دو چادریں آئیں کہ اک اُجلی تھی اک میلی
 جو اُجلی تھی اُسی کا بزمِ ہستی میں اُجالا ہے
 جو میلی تھی اُسی کا آج منہ دنیا میں کالا ہے

کفار کی چھاؤنی

ستاروں نے اگرچہ نور ہر جانب بکھیرا تھا
 یہاں تاریکیوں نے آج جھنڈے گاڑ رکھے تھے
 اُحد کے دوسرے رخ پر اندھیرا ہی اندھیرا تھا
 بلاؤں نے شکاروں کے لیے منہ پھاڑ رکھے تھے
 بدی چھائی ہوئی تھی خیمہ و خرگاہ بن بن کر
 بدی کے سائے میں بیٹھے تھے سب بد راہ تن تن کر
 سپہ کاری نمایاں تھی سپہ بختوں کے ڈیرے میں
 کہ روشن داغباےِ معصیت تھے اس اندھیرے میں
 سرور و عیش کی دف بج رہی تھی خیمے خیمے میں
 برائی اسلحہ سے سج رہی تھی خیمے خیمے میں

رسول اللہ نے رات کے پہرے پر محمد بن مسلمہ کو متعین کیا۔ جو پچاس مجاہدین کے ساتھ رات بھر لشکرِ اسلام کے گرد طلائی کی خدمت انجام دیتے رہے۔ (ابن سعد)

نبیِ اہل اور اس کے ساتھی لشکرِ اسلام سے ایک کنارے شبِ باش ہوئے۔

ابوسفیاں کی عشرت گاہ میں سردار تھے سارے
 سرود و رقص بھی اور شغلِ مے بھی ہوتا جاتا تھا
 بتائی جا رہی تھیں قتل و خونریزی کی تدبیریں
 بدی پر مستعد تھے ہر طرح انسان کے دشمن
 شراہیں پی رہے تھے مست تھے سرشار تھے سارے
 اسی میں مسئلہ حملے کا طے بھی ہوتا جاتا تھا
 کمانیں چھٹ رہی تھیں بٹ رہی تھیں خاص شمشیریں
 خدا کے، مصطفیٰ کے، دین کے، اسلام کے دشمن

کفار کے جاسوس کا بیان

اسی عالم میں اک جاسوس بھی دوڑا ہوا آیا
 کہا کل اک ہزار افراد نکلے ہیں مدینے سے
 اسی تعداد میں ابنِ اُبی والے بھی شامل ہیں۔
 دلوں کا حال ان لوگوں کی آنکھوں سے ہے آئینہ
 یہ توڑیں گے مسلمانوں کی جمعیت کا شیرازہ
 کم از کم تین سو افراد ہیں اس قسم کے انساں
 یہ ہم سے آملیں گے اور یا منہ موڑ جائیں گے
 رہے اب سات سو باقی سو وہ لڑنے کو آئیں گے
 وہی زر ہیں، جو روزِ بدر کی بھگدڑ میں چھوٹی تھیں
 وہی چھینی ہوئی مقتول سرداروں کی تلواریں
 مدینے سے خروج اہلِ ایمان کی خبر لایا
 نظر آتا ہے گویا ہو چکے ہیں سیر جینے سے
 یہ سب باطن میں اپنے دینِ دیرینہ پہ عامل ہیں
 کہ اسلامی جماعت سے یہ رکھتے ہیں بڑا کینہ
 بہر حال ان کا ہو جائے گا وقتِ جنگ اندازہ
 نہ پہنچے گا ہماری فوج کو جن سے کوئی نقصاں
 بہر صورت مسلمانوں کا دامن چھوڑ جائیں گے
 محمد اُن کو وقتِ صبح زیرِ تیغ لائیں گے
 ہماری فوج نے پھینکی تھیں ان لوگوں نے لوٹی تھیں
 کہ جن کے پیلے ٹوٹے ہوئے ہیں کند ہیں دھاریں

۱۔ مدینے سے نکلنے وقت آپ کے ساتھ ایک ہزار کی جمعیت تھی جن میں سات سو راحِ العقیدہ مسلمان تھے اور تین سو منافق جو عبد اللہ ابنِ ابی کی زیرِ قیادت تھے۔ ان کا ارادہ
 اسی سے ظاہر ہے کہ جنگ سے پہلے ہی عبد اللہ ابنِ ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکرِ اسلام سے الگ شبِ باش ہوا تھا۔
 ۲۔ اُحد میں صرف ایک مسلمان زہرہ پوش تھے۔ (طبری)

یہی تھوڑے بہت ہتھیار ہیں بس کائنات ان کی
نمازی ہیں بہت مردانِ غازی ہیں بہت تھوڑے
کسی کے پاس بھی پورا نہیں سامان لڑنے کا
ہماری فوج کی طاقت اگر یہ لوگ سن پاتے
بظاہر ایک دو فرسنگ چلنے سے تھکے ہارے
نظر آتی ہے گویا شاخِ آہو پر برات ان کی
سواری کے لیے لائی ہے ساری فوج دو گھوڑے
تہیہ کر کے گھر سے آئے ہیں نادان لڑنے کا
فصیلِ شہر سے باہر نہ ہرگز یوں چلے آتے
کھلے میدان میں شیخین پر شبِ باش ہیں سارے

ابوسفیان کی تدبیریں

ابوسفیاں نے یہ خبریں سنیں پوری خموشی سے
کہا دیکھو علی الاعلان یہ خبریں نہ دہراؤ
ذرا ٹھہرو ابو عامر کو میرے پاس پہنچا کر
پھرے شب بھر چچاس اسوار لے کر گرد لشکر کے
رہا کچھ دیر تک خاموش ابوسفیان پھر بولا
دلیرانِ عرب! یہ مے کشی اب ملتوی کر دو
مسلمان شہر میں محصور ہو کر جنگ اگر کرتے
ہو سرد گرہاں ہاتھ کھینچا بادہ نوشی سے
ابو عامر کو میرے پاس لاؤ، جاؤ، جلد آؤ
بہادر عکرمہ کو بھی مرا پیغام دو جا کر
نہ گھبنے پائیں خیمہ گاہ میں افرادِ باہر کے
مخاطب ہو کے نائبِ افسروں سے یوں دہن کھولا
کہ وقتِ انتقام بدر آ پہنچا جوانمردو
تو کچھ مدت ہماری فوج کو زیر و زبر کرتے

ع احمد میں لشکرِ اسلام کے ساتھ فقط دو گھوڑے تھے ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میں اور دوسرا حضرت ابو ہریرہ کے پاس۔

ابو عامر قبیلہ اوس کا ایک معزز شخص تھا جو مدینے میں راہبانہ وضع سے زندگی بسر کرتا تھا اور سب لوگ اُس کی بے انتہا توقیر کرتے تھے۔ جب رسولِ پاک کے سے ہجرت کے مدینے تشریف لائے اور اوس و خزرج کے قہاقل مسلمان ہونے لگے تو اُس کی راہبیت کا ڈھکوسلا بھی خطرے میں پڑ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اُس کے دل میں نفسِ وحسد کے طوفان بھر گئے۔ اُس نے کچھ اپنے ساتھیوں کو جن میں بہت سے غلام تھے اپنے ساتھ لیا اور مدینہ چھوڑ کر کے کو چلا گیا اور وہاں قریش کو آنحضرت کے خلاف کاٹھ بھڑکا تا رہا۔ میدانِ احد میں حملہ آوروں کے ساتھ خود بھی آیا اور اپنے ان ساتھیوں کو بھی ساتھ لایا تھا جو اُس کی معیت میں مدینے سے نکل گئے تھے۔ (ابن ہشام)۔

عکرمہ بن ابی جہل احمد میں سواروں کے ایک دستے کا افسر تھا۔ روایاتِ صحیحہ کے مطابق عکرمہ ہی اس رات چچاس سواروں کے ساتھ لشکرِ کفار کا طلا یہ بردار تھا۔

فصیلوں سے تھی آساں تیر باری، سنگ باری بھی
 اگرچہ شہر کی مد نظر ہے ہم کو پامالی
 بہت خاصی بلندی پر ہے آبادی مدینے کی
 جو ہوتے کار بند اہل مدینہ قلعہ بندی پر
 چلو اچھا ہوا وہ خود نکل آئے فصیلوں سے
 کھلے میدان میں اُن کو گھیر لائی ہے قضا اُن کی
 سویرے منہ اندھیرے اے میرے لشکر کے سردارو
 ہدایات مناسب جا کے دے دو اپنے دستوں کو
 سحر ہوتے ہی جب قرنا پھٹکے یلغار ہو جائے
 زمین دشت کی چھاتی پہ مارا مار ہو جائے
 سدھارو، شب بخیر اب اور اک شخص آنے والا ہے

بہت ہی ایک نازک مسئلہ طے پانے والا ہے

ابو عامر راہب

میرا منہ تک رہے ہو یوں تعجب سے جو داناؤ
 بوقت جنگ اگر جادو بیانی چل گئی اس کی
 یہ راہب ہے اگرچہ سخت غدار اور بدنیت
 لباس راہبانہ میں یہ حکم اُن پر چلاتا تھا
 ابو عامر کو بلوایا ہے میں نے بس سمجھ جاؤ
 محمد سے وفا پھر دیکھنا رہتی ہے کس کس کی
 مگر اہل مدینہ کی ہے اک محبوب شخصیت
 زمین و آسماں کے خوب قلابے ملاتا تھا
 لگا جب پھیلنے چاروں طرف اسلام یثرب میں
 مگر آیا نئے مذہب کا جب پیغام یثرب میں

نئے مذہب کا پیغمبر بھی جب اس شہر میں آیا
یہ سمجھا اب فریبِ راہیت چل نہیں سکتا
پینے کا نہ اُس نے کوئی بھی جب آسرا پایا
تلا ہے اب وہ اپنی قوم کے برباد کرنے پر
میں اس سے کام لینا چاہتا ہوں جنگ سے پہلے
ہے اب تک اوس و خرزج پر بڑا بھاری اثر اس کا
وہ اس کو نیک طینت جانتے ہیں اک زمانے سے
اگر دامِ سخن میں پھنس گئے یثرب کے دہقانی
فنا کر دیں گے ہم پہلے تو اصحابِ محمدؐ کو
ازاں بعد اہلِ یثرب کا بھی سارا زور توڑیں گے
محمدؐ کو مگر زندہ پکڑنے کا ارادہ ہے
اُسی کی ذات پر ہم بدر کا بدلہ اُتاریں گے
مرے شیرو سدھارو اب ابو عامر کو آنے دو

ابو عامر نے اپنی قوم کو بدلا ہوا پایا
چراغِ کذب وقتِ صبحِ صادق جل نہیں سکتا
تو چپکے سے نکل کر جانبِ مکہ چلا آیا
ہے آمادہ ہماری ہر طرح امداد کرنے پر
یہ اُن لوگوں کو پھسلائے گا اپنے رنگ سے پہلے
مجھے اُمید ہے افسون ہو گا کارگر اس کا
یقیناً پھوٹ پڑ جائے گی اس کے ورغلانے سے
تو ہم برباد کر ڈالیں گے اُن سب کو باسانی
دکھا دیں گے عدم کی راہ احبابِ محمدؐ کو
نہ چھوڑیں گے ہم ان دہقانیوں کو بھی نہ چھوڑیں گے
ہمارا قرض اُسی کی ذات پر سب سے زیادہ ہے
اُسے زخمی کریں گے پھر، اذیت دے کے ماریں گے
یہ نسخہ آزمانے دو ، یہ نسخہ آزمانے دو

خفیہ سازش

اٹھے آخر یہ فتنے فتنہ محشر جگانے کو
ادھر نکلے سپہ سالار کے خیمے سے یہ افر
یہ راہب تھا کہ تھا تاریکیِ ابلیس کا سایا
بھرا ساغر ابوسفیاں نے راہب کے پلانے کو
ادھر اک راہب شیطان سیرت آ گیا اندر
ابو سفیان استقبال کر کے جس کو لے آیا

لباس زہد میں اک پیکرِ تلخیص و مکاری نہاں ہر ایک موئے ریش میں سودامِ عیاری
 نحوست پر نحوست چھا گئی راہب کے آنے کی سمٹ کر آگئی گویا بدی سارے زمانے کی
 تکلم با تکلم اور خاموشی بہ خاموشی مسلسل زیر لب خندہ، مسلسل ایک سرگوشی

زنانِ قریش کی تیاریاں

ابو عامر ہوا رخصت بہم طے پا گئی سازش ابوسفیاں بھی نکلا اپنے خیمہ سے بصد نازش
 قریب اس مرکزی خیمے کے اور اک تھا بڑا خیمہ ابوسفیاں کی بیوی ۱ ہند کا راحت فزا خیمہ
 زنان ۲ جنگ جو خیمہ کے اندر جمع تھیں ساری ادا و ناز کو منظور تھی حملے کی تیاری
 فریب حسن نے ملبوس رنگارنگ پہنے تھے کہیں مانگیں سنواری تھیں کہیں زر کار گہنے تھے ۳

حضرت حمزہؓ کو شہید کر ڈالنے کی سازش

وحشی غلام آلہ انتقام

درِ خیمہ پہ تھا اک مرد ۴ وحشی نام تھا جس کا کمال حربہ اندازی میں شہرہ عام تھا جس کا
 غلام ۵ ابنِ مطعم تھا حبش کا رہنے والا تھا بظاہر کیا یہ تیرہ بخت باطن میں بھی کالا تھا
 غلاموں میں سمجھ کر حرصِ دولت کا غلام اس کو ہوا تھا گھر سے چلتے وقت تفویض ایک کام اس کو

۱۔ ہند عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی، ابوسفیان کی بیوی (امیر معاویہ کی ماں) جنگ بدر میں اس کا باپ عتبہ جو قریش کا سپہ سالار تھا حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے برسر میدان مارا گیا تھا۔

اس کا چچا شیبہ بھی حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ دیکھو شاہنامہ اسلام جلد دوم صفحہ ۸۷

۲۔ دیکھو شاہنامہ اسلام جلد دوم حاشیہ صفحہ ۲۳۳

۳۔ اُحد کے دن زنانِ قریش میں کوئی ایسی نہ تھی جس نے چوڑیاں، بازو بند، کڑے اور پازیب نہ پہن رکھے ہوں۔

۴۔ وحشی نام ایک حبشی غلام تھا۔ جو اپنے قوی طریق پر حربہ چلانے کا ماہر تھا۔ حربہ چھوٹے نیزے کو کہتے ہیں۔ برچی بھگتے۔

۵۔ وحشی جیرا بن مطعم کا غلام تھا اس کے آقائے وعدہ کیا تھا کہ اگر تو حمزہؓ کو قتل کر ڈالے تو آزاد کر دیا جائے گا۔ (سیرت النبی)

یہ کام اُس شیر کو مکرو دغا سے قتل کرنا تھا
 لرزتے تھے عرب کے کوہ و صحرا نام سے جس کے
 وہ حمزہ عم عالی مرتبت سردار عالم کے
 وہ حمزہ یعنی روح سرفروشی جانِ جانبازی
 وہی حمزہ قریشی افسروں کو مارنے والا
 وہی ضیغم شکار و شیر آگن غازی دوراں
 کہا اب ہند بنت عتبہ نے وحشی کو بلوا کر
 مسلمانوں سے مقتولوں کا بدلہ لے کے جائیں گی
 کیا ہے قتل حمزہ نے میرے بھی سربراہوں کو
 میں اُس کا دل جگر گردے مزے لے لے کھاؤں گی
 ارے وحشی کسی ترکیب سے دھوکے سے خیلے سے
 کسی صورت سے ہو، حمزہ کو جا کر قتل کر وحشی
 میں تجھ سے کر چکی ہوں پہلے بھی انعام کا وعدہ
 میرا یہ کام کر وحشی، میں تجھ کو شاد کر دوں گی
 یہ کہہ کر پیشگی بھی دے دیئے کچھ سکھائے زر
 کہا بی بی تمہارا کام مہلک بھی ہے، مشکل بھی
 اگر چھپتے چھپاتے پڑ گئی اُس کی نظر مجھ پر
 وہاں اظہارِ چابکدستی و کاریگری مشکل

یہ کام اُس مرد میدان کے لہو میں ہاتھ بھرنا تھا
 ملی تھی پنجنگی اسلام کو اسلام سے جس کے
 سپہ سالار اول اُس سپہ سالارِ اعظم کے
 وہ حمزہ لشکرِ اسلام کا سب سے بڑا غازی
 کیا تھا بدر میں کفار کو جس نے تہ و بالا
 اُسی کو قتل کرنے کے یہاں درپیش تھے ساماں
 ہم سب عورتیں آئی ہیں مکے سے قسم کھا کر
 ہم اُن کا خون چائیں گی ہم اُن کا گوشت کھائیں گی
 ملایا خاک میں عالی تباروں، کج کلاہوں کو
 لہو اُس کا پیوں گی ہڈیاں اُس کی چباؤں گی
 کہیں پوشیدہ ہو کر اپنے حربے کے وسیلے سے
 دکھادے اُس کا لاشہ مجھ کو لادے اُس کا سر وحشی
 زرو گوہر کا وعدہ عزت و اکرام کا وعدہ
 علاوہ اور باتوں کے تجھے آزاد کر دوں گی
 ہوئی حرص و ہوس غالب غلامِ پست ہمت پر
 کہ حمزہ مرد میدان بھی ہے دُور اندیش و عاقل بھی
 تو فوراً آ پڑے گا وہ بشکلِ شیرِ نر مجھ پر
 وہاں وحشی کی سوجانیں بھی ہوں تو جانبری مشکل

خود اپنی موت سے لڑنا خرد سے دور ہے بی بی
میں حربہ لے کے اک ٹیلے کے پیچھے بیٹھ جاؤں گا
مگر خیر آپ کی خاطر مجھے منظور ہے بی بی
رہوں گا تاک میں اپنا مقدر آزماؤں گا
اگر موقع ملا تو قتل کر ڈالوں گا غازی کو
زمین پر سرنگوں کر دوں گا اللہ کے نمازی کو

لشکرِ قریش میں تیاریوں کی رات

غرض قول و قسم کے بعد وحشی بھی ہوا رخصت
رہا خاموش ظاہر میں، مگر مسرور تھا ظالم
ابوسفیان نے ساری گفتگو سن لی بصدِ راحت
طریقِ جنگ پر اپنے بہت مغرور تھا ظالم
مگر دل اس خوشی میں بھی رہینِ ناصبوری تھا
ابھی تیاریوں کا جائزہ لینا ضروری تھا
ابوسفیان لے کر ساتھ اپنے دو غلاموں کو
چلا اب تاکہ دیکھے اپنے جنگی انتظاموں کو
مرتب ہو رہے تھے کینہ کار اپنے طریقے سے
پیادے اپنے ڈھب سے، شہسوار اپنے طریقے سے
کمانیں، تیر، نیزے، گرز، ڈھالیں اور شمشیریں
مہیا ہو چکی تھیں قتلِ انسانی کی تدبیریں
اندھیری رات تھی خلقِ خدا پر نیند تھی طاری
یہ انسانی درندے تھے مگر مصروفِ تیاری
جدھر ڈالی نظر تیاریوں کا حشر برپا تھا
خوشی تھی مگر بیداریوں کا حشر برپا تھا

ستارے دیکھتے تھے اور دل ہی دل میں روتے تھے
یہ میدان میں گڑھے کس کے لیے خس پوش ہوتے تھے؟
یہ کیسے مشورے ہوتے تھے ان قرشی رئیسوں میں؟
یہ کس کے واسطے پتھر بھرے جاتے تھے کیسوں میں؟

۱۔ ابو عامر نے رسول اللہ کے لیے میدان میں گڑھے کھودے۔

۲۔ ابن قتیہ، عبد اللہ بن شہاب اور ابی بن خلف ان چار سردارانِ مکہ نے آنحضرتؐ کے قتل پر قسمیں کھائی تھیں۔

۳۔ اُحد میں ابن قتیہ نے آنحضرتؐ کو پتھر سے ضرب پہنچائی تھی۔

قریشی عورتیں خیمہ بہ خیمہ کیا سناتی تھیں کوئی افسون پڑھتی تھیں کوئی جادو جگاتی تھیں؟
اندھیری رات نے آفات کا لشکر نکالا تھا خدا معلوم ہنگام سحر کیا ہونے والا تھا

آشوبِ شب

اندھیری رات چھاپا مارتی ہے جب نگاہوں پر
زمین بد بخت فرزندوں کا ایک طومار جنتی ہے
لہو روتی ہے مٹی اس خمیر بد صفاتی پر
بشر ہیں بھیڑیے ہیں سانپ بچھو ہیں کہ چیتے ہیں
خدا کی بے ضرر مخلوق کو جینا نہیں ملتا
چرندے ڈھونڈتے پھرتے ہیں ماسن سر چھپانے کو
یہ کہتی ہیں دھاڑیں شیر کی ہاتھی کی چنگھاڑیں
سکوتِ شب میں رم کرتے ہیں آہو مر غزاروں سے
پڑے ہیں بادِ رفتاروں کو اپنی جان کے لالے
نہیں آتیں جو بھیڑیں گلہ بانوں کی پناہوں میں
ربخ آفاق پر جس دم سیاہی پھیل جاتی ہے
بہت تاریک ہو جاتی ہے انسانوں کی آبادی
یہاں سودا ہے جسم و جاں کا رُوحوں کی خریداری
بڈی چولا بذل کر، غازہ مل کر، کبر سے تن کر

اُتر آتے ہیں فرزندِ تار کی گناہوں پر
یہ ناہموار ماں اولادِ ناہموار جنتی ہے
کہ شب بھر لوٹتے ہیں سانپ بیچاری کی چھاتی پر
سمجھ کر شیرِ مادر دُوسروں کا خون پیتے ہیں
مگر کے ڈر سے پانی گھاٹ پر پینا نہیں ملتا
کمیں گاہوں سے اُٹھتے ہیں درندے پھاڑ کھانے کو
ادھر آؤ تمھیں روندیں ادھر آؤ تمھیں پھاڑیں
نکل آتے ہیں زہری اژدھے تاریک غاروں سے
تعاقب میں چلے آتے ہیں ظالم ریگننے والے
سحر کو ہڈیاں اُن کی ملا کرتی ہیں راہوں میں
تباہی پھیل جاتی ہے، تباہی پھیل جاتی ہے
یہاں شب لے کے آتی ہے سیہ کاری کی آزادی
سر بازار ہوتی ہے ہوس کی گرم بازاری
تھرکتی ہے اندھیری رات میں پر چھائیاں بن کر

حسینہ ڈائیں شیطان بھی جن سے لرز جائیں گنہ کی بیٹیاں ڈس لینے والے سانپ کی مائیں
 سڑی مٹی سے اور بودار خوں سے ہے خمیر ان کا اندھیری رات کے اجزاء سے بنتا ہے خمیر ان کا
 بلائیں جب بھی اس معمورہ فانی میں آتی ہیں اسی گندے لباسِ حسنِ انسانی میں آتی ہیں
 عفونت ہی عفونت ان کے ارمانوں میں ہوتی ہے بجائے خوں غلاظت ان کی شریانوں میں ہوتی ہے
 پپا کر کے تیر دامنِ شبِ محفل چراغوں کی یہ کرتی ہیں نمائشِ برص کے مکروہ داغوں کی
 رفیقانِ گنہ ان کے عجب بے پیر ہوتے ہیں بشر کی شکل ہوتی ہے مگر خنزیر ہوتے ہیں
 یہی وہ سانپ ہیں جو زہر پھیلاتے ہیں دنیا میں وہاں بن جاتے ہیں طاعون بن جاتے ہیں دنیا میں

خدا سے ان کو کیا پردہ کہ شب ہے پردہ دارِ ان کی

ہوس ظلم آفریں ان کی نظر آدمِ شکارِ ان کی

بسا اوقات لعنت آدمی کا روپ بھرتی ہے شیاطین کے ادھورے کام کی تکمیل کرتی ہے
 خدا کے بالمقابل لے کے دعوے خالقیت کے جماتی ہے یہ مٹی دبدبے اپنی حکومت کے
 یہ ایوانات شاہی میں ریاست بن کے جاتی ہے وزارت کے قلمداں میں سیاست بن کے جاتی ہے
 ریاست کا مرقع عیش کی مکروہ تصویریں سیاست کے لوازم تازیانے اور زنجیریں
 بدل جاتا ہے معیارِ شرافت اس زمانے میں خوشی ملتی ہے ننگ و نام کا پردہ اٹھانے میں
 مسرت کا ذریعہ جام و مل ٹھہرائے جاتے ہیں دنی الطبع مختارانِ کل ٹھہرائے جاتے ہیں
 یہ فاتح بن کے جب کشور کشائی کو نکلتے ہیں دھواں اٹھتا ہے ان کے راستوں میں شہر جلتے ہیں
 قدم سے ان کے ہوتا ہے یہ رنگِ گلشن ہستی کہیں سڑتی ہوئی لاشیں کہیں اجڑی ہوئی بستی
 بنی نوعِ بشر کی ہڈیوں کے ہار بنتے ہیں سروں سے یادگارِ فتح کے مینار بنتے ہیں

ہے یکساں قابلِ تعذیر جھوٹا ہو کہ سچا ہو
 علانیہ خدا کے نام کی توہین ہوتی ہے
 ستم ایجاد کو بیداد گر کو داد ملتی ہے
 عدالت منہ چھپالیتی ہے محرومی کے پردے میں
 جفاکاری کے ہاتھوں سے وفا کا خون ہوتا ہے
 نہیں آتا میسر تشنہ لب معصوم کو پانی
 سکوتِ شب میں ہل جاتی ہیں ایوانوں کی بنیادیں
 وہ رُوحیں جن کی پیاری عصمتیں برباد ہوتی ہیں
 مگر ایمان بچنے کا سہارا ہی نہیں کوئی
 ستم سے تنگ آکر جو اٹھا لیتے ہیں تلواریں
 فلک کی سمت فریادی نگاہیں اٹھ نہیں سکتیں
 اندھیری رات کیا ہے دور طوفانِ جہالت کا
 اندھیری رات کیا ہے نور کا مستور ہو جانا
 جہاں سے کاروبارِ عدل کا مفقود ہو جانا
 ہے تاریکی ہی منبع ہر بلا ہر ایک آفت کا
 یہ وہ دریا ہے جس میں ظلم کے طوفان اٹھتے ہیں
 سرِ امواجِ دریا جس طرح تنکے اُبھرتے ہیں
 اسی صورت اٹھا کرتا ہے جب طوفانِ تاریکی

کوئی بھی رحم کے قابل نہیں ماں ہو کہ بچہ ہو
 خودی کی خود پرستی کی بڑی تحسین ہوتی ہے
 سزاوارانِ لعنت کو مبارکباد ملتی ہے
 شرافت دفن ہو جاتی ہے مظلومی کے پردے میں
 نہیں ہوتا کوئی قانون یہ قانون ہوتا ہے
 ہوا کرتی ہے لیکن خونِ انسانی کی ارزانی
 کہ خاموشی کا ہے مفہوم چیخیں اور فریادیں
 دعائیں مانگتی ہیں کشمکش کرتی ہیں روتی ہیں
 سوائے جان دے دینے کے چارا ہی نہیں کوئی
 چنی جاتی ہیں اُن کے کارہائے سر کی دیواریں
 دل ایسا بیٹھ جاتا ہے کہ آہیں اُٹھ نہیں سکتیں
 جہالت نام ہے انسان کے کفر و ضلالت کا
 نگاہوں سے زیادہ قلب کا بے نور ہو جانا
 شعائرِ ظلم کا اس کی جگہ موجود ہو جانا
 اُبلتا ہے اسی کے پیٹ سے دریا کثافت کا
 اسی کی گود سے شداد اور ہامان اُٹھتے ہیں
 خس و خاشاک آبِ صاف کے اوپر بکھرتے ہیں
 ہوا کرتے ہیں سرافراز فرزندِ تاریکی

دنا ئت ان کو لے جاتی ہے رتبے کی بلندی پر
خوشامد پیشگی ابلہ فریبی کاروبار ان کا
یہ بیوپاری فراہم کرتے ہیں جنس سبکساری
یہ سب کچھ ہاں یہ سب کچھ رات کے پردے میں ہوتا ہے
چھپیں جب شاہبازانِ شکاری آشیانوں میں
صدائے نغمہ بلبل دبے جھینگر کے شیون سے
اندھیری رات میں محفوظ منزل ہے نہ رستے ہیں

لشکرِ اسلام اور خیرِ الانام

وہاں ظلماتیوں میں ظلم کے سامان ہوتے تھے
نہ تھا بیدار کوئی ہاں مگر اک کملی والا تھا
وہی اک پیکرِ یمن و سعادت تھا مصلے پر
دمیدہ اور پوشیدہ مجسم نور کملی میں
پئے نوع بشر رحمت طلب درگاہِ باری میں
محمدؐ ذکرِ حق میں اور شیطانِ فکرِ ساماں میں
ابھی آفاق کو ظلمات کی فوجوں نے گھیرا تھا
تہجد کے لیے اب جاگ اٹھے اللہ کے بندے
جبینوں کا ہجوم اور آستانِ حق تعالیٰ تھا

یہاں نورِ آفریدہ چھاؤں میں تاروں کی سوتے تھے
اُسی کا روئے انور چشمِ ہستی کا اجالا تھا
دو زانو قبلہ رُو محوِ عبادت تھا مصلے پر
کہ جیسے چاند ہو بدلی میں وہ مستور کملی میں
زباں الحمد میں مشغول سر سجدہ گزاری میں
اسی صورت سے گزری دو تہائی رات میداں میں
زمین و آسماں کے درمیاں گہرا اندھیرا تھا
عبودیت نے آخر توڑ ڈالے نیند کے پھندے
گزارش کرنے والے تھے گزارش سننے والا تھا

مجاہدین کا اقدام

مصلے سے اٹھا بعد تہجد دین کا ہادیؑ اٹھا دی چاند نے بدلی منور ہو گئی وادی
اندھیری رات میں جب اس طرح سورج نکل آیا خدا کی فوج نے جانا کہ پیغامِ عمل لایا
کمر باندھی خدا کی راہ پر چلنے کو بندوں نے کیا اقدام سربازی کی خاطر سر بلندوں نے
بھرا تھا سر میں شوقِ سرفروشی ذوقِ جانبازی نبیؐ کے ساتھ ساتھ آگے بڑھے اللہ کے غازی
ثبوتِ عشق دینا تھا شہادت گاہ میں ان کو بڑھا لے کے پیسبر امتحاں کی راہ میں ان کو
خدا حافظ بھی تھا اور مالک و مختار بھی ان کا محمدؐ رہنما بھی تھا سپہ سالار بھی ان کا

نمازِ صبح

سپہ دارانِ باطل تھے ابھی ترتیبِ لشکر میں کہ جا پہنچی صحابہ کی جماعت موجِ قطرؑ میں
شبِ تاریک بھاگی صبح کا ہنگام آ پہنچا اُحد کے ایک رخ پر لشکرِ اسلام آ پہنچا
سپہ سالارِ حق نے اس جگہ لشکر کو ٹھہرایا بلالؓ پاک طینت کو اذان کا اذن فرمایا
طلسمِ خواب توڑا نعرۂ اللہ اکبر نے صفیں آراستہ کیں اُمتِ محبوبِ داور نے
میسر تھی امام الانبیاءؑ کی اقتداء ان کو رسولوں کی تمناؤں کا حاصل مل گیا ان کو
سعادت لائی تھی خود شانِ رحمت کے قریب ان کو محمدؐ کی امامت میں نمازیں تھیں نصیب ان کو
بسایا روح کو آیاتِ قرآن کی سماعت نے ادا کر لی نمازِ صبحِ اسلامی جماعت نے

موجِ قطر میں پہنچے تو نماز کا وقت آ گیا تھا اور یہاں سے مشرکین بھی نظر آتے تھے۔ آنحضرتؐ نے بلالؓ کو اذان اذان دیا۔ پھر صف بندی کی اور نماز
آجی۔ (ابن ہشام طبری وغیرہ)

مومنوں کی صف آرائی اور منافقین کی بیوفائی ۱

مگر خیلِ منافق بھی تھا آج اس فوج میں شامل
یہ شامل بھی جماعت میں یہ خارج بھی جماعت سے
ہوا جب لشکرِ حق فرض ادا کرنے پر آمادہ
برائے حفظِ دیں تسلیمِ جاں کا وقت آ پہنچا
ہوئے بہرِ جہاد اسلام کے غازی جو صف بستہ
صداقت کی گواہی جس گھڑی شمشیر نے چاہی
دغا بازی سے نامردوں نے آئینِ وفا توڑا
یہ نقشہ دیکھ کر محوِ تحیر ہو گئے غازی
ابھی ساعت نہیں آئی تھی خنجر آزمائی کی
خدا کی فوج میں اب سات سو افراد باقی تھے

”تہی دستاں قسمت راچہ سود از رہبرِ کامل“
شفاعت کے قریں بھی دور بھی لیکن شفاعت سے
صفیں اللہ والوں کی ہوئیں میداں میں استادہ
میانِ دوست دشمن امتحاں کا وقت آ پہنچا
تو انبوہِ منافق نے مدینے کا لیا رستہ
کنارا کر گئے ابنِ اُبی اور اُس کے ہمراہی
صفیں کر کے مرتب لشکرِ اسلام کو چھوڑا
کہ غیرت کے منافی تھی بشر کی یہ دغا بازی
کہ پورے تین سو افراد نے یوں بے وفائی کی
بروئے لشکرِ شیطان یہ آدم زاد باقی تھے

نہ کثرت تھی نہ سامانِ دغا موجود تھا ان میں

خدا تھا اور محمد مصطفیٰ موجود تھا ان میں

ختم جلد دوم

غزوات کے باقی حالات جلد سوم میں ہیں جو زیرِ تصنیف ہے۔ مصنف اس کی تکمیل کے لیے طالبِ دعا ہے۔

۱۔ صبح ہوتے ہی لشکرِ اسلام اُحد کے دامن میں پہنچ گیا۔ اس وقت عبداللہ ابن ابی منافق نے اپنے تین سوساھیوں کو ساتھ لیا اور یہ کہتا ہوا مدینے کی طرف پلٹ گیا کہ محمدؐ نے ہماری رائے نہ مانی اور چھو کروں کا کہنا کیا، اس لیے ہم نہیں لڑتے۔ یہ لڑائی نہیں ہے بلکہ جان بوجھ کر ہلاکت کے منہ میں جاتا ہے۔ (ابن ہشام، ابن سعد وغیرہ)

قطعہ تارخ شاہنامہ اسلام جلد دوم
اخرِ خامہ جناب صوفی غلام مصطفیٰ صاحب تبسم ایم۔ اے

حفیظ آں خسرو معنی کہ در ہند	سخن را ہست فردوسی ثانی
کتاب شاہنامہ کردہ تصنیف	کہ الفاظش بود رشکِ معانی
بیاضے کز طلسم انگیزی کلک	خطِ بطلاں کشید بر نقشِ مانی
کلامے کز فلک پیمائی فکر	بگوش آرد نویدِ آسمانی
سرودے کز نشاطِ آرائی شعر	بجاں بخشد سرورِ جاودانی
بدل گفتم چہ ہست ایں نقشِ زیبا	
ندا آمد ز ہاتفِ غیر فانی	

۱۳ ۵۱



جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

تاریخ اسلام (منظوم)

قرآن و حدیث کی روشنی میں

یعنی

شاہنامہ اسلام

اردو نظم میں تاریخ اسلام کے واقعات رزم
حق پر باطل کے حملے غزوہ اُحد کے مفصل و شرح حالات

شاہنامہ اسلام

(جلد سوم)

اثرِ خامہ

ابوالاثر حفیظ جالندھری

پیشکش

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں

جو

کلمہ طیبہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

پر

ایمان رکھتا ہے!

حفظ

فہرست مضامین شاہنامہ اسلام (جلد سوم)

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۸۹	ابوعامر فوج مشرکین میں	۳۶۷	حفیظ جالندھری
۳۹۰	ابوعامر پر ابوسفیان کا روغنِ قاز	۳۷۰	ناظم مجلس اُردو
۳۹۱	ابوعامر کے دعوے	۳۷۱	آنرہیل شیخ عبدالقادر صاحب قبلہ
۳۹۱	ابوعامر کے وعدے	۳۷۶	بسم اللہ اے ساقی
۳۹۲	ابوعامر کے ارادے	باب اوّل	
۳۹۲	ایک شیطانی ترکیب	۳۷۷	گزارش سرگارش
۳۹۳	اُحد کی رات اور ہر دو لشکر	۳۷۸	غزوہ بدر کی فضیلت
باب دوم		۳۷۹	مشاہدہ بدر
نور و نار و ظلمت		۳۸۰	غزوات بدر و اُحد کا کنگہ امتیاز
۳۹۴	منظر صبح اُحد	۳۸۱	بدر کی ہزیمت پر قریش مکہ کا جوشِ انتقام
۳۹۴	شرار بولہبی درپے چراغِ مصطفویٰ	۳۸۲	قریش کا غرور اور دعویٰ باطل
۳۹۵	محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۳۸۲	قتالِ عرب کو امداد کی دعوت
۳۹۷	اُحد میں جمع ہونے والے	۳۸۳	مکہ میں جوش و خروش
۳۹۷	شریف انسان مسلمان	۳۸۳	ہاشم سے رشک و رقابت
۳۹۹	چھوٹی سی جماعت مگر بہت اہم	۳۸۴	ابوسفیان بن حرب بن امیہ
۴۰۰	لیکن ان کے بھی مدارج تھے	۳۸۵	ابوسفیان کی زوجہ
۴۰۰	آزمودہ		اسلام قاتلِ حمزہؑ
۴۰۰	نا آزمودہ		مکہ کا مکہ سے مروج خراج اور مدینہ منورہ کے بیان
۴۰۱	شرطِ نصرتِ الہی	۳۸۷	حالات کا اقتباس
		۳۸۸	ایک راہب ابو عامر قاسق

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۱۴	بقیہ فوج کی تقسیم	۴۰۱	خصیث انسان، منافقین بظاہر مسلمان مگر باطن مسلمان کے دشمن
۴۱۴	علمبردار اسلام	۴۰۳	منافقوں کا سردار ابن ابی اسود
۴۱۴	ارشاد اعلیٰ	۴۰۳	نمود و نام والے - قریش مکہ
۴۱۵	شکست و فتح سے بے نیازی	۴۰۴	اسلام کی مخالفت کا سبب
۴۱۵	شہادت ہی اصل اسلام ہے	۴۰۵	بظاہر غرور بے جا نہ تھا
۴۱۶	طاعت پیغمبر - راست بازی اور راستی	۴۰۶	بدر کی شکست گویا شیر کو زخم
۴۱۶	تفرقہ و نفاق کی ممانعت	۴۰۶	ان کے ارادے
۴۱۶	رسول کی اطاعت نصرت کا وسیلہ ہے	باب سوم تینوں جماعتیں اپنے اپنے رنگ میں	
۴۱۶	موت و حیات اور حلال و حرام		
۴۱۷	فوج غنیم کی ترتیب قریشی جیوش کی تقسیم	۴۰۸	قریش
۴۱۸	خالد کا رسالہ	۴۰۸	مسلمان
۴۱۸	ابوسفیان اور کفار کے علمبردار میں جھڑپ	۴۰۸	منافق
۴۱۹	طلحہ کا جواب سخت	۴۰۹	جماعتوں سے بالا - خدا کا رسول
۴۲۰	ابوسفیان کا کھسیانا پن	۴۰۹	اس کے ساتھی
۴۲۱	لشکرِ مشرکین کی صف بندی پر ایک نظر	۴۰۹	کانٹوں پر پھول
۴۲۱	اپنا اپنا رنگ نمائش عمرو بن العاص	۴۱۰	کفار مکہ اور مسلمان آمنے سامنے
۴۲۲	آنحضرت کے خاص مخالفین پانچ سازشی	۴۱۰	منافقین کا جماعت سے کتر اجانا
۴۲۲	چھٹا فتنہ	۴۱۰	نعرہ منافقانہ
باب پنجم تقدیر کے مقابل ترویج		۴۱۱	فوج اسلام کا تاثر
		باب چہارم اُحد میں لشکروں کی ترتیب	
۴۲۳	آغاز جنگ سے ایک ساعت پہلے		
۴۲۳	یہ سب کس کے مخالف تھے	۴۱۲	صفوفِ اسلامی
۴۲۳	قریشی عورتوں کا راگ	۴۱۲	تیر اندازوں کا تعین اور تاکید استقامت
۴۲۳	نعرہ زنانِ قریش اُردو میں	۴۱۳	تیر اندازوں پر عبد اللہ بن جبیر کا تقرر

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۴۱	قریش کا عام دھاوا - ارشادِ ہادیؐ	۴۲۶	ابوعامر راہب میدان میں
۴۴۱	مسلمانوں کی تیرافگنی	۴۲۶	ابوعامر کی حیرت اور حسد
۴۴۲	قریش کی پریشانی اور قریشی عورتوں کی جولانی	۴۲۷	ابوعامر کی تقدیر
۴۴۳	ابوشیبہ کی علمبرداری	۴۲۸	انصار کا جواب
۴۴۴	ابوشیبہ مبارزت طلب کرتا ہے	۴۲۹	پتھر کا جواب پتھر - ابوعامر کا فرار
۴۴۴	جنابِ حمزہؓ کا اشتیاقِ شہادت	۴۳۰	غلامی
۴۴۵	اجازت میدان اور حضرت کے تاثرات	۴۳۰	کرائے کا سپاہی
۴۴۶	کفار پر حمزہؓ کا رعب	۴۳۱	ابوعامر کا فرزندِ حنظلہؓ
۴۴۶	حمزہؓ اور ابوشیبہ	۴۳۱	رسالت کا احسان
۴۴۷	ابوشیبہ اور حمزہؓ کی جنگ	۴۳۲	آقاؤں کی بے دردی
۴۴۸	ابوشیبہ کے امدادی	۴۳۲	طلحہؓ علمبردارِ قریش کا طیش
۴۴۸	ابوشیبہ کا قتل	باب ششم کفر و اسلام کی باقاعدہ جنگ حق کی اقلیت باطل کی اکثریت پر غالب	
۴۴۹	حمزہؓ پر مقتول کے امدادیوں کا حملہ		
۴۵۰	لشکرِ اسلام کو اذنِ جنگ مغلوبہ		
۴۵۰	رسالت کی تلوار		
۴۵۱	جید صحابہؓ کو اس تلوار کی حسرت		
۴۵۲	ابودجانہ کی رفتارِ ناز	۴۳۴	علمبردارِ قریش کا اقدام میدان
۴۵۲	تیراندازوں کو آخری تاکید	۴۳۴	طلحہؓ کی مبارزِ طلبی
۴۵۳	اُحد میں پہلی جنگ مغلوبہ	۴۳۵	طلحہؓ کا اسلامی عقائد پر تمسخر
۴۵۳	علمبردارانِ قریش کی جراتیں	۴۳۵	مسلمانوں کا ضبط
۴۵۵	علم باطل سرنگوں	۴۳۶	المرقضیؓ کا جوشِ جہاد
۴۵۵	علمبردارِ اسلام	۴۳۷	طلحہؓ کی شمشیر بازی
۴۵۶	حضرت ابودجانہؓ اور حقِ شمشیرِ رسالتؐ	۴۳۸	لشکر کی برہنگی اور علیؓ کی حیا و مروت
۴۵۶	ہند کی سرگرمیاں	۴۳۹	لشکرِ نبویؐ فوج کا غضبناک حملہ
۴۵۷	ابودجانہؓ ہند کے قتل کرنے کا قصد کرتے ہیں	۴۳۹	اسلام کا جھنڈا
		۴۴۰	لشکر کے کاغیت

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۶۹	ابن قتیہ مصعبؓ پر وار کرتا ہے	۴۵۷	توقیر شمشیر رسولؐ
۴۷۰	مصعبؓ کی شہادت	۴۵۸	مسلمان متحد ہو کر جنگ کرتے ہیں
باب ہشتم شہادتِ رسولؐ کی افواہ - اُحد میں قیامت		۴۵۸	مشرکین کے قدم اکھڑ گئے
		۴۵۹	خالد کی بے بسی
۴۷۲	شیطان کا دعویٰ باطل	۴۶۰	اقلیت کی ظفر مند تھی
۴۷۲	خبر یا صاعقہ	۴۶۰	نبیؐ نگرانِ کار تھا
۴۷۳	صحابہؓ پر اس خبر کا اثر	۴۶۱	مسلمانوں کی فتح
۴۷۳	اس خبر کے مختلف تاثرات	۴۶۱	اکابر صحابہ دشمنوں کے تعاقب میں
۴۷۳	مسلمین کی بدحواسی	باب ہفتم فتنہ مالِ غنیمت شکستِ اُحد کی تمہید	
۴۷۴	رفاعہؓ اور ایمان کی شہادت		
۴۷۵	بے خود ساکت ہونے والے	۴۶۲	تازہ ایمان مسلمین مالِ غنیمت کی دھن میں
۴۷۵	فاروقؓ اعظمؓ بھی سکتہ میں	۴۶۳	ٹیلے کے تیر انداز اور حصولِ غنیمت کا شوق
۴۷۶	حضرت انسؓ ابنِ نصرؓ	۴۶۳	حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی تنبیہ
۴۷۷	وہ جن کے پاؤں اکھڑ گئے	۴۶۳	تاویل احکاماتِ نبوت
۴۷۷	مگر وہ بیشتر سے زیادہ ثابت قدم ہو گئے	۴۶۴	تیر انداز ٹیلے چھوڑ کر غنیمت حاصل کر نیوالوں میں
۴۷۸	اُن کا مقصود	۴۶۴	ٹیلے پر حضرت ابنِ جبیرؓ اور سات تیر انداز
۴۷۸	حضرت حمزہؓ کا جلال	۴۶۵	خالد نے ٹیلے کو خالی دیکھا
۴۷۹	سباعؓ غسانی	۴۶۵	حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت
۴۷۹	وحشی غلام کمین گاہ میں	۴۶۶	غنیمت لوٹنے والوں پر خالد نے نظر ڈالی
۴۸۰	وحشی حربہ پھینکتا ہے	۴۶۶	مسلمانوں کی پشت پر خالد کا حملہ
۴۸۰	حمزہؓ وحشی کا تعاقب کرتے ہیں	۴۶۷	بھاگی ہوئی فوج پلٹتی ہے
۴۸۱	حمزہؓ کی شہادت	۴۶۸	اکابر مجاہدین اسلام کی پامردی
۴۸۱	وحشی چھری لے کر کیجہ نکالتا ہے	۴۶۸	رسول اللہؐ پر حملہ کرنے کے متلاشی
۴۸۲	ہند کے لیے ہدیہ	۴۶۹	حضرت مصعبؓ پر ابنِ قتیہ کی نگاہ بد

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	باب نہم	۴۸۳	ہندہ جسدِ جزہ پر
	آفتاب اور برجِ عقرب	۴۸۳	ہند کے گلے کا ہار
۵۰۲	قریش کی سازشی ٹولی	۴۸۴	وحشی کا انعام
۵۰۳	ابوسفیان کی تزویریں	۴۸۴	چند سرفروشانِ اسلام کا ثبات
۵۰۳	قریش کا بے پناہ حملہ	۴۸۵	نگاہِ ہادیِ اسلام
۵۰۳	انصار کی فداکاری	۴۸۶	اس افتاد کے وجوہ
۵۰۴	خاص ذاتِ اقدس پر حملے	۴۸۸	ابنِ قمیہ کے دعویٰ پر ابوسفیان کا شک
۵۰۵	اُمِ عمارہ کی جاں نثاری	۴۸۸	کعب بن مالک حضور کو پہچانتے ہیں
۵۰۶	دشمنوں کی سنگ باری اور محبوبِ خدا کی زخم داری	۴۸۹	کہاں
۵۰۸	دشمنوں کے وار اور نبی کی دعائیں	۴۸۹	کعب نے کیا دیکھا
۵۰۹	رفیقانِ نبوت	۴۹۰	میدان میں شانِ نبوت
۵۱۰	شہادت کی ارزانی	۴۹۰	پیبرِ انہ عز و تاثر
۵۱۰	خالد کی حیرت	۴۹۱	کعب بن مالک کی صدا
۵۱۲	انتہائی کشمکش	۴۹۲	شرحِ نبوت کے پروانے
	باب دہم	۴۹۲	کفار کی شدت
	خاتمہ جنگِ احد	۴۹۲	حضرت علی کی جانبازی
۵۱۳	قریش کی بے دلی	۴۹۳	حضور پر تیروں کی بارش
۵۱۴	ابی ابن خلفِ شانِ نبوت سے طلبِ جنگ	۴۹۴	مدینے میں شہادتِ رسول کی افواہ
۵۱۴	گستاخانہ پیغام	۴۹۴	ہماگ کر مدینے پہنچنے والوں کو پشیمانی
۵۱۵	آنحضرت کی پیشن گوئی	۴۹۵	سب میدان کی طرف پلٹتے ہیں
۵۱۵	صحابہ کا رسول کے بجائے نکلنے پر اصرار	۴۹۵	دشت و جبل میں آوارہ تھے
۵۱۶	نبیؐ بہ نفس نفیس دشمن کے مقابل	۴۹۶	انسانِ اسلام
۵۱۶	کیا شیطان ابنِ خلف کی شکل میں تھا؟	۴۹۷	الحکم اور سعد و قاص کی تیراندازی
۵۱۸	ابنِ خلف کی نگاہ واپس	۴۹۹	میدان پر حضرت حظلہ بن عامر کا حملہ
		۵۰۰	اللہ کی اور لاکھوں پائے

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۲۲	حضرت عمرؓ کی بیتابی جواب	۵۱۹	ابن حمید کا حملہ اور حضرت ابو دجانہؓ
۵۲۳	ابوسفیان کا اظہار تفاخر اور صحابہؓ کا جواب	۵۲۰	نبیؐ کے رخسار مبارک پر جمی ہوئی کڑیاں
۵۲۵	شہادت گاہ کا منظر	۵۲۱	نزولِ آیہ اور رسولؐ کا ارشاد
۵۲۷	شہدائے اُحد کی تکفین و تدفین	۵۲۱	نبیؐ کی پیاس اور آبِ نایاب
۵۲۸	نبیؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ یمیتِ حمزہؓ پر	۵۲۲	زخمیوں کو پانی مل رہا تھا
۵۳۰	تدفین کے بعد	۵۲۳	جناب فاطمہؓ الزہراءؓ کی تشریف آوری
۵۳۱	عقیدت اور تسلی	۵۲۳	قریشی عورتیں اور شہیدانِ اسلام
		۵۲۳	سپہ سالار قریش اور تفتیشِ حالات

شاہنامہ اسلام

جلد سوم

ذکر و شکر

جلد سوم حاضر ہے۔ قبول فرمائیے۔ پسند آئے تو دعا کیجئے۔ صرف مجھ ناچیز کے لئے نہیں بلکہ ان ہمدردان قوم و ملت کے لئے بھی جن کی رہنمائی اور اعانت کے بغیر میں اس منزل پر نہیں پہنچ سکتا تھا۔

جس زمانہ میں یہ کتاب لکھی جا رہی ہے۔ توقع سے زیادہ ناسازگار ہے۔ جمعیت اسلامیہ جس سیاسی کشمکش میں مبتلا ہے اور اس ملک میں جس قسم کی جدوجہد کرنے پر مجبور ہوئے ہیں، اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ آج یہ کہاں ممکن ہے کہ ایک فرد کا سکون قائم رہ سکے۔ درخت جو آندھیوں کی زد میں ہو اس کے پتوں کی حالت کیا پوچھتے ہو۔

نامناسب ہوگا اگر میں بعض خاص عالی ہمت محسنوں کے ذکر اور شکر سے خاموش رہوں جو اس جلد کی تکمیل میں کسی نہ کسی طرح مدد و معاون رہے، اس طرح آپ کو میری بعض دقتوں کا بھی اندازہ ہو جائے گا۔

جلد اول کے آغاز میں بہت دشواریاں تھیں لیکن عامۃ المسلمین نے میرا دل بڑھایا۔ وہ زمانہ نسبتاً بہتر تھا۔ قدردانوں نے کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا لیکن دوسری جلد کے دوران تصنیف میں ملکی اور سیاسی طوفانوں کا ایسا زور بندھا جس نے قوم کی توجہ یکسر اپنی طرف کر لی اور وہ طبقہ جو میری کتاب کا خریدار تھا بڑھتی ہوئی کساد بازاری کے سبب کمزور ہو گیا جس کا اثر کتاب کی فروخت یا براہ راست میری معاش پر پڑا۔

اللہ کو اس کام کا جاری رکھنا منظور تھا۔ عوام کی توجہ مٹی تو خواص میں سے بعض عالی وقار ہستیاں ذرہ نوازی پر آمادہ ہو گئیں۔ عالی مرتبت فخر و دوام بن عباسیہ علی حضرت نواب سرصادق محمد خان بہادر عباسی خلد اللہ و ملکہ نے میری قدر افزائی فرمائی۔ نہ صرف مالی امداد سے نوازا بلکہ اس توسل سے مجھے اپنے کام کا اتنا بڑا انعام درگاہ باری سے ملا جس کا شکریہ ادا کرنا ایک مسلمان کی بساط سے باہر ہے۔ اتنا بڑا انعام کہ مجھے حج بیت اللہ اور زیارت کوئے حبیب نصیب ہو گئی۔

سبز گنبد سے نہ جانے کیا اشارا مل گیا رہبر منزل میں اک روشن ستارا مل گیا

اسی زمرہ میں اعلیٰ حضرت سعید الدولہ وزیر الملک نواب حافظ سر محمد سعادت علی خان والی ریاست ٹوٹک دام اقبال نے مجھے خلعت و خطاب سے سرفراز کیا اور اس طرح میرا دل بڑھایا۔ یہاں بھی اظہار تشکر مجھ پر واجب ہے۔

اب اس تیسری جلد اور غزوہ احد کا مرحلہ آ گیا اس امر کا اعتراف کرنے کے سوا چارہ نہیں اگر آغاز کار میں مجھے ایسی سخت گھائی کے پیش آنے کا وہم بھی ہو جاتا تو شاید میں شاہنامہ اسلام لکھنے کے لئے قدم اٹھانے کی جرأت ہی نہ کر سکتا۔

آپ کو کیسے سمجھاؤں کہ میری دشواریاں کیا تھیں۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ احد کے میدان میں داخل ہوتے ہی میرے حوصلے پست ہو

گئے تھے۔ بدر کے میدان میں تین سو تیرہ نہتے اور بے سروسامان مجاہدوں نے اپنے ہادی کی قیادت میں جو فتح حاصل کی اس کو مزے لے لے کر بیان کرنے کے بعد ایک ہوش فرسا منظر میرے سامنے تھا۔ اُحد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی حالانکہ صحابہ کرام میں جوشِ ایمانی فدائیت اور خلوص کی کمی نہ تھی۔ عنانِ قیادت آج بھی اسی ہادی برحق کے ہاتھ میں تھی جو بدر کے دن فتح و نصرت کا ضامن تھا مگر نتیجہ شکست! شکست ہی نہیں بلکہ لشکرِ اسلام میں سے کثیر افراد کا پیٹھ موڑ جانا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مضروب و مجروح ہونا۔ اکابر صحابہ کی شہادت خیال فرمائیے خداوند کریم نے جن منہ پھیر جانے والوں اور نافرمانی کرنے والوں کو معاف کر دیا ہو اور جن سے رسولؐ نے باز پرس نہ کی ہو، مجھ عاصی و گنہگار کا کیا منہ ہے کہ اُن پاک نفوس کا تذکرہ کرتے ہوئے کوئی ایسا لفظ لکھوں جس میں سوئے ادب کا کوئی پہلو نکلے لیکن واقعہ کو واقعہ کی صورت میں لکھنا بھی ضروری تھا۔ ایسی حالت میں اس واقعہ کی پوری ترتیب تلاش بھی نہ ملے۔ میرا خیال ہے کہ آپ میری مشکل کو قدرے سمجھ گئے ہوں گے۔ میں اس سے کیونکر عہدہ برآ ہوا اس جلد کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ تیسری جلد تمام و کمال صرف ایک ہی واقعہ اُحدی کے بیان پر کیوں مشتمل ہے۔

اس مرحلہ کے پیش آتے ہی مجھ پر ایک مدت تک گوگلو کا عالم طاری رہا۔ بارہا آغاز کیا، لکھا، پھاڑ ڈالا۔ ادھر یہ صورت کہ اس منزل میں ایک قدم اٹھانا بھی محال، اس طرف تیسری جلد کا متواتر تقاضا اور جلد اول و دوم کی فروخت محدود، میرے کام کا جاری رہنا صرف اس طرح ممکن ہے کہ کتاب کے حصے مکمل فروخت ہوتے رہیں یہ نہ ہو سکے تو کام میں التواء اور مادی وسائل کے لئے بھاگ دوڑ، چنانچہ اس وقت حالت یہ تھی کہ اُحد کی سنگلاخ گھاٹی سامنے اور پائے ہمت مثل، حوصلہ تو ساتھ چھوڑ ہی گیا تھا۔ فقط خدا کے فضل و کرم نے دیکھیری کی اور ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست کی معارف پروری نے مجھے پناہ دی اور میری مشکل کو بڑی حد تک آسان کر دیا۔ ہٹا اگر اس وقت امداد نہ ملتی تو آج یہ جلد تکمیل پذیر نہ ہو سکتی۔

ریاست حیدر آباد (دکن) کے عالی ہمت اور گرامی مرتبت اراکین دولت نے جس طرح مجھے سہارا دیا وہ ایک داستان ہے جس کو کسی دوسری صورت میں لکھوں گا۔ فی الحال آسمانِ آصفیہ کے ان گنت ستاروں سے صرف ان کی طرف اشارہ کرتا ہوں جنہوں نے مجھے یاس کے اندھیرے سے نکال کر آفتابِ امید تک پہنچایا۔

ہر ایک سنسنی یمین السلطنت راجائے راجایاں مہاراجہ سرکش پرشاد صاحب بہادر آنجنمانی، رائٹ آنرہبل سرائبر حیدری الخطاب بہ نواب حیدر آباد نواز جنگ بہادر صدر اعظم، عالی جناب نواب عقیل جنگ بہادر، عالی جناب نواب فخر یار جنگ بہادر، عالی جناب نواب مہدی یار جنگ بہادر، عالی جناب نواب کاظم یار جنگ بہادر، عالی جناب نواب مہدی نواز جنگ بہادر، عالی جناب سید ہوش بگرام صاحب قبلہ، عالی جناب سید محمد حسین صاحب جعفری ناظم تعلیمات، عالی جناب خاں فضل محمد خاں صاحب سابق ناظم تعلیمات، سید محی الدین صاحب قبلہ معتمد تعلیمات عالی جناب مولوی سید ہاشم علی خاں صاحب حج ہائی کورٹ اور عالی جناب احمد حسین خاں صاحب صدر مہتمم تعلیمات کے اسمائے گرامی بصد شکر یہ پیش کر کے شاہنامہ اسلام کے مطالعہ کرنے والوں سے متوقع ہوں کہ اگر آپ کو میری یہ کوشش پسند آئے اور اس کو ایک ناچیز خدمت خیال کیا جائے تو آپ کی دعاؤں میں متذکرہ بالا اسمائے گرامی یاد رہنے چاہئیں اور سب سے زیادہ آفتاب دولت و اقبال کا شکر واجب ہے جو ان روشن ستاروں کی ضیا کا باعث ہے۔

الہی بخت تو بیدار بادا ترا دولت ہمیشہ یار بادا

ایک بڑی وقت اس جلد کے دوران میں یہ پیش آئی کہ جن کتب پر میرا رتھا، ان میں اور تو کبھی کچھ موجود تھا فقط ترتیب میری سمجھ میں نہ آتی تھی۔ نیم ملاحظہ ایمان کی پھبتی کا خوف جان کھائے جاتا تھا۔ کافی حد تک دوڑ دھوپ اور ٹھوکرین کھانے کے بعد ایک راستہ پر چل سکا۔ اب بھی اہل علم حضرات سے اصلاح کا سائل ہوں۔ حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیق بنانا ہوں۔ خدا شاہد ہے کہ میری نیت گنہگار نہیں۔ خامیاں میری علمی تہی مانگی کے سبب سے رہ گئی ہوں گی۔ لہذا غلطی نظر آئے تو مجھے مطلع فرمائیے میں شکریہ کے ساتھ دوسری اشاعت میں اصلاح کی کوشش کروں گا۔

تیسری جلد کی تصنیف و تکمیل کی منزلیں مسلسل علالت میں طے ہوئی تھیں۔ طباعت اول کے وقت دنیا میں جنگ و جدال کے جو بادل چھا گئے تھے اب تک وہ طوفان بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ کاغذ اور جملہ سامان طباعت بہت گراں قیمتوں پر خریدا گیا تھا۔ آج دوسری طباعت کے وقت یہ گرانی ناقابل برداشت ہے۔ اب کے لاگت دگنی ہے لیکن کتاب کی قیمت میں اضافے مجھے گوارا نہیں۔ اس مرتبہ بھی کتابت کے سلسلے میں اپنی سادگی یا بے وقوفی کے سبب مشکلات کا سامنا ہوا۔ اپنی جانب سے اصلاح کی بہت کوشش کی گئی تاہم

ع خطا و سہو کا پتلا ہوں استغفار کرتا ہوں

حفیظ



عرض حال

شاہنامہ اسلام کا پہلا حصہ ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ مصنف کو اس کے لئے قوم سے اصل شرح میں کسی قدر رعایت کے ساتھ پیشگی قیمت طلب کرنا پڑی تب کہیں جا کر اس کی کتابت و طباعت کا مرحلہ طے ہوا۔ اس کے بعد یہ حصہ کئی بار چھپا اور ہر بار ہی مصنف ہی نے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا۔

البتہ حصہ دوم، حصہ سوم کی نشر و اشاعت کا وقت آیا تو کوشش کی گئی کہ بعض کاروباری سہولتیں میسر آجائیں۔ اس طرح مصنف کی مشکلات اور زیادہ بڑھ گئیں جہاں تک کتاب کی ترتیب و تیاری کا سوال تھا جوں کا توں قائم رہا اور تجربہ نے بتایا کہ جن سہولتوں سے اطمینان خاطر کی توقع تھی اور زیادہ پریشانیوں بلکہ شاہنامہ کی صحیح اشاعت میں بھی ایک حد تک رکاوٹ کا باعث ہو رہی ہیں، اس کے لئے کاروباری دنیا کی اپنی مصلحتیں ہیں۔ یہاں اس امر سے کوئی بحث نہیں کہ پڑھنے والوں کو کس قسم کے ادب کی ضرورت ہے اور اس کے متعلق ہمارے فرائض کیا ہیں۔

اسی اثناء میں ملک کی سیاسی اور ادبی فضا بڑی حد تک بدل چکی تھی اور مصنف کو اپنے سلسلہ تصنیف و تالیف کے ساتھ اردو کی خدمت کے لئے بھی بہت سا وقت صرف کرنا پڑا۔ ادھر حالات کا تقاضا تھا کہ جو لوگ فرداً فرداً اس میدان میں مصروف عمل ہیں وہ اپنی سرگرمیوں کے لئے کوئی مشترک راستہ تجویز کریں۔ آخر بہت سوچ سمجھ کر مجلس اردو کی بنیاد رکھی گئی اور طے پایا کہ شاہنامہ اور صاحب شاہنامہ کی سب تصنیفات مجلس کے زیر اہتمام شائع ہوں۔ امید ہے یہ امر مصنف کے اطمینان خاطر کا باعث ہوگا اور اس طرح کتاب کی اشاعت بھی زیادہ آسانی سے ہو سکے گی۔

لیکن شاہنامہ اسلام چونکہ تاریخ اسلامی کا ایک زریں مرقع ہے اور تاریخ اسلام کے بغیر مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا کوئی نصاب مکمل نہیں ہو سکتا اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے ہندوستان کے گوشے گوشے میں پہنچا دیا جائے۔ کیا اس سلسلے میں یہ بہتر ہوگا کہ شاہنامہ اسلام کے قدردان اس کے نام سے ان قسم کے حلقے یا مجالس قائم کر دیں جن سے مسلمانوں کے اندر تاریخ اور ادب کا ذوق پیدا ہو سکے؟ ہمیں یقین ہے کہ مجلس کی یہ درخواست رائیگاں نہیں جائے گی اور ہمدردانِ اردو اس بارے میں کوئی مؤثر قدم اٹھا لیں گے۔

ناظم مجلس اردو

دیباچہ

از قلم - سر عبدالقادر صاحب قبلہ، سابق ممبر انڈیا آفس (لندن)

ابوالاثر حفیظ کے زورِ کلام اور ان کی اہم تصنیف شاہنامہ اسلام کے متعلق جو کچھ میں جلد اول و دوم کے دیباچوں میں لکھ چکا ہوں اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ آج صرف جلد سوم کا خیر مقدم مقصود ہے۔ اس جلد کی اشاعت کے لئے بہت سے شائقین کی نگاہیں دیر سے چشمِ راہ تھیں۔ تیسری جلد کے چھپنے میں غیر معمولی دیر ہوئی۔ اس کی کئی وجوہ تھیں جو مصنف نے بیان کر دی ہیں جن میں مصنف کی خرابی صحت اور بعض مالی مشکلات خاص طور پر قابل ذکر ہیں لیکن جہاں ہمارا شاعر ستہائے روزگار کا گلہ کرتا ہے وہاں اپنے قدردانوں اور مریعوں کا دلی شکریہ بھی ادا کرتا ہے، جن کی حوصلہ افزائی و دستگیری مشکلات پر غالب آئی اور تیسری جلد کی تکمیل اور آئندہ جلدوں کی تیاری کی امید کا باعث ہوئی ان سب مریعوں کا ذکر نام بہ نام مصنف نے کتاب کی تمہید میں درج کیا ہے۔ شاعر کے اولین قدردانوں میں ہرہائی نس نواب صاحب بہاولپور کا اسم گرامی قابل ذکر ہے اور سب سے بڑی قدر افزائی جو انہیں نصیب ہوئی وہ حضور نظام غلہ اللہ و ملکہ کی حکومت اور دولت سے وظیفہ کا تقرر ہے۔ کچھ عرصہ ہوا یہ وظیفہ تین سال کے لئے عطا ہوا لیکن ہزار گز المیڈ ہائی نس کی مشہور سخن شناسی اور ان کے ارکان دولت کی توجہات سے امید رکھتا ہے جب تک اس کا رآمد تصنیف کا سلسلہ جاری ہے، یہ قدر دانی جاری رہے گی، جو مصنف کی پہلی جلد میں تھیں وہ اس میں بھی موجود ہیں بلکہ زبان زیادہ سادہ اور با اثر ہے۔ رزم کے مناظر پر زور الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں اور جہاں بزمِ کارنگ درکار ہے وہاں کلام بھی اسی رنگ کا ہے۔ ابتدائے تصنیف میں جو مقصد مصنف نے پیش نظر رکھا تھا کہ ہر برحق اور بہادر ان اسلام کے کارنامے سنا کر اس زمانے کے مسلمانوں کے دلوں کو گرمائے اور ان کے ایمان کو زندہ کرے، وہ مقصد جلد میں بھی مد نظر ہے۔ مستند روایات کو نظم کرنے کا التزام بھی مثل سابق موجود ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہو گیا کہ ”فٹ نوٹ“ یعنی تفسیر و ترمیم پہلے سے بہت زیادہ ہیں اور اکثر روایات کے ساتھ ان کے حوالے درج ہیں جن سے وہ روایتیں کی گئی ہیں۔ اس اہتمام پر شاید حیدر آباد تعلیمی محکمے کی جانب سے یہ خواہش ہے کہ شاہنامہ اسلام اچھے اچھے ارکان کا مجموعہ ہونے کے علاوہ علمی کتاب کی حیثیت سے ممتاز ہو، اس لئے مصنف نے جا بجا کتابوں کے حوالے دیئے ہیں اور بہت تلاش سے روایات جمع کی ہیں۔ ان کتابوں کے میں جو وقت صرف ہوا ہوگا اس سے ظاہر ہے کہ مصنف نے فقط شاعری نہیں کی بلکہ علمی تحقیقات کی بھی قابلیت دکھائی ہے۔ ممکن

ہے کہ وہ لوگ جو محض ذوق و سخن کی خاطر اس نظم میں پڑھیں گے وہ علمی تحقیقات والے حصوں کو قہرے خشک پائیں گے، مگر جناب حفیظ نے ان کی دلچسپی کے لئے بھی کافی سامان مہیا کر دیا ہے۔ اس جلد کی تصنیف کے دوران میں جناب حفیظ نے علاوہ کثرت مطالعہ کے ایک اور ذریعے سے اپنی معلومات کو بڑھایا ہے۔ یعنی سیاحت یورپ، وہ ۱۹۳۸ء کی ابتداء میں سفر یورپ کے لئے گئے تھے اور چھ مہینے وہاں رہے۔ انہوں نے زیادہ وقت لندن میں صرف کیا اور کوئی دو مہینے انگلستان کے ساحل بحر پر رہے۔ کچھ دن پیرس اور فرانس کے جنوب میں، اس زمانے میں انہوں نے چند نئی نظمیں بھی لکھیں جو وہاں رہے بغیر اور وہاں کے حالات دیکھے بغیر نہیں لکھی جاسکتی تھیں۔ ایک نظم ”افرنگ کی دنیا“ کے نام سے لکھی گئی جو نہایت دلچسپ مشاہدات سے پر ہے اور بہت مقبول ہوئی ہے اور دوسری کا عنوان ہے ”اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے“ یہ بھی بہت پسند کی گئی۔ یہ نظمیں ایک طرح کا حاصل سفر ہیں مگر اس سے زیادہ ماحصل وہ علمی تحقیقات کا ذوق ہے جو شاہنامہ اسلام کی تیسری جلد کا طرہ امتیاز ہے۔ یہ ذوق وہاں کے ذی علم لوگوں کے طریق کار کو دیکھ کر پیدا ہوا ہے۔

یورپ کے سفر کا ارادہ حفیظ صاحب نے صحت کی بہتری کی امید پر کیا تھا اور ایک حد تک ان کی صحت کو فائدہ بھی ہوا مگر سب سے بڑا کام جو اس ششماہی میں ہوا جو انہوں نے یورپ میں بسر کی، وہ یہ تھا کہ جلد سوم کا پہلا نصف ان دنوں تیار ہو گیا۔ اس میں ایک مضمون ایسا ادق تھا کہ اس کے لئے ان کی طبیعت غیر معمولی یکسوئی چاہتی تھی اور وطن میں جو ان کے مشاغل تھے ان کے ساتھ وہ یکسوئی میسر نہ تھی۔ انگلستان میں جب وہ ایک خاموش حصہ ساحل پر جا کر رہے تو وہ تنہائی اور خاموشی میسر ہوئی جس سے ان کے قلم کو جنگ اُحد کا حال لکھنے کے لئے گویائی ملی۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ جو مشکل انہیں درپیش تھی اور جس نے بارہا ان کے قلم کو روانی سے روکا یہ تھی کہ جنگ اُحد کے حالات جنگ بدر سے بالکل برعکس تھے۔ بدر میں مسلمانوں کو نمایاں فتح اور اُحد میں افسوسناک شکست ہوئی تھی۔ اس کی وجہ اسلامی فوج کے بعض حصوں کی کمزوری اور بعض کی جانب سے صریح ہدایات کی عدم پیروی تھی۔ مصنف کی یہ خواہش تھی کہ شکست کے جو اسباب تھے وہ بھی بیان ہو جائیں، مگر ان لوگوں کا پاس ادب بھی ملحوظ رہے جو اس وقت حکم عدوی کے مرتکب ہوئے کیونکہ بعد کو رسول خدا نے ان لوگوں کو معاف کر دیا۔ ان میں بعض نے دوسرے مواقع پر بہتر عمل سے اپنی کوتاہی کی تلافی کر دی۔ اس مضمون کو اس احتیاط کے ساتھ بیان کرنا ”کج دار دریز“ کے مصداق ہے اور میں جناب حفیظ کو مستحق مبارکباد سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اس دشوار منزل کو اس جلد میں ایسی اچھی طرح طے کیا۔

جنگ اُحد میں دو کمزوریاں لشکر اسلام میں رونما ہوئیں، اول تو یہ کہ اس فوج میں جس کی تعداد صرف ایک ہزار تھی تین سو آدمی تو شروع ہی میں نکل گئے، کیونکہ وہ دل سے مسلمانوں کے ساتھ نہ تھے اور ان کا سردار بہانہ کر کے کہ آنحضرتؐ نے اس کے مشورہ کو نہیں مانا فوج اسلام کا ساتھ چھوڑ گیا مگر آنحضرتؐ اس کی بے وفائی سے چنداں متاثر نہ ہوئے اور آپؐ نے باقی ماندہ فوج کو میدان جنگ میں اپنی اپنی معینہ جگہ پر جے رہنے کی ہدایت فرمائی۔ ایک گروہ پچاس تیر اندازوں کا ایک ٹیلہ پر تعینات کیا گیا جس کا یہ فرض تھا کہ وہ مخالفین پر تیر برسا کر انہیں ہٹائیں اور کسی حالت میں بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ دوسروں کو یہ ہدایت تھی کہ لوٹ مار کی طمع کر کے اپنے فرائض سے غفلت نہ کریں لیکن آخر میں سخت لڑائی کے بعد جس میں اکثر فدائیان رسولؐ نے شجاعت کی پوری داد دی اسلامیوں کی فتح ہونے کو تھی جب بہت

پرست قریشیوں کی فوج کو بھاگتا دیکھ کر مسلمان یہ سمجھے کہ غنیم اب بالکل ہار گیا ہے اور مخالفین کے خیموں کو لوٹنے اور ان کا مال سمیٹنے میں مصروف ہو گئے۔ انہیں لوٹنا دیکھ کر تیر اندازوں میں سے اکثر نے جنہیں ٹیلہ سے کسی طرح نہ ہٹنے کی تاکید تھی لوٹ میں شمولیت شروع کر دی۔ اس وقت خالد ابن ولید نے جو ابھی مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے اور دوسری طرف کے ایک بڑے جنگی افسر تھے، اس طرف سے فوج اسلام پر حملہ کر دیا جس سے بچنے کے لئے تیر اندازوں کو ٹیلہ پر متعین کیا گیا تھا اس کے بعد ان کی رہی سہی ہمت جاتی رہی۔ جب انہوں نے یہ غلط خبر سنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ میں شہید ہو گئے حالانکہ واقعہ یہ تھا کہ حضور زندہ سلامت تھے۔ حضور نے جو عزم و استقلال اس جنگ میں دکھایا اس کی مثال مشکل سے ملتی ہے کیونکہ باوجود مجروح ہونے کے آپ آخر تک دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے اور ان کے بڑے بڑے جری سالاروں کو تہ تیغ کیا۔ یہ سب حالات اور جو سبق ان سے حاصل ہوتے ہیں سلیس اردو اور پراثر شعروں میں جس خوبی سے نظم ہوئے ہیں داد کے قابل ہے۔ کتاب کی ٹھوس خوبیوں کے ساتھ حفیظ کی طبع رسائی نے جا بجا رنگینی کلام کے بھی جو ہر دکھائے ہیں۔ عربی کے اس مشہور گیت کا اردو ترجمہ خاص طور پر قابل تحسین ہے جو ان عرب عورتوں نے جنگ اُحد کے موقع پر گایا تھا جو مخالف اسلام قریشیوں کو حوصلہ دلانے اور جنگ پر ابھارنے آئی تھیں۔

عربی جاننے والے اس گیت کے ترجمے کی خوبی کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ عربی کے گیت کی روح اردو الفاظ میں کس عمدگی سے آئی ہے۔ اس گیت کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

ہم بجلیاں انوار کی	ہم ناریاں ہیں نار کی
ہم دختریں ہیں نور کی	ہم مشعلیں ہیں طور کی
رکھتی ہیں سر سینوں پہ ہم	باضدِ آدائے دلبری
ہم ہیں طلسمِ رنگ و بو	حُسنِ نظر کی آبرو
مانگیں ہماری مشک و بو	
ہم پیاریاں ہیں پیار کی	ہم ناریاں ہیں نار کی
چلتی ہیں قالینوں پہ ہم	جیسے چلیں کبکِ دری
شعلے ہیں یا زیبِ گلو	
لڑیاں دُرِ شاہوار کی	

لطف یہ کہ اس گیت کی لے بھی عربی گیت سے مشابہ ہے۔

ایک دوسرے گیت میں جنگی جذبات عورتوں کی زبان سے یوں ادا ہوئے ہیں۔

ہم ہیں ستارہ زادیاں	
دکھلاؤ گے جرأت اگر	
افلاک کی شہزادیاں	

لاؤ گے انسانوں کے سر
دیں گی مبارک بادیاں
افلاک کی شہزادیاں

چھوٹی بحروں میں اور سادہ لفظوں میں گانے کے قابل نظم لکھنا حقیقت کے فن کا ایک شیوہ خاص ہے۔ ایک اور موقع پر ایک گیت علم نبوی کی شان میں لکھا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ گیت مسلمانوں میں مقبول ہو کہ جب وہ اپنے سیاسی جلسوں میں پرچم اسلامی لہرائیں تو یہ ترانہ زبان پر لائیں، اس کا یہ ٹکڑا ملاحظہ ہو۔

نام خدا کا جھنڈا، پیغام خدا کا جھنڈا، دو جگ میں عزت کا سہارا، نام خدا کا جھنڈا، یہ جھنڈا ایمان کا جھنڈا، قرآنی فرمان کا جھنڈا، دین کا اور دنیا کا اُجالا، حرمت والا عزت والا، سب سے اونچی شان کا جھنڈا، سب سے اونچا، سب سے بالا، نام خدا کا جھنڈا، مال سے پیارا جان سے پیارا، دل کا نور آنکھوں کا تارا۔

میں مزید اقتباسات سے دیباچہ کو طول دینا نہیں چاہتا مگر دو ایک ٹکڑے اور ان کے متعلق واقعات ایسے دلآویز ہیں کہ انہیں چھوڑنے کو بھی دل نہیں چاہتا۔ ایک واقعہ حضرت اُمّ عمارہؓ کے متعلق ہے جو ایک نہایت نیک اور باہمت بی بی تھیں اور زخمیانِ جنگ کو پانی پلاتی تھیں اس کا شوہر اور فرزند بھی شریک جنگ تھے جب اس نے دیکھا کہ رسول کی ذاتِ پاک پر حملہ ہو رہا ہے تو مشک ہاتھ سے رکھ کر جنگ کے لئے کمر بستہ ہو گئی اس کا حال شاہنامہ اسلام میں یوں بیان ہوا ہے۔

یہ اپنی جان پر ہر زخمِ دامن گیر لیتی تھی
نہتی تھی مگر کرنے لگی پیکار دشمن سے
جدھر بڑھتے ہوئے پاتی تھی یہ محبوبِ باری کو
نظر آئی نئی صورت جو حرزِ جانِ پیغمبرؐ
اسی شمشیر سے اس نے سر شمشیر زن کاٹا
سر و گردن پہ اس بی بی نے تیرہ زخم کھائے تھے
کوئی حربہ وجودِ پاک تک آنے نہ دیتی تھی
مروڑا اس کا بازو چھین لی تلواری دشمن سے
پہنچتی تھی وہیں اُمّ عمارہؓ جاں نثاری کو
کیا اک لخت بڑھ کر حملہ ایک بدکیش نے اُس پر
ہوا اس شیر زن کے خوف سے اعدا میں سناٹا
مگر میدان سے اس کے قدم ہٹنے نہ پائے تھے

یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اس پر وہ قوم جس میں ایسی بیبیاں پیدا ہوئیں جس قدر فخر کرے کم ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ رسالت میں عورتیں جنگوں میں شریک ہوتی تھیں، زخموں کی امداد کرتی تھیں اور وقت ضرورت حرب میں بھی شریک ہو جاتی تھیں۔ اس بی بی کی تعریف جناب حقیقت نے ان دو اثر بھرے مصرعوں میں کی ہے۔

یہی مائیں تھیں جن کی گود میں اسلام پلتا تھا
اسی غیرت سے انساں نور کے سانچے میں ڈھلتا تھا

ایک اور ٹکڑا پیش کرنے کے قابل ہے۔ اس کا عنوان ہے۔ ”خالد کی حیرت“ اس میں شاعر نے دکھایا ہے خالد تو اس وقت کفر حامی اور اسلام کا مخالف تھا مگر اس کے دل میں آنحضرتؐ کے اعلیٰ خصائل کا اثر اس میدانِ جنگ میں بیٹھا۔ مگر وہ فوراً مشرف بہ اسلام ہوا لیکن اس کے جوشِ اسلام اور خدمتِ دین کی بنیاد یہیں پڑی۔ یہاں تک کہ وہ اسلامی فوجوں کا ایک زندہ جاوید اور بلند نام سردار بنا۔

گیا۔ اس کے دل کے تاثرات کا نقشہ ہمارے شاعر نے یوں کھینچا ہے۔

ادھر فرض نماز ظہر کا ہنگام آیا تھا
تیم خاک سے کر کے لہو سے با وضو ہو کر
مگر خالد کہ تھا محفوظ اپنی فتح مندی سے
جہاں کھینچی تھی ہر شمشیر ہر خنجر کشیدہ تھا
یہی سراسر جہاں میں پرسکون معلوم ہوتا تھا
جہاں قاتل نگاہوں کی لگی تھیں ہر طرف گھاتیں
نہ دیکھا تھا یقین و صدق کا یہ پاک نظارا
یہ اطمینان خالی از صداقت ہو نہیں سکتا
خدا والوں کو دی جس نے شکست اب خود شکستہ تھا
نوشتے میں مگر کچھ گمراہی کا دور باقی تھا

شاہنامہ اسلام کی تیسری جلد کی خوبی کلام کے نمونے کے طور پر یہ مختصر اقتباس کافی ہیں۔ باقی دو ہزار سے اوپر اشعار اور ان کے چیدہ چیدہ حصے اصل کتاب میں دیکھیں اور اس خادِمِ اسلام کے حق میں دعا کریں جس نے اپنی زندگی تواریخِ اسلام کو لباسِ نظم سے آراستہ کر کے مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے وقف کر رکھی ہے۔



بسم اللہ اے ساقی

نہیں اب زندگی کی اور کوئی راہ اے ساقی
 رہے گی خیر اس دنیا میں یوں مغلوب شرکب تک
 یہ معصوموں کے آنسو خاک میں کب تک سائیں گے
 یہ مظلوموں کی آہیں کیا یوں ہی بیکار جائیں گی
 یہاں مٹی کا ہر پتلا عدوئے حق پرستی ہے
 یہ کس کم ظرف نے تقسیمِ نو کی طرح ڈالی ہے
 جنہیں قدرت نے بخشا ہی نہیں اندازِ رندانہ
 یہ کیسا دین ہے ساقی یہ کیا آئین ہے ساقی
 اگر جامِ شہادت ہے تو بسم اللہ اے ساقی
 یہ مانا صبر لازم ہے بہت اچھا مگر کب تک
 کبھی تو رنگ لائیں گے کبھی تو گل کھلائیں گے
 یہی اک دن زمیں پر آسمانوں کو گرائیں گی
 یہ انسانوں کی دنیا ہے کہ شیطانوں کی بستی ہے
 کہ ہمت جس کی عالی ہے اسی کا جام خالی ہے
 انہی کے سامنے شیشہ، انہی کے ہاتھ پیانہ
 یہ کس کے دین و ایمان کی یہاں توہین ہے ساقی

یہ مئے خانہ، جہاں جینا لہو کے گھونٹ پینا ہے

تو ہی انصاف کر ساقی یہ مرنا ہے کہ جینا ہے



شاہنامہ اسلام

جلد سوم

جنگِ اُحد

باب اوّل

گزارش سرنگارش

قیامت تک لہو ٹپکے نہ کیوں چشمِ مسلمان سے
اُحد کے تذکرے میں حسن بھی ہے اور قباحَت بھی
اَدق مضمون ہے کاوش پئے تسہیل لازم ہے
مسائل میں الجھنا واقعی منصب نہیں میرا
اُحد کی گھاٹیوں میں کچھ مقام ایسے بھی آئیں گے
انہیں آئے گا غصہ الہی ایماں کی ہزیمت پر
فقط گنتی کے چند افراد سرافراز دیکھیں گے
حواس و ہوش کھونا جنگ میں بعض الہی ایماں کا
اُحد کی داستاں رنگین ہے خونِ شہیداں سے
مجھے اس باب میں کرنی پڑے گی کچھ فصاحت بھی
نتائج کے لئے اجمال کی تفصیل لازم ہے
مگر معذور رکھے آج مجھ کو نکتہ چیں میرا
جہاں زہر و نشانِ منزل مقصود پائیں گے
وہ پوچھیں گے صحابہ کیوں جھکے مالِ غنیمت پر
جنہیں اللہ کے محبوب کا جانباز دیکھیں گے
اُدھر مضروب ہونا چہرہ محبوبِ یزداں کا

فرزاد اُحد کا ایمان اس قدر دردناک ہے کہ مقتدر راہبہ سیر نے بھی محض ارشادات پر ہی اکتفا کیا ہے۔ (مصنف)

اگر ہو گا نہ فہم امتیازِ زشت و خوب ان میں
 رہیں بے دلی ہو جائیں گے اکثر قلوب ان میں
 اگر اس راہ پر لائے انہیں طرزِ بیاں میری
 تو کیا فتنے کا باعث بن نہ جائے گی زباں میری
 مجھے احساس ہے اے دوست اپنی ذمہ داری کا
 یہ نازک مرحلہ محتاج ہے صحت نگاری کا
 یہ طاقت سے اگر معذور ہیں معذور رہنے دو
 مجھے خالی خیالی شاعری سے دور رہنے دو
 زبانِ حال سے اشکال کی تشریح کرنے دو
 عوام الناس کی خاطر ذرا توضیح کرنے دو
 مرے ہمراہ اک منزل پلٹ چلنا گوارا کر
 نزاع کفر و ایمان کے نتائج کا نظارا کر
 بیاباں کی بھی سختی دیکھ دورانِ سیاحت میں
 میں لے آؤں گا واپس تجھ کو تیرے باغِ راحت میں
 میں تیری ہمرکابی تابہ منزل جا کے چھوڑوں گا
 خدا کے فضل سے یہ گتھیاں سلجھا کے چھوڑوں گا

غزوہ بدر کی فضیلت

جہادِ بدر کی تاریخ کو دھرا رہا ہوں میں ۱
 گزشتہ سال کا زریں ورق الٹا رہا ہوں میں
 جہادِ بدر کا دن عزت و اکرام کا دن تھا
 اطاعت کا ثمر تھا، ضبط کے انعام کا دن تھا
 شواہد میرے دعوے کے ہیں ارشاداتِ قرآنی
 کہ فتح بدر اک آیت تھی من آیاتِ ربانی ۲
 بنا ہے سورۃ انفال ۳ میری اس گزارش کی
 فرشتے حق نے بھیجے اور احسانوں کی بارش کی

۱۔ غزوہ بدر تمام غزوات کی اصلی بنیاد ہے۔ سیرت النبی علامہ شبلی

۲۔ بدر کے معرکے کے لئے مذہبی اور ملکی حالت پر گونا گوں اثرات پیدا کئے اور حقیقت میں یہ اسلام کی ترقی کا اصلی دن تھا۔ سیرت النبی

۳۔ یسبلی المؤمنین منہ ہلاہ حسناً ان اللہ سمیع علیم (انفال) تاکہ اپنی طرف سے مومنوں کو اچھا انعام دے اور خدا دادا دینا ہے۔

۴۔ ولقد نصرکم اللہ ببدر والتم اذ لہ اذ یغشیکم التماس امنہ منہ و یزل علیکم من السماء ماء البطھور کم بہ ویذهب منکم رجوا الشیطن و لیربط علی قلوبکم و ینبت بہ الاقدام۔ اذ یوحی ربک الی الملکۃ انی معکم فثبتوا الذین آمنوا۔ (انفال)

(ترجمہ) یقیناً بدر میں اللہ نے تمہاری مدد کی جب تم کمزور تھے تو اب اللہ سے ڈرو تاکہ شکر گزار بن جاؤ۔ پانی برسار ہا تھا کہ تم کو پاک کرے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور کرے۔ یاد کرو جب خدا فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مسلمانوں کو ثابت قدم رکھا اس غزوے کو دوسرے غزوات پر جو اختیارات حاصل ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ خداوند کریم نے قرآن حکیم میں بدر کے احسانات و نعم کی تفصیل سے اپنے نبی کریم کو جبریل علیہ السلام کے ذریعے اطلاع دی۔ سورۃ انفال اکثر و بیشتر اسی غزوہ کے بیان پر مشتمل ہے۔

بظاہر بے حقیقت تھی جماعت حق پرستوں کی
 نہتے تین سو تیرہ بشر ذوقِ شہادت میں
 نہ کثرت تھی نہ شوکت تھی نہ کچھ سامان رکھتے تھے
 نہ تاج و تخت کے طالب نہ مال و جاہ کے سائل
 پسندیدہ نظر آیا تھا وحدت کا اصول ان کو
 یہ ہادی کی ہدایت پہ چلے میدان میں آئے
 لیا راہِ وفا میں عشق نے جب امتحان اُن کا
 اقلیت رہی قائم صراطِ حسن نیت پر
 بسا اوقات نصرت دے کے وحدت کیش ملت کو
 غرور و ناز مٹ جاتا ہے جاہ و مال والوں کا
 مگر کایا پلٹ دی اس نے باطل کے گرد و ہوں کی
 خدا کے نام پر نکلے محمدؐ کی قیادت میں
 فقط اخلاص رکھتے تھے فقط ایمان رکھتے تھے
 کہ یہ بندے تھے لامعبودَ إِلَّا اللہ کے قائل
 بہم باندھے ہوئے تھا رشتہ حبِ رسولؐ ان کو
 یہ گردابِ ہلاکت میں گھرے طوفان میں آئے
 تو استقلال پایا صورتِ کوہِ گراں اُن کا
 تو حق نے اس کو غالب کر دکھایا اکثریت پر
 خدا کثرت پہ غالب کر دیا کرتا ہے قلت کو
 خدا ساتھی ہوا کرتا ہے استقلال کو والوں کا

مشاہدہ بدر

بروزِ بدر دیکھی غازیانِ دیں کی بیداری
 بروزِ بدر دیکھی صبر و استقلال کی صورت
 ادائے فرض کا جذبہ تھا جن کی روح پر طاری
 بغلگیری قضا سے اور استقلال کی صورت

لَکَالْمَا یَسْأَلُونَ الِی الْمَوْتِ وَهُمْ یَنْظُرُونَ (انفال) ترجمہ: جیسے وہ موت کی طرف ہٹائے جاتے تھے اور موت کو دیکھ رہے تھے۔

لَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ ۝ (ترجمہ) اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

لَ کَم مِّنْ فِئۃٍ قَلِیۡلَۃٍ غَلَبَتْ فِئۡةً کَثِیْرَۃً ۚ بِاِذْنِ اللّٰهِ (بقرہ) بسا اوقات قلیل جماعت اللہ کی مرضی سے کثیر جماعت پر غالب آ جاتی ہے۔

لَ اِذْ تَسْتَغِیْثُونَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمُ الِی مَعْلَمَکُمْ (انفال) ترجمہ: یاد کرو جب تم اپنے پروردگار سے استغاثہ کر رہے تھے تو اس نے تمہاری سنی اور تمہاری

مدد کی۔

بروزِ بدر دیکھا نصرتِ حق کا نظارا بھی
خدا تھا غازیوں کا جب بھروسا بھی سہارا بھی
بروزِ بدر اس ایمان کا انعام بھی دیکھا
قریشی لشکرِ جرار کا انجام بھی دیکھا
بروزِ بدر دیکھا معجزہ شانِ صداقت کا
کہ توڑا حق نے سارا زور باطل کی حماقت کا
بروزِ بدر دیکھی سر بلندی خاکساروں کی
نچھاور جن کے قدموں پر ہوئی رفعت ستاروں کی
ملا زندوں کو یہ انعام بعد فتحِ فیروزی
کہ جنت کی بشارت سے ہوئی تھی بہرہ ستاندوزی
یہ کیا تھا اک نتیجہ تھا پیمبر کی اطاعت کا
تخیل کی بلندی کا توکل پر قناعت کا

غزواتِ بدر و احد کا نکتہ امتیاز

وہ آنکھیں جن کو بخشا ہے خدا نے دید کا یارا
کریں جنگِ احد کا بھی مری آنکھوں سے نظارا
اگر چشمِ بصیرت سے احد کی جنگ دیکھو گے
تو انسانوں کی فطرت کے ہزاروں رنگ دیکھو گے
گئے تھے چل کے غازی بدر میں ایمائے ہادی سے
احد میں گھر سے نکلے تھے مگر جوشِ ارادی سے
نہ سمجھے تھے مسلمان جوش میں منشائے پیغمبر
ہوئی تھی کثرتِ آراء مدینے سے نکلنے ۵ پر

۱۔ مسلمان تین سو تیرہ افراد تھے جن کے پاس لڑنے کا سامان اور ہتھیار بھی نہ تھے۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اس لشکر کے پاس صرف آٹھ تلواریں چھ زہریں اور دو گھوڑے تھے۔ لشکرِ قریش میں ایک ہزار سے زیادہ فوج پورے سامانوں اور ہتھیاروں سے مسلح ہر سپاہی لوہے میں غرق تھا مگر کفار کو شکست ہوئی اور ان کے ستر بہتر آدمی مارے گئے اور (۱۲) اسیر ہوئے اور قریش کی طاقت ٹوٹ گئی۔ (سیرت النبی ابن ہشام)

۲۔ بجاء الحق و زہق الباطل ان الباطل کما ان زہوقا (ترجمہ) حق غالب آیا اور باطل شکست کھا گیا اور باطل اسی قابل ہے۔

۳۔ خدا نے تمام شرکائے بدر کے گناہ معاف کر دیے ہیں۔ بدری صحابہ کی یہ عزت تھی کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں ان کے وظائف سب سے زیادہ تھے۔ کسی صحابی کے نام کے ساتھ بدری کہنا خاص امتیاز کا سبب شمار کیا جاتا تھا۔ (سیرت النبی)

۴۔ احد کی جنگ میدان میں نکل کر لڑنے پر ان نو جوانوں نے زور دیا تھا۔ جو بزمِ شوریٰ میں کثرتِ رائے رکھتے تھے۔ آنحضرتؐ کی رائے شہر میں رہ کر مدافعت کرنے کی تھی مگر آپؐ نے بزمِ شوریٰ کی کثرتِ رائے کو مقدم جانا۔ (طبری)

۵۔ یہ ایک اہم مسئلہ جس پر بحث کرنا میرا منصب نہیں کیا اسلام میں آمریت کے معنی جمہوریت ہیں یا شخصی حکومت۔ آنحضرتؐ کا اسوہ حسنہ یہ ہے کہ جہاں وحی نہ آئے۔ بیشتر آپؐ کثرتِ رائے پر عمل فرماتے تھے۔ آپؐ کے جاں بحق ہونے کے بعد چونکہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا لہذا کون سی راہ عمل باقی رہ گئی۔ یہ ہر صاحبِ نظر آسانی سے دیکھ سکتا ہے۔

کیا تھا احترام اجماع امت کا پیہر نے سلاح جنگ پہنے تھے یہاں محبوب داور نے
 احد کا دن دکھائے گا نگاہوں کو نیا منظر بشر کی رفعت و افتاد کا عبرت نما منظر
 بروزِ حشر امت کو ہلاکت سے بچانا تھا اُحد میں دعویٰ عشق و وفا کو آزمانا تھا
 سکھانا تھا کہ مومن وقت سختی صبر کرتے ہیں نہیں کھاتے فریبِ نفس دل پر جبر کرتے ہیں
 فسادِ حُب مال و جاہ سے آگاہ کرنا تھا انہیں وقفِ جہاد فی سبیل اللہ کرنا تھا
 ضرورت پڑ گئی تھی اک نمونہ پیش کرنے کی ثباتِ عہدہ ۱ ہفتاد گونہ پیش کرنے کی
 جمانا تھا دلوں پر سکھ ختمِ المرسلینی کا بہا دینا تھا دریاِ رحمتہ للعالمینی کا

بدر کی ہزیمت پر قریش مکہ کا جوشِ انتقام

قریشی قوم میں شعلے بھڑکتے تھے ندامت کے مہیا ہو رہے تھے پھر نئے سامانِ شامت ۱ کے
 مسلمانوں کا قتل عام تھا ان کے ارادوں میں یہ اک پختہ خیالِ خام تھا ان کے ارادوں میں
 وہ سب جن کے اقارب بدر کے دن کام آئے تھے وہ ذاتی انتقام اب مقصدِ قومی بنائے تھے
 اسیری سے پڑا تھا بدر کے دن واسطاً جن کو کیا تھا فدیہ لے کر بزمِ شوریٰ نے رہا جن کو
 وہ سب قیدی جو مہمانی کے گہواروں میں جھولے تھے وہ اب حسن ۲ جنابِ رحمتِ عالم کو بھولے تھے

۱ بروز بدر آپؐ نے جو دعا مانگی اس کا ملوہ تھا کہ اے اللہ ان چند نفوس کو جن کے زندہ رہنے پر کلمہ توحید کا مدار ہے محفوظ رکھ کیونکہ اگر مشرکین نے ان کو مٹا دیا تو تو کبھی پوچھا نہ جائے گا۔ ان الفاظ سے ثابت ہے کہ پیغمبر کا مقصود اس جماعت کی حفاظت تھی۔ نیز قرآن حکیم میں امداد و فرشتگان بھی ثابت ہے جس کی ضرورت بھی ہو سکتی ہے کہ اس چھوٹی سی جماعت کو بچانا مقصود ہے مگر احد میں لوگوں کو قدرے نازش تھی اپنی قوت اور جہاد کے اصلی مقصد کا غلط اندازہ کر رہے ہیں۔ (مصنف)

عبداللہ بن عبدالمطلب

۲ بدر کی شکست سے کہہ میں گھر گھر ماتم تھا لیکن ابوسفیان اور دوسرے قریش نے منادی کرادی تھی کہ انتقام کا جوش ٹھنڈا ہو جائے۔

۳ اسود بن عبدالمطلب بن اسد جعیر بن مطعم اصغوان بن امیہ عکرمہ بن ابی جہل حارث بن ہشام ابوسفیان وغیرہ افراد قریش اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ (سیرت ابن ہشام)

۱ جو سلوک رسول اللہ کے حکم سے مسلمانوں نے اسیرانِ بدر سے کیا تاریخ میں اس کی نظیر نہیں۔ (سیرت النبی ہشام)

ہوئے تھے بدر میں مقتول ستر نامدار ان کے
 اگرچہ یہ نتیجہ تھا تعصب کی حماقت کا
 غم و غصہ کا دوزخ شعلہ زن تھا ان کے سینوں میں
 مصاف زندگی میں زخم کھانے کے نہ تھے عادی
 مسلمانوں کے ہاتھوں مٹ گئے تھے باوقار ان کے
 مگر موجود تھا اب تک دلوں میں زعم طاقت کا
 لہو تھا یا کوئی تیزاب تھا ان آہنیوں میں
 بہت حیراں تھی ان چر کے سے ان کی خوئے جلادی

قریش کا غرور اور دعویٰ باطل

انہیں یہ زعم تھا ہم عام انسانوں سے بالا ہیں
 ہمارا مرتبہ ہے خواجگی کا اور امیری کا
 جسے چاہیں پکڑ لیں، قید کر لیں، قتل فرمائیں
 کسی کو ہو یہ کیوں جرأت ہمارے وار کو روکے
 فسادِ مستقل تھا اک زمانہ سے فتور ان کا
 یہ ایسا زخم کھایا تھا کہ جینا تھا حرام اُن پر
 ہمارے زیرِ فرماں بندگانِ حق تعالیٰ ہیں
 ہمارے ہاتھ رشتہ ہے رہائی کا، اسیری کا
 جہاں چاہیں کریں حملہ، ستم توڑیں، غضب ڈھائیں
 فقط گردن پہ روکے جو بھی اس تلوار کو روکے
 فقط اک بدر کے میدان میں ٹوٹا تھا غرور اُن کا
 مسلط بھوت بن کر ہو گیا تھا انتقام ان پر

قبائل عرب کو امداد کی دعوت

بہت چرچا تھا شعر و شاعری کا اس زمانے میں
 قریشی شاعروں نے ملک بھر میں شعلے بھڑکائے
 مدد لیتے تھے اس سے ہر نیا فتنہ اٹھانے میں
 قبائل کے قلوب اسلام کی ہیبت سے دھڑکائے
 قریش کی اصلی طاقت بدر میں ٹوٹ گئی تھی۔ روسائے قریش جو شجاعتِ امارت میں قبائل کے سپہ سالار تھے سب مارے گئے تھے۔ عقبہ، شیبہ، ابو جہل، ابو لہب، ابی بنہ، بن اسود، عامر بن ہشام، امیہ بن طلحہ، عبید بن جراح یہ سب قریش کے سر تاج تھے۔
 قریش عرب بھر میں شجاعت اور افضل العرب مانے جاتے تھے۔ قبائل کی باہمی جنگ میں ان کی پیروی کسی نے نہ دیکھی تھی۔ معرکہ بدر میں ان کی ہزیمت بالکل نئی بات تھی۔ (دیکھو طبری و ابن ہشام)
 قریش بہت مغرور تھے عرب میں اپنے کو سب سے بڑا سمجھتے تھے جیسے سمندر میں وسیلِ مچلی (رحمۃ اللعالمین)

سخن کے زور سے آتش بیانی کے وسیلے سے نکالے شعلہ خو افراد چن کر ہر قبیلے سے
ہوا اجماع باطل وادی بطحی کے سینے پر کہ مکہ لے کے طوفاں اٹھنے والا تھا مدینے پر
مکہ میں جوش و خروش

بہر سو شہر مکہ میں کچھ ایسا جوش سا پھیلا کہ یہ مجنوں تھے گویا اور فکر جنگ تھی لیلیٰ
قریشی عورتیں ٹکلیں گھروں کے چھوڑ کے دھندے کھلی فہرست گھر گھر سے لئے جانے لگے چندے
جو مال و زر سے بہرہ ور تھے مال و زر اٹھا لائے رسد کر لی مہیا جنگ کے ہتھیار بنوائے
کسی نے خاندانی اسلحہ خانوں کے منہ کھولے لہو سے تاکہ قومی آبرو پھر ہاتھ نہ دھو لے
کسی نے اونٹ گھوڑے اور کسی نے لا دیا چارا تھا جن کے پاس غلہ اس نے غلہ دے دیا سارا
تجارت کا منافع جمع تھا وہ آج کام آیا بچھا دام حماقت مرغ زریں زیر دام آیا

بنو ہاشم سے رشک و رقابت

رسول اللہ کے دشمن مخالف آل ہاشم کے کہ حاسد تھے قدیمی عزت و اقبال ہاشم سے کے

۱۔ بدر کے میدان میں ان کی شکست اس طرح تھی جیسے کوئی پہلوان مدت العمر دوسرے پہلوانوں کو گراتا رہا اور خود بھی اس کی پیٹھ زمین سے نہ لگی ہو۔ اچانک اپنے
زور میں گر پڑے اور شکست کھا جائے۔ یہی احساس ان کا تھا کہ ہم ہیں واقعی سب پر غالب مگر ذرا اپنے زور میں گر پڑے جھڑکے (تاریخ عمران)

۲۔ عرب میں جوش پھیلانے کا سب سے بڑا آلہ شعر تھا۔ قریش میں ان دونوں دو شاعر بہت نامی تھے 'مردجی اور مسافع دیلمی بدر میں اسیر ہو گیا تھا مگر آنحضرتؐ نے
اتقنائے رحم و شفقت اس کو رہا کر دیا تھا بغیر کسی فدیہ کے (بلکہ اور بھی احسان فرمائے تھے۔

۳۔ قرآن کریم مشرکین و کفار کے صرف مال کا ذکر فرماتا ہے۔ ان السہین کفروا ینفقون اموالہم لیصلوا عن سبیل اللہ (ترجمہ) کفار اپنا مال خرچ کرتے
ہیں تاکہ لوگوں کو خدا کی راہ سے روکیں۔

۴۔ تجارت کا منافع پچاس ہزار اشقال مونا ایک ہزار اونٹ جو ابھی تقسیم نہ ہوئے تھے چندے میں شامل کئے گئے۔ رحمۃ للعالمین۔

۵۔ ان میں سے اکثر قبیلے جو ہاشم سے مخالفت رکھتے تھے اور دشمن قبیلے کے ایک فرد کی تلقین پر چلنا ان کو عار معلوم ہوتا تھا (رحمۃ للعالمین) یاد رکھنا چاہئے کہ خاندان بنو
ہاشم اور بنو امیہ برابر کے حریف تھے اور دونوں میں برابر سے رشک و رقابت چلی آتی تھی۔ (سیرت النبی)

ابوسفیاں بنا تھا سرغنہ قومی امارت ۱ کا یہ فتنہ جاگ اٹھا تھا دائمی قتل اور غارت کا
اسے نسبت تھی عتبہ بن ربیعہ سے قرابت کی قسم کھائی تھی اس کے قتل پر غسل جنابت ۲ کی
یہی تھا بدر کے دن قوم کے افتاد کا باعث اسی کا ایک اندیشہ تھا استمداد کا باعث
بہت بیتاب تھا یہ انتقام بدر کی خاطر یہودی قوم سے کی اس نے سازش غدر کی خاطر
نہ بن آیا تھا کچھ بھی روز اقدام السویق اس سے بھرکنی تھی ابھی کچھ مدتوں نار حریق اس سے
مگر آخر اسے بھی ایک دن اسلام لانا تھا انہی قدموں پہ گرنا تھا اسی دامن میں آنا تھا

ہند ابوسفیاں کی زوجہ

ابوسفیاں کی زوجہ ہند ۳ بھی عتبہ کی دختر تھی نہ جانے یہ ابوسفیاں کی زوجہ تھی کہ شوہر تھی
عجب عورت تھی جس کے دل میں تھکامل مردوں کے کہ اس کی تیز فطرت کا ثقی تھی کان مردوں کے

۱۔ ابوسفیاں سات برس تک مسلمانوں سے لڑتا رہا پھر فتح مکہ پر اس کو مسلمان ہونا پڑا لیکن آپ کی اولاد اگرچہ وہ مسلمان تھی کے دل سے بنو ہاشم کی اطاعت کبھی نہیں
کی گئی۔ امیر معاویہ کے بعد آپ کے بیٹے یزید نے جس طرح حضرت حسین اہل بیت اور پیغمبر اہل بیت سے شایان شان سلوک نہ کیا اور اسلام کی جمہوریت کو جس
طرح ۴ بچا اس کا حال انشاء اللہ اپنے وقت پر آئے گا۔ (مصنف)

۲۔ ابوسفیاں نے بدر کی ہزیمت کے بعد قسم کھائی تھی کہ جب تک انتقام نہ لے لوں گا غسل جنابت و مقابرت زناں نہ کروں گا اور نہ سر میں تیل ڈالوں گا۔

۳۔ جنگ بدر کا سبب کیا تھا۔ ابوسفیاں کی سرداری میں ایک قافلہ بغرض تجارت شام کو بھیجا گیا اس تجارت کا مقصد بھی بقول علمائے سیرت اسلام کے استیصال کے لئے
سرمایہ کی فراہمی تھی چنانچہ مولانا شبلی مرحوم نے سیرت النبی میں اس کی تصریح بھی فرمائی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہجرت کے ساتھ ہی مدینہ پر حملہ کی تیاری شروع کر لی
تھی۔ پھر لکھتے ہیں کہ سب سے بڑی ضروری چیز مصارف جنگ کا بندوبست تھا۔ اس لئے اب کے موسم میں قریش کا جو کاروان تجارت شام کو روانہ ہوا اس
ساز و سامان سے روانہ ہوا کہ مکہ کی تمام وادی نے جس کے پاس جو رقم تھی کل کی کل دیدی۔ ابن سعد نے طبقات میں ابوسفیاں رئیس قافلہ کا قول لکھا ہے۔ واللہ بکنت
من قریشی ولا قریشیہ نہ ہشی و صاۃ الا بائع بہ معنا اس سے ظاہر ہے کہ مکہ کو تمام سرمایہ گل کر دینے کی کیا ضرورت تھی۔ بہر صورت یہ کاروان تجارت کے بعد پلانا تو
ابوسفیاں کو خیال آیا کہیں مسلمان راہ میں حائل نہ ہوں۔ مکہ میں ایسا واقعہ پیش آچکا تھا اور قریش اور مسلمانوں میں مدت سے اعلان جنگ تھا۔ لہذا قافلہ والوں کی رائے
سے ایک شخص فطیم نامی کو کہ بھیجا گیا۔ عمرو بن عاص مشہور مدبر قریش کا بیان ہے کہ مقام درقاہر فطیم کو میں مشعل طلا اجرت مقرر کر کے بھیجا گیا اور اس کو ابوسفیاں
نے حکم دیا کہ مکہ میں داخل ہو تو اپنے اونٹ کے کان کاٹ ڈالو اور کاغذی التالیع جو اور آگے پیچھے اپنا پیرا ہن چھاڑ لیجو اور بعد ائے بلند "الغوث الغوث" کا شعور
پکائیے۔ فرض نتیجہ یہ ہوا کہ ابو جہل جو مسلمانوں پر حملہ کرنے کا آرزو مند تھا اس کو بہانہ مل گیا اس نے قوم کو ابھارا اور اسے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے ساتھ لے نکلا اور
دریں جو کہ پیش آیا اسے ہم شاہنامہ اسلام جلد دوم میں بیان کر چکے ہیں۔

بروزِ بدر باپ اس کا سپہ سالار لشکر تھا پسر بھی ایک افسر بھائی بھی سردار لشکر تھا
 پدر کو اور پسر کو حضرت حمزہؓ نے مارا تھا برادر کا علی المرتضیٰؓ نے سر اتارا تھا
 علی بھی حمزہؓ بھی سر تاج تھے اولادِ ہاشم کے سپہ سالار تھے دونوں سپہ سالارِ اعظم کے
 بڑا کینہ تھا ان دونوں سے اس عورت کے سینے میں مری جاتی تھی زندہ دیکھ کر ان کو مدینے میں
 نرالی بات سوچھی تھی نرالی دھن سمائی تھی قسم ڈائن نے حمزہؓ کا جگر کھانے کی کھائی تھی

وحشی غلام - قاتلِ حمزہ

جبیر ابنِ مطعم کا چچا حمزہؓ نے مارا تھا دل پر کینہ میں اس کے بھی آتش کا شرارا تھا
 غلام زر خرید اس کا تھا وحشی نام اک زنگی عیاں تھی جس کی صورت سے ہی بد وضعی بد آہنگی
 کمالِ حربہ اندازی میں تھا مشہور نام اس کا دغا سے آدمی کی جان لینا یہ تھا کام اس کا
 ابوسفیاں کی زوجہ ہند نے اس کو طلب کر کے دلا سے دے کے اور سکے دکھا کر نقرہ و زر کے
 ہمیشہ کے لئے آزاد کر دینے کے وعدے پر کیا تھا شاد اس کو شاد کر دینے کے وعدے پر
 مئے غفلت پلا کر تہد خو مئے خوار وحشی کو کیا تھا قتلِ حمزہؓ کے لئے تیار وحشی کو
 پسند آئی غلام بے وفا کو مہرِ جلاوی بڑی قیمت ادا کر کے خریدی اس نے آزادی

۱۔ ابوسفیان نے غسلِ جنابت کی منت پوری کرنے کے لئے دو سو سواروں کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا خفیہ طور پر اسلامی لشکر کے پاس ٹھہرا شراہیں ہیں حالات معلوم کئے اور عریض پر راہزنیوں کی طرح جا پڑا نکل جلا دیئے کچھ مکان پھونک ڈالے اور چند انصاری مزدوروں کو قتل کر کے واپس بھاگ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعاقب کیا مگر ابوسفیان ایسا بگٹ بھاگ کہ اپنی زادراہ بھی جلدی میں پھینکتا گیا۔ یہ ستوں کے بورے تھے اس لئے اس کو غزوہ سویق کہتے ہیں۔
 ۲۔ ان آئندہ لڑائیوں کی طرف اشارہ ہے جو قریش اور رسول اللہ کے مابین ہوئیں ان سب میں ابوسفیان کی کارفرمائی تھی۔
 ۳۔ ہند بنت عتبہ ابوسفیان کی زوجہ امیر معاویہ کی دادی تھی۔ حضرت حمزہؓ کا جگر چبانے والی مشہور بنام ہند جگر خور بدر کے بعد اس نے قسم کھائی تھی کہ اپنے رشتہ داروں کے قاتلوں سے بدلہ لوں گی اور حمزہؓ کا خون پیوں گی اور جگر چاؤں گی۔ (سیرت النبی)
 ۴۔ وحشی کو حربہ اندازی میں کمال حاصل تھا۔ جو یہ ایک چھوٹا سا نیزہ ہوتا ہے جو حشیوں کا خاص ہتھیار ہے اسے دور سے پھینک کر مارتے ہیں۔ (سیرت النبی)

قریش کا مکہ سے خروج اور مدینہ منورہ کے بیان کردہ حالات کا اقتباس

مہیا ہو چکا مکے میں جب ساماں لڑائی کا
 ابوسفیاں کی نیت تھی اچانک حملہ کرنے کی
 یہ لشکر جس طرح اٹھا یہ طوفاں جس طرح آیا
 رسول اللہ نے جس رنگ سے اس کی خبر پائی
 مکمل اور مفصل روئیداد مجلس شوریٰ
 صحابہؓ کو رسول اللہ کا مسجد میں بلوانا
 بشر کی کثرت و قلت کا وحدت آشنا ہونا
 تدبیر آزمودہ کار اصحاب کبار کا
 جواں سال اہل ایمان کے دلائل بہر قربانی
 نبرد قلعہ بندی نکتہ قربان رسالت کا
 وہ آمر کی طرف سے احترام کثرت آراء
 نفاق آمادگاں کا بھی شریک مشورت ہونا
 لباس جنگ میں محبوب داور کا نظر آنا
 ندامت جنگ میدان کی خواہش کرنے والوں کی
 مگر انکار کرنا آپؐ کا فتح عزیمت سے
 مدینے کی فسیلوں سے نکلنا اہل ایمان کا

کیا اعلان ابوسفیاں نے چپکے سے چڑھائی کا
 لہذا سعی کی پڑیچ رستوں سے گزرنے کی
 اُحد پر آ کے یہ تاریک بادل جس طرح چھایا
 مدینے کی حفاظت جس طرح حضرتؐ نے فرمائی
 ہوا مسجد میں جیسے انعقاد مجلس شوریٰ
 حق آزادی آراء انہیں تفویض فرمانا
 خدا والوں کو جوہر خودشناسی کا عطا ہونا
 مگر بازو کے بل پر ناز ملت کے صفائے کا
 ہجوم کثرت آراء برائے جنگ میدان
 مدینے سے نکلنے پر مگر اصرار کثرت کا
 نبیؐ کا فیصلہ آخر بنام کثرت آراء
 وہ ان کا درد ملت سے مگرچھ کی طرح رونا
 جلال اک غیرت خورشید خاور کا نظر آنا
 وہ ان کی عاجزی وہ صورتیں ان کے ملالوں کی
 ادائے فرض ٹھہرانا فزوں فتح و ہزیمت سے
 کھلے میدان میں شب باش ہونا فوج یزداں کا

نفاق انگیز جمعیت کی لشکر میں شمولیت
قریشی فوج کی تیاریاں شب کے اندھیرے میں
ہوئے اس رات میں جس جس جگہ لشکر قیام آراء
مگر اس مرحلے پر اور بھی کچھ عرض کرنا ہے
بیاں اس رات میں کچھ تیرہ بختوں کا ضروری ہے
مسلمانوں کے ساتھ ابن ابی اور اس کی ذریت
نشت افسران جنگ ابوسفیاں کے ڈیرے میں
گزارش ہو چکا ہے بیشتر یہ ماجرا سارا
یہ گھائی سخت ہے لیکن مجھے اس سے گزرنا ہے
بغیر ان کے حکایت فوج باطل کی ادھوری ہے

مدینے کا ایک راہب ابو عامر فاسق

مدینے کا بھی اک غدار تھا فوج قریشی میں
لباس راہبیت جاہلوں کا دل لبھاتا ہے
بہت ایسے رنگ سیار تھے اسلام سے پہلے
ان ہی میں تھا ابو عامر بھی اک تلپس کا پیکر
پہن رکھا تھا اس مردک نے جامہ راہبیت کا
عداوت خاندان اوس و خزرج کی بڑھاتا تھا
فریبی حاسد و بدطینت و غدار بدنیت
مگر جب آگیا اللہ کا پیغام یثرب میں
لیا جانے لگا سچے خدا کا نام یثرب میں
پیغمبر بھی خدا کے فضل سے تشریف لے آیا
یہ واقف کار وقف کار تھا فوج قریشی میں
بسا اوقات شیطان بھی اسی چولے میں آتا ہے
کہ جن کا نام پجتا تھا خدا کے نام سے پہلے
نظر آتا تھا ظاہر میں مگر تقدیس کا پیکر
مگر شیطان تھا دراصل حافظ اس کی نیت کا
انہیں کٹوا کے باہم فائدہ یہ خود اٹھاتا تھا
مگر اسلام سے پہلے کی تھی محبوب شخصیت
لگا جب پھیلنے چاروں طرف اسلام یثرب میں
تو اس کا سحر باطل ہو گیا ناکام یثرب میں
طلوع صبح صادق نے رُخ ہستی کو چمکایا

۱۔ ابو عامر راہب مدینے ہی کے ایک قبیلہ اوس کا فرد تھا۔ یہ فتنے مسلمانوں کا سخت مخالف تھا اور مشرکوں سے وعدہ کر کے آیا تھا کہ تمام قبیلے کو محمد کے خلاف کردوں گا۔
(دیکھو طبقات ابن سعد طبری اور ابن اثیر)

ہوئی نورِ خدا کی روشنی جس دم مدینے میں کدورت نے بنایا آشیاں راہب کے سینے میں
 ملا جب درس انسانوں کو اسلامی اخوت کا طلسمِ عام توڑا حق نے شیطانوں کی قوت کا
 یہ سمجھا اب فریبِ راہیت چل نہیں سکتا چراغِ کذب وقتِ صبح صادق جل نہیں سکتا
 کھلی انصارِ یثرب پر ابو عامر کی غداری تو کی اس نے مدینے سے نکل چلنے کی تیاری

ابو عامر فوجِ مشرکین میں

نیا فتنہ، نئے فتنے جگانے کے لئے جاگا اندھیری رات میں اندھا مدینے سے نکل بھاگا
 مذاقِ جنگجوی صلح میں بدلا ہوا پایا تو اپنے چیلے چانٹے لے کے مکہ میں چلا آیا
 نظر آیا کہ مکہ ہے مخالف اہل ایمان کا علاوہ اس کے مرکز بھی ہے مال و ساز و سامان کا
 قریش آمادہ ہیں اسلام کو ناکام کرنے پر رسول اللہ کو وقفِ غم و آلام کرنے پر
 شکستِ بدر سے ہے بے طرح رنج و ملال اُن کو نظر آتا ہے جاتا جاہلیت کا جلال اُن کو
 ابو عامر نے اس بھڑکی ہوئی کو اور بھڑکایا مدینے پر بڑھا لشکر تو یہ بھی اس کے ساتھ آیا
 ابوسفیاں کو تھی معلوم افتادِ مزاج اس کی پرانے کوڑھ میں تھی کارآمد آج کھاج اس کی
 اگرچہ یہ بھی اس راہب کو بدنیت سمجھتا تھا مگر آخر بڑے رُتبہ کی شخصیت سمجھتا تھا
 ابوسفیاں نے چاہا آزمانا چاہئے اس کو یہ اچھا وقت ہے اُلو بنانا چاہئے اس کو
 نکالا چاہئے کچھ کام اس ناخواندہ مہماں سے کرے گا یہ الگ انصار کو فوجِ مسلمان سے
 اگر یہ چال چل جائے تو سارا کام آساں ہے پڑی جب پھوٹ پھر انساں کا قتلِ عام آساں ہے

ابوعامر پرابوسفیان کا روغنِ قاز

دوبارہ نصف شب کے بعد جاسوسوں کے گھیرے میں وہ آیا مسکرایا آنکھ جھپکائی اشارت کی دلِ حاسد میں جوشِ بغض کی گرمی بڑھانے کو لیا ساقی نے جس دم نامِ رندوں کی جوانی کا سواری گانٹھ لی نشہ نے بے ایمان کے اوپر ابوسفیاں نے دیکھا اب یہ غرقِ جوشِ بادہ ہے تمنا جس کی مدت سے تھی وہ ہنگام آ پہنچا اجل نے کی کششِ دشمن نکل آئے فصیلوں سے سحر کے وقت جب لشکرِ مراجنش میں آئے گا محمدؐ کے صحابہ جو ہیں اپنے بھائی بندوں میں قتالِ بدر کا ایسا مزا اُن کو چکھائیں گے جوگت ان کی بنائی جائے گی وہ آپ دیکھیں گے مگر افسوس ہے مجھ کو مدینے کے جوانوں پر وہ کس برتے پر انصارِ محمدؐ بن کے نکلے ہیں ہمارے ہاتھ مفت ان کے لہو سے کیوں ہو آلودہ یہ سب لوگ آپ کے چیلے تھے اب ان کو ہوا کیا ہے

ابوسفیاں نے راہب کو بلایا اپنے ڈیرے میں جھکے دونوں کے ابرؤ بجلیاں چمکیں شرارت کی بھرا ساغر ابوسفیاں نے زاہد کے پلانے کو چڑھایا جامِ زاہد نے شرابِ ارغوانی کا چڑھا اک اور بھی شیطان اس شیطان کے اوپر تو پوچھا مشفق فرمائیے اب کیا ارادہ ہے تمہارا صید چل کر خود ہی زیرِ دام آ پہنچا رہا اب واسطہ ہم کو تردد سے نہ حیلوں سے تو میرے ہاتھ سے زندہ کوئی بچ کر نہ جائے گا ہمارے اسپ لے ڈالیں گے ان کو دوزقندوں میں کہ اُن کی حالتوں پر مرغ و ماہی رحم کھائیں گے انہیں تقدیر جو دکھلائے گی وہ آپ دیکھیں گے پرانی موت وہ کیوں لے رہے ہیں اپنی جانوں پر بڑے بھاری مدگارِ محمدؐ بن کے نکلے ہیں نظر آتا ہے ان کا قتل ہونا مجھ کو بے ہودہ سروں میں بے وقوفوں کے سمائی یہ ہوا کیا ہے

وہ ظاہر ہے سرمیدیاں جو کچھ تعداد ہے اُن کی ہمارے سامنے جرأت یہ بے بنیاد ہے اُن کی
بچا لیجے انہیں رستے پر ان کو لائیے صاحب انہیں سمجھائیے صاحب انہیں سمجھائیے صاحب

ابو عامر کے دعوے

ابوسفیاں کی سن کر راہب مکار بھی بولا کھنکارا ہاتھ پھیرا ریش پر قفل دہن کھولا
اجی میں آپ کے ہمراہ اسی خاطر سے آیا ہوں محمدؐ اور اصحابِ محمدؐ کا ستایا ہوں
مرے ہم قوم ہیں یہ رہنے والے ارضِ یثرب کے بلا میں پھنس گئے ہیں بھولے بھالے ارضِ یثرب کے
ہے بیشک ارضِ یثرب پر بڑا بھاری اثر میرا مجھے امید ہے افسون ہوگا کارگر میرا
گرو اپنا وہ مجھ کو مانتے ہیں اک زمانے سے یقیناً پھوٹ پڑ جائے گی میرے درغلانے سے
اگر دامِ سخن میں پھنس گئے یثرب کے دہقانی پکڑ کر خود ہی دے دیں گے محمدؐ کو بآسانی
فنا کر دیں گے اک حملہ سے اصحابِ محمدؐ کو دکھا دیں گے خدا کی راہ احبابِ محمدؐ کو

ابو عامر کے وعدے

بوقتِ صبح جب میدیاں میں فوجیں دو بدو ہوں گی تو شکلیں ناگہانی موت کی بھی روبرو ہوں گی
میں سمجھاؤں گا جا کر اوس و خزرج کے قبائل کو کروں گا ہر طرح معقول ان لوگوں کے قاتل کو
نظر آ جائے گا جو بھی دلوں پر ہے اثر میرا تمہیں معلوم ہو جائے گا جو کچھ ہے ہنر میرا
مجھے فوجِ قریشی کی مدد پر دیکھ کر عامل بہادر ارضِ یثرب کے نہ ہوں گے جنگ میں شامل
نظر پڑتے ہی مجھ پر جنگ سے منہ موڑ جائیں گے محمدؐ اور اُن کے ساتھیوں کو چھوڑ جائیں گے

اس کو خیال تھا کہ جب انصار اس کو دیکھیں گے تو رسول اللہ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ (سیرت النبی)

سبق ایسا پڑھاؤں گا میں اُن کو بے وفائی کا
میں ان کو راہ پر لاؤں گا یوں فکرِ ارادی سے
نہ بیٹا باپ کا ہو گا نہ بھائی اپنے بھائی کا
لڑیں گے وہ بھی میرے ساتھ ہو کر اپنے ہادی سے

ابو عامر کے ارادے

مگر تم یاد رکھو یہ جو انصارِ رسالت ہیں
محمدؐ کے لئے میرا مگر کچھ اور ارادہ ہے
بڑے رُتبے کے اُن میں لوگ ہیں الہی جلالت ہیں
تمہارا فرض اسی کی ذات پر سب سے زیادہ ہے
اسی کی ذات پر ہم بدر کا بدلہ اُتاریں گے
مجھے اس کام کی پوری طرح پروا نہی دے دو
مجھے کچھ آدمی بھی از روِ فرزانگی دے دو
عجب ایک چال سوچھی ہے تمہیں بتلائے دیتا ہوں
مگر دل ہی میں رکھنا یہ ذرا جتلائے دیتا ہوں

ایک شیطانی ترکیب

رہیں تادیر راہب اور ابوسفیان میں باتیں
یہ سازش ہو چکی جس دم ابوسفیاں کے ڈیرے میں
زبانی ہو چکی تو پھر ہوئیں کچھ کان میں باتیں
دلائِ ایک جانب ورغلانے کی اُمید اُس نے
تو راہب کچھ سپاہی لے کے چل نکلا اندھیرے میں
بہت سارے گڑھے کھدوائے میدان کے اندر
دکھائی دوسری جانب یہ تزویر مزید اُس نے
رہے مصروف شب بھراں گڑھوں کے کھودنے لوالے
نیا ارمان مضطر تھا نئے شیطان کے اندر
رہا مصروف زاہد رات بھر اس خاک بازی میں
بڑی ترکیب سے پھر یہ گڑھے خس پوش کر ڈالے
مشیت کے مقابل شیطیت تھی حیلہ سازی میں
یہ انسانی درندے تھے مگر مصروف تیاری
اگرچہ رات تھی خلقِ خدا پر نیند تھی طاری

۱۔ ابو عامر راہب نے میدانِ اُحد میں گڑھے کھدوائے تاکہ مسلمانوں کو اُن کے اندر گرا کر ان کا دور کم کیا جائے (ارشادِ اچھک)

اُحد کی رات اور ہر دو لشکر

مسلمانوں کی جانب صبر کوٹی تھی خموشی تھی
 ادھر ایمان اک ملت کے اطمینان کا باعث
 محمدؐ کا مصلے عرش کا فرش مکانی تھا
 صفا پر چاندنی تھی سائے میں مستور تھا کینہ
 ادھر سجدہ گزاری اُمت محبوبِ داور کی
 تہجد میں ہوئے مشغول ادھر رحمٰن کے بندے
 کیا اس سمت اعلانِ سحر لحنِ بلالی نے
 ادھر اللہ کے بندے محمدؐ کی امامت میں
 ادھر اک ملتِ توحید اک مسجود کے آگے
 ادھر الحمد کے نغمے دُعائیں اور مناجاتیں
 ادھر چھوٹے بڑے کی ایک ہی صف میں صفِ آرائی
 ادھر سامان سے عاری فقط ایمان پر تکیہ
 زمیں پر دیکھ کر سامانِ عبرت کے یہ نظارے
 قریشی فوج میں لیکن بلا کی گرم جوشی تھی
 ادھر شیطان تھا اک قوم کے ہیجان کا باعث
 ابوسفیاں کا خیمہ مرکزِ ریشہ دوانی تھا
 یہ دونوں رنگ ظاہر تھے یہ دونوں رخ تھے آئینہ
 ادھر بادہ گزاری رات بھر باطل کے لشکر کی
 ادھر مخمور ہو کر سو گئے شیطان کے بندے
 ادھر ہر دف کی چھاتی پیٹ ڈالی ہر دَفالی نے
 ادھر ابلیس کے پیرو گرفتار اپنی شامت میں
 ادھر ہر سر تھا پونے چار سو معبود کے آگے
 ادھر ڈھول اور تاشے نکل غیاڑا شرک کی باتیں
 ادھر ہر فرد کو زعمِ خودی 'دعوائے یکتائی'
 ادھر ایمان سے بیزاری فقط سامان پر تکیہ
 فلک سے چاند رخصت ہو گیا اور سو گئے تارے



باب دوم نور و نار و ظلمت

منظر صبحِ اُحد

ظہورِ صبحِ صادق نے جہاں میں نور پھیلایا
فسوں باطل ہوا سب کے طلسماتی نظاروں کا
ہوائے سرد کے آزاد جھونکے سرسراتے ہیں
یہ جنت کا سماں بس اک دو ساعت رہنے والا ہے
فلک نے آج رُوءے صبح کو اندوگئیں دیکھا
کھلا رنگیں صحیفہ صبح کے رخسارِ تاباں کا
نظر آیا اُحد پر ایک خونیں رنگ کا منظر
دردے جمع تھے نوعِ بشر کا خون پینے کو
یہ نقشہ دیکھ کر چشمِ سحر میں اشک بھر آئے
گمہ بن کر یہ قطرے دیدہ گل میں اتر آئے

بشرِ نابوہی درپے چراغِ مصطفویٰ

پرے باندھے کھڑے تھے آج پھر انسان کے دشمن
یہ مظلوموں کی آہوں کا غبارِ انسان کی دنیا
خدا کے مصطفیٰ کے دین کے ایمان کے دشمن
جفا و ظلم کی سرمایہ دار انسان کی دنیا

خودی کے نشہ غفلت میں پھر انسان کی دنیا خدا کا نام لینے سے نفور انسان کی دنیا
 لرزتی کانپتی خوار و زبوں انسان کی دنیا صنم خانوں کے در پر سرنگوں انسان کی دنیا
 بہر صورت بہر آئینہ زشت انسان کی دنیا یہ اندھے بے وقوفوں کا بہشت انسان کی دنیا
 یہ دنیا ہاں یہی ہنگامہ معمورہ ہستی نمائش اور کبر و ناز کی جولانگہ مستی
 یہی تھی ان دنوں بگڑے ہوئے انسان کی دنیا نہیں انسان کی دنیا کہاں شیطان کی دنیا
 صف آرا اک طرف تھا یہ نمونہ فطرت بد کا مقابل جس کے اک چھوٹا سا لشکر تھا محمدؐ کا

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا وَبَشِيرِ
 الْمُؤْمِنِينَ بَأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ۝

زباں پر اے خوشاصل علیؐ یہ کس کا نام آیا کہ میرے نام جبریل امیں لے کر سلام آیا
 محمدؐ جانِ عالم ، فخرِ آدمؑ ہادیِ اکرم امام الانبیاءؑ خیر البشرؑ پیغمبرِ اعظمؑ
 محمدؐ وہ جمالِ اولیں وہ پیکرِ نوری محمدؐ کاشفِ سرِّ ظہور و رمزِ مستوری
 محمدؐ احمد و حامد جسے خالق نے فرمایا ازل سے جس پہ قرباں ہے لواء الحمد کا سایہ
 محمدؐ جس کو دنیا صادق الوعد الامین کہہ دے وہ بندہ جس کو رحماں رحمۃ اللعالمین کہہ دے

یعنی (ترجمہ) اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور خدا کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے اور مومنوں کو خوشخبری سنانے والا اور خدا کا بڑا فضل ہے۔ (سورۃ الاحزاب)

فرہنگ اصطلاحات ضروری:- لواء الحمد خدا کی حمد کا جعزہ جو معشر میں سایہ لگن ہوگا۔ صادق الوعد وعدہ کا سچا۔ شاہد گواہ۔ مبشر خوشخبری دینے والا۔ نذیر ڈرانے والا۔
 امر حکم دینے والا۔ ناجی نجات دہن کرنے والا۔ حاکم حکم کرنے والا۔ مطاع اطاعت کیا گیا جس کی اطاعت کی جائے۔ سراج چراغ۔ حاجی اصطلاح قرآنی میں کفر و شرک و
 اہل کفر کو کرنے والا۔ حرکی پاک کرنے والا۔ مبلغ پہنچانے والا۔ اتم الکتاب قرآن۔ داعی الی اللہ خدا کی طرف بلانے والا۔ امی جس نے باقاعدہ تعلیم نہ پائی ہو جس
 پر دعوت لکھنا نہ سیکھا ہو۔ مشر کپڑا اوڑھنے والا۔ منزل جہرث مارنے والا۔ یئس اے سردار۔ طہ خطاب صلی اللہ علیہ وسلم۔ رؤف مہربانی کرنے والا۔

وہ شاہد وہ مبشر وہ نذیر و آمر و ناجی
محمد صاحب خلقِ عظیم و ناشرِ حکمت
بصورت نورِ سبحانی بہ معنی ظنِ روحانی
سراج نورِ حقِ مآخِ باطل جس کی پیشانی
مزکی و مبلغ، صاحب اُم الکتاب اُمی
خدا نے پیار سے جس کو پکارا جس طرح چاہا
جو بہرِ مومنوں بن کر رُوف آیا رحیم آیا
وہ بندہ جو کہ نکلا اہل اقداماتِ اسرئٰی کا
وہ جس نے منہائے حسن معنی اس طرح دیکھے
نذیرِ اہلِ خصومت پر بشیرِ اہلِ محبت کا
محمد مصطفیٰ بھی ہے وہ احمد مجتبیٰ بھی ہے
وہ جس کو فاتحِ ابوابِ اسرارِ قدم لکھیے
اسے شمسِ اضحٰی لکھیے اسے بدرالجمی لکھیے
علی الاعلان برّ کُنت کنزاً مخفياً کہیے

خدا کے حکم سے حاکم مطاع ازماہ تاماہی
محمد مصدرِ فیضِ عیم و شافعِ اُمت
پیامِ زندگانی مظہرِ تائیدِ ربانی
زمین و آسمان و ماہ و انجم جس سے نورانی
نبی داعی اللہ رہنمائے شیخ و شاب اُمی
وہ مدثر وہ منزل وہ یلین اور وہ طہ
خطا پوش و عطا پوش و خلیقِ آیا کریم آیا
وہ جس کے ہاتھ نے الثاقب آیاتِ کبریٰ کا
نگاہیں روبرو اور فاصلہ قوسینِ اوداء نے
معلم دینِ فطرت کا مبین درسِ حکمت کا
وہ مطلوبِ خلائق بھی وہ محبوبِ خدا بھی ہے
بنائے عرش و کرسی باعثِ لوح و قلم لکھیے
ظہورِ نور کو اس کے تبسم کی ضیاء کہیے
مگر ان کی شریعت کا ادب مانع ہے کیا کہیے

۱۔ سُبحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی یَعْقِبُهٗ ۔ دیکھو سورۃ اسرئٰی۔ پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندے کو رات کے وقت لے گیا۔ (معراج نبوی)

۲۔ وَهُوَ بِالْاُفْقِ الْاَعْلٰی ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی، فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ وہ آسمان کے اونچے کنارے میں سیدھا ہو کر نمودار ہوا پھر قریب آیا اور جھکا تو دو دو کانوں کا فاصلہ گیا بلکہ اس سے بھی کم (والنجم) عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاوٰی اِذْ یُفْشٰی السِّدْرَةُ مَا یُفْشٰی، مَا زَاغَ الْبَصَرُ مَا طَغٰی، لَقَدْ رَاٰنَا مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی۔ (ترجمہ) انتہائی درخت کے پاس جس کے قریب رہنے کی بہشت ہے جب کہ وہ بدر پر چھا رہا تھا نظر بھی نہ ہئی۔ اس نے یقیناً اپنے پروردگار کی عظیم المرتبت نشانیاں دیکھیں۔ (والنجم)

وہی حاکم بامر اللہ درد آگاہ محکوماں
وہ حاصل برگزیدہ ہستیوں کا التجاؤں کا
محمدؐ دیدہ و دل کی تجلی بہر مجبوراں
محمدؐ بے کسی کے درد کو پہچاننے والا
محمدؐ التجائیں سننے والا ماننے والا
محمدؐ زورِ معبودانِ باطل توڑنے والا
محمدؐ جس کا نصب العین دنیا کی بھلائی تھی
زمانہ یوں ہی اپنے محسنوں کو تنگ کرتا ہے
در حق سے جواب با صواب آہِ مظلوماں
فرشتوں کی دعاؤں کا رسولوں کی دعاؤں کا
محمدؐ آخری حرفِ تسلی بہرِ مزدوراں
سرِ شک گرم و آہِ سرد کو پہچاننے والا
خمش کی صدائیں سننے والا ماننے والا
محمدؐ حق سے رشتہ آدمی کا جوڑنے والا
اسی پر آج دنیا تیغ و خنجر لے کے آئی تھی
وہ درسِ صلح دیتے ہیں یہ اس سے جنگ کرتا ہے

اُحد میں جمع ہونے والے

صف آرا تھے اُحد میں آج تین اقسام کے انساں
بظاہر تو یہ انساں ایک ہی آدم کے پوتے تھے
بظاہر ساز تھے ہم صورت وہم رنگ تینوں کے
عجب اعمال تھے ان کے عجب تھیں نیتیں ان کی
شریف انساں خبیث انساں نمود و نام کے انساں
مگر ان سب کے باطن تین پر تقسیم ہوتے تھے
مگر پردے سے نکلے مختلف آہنگ تینوں کے
اثر انداز ہیں تاریخ پر شخصیتیں ان کی

شریف انسان

مسلمان ۱

شریف انسان اس میدان میں اللہ والے تھے
یہ چند اصحاب تھے لیکن زمانے سے نرالے تھے

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اَلْبَتَن اِذَا دَعَاكَ اللّٰهُ وَرَجَلْتُ فُلُوْنَهُمْ وَاِذَا نَادٰىهُمْ اٰمَنُوْا (ترجمہ) مومن وہ ہیں جب خدا کا نام لیا جائے تو ان کے
الہاں جائیں اور اس کی آیات پڑھ کر سنائی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جائے۔

یہی تھے ایک نادیدہ خدا کو ماننے والے
 خدائے واحد و رحمان پر ایمان تھا ان کا
 یقین رکھتے تھے یہ اللہ کی شانِ جلالت پر
 پسند آئے تھے تقویٰ و طہارت کے اصول ان کو
 یہ اللہ کے سوا ہر چیز کو فانی سمجھتے تھے
 یہ دل مخلوقِ معبودوں کے قائل ہو نہ سکتے تھے
 خدا کو جب سے مانا تھا قدیر و قادر و غالب
 کوئی طاقت انہیں مرعوب کر سکتی نہ تھی ہرگز
 یہ مسکینوں کے یاد رکھتے یہ مظلوموں کے حامی تھے
 یہی تھے جو یتیموں بیکسوں پر رحم کھاتے تھے
 رضا کارانہ کرتے تھے حدود اللہ کی پابندی
 یہ واقف ہو چکے تھے جوشِ ایمانی کی قوت سے
 بنی آدم کا رتبہ ان کی نظروں میں مساوی تھا
 کوئی عزت نہ تھی ان کے لئے سکہ شماری میں
 گدا و شاہ میں بھی ایک وجہ امتیاز ان کو
 ضرر ہو نفع ہو ہر حال میں سچ بولنے والے

ہدایاتِ محمد مصطفیٰ کو ماننے والے
 متاعِ دل اسی کی راہ میں قربان تھا ان کا
 یہی ایمان لائے تھے محمدؐ کی رسالت پر
 تہِ دل سے تھے ارشاداتِ قرآنی قبول ان کو
 پرستشِ ماسوا کی فعلِ شیطانی سمجھتے تھے
 یہ محتاجوں کے دروازوں کے سائل ہو نہ سکتے تھے
 کسی بندے سے ہوتے تھے نہ یہ امداد کے طالب
 کوئی عادت انہیں مغلوب کر سکتی نہ تھی ہرگز
 یہ مزدوروں میں شامل تھے یہ محکوموں کے حامی تھے
 یہی تھے جو غلاموں کی مشقت خود اٹھاتے تھے
 کہ خالق کی رضامندی میں تھی ان کی رضامندی
 یہ لذتِ یاب تھے توحید کے درسِ اخوت سے
 یہ نظریہ خیال و فعل کی دنیا پہ حاوی تھا
 بزرگی دیکھتے تھے یہ فقط پرہیز گاری میں
 نظر آتا تھا سجدہ ریز سر ہی سرفراز ان کو
 زیاں ہو سود ہو کچھ ہو یہ پورا تولنے والے

۱. وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (ترجمہ) اور وہ اپنے پروردگار سے کرتے ہیں۔

۲. وَيُؤْتُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (ترجمہ) اور گواراں پر خود لگی ہوتا ہم دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔

یہی وہ ملتِ موجود تھی دنیائے ہستی میں
یہی لے دے کے دنیا میں مددگارِ محمدؐ تھے
بھری دنیا کے اندر بس یہی تھے حق پسندوں میں
یہ اپنے دین و ایمان پر فدا ہونے کو آئے تھے
تہی دامن نہیں آئے تھے دربارِ شہادت میں
نویدِ امن ہونا تھا جسے انساں کی بستی میں ۱
یہی بندے مہاجر اور انصارِ محمدؐ تھے
خدا نے آپ ان کو جن لیا تھا اپنے بندوں میں
یہ قرضِ زندگانی تھے ادا ہونے کو آئے تھے
متاعِ جان و دل لائے تھے بازارِ شہادت میں

چھوٹی سی جماعت مگر بہت اہم

سنواری تھیں صفیں پھر ایک چھوٹی سی جماعت نے
یہ چھوٹی سی جماعت آج دنیا جس کے درپے تھی
نبوت کے شش دہ سال کی تلقین کا حاصل
یہ اس حصن حصین کی اولیں بنیادِ محکم تھی
اسے کشتِ وفا میں آج ایسا بچ بونا تھا
یہ بندے خوابِ ابراہیم کی تعبیر تھے گویا
جہاں میں دامِ شیطاں سے یہی آزاد نکلے تھے
یہی تھا جیشِ اول امتِ وسطیٰ کی فوجوں کا
یہی میدان میں غازی بھی اور مسجد میں زاہد تھے
کیا تھا جمع جس کو صاحبِ روزِ شفاعت نے
یہ چھوٹی سی جماعت درحقیقت اک بڑی شے تھی
زمانے میں ہمیشہ رہنے والے دین کا حاصل
عبادت جس سے پشتیبانیِ اولادِ آدمؑ تھی
شہیدوں کے لہو سے بار آور آج ہونا تھا
یہ بندے سورۃ الحمد کی تفسیر تھے گویا
خدا کی راہ میں یہ چند آدم زاد نکلے تھے
یہی چشمہ تھا نورِ حق کی دریا بار موجوں کا
محمدؐ کے صحابہؓ اور اللہ کے مجاہد تھے

لَا تَسْبَحُونَهُ بِمَعْنَاهِ اَعْوَاْنَا (ترجمہ) تم سب اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔

وَاَلِكُمُ الصَّلٰوةُ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (المکبوت)

(ترجمہ) اور نماز کے پابند ہو۔ بے شک نماز بے حیائی اور بدی سے روکتی ہے اور خدا کا ذکر بھی بڑی اچھی بات ہے۔

لیکن ان کے بھی مدارج تھے

اگرچہ سب کے سب ذوقِ ارادت لے کے آئے تھے خدا کی راہ میں شوقِ شہادت لے کے آئے تھے
نکل آئے تھے راہِ امتحان گاہِ اطاعت میں مگر موجود تھا فرق مراتب اس جماعت میں
آزمودہ

انہی میں وہ بھی تھے جو سختیاں سہنے کے عادی تھے نہ خنجرِ ہو اللہ اَحَدُ کہنے کے عادی تھے
یہ جب ایمان لائے تھے عدو تھا اک جہاں ان کا ہوا تھا بارہا بیم و رجا میں امتحان اُن کا
یہ کڑیاں سہہ چکے تھے اپنے مالوں اور جانوں میں ہوئے تھے سرخرو ان ابتدائی امتحانوں میں
دہانِ موت کے اندر ہنکائے جا چکے تھے یہ قتالِ بدر کے دن آزمائے جا چکے تھے یہ

نا آزمودہ

مگر ایسے بھی تھے اُن میں کہ نو آموزِ اُلفت تھے ابھی نا پختہ تھے نا آشنائے رنج و کلفت تھے
نہ جھیلی تھیں ابھی تک سختیاں ایمان لانے کی نہ کھیلی تھیں ابھی تک بازیاں سر ہار جانے کی
ابھی اس عشق نے صورت نہ دیکھی تھی تباہی کی ابھی ایمان کے دعوے کو حاجت تھی گواہی کی
ابھی اسلام کے انعام میں تحسین پائی تھی ابھی حصہ میں ان کے دادِ رسوائی نہ آئی تھی
ابھی تاحدِ مسجد شاغلِ شوقِ عبادت تھے کہ تازہ واردانِ عرصہ ذوقِ ارادت تھے
بسی تھی کامیابی بدر کے دن کی نگاہوں میں یقینی بات تھی فتح و ظفران کی نگاہوں میں

۱۔ ہجرت کی رات کا خیال کرو۔ اس وجود کا خیال ہو جو رسول کے بستر پر چادر تانے سو رہا ہے اور خیال کرو کہ رسول اللہ کے قتل و شہید کرنے کی سازش ہو چکی تھی اور

مکانِ تلواردالوں سے گھرا ہوا ہے پھر تصور کرو اس قلبِ مطمئن کا جو پوری نیند سو رہا ہے۔

۲۔ احد میں نکلنے والوں کی کثیر تعداد ان میں تھی جو فتحِ بدر کے بعد مسلمان ہوئے اور اب بدر کی طرح فتحِ محمدی کو معمولی بات خیال کرتے تھے۔ (سیرت النبی)

سنا تھا غازیوں کا حال آنکھوں سے نہ دیکھا تھا سکون و صبر استقلال آنکھوں سے نہ دیکھا تھا

شرط نصرت الہی

نہ دیکھا تھا کہ نصرت صبر کا انعام ہوتی ہے نہ سمجھے تھے اطاعت باعثِ اکرام ہوتی ہے
برائے فتح پہلی شرط ہے ثابت قدم رہنا جماعت کا بہم رکھنا جماعت کا بہم رہنا
فلک ٹوٹے زمیں پھٹ جائے موت آئے کہ دم نکلے مگر ہرگز نہ ہادی کی اطاعت سے قدم نکلے
یہی نصرت من اللہ کا اصولِ جاودانی ہے یہی اسلام کی شرطِ حصولِ کامرانی ہے
اصولاً یاد تھا بیشک یہ مضمونِ ادق اُن کو مگر بابِ عمل سے آج ملنا تھا سبق ان کو

خبیث انسان --- منافقین

بظاہر مسلمان مگر باطن مسلمانوں کے دشمن

کھڑی تھی دوسری بھی ایک جماعت آج میدان میں مجسم ہو کے آئی تھی خباثتِ شکلِ انساں میں
خبیث انسان انسانوں میں شیطانوں کے سائے تھے مسلمانوں کے دشمن ہی مسلمان بن کے آئے تھے
یہ ایک خیلِ منافق تھا نبی کی فوج میں شامل تھی دستانِ قسمتِ راچہ سود از رہبرِ کامل
مدینے ہی سے نکلے تھے منافق بھی مدینے کے سفینے ہی میں بیٹھے تھے مخالف بھی سفینے کے
یہ اسلامی جماعت میں ہوئے تھے اس لئے شامل کہ اس پردے میں تخریبِ جماعت پر رہیں عامل
یہ شامل بھی جماعت میں یہ خارج بھی جماعت سے شفاعت کے قریں بھی دور بھی لیکن شفاعت سے

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالنَّبِيِّ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ (ترجمہ) بعض ایسے لوگ ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ ہم خدا پر اور یومِ آخرت پر ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ (معنف)

منافقین کی حالت اور ان کی ذہنیت کا ظاہر کر دینا ضروری ہے تاکہ اُحد اور اس کے بعد کے تمام ارکان سمجھ میں آسکیں۔

انہیں دعوائے ایمان تھا مگر ایمان نہ لائے تھے یہ زحمت کوش بن کر دامنِ رحمت میں آئے تھے
مسلمانوں میں یہ اسلام کا اقرار کرتے تھے مگر کفار سے ملتے ہی صاف انکار کرتے تھے
ادھر کہتے تھے ہم اللہ کے آگے سر جھکاتے ہیں وہاں ہنستے تھے ہم ان بے وقوفوں کو بناتے ہیں۔
خدا و خلق دونوں سے دغا مطلوب تھی ان کو کمالاتِ بشر سے بس ریا مرغوب تھی ان کو۔
جہانِ زیست میں ان کے لئے کوئی نہ تھا اپنا یہ ہر سودے کے اندر دیکھتے تھے فائدہ اپنا
نہ رغبتِ دین سے ان کو نہ ذوقِ اسلام سے ان کو غرض اپنی غرض سے کام اپنے کام سے اُن کو
یہ بزدل تھے مسلمانوں سے لڑنے کا نہ تھا یارا مسلمان ہو گئے دیکھا نہ جب اس کے سوا چارا
تھیں اس بیوپار میں بھی کچھ امیدیں نفع ذاتی کی یہ اس دنیائے دوں میں اپنی دنیا کی طرح دوں تھے
خدا و خلق کو دھوکا میں رکھنا ان کی نیت تھی اگر کچھ تھی تو ان میں بس یہی اک قابلیت تھی۔
ہوا تھا تفرقہ انگیزیوں پر اتحاد اُن کا چھپا تھا پردہٴ اصلاح کے اندر فساد اُن کا

۱۔ اِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا انْشَهِدْ اَنْكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنْكَ لِرَسُولِهِ وَاللّٰهُ شَهِيدٌ اِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ . (ترجمہ) جب منافق
تہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم لوگ گواہی دیتے ہیں کہ آپ بیشک اللہ کے رسول ہیں اور خدا کو معلوم ہے کہ آپ اس کے پیغمبر ہیں لیکن خدا یہ بھی گواہی دیتا
ہے کہ منافق جھوٹے ہیں یعنی وہ کچھ ظاہر کرتے ہیں ان کا ایمان نہیں۔
۲۔ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنُوْا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیْطَانِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِؤْنَ . (ترجمہ) لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے
ہیں ہم ایمان لائے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔
۳۔ یُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (ترجمہ) خدا کو اور مومنوں کو چکما دیتے ہیں۔
۴۔ مَذٰلِکَ بَیْنَ الَّذِیْنَ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ اِلٰہٌ وَّ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ اِلٰہٌ (ترجمہ) ادھر تک رہے ہیں۔ اُن کی طرف نہ ان کی طرف ہم تو ان کی ہنسی اڑاتے ہیں۔
۵۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اَفْسَرُوْا الصَّلٰۃَ بِاَنۡہُدٰی فَمَا رَیۡتَ یَجَاۡزُہُمْ وَمَا کَانُوْا مُخٰتِدِیۡنَ . (ترجمہ) یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی کا سودا
کیا تو ان کی تجارت ہی نے کوئی نفع دیا۔ وہ ہدایت یا ب ہوئے۔
۶۔ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ . اَلَا اِنَّہُمْ ہُمُ الْمُفْسِدُوْنَ (ترجمہ) کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں حالانکہ یہ بلاشبہ فساد کرنے والے ہیں۔

منافقوں کا سردار

ابن ابی ابن سلول

یہ پورے تین سو بزدل مسلح اپنے کینے سے
چلن سے ان کے ثابت تھا کہ دل بیمار تھا ان کا
بظاہر نصرتِ اسلام پر تھی ان کی تیاری
لباس ان کے بہت اُبلے تھے لیکن قلب کالے تھے
نہ چمکے نورِ ایماں سے عجب تاریک سینے تھے
بظاہر تھے بڑے اشراف باطن میں کینے تھے

نمود و نام والے --- قریش مکہ

نمود و نام کے انساں قریشی حملہ آور تھے
نسب پر فخر تھا رنگ اور خوں پر ناز تھا ان کو
اگرچہ شرم کو شرم آنے والے طور تھے ان کے
انہیں اعمال ناموں پر نسب نامے مقدم تھے
یہ انسانی بلندی اپنی پستی کو سمجھتے تھے
یہ دو شیرازوں کی عصمت دری پر فخر کرتے تھے
یہ قومی آن رکھتے تھے بہادر تھے دلاور تھے
رسومِ بد پر افعالی زبوں پر ناز تھا ان کو
مگر اخلاق کے معیار ہی کچھ اور تھے ان کے
کہ یہ پیدائشی اشراف موروثی مکرم تھے
کمالِ حق پرستی بت پرستی کو سمجھتے تھے
یہ قتل و رہزنی غارت گری پر فخر کرتے تھے

۱۔ خاندانِ قریش تمام ملک عرب پر مذہبی حکومت رکھتا تھا جس کی وجہ کعبہ کی تولیت تھی اسی سبب سے وہ مسیحا بن قریش کو آلِ اللہ یعنی خاندانِ الہی کہتے تھے۔ اس لئے کہ وہ کعبہ کے مجاور اور کلید بردار تھے ان کے غرور نے ان کو مسخ کر دیا (عقد الفرید اور طبری ابن خلدون)

۲۔ بدلتوں اور صدیوں کے جمود نے ان کے دل و دماغ میں یہ نقش کر دیا کہ ان کی حالت سے بہتر کوئی حالت اور ان کے تمدن سے بہتر کوئی تمدن نہیں ہو سکتا۔
۳۔ فصاحتِ خود ستائی اور دوسروں کی تحقیر میں صرف ہوتی تھی۔ شجاعت اور جرأت کا نشانہ اپنے ہی بھائی تھے۔ بیکاری اور کاغذی جوا اور شراب ان کی طبیعتِ ثانی تھی۔

کوئی شے تھی نہ ان کی رائے میں پاکی و ناپاکی
جہالت کی کسوٹی پر کسے تھے زشت و خوب ان کے
تھا یکسر باطل و مجموعہ اوہام دیں ان کا
یہ بندے پوجتے تھے اینٹ پتھر کے خداؤں کو
رواج و رسم کی زنجیر کو جکڑے ہوئے تھے یہ
نمایاں اس پرستش میں بھی تھی شانِ نمود ان کی
نمود و نام کے عاشق رسومِ بد کے دلدادہ
یہ رسوائی کے ڈر سے دُختروں کو قتل کرتے تھے
فواحش ان کا مذہب تھا شجاعت ان کی سفاکی
سراسر تھے صواب ان کی نگاہوں میں عیوب ان کے
مگر اس دین پر تھا کس قدر پکا یقین ان کا
ستاروں کو درختوں کو الاؤں کو بلاؤں کو
رضا کارانہ اس بیگار میں پکڑے ہوئے تھے یہ
کہ دیکھیں اور کریں تحسین نصاریٰ و یہود ان کی
یہ اس باطل پرستی پر تھے کٹ مرنے کو آمادہ
شہادت کا تھا ان کو خوف اللہ سے نہ ڈرتے تھے

اسلام کی مخالفت کا سبب

اسی باطل پرستی کے خلاف اسلام آیا تھا
مگر اسلام لانے سے نمود و نام جاتے تھے
نسب ناموں کے طوفانی دفا تر چاک ہوتے تھے
قیموں اور غلاموں کے حقوق ایجاد ہوتے تھے
فلان دو جہاں کا راستہ جس نے دکھایا تھا
نمائش اور فخر و ناز کے سب کام جاتے تھے
نشانِ رنگ و خوں مٹتے تھے دامن پاک ہوتے تھے
یتیم آباد ہوتے تھے غلام آزاد ہوتے تھے

۱۔ اپنے نفس کا رناموں کو شہر کرنے میں زبان ساری طاقت صرف کر دیتی ہے۔ بت پرستی نے دل و دماغ پر قابض ہو کر ان کو ضم پرست بنا دیا تھا۔ فطرت کی ہر ایک شے پتھر و رشت چاند ستارے پہاڑ دریا وغیرہ کو اپنا معبود سمجھنے لگے تھے۔ رواج و رسم پر مارتے تھے۔ (رحمتہ اللعالمین)
۲۔ مدعیانِ شرافت دیدہ دلیری سے اپنی بیٹیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے۔ (رحمتہ اللعالمین)۔ آنحضرتؐ ایک طرف بت پرستی کی برائی کرتے تھے اور دوسری طرف بد اخلاقیوں اور افعالِ ذمیرہ اور فخر و غرور سے نفرت کا اظہار فرماتے تھے اور منع کرتے تھے۔ اس سے قریش کی شان میں فرق آتا تھا اور ان کی عظمت و اقتدار کی شہنشاہی متزلزل ہوتی تھی۔

۳۔ مخالفت اسلام کا سب سے بڑا سبب جس کا اثر قریش بلکہ سارے عرب پر یکساں پڑا تھا جو معبود بتوں کے برس سے حاجت روائے خاص و عام بنے ہوئے تھے۔ جن کے آگے وہ ہر روز پیشانی رگڑتے تھے۔ اسلام نے ان کا نام و نشان مٹایا تھا اور ان کے بارے میں کہتا تھا۔ اتم و ما تعبدون من دون اللہ صعب جہنم تم اور جن چیزوں کو تم پوجتے ہو سب دوزخ کا ایندھن نہیں گے۔ (سیرت النبیؐ)

بھلا وحشت نہ ہوتی کس طرح اسلام سے ان کو
یہ معبود ان سنگ و خشت سے منہ موڑتے کیونکر
خدا ہے اور واحد ہے سمجھ میں آ نہ سکتا تھا
یہ اپنی ذات کو اشرف بھی تسلیم کرتے تھے
گوارا تھا بروئے دام و در سجدے میں جھک جانا
حصول دین حق میں ان کو کھو جانے کا خطرہ تھا
مگر ان تھی سادگی اس قوم کی شانِ امارت پر
نمائندے تھے یہ سارے عرب کی اکثریت کے
کہ ملتی تھی رہائی گیسوئے اصنام سے اُن کو
بہت نازک تھے دل ان کے بتوں کو توڑتے کیونکر
کسی کی یہ نہ سنتے تھے کوئی سمجھا نہ سکتا تھا
مگر گرگ و سگ و خنزیر کی تعظیم کرتے تھے
روح میں قدم بھولے سے اُٹھ جائے تو رک جانا
جہاں میں اشرف المخلوق ہو جانے کا خطرہ تھا
امارت نے ہی اکسایا تھا ان کو قتل و غارت پر
علمبردار تھے دنیا میں یہ دورِ جہالت کے

بظاہر غرور بے جا نہ تھا

بظاہر کوئی بے جا بھی نہ تھا فخر و غرور ان کا
عرب کے ہر قبیلے نے سیادت ان کی مانی تھی
بوقتِ جنگ یہ انساں نہیں خونخوار چیتے تھے
یہ ہیبت ناک تھے سفاک تھے جنگ آزمودہ تھے
عرب میں شہرہٴ جنگ آوری تھا دور دور ان کا
کہ بیت اللہ پر ان کی نیابت خاندانی تھی
سر میدان اپنے دشمنوں کا خون پیتے تھے
ہزاروں بار سختی دیدہ و سنگ آزمودہ تھے

لے خدا کی ہستی کا اقرار اور جزا و سزا کا تصور نیک و بد افعال پر نیک و بد نتائج کا مرتکب ہونا ان کے نزدیک تسخیر تھا اور دہریے بھی عرب میں تھے۔ تین خداؤں کو ماننے والے بھی خدا اور انسان میں کشمی کرانے والے بھی۔ حیات و موت کو اتفاق اور وقت سے موسوم کرنے والے اور تین سوساٹھ خداؤں کو ماننے والے بھی۔ (رحمۃ اللعالمین)

ع اسلام کا اصل مرض اس طلسم کو بر باد کرنا تھا لیکن اس کے ساتھ قریش کی عظمت و اقتدار اور عالمگیر اثر کا بھی خاتمہ تھا۔ اس کے لئے قریش نے شدت سے مخالفت کی اور ان میں جن لوگوں کو جس قدر نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا اسی قدر زیادہ سرگرم تھے۔ (سیرت النبیؐ)
لے قریش کا ناز و نفور بہت بڑھ گیا تھا۔ سارے عرب بلکہ شام و روم اور ایران تک ان کی سستی تھی۔ عرب میں بادشاہوں کے قاتلوں اور مالوں کو لوٹ لیا جاتا تھا مگر قریش مستثنیٰ تھے۔ روم اور ایران میں ان کے مال تجارت پر محصول نہ تھا اور قبائل بھی ان کے زیر اثر تھے۔ (ارشاد احمد)

یہ جمعیت جدھر بھی ازپئے بیدار اٹھتی تھی فضا میں چار سو فریاد ہی فریاد اٹھتی تھی
دھواں اٹھتا تھا چلتے تھے یہ جن آباد راہوں سے فلک روپوش ہو جاتا تھا انسانی نگاہوں سے
قوی بازو بھی تھے تعداد بھی ان کی زیادہ تھی اثر والے بھی تھے امداد بھی ان کی زیادہ تھی
برائے جنگ یہ گھر سے قدم جس دم اٹھاتے تھے دھڑک جاتا تھا دل دھرتی کا دشمن سہم جاتے تھے

بدر کی شکست گویا شیر کو زخم

نگاہیں ان کی خوف انگیز نظاروں کی عادی تھیں پرانے تجربوں نے ہمتیں ان کی بڑھادی تھیں
کسی نے پیٹھ دیکھی ہی نہ تھی میدان میں ان کی شکست بدر سے فرق آگیا تھا آن میں ان کی
غضب تھا غیظ تھا غصہ تھا ان کو اس ہزیمت پر پڑی تھی ضرب کاری قومیت کی قدر و قیمت پر
اٹھا لایا تھا پھر میدان میں جوش انتقام ان کو بغیر انتقام بدر جینا تھا حرام اُن کو
اٹھے تھے دہر سے اسلام کی ہستی مٹانے کو ہدایت کا چراغ نور پھونکوں سے بجھانے کو
یہ تیاری یہ لشکر اور یہ سامان جنگ ان کا یہاں تک بڑھ کے آنا چڑھ کے آنا بے درنگ اُن کا
یہ کیا تھا اک یقیں تھا ساز و سامان اور کثرت پر نمود نام پر رنگ اور خوں پر شان و شوکت پر

اُن کے ارادے

ہزیمت کو نشان حق نہیں گردانتے تھے یہ کہ ان باتوں کو امر اتفاقی جانتے تھے یہ
یہ وحدت کے مقابل اکثریت لے کے آئے تھے کچل دینے مٹا دینے کی نیت لے کے آئے تھے

۱۔ ان کو رہ کر خیال آتا تھا کہ دنیا کیا کہے گی۔

۲۔ بدر کے بعد ہر گھر ماتم کدہ تھا اور وہ مقتولین بدر کے انتقام کے لئے مکہ کا بچہ بچہ منظر تھا۔ (سیرت النبی ﷺ) لَا تَحْزَنُوا وَلَا تَحْزَنُوا أَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ

مُؤْمِنِينَ۔ (آل عمران)

اُحد کی جنگ کیا تھی انتقامِ وحشیانہ تھی رعونت کے سمندرِ ناز پر اک تازیانہ تھی
یہ آئے تھے خدا والوں کا استیصال کرنے کو جو سرِ سجدے میں جھکتے تھے انہیں پامال کرنے کو
وہ جس نے اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کا مژدہ سنایا تھا اسے خاموش کرنے کو انہیں شیطان لایا تھا

یہ آئے تھے مسلمانوں کے قتلِ عام کی خاطر

یہ سب کچھ کس کی خاطر تھا، نمود و نام کی خاطر



باب سوم

تینوں جماعتیں اپنے اپنے رنگ میں

قریش

سر میدان نمایاں ہو رہا تھا حال تینوں کا
قریش اپنے نمود و نام کا ڈنکا بجاتے تھے
نمود و نام والوں کا شریفوں کا کینوں کا
جوانوں اور رسالوں کو یہ میدان میں سجاتے تھے
جتاتے تھے کہ ہم بھی ہیں ہمیں بھی ماننا ہوگا
زمانے بھر کے انسانوں سے افضل جاننا ہوگا
ہم اپنی برتری منوائیں گے شمشیر کے دم سے
اگر ہم کو نہیں تم مانتے آؤ لڑو ہم سے

مسلمان

شریف انسان مساوات بنی آدم کے حامی تھے
ہر اک انسان کے جینے کا حق منوانے آئے تھے
اخوت کے مبلغ تھے محبت کے پیامی تھے
ورق تاریخ استبداد کا اُلٹانے آئے تھے
انہیں لایا تھا اس میدان میں جذبہ بھلائی کا
ضعیفوں کی مدد کا اور غلاموں کی رہائی کا

منافق

خبیثوں پر مگر اک گوگلو کا رنگ طاری تھا
یہ نکلے تھے فقط مال غنیمت کی امیدوں میں
بندھی تھیں گھگیاں رُوحوں پہ خوفِ جنگ طاری تھا
نہ تھا منظور ان کو نام لکھوانا شہیدوں میں
نظارا موت کا دیکھا تو جانیں ان کی تھرائیں
پسینے چھٹ پڑے چہروں کے اوپر زردیاں چھائیں

جماعتوں سے بالا خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ادھر اللہ کا مُرسل مگر اسلام کا ہادی وہ جس کی ذات پر موقوف تھی بندوں کی آزادی
اٹھا تھا ساری دنیا کے مصائب دور کرنے کو جفا کا آئینہ سنگِ وفا سے پُور کرنے کو
وہ حملہ آوروں کی شوکت و حشمت سے واقف تھا قریشی قوم کی بیباکی و جرأت سے واقف تھا
وہ اپنے ساتھ سرمایہ نہ طاقت لے کے آیا تھا صداقت کا مبلغ تھا صداقت لے کے آیا تھا

اس کے ساتھی

ہزار افراد اس کے ساتھ نکلے تھے مدینہ سے انہی میں تین سو اشخاص تھے لبریز کینے سے
وہ ان کی نیتوں ان کے ارادوں سے بھی واقف تھا وہ ان فتنوں کے آئندہ فسادوں سے بھی واقف تھا
مگر جب تک زبانیں ان کی تھیں اللہ کی اقراری شریعت ان سے کر سکتی نہ تھی اظہارِ بیزاری
رسالت نے ہمیشہ رحم کھایا حال پر ان کے کیا شاہد فقط اعمال کو اقوال پر ان کے

کانٹوں پر پھول

انہی کانٹوں میں امیدِ گلِ توحید تھی اس کو کہ اُن کی نسل سے اسلام کی امید تھی اس کو
زمینِ شور سے پیدا کئے تھے پھول بھی اس نے مرتب کی تھی اک جمعیتِ معقول بھی اس نے
یہ جمعیت بظاہر مشتمل تھی چند جانوں پر اسی کی پیروی لیکن مقدر تھی زمانوں پر
یہی جمعیتِ معقول یعنی سات سو انسان خدا و مصطفیٰ پر آج ہونے آئے تھے قرباں

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اکڑ کہا گیا کہ منافقین کو سنا دیجئے۔ ہمیشہ فرمایا کیا وہ زبان سے اللہ کا انکار کرتے ہیں۔ (دیکھو طبری طبقات)
۲۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ابن ابی منافق کی حرکتوں سے غما ہو گئے عرض کی کہ کسی کو ارشاد ہو جو اس منافق کی گردن اڑا دے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ محمدؐ اپنے
ساتھ والوں کو قتل کرتے ہیں۔ (سیرت النبیؐ)

انہی پر اشرف المخلوق کا اطلاق ہونا تھا انہی کو تاقیامت شہرہ آفاق ہونا تھا
سکھا کر دردمندی اور شرافت کے اصول ان کو سر راہ شہادت لے کے آیا تھا رسول ان کو

کفار مکہ اور مسلمان آمنے سامنے

ادھر نازاں تھے کثرت پر نمود و نام والے بھی ادھر راضی رضائے حق پہ تھے اسلام والے بھی
نمود و شان و شوکت شور و غوغا اکثریت کا اقلیت کی خاموشی تقاضا حسن نیت کا

منافقین کا جماعت سے کتراجانا

کھڑے تھے اب منافق اس طرح اسلام سے ہٹ کر سمٹ جاتا ہے جیسے ابروئے صبح سے چھٹ کر
شہادت کے لئے غازی ہوئے جس وقت آمادہ صفیں ہونے لگیں میداں میں بہر جنگ استادہ
برائے حفظ دیں تسلیم جاں کا وقت آ پہنچا میان دوست دشمن امتحاں کا وقت آ پہنچا
ہوئے بہر جہاد اسلام کے غازی جو صف بستہ تو انبوہ منافق نے مدینہ کا لیا رستہ

نعرہ منافقانہ

کیا ابن ابی نے جب ارادہ بھاگ چلنے کا نکالا ڈھونڈ کر اس نے بہانہ بچ نکلتے کا
پکارا مشورہ میرا محمدؐ نے نہیں مانا مجھے کچھ بھی نہیں سمجھا مجھے کچھ بھی نہیں جانا
دیا تھا مشورہ میں نے مدینے میں ہی رہنے کا وہاں پر کوئی اندیشہ نہیں تھا خون بہنے کا
محمدؐ نے کوئی پروا نہیں کی میری رائے کی سہوں میں پیڑ اپنی جان پر اب کیوں پرائے کی
میری رائے نہ مانی رائے مانی چند لڑکوں کی ہلاکت اب ہماری ہو گئی پابند لڑکوں کی

لے صفیں بند ہنسنے لگیں تو ابن ابی نے گھر کا راستہ لیا۔ پکار کر کہا محمدؐ نے میری رائے نہیں مانی۔ ان لڑکوں کی رائے پر میدان میں نکلے ہیں جن پر جہاد بھی واجب نہیں یہ
کہہ کر شتر کی طرح آگے ہی آگے ہولیا۔ (دیکھو بطری)

وہ لڑکے جن پہ عائد ہی نہیں فرضِ جہاد اب تک
محمدؐ ان کے کہنے پر نکل آئے مدینے سے
نظر آتا ہے بھاری مجھ کو قرشی فوج کا پلہ
جو دانا ہیں وہ بچوں کی طرح ضد پر نہیں اڑتے
پیامِ موت ہے جب چیونٹی کے پر نکلتے ہیں
ہیں کھانے کھیلنے کی چند باتیں جن کو یاد اب تک
یہ ملت ہو چکی ہے واقعی اب سیر جینے سے
مسلماناں سہہ نہیں سکتے بظاہر ایک بھی ہلہ
ہمیں رکھے معاف ایسی لڑائی ہم نہیں لڑتے
وہ مرجائیں جو مرنا چاہتے ہوں ہم تو چلتے ہیں

فوجِ اسلام کا تاثر

نمایاں کر کے اسلامی کجی کو اور کینے کو!
وہ بزدل بے وفاء غدار جو ساتھ آئے تھے اس کے
فلک حیران تھا اہلِ زمیں کی کج ادائی سے
صداقت کی گواہی جس گھڑی شمشیر نے چاہی
یہ نقشہ دیکھ کر محوِ تحیر رہ گئے غازی
اُحد میں فوجِ مسلم پر یہ پہلی ضربِ کاری تھی
ابھی ساعت نہیں آئی تھی خنجر آزمائی کی
منافق منہ پھلا کر ہو لیا سیدھا مدینے کو
صفِ لشکر گھنٹ کھا کر اسی کے ساتھ ہی کھسکے
ہزار افراد میں سے تین سو کی بے وفائی سے
کنارا کر گئے ابنِ ابی اور اس کے ہمراہی
یہ غیرت کے منافی تھی بشر کی یہ دغا بازی
بقیہ فوج پر اس وقت اکِ عبرت سی طاری تھی
کہ پورے تین سو افراد نے یوں بے وفائی کی

ابن ابی نے کہا ہم محمدؐ کی نصرت کرتے ہیں مگر مدینہ کے اندر رہ کر یہاں باہر آ کر لڑائی کی کوئی تک نہیں ہے محض ہلاکت ہے پھر جب لڑائی ہی نہیں تو نصرت کیسی۔
(ارشادِ محکمہ)

جب عبداللہ ابن ابی اور اس کے ساتھی گھروں کو چل نکلے تو عمر بن حزام کے فرزند عبداللہ نے جو بنی سلمہ میں سے تھے ان کا پیچھا کیا اور یہ کہتے چلے کہ برادرانِ قوم
ہمیں خدا یاد دلانا ہوں اور وہ وعدہ جو رسول اللہؐ سے کیا تھا دیکھو اپنی قوم سے منہ موڑو اور اللہ کی راہ میں جان بازی دکھاؤ دشمنوں کو پیچھے ہٹاؤ۔ انہوں نے جواب دیا
ہمیں تو کوئی لڑائی بھرائی نظر نہیں آتی تو کاہے کو جائیں۔ آخر یہ مدینے میں جا گئے اور عبداللہ نے پکار کر کہا 'عزیزو! خدا تمہیں اس کی سزا دے گا اور انشاء اللہ
تم کو تمہارے تعاون سے بے نیاز کر دے گا۔' (دیکھو سیرۃ القرآن علامہ رشید رضا ص ۱۰۱)

باب چہارم اُحد میں لشکروں کی ترتیب

صفوفِ اسلامی

خدا کی فوج میں اب سات سو افراد باقی تھے بروئے لشکرِ شیطان یہ آدم زاد باقی تھے نہ کثرت تھی نہ سامانِ وغا موجود تھا ان میں ہزار افراد میں سے اک تہائی کا نکل جانا کوئی پروا نہ کی اُس کی مگر اللہ کے بندوں نے مقابلِ مشرکوں کے تھا ہی کیا اسلام کا لشکر اسی سے کام لینا تھا مگر محبوبِ داور کو بہت ممکن تھا اس سے پاؤں اکثر کا پھسل جانا نظر حق و صداقت ہی پہ رکھی حق پسندوں نے اب اس سے دو تہائی رہ گیا اسلام کا لشکر دیا ترتیب آنحضرتؐ نے اس چھوٹے سے لشکر کو

تیر اندازوں کا تعین اور تاکید استقامت

پچاس افراد تیر انداز اک ٹیلے پہ ٹھہرائے قسم ان کو دلائی اور یہ الفاظ فرمائے کہ یہ گھاٹی بہت ہی سخت ہے اللہ کے بندو! مبادا اس طرف سے فوجِ دشمن حملہ آور ہو تمہاری استقامت کا خدائے پاک یاد رہے

لے یہاں یمنین کی راہ تھی جو لشکر کے بائیں جانب تھی اور جس کے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی گھاٹی میں دشمن تھے۔ اندیشہ تھا کہ دشمن ناگہاں پیچھے سے کل کر حملہ نہ کر دیں آپؐ نے پچاس تیر اندازوں کو یہاں مقرر فرمایا اور تاکید کی یہاں جے رہنا۔ (خاتم المرسلین)
آپؐ نے فرمایا مسلمان کامراں ہوں یا نا کام مگر تم اس گھاٹی سے نہ ہٹنا۔ آپؐ کے الفاظ یہ بھی تھے اگر جو تم دیکھو کہ پرندے لشکرِ اسلام کو اچک کر لے جا رہے ہیں نا ایسا نہ ہو مشرک تم پر پلٹ پڑیں۔ (دیکھو تفسیر القرآن رشید رضا مصری)

مری آنکھیں لگی ہیں دشمنوں کے ان سواروں پر
تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ تم قائم یہیں رہنا
مسلمان جنگ میں مغلوب ہوں یا غالب آجائیں
ہماری فوج نے میدان جیتا ہو کہ ہارا ہو
منا ہی ہے تمہیں اس مرحلے کے چھوڑ دینے کی
دراندازوں کا خطرہ ہے یہاں دربان بن جاؤ
سوارانِ قریش اس راہ سے ہم پر اگر آئیں
بہادر حملہ آور لڑنے مرنے سے نہیں ڈرتے
فلکست و فتح کی اچھی بری کوئی بھی صورت ہو
جسے رہنا اسی ٹیلے پر ہر دم باخبر رہنا
ہے تم پر فرض نگرانی عقب سے آنے والوں کی
ہدایت کو جو مانے بس وہی سچا مجاہد ہے

کہ غفلت دیکھ لیں تو آپڑیں غفلت شعاروں پر
بہم ایک دوسرے کے متصل رہنا، قریں رہنا
بھگا دیں دشمنوں کو یا ہزیمت خود ہی کھا جائیں
ظفر پیشِ نظر ہو یا خلاف اس کے نظارا ہو
نہ کرنا جرأت اس عہدِ وفا کو توڑ دینے کی
رہو پشتے پہ قائم اور پشتیان بن جاؤ
تو سب مردانِ تیر انداز اُن پر تیر برسائیں
مگر رہوار تیروں کے مقابل رخ نہیں کرتے
تمہاری رائے میں ہم کو مدد کی بھی ضرورت ہو
کوئی صورت ہو مضبوطی سے اپنے حال پر رہنا
رکھو تجدید اپنے نفس کی اپنے خیالوں کی
یہ تم پر عہد ہے جس کا خدائے پاک شاہد ہے

تیر اندازوں پر عبداللہ بن جبیرؓ کا تقرر

غرض مردانِ تیر انداز پشتے پر ہوئے قائم
نظر میں تاکہ رکھیں درّۂ مخدوش کو دائم
معین کر دیئے افسر یہاں ابنِ جبیرؓ ان پر
کہے بہر نصیحت اور بھی کلماتِ خیر ان پر

پ نے فرمایا اگر سوارانِ قریش لشکر کی پشت سے حملہ آور ہونا چاہیں تو ان کو چوڑے بھال کے تیروں سے مار ڈکھوڑے تیروں کا رخ نہیں کرتے (دیکھو اسحاق)
پ نے ابو عبیدہ بن الجراح اور سعد بن ابی وقاص کو مقدمہ پر اور مقداد کو ساقہ پر مقرر کیا۔ حضرت عکاش بن محض اسدی کو مینہ پر اور ابوسلمہ بن عبدالاسد کو میسرہ پر
پ نے حضرت حمزہؓ اور زبیرؓ کو کتب میں مقرر فرمایا۔ (دیکھو طبری)

بقیہ فوج کی تقسیم

بقیہ فوج کو ہادی نے یوں تقسیم فرمایا سلیقہ ربط و ضبط جنگ کا تفہیم فرمایا
جمایا سعدؓ کو اور بوعبیدہؓ کو مقدم پر جواں مردانِ ساقہ پر کیا مقدادؓ کو افسر
عکاشہؓ کو یمنی فوج پر مامور فرمایا ابو سلمہؓ کی سرداری میں بازوئے یسار آیا
زبیرؓ و حمزہؓ و حیدرؓ کو قلبِ فوج پر رکھا ستارا ہر مجاہد کا اٹھا کر اوج پر رکھا

علمبردارِ اسلام

ہوا ارشاد مصعبؓ ۱ بن عمیرؓ آگے بڑھو آؤ تم اس فوجِ مجاہد کے علمبردار بن جاؤ
ہوا فرطِ خوشی سے رنگِ رخ گلزار مصعبؓ کا کہ یہ پاسِ وفا اللہ رے نادار مصعبؓ کا
جھکے بوسہ دیا سرکار کے دستِ مبارک پر مثالِ کوہِ میداں میں ہوئے قائمِ علم لے کر
یہ جھنڈا صلح کا پیغام تھا دنیائے ہستی میں نشانِ حق پرستی تھا جہانِ خودپرستی میں

ارشاداتِ عالی ۲

مرتب کر لیا جب لشکرِ اسلام ہادیؓ نے سنایا اس طرح اللہ کا پیغام ہادیؓ نے
کہا جب تک نہ دشمن خود کرے اقدام لڑنے کا ہماری سمت سے آئے نہ ہرگز نام لڑنے کا
بگوشِ ہوش سن لو یہ نصیحت اے مسلمانو کہ مخلوقات کا حق اپنے حق سے بھی فزوں جانو
بہر صورت اطاعت اور اطاعتِ ذاتِ باری کی علامت ہے خلوص و صدق کی پرہیزگاری کی

۱ آپ نے مصعب بن عمیر کو احد میں بھی علمبردار بنایا (دیکھو طبری)

۲ آپ نے میدانِ احد میں جنگ سے پہلے خطبہ ارشاد فرمایا اور تاکید فرمائی کہ پہل نہ کی جائے نیز مسلمانوں کو راستی اور راست بازی اور دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنے کی تاکید کی اور فرمایا کہ جہاد مسلمانوں کے لئے ادا ہے فرض ہے جان و مال کے ساتھ (ارشادِ انجمتہ)

نصیحت ہے یہی وقتِ جہاد ایمان والوں کی
ذخیرہ خیر کا ہے یا مقامِ اجر و جزا کا ہے
جہاد اس کے لئے ہے جو خدا کی چاہ رکھتا ہے
جسے ذوقِ یقین اللہ پر ہے اور قیامت پر
جو اپنے فرض کو سمجھے جو اپنا فرض ادا کر دے
متاعِ رشد و رافت جس کو مالک سے ہوارزانی
رہے یاد آیتِ حق العباد ایمان والوں کی
یہ سب کس کے لئے؟ اس کے لئے ہے جو خدا کا ہے
فساد اس کے لئے جو حسبِ مال و جاہ رکھتا ہے
بوقتِ جنگ وہ قابض رہے گا استقامت پر
جو اپنی جان خالق کی محبت میں فدا کر دے
مقدر میں اسی کے ہے شہادت اور قربانی

شکست و فتح سے بے نیازی

خدا کے حکم پر خلقِ خدا کے واسطے مرنا
جو حق کو دوست رکھتا ہے خدا ہے دوستدار اس کا
شکست و فتح کو تم چھوڑ دو اس کی مشیت پر
خدا ہر آئینہ ہے نیتوں کا جاننے والا
بہت آسان ہے کہنا بہت دشوار ہے کرنا
نظر ہے جس کی ناحق پر تو ہے شیطان یا اس کا
نظر رکھو فقط حسنِ عمل پر حسنِ نیت پر
ہمارے حال اور اعمال کو پہچاننے والا

شہادت ہی اصل اسلام ہے

شہادت ہی جہاد فی سبیل اللہ کی صورت ہے
مسلمان کا حصولِ مال و زر کیا ہے شہادت ہے
جہادِ راہِ حق کیا ہے غذا کیا ہے شہادت ہے
اسی صورت سے نصرت کی طلب کرتے ہوئے نکلو
برائے فتح، صبر و استقامت کی ضرورت ہے
مسلمان کے لئے فتح و ظفر کیا ہے شہادت ہے
ہماری زندگی کا مدعا کیا ہے شہادت ہے
کہ ارشاداتِ باری کا ادب کرتے ہوئے نکلو

طاعت پیمبر --- راست بازی اور راستی

فقط خوشنودی خالق اسی پر ہے مسلمانو کہ پیمبر کرے جو حکم لازم اس کو گردانو
تمہارے نفس پر جو فرض عائد ہے بجا لاؤ نہ تم سختی سے گھبراؤ نہ اپنی حد سے بڑھ جاؤ
میں ہر آئینہ خواباں ہوں تمہاری راست بازی کا یہی دنیا میں ہے سب سے بڑا انعام غازی کا

پہلو تہی --- تفرقہ و نفاق کی ممانعت

ادائے فرض سے پہلو تہی تاخیر و کوتاہی ہیں ان سب کے نتائج ضعف ایماں اور گمراہی
نفاق و اختلاف باہمی ہے خبث باطن کا یہ ان کے کام ہیں اللہ پر ایماں نہیں جن کا
جماعت میں جو ڈالیں تفرقہ بہر زر اندوزی خدا دیتا نہیں ایسوں کو ہرگز فتح و فیروزی
نہ ڈھونڈو آسرا راہ خدا میں جز خدا کوئی خدا کے قرب کا رستہ نہیں اس کے سوا کوئی

رسول کی اطاعت نصرت کا وسیلہ ہے

وسیلہ نصرت حق کا پیمبر کی اطاعت ہے شفاعت اس کا حصہ ہے جسے حق پر قناعت ہے
پیمبر جس عمل کا حکم دے کرنے پہ جھک جاؤ پیمبر روک دے جس کام سے فی الفور رک جاؤ
الگ تفریق سے رہ کر ہو ملت سے وابستہ کہ ہے فوز و فلاح دو جہاں کا اک ہی رستہ

موت و حیات اور حلال و حرام

خیال مرگ سے بے فائدہ انسان ڈرتا ہے بغیر اذن خالق کوئی جیتا ہے نہ مرتا ہے
بقدر اک نفس قبضے میں لا سکتا نہیں کوئی بڑھا سکتا نہیں کوئی گھٹا سکتا نہیں کوئی
مقدر رزق جس کا جس قدر ہے کھانہ لے جب تک خدا کی نعمتوں سے اپنا حصہ پانہ لے جب تک

۱۔ آپ نے فرمایا کوئی انسان اپنا پورا رزق ایک ایک دانہ وصول کئے بغیر نہیں مر سکتا۔ (دیکھو طبری و طبقات ابن الحق)

فرشتہ موت کا اس پر مسلط ہو نہیں سکتا
تمہیں اس باب میں ایمان کو محفوظ رکھنا ہے
مسلمانوں کے حصہ میں فقط اکل حلال آئے
نہیں گنجائش مالِ حرام اسلام کے اندر
محارم سے کرو پرہیز اگر ایمان والے ہو
گنہ آلود فکرِ رزق کی تم کو مناہی ہے
مقامِ جنگ ہو یا صلح کا ہنگام ہو کچھ ہو
طریقِ راست بازی چھوڑ دینا منع ہے تم کو
مسلمانو یہ درسِ زندگی جب تک نہ بھولو گے
صفوں کو انتہائی ربط سے آراستہ کر لو
صفائے قلب سے میدان میں استاد ہو جاؤ
جو تیر انداز ہیں قائم رہیں مخدوش ٹیلے پر
بصد اصرار کی جاتی ہے تاکید ایک اک ان کو
خلافِ راہ پیغمبرِ قدم جو بھی اٹھائے گا

بغیر حکم حاکم جانِ شیریں کھو نہیں سکتا
حصولِ رزق میں پاکیزگی ملحوظ رکھنا ہے
کمی بیشی کی صورت ہو تو رازق کا خیال آئے
گوارا ہو نہیں سکتا یہ کام اسلام کے اندر
پیمبرِ تم میں ہے موجود تم قرآن والے ہو
یہ تلقینِ پیمبر ہے یہ ارشادِ الہی ہے
حصولِ رزق میں تکلیف ہو آرام ہو کچھ ہو
صفا کا شیشہ دل توڑ دینا منع ہے تم کو
جہانِ کامرانی میں پھلو گے اور پھولو گے
دلوں کو نورِ جوش و ضبط سے پیراستہ کر لو
جہادِ فی سبیل اللہ پر آمادہ ہو جاؤ
نظر تا اختتامِ جنگ ہو دشمن کے حیلے پر
کہ ٹیلے سے نہ بھٹکائے کسی منظر کی دید ان کو
کوئی رستہ نہ دیکھے گا کوئی منزل نہ پائے گا

فوجِ غنیم کی ترتیب قریشی جیوش کی تقسیم

ادھر کفار مکہ نے سجایا مکہ والوں کو
سنجالا افسروں نے پیدلوں کو اور رسالوں کو

حرام حاصل کرنے والا ہم میں سے نہیں۔ (سیرت النبی)

سپہ سالار ابوسفیاں بصد فخر سپہ داری سر میدان کرتا تھا نمودِ شانِ سالاری
دکھائی افرانِ فوج نے تنظیم لشکر کی ہوئی تھی رات ہی سے اس طرح تقسیم لشکر کی

خالد کا رسالہ

رسالہ اک یمیں پر جس کے خالد بن ولید افرس مثال شیرِ غزاں مستعد ہر دم جھپٹنے پر
وہ خالد جس کو اک دن خادمِ اسلام ہونا تھا وہ جس کو فاتحِ ایران، مصر و شام ہونا تھا
ابد تک نام جس کا رشکِ مہر و ماہ بننا تھا جسے اسلام کے ہاتھوں میں سیف اللہ بننا تھا
مقدر تھی قیادت جس کو افواجِ الہی کی وہ خالد لے کے آیا تھا یہاں نیتِ تباہی کی

عکرمہ بن ابوجہل کا رسالہ

اسی صورت رسالہ میسرے پر بھی جمایا تھا یہاں ابوجہل کے فرزند کو افرس بنایا تھا
دماغِ عکرمہ ابنِ ابوجہل آج کیا ملتا کہ اس کو اب نظر آتا تھا بدلہ باپ کا ملتا
خبر کیا تھی کہ اک دن مائلِ اسلام ہونا ہے خدا کے غازیوں میں عکرمہ کا نام ہونا ہے
نہیں تھی تاب ابھی نورِ جہاں تابِ محمدؐ کی قسم کھا کر چلا تھا قتلِ اصحابِ محمدؐ کی
سواروں کا پرالے کر کھڑا تھا تاک میں یہ بھی بڑا فتنہ تھا اعدائے رسولِ پاکؐ میں یہ بھی

ابوسفیاں اور کفار کے علمبردار میں جھڑپ

تھا شہرہ آلِ عبدالدار کی شانِ شجاعت کا نشانِ بردار ٹھہرایا گیا ان کو جماعت کا
قریش مکہ جب بھی تاخت پر تیار ہوتے تھے تو عبدالدار والے ہی علمبردار ہوتے تھے

۱۔ عکرمہ ابنِ ابوجہل جو اسلام کا شدید ترین دشمن تھا فتح مکہ کے بعد غزوہ عام کی صورت میں تھا آخر مسلمان ہو گیا اور شام کے معرکوں میں اسلام کی جنگ کی۔ (طبری ابو

اسحاق)

انہی میں اک بہادر پہلواں کا نام تھا طلحہ
ابوسفیاں نے بلوایا اسے اور ہنس کے فرمایا
ہم آئے ہیں یہاں پر انتقامِ بدر لینے کو
علم پر برسرِ میدان اگر کوئی وہاں آیا
علم گر سرنگوں ہو جائے لشکرِ ہتم نہیں سکتا
تجھے اے طلحہ اس لشکر کی عزت آج رکھنا ہے
ذرا دل تھام کر قرشی علم کو تھامنا طلحہ
علمبردار ہی کے دم سے ہے بازی لڑائی کی
نہ ہو ہمت تو لاؤ خود علم اپنا اٹھا لیں ہم

طلحہ کا جواب سخت

ابوسفیاں کے طعنے پر غضب میں بھر گیا طلحہ
کہا کیوں اس قدر باتیں بناتے ہو ابوسفیاں
علمبردار ہونا حق ہے میرے ہی گھرانے کا
میں واقف ہوں تمہارے حاسدانہ رنگِ خصلت سے
اگر مغلوب ہو جانے کا ہوتا کوئی اندیشہ
یقین فتح ہے تم اس لئے باتیں بناتے ہو

زباں پر آئی گالی ضبط لیکن کر گیا طلحہ
سرِ میدان کمینہ پن دکھاتے ہو ابوسفیاں
میں اس کو دیکھ لوں گا جو علم لینے کی ٹھانے گا
مجھے محروم کرنا چاہتے ہو آج شہرت سے
علم کا نام ہی لیتے نہ ہرگز تم دغا پیش
بہادر بنتے ہو تفتے ہو اور شیخی دکھاتے ہو

علیہ عبدالدار کو قریش کی علمبرداری کا منصب حاصل تھا۔

ابوسفیاں طلحہ بن عثمان سے جو عبدالدار کا سردار تھا کہا کہ تم اس کو مضبوط پکڑ دیا ہمارے درمیان چھوڑ دو کیونکہ جب نشانِ پر زوال آئے تو پھر تمنا مانہ ہوگا۔

شرارت وقتِ نام و جنگ کرنا چاہتے ہو تم قسم ہے لات کی کہنا تمہارا ہو نہیں سکتا علمبرداری جنگ آج عبدالدار کا حق ہے نمود و نام تم ہم کو یہ ترکیبیں سکھاتے ہو ہمارا فرض کیا ہے تم سے بہتر جانتے ہیں ہم حفاظت اس علم کی ہے ہمارا کام ہم جانیں تمہارے پیٹ میں اٹھے نصیحت کا مروڑا کیوں علم کو لے سکو گے تم نہ منت سے نہ جبریہ

سر میدان مجھی سے جنگ کرنا چاہتے ہو تم کسی کو ہم علم دے دیں، گوارا ہو نہیں سکتا تمہاری کدو کاوش آج اس بارے میں ناحق ہے سپہ سالار بن کر شانِ استادی دکھاتے ہو بہادر اور بزدل کون ہے پہچانتے ہیں ہم ہم اپنا نام اچھالیں یا کریں بدنام ہم جانیں ہمارے کام میں اٹکاؤ تم آ کے یہ روڑا کیوں ہٹو اب سامنے سے اس نصیحت کا ہے شکریہ

ابوسفیان کا کھسیانا پن

ابوسفیاں ہوا طلحہ کی باتوں سے جو کھسیانا اگر رکھو گے باہر ضابطے سے تم قدم اپنا کہا طلحہ نے لیکن وہ علم جب بن کے آئے گا غرض یہ تو تو میں میں روک دو اور تیز گفتاری جہاں کبر و عنوت ہو وہاں جھگڑا ضروری ہے علم کے سائے میں بڑھ بڑھ کے عبدالدار والوں نے

کہا اے طلحہ تم نے میرے مطلب کو نہ پہچانا تو اتنا یاد رکھو ہم بنا لیں گے علم اپنا اسے بھی کوئی عبدالدار والا ہی اٹھائے گا ہوئی مشکل سے ختم اور پائی طلحہ نے علمداری یہ وحدت کے منافی ہے اسی کا نام دوری ہے صفیں آراستہ کیں پیدلوں نے اور سواروں نے

۱۔ طلحہ بن ابوطحہ اور عبدالدار والے ابوسفیان کی بات سے سخت برا فروخت ہو گئے۔ اس کو برا بھلا کہا ابوسفیان نے کہا ہم اپنا علم بتالیں تو کہنے لگے اگر تم اپنا علم بتا لو گے تو اسے بھی سوائے ہمارے کوئی ہاتھ نہ لگائے گا۔ (ارشادِ الحکمہ)

لشکرِ مشرکین کی صف بندی پر ایک نظر

یہ طاقت کی حماقت تھی، خودی کی خود نمائی تھی
یہ معبودانِ باطل کی مدد کرنے کو آئے تھے
بہت مرغوب تھا آئینِ باطل کا دوام ان کو
یہ دشمن تھے شریفوں کی حمایت کرنے والوں کے
انہیں مطلوب تھی نام آوری بھی، قتل و غارت بھی
یہ تاریکی میں رکھنا چاہتے تھے اس زمانے کو
گمانِ شعلہ جوالہ ہوتا تھا لعینوں پر
تبر تیر اور خنجر اور ڈھالیں اور تلواریں
تڑپٹھتی تھیں یوں برچھوں کی انیاں اُنکے شانوں سے
بشر کی فطرت بد تھی مجسم ہو کے آئی تھی
خدا کا آخری پیغام رد کرنے کو آئے تھے
شکستِ بدر کا لینا تھا حق سے انتقام ان کو
مخالف تھے ضعیفوں سے رعایت کرنے والوں کے
ستم بھی فتنہ انگیزی بھی اظہارِ امارت بھی
یہ آئے تھے چراغِ نور پھونکوں سے بجھانے کو
چمکتے تھے سروں پر خود چار آئینے سینوں پر
جمی تھیں بھوری بھوری ریت پر لوہے کی دیواریں
عمیاں ہواشتہا جس طرح سانپوں کی زبانوں سے

اپنا اپنا رنگِ نمائش

عمر و ابنِ عاص

نمایاں کر رہا تھا فخرِ جنگی جیش جیش اپنا
نمایاں تھے صفوں میں سرغنے بھی خاص خاص اُن میں
وہی عمرو ابنِ عاص اک دن جنہیں اسلام لانا تھا
اڑانا تھا زمینِ مصر پر اسلام کا جھنڈا
تقیف اپنا اجابش اور کنانہ اور قریش اپنا
بہت نامی بہت مشہور تھے عمرو ابنِ عاص ان میں
مجاہد بن کے جن کو تابہ ارضِ نیل جانا تھا
جنہیں کرنا تھا رومی لشکروں کے جوش کو ٹھنڈا

ابو ابنِ علف ابنِ قریہ ابنِ شہاب جو عقبہ بن ابی وقاص یعنی حضرت سعد بن ابودقاص اور حمید اسدی نے باہم قول و قرار کیا تھا کہ آج رسول اللہ کو شہید کریں گے۔
(طبری ابنِ ہشام طبقات)

وہی عمرو ابن عاص اپنی سرفرازی سے بے بہرہ کھڑے دیتے تھے آج اپنے متاع کفر پر پہرہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مخالفین

پانچ سازشی

تھے شامل سب کے سب عادلے آل عالیجناب ان میں
 رسول پاک پر حملے کی نیت کر کے آئے تھے
 زیادہ تر تھے فکرِ صاحبِ لولاک میں دشمن
 یہ پانچ ابنِ شہاب و عتبہ و ابن حمید اسدی
 قسم کھائی تھی ان پانچوں نے کعبہ کو گرانے کی
 ہویدا تھی ارادوں کی بدی ان کی نگاہوں سے
 کسی نے تیغِ خونخوار اپنے پہلو میں دبایا تھا
 نمایاں تھا مگر ابلیس کا خاص انتخاب ان میں
 گھروں سے اپنے سامانِ اذیت کر کے آئے تھے
 بے قتلِ نبی ہر سو کھڑے تھے تاک میں دشمن
 ابی ابن خلف جی و ابن قمیہ لیش
 ہوا تھی ان سروں میں شمعِ عرفاں کے بجھانے کی
 کھڑے تھے کینہ جو لپٹے ہوئے اپنے گناہوں سے
 کوئی تیر اور کوئی سنگ و فلاخن لے کے آیا تھا

چھٹا فتنہ

یہ پانچوں ہر طرح تیار تھے بیدار تھا فتنہ
 چھپا کر حربہ اور صورت بنا کر بے زبانوں کی
 علاوہ ان کے آج اک اور ناہنجار تھا فتنہ
 کھڑا تھا آڑ لے کر سنگدل سنگیں چٹانوں کی
 یہ وحشی تھا غلام ان سازشی افراد نامی کا
 جسے دھونا تھا خونِ حمزہ سے دھبہ غلامی کا

۱۔ حبشی ایک نیلہ کے پیچھے چھپا کھڑا تھا۔ (دیکھو طبقات ابن سعد)

باب پنجم

تقدیر کے مقابل تروین

آغازِ جنگ سے ایک ساعت پہلے

سجائی جا چکی میدان میں فوج قریش آخر
قطاریں پیدلوں کی بن گئیں لوہے کی تلواریں
گھٹائیں ابرِ ظلمت بار کی میدان پر چھائیں
پناہ سینہ ہائے کینہ پرور بن گئیں ڈھالیں
سروں پر خود چہروں پر جھلم اور گرز شانوں پر
برستی تھی عجب بد نظری سی ان بد قماشوں پر
یہ عقرب تھے کہ خنجر ناگنیں تھیں یا کہ تلواریں
سنجھالے افسروں نے بڑھ کر اپنے اپنے جیش آخر
نظر آنے لگیں ہر سمت ڈھالیں اور تلواریں
زبانیں اڑدھوں کی بیرقیں بن بن کے لہرائیں
ضیائے مہر کے مد مقابل تن گئیں ڈھالیں
بشر گھوڑوں پہ تھے یا دیو تھے بیٹھے چٹانوں پر
کمانیں دوش پر تھیں جس طرح کرگس ہوں لاشوں پر
غضب کا جوش تھانتھنوں میں یا سانپوں کی پھنکاریں

یہ سب کس کے مخالف تھے

یہ ساری فوج آہن موج، یہ فولاد کا طوفاں
قطاریں پیدلوں کی اور پرے جنگی رسالے کے
مگر وہ کملی والا بھی زمانے سے نرالا تھا
نہ وہ تیروں سے ڈرتا تھا نہ شمشیروں سے خائف تھا
ادھر جوشِ نمائش اور اظہارِ تجمل تھا
خدا کے بالمقابل لے کے آیا تھا جسے شیطان
یہ سب کس کے مخالف تھے فقط اک کملی والے کے
زباں خاموش تھی لیکن اسی کا بول بالا تھا
مرتب کر کے لشکرِ محو اوراد و وظائف تھا
ادھر اخلاقِ عالی تھے، متانت تھی، تحمل تھا

اُدھر تیا ریاں تھیں، سازشیں تھیں اور تدبیریں اُدھر لَا تَفْسِلُوْا فِی الْاَرْضِ کی ہوتی تھی تفسیریں

قریشی عورتوں کا راگ

قریشی ناریاں میدان میں گاتی ہوئی نکلیں تھرکتی، دف بجاتی، ناز دکھلاتی ہوئی نکلیں
حسینہ ناگنیں لہروں میں لہراتی ہوئی نکلیں دلوں پر لوثی اور پیچ و خم کھاتی ہوئی نکلیں
ابوسفیاں کی زوجہ ہند سب سے آگے آگے تھی یہ بجلی آج اس ابرِ غضب کے آگے آگے تھی

نغمہ زنانِ قریشِ اردو میں

ہم بجلیاں انوار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی
ہم دختریں ہیں نور کی
ہم پیاریاں ہیں پیار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی
چلتی ہیں قالینوں پہ ہم
رکھتی ہیں سرسینوں پہ ہم
ہم ہیں طلسم رنگ و بو
حُسنِ نظر کی آبرو
مانگنیں ہماری مشک بو

۱۔ دوسری عورتوں کے علاوہ ہند بنت عتبہ یعنی زوجہ ابوسفیان، ام حکیم عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی فاطمہ ولیدہ حارث بن مغیرہ کی بیوی اور خالد کی بہن مروہ بنت معوذ قصی صفوان بن امیہ کی بیوی عمرو بن عاص کی بیوی صدقہ بنت سعد طلحہ علیہ دار قریش اور عباس یعنی مسلمانوں کے علمبردار اور مدینہ کے پہلے نبی اسلام حضرت مصعب بن عمیر کا فرشتے۔ (دیکھو سیرت النبی)

شعلے ہیں یا زیبِ گلو لڑیاں دُرِ شہوار کی

ہم بجلیاں انوار کی

ہم ناریاں ہیں نار کی

ہم ہیں ستارہ زاویاں

دکھلاؤ گے جرأت اگر لاؤ گے انسانوں کے سر

دیں گی مبارک بادیاں

افلاک کی شہزادیاں

رکھے جو بستر کی طلب وہ جنگ کی سختی ہے

تمثالِ شیر پر غضب خوریز و درندہ رہے

سینے پہ چہ کے کھاؤ گے

ہم سے گلے مل جاؤ گے

گر بزدلی دکھلاؤ گے

آغوشِ بستر پاؤ گے اجڑی ہوئی آبادیاں

ہم ہیں ستارہ زاویاں

افلاک کی شہزادیاں

الحسن بنات الطارق لمشي على التمارق مشى القطى البواق المسلك فى المفارق والدر فى المخائق ان تقبوا العائق ونفرش
المستارق اوقد هو الفارق مزاق غير و امق (ترجمہ) ہم ستاروں کی بیٹیاں ہیں نرم گدی پر چلتی ہیں جس طرح سفید سفید کبک ہیں۔ ہماری مشک بھری باہیں
گلے میں موتیوں کے ہار ہیں اگر لڑائی کی طرف رخ کرو گے تو ہم گلے سے لگائیں گی اور تمہارے لئے نرم بچھونے بچھائیں گی اور اگر منہ پھیرو گے تو ہم تم سے جدا ہو
گائیں گی جس طرح کوئی محبت جدا ہوتا ہے۔ (دیکھو خاتم المرسلین)

یہ ٹولی سامنے سے فوج کے گاتی ہوئی نکلی ستم کرتی ہوئی گزری غضب ڈھاتی ہوئی نکلی
یہ نکلی جس طرف نالے تھے فریادیں تھیں آہیں تھیں کماں ابرو تھے ان کے اور تیران کی نگاہیں تھیں
یہ افسوں کا گر نکلا یلان نامور جھومے ہبل کا نعرہ مارا اور قبضے تیغ کے چومے

ابو عامر راہب ۱۔ میدان میں

صفیں باندھے کھڑے تھے کفر و دیں میدان کے اندر قیامت ٹوٹنے والی ہی تھی اک آن کے اندر
یہ عالم تھا کہ نکلا صف سے بدگوہر ابو عامر پرکھنے کو چلا اسلام کا جوہر ابو عامر ۲
فریبِ راہیت کا لباس اس کے بدن پر تھا خدا و مصطفیٰ پر طعن کافر کے دہن پر تھا
بساطِ جنگ پر شیطان کا بن کر نقیب آیا مقدس سانپ فخرِ نوعِ آدم کے قریب آیا
غلاموں کو جمایا پتھروں کے ڈھیر پر اس نے یہاں سے لشکرِ توحید پر ڈالی نظر اس نے

ابو عامر کی حیرت اور حسد

اگرچہ مختصر سی فوج تھی محبوبِ داور کی شعاعیں اس پہ قرباں تھیں مگر خورشیدِ خاور کی
یہ کچھ کم سات سو افراد تھے اللہ کے غازی ادائے فرض کی خاطر کھڑے تھے بہرِ جانبازی
مہاجر بھی نظر آتے تھے اور انصار بھی ان میں کھڑے تھے اوس و خزرج کے بڑے سردار بھی اس میں
کبھی اک دوسرے کو قتل کرنے میں قصائی تھے مگر اب یہ نظر آیا کہ باہم بھائی بھائی تھے
کبھی اک دوسرے کی جان لینے پر تھے آمادہ یہاں اک دوسرے پر جان دینے کو تھے استادہ

۱۔ سب سے پہلے جس نے آغاز جنگ کیا فاسق ابو عامر راہب تھا جو مدینہ نبی کے قبیلہ اوس کا ایک فرد تھا اور مشرکین سے دعویٰ کر کے آیا تھا کہ تمام قبیلے کو محمدؐ کے خلاف کر
دوں گا۔ یہ دوسو سے زیادہ عہد یعنی نمایاں قریش ساتھ لے کر میدان میں آیا تھا۔ (دیکھو طبقات ابن سعد طبری کمال ابن اثیر)
۲۔ ابو عامر غلاموں کے ساتھ سب سے پہلے میدان میں آیا اور اوس والوں کو مخاطب کر کے بولا اے میری قوم میں ابو عامر ہوں اور کہا میری غیر حاضری میں قوم کو بڑی
مصیبت کا سامنا ہوا (ارشادِ انجمن)

یہ جلوہ دیکھ کر جی جل گیا طیش آ گیا اس کو
 انہیں مل بیٹھنے پر آج مائل کر دیا کس نے
 دل ناری میں خفت نے غضب کی آگ بھڑکائی
 فریبِ پارسائی کے دہن پر شیطننت بولی!

اخوت کا یہ منظر شیر بن کر کھا گیا اس کو
 انہیں یک قالب و یک جان و یک دل کر دیا کس نے
 دھواں بن کر خباثت چہرہ تاریک پر چھائی
 مخاطب ہو کے اس نے اُس والوں سے زباں کھولی

ابو عامر کی تقدیر

ابو عامر ہوں میں اے میرے بچو میرے فرزندو
 مجھے پہچانتے ہو میرا رتبہ جانتے ہو تم
 تمہارے درمیاں رہتا تھا میں کیسے بھلے تم تھے
 عرب کتر کے چلتے تھے مرے یثرب کی بستی سے
 اگرچہ کشت و خوں تھا اوس و خزرج کے گھرانوں میں
 تم اپنے گھر میں مرنے مارنے سے جب نہ ڈرتے تھے
 تم آپس میں جوڑتے تھے یہ خصلت تھی دلیروں کی
 مگر افسوس تم نے اپنی خصلت کو بدل ڈالا
 کبھی تم شیر تھے اب بھیڑ بکری ہو گئے ہو تم
 ہمارے وقت میں کوئی نمازی تھا نہ صائم تھا
 سبق جس نے پڑھایا ہے تمہیں صلح و اخوت کا
 نتیجہ دیکھ لو بھیڑوں کا گلہ جان کر تم کو

مری اک بات سن لو جنگ سے پہلے خرد مندو
 زباں سے کچھ کہو دل میں تو مجھ کو مانتے ہو تم
 زمانہ تم سے دبتا تھا کچھ ایسے من چلے تم تھے
 کہ ڈرتے تھے تمہارے سایہ تیغ دوستی سے
 مگر اک دھاک تھی بیٹھی ہوئی سارے زمانے میں
 بہادر جان کر اغیار بھی پرہیز کرتے تھے
 کہ مل کر بیٹھنا عادت نہیں ہوتی ہے شیروں کی
 تمہیں بزدل سمجھ لیتا ہے اب ہر دیکھنے والا
 تمہیں کیا ہو گیا کیوں جاگتے میں سو گئے ہو تم
 تمہارے ساتھ میں تھا اور تمہارا رعب قائم تھا
 حقیقت میں وہ دشمن ہے تمہارے زور و قوت کا
 ضعیف و بیکس و بے بال و پر گردان کر تم کو

عرب کے لوگ اس بستی پہ ملے کر کے آتے ہیں
مگر تم ہو کہ اس افتاد کو رفعت سمجھتے ہو
نہ ہونے سے مرے تم نے بہت سے رنج اٹھائے ہیں
یہاں بھی آج اک بھاری مصیبت آنے والی ہے
تمہارا ان سے جھگڑا کوئی ذاتی ہے نہ آبائی
تم اپنا گھر سنبھالو اور خبر لو کام دھندوں کی
بہت کافی ہے جو تم دے چکے ہو مہمانوں کو
میں تم کو قتل ہونے سے بچا لینے کو آیا ہوں
بسو تم چل کے اپنے شہرِ عالی شان کے اندر
مجھے امید ہے تم اس نصیحت کو نہ ٹالو گے
وہ دشمن ہے جو تم کو اس طرح میدان میں لاتا ہے
ابو عامر کی یہ تقریر تھی اک دامِ صیادی
مسلمان جانتے پہچانتے تھے اس کی عیاری
اتر آیا تھا یہ شیطان پھر فرسودہ گھاتوں پر

تمہیں ہر مرتبہ ٹھوکر لگاتے ہیں جھکاتے ہیں
محمدؐ کی زباں کو آیہ رحمت سمجھتے ہو
قتال بدر میں اکثر بہادر کام آئے ہیں
قریشی فوج تم پر موت بن کر چھانے والی ہے
پرائی آگ میں جلنا کہاں کی ہے یہ دانائی
کہ طالب ہے قریشی قوم اپنے بھائی بندوں کی
نصیحت میری مانو اب بچا لو اپنی جانوں کو
تباہی کی نگاہوں سے چھپا لینے کو آیا ہوں
وہ باہم فیصلہ کر لیں گے خود میدان کے اندر
گھروں میں جا کے اپنے بال بچوں کو سنبھالو گے
تمہارا دوست تم کو موت کے منہ سے بچاتا ہے
گوارا کر نہیں سکتی تھی جس کی روح آزادی
اب اس تقریر سے بھی کھل گئی راہب کی مکاری
ہنسے انصار اس بیہودہ کی بیہودہ باتوں پر

انصار کا جواب

حد برداشت سے جب یا وہ گوئی بڑھ چلی اس کی
جواب صاف نے آخر مٹادی بے کلی اس کی

۱۔ اوس و خزرج اگرچہ ایک ہی خاندان سے تھے لیکن عرب کی فطرت کے مطابق ان میں خانہ جنگیاں تھیں اور آپس میں لڑائیاں خونریزیاں ہوا کرتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں صلح و صفائی کی بنیاد ڈالی اور اسلام نے ان کو خانہ جنگیوں سے باز رکھا۔ (ارشادِ ائمہ)

جواب اک فقرہ تھا لیکن بڑی ہی جامعیت کا
 کہا انصار نے (لا مرحبا) (مردود) لا اھلاً
 کہا انصار نے جس دم یہ فقرہ یک زباں ہو کر
 اسی فقرے نے اس کی صورت اصلی عیاں کر دی
 بھنویں سکرین، بھنچے لب، نتھنے پھولے پھٹ گئے دیدے
 چڑھا ایسا مزاج راہب کم ظرف کا پارا
 غلاموں نے بھی کی تقلید راہب کے اشاروں کی
 اُحد کی جنگ کا آغاز تھا اس سنگ باری سے
 یہ اک اظہار تھا صدق و صفا و حسن نیت کا
 کوئی مونس نہ ہو تیرا جہاں میں او خدا دشمن
 اڑا جامہ فریب دوستی کا دھجیاں ہو کر
 اتارا زاہد مکار نے ملبوس ہمدردی
 پھرا اس سمت جس جانب کھڑے تھے اس کے گرویدے
 اٹھا کر ایک پتھر لشکرِ اسلام پر مارا
 تواضع پتھروں سے کی گئی سجدہ گزاروں کی
 فلک حیران تھا اہل زمیں کی بدتماری سے

پتھر کا جواب پتھر --- ابو عامر کا فرار

اچانک یوں جو پتھر لشکرِ اسلام پر برسے
 مقابل سے جونہی چوٹیں چلیں گھبرا گئے بزدل
 جو پہلے چھیڑ کرتے ہیں وہی مغلوب ہوتے ہیں
 بچا کر اپنی جانیں کوئی پیچھے اور کوئی آگے
 بظاہر مضحکہ انگیز تھا یہ طرفہ نظارا
 مزاج کفر و ایماں کی یہی تو حدِ فاصل تھی
 جواب اسلام کو دینا پڑا پتھر کا پتھر سے
 نہ لائے تاب اک ساعت میں منہ کی کھا گئے بزدل
 کلوخ انداز را پاداشِ سنگ است اس کو کہتے ہیں
 ابو عامر اور اس کے ساتھ والے سب کے سب بھاگے
 صفِ اسلام نے لیکن نہ اس پر قہقہہ مارا
 کہ دشمن کی ہزیمت سے بھی عبرت ان کو حاصل تھی

انصار نے ابو عامر کے مفسرانہ بیان کا لفظ اتاکھا (لا مرحبا ھلک ولا اھلاً) یعنی تجھ کو فراموشی دست نصیب نہ ہو اور تیرا کوئی مونس نہ ہو (دیکھو طبری کامل ابن اثیر)
 مسلمانوں نے پتھر کے جواب میں پتھر ہی مارنے پر اکتفا کیا۔ ایک ساعت پتھر چلے (ابو عامر اور اس کے ساتھی عبید غلام بھاگ گئے)

غلامی

غلامی میں بشر غیرت پہ قائم رہ نہیں سکتا
 غلامی میں بشر عزت کے معنی بھول جاتا ہے
 غلامی سر بلندی کے نتائج سے ڈراتی ہے
 غلامی دیکھتی ہے خوفِ جاں ہر عزم کے اندر
 غلامی میں ارادے پختگی پیدا نہیں کرتے
 غلامی آدمی سے آدمیت چھین لیتی ہے
 غلامی ذوق کی قاتل غلامی فکر کی دشمن
 غلامی عقل سے خالی غلامی عشق سے عاری
 جہادِ زندگی میں خنجرِ جلاد کے ڈر سے
 غلامی کی نگاہیں اپنی زنجیریں بناتی ہیں

کرائے کا سپاہی

کرائے کا سپاہی موت کے سائے سے ڈرتا ہے
 کرائے کا سپاہی پیشہ ور جلاد ہوتا ہے
 نہیں ہوتا ہے اس کے دل میں جذبہ جاں نثاری کا
 یہ صیدِ بوم کے پیچھے بڑی گرمی دکھاتا ہے
 اسی صورتِ غلامانِ قریش آئے تھے لڑنے کو
 یہ اکثر مرتبہ مرتا ہے اور بے موت مرتا ہے
 غلام زرِ شہید ذوقِ استبداد ہوتا ہے
 مثال اس کی ہے ایسی جس طرح کتا شکاری کا
 مقابل شیر آ جائے تو اکثر دُم ہلاتا ہے
 بزمِ خویش گویا بھیڑ بکری کے پکڑنے کو

مقابل میں نظر آئی جو صورت ان کو شیروں کی ہوئی سرد ایک ہی پھکی میں گرمی ان دلیروں کی
ابوعامر کا فرزند حظلہؓ

ابوعامر کا فرزند حظلہؓ مرد مسلمان تھا یہ غازی بھی احد کے دن شریک اہل ایمان تھا
یہ قصہ پاک کرنا چاہتا تھا اُس فساد کی مگر پابندیؓ مرد مجاہد حکم ہادی کا
اجازت کی طلب میں وہ رُخ عالی کو تکتا تھا پسر لیکن پدر پر ہاتھ اٹھائے ہو نہ سکتا تھا
اسی دستور کی ہر جنگ میں رحمت تھی گرویدہ پسر کے ہاتھ سے قتل پدر تھا ناپسندیدہ

رسالت کا احسان

مسلمان اُن کو دھر سکتے تھے تیروں کے نشانوں پر مگر ہادی کو آیا رحم انسانوں کی جانوں پر
نہیں تھے ذوقِ آزادی سے بہرہ مند بیچارے کہ آقاؤں کی مرضی ہی کے تھے پابند بیچارے
نہ کرنا چاہتے تھے قتل آں عالی جناب اُن کو لہذا پتھروں ہی سے دیا اُن کا جواب اُن کو
پڑا چھوٹا سا اک پتھر ابوعامر کی چھاتی پر دہن نے چیخ ماری اس۔ کچھ دل کی بے ثباتی پر
بڑی تیزی سے راہب کی زباں پر گالیاں آئیں غلامی نے نہ راہیں بھاگ جانے کے سوا پائیں
سراسیمہ ہراساں ہانپتے چوٹوں کو سہلاتے پلٹ کر دیکھتے اک دوسرے کو ٹھوکرین کھاتے
غلامانِ قریش اپنی صفِ لشکر میں جا پہنچے بڑی راحت ملی زندہ سلامت گھر میں آ پہنچے

ابوعامر کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا لیکن اس کے صاحبزادے حضرت حظلہؓ اسلام لائے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باپ کے مقابلے میں
نے کی اجازت مانگی لیکن رحمت عالم نے یہ گوارا نہ کیا کہ بیٹا باپ پر تلوار اٹھائے۔ (سیرت النبویؐ)۔

آقاؤں کی بے دردی

قریشی فوج نے دیکھی جو نامردوں کی نامردی
 بھگوڑے سامنے پہنچے جو اپنے اہل لشکر کے
 ہنسی اڑتی تھی جس جانب کو بھاگا تھا ابو عامر
 قریشی فوج اس رنگِ ہزیمت سے تھی کھسیانی
 بہادر تھے نزالے شان بھی ان کی نرالی تھی
 سب ان کو گالیاں دینے لگے ازراہ بے دردی
 اڑائی ان کے سر پر خاک سب نے مٹھیاں بھر کے
 ندامت پیچھے پیچھے آگے آگے تھا ابو عامر
 مسلمانوں کا دل بڑھنے سے تھی ان کو پریشانی
 کوئی ہنستا تھا ان پر اور کسی کے لب پہ گالی تھی

طلحہ علمبردار قریش کا طیش ۱

علمبردار طلحہ ہو گیا غصے میں دیوانہ
 دلیرانہ قریش اپنے غلاموں کو نہ لڑاؤ
 غلاموں کو محاذِ جنگ پر بھیجا ہی کیوں تم نے
 یہ ساری بے وقوفی تھی سپہ سالار صاحب کی
 یہ خدمت گار بیچارے قتال و جنگ کیا جانیں
 ٹھہر سکتے نہیں میدان میں ٹٹو کرائے کے
 یہ زندہ آگئے ہیں دشمنوں کی مہربانی سے
 انہیں چھوڑو تمہیں بدلہ مسلمانوں سے لینا ہے
 وہ بدلہ سامنے سے آج بچ کر جا نہیں سکتا
 مخاطب فوج سے ہو کر پکار اٹھا دلیرانہ
 قصور ان کا نہیں ہے بے وقوفی ہوش میں آؤ
 مسلمانوں کو سمجھا تھا مگر صیدِ زبوں تم نے
 ابو عامر کے دھوکے میں مٹا دی آبرو سب کی
 غنیمت ہے یہی میدان سے لے کر آگئے جانیں
 ضرورت پر نہ اپنے کام کے ہیں نہ پرانے کے
 انہیں چھوڑو بھلا کیا فائدہ اب آنا کافی سے
 وطن والوں سے اور یثرب کے وہ قانون سے لینا ہے
 محمدؐ آج کوئی معجزہ دکھلا نہیں سکتا

۱۔ طلحہ علمبردار قریش پکارتا تھا کہ خود لڑائی لڑنے کو بڑھ کر غلاموں نے کبھی فعال نہیں کیا اور نہیں کر سکتے۔ ان کو لشکر گاہ کی پاسبانی پر مقرر کیا جائے (ارشادِ الحکمہ)

تمہاری فصل ہے تیار آؤ کاٹ کر دھر دیں بڑھو آؤ مسلمانوں کا یکسر خاتمہ کر دیں
 ابوسفیاں تم اس راہب کی صورت دیکھتے کیا ہو یہ بیچارہ تو ہے مٹی کی مورت دیکھتے کیا ہو
 بہت بیتاب ہیں قرشی بہادر جنگ کرنے کو ہیں تیغیں منتظر روئے زمین گلرنگ کرنے کو
 اجازت دو کہ اب لشکر بڑھے چھوڑو یہ تقریریں بہادر کے لئے ہیں ننگ چالیں اور تدبیریں

طریقِ بزدلانہ اب سہا جاتا نہیں مجھ سے
 جو چاہے وہ رہے چپکا رہا جاتا نہیں مجھ سے



باب ششم

کفر و اسلام کی باقاعدہ جنگ

حق کی اقلیت باطل کی اکثریت پر غالب

علمبردارِ قریش کا اقدام میدان

بڑھا غصے میں طلحہ لشکرِ اسلام کی جانب
علم کے سائے میں آگے بڑھے اب فوج والے بھی
ادھر خورشیدِ عالم تاب بامِ کوہ پر آیا!
ادھر سنگیں چٹانوں پر شعاعیں دھوپ کی چھائیں
بُرا آغاز چل نکلا بُرے انجام کی جانب
صفیں جنبش میں آئیں نکلے پیدل بھی رسالے بھی
ادھر تیغوں نے اٹھ کر کر دیا میدان پر سایہ
ادھر جوشِ تحل کی نگاہیں اٹھ کے ٹکرائیں

طلحہ کی مبارزِ طلبی ۱

ابوسفیاں کے دل میں تو یہی تھا آج منصوبہ
مسلمانوں کی قلت کو یہ کثرت گھیر کر مارے
مگر روکا انہیں ان کے علمبردارِ طلحہ نے
ٹھہر جاؤ مجھے اپنا ہنر تو آزمانے دو
کہ ہو جائے اسی ریلے میں شکلِ جنگ مغلوبہ
کوئی بچ کر نہ جائے کھیتِ میدان میں رہے سارے
کیا پرشور نعرہ کھینچ کر تلوارِ طلحہ نے
مسلمانوں کے چیدہ پہلوانوں کو بلانے دو
گراتا ہوں ابھی لاشے پہ لاشا دیکھتے جاؤ
صفیں مضبوط رکھو اور تماشا دیکھتے جاؤ

۱۔ علمبردارِ قریشی طلحہ نے مبارزِ طلب کیا۔ (ارشادِ الحکمہ)

رکی فوج قریشی اور آگے بڑھ گیا طلحہ غرور و ناز کا اکب اور زینہ چڑھ گیا طلحہ

طلحہ کا اسلامی عقائد پر تمسخر

بالآخر اک جگہ اپنے قدم کو اس نے ٹھہرایا
زرہ سینے کی سر کا خود چہرے کا جھلم چمکا
پکارا اے مسلمانو! مجھے پہچانتے ہو تم
میں آیا ہوں کہ تم کو گلشنِ جنت میں پہنچا دوں
کسی کافر کے ہاتھوں سے شہادت تم جو پاؤ گے
وہ جنت جس میں حوریں منتظر ہیں ہر مجاہد کی
اگر کافر کو تم نے مار ڈالا جنگِ باہم میں
جہنم جس میں کافر آگ کی بستی میں بستے ہیں
جسے جنت کی خواہش ہو وہ میرے سامنے آئے
بہت مشتاق ہوں میں دوستو دوزخ میں جانے کا
مسلمانوں کی جانب دیکھ کر جھنڈے کو لہرایا
علمبردار کا سارا بدن زیرِ علم چمکا!
میں طلحہ ہوں! علمبردار سب کچھ جانتے ہو تم!
گلستاں کی کرا دوں سیر اور حوروں سے ملوا دوں
تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ تم جنت میں جاؤ گے
وہی جنت وہ بزمِ عیش ہے ہر خشک زاہد کی
تو وہ مرتے ہی سیدھا جائے گا قعرِ جہنم میں
جہنم جس میں انسانوں کو زہری سانپ ڈستے ہیں
مجھے دوزخ میں بھیجے یا سوئے جنت چلا جائے
مری آتش مزاجی کو ہے لپکا آگ کھانے کا

مسلمانوں کا ضبط

یہ طعنِ سوقيانہ اور طرزِ اشتعال اس کی
یہ نمرودی نمود اس کی یہ اندازِ خطاب اس کا
یہ گستاخانہ استہزاء یہ آنکھیں لال لال اس کی
مسلمان جز جواب تیغ کیا دیتے جواب اس کا

۱۔ مشرکین کا علمبردار طلحہ بن عثمان بڑھ کے آگے آیا اور پکارا اے اصحاب محمد تمہارا اعتقاد ہے کہ تمہاری تلواریں ہمیں دوزخ میں اور ہماری تلواریں تمہیں جنت میں پہنچا دیتی ہیں۔ کون جنت کا مشتاق ہے کہ میری تلوار اس کی آرزو پوری کرے (خاتم النبیین) قریش کا علمبردار طلحہ صف سے نکل کر پکارا کیوں مسلمانو! تم میں کوئی ہے جو مجھے جلد دوزخ میں پہنچا دے یا خود میرے ہاتھوں جنت میں پہنچ جائے۔ (سیرت النبی از علامہ شبلی)

اٹھا سینوں میں شعلہ ہر طرف احساسِ غیرت کا
مگر آئینِ ربط و ضبط آئینہ تھا حیرت کا
شہادت کی طلب میں غازیانِ شیر دل جھوٹے
نبی کی سمت دیکھا اور قبضے تیغ کے چوے
حرارت بڑھ گئی کچھ اور بھی قلبِ مسلمان میں
نکلنا چاہتا تھا ہر مجاہد بڑھ کے میدان میں

علی المرتضیٰ کا جوشِ جہاد

رسول اللہ کے روئے مبارک پر تبسم تھا
زباں خاموش تھی لیکن نگاہوں میں تکلم تھا
مجاہد منتظر تھے بخت کس خوش بخت کا جاگے
کہ اتنے میں علی المرتضیٰ صف سے بڑھے آگے
نگاہِ مصطفیٰ سے مرتضیٰ نے حوصلہ پایا
محبت نذر گزرائی محبت ہی صلہ پایا
پے تعظیم جھک کر اور ہادی کی رضا لے کر
بڑھے شیرِ خدا میدان میں نامِ خدا لے کر
نہ سینے پر زرہ تھی اور نہ سر پر خود پہنا تھا
فقط تلوار تھی تلوار ہی مردوں کا گہنا تھا

علی اور طلحہ

جہاں طلحہ کھڑا تھا مستعد تیار و آمادہ
ہوئے اس کے مقابل شاہِ مرداں جا کے استادہ
کہا طلحہ نے اے میرے عزیز ابنِ ابی طالب
یہ تم پر شوقِ جنت ہو گیا کیوں اس قدر غالب
جوانی میں ہوا کرتی ہے یہ دنیا بہت پیاری
تعجب ہے تمہیں دنیا سے کیوں ہے اتنی بیزاری
بہر صورت نہیں تم کو پسند آئین دنیا کے
تو مجھ کو بھی خوشی ہوگی تمہیں جنت میں پہنچا کے
سنجھل جاؤ سنبھالو تیغ میرے سامنے آؤ
کرو خود سیرِ جنت یا مجھے دوزخ میں پہنچاؤ
تبسم ز پر لب فرما کے حیدرؑ نے یہ فرمایا
ہمارا وقت ابھی دنیا سے جانے کا نہیں آیا

۱۔ طلحہ بن عثمان کے مقابلہ کے لئے حضرت علیؑ نکلے (طبری)

حضرت علیؑ طلحہ کے مقابلہ میں نکلے اور کہا میں تجھے دوزخ میں پہنچائے دیتا ہوں۔ (ارشادِ انجمن سیرت النبی)

مگر ہاں مضطرب ہے تو بہت دوزخ میں جانے کو
دکھا طلحہ دکھانا ہے اگر کوئی ہنر تجھ کو
علی کی بات سن کر طیش سے تھرا گیا طلحہ
کہا غصہ دلاتی ہے یہ تیری گفتگو مجھ کو
کہا مولا علیؑ نے ہاں یہی میرا ارادہ ہے
کہ روحمیں جانتی ہیں اصل میں اپنے ٹھکانے کو
کہ جانا ہے پھر اپنی منزل مقصود پر تجھ کو
لگی ایسی کہ تاؤ اور بھی اب کھا گیا طلحہ
یہ تیرا حوصلہ پہنچائے گا دوزخ میں تو مجھ کو
تسلی رکھ تری خاطر درِ دوزخ کشادہ ہے

علیؑ اور طلحہ کی شمشیر بازی

کیا بند اب تو غصے میں لبِ تقریر طلحہ نے
مثالِ ابر گر جا، تیغِ بجلی کی طرح چمکی
ادھر تھیں کفر کی اپنے علم بردار پر آنکھیں
چڑھا تھا نشہ کافر کو شرابِ کبر و مستی کا
گری تدبیر منہ کھولے ہوئے تقدیر کے سر پر
ادھر تھا زورِ باطل اور شیطان کی ہوا خواہی
بہم دست و گریباں تھیں حق و باطل کی تلواریں
تزلزل تھا فضا میں ہول کی صورت ہویدا تھی
جدا ہو ہو کے ملتی تھیں گلے یہ تیز تلواریں
علمبردار تھا مغرور پختہ کاری فن پر
سمجھتا تھا ابھی کم عمر ہے ابنِ ابی طالبؑ
جمایا پینترا اور کھینچ لی شمشیر طلحہ نے
نگاہیں جم گئیں اس جنگ پر مردانِ عالم کی
ادھر ایماں کی روئے حیدر کرار پر آنکھیں
کیا فرق علی پر وار شمشیر دو دستی کا
یٰ اللہ نے جولی شمشیر کو شمشیر کے سر پر
ادھر سینہ سپر ہو کر لڑی تیغِ یدِ الہی
ادھر شیطان کی تاویلیں ادھر قرآن کی تفسیریں
ہوا میں اک نرالے ساز کی آواز پیدا تھی
کہ جیسے سان پر رہ رہ کے اٹھتی ہیں نئی دھاریں
تسلی تھی کہ مغفر سر پہ چار آمینہ ہے تن پر
توقع تھی کہ بس چھا جاؤں گا آجاؤں گا غالب

حقیقت سے مگر نادان رکھتا تھا نہ آگاہی کہ اس کی پیش دستی کے مقابل تھی ید اللہ
 سنبھلنے کے لئے مہلت نہ دیتا تھا وہ دم بھر کی مگر الجھاؤ سے یک بار نکلی تیغ حیدر کی
 اٹھی اٹھ کر کھینچی کھینچ کر گری لوہے کے مغفر پر یہ مغفر کٹ گیا، آئی ہوئی اب آگئی سر پر
 سر خود سر کو توڑا، چہرہ کاٹا، حلق سے نکلی صدائے الحذر ہر سو زبانِ حلق سے نکلی
 اٹھا عرش معلیٰ کی طرف چہرہ پیسبر کا زبان پاک سے نغمہ اٹھا اللہ اکبر کا

اٹھا اک غلغلہ تکبیر کا اللہ والوں میں

سمایا ہول فرشی پیدلوں میں اور رسالوں میں

طلحہ کی برہنگی ۱ اور علیؑ کی حیا و مروت

ابھی میدان میں آیا تھا قاتل کی طرح طلحہ ابھی اس خاک پر تھا مرغِ بسل کی طرح طلحہ
 برہنہ پشت پر سے ہو گئی تھی لاش خود سر کی نظر اس رنگ سے آئینہ عبرت تھی حیدر کی
 حیا پروردہ آنکھیں جھک گئیں دشمن کی ذلت پر علم اس کا اٹھایا ڈال دی مجروح پر چادر
 عدو بھی ہونہ بے پردہ عجب احساس تھا دل میں خدا کا خوف تھا دل میں نبیؐ کا پاس تھا دل میں
 ۱ دو لشکر کر رہے تھے اس جواں مردی کا نظارہ کہ بسل پر دوبارہ ہاتھ حیدر نے نہیں مارا
 سبق دے کر نگاہوں کو نگاہ پرودہ پوشی سے شہِ مرداں پلٹ آئے سوئے لشکر خموشی سے
 ادھر تکبیر تھی زیبِ زبان پاک پیغمبر علم احساس کا لہرا رہا تھا فرقِ اقدس پر
 لگائے لشکرِ توحید نے تائید کے نعرے فضا میں بس گئے اللہ کی توحید کے نعرے

۱۔ حضرت علیؑ نے طلحہ پر ایسی تلوار ماری کہ سر سے سینہ تک اتر گئی۔ اس دم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند فرمایا (تاریخ العمرات)
 ۲۔ حضرت علی الرضیؑ نے اسے برہند دیکھ کر رحم فرمایا۔ اس پر دامنِ جندے کا ڈال کر چلے آئے۔ ایسی حالت میں کہ ابھی اس میں جان باقی تھی واپسی پر بغیر قتل کئے
 چلے آنے کا سبب پوچھا گیا تو علیؑ نے کہا مجھے اس کی برہنگی سے شرم معلوم ہوئی مگر اس ضرب سے خدا اس کو دوزخ تک پہنچا دے گا۔ (ارشادِ انجمتہ)

قریشی فوج کا غضبناک حملہ

قریشی فوج پہلے ہی سے تھی غصے میں دیوانی
 صفوں میں رہ سکی قائم نہ ربط و ضبط کی صورت
 غضب کے غیظ کے غصے کے نعرے ہر طرف گونجے
 بڑھے تیر و کماں لے لے کے پیدل بھی رسالے بھی
 اٹھی خاکِ زمیں اک بار قصدِ آسمان لے کر
 ہوئی تازہ ندامت سے تو اب کچھ اور کھسیانی
 جنوں بن کر نمایاں ہو گئی اب خبط کی صورت
 صدائے دف اٹھی نقار خانے صف بہ صف گونجے
 مگر تھے مستعد بہرِ قتال اللہ والے بھی
 مسلمانوں کی قلت پر ضعیفی کا گماں لے کر

اسلام کا جھنڈا

صفِ اول پہ تھے تشریف فرما ہادی اکرم
 یہ جھنڈا تھا خدا کا۔ مصطفیٰ کا اور قرآن کا
 یہ جھنڈا تھا جہاد فی سبیل اللہ کا جھنڈا
 یہ جھنڈا خاکیوں پر نور برسانے کو آیا تھا
 شریفوں نے بنایا تھا شریفوں کی حمایت میں
 یہ جھنڈا تھا زمانے میں نشانِ ظلِ الہی کا
 غلاموں اور مزدوروں کی خاطر جنگ کرنے کو
 ہوا کو دے رہا تھا جنبشِ اسلام کا پرچم
 مٹانے آیا تھا نام و نشانِ فرعون و ہامان کا
 یہ جھنڈا تھا شہنشاہوں کے شہنشاہ کا جھنڈا
 سرِ مخلوق پر یہ رحمتِ باری کا سایا تھا
 ضعیفوں نے اٹھایا تھا ضعیفوں کی حمایت میں
 اسے دعویٰ تھا بہرِ دو جہاں عالم پناہی کا
 زبانِ محنت و سرمایہ ہم آہنگ کرنے کو

رسالت کے سرِ اقدس پہ لہراتا ہوا جھنڈا

شعاعیں نورِ ایمانی کی برساتا ہوا جھنڈا



جھنڈے کا گیت

نامِ خدا کا جھنڈا
 پیغامِ خدا کا جھنڈا
 یہ جھنڈا ایمان کا جھنڈا
 قرآنی فرمان کا جھنڈا
 سب سے اونچی شان کا جھنڈا
 نامِ خدا کا جھنڈا
 پیغامِ خدا کا جھنڈا
 مال سے پیارا جان سے پیارا
 دل کا نور آنکھوں کا تارا
 دو جگ میں عزت کا سہارا
 نامِ خدا کا جھنڈا
 ظالم کا دل پھٹ جاتا ہے
 ظلم کا بادل چھٹ جاتا ہے
 جب میدان میں ڈٹ جاتا ہے
 نامِ خدا کا جھنڈا
 لہرائے گا اوج کے اوپر
 دریا کی ہر موج کے اوپر
 میدان کی ہر فوج کے اوپر
 نامِ خدا کا جھنڈا
 غازی رن میں اڑ جاتا ہے
 اس کا پر تو پڑ جاتا ہے
 جب دھرتی پر گڑ جاتا ہے
 نامِ خدا کا جھنڈا

نارِ تعصب سرد کرے گا کوہِ ستم کو گرد کرے گا

رنگِ حسد کو زرد کرے گا

نامِ خدا کا جھنڈا

اُو ظالم مغرور ستم گر دیکھ مسلمان کا لشکر

لہراتا ہے جس کے سر پر

نامِ خدا کا جھنڈا

یہ جھنڈا مزدور کا حامی مظلوم و مجبور کا حامی

نار کا دشمن نور کا حامی

نامِ خدا کا جھنڈا

نامِ خدا کا جھنڈا پیغامِ خدا کا جھنڈا

قریش کا عام دھاوا

ارشادِ ہادیؑ مسلمانوں کی تیر افگنی

بڑی فوج قریشی جب برائے جنگ مغلوبہ رسول اللہؐ پر ظاہر ہوا باطل کا منصوبہ
صحابہ سے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ابھی ٹھیرو تمہارا وقت بڑھنے کا نہیں آیا
خدا کے فضل سے تیر افگنی کے ہودھنی تم بھی کرو تیر افگنوں کے سامنے تیر افگنی تم بھی
نہ کھاؤ خوف کثرت سے نہ ہو آزرده قلت پر شکست و فتح ہے موقوف استقلال و ہمت پر
برائے جنگ ایمائے امام انس و جاں لے کر ہوئے اللہ کے بندے مستعد تیر و کماں لے کر

قریشی فوج کیا تھی ایک آندھی بڑھتی آتی تھی
 بالآخر لاشہ طلحہ پر آ پہنچے یہ دیوانے
 مگر دنیا پڑا جلد اپنی تندہی کا حساب ان کو
 سزا پانے لگے ظالم مسلمانوں کے ہاتھوں سے
 کماں کھینچتے ہی بسم اللہ کی آواز آتی تھی
 کمانوں سے ادھر ہوتی تھی پیدا ایک آہٹ سی
 فرشتے موت کے تیروں کو رکھ کر اپنے شانوں پر
 قریشی حملہ آور زخم کاری کھا کے گرتے تھے
 مسلمانوں کا کوئی تیر بھی خالی نہ جاتا تھا
 ہوا میں گونجتا تھا شورِ شیون اہل باطل کا
 قریشی فوج اُس دم ہر طرح تیروں کی زد پر تھی

قریش کی پریشانی اور قریشی عورتوں کی جولانی

دھواں بن کر سلگتی آگ سے چھٹنے لگے دشمن
 قریشی پیدلوں نے کھا کے گھنٹ کو جو منہ موڑے
 قریشی عورتوں نے جب یہ مردوں کا سماں دیکھا
 بڑھیں ان بزدلوں کی بزدلی پر طیش کھا کھا کر

مقابل موت تھی پیچھے مڑے ہٹنے لگے دشمن
 زمیں پر آ رہے اسوار بد کے اس طرح گھوڑے
 جوان و پیر کے چہرے پہ طاری خوف جاں دیکھا
 زمیں سر پر اٹھائی دف بجا کر اور گا گا کر

۱۔ بعض تیر اندازوں کا بیان ہے کہ ہم اپنے تیروں کو نگاہ کرتے تھے جو یہ تیر ہم ان کے ٹیل پر چلاتے تھے ہم نے کسی تیر کو نہیں دیکھا کہ وہ زمین پر گرا ہو یعنی خالی نہ جاتا تھا۔ (ارشاد الحکمہ)

۲۔ ہند اور اس کے ساتھ والیاں ٹیل و دف بجا بجا کر اور گا گا کر لوگوں کو جوش دلاتی تھیں۔ مردوں کو آدہ جگ کرتی تھیں اور واقعات بد یاد دلاتی تھیں۔ (ارشاد الحکمہ)

کسی کے لب پہ گالی تھی کسی کے منہ میں قسمیں تھیں
 دیئے مردوں کو طعنے عورتوں نے اس قیامت کے
 صفیں تیروں کی زد سے ہٹ کے پھر جنے لگیں آخر
 انہیں غیرت دلانے کی یہی بیہودہ رسمیں تھیں
 قدم اکھڑے ہوئے تھے گڑ گئے مارے ندامت کے
 جو بھاگی جا رہی تھیں ٹولیاں تھمنے لگیں آخر

ابوشیبہ کی علمبرداری

مگر حملہ کا دل میں حوصلہ پاتا نہ تھا کوئی
 علم نے ڈھانک رکھا تھا علمبردار کا مردہ
 ابوشیبہ علمبردار طلحہ کا برادر تھا
 بہت صدمہ تھا اس کو اپنے بھائی کی ہلاکت کا
 قریشی فوج پر اس وقت اک سکتہ سا چھایا تھا
 قریشی عورتوں کے طعن سن کر اس کو ہوش آیا
 نمود و نام نے اُکسا دیا جرأت دکھانے کو
 نظر آئی سر میدان غیرت کی یہ نیرنگی
 علم اٹھا تو اٹھی ساتھ ہی اک موج بیداری
 ابوشیبہ علم کو لے کے اپنی فوج میں آیا
 علم فوج قریشی کا نظر آتا نہ تھا کوئی
 اسے بڑھ کر اٹھائے یہ کسی کا تھا نہ دل گردہ
 جواں تھا پہلواں تھا صاحب ہمت دلاور تھا
 کبھی دیکھا نہ تھا وہ مرحلہ ایسی نزاکت کا
 علم اب تک کسی نے بھی نہیں جا کر اٹھایا تھا
 علم بردار اب میں ہوں ابوشیبہ کو جوش آیا
 ابوشیبہ بڑھا میدان میں جھنڈا اٹھانے کو
 علم جس دم اٹھایا نعش طلحہ ہو گئی ننگی
 قریشی عورتیں اس دم علم کے گرد تھیں ساری
 قریشی عورتوں نے دف بجایا اور رجز گایا

ان کے ہاتھوں میں مردانیاں اور سلایاں تھیں جب ان کے مردوں میں سے کوئی بھاگتا تھا تو یہ چیزیں پیش کرتیں اور کہتیں سنگار کرتی مرد نہیں عورت ہو۔

(ارشاد الحکمۃ)

علمبردار طلحہ کے بعد ابوشیبہ بن عثمان نے مشرکین کا علم اٹھایا اس کے پیچھے پیچھے عورتیں اشعار پڑھتی تھیں۔

ان علی اهل اللواء حقاً ان تخب الضعدة او قندقاً

علمبردار کا فرض ہے کہ نیزے کو خون سے رنگین کر دے یا وہ ٹکرا کر ٹوٹ جائے (سیرت النبی)

ابوشیبہ مبارز طلب کرتا ہے

ابوسفیاں نے اک تقریر کی، لشکر کو گرمایا
بڑھا اب پھر یہ لشکر، لشکرِ اسلام کی جانب
صفِ کفار کو پایا جو تیروں کے نشانوں پر
یہ دیکھا تو ابوسفیاں نے روکا فوج والوں کو
مسلمانوں کا ڈر دیکھا جو پیدل فوج پر غالب
پکارا میں ابوشیبہ ہوں، میں طلحہ کا بھائی ہوں
علمبردار طلحہ ست رگ تھا خاندان بھر میں
معمر ہو چکا تھا اور بہرِ حرب ناکارہ
مسلمانو! علیؑ کے زورِ بازو پر نہ اترؤ

دلائی عکرمہ کو شرمِ خالد کو بھی سمجھایا
اسی باطل ارادے سے اسی اقدام کی جانب
صحابہؓ نے چڑھائے تیر پھر اپنی کمانوں پر
ہٹایا پیدلوں کو آڑ پر رکھا رسالوں کو
علمبردار ہی بڑھ کر مبارز کا ہوا طالب
مجھے سب جانتے ہیں، سنگدل ہوں اور قصائی ہوں
نہ تھی وہ شان اس میں چاہئے جو ایک افسر میں
علیؑ کے نوجواں ہاتھوں نے اس کمزور کو مارا
اگر کچھ حوصلہ رکھتے ہو میرے سامنے آؤ

جناب حمزہؓ کا اشتیاقِ شہادت

یہ سن کر شیرِ حق نے جانبِ ہادی نظر ڈالی
کہ اتنے میں جنابِ حضرت حمزہؓ نے عجلت سے
گزارش کی کہ اے سچے رسولؐ اے ہادیؑ کامل
مدینے میں خبر جس روز اس حملے کی آئی تھی
کہ جب تک فیصلہ کوئی سرمیدان نہ ہو جائے

کہ شاید پھر مجھی کو اذنِ بخششِ حضرتِ عالی
نکل کر صف سے مانگا اذنِ میدانِ شانِ رحمت سے
جہادِ فی سبیل اللہ میں اک بوڑھا بھی ہے شامل
اسی دن یہ قسم اس بندہٗ عاجز نے کھائی تھی
جہادِ حق سے یا حمزہؓ کی جاں قربان ہو جائے

۱۔ روایت ہے کہ حمزہؓ نے قریش کے حملہ کی خبر سن کر نیت کی تھی کہ جنگ و جہاد و قتال کے بعد روزِ انظار کریں گے جس دن لشکرِ قریش احد پر اترادہ اسی روز سے صاف تھے۔ اسی صورت میں مقابلہ کیا اور شہید ہوئے۔ (ارشادِ انکسار)

مجھے اس وقت تک منزل کٹھن ہے اپنے جینے کی
 مرا روزہ ہے اے محبوب باری تیسرے دن سے
 مقید ہے مری ہستی تمنائے شہادت سے
 سر میداں مبارز کو ہے زعم اپنی جوانی کا
 سہی جاتی نہیں مجھ سے یہ ناشائستہ گفتاری
 مری جانب سے اب حد ہو چکی ہے بردباری کی
 مجھے سو گندھ ہے اس زندگی میں کھانے پینے کی
 نہ کھولوں گا یہ روزہ جنگ جب تک کرنے لوں ان سے
 میں خود حامل نظر آتا ہوں آج اپنی سعادت میں
 یہ مرد پیر ہی دے گا جواب اس لن ترانی کا
 کہ میرے قلب پر تیغِ زباں کی ضرب ہے کاری
 اجازت دیجئے بہر خدا میدان داری کی

اجازت میدان اور حضرت کے تاثرات

اجازت عمّ پیغمبرؐ نے اس انداز سے مانگی
 صدائے مرحبا و جدا تھی بربِ حیدرؑ
 جلالت دیدنی تھی مصطفیٰ کے عمّ عالی کی
 سوالی کون اپنی جان دینے کا تمنائی
 وہ حمزہؑ ناز تھا اہل عرب کو جس کی طاقت پر
 رسول پاکؐ جس کے چہرے سے رقت نمایاں تھی
 نگاہیں مضطرب ہلکا تبسم روئے زیبا پر
 ہوا ارشاد اے عمّ خجستہ فام بسم اللہ
 یہ اقدام شہادت بر سبیل حسن نیت ہے
 لراقِ عارضی سب کے لئے اک دن مقرر ہے
 کہ حیرت سے انہیں تکتے لگا زورِ یدِ الٰہی!
 شہادت گاہ کی جانب چلا تھا عمّ پیغمبر
 جمالِ ہاشمی تھا آج اک صورت سوالی کی
 سوالی کون؟ ابو طالب کا عبداللہ کا بھائی
 فدا ہونے چلا تھا اب بھتیجے کی صداقت پر
 وہ رحمت تھی کہ جس کی کوئی غایت تھی نہ پایاں تھی
 تصور مطمئن تھا مرضیٰ عرشِ معلّٰی پر
 خدا حافظ ہے کچھ نصرتِ اسلام بسم اللہ
 محمدؐ اس پہ راضی ہے جو اللہ کی مشیت ہے
 ملاقات اب لواءِ الحمد کے نیچے مقدر ہے

یہ فرما کر دکھائی انتہائی شانِ رحمانی کہ بڑھ کر چوم لی سرکار نے حمزہ کی پیشانی
دفورِ نورِ حق سے چہرہ حمزہ چمک اٹھا جلا کندن نے پائی یہ زیرِ خالص دمک اٹھا

کفار پر حمزہ کا رعب

مسرت کا عجب عالم تھا اسلامی غفصفر پر کہ لہراتا تھا اک بالِ شتر مرغ آپ کے سر پر
لڑائی میں یہ حمزہ کا نشانِ امتیازی تھا کہ حمزہ شیرِ دل تھا نازشِ مردانِ غازی تھا
ابوسفیاں نے دیکھی شکلِ حمزہ کی تو گھبرایا ابوشیبہ کے اقدامِ دعا پر دل میں پچھتایا
پکارا اے ابوشیبہ سنبھل کر دوبدو ہونا بڑی ترکیب ہے اس جنگجو کے روبرو ہونا
یہ حمزہ ہے! بہت مشکل ہے اس کے وار سے بچنا بہت خونخوار ہے اس تیغِ دامن دار سے بچنا
کہیں تیزی میں اس کے ہاتھ سے چرکانہ کھا جانا کسی صورت اسے لڑتے ہوئے پیچھے لگا لانا
ابوشیبہ ہنسا مقصد سپہ سالار کا پا کر سنبھالا اُس نے بھالا سانپ کی مانند بل کھا کر
نظر ڈالی مگر حمزہ نے جس دم سامنے آ کر تو دل سینے کے اندر رہ گیا اک بار تھرا کر

حمزہ اور ابوشیبہ

کہا، تو شکوہ کرتا تھا علی کی نوجوانی کا تجھے مقتول طلحہ پر گماں تھا ناتوانی کا
مناسب تھا کوئی بوڑھا، جواں کے سامنے آئے تقابل تاکہ محروم توازن ہی نہ رہ جائے
بہادر بن کے استعمال کر زورِ جوانی کو کہ حاضر ہے یہ مردِ پیر تیری قدردانی کو
ابوشیبہ کو اس شائستہ گفتاری پہ حیرت تھی یہی طرزِ شریفانہ تھی جو شایانِ غیرت تھی
جواب اس نے دیا اے حمزہ تو مردِ دلاور ہے بہادر ہے، جبری ہے، بحرِ جرأت کا شاور ہے

کیا ہے قتل تو نے بدر میں قرشی جوانوں کو
 ہماری قوم تیرے خون کی پیاسی ہے مدت سے
 بہت اچھا کیا تو خود ہی میدان میں نکل آیا
 تری بد قسمتی نے تجھ کو میدان میں نکالا ہے
 تو اپنی نرم باتوں سے مجھے بہلا نہیں سکتا
 کہا حمزہؓ نے خیر اب بند کر یہ قیل و قال اپنی
 میں خود ہی دیکھ لوں گا جو مرا اللہ دکھائے گا
 یہ میدان ہے یہاں مہلت نہیں باتیں بنانے کی
 تو زور آور ہے اپنے زور کا اظہار کر مجھ پر
 شہادت سے ڈرا سکتا نہیں تو مردِ مومن کو

ابوشیبہ اور حمزہؓ کی جنگ

بڑھی اس گفتگو سے اب جو کافر کی غضبناکی
 یہ غافل ان کو سمجھا تھا مگر ہشیار تھے حمزہؓ
 وہیں قائم رہے بس اک ذرا سا جسم لہرایا
 سانِ نیزہ بائیں ہاتھ سے تھامی، دیا جھٹکا
 کہا بانگے جواں بیدل نہ ہو اوسان قائم رکھ
 بھڑک اٹھا یہ سن کر شعلہ کی مانند ابوشیبہ

کیا غافل سمجھ کر وار نیزے کا بہ چالاک
 یہ گھاتیں جانتے تھے آزمودہ کار تھے حمزہؓ
 اسی جنبش سے یہ نیزہ بغل کے درمیاں آیا
 ابوشیبہ سے نیزہ چھین کر کچھ دور دے پڑکا
 نکال اب میان سے تلوار اپنی شان قائم رکھ
 ہوا کچھ اور بھی اب چاق اور چوبند ابوشیبہ

ابوشیبہ بن عثمان علمبردار قریش نے حمزہؓ سے کہا میں تم ہی کو ڈھونڈتا تھا کیونکہ تم نے بدر میں قریش کے بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ کر دیا تھا۔ (تاریخ العمران)

اُدھر کافر کا پنجہ قبضہ شمشیر پر آیا
اُدھر بھی تیغ لنگردار باہر میان سے نکلی
اُدھر گویا دہان غار سے اک اژدھا نکلا
پڑا اب سایہ شمشیر دامن دار حمزہ پر
اٹھا کر تیغ حمزہ نے بھی گانٹھی تیغ دشمن سے
اچانک دست چابک دست نے ہلکی سی دی تھپکی
جھکایا ہاتھ کو پھرتی سے اک ٹھوکا دیا ہٹ کر
شکستہ تیغ سے کافر کے منہ پر چھا گئی زردی
برابر کی لڑائی کا نہ پایا جب کوئی یارا
جناب حمزہ کا روئے مبارک اک طرف سر کا
زمین و آسمان پر ایک ہیبت ہو گئی طاری
اُدھر دستِ مسلمان خلمہ تقدیر پر آیا
اُدھر بھی ایک چھوٹی سی پری زندان سے نکلی
اُدھر روشن ہوئی دنیا کہ موسیٰ کا عصا نکلا
ابوشیبہ نے قوت سے کیا اک وار حمزہ پر
صداسب نے سنی آہن کے ٹکرانے کی آہن سے
دولشکر دیکھتے تھے دھوپ میں ایک کوند سی لپکی
زمین پر جا گرا تیغ ابوشیبہ کا پھل کٹ کر
لگی راہ فرار اب ڈھونڈنے اس کی جواں مردی
شکستہ تیغ کا قبضہ سر حمزہ پہ دے مارا
اور اس کے ساتھ ہی نعرہ ہوا اللہ اکبر کا
اُدھر نوری بڑھا آگے اُدھر ہٹنے لگا ناری

ابوشیبہ کے امدادی

ابوشیبہ کے بچنے کا نہ دیکھا جب کوئی رستہ
بڑھا اس کی مدد کو ایک بازوئے صف لشکر
اُدھر انبوه بڑھتا آ رہا تھا گھیرنے والا
پئے امداد ابوسفیاں نے بھیجا فوج کا دستہ
ابوشیبہ ہٹا پیچھے قدم سوئے صف لشکر
اُدھر تنہا کھڑا تھا فوج کا منہ پھیرنے والا

ابوشیبہ کا قتل

کیا حمزہ نے پھر اک نعرہ شیرانہ میداں میں
بڑھے آگے دکھائی ہمتِ مردانہ میداں میں

ابو شیبہ ابھی تک قرب لشکر میں نہ تھا پہنچا
 کہا اے نوجواں اک پند پیرانہ تو لیتا جا
 ابو شیبہ رُکا امداد ملنے کے بھروسے پر
 پہنچ جائیں گے امدادی بڑی امید تھی اس کو
 گری شمشیر پُر تنویر ابوشیبہ کے مغفر پر
 پڑی سر پر تو سرنے بھی بتائی راہ گردن کی
 سر و گردن سے کیا لینا تھا اس تیغ ہلالی کو
 بڑی خوبی سے اس نے سر کو توڑا حلق کو چیرا
 یہ قطعِ راہ کر کے سینہ پُر کینہ میں آئی
 جو صورت چاہ میں چاہی وہ خاطر خواہ پیدا کی
 زرہ بکتر کی ہر الجھن کو سلجھا کر نکل آئی
 دکھایا عدل اس نے سامنے ہر دوست دشمن کے

کہ لے کر موت کا پیغام عزرائیل آ پہنچا
 جہنم کی طرف جاتا ہے پروانہ تو لیتا جا
 جمائے پھر قدم اس نے نکالا ڈاب سے خنجر
 مگر حمزہ کی تیغ تیز نے مہلت نہ دی اس کو
 یہ مغفر کٹ گیا اپنی مصیبت ٹال دی سر پر
 اسے دیکھا تو گردن نے بھی کھڑکی کھول دی تن کی
 کہ یہ تو آئی تھی تیغ و جگر کی دیکھ بھالی کو
 کٹا سینہ ترشتا ہے چھری سے جس طرح کھیرا
 کلیجے پر نظر کی اور ناپی دل کی گہرائی
 گہری ظلمت کدے میں آپ اپنی راہ پیدا کی
 بزیر ناف سیدھا راستہ پا کر نکل آئی
 صفائی سے برابر کے دو ٹکڑے کر دیئے تن کے

حضرت حمزہؓ پر مقتول کے امدادیوں کا حملہ

اٹھا تھا زعمِ یکتائی میں جو عقل و خرد کھو کر
 نہ ہونے پایا تھا بد بخت کا لاشہ ابھی ٹھنڈا
 کہ یورش کر کے پہنچے دس سپاہی فوج دشمن کے
 یہ قربِ فوج دشمن تھا اکیلے تھے یہاں حمزہؓ

پڑا تھا خاک پر وہ منکرِ توحید دو ہو کر
 تڑپتے تھے ادھر ٹکڑے ادھر تھا سرنگوں جھنڈا
 مقابل ہو گئے روباہِ مردِ شیرِ افکن کے
 غضنفر تھے مگر ان بکریوں کے درمیاں حمزہ

دکھا دی لشکروں کو شانِ فنِ جنگِ حمزہؑ نے کہ جس پر ہاتھ مارا کر دیا چورنگ حمزہؑ نے
وہ کھیلے جنگ کی بازی اکیلے اس جماعت میں گرا دیں سات نامردوں کی لاشیں اس جماعت میں

جو باقی تھے انہیں بھی دھر لیا اب تیغ کے آگے

یہ عالم دیکھ کر تینوں کے تینوں چیخ کر بھاگے

لشکرِ اسلام کو اذنِ جنگِ مغلوبہ

غضب طاری ہوا اس واقعے سے فوجِ اعدا پر تہیہ کر لیا حملے کا سب نے مردِ تنہا پر
ادھر جمعیتِ اسلام نے یہ ماجرا دیکھا عرب کا چاند کالی بدلیوں میں تیرتا دیکھا
علمبردار کا مقتول ہونا اور گر جانا جنابِ حمزہؑ کا خوزیز تلواروں میں گھر جانا
قریشی فوج میں پھر جنگِ مغلوبہ کی تیاری جنابِ حمزہؑ کی تنہائی اور جوشِ فدا کاری
یہ سب کچھ ہو رہا تھا فاصلہ پر دور وادی میں مگر روشن تھا آئینے کی صورت چشمِ ہادی میں
مسلمانوں کے سینے پھٹ رہے تھے جوش کے مارے مگر مجبور تھے پابندِ حکم ضبط تھے سارے
نبی کے حکم کی اب منتظر فوجِ مسلمان تھی نظر آیا کہ دستِ نور میں ایک تیغ براں تھی ۱

رسالت کی تلوار ۲

رَسُولُ اللہ نے یہ تیغ اٹھائی اور فرمایا مسلمانو! بڑھو آگے بڑھو وقتِ قتال آیا

۱۔ کفارِ مسلمان کی تیر اندازی سے پیچھے ہٹ گئے اور علمبردار بڑھ بڑھ کر لڑ رہے تھے۔ عین اس وقت جب کہ ابوشیبہ بن عثمان حضرت حمزہؑ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ کفار نے بڑھ کر نلپ کیا اس وقت آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو جوش دلایا اور ایک تلوار جو حضور کے دست مبارک میں تھی دکھا کر فرمایا۔ کون اس تلوار کا حق ادا کرے گا۔ (تاریخ العمران)
۲۔ آنحضرتؐ کے ہاتھ میں ایک تلوار تھی جس کے ایک پہلو پر یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

والمو بالجن لا یجعو من القدر
حالانکہ نامردی میں بھی انسان کو تقدیر سے پناہ نہیں

فی الجن عاڈ فی الاتباع مکرمہ

نامردی موجبِ ننگ اور حملہ آوری موجبِ شرف ہے

۳۔ اس تلوار کو دیکھا کہ آپؐ نے فرمایا کون شخص اس تلوار کو لے کر اس کا حق ادا کر دے گا۔ (خاتم النبیین)

نبی تلوار دینا چاہتا ہے اس دلاور کو رکھے ملحوظ جو میدان میں فرمانِ دلاور کو کوئی ہے تم میں جو تکمیل آئین وفا کر دے جو اس تلوار کا حق آج میدان میں ادا کر دے

جید صحابہؓ کو اس تلوار کی حسرت

یہ سن کر ہر مجاہد کو ہوئی شمشیر کی حسرت صحابہؓ نے نبیؐ کے روئے پر تنویر کو دیکھا تھا دریا موجزن ہر دل میں شوقِ بے نہایت کا زبس بیتاب تھی حسرتِ دلِ فاروقِ اعظمؓ میں گزارش کی کہ یہ تلوار فدوی کو عنایت ہو۔ مگر سرکار نے انکار کے الفاظ فرمائے بعد اصرار اپنے شوق کا اظہار فرمایا اُحد میں آج کیا مدِ نظر تھا کوئی کیا جانے بھلا اب کس کی جرأت تھی کہ جرأت سے بڑھے آگے نگاہیں ڈھونڈتی تھیں کون اس پردے میں پنہاں ہے ادھر تھی جامِ حسرت ہی سے محفلِ دم بخود ساری بندھی تھیں اہلِ جرأت کی امیدیں دستِ اشرف سے

ہویدا تھی نگاہوں سے جوان و پیر کی حسرت بڑے ارماں، بڑی اُمید سے شمشیر کو دیکھا رہوں اے کاش میں ہی آج مورد اس عنایت کا کہ آئے سر جھکائے خدمتِ سالارِ عالم میں ہمیشہ بندۂ احساں ہوں میں مجھ سے رعایت ہو تو یہ حسرت لئے خدمت میں اکثر نامدار آئے۔ مگر اللہ کے محبوبؐ نے انکار فرمایا خدا جانے خدا کا بھید یا پھر مصطفیٰؐ جانے کبھی حیراں تھے دیکھیں بخت کس خوش بخت کا جاگے کہ جس کی دست بوسی کے لئے یہ تیغ عریاں ہے لبِ ساقی پہ تھا دریائے تکرار و صلا جاری یہ عالم تھا کہ نکلے بو دجانہ آخری صف سے

حضرت فاروق اور حضرت زبیر اور بہت سے صحابہؓ کبار نے حضرت سے اس تلوار کو طلب کیا مگر آپؐ نے انکار فرمایا۔ (ارشادِ ائکلمتہ)

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت علی المرتضیٰؓ اور مختلف لوگوں نے اس تلوار کو مانگا مگر آپؐ نے کسی کو نہ دی۔

آنحضرتؐ نے دستِ مبارک میں تلوار لے کر فرمایا کون اس حق کو ادا کرتا ہے اس سعادت کے لئے دفعۂ بہت سے آگے بڑھے۔ (خاتم النبیین)

میں اس کا حق ادا کر دوں گا دین و جان و ایماں سے کہ داغِ خونِ ناحق لے کے آؤں گا نہ میداں سے
مقدر ڈھونڈتا تھا اس ادائے والہانہ کو عطا کر دی گئی یہ تیغِ بُدِاں بو دجانہ کو

ابو دجانہ کی رفتارِ ناز

چڑھا نشہ خودی کا، بو دجانہ جوش میں جھومے جھکے تلوار لے لی اور دستِ مصطفیٰ چومے
لیٹا سرخ کپڑا گرد اس کے مردِ اکمل نے اکڑ کر پہلوانوں کی طرح بڑھ کر لگے چلنے
تبسم زیر لب فرما کے ہادی نے یہ فرمایا کہ ہاں آگے بڑھو آگے بڑھو وقتِ جہاد آیا
اگرچہ ناپسندیدہ ہے ایسی کبک رفتاری مگر ایسے مواقع پر یہی رفتار ہے پیاری
اشارہ کر کے میداں کی طرف دستِ پیمر نے کہا دیکھو بڑھایا ہے قدمِ باطل کے لشکر نے
بڑھو تم بھی خدا کا نام لے کر اے مسلمانو! خدا و خلق کی خاطر ادائے فرض کی ٹھانویں
فقط توحید کی خدمت کا دم بھرتے ہوئے نکلو سر میداں رضائے حق ادا کرتے ہوئے نکلو

تیر اندازوں کو آخری تاکید

مگر ٹھہری رہے پشتے پہ تیر اندازِ جمعیت نہیں لازم اسے ہرگز عدولِ حکم کی نیت
مجھے اندیشہ ہے ان تیر اندازوں کے دستے سے کہیں ٹیلہ نہ چھوڑیں اور بھٹک جائیں نہ رستے سے
مناسب ہے تمہیں قولِ پیمر دل نشیں رہنا جہاں ٹھہرا دیا ہے تم کو تم قائم وہیں رہنا

۱۔ یہ غیر ابو دجانہ کے نصیب میں تھا (سیرت النبی) ابو دجانہ نے عرض کیا کہ اس کا حق ادا کر دوں گا۔ (خاتم المرسلین)

۲۔ اسی غیر متوقع عزت نے انہیں مغرور کر دیا۔ سر پر سرخ رومال باندھا اور اکڑتے تھے ہوئے نکلے۔ (سیرت النبی)

۳۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ چال خدا کو ناپسند ہے لیکن اس وقت پسند ہے۔ (سیرت النبی)

۴۔ جب عام حملہ کے لئے جمعیت اسلام کو آنحضرتؐ نے حکم فرمایا تو پھر ایک مرتبہ تیر اندازوں کے قریب آ کر فرمایا ہرگز ٹیلہ نہ چھوڑنا اور فرمایا کہ خدا کو تم پر شاہد کرتا

ہوں۔ (ارشادِ الحکمۃ)

اگر نکلے سوارانِ قریشی کا کوئی دستہ
ہماری فوج فاتح یا شکست انجام ہو کچھ ہو
تمہیں ہر حال میں قائم یہیں رہنا مناسب ہے
بنانا ہوں تجھی کو شاہد اے پروردگار ان پر
تو لازم ہے کہ تیر انداز روکیں پشت کا رستہ
گرفتاری کا منظر ہو کہ قتلِ عام ہو کچھ ہو
سمجھ لو نیت و اعمال کا اللہ محاسب ہے
حق تبلیغ پورا ہو چکا ہے بار بار ان پر

احد میں پہلی جنگِ مغلوبہ

یہ فرما کر بڑھایا فوج کو محبوبِ داور نے
وہاں حمزہ پہ نرغہ ہو گیا تھا فوجِ اعدا کا
اٹھا اک نعرۂ تکبیر میدانِ شہادت میں
ادھر سے جھوم کر برے قریشی فوج کے بادل
کمالِ شانِ ایماں دیدنی تھی اس نظارے میں
جدھر اٹھتا تھا پائے حمزہ دشمن ہٹتے جاتے تھے
کیا اقدامِ میداں ہر مجاہد ہر دلاور نے
تھپیرا سہہ رہا تھا شیرِ حق ہر موجِ دریا کا
بڑھی فوجِ مسلمان اپنے ہادی کی قیادت میں
احد کی سرزمین پر چھا گیا تھا ایک نڈی دل
کہ حمزہ غوطہ زن تھے عین اس قلزم کے دھارے میں
اُبھرتا تھا جہاں خورشید بادل چھٹتے جاتے تھے

علمبردارانِ قریش کی جراتیں

قریشی عورتیں بھی دف بجاتی اور رجز گاتی
قریب اک دوسرے کے آخر کار آگئیں فوجیں
گتھا اک اک مسلمان سات سات اعدائے ملت سے
کھنچیں تیغیں، اٹھے خنجر، چلے نیزے، تنیں ڈھالیں
ادھر بندے تھے، رخص کے ادھر پیرو تھے شیطان کے
پڑی پھرتی تھیں شعلے جنگ کے میداں میں بھڑکاتی
طلاطم ہو گیا پیدا بہم ٹکڑا گئیں موجیں
لیا پھر اک سبق میدان میں کثرت نے قلت سے
کٹے مغفر، پھٹے سینے، چھٹے بازو، نچیں کھالیں
بہم دست و گریباں تھے مظاہر کفر و ایماں کے

اٹھایا تھا علم کفار کا طلحہ کے بیٹے نے ابھارا جنگ کے فتنے کو اس قسمت کے بیٹے نے
 مثال شعلہ جوالہ ہر جانب لپکتا تھا زرہ بکتر سجے تھے خود بھی سر پر چمکتا تھا
 پڑی جوں ہی نگاہ حضرت سعد وقاصؓ اس پر کیا اک تیر چلے سے رہا بالا خصاص اس پر
 کسی پر حملہ کرنے کو بڑھایا تھا قدم اُس نے مگر اس تیر سے گوشہ نہ پایا جز عدم اس نے
 دُڑ آیا حلق میں تیر اور زباں باہر نکل آئی گرا ہاتھوں سے جھنڈا ساتھ ہی اس کی اجل آئی
 یہ بسمل خاک پر تڑپا تڑپ کر ہو گیا ٹھنڈا مسافع ابن طلحہ نے اٹھایا اب یہی جھنڈا
 نشانہ اس کو نیزے کا بنایا ابن اُفح نے علم خاکِ مذلت پر گرایا ابن اُفح نے
 مگر مردان عبدالدار تھے غصے میں دیوانے علم کے گرد تھے جیسے ہوں گردِ شمع پروانے
 علمبردار کا لاشہ ابھی گرنے نہ پایا تھا جھپٹ کر ہر کوئی اس کی جگہ لینے کو آیا تھا
 کلابؓ اک فردِ کامل نے اٹھایا کفر کا جھنڈا زبیر ابن عوام اس پر گرے اور کر دیا ٹھنڈا
 شریح قازظہؓ تھا فوج قرشی میں بڑا کامل نہایت تمکنت سے اس لواء کا وہ ہوا حامل
 جناب حیدر کرار کے ہاتھوں گیا مارا پڑی وہ ضربِ کاری کھل گیا کافر کا بھنڈارا
 بغل کے راستے سے قلب تک یہ تیغ در آئی تو دونوں لشکروں کو اک عجب صورت نظر آئی
 علم سے باطنی رشتہ علمبردار کا ٹوٹا گرے پہلو بہ پہلو ساتھ ظاہر کا نہیں چھوٹا

۱۔ اب طلحہ کے بیٹے عثمان نے علم قریش اٹھایا۔ حضرت سعد وقاصؓ نے ایک تیر مارا کہ زبان باہر نکل آئی۔ (ارشاد الحکمہ)

۲۔ اب مسافع ابن طلحہ نے یہ جھنڈا اٹھایا اس کو ابن اُفح نے قتل کیا۔ (تاریخ العمران)

۳۔ کلاب ابن طلحہ نے یہ جھنڈا اٹھایا تو زبیر ابن عوام نے نیزہ سے اس کو ہلاک کیا۔ (تاریخ العمران)

۴۔ شریح قازظہ جو قریش میں بڑے مرتبے کا پہلوان تھا علم لے کر آگے بڑھا اس کو حضرت علیؓ نے ایک ہی وار میں ختم کر دیا۔ (تاریخ العمران)

۵۔ کفار کے علمبردار زبیر کو ختم ہو جاتے تھے تاہم علم نہ مرنے پاتا تھا۔ (سیرت النبیؐ)

علم باطل سرنگوں

یہ جھنڈا جس کا مقصد تھا جہاں میں کشت و خون کرنا اٹھا لیتے تھے عبدالدار والے یہ علم بڑھ کر کبھی حمزہ نے سرداران عبدالدار کو مارا نصیب قوم قرشی کا کبھی ابھرا کبھی ڈوبا تباہی دیکھ کر اس رنگ سے اپنے گھرانے کی کیا جانے لگا اتلافِ جاں سے اجتناب آخر اگرچہ آلِ عبدالدار کا یہ زر خریدہ تھا اٹھایا جنگ کا جھنڈا پکارا فوج کو اس نے جنوں مرگ بے ہنگام جب دیکھا سوار اس پر پڑا تھا اب یہ خود بھی اور علم بھی فرش کے اوپر

فریضہ تھا مسلمانوں کا اس کو سرنگوں کرنا مگر غازی بھی کر دیتے تھے سران کا قلم بڑھ کر کبھی شمشیر حیدر نے علمبردار کو مارا یہی معلوم ہوتا تھا ابھی ڈوبا ابھی ڈوبا رہی جرأت کسی میں بھی نہ یہ جھنڈا اٹھانے کی یہ دیکھا تو بڑھا اُن کا غلام ناصواب آخر مگر مشہور تلواری تھا ضرب و حرب دیدہ تھا بتوں کا نام لے لے کر ابھارا فوج کو اس نے ہوا سایہ فگن دامانِ برقی ذوالفقار اس پر علم اسلام کا اڑتا تھا اوجِ عرش کے اوپر

علمبردارِ اسلام

یہ سرفراز تھا حاصل تھے مصعب بن عمیر اس کے یہ جھنڈا بڑھ رہا تھا ہر طرف ارشادِ ہادی پر علم کے سایہ میں اس طرح وقفِ جنگ تھے مصعب قریشی فوج کا ہر فرد اس جھنڈے کے درپے تھا

علیؑ تھے راست پر اور دستِ چپ پر تھے زیر اس کے نمایاں تھا برابر ہر بلند و پست وادی پر کہ دامانِ بہارِ زخم سے گلرنگ تھے مصعب کہ اس جھنڈے کا لہرانا حقیقت میں بڑی شے تھا

صواب غلام بنی عبدالدار تھا احد میں غلامانِ قریش میں سے اسی نے قتال کیا۔ (تاریخ العیران)
صواب غلام بنی عبدالدار نے قریش کا علم اٹھایا اور حضرت علیؑ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ (ارشادِ انجمن)

قریش آ آ کے گرتے تھے ہجوم اندر ہجوم اس پر
مگر مصعب کے بازو اس طرح ان کو ہٹاتے تھے
جدھر کرتے تھے حملہ بھیڑ چھٹ جاتی تھی آگے سے
جھپٹتے تھے کمال تن وہی سے زاغ و بوم اس پر
کہ رکھوالے تھے گویا کھیت سے طائر اڑاتے تھے
یہ شمشیر صف کی صف الٹ جاتی تھی آگے سے

حضرت ابودجانہؓ اور حق شمشیر رسالتؐ

صحابہ ۱ دیکھتے تھے جاں نثاری ابودجانہؓ کی
رسول اللہ کی بخشی ہوئی شمشیر چلتی تھی
وہ سب افسر جو بنیادِ وفائے جاہلانہ تھے
سرِ مقتل تلاش ان کو تھی ایسے بد نہادوں کی
جو پیچھے رہ کے قرشی فوج کو آگے بڑھاتے تھے
چھپے تھے اس شکاری کے شکار انبوه کے اندر
وہ اصلی سرغنوں کو دور ہی سے تاک لیتے تھے
عطائے خاص کا پورا ادب ملحوظ رکھنا تھا
در آتے تھے وہ تیروں اور شمشیروں میں دُرّانہ
کہ تھی بیٹھی ہوئی اک دھاک اس مردِ یگانہ کی
تو گویا آسیائے گردشِ تقدیر چلتی تھی
وہی جنگِ اُحد میں زیرِ تیغ ابودجانہ تھے
کہ جن کی ذات دنیا میں چنگاری تھی فسادوں کی
وہ فتنے آج اس تلوار کے سائے میں آتے تھے
در آئے ابودجانہ بار بار انبوه کے اندر
انہی کو زیرِ تیغ صاحبِ لولاک لیتے تھے
کہ حق تلوار کا ہر حال میں محفوظ رکھنا تھا
وہ تنہا جنگ کرتے تھے نہنگانہ پلنگانہ

ہند کی سرگرمیاں

قریشی عورتیں ان کافروں کا دل بڑھاتی تھیں
نظر آیا جو اب میدان میں کتنا ہوا قیمہ
نظر آنے لگا تھا رنگ کچھ بے رنگ میداں میں
کبھی آگے کبھی پیچھے صفوں کے دف بجاتی تھیں
ابوسفیاں کی زوجہ ہند پھرتی تھی سراسیمہ ۲
تو اس عورت نے پہنا تھا لباسِ جنگ میداں میں

۱ آنحضرتؐ نے جب تلوار ابودجانہؓ کو تفویض فرمائی تو ان صحابہ کبار میں سے بعض جن کو حضورؐ نے تلوار دینے سے انکار کر دیا تھا تَفَضُّص میں رہے۔ ان کا بیان ہے کہ
ابودجانہؓ کا قاتل غزوہٴ اُحد میں واقعی اس شان کا تھا کہ اس سے بہتر خیال میں نہیں آ سکتا۔ (ارشادِ الحکمہ)
۲ ابودجانہؓ فوج کو چیرتے لاشوں پر لاش گراتے چلے جاتے تھے۔ (سیرت النبیؐ)

کھڑی تھی مرد بن کر پشت پر یہ اپنے لشکر کے
نظر آتا تھا جس دم بھاگتا کوئی جواں اس کو
زبانِ طعن سے سینے میں خنجر بھونک دیتی تھی
بھگوڑے قرشیوں کو گالیاں دیتی تھی جی بھر کے
تو بڑھ کر پیش کرتی تھی یہ اپنی چوڑیاں اس کو
دلا کر شرم اس کو آگ میں پھر جھونک دیتی تھی

ابودجانہ ہند کو قتل کرنے کا قصد کرتے ہیں

پڑی کچھ فاصلے سے ابودجانہ کی نظر اس پر
جو پیچھے فوج کے تاریں لڑائی کو ہلاتا ہو
وہ لشکر کو ہٹاتے مارتے اس کی طرف نکلے
قریب ہند پہنچے تیغ کھینچی اور للکارا
کہا چھپ کر کھڑا ہے دیکھ عزرائیل آ پہنچا
یہ سن کر ہند کے ہوش اڑ گئے لرزہ ہوا طاری
پکاری میں تو عورت ہوں مجھے مارو نہ اے بھائی
یہ کہہ کر کانپتے ہاتھوں سے اپنی زلف سرکائی
جناب ابودجانہ پر کھلا اب آنکھ کا دھوکا
وہ سمجھے فوج دشمن کا اُسے کوئی بڑا افسر
بجھی چنگاریوں کو اپنی پھونکوں سے جگاتا ہو
بزورِ دست و بازو توڑ کر ہر ایک صف نکلے
کہ آ میرے مقابل اوفسادِ او فریب آ آراء
یہ تیرے ذبح کو فرزندِ اسماعیل آ پہنچا
قضا کو سامنے دیکھا تو بھولی چوڑی ساری
یہاں چپکی کھڑی ہوں میں تو لڑنے کو نہیں آئی
جتائی ہاتھ کی سرخی بھی ہاتھوں ہاتھ دکھلائی
کیا ہی چاہتے تھے وار لیکن ہاتھ کو روکا

توقیر شمشیر رسولؐ

کہا معلوم ہے گو مجھ کو تیری فتنہ انگیزی
تری آنکھوں سے ظاہر ہو رہی ہے خوئے خونریزی

۱۔ زمانِ قریش ہند زوجہ اوسفیان کی معیت میں تھیں اور وہ بجائی کبھی مفلوں کے آگے کبھی پیچھے ہوتی تھیں۔ (ارشادِ الحکمۃ)

۲۔ ہند قریش کو بھاگتے دیکھ کر گھبرائی ہوئی کبھی ادھر اور کبھی ادھر دوڑتی تھی۔ (ارشادِ الحکمۃ)

۳۔ ابودجانہ نے کہا وہ لوگوں کو گالیاں دیتی کوئی اور شرم دلاتی تھی تب میں نے اس پر تلوار اٹھائی اور میں اسے مرد جانتا تھا۔ (ارشادِ الحکمۃ)

طرح بہرِ شفیع دو جہاں دیتا ہوں میں تجھ کو تو کوئی بھی ہو اؤ عورت اماں دیتا ہوں میں تجھ کو
یہ شمشیر رسالت ہے ستودہ اور محمودہ کروں گا میں نہ عورت کے لہو سے اس کو آلودہ
تلاشِ گردنِ مردانِ پختہ کار ہے اس کو ضعیفوں عورتوں بچوں پہ اٹھنا عار ہے اس کو
بیاں فرما کے جوہرِ اہلِ ایمان کی بسالت کا جھکے اور قبضہ چوما جھوم کر تیغِ رسالت کا
پلٹ کر ہو گئے جنگاہ میں پھر معرکہ آراء جہاں اُٹھی ہوئی تھی آبِ تیغِ تیز کی دھارا

مسلمان متحد ہو کر جنگ کرتے ہیں

اگرچہ چھ گنا زائد تھے مشرک اہلِ ایمان سے مگر منہ موڑ کر بھاگے چلے جاتے تھے میدان سے
صحابہ جنگ میں اک دوسرے کے تھے معاون بھی برائے فوج کثرت وحدتِ ملت کے ضامن بھی
رفیقوں کی حفاظت تھی انہیں ملحوظِ دشمن سے اسی باعث تھا اب تک ہر کوئی محفوظِ دشمن سے
خراشِ جسمِ مسلم سے بھی ہوتا تھا ملال ان کو تھا اپنی جان سے بڑھ کر اخوت کا خیال ان کو
نظر اک دوسرے کے حال پر رکھتا تھا ہر کوئی مدد کرتا تھا جب مشکل میں آتا تھا نظر کوئی
یہی تھا ربطِ باہم ان کے استحکام کا باعث یہی تھا اس جہاں میں غلبہٴ اسلام کا باعث
اخوت نے کئے تھے اس طرح دل متحد اُن کے کہ میدان میں زمین و آسمان بھی تھے مدد اُن کے

مشرکین کے قدم اکھڑ گئے

صحابہ یوں گرے تھے لشکرِ کفار کے اوپر کہ بھاری ہو رہا تھا اک مجاہد چار کے اوپر
شکستہ دل تھے خنجرِ حوصلے ٹوٹے تھے بھالوں کے تھے منہ فق چار آئینوں کے سینے شق تھے ڈھالوں کے

۱۔ ابو دجانہ فوجوں کو چیرتے لاشوں پر لاشے گراتے تھے۔ یہاں تک کہ ہند سامنے آگئی۔ اس کے سر پر تلوار رکھ کر اٹھالی کہ رسول اللہ کی تلوار اس قابل نہیں کہ عورت پر آزمائی جائے۔ (سیرت النبی)

چبھیں تھنوں میں انیاں سیخ پا ہو کے پھرے گھوڑے سواروں کو گرایا سر کے بل جس دم گرے گھوڑے
قریشی پیدلوں کے اسلحہ بھی تھے بہت بھاری زرہ پوشی بنی تھی اور بھی وجہ گراں باری
قدم اکھڑے تو کام آئیں نہ لنگردار شمشیریں کہ تھیں ان مجرموں کے ہاتھ میں پیروں کی زنجیریں
سروں کے خود آنکھوں پر جھکے رخ سے جھلم سر کے گرے یوں سنگدل کھا کھا کے چر کے اور مرمر کے
مجاہد بڑھ کے تیغیں مارتے جاتے تھے میداں میں قریشی سورما جی ہارتے جاتے تھے میداں میں

خالد کی بے بسی ۱

مدد پر ان کی خالد کا رسالہ بار بار آیا کبھی سوئے یمیں جھپٹا، کبھی سوئے یسار آیا
قریشی فوج کی حالت سے خالد کو اذیت تھی اچانک پشت پر یلغار کر دینے کی نیت تھی
مگر ہر مرتبہ منہ دیکھتا تھا نامرادی ۲ کے کہ پشتے پر تھے پشتیبان تیر انداز ہادی کے
بگولے کی طرح ہر بار چکر کھا کے آتا تھا مگر تیروں کی بارش دیکھتا تھا لوٹ جاتا تھا
رسالہ عکرمہ کا دے رہا تھا ساتھ خالد ۳ کا کہ لینا تھا اُسے بھی آج بدلہ اپنے والد کا
نصیب ان کو ہوئی تھی نامرادی اور ناکامی کہ پشتے پر جے تھے تیر اندازانِ اسلامی
مقام سخت گھائل تنگ تھی اور فرش پتھر یلا رسالوں اور لڑائیوں میں حائل تھا یہی ٹیلہ

۱۔ علمبرداروں کے قتل اور حضرت علیؑ اور ابودجانہ کے بے پناہ حملوں سے فوج قریشی کے پاؤں اکھڑ گئے۔ (سیرت النبیؐ)

۲۔ خالد بار بار آتا تھا کہ سچ سے نکل کر پیچھے سے حملہ کرے مگر تیر انداز تیر مار کر پھیر دیتے تھے۔ (ارشاد الحکمۃ)

۳۔ خالد کئی مرتبہ آیا اور تیر اندازوں نے بھگا دیا۔ (طبری و کامل)

عکرمہ کا رسالہ خالد کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

خالد اور عکرمہ اپنے سواروں کو ساتھ لے کر بار بار مقام سح سے نکلتا اور مسلمانوں پر آپڑنا چاہتے تھے مگر ٹیلے کے تیر اندازان کو کسی طرف بڑھنے نہ دیتے

۴۔ (تاریخ العمران)

یہی تھا مرکزی نقطہ نگاہ پاک ہادی میں
اسی باعث ہوئی تھیں تیر اندازوں کو تاکیدیں
رسول اللہ کو معلوم تھی کفار کی نیت
سواروں نے تور ہواروں پہ توڑے قمچیاں کوڑے
یہ گھوڑے خوف سے ٹیلے کی جانب رخ نہ کرتے تھے
جب آیا اس طرح گھائی کے اندر گھر گیا خالد
مقام امتحاں تھا یہ اُحد کی تنگ وادی میں
کہ پشتے پر جمے رہنے سے وابستہ تھیں امیدیں
اسی باعث یہاں رکھی تھی تیر انداز جمعیت
مگر ہر مرتبہ سو فار کھا کھا کر گرے گھوڑے
قدم آگے بڑھانے میں لرزتے اور ڈرتے تھے
نہ پایا راستہ مایوس ہی تو پھر گیا خالد

اقلیت ظفر مند تھی

ادھر جمعیت اسلام تھی مصروف جانبازی
ہنکاتے مارتے زور آوروں کے وار رد کرتے
قدم دھرتی پہ مضبوطی سے دھڑتے بڑھتے جاتے تھے
بسانِ حوصلہ بڑھتے چلے جاتے تھے آب غازی
ضعیفوں اور اپنے زخمیوں کی بھی مدد کرنے
قریشی فوج کا ستھراؤ کرتے بڑھتے جاتے تھے

نبیؐ نگرانِ کار تھا

وجودِ پاک ہی روحِ جہادِ اہلِ ایمان تھا
نہ جانے کھولنا منظور تھیں وہ کون سی گرہیں
کمان و تیر و ترکش، نیزہ و شمشیر حیراں تھے
مگر اس نے کسی کو زخم پہنچایا نہ تھا اب تک
حفاظت ہی اسے مطلوب تھی مظلوم ملت کی
وہ شاہد تھا بروئے کار زار اپنی جماعت کا
لباسِ جنگ کی لیکن بالآخر کیا ضرورت تھی
صحابہؓ اس کی کرنیں تھیں وہ خورشیدِ درخشاں تھا
کہ سر پر خود تھا، زیب بدن تھیں آج دوزرہیں
مہم غیر معمولی کے یہ سب ساز و ساماں تھے
کسی کی ذات پر خود حملہ فرمایا نہ تھا اب تک
بٹھادی دھاک اس نے لشکرِ کثرت پہ قلت کی
کہ ذمہ دار تھا ایمان والوں کی شفاعت کا
بظاہر تو یہاں پر فتحِ مندی ہی کی صورت تھی

مسلمانوں کی فتح

بظاہر لشکرِ اسلام منصور و مظفر تھا قریشی فوج ہر سو منتشر تھی، حال ابتر تھا
 قدم اکھڑے ہوئے جتے نہ تھے جم ہی نہ سکتے تھے سپاہی بھاگ کر تھمتے نہ تھے، تھم ہی نہ سکتے تھے
 گروہ حق نے پستی پر لے آیا، اوجِ باطل کو کہ اک ریلے میں برہم کر دکھایا موجِ باطل کو
 قریش اب ہٹتے ہٹتے تابہ خیمہ گاہ آ پہنچے یہاں بھی غازیانِ فی سبیل اللہ آ پہنچے
 یہاں بھی آگئے غازی یہاں سے بھی قدم اکھڑے کہ مشکل ہی سے جتے ہیں قدم جس وقت دم اکھڑے
 سراسیمہ ہر اسماں جنگ سے منہ موڑ کر بھاگے سلامت لے کے جانیں ساز و سماں بچھوڑ کر بھاگے
 جری جزار مفلس اور تو نگر سب گریزاں تھے بڑے چھوٹے سپاہی اور افسر سب گریزاں تھے

اکابر صحابہ دشمنوں کے تعاقب میں

مسلمانوں میں جتنے صادق الایمان دلاور تھے وہ اس اترے ہوئے سیلاب میں اب بھی شناور تھے
 تعاقب کر رہے تھے اب وہ باطل کے گروہوں کا کہ دل مالِ غنیمت میں نہیں تھا حق پڑوہوں کا
 یہی تو تھے عقب ہر بھاگنے والی جماعت کے یہ بندے تھے تو کل کے یہ پتلے تھے قناعت کے



صحابہ کا قول ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کو کسی جگہ ایسا فیروز مند نہیں کیا جیسی ظفر مندی احد میں نظر آئی۔ شکست تیر اندازوں کی نافرمانی کے سبب ہوئی کہ وہ غنیمت میں شمولیت کے لئے ٹیلہ چھوڑ آئے۔ (ارشادِ احکمہ)

قریش شکست کھا کر بھاگے اور صحابہ محمدؐ ان کے لشکر گاہ میں داخل ہو گئے۔ (کل ابن اثیر)

مشرکین ہٹتے ہٹتے اپنے خیمہ گاہوں تک آ گئے مگر اصحاب رسولؐ نے ان کو یہاں سے بھی بھگا دیا۔ (تاریخ العمران)

اکابر مہاجرین اور انصار بھاگنے والے مشرکین کے پیچھے تھے جیسے ریوڑ کے پیچھے چر دا ہے۔ (تاریخ العمران)

باب ہفتم فتنہ مالِ غنیمت

شکستِ اُحد کی تمہید

تازہ ایمان مسلمین مالِ غنیمت کی دُھن میں

مگر وہ تازہ ایماں ۱ جو ابھی نا آزمودہ تھے وہ ہمت کے تو پکے تھے مگر غفلتِ ربودہ تھے
قریبِ منزلِ مقصود آ کے راہِ حق بھولے پڑھایا تھا جو ہادی نے اچانک وہ سبق بھولے
نظارہ دیکھ کر میداں میں دشمن کی ہزیمت کا دلوں میں شوق پیدا ہو گیا مالِ غنیمت ۲ کا
قریشی خیمہ گاہوں کو لگے زبرد و زبر کرنے قدم رو کے تعاقب سے لگے ہمیائیاں بھرنے
فرائض سے ہوئے غافلِ حصولِ مال پر ٹوٹے غنیمت دیکھ کر تیغوں کے قبضے ہاتھ سے چھوٹے
ردائیں خوابِ غفلت نے نگاہِ ہوش پر ڈالیں زمیں پر گاڑ کر نیزے کمانیں دوش پر ڈالیں
مقرر تھے غلام اس خیمہ گہ کی پاسبانی کو وہ بھاگے دیکھتے ہی اس قضائے ناگہانی کو
لہذا لوٹنے کے واسطے میدانِ خالی تھا یہ سمجھے لوٹنا بھی جنگ کا مقصودِ عالی تھا
گھسے خیموں کے اندر ساز و ساماں جمع کرنے کو بڑھائے ہاتھ ہر جانب دہانِ طمع بھرنے کو

۱۔ سب سے پہلے جنہوں نے غنیمت پر ہاتھ دراز کیا وہ تازہ ایمان اور ایسے لوگ تھے جو پہلے کسی اسلامی جنگ میں شریک نہ ہوئے تھے۔ (ارشادِ الحکمۃ - تاریخِ العمران)
۲۔ قریش نے مال و متاع پر اپنے غلاموں کو متعین کیا تھا جنہوں نے اسبابِ متفرق کو یکجا کر کے پوششیں ڈال دی تھیں لیکن جب فتح مند مجاہد آپرے تو غلام بھاگ گئے۔ (تاریخِ العمران)

غرض اسلام کا لشکر تھا اس غفلت میں آسودہ نہیں تھا یاد ان کو اس گھڑی قرآن کا فرمودہ

ٹیلے کے تیر انداز اور حصول غنیمت کا شوق

ادھر ٹیلے کے تیر انداز بھی تھے محو نظارا کہ پسپا ہو کے لشکر دشمنوں کا بھاگ اٹھا سارا
نظر آئی گریزاں جب نمود و نام کی دنیا وہ سمجھے تھے کہ فاتح ہو گئی اسلام کی دنیا
نظر آئے مسلمان محو جب فکر غنیمت میں تو دلچسپی ہوئی ان کو بھی اب ذکر غنیمت میں
اٹھی اک موج بیتابی قلوب اہل صولت میں کہ ہم بھی چل کے شامل ہوں حصول مال و دولت میں

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی تنبیہ

ہوئے مانع مگر اس راہ سے ابن جبیرؓ ان کو سنایا پڑھ کے فرمانِ امام اہل خیر اُن کو
کہا تم سب کو اس ٹیلے سے ہٹنے کی منائی ہے یہیں ٹھہرو کہ یہ تاکید محبوب الہی ہے
شرف تم کو ملا ہے آج پشتیان بننے کا کرو ہرگز نہ تم اقدام نافرمان بننے کا
پیہبرؐ نے بڑھایا ہے تمہاری قدر و قیمت کو نہ سمجھو حکم ہادیؐ سے فزوں مالِ غنیمت کو
تمہیں ہر حال میں قائم یہیں رہنے کی تلقین ہے یہ ارشادِ پیہبرؐ ہے یہ حکم ہادیؐ دیں ہے

تاویل احکام نبوت

یہ سن کر تیر اندازوں نے باہم تفرقہ ڈالا لگے سب کرنے تاویلِ کلامِ حضرت والا

يُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ تم دنیا کی دولت چاہتے ہو اور خدا آخرت چاہتا ہے خدا ادا توانا ہے۔
جب مشرک شکست کھا کر بھاگے اور مسلمین نے ان کا پیچھا کیا اور بہت سے مسلمین ان کے لشکر گاہ کی لوٹ پر مستعد ہوئے اس وقت تیر اندازوں میں سے جو
مداف پر مامور باستقامت سے بعض نے کہا۔ اب یہاں کمرے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہر آئینہ حق تعالیٰ نے دشمنوں کو ہزیمت دی اور تمہارے بھائی ان کے
لوٹ کو روک رہے ہیں۔ آؤ ہم بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ غنیمت حاصل کریں۔ (ارشادِ الحکمۃ)

کہا یہ نہ ہو نہیں سکتا کبھی منشاء پیغمبر
خدا نے خائب و خاسر کیا باطل کی فوجوں کو
ہوئی فضلِ خدا سے ہم کو حاصل آج فیروزی
ہمارے بھائی دامن بھر رہے ہیں فضلِ باری سے
غنیمت بعدِ جنگ احسان ہے فیضانِ نعمت ہے
حصولِ فتح و فیروزی ہی تھا ایمائے پیغمبر
خس و خاشاک نے پلٹا دیا طوفاں کی موجوں کو
کریں مالِ غنیمت سے نہ کیوں اب بہرہ اندوزی
ہمیں محروم رہ جائیں بھلا اس بختیاری سے
رہیں ہم بے نیاز اس سے تو یہ کفرانِ نعمت ہے

تیر انداز ٹیلہ چھوڑ کر غنیمت حاصل کرنے والوں میں

غرض ایسی ہی باتیں کر کے تیر انداز چل نکلے
رہے ابنِ جبیر آمادہ ہر سعیِ امکانی
گرے یلکھت حبِ مال کے پردے نگاہوں پر
کمان و تیر و ترکش اپنی اپنی پشت پر ڈالے
بلندی سے سوئے پستی یہ سب شہباز چل نکلے
مگر ان کی نصیحت اکثریت نے نہیں مانی
کہ بے خود ہو کے جا پہنچے قریشی خیمہ گاہوں پر
حصولِ مالِ دنیا کی طرف لپکے خدا والے

ٹیلے پر حضرت ابنِ جبیر اور سات تیر انداز

غنیمت کی طلب میں ہو کے نافرمان چل نکلے
ہوئی کمزور ہی ملت نگاہ و دل کی ناچاقی
یہ چند افراد ٹیلے پر بدستور اب بھی قائم تھے
کیا پشتے کو خالی اور پشتیان چل نکلے
فقط ابنِ جبیر اور چند ساتھی رہ گئے باقی
شہادت کی طلب تھی زخم ہی ان کے غنائم تھے

۱۔ تیر اندازوں نے آنحضرتؐ کے ارشاد کی تاویل کی اور کہا آنحضرتؐ کا منشاء مبارک یہ نہیں ہو سکتا جو تم سمجھتے ہو۔

۲۔ تیر اندازوں کی اکثریت نے آنحضرتؐ اور عبداللہ بن جبیرؓ کی نصیحت نہ مانی اور ٹیلہ چھوڑ کر لوٹ میں شامل ہو گئے۔ وہ اپنی کمائیں اور تیر بظلوں میں ڈالے تھے اور تاریخِ مال میں بے خوف و خطر مشغول تھے۔ (تاریخِ العمران)

خالد نے ٹیلے کو خالی دیکھا

اُدھر خالد کہ تھا مغلوب تیر انداز دستے سے
نظر آتی تھی اپنی فوج کی پوری شکست اس کو
بڑی حسرت سے پھر ٹیلے کی جانب اک نظر ڈالی
فقط سات آٹھ گنتی کے مجاہد تھے بلندی پر
مسلمانوں کی غفلت تھی کہ امرِ اتفاقی تھا
گنوائی ایک ساعت بھی نہ اب بیکار خالد نے
بہت مایوس تھا ہٹ کر کھڑا تھا عام رستے سے
تھا اب مقصود اپنے بھاگنے کا بندوبست اس کو
تو کیا دیکھا کہ پشتے پشتیانوں سے ہوا خالی
جو قادر ہو نہیں سکتے تھے ان کی راہ بندی پر
ہوا ثابت کہ حملے کا ابھی امکان باقی تھا
مسلمانوں پہ کر دی پشت سے یلغار خالد نے

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت

اگرچہ پشتے خالی ہو چکا تھا پشتیانوں سے
مگر ابنِ جبیر اور ان کے ساتھی صادق الایمان
رہے ترکش میں جب تک تیر برساتے رہے ان پر
رسالے کے سواروں نے بالآخر ان کو آگھیرا
کیا چورنگ تلواروں نے چھیلا ان کو بھالوں نے
تڑپتے تھے اگرچہ پاک لاشے خاک پر اُن کے
وہ منزل مل گئی لائی تھی جس کی جستجو اُن کو
نہ رک سکتا تھا خالد کا رسالہ چند جانوں سے
ہوئے ان کے مزاحم اور سارے ہو گئے قرباں
ہوئے خالی جو ترکش سنگ لڑھکاتے رہے ان پر
شہادت کے طلب گاروں نے لیکن منہ نہیں پھیرا
ادائے فرض لیکن کر دیا اللہ والوں نے
ستارے تھے مگر پیشانی افلاک پر اُن کے
شہادت کے لہو نے کر دیا تھا سرخ رو اُن کو

حضرت ابنِ جبیر رضی اللہ عنہ سات آٹھ ساتھیوں کے ساتھ ٹیلے پر رہ گئے تھے باقی سب مقام کو خالی کر گئے۔ (تاریخ العمران)
عبداللہ ابنِ جبیر نے بہت روکا لیکن وہ نہڑ کے تیر اندازوں کی جگہ خالی دیکھ کر خالد بن ولید نے جنگی رسالہ کے ساتھ عقب سے حملہ کر دیا۔
عبداللہ بن جبیر اور ان کے ساتھیوں نے خالد کی مزاحمت کی لیکن سب شہید کر دیئے گئے۔ (تاریخ العمران)

غنیمت لوٹنے والوں پہ خالد نے نظر ڈالی

صفایا ہو چکا اُن کا تو ٹیلہ ہو گیا خالی
نظر آیا قریشی خیمہ گہ پر ایک میلہ ہے
مجاہد اپنی تیغیں اور خنجر میان میں کس کر
کمانیں دوش پر ترکش بغل میں پشت پر ڈھالیں
نکالی جا چکی ہر ایک شے خیموں کے اندر کی
قریشی سورما کچھ دور بھاگے بھاگے پھرتے ہیں
ہوئی ہیں دف بجانے والیاں بھی منتشر ساری
سپہ سالار ابوسفیان بھی میدان سے غائب ہے
ہوا ہے جوشِ غیرت آلِ عبدالدار کا جھنڈا
اسی ٹیلے سے خالد نے نظر میدان پر ڈالی
مسلمانوں کا قبضہ اور لٹنے کا جھمیلہ ہے
فراہم کر رہے ہیں ساز و ساماں ہاتھ بھر بھر کر
نمایاں شانِ اطمینان ہے اور ست ہیں چالیں
رسد کی خورجیاں کپڑوں کے بچے تھیلیاں زر کی
مجاہد پیچھے پیچھے ہیں وہ آگے آگے پھرتے ہیں
پہاڑوں میں چھپی ہیں منہ چھپا کر خوف کی ماری
قریب خیمہ گہ اب کوئی افسر ہے نہ نائب ہے
پڑا ہے خاکِ ذلت پر قریشی قوم کا جھنڈا

مسلمانوں کی پشت پر خالد کا حملہ

یہ صورت دیکھ کر خالد کی آنکھوں سے لہو ٹپکا
معیت میں بہت افراد خاص الخاص تھے اس کے
رسالوں نے لگائی دوڑ ان پر بیچ راہوں سے
مسلمان مطمئن ہو ہو کے باطل کی ہزیمت ہے
رسالوں کو بڑھایا اور بجلی کی طرح لپکا
معاونِ عکرمہ اور عمرو بن العاص تھے اس کے
جہاں ٹیلوں نے پوشیدہ رکھا ان کو نگاہوں سے
برابر بھر رہے تھے خورجیاں مالِ غنیمت سے

۱۔ احد کے دن صحابہ غارت و تاراج میں پڑ گئے اور خیموں سے مال نکال نکال کر باہر کھڑے تھے۔ (تاریخ العمران)

۲۔ عورتیں جو دف بجاتی تھیں بھاگیں اور پہاڑ کے گوشوں میں جا چھپیں۔ (طبری کمال)

۳۔ خالد بن ولید نے حملہ کیا تو اس کے ساتھ عکرمہ بن ابوجہل بھی اپنے سواروں کے ساتھ شامل ہو گیا اور بقول بعض عمرو بن العاص بھی خالد کے ساتھ تھا۔

(ابن سعد، الحدید)

نرالا رنگ لائی اب حصولِ مال کی صورت
دکھائی اس قدر غفلت شعاری ہوش والوں نے
یہ سیلِ مرگ اچانک دفعتاً بے ساختہ ٹوٹا
کسی نے کچھ نہ دیکھا کس طرف سے بجلیاں چمکیں
بہت اس ضربِ کاری سے گرے ہیجان ہو ہو کر
یہ حملہ ہی کچھ ایسا تھا سنبھلنا سخت مشکل تھا
سوارانِ قریشی آگرے جب تان کر بھالے
گرا کر ان کی لاشیں روند کر آگے بڑھے گھوڑے
نظر آیا کہ ہر سو اک بلائے ناگہانی ہے
اچانک آ لیا تھا موت کے سیلاب نے ان کو

کہ غفلت میں رسالے آپڑے بھونچال کی صورت
خبر اُس دم ہوئی جب چھید ڈالا ان کو بھالوں نے
اُدھر اندوختہ ٹوٹا ، اُدھر اندوختہ ٹوٹا
یہ انیاں پشت و پہلو توڑ کر سینوں میں جا دھمکیں
بہت سے زخم کھا کھا کر پھرے حیران ہو ہو کر
پڑا تھا پیچ ایسا بچ نکلنا سخت مشکل تھا
ہوئے مقتول سب سے پہلے ٹیلہ چھوڑنے والے
غنیمت لوٹنے والوں نے اب گھبرا کے منہ موڑے
پتا ہے اک تلاطم اور تیغوں کی روانی ہے
کیا تھا غرقِ مال و زر کی آب و تاب نے اُن کو

بھاگی ہوئی قریشی فوج پلٹتی ہے

قریشی فوج کے بھاگے ہوئے افراد بھی پلٹے
شجاعت جاگ اٹھی ہو گیا بیدار طیش ان کا
ہوا کے ساتھ ہی اب سوراؤں نے بھی رُخ پھیرا
نمایاں رایتِ اسلام تھا افلاک پر اب تک
قضا نے دفعۃً ایسی فضا بدلی زمانے کی

ابوسفیاں بھی آیا دوسرے جلاذ بھی پلٹے
پھرا اور فوجِ مسلم پر گرا اب جیش جیش ان کا
شرارت عود کر آئی مسلمانوں کو آ گھیرا
قریشی فوج کا جھنڈا پڑا تھا خاک پر اب تک
کہ اک عورت کو جرأت ہو گئی جھنڈا اٹھانے کی

خالد کے سوار آپڑے تو کوئی ان کو روکنے والا نہ تھا۔ مسلمین خالی الذہن اور بے پروا ہو کر لوٹنے میں مصروف تھے اور ہر ایک نے جو کچھ پایا اس کے ہاتھ میں تھا
آنکھ اس پر نیزے اور تلواریں پڑنے لگیں۔ (ارشادِ انجمت)

یہ باطل کا نشان بڑھ کر اٹھایا ایک عورت نے جنوں مردانِ خونی کا بڑھایا ایک عورت نے
یہ سارا واقعہ ایسا سریع و بے تحاشا تھا زمیں آئینہ حیرت تھی فلک عبرت تماشا تھا

اکابر مجاہدین اسلام کی پامردی

وہ مسلم جو تعاقب کر رہے تھے فوجِ دشمن کا پلٹ آئے سب معلوم کرنے شور و شیون کا
ہوا کا رخ ادھر سے اس طرف پلٹا ہوا پایا مصافِ کفر و ایماں صف بہ صف پلٹا ہوا پایا
کیا تھا فوجِ دشمن نے پلٹ کر یوں ہجوم اُن پر اچانک آ پڑی ہو جس طرح بادِ سموم اُن پر
عدولِ حکم ہادی نے دکھائی تھی یہ نیرنگی فلک نے پھیر لیں آنکھیں زمیں کرنے لگی تنگی
رسول اللہ پر حملہ کرنے کے متلاشی

ابنِ قمیہ

بہت سے سازشی ارکان پتلے تھے شقاوت کے کہ دعویٰ کر کے آئے تھے محمدؐ کی عداوت کے
انہی میں اک جواں تھا ابنِ قمیہ نام رکھتا تھا نبیؐ پر حملہ کرنے کا خیال خام رکھتا تھا
مٹانا چاہتا تھا دہر سے نورِ مجرد کو بہر سو ڈھونڈتا پھرتا تھا میداں میں محمدؐ کو
محمدؐ ہی پیامِ زندگانی لے کے آیا تھا محمدؐ ہی حیاتِ جاودانی لے کے آیا تھا
محمدؐ ہی مٹانا چاہتا تھا زورِ شیطان کا فرشتوں سے بڑھانا چاہتا تھا رتبہ انساں کا
اسی کے خون کا پیاسا تھا یہ ابلیس کا بندہ اسی کی تاک میں پھرتا تھا یہ ابلیس کا بندہ

۱۔ جب ان کا جھنڈا زمین پر سرنگوں پڑا تھا اور کسی کو اس کے قریب آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی یکا یک ایسی ہوابدلی عہد بن ملقہ نام کی ایک حارثہ عورت نے اسے اٹھ کر بلند کیا۔ (خاتم الرسلین)

۲۔ جب قریش منتشر ہوئے تو ہوا پروان چل رہی تھی۔ جب قریش نے رجوع کیا اور پلٹ آئے تو دفعتاً بھجوار چلے گئے مسلمان کا رخ بچشم کی طرف تھا جبکہ وہ حب غارت میں مشغول تھے۔ (ارشادِ انکلمتہ) اُحد میں لشکرِ اسلام پر جو زور پڑی وہ تیرا اندازوں کے عدولِ احکم کے باعث تھی۔ (تاریخ الامران)

حضرت مصعبؓ پر ابنِ قمیہ کی نگاہ بد

علمبردار مصعب بن عمیر اللہ کے غازی
 رسول اللہ سے قدرے مشابہ تھا جمال اُن کا
 ہلاکت گاہ میں اٹھتا تھا جس جانب قدم ان کا
 مجاہد غازیوں کا پائے استقلال قائم تھا
 یہ منظر دیکھ کر میدان میں مصعبؓ کی بسالت کا
 تھا ارماں کعبہ مقصود کو مسمار کرنے کا
 نظر آئے اسے انہو میں مصروفِ جانبازی
 علم کے سائے میں خورشیدِ معنی تھا جمال ان کا
 مسلمانوں پہ سایہ ڈال دیتا تھا علم اُن کا
 کہ میدان میں یہ اسلامی علم فی الحال قائم تھا
 گماں قمیہ کے بیٹے کو ہوا شانِ رسالت کا
 تہیہ کر لیا قاتل نے چھپ کر وار کرنے کا

ابنِ قمیہ مصعبؓ پر وار کرتا ہے

بڑھایا اس نے گھوڑے کو علمبردار کی جانب
 یہ کینہ تو زرخ کے سامنے تو کیا بھلا آتا
 دغا بازی پہ رکھا جنگ کا دارومدار اُس نے
 احد میں جس نے اب تک غلبہ اسلام رکھا تھا
 علم کرنے لگا جب ہو گیا یہ ہاتھ ناکارہ
 علم تھا مگر اگر ہاتھ سے شمشیر مصعبؓ نے
 مگر اس پر بھی ایسا ہاتھ مارا ابنِ قمیہ نے
 بزمِ خود جنابِ احمد مختار کی جانب
 چلا چھپتا چھپاتا غازیوں کی زد سے کتراتا
 کیا پیچھے سے آکر بازوئے مصعب پہ وار اس نے
 وہ بازو کٹ گیا جس نے علم کو تھام رکھا تھا
 رہا باقی نہ کوئی ایک صورت کے سوا چارہ
 رہے حق کا علم اونچا یہ کی تدبیر مصعبؓ نے
 لگائی تیغ مصعب پر دوبارہ ابنِ قمیہ نے

ہوا اس ضرب سے یہ ہاتھ بھی بیکار مصعبؓ کا

شہادت سے تھا چہرہ مطلعِ انوار مصعبؓ کا

مصعبؓ کی شہادت

زمین و آسمان پر چھا گیا اللہ کا دیوانہ
علم کی جڑ دہالی درمیان گردن و شانہ
قلم ہو کر زمیں پر گر چکے تھے ہاتھ مصعبؓ کے
مگر مصعبؓ تھے قائم اور علم بھی ساتھ مصعب کے
کئے ہاتھوں کے دونوں ٹھنڈا بچھاتی پہ آئے تھے
علم کی چھڑ دہائے دل پہ ہالا سا بنائے تھے
لہو گرتا تھا جیسے ہو کوئی رنگین فوارہ!
مگر فرصت کے تھی کون کرتا اُس کا نظارہ
مجاہد تھے گرفتار اپنے اپنے جال کے اندر
علم کی چھڑ پہ گردن اور علم تھا ایک شانہ پر
عجب انداز سے مصعبؓ تھے اب مشہد میں استادہ
نہ دل امداد کا جو یا نہ خواہاںِ رحم تھا
دم آخر تک اپنا فرض ادا کرنے پر آمادہ
زباں پر نغمہ تکبیر چہرہ پر تبسم تھا

اسی عالم میں پھر اک ہاتھ مارا ابنِ قمیہ نے

علمبردارِ حق کا سر اتارا ابنِ قمیہ نے

۱۔ مصعبؓ بن عمیر جو آنحضرتؐ سے صورت میں مشابہ تھے علم اٹھائے ہوئے تھے۔ ابنِ قمیہ نے ان کو شہید کر دیا۔ (سیرت النبی) لشکر اسلام کے حامل نواہ مصعبؓ بن عمیر تھے۔ جب مسلمانوں نے ردگردانی کی تو وہ ثابت قدم رہے اس وقت ابنِ قمیہ اس سوار نے ان کو دیکھا اور ان کے دست راست پر تلواری کہ ہاتھ جدا ہو گیا۔ مصعبؓ نے علم کو دست چپ میں لے لیا۔ تب اس نے دست چپ بھی قطع کیا تو وہ علم پر بھکے اور اس کو اپنے کئے ہوئے بازوؤں کے ساتھ سینے سے لپٹا دیا۔
۲۔ مصعبؓ بن عمیر ہاشم بن عبد مناف کے پوتے اور شایقین اسلام میں سے تھے۔ آپ نہایت صاحبِ جمال اور تبلیغ اسلام کرنے والوں میں درجہ رکھتے تھے۔ اسلام لانے سے پیشتر جامعہ زمینی کے لئے مشہور تھے اور اسلام لانے کے بعد یہ حال تھا کہ موناکسل بمشکل پہننے کو ملتا تھا۔ ہجرت سے پہلے جب مدینہ منورہ سے کچھ لوگ مکہ پہنچے اور آنحضرتؐ کے ہاتھ پر بیعت کی اور خواہش کی کہ احکام اسلام سکھانے کے لئے کوئی معلم ان کے ساتھ کر دیا جائے تو سرکارِ دو عالمؐ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر ہی کو اس خدمت پر مامور فرمایا۔ آپ مدینہ میں آکر اسعد بن زرارہؓ کے مکان پر ٹھہرے جو مدینہ کے نہایت معزز رئیس تھے۔ حضرت مصعبؓ کا روزانہ معمول تھا کہ ایک ایک گھر کا دورہ کرتے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے اور قرآن مجید پڑھ کر سناتے ان کی کوشش سے رفتہ رفتہ مدینہ کے قباک تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔ غزوہ بدر میں بھی علمبرداری کا منصب مصعبؓ ہی کے سپرد تھا۔ غزوہ احد میں بھی ان ہی کو یہ منصب ملا۔ آپ کی صورت آنحضرتؐ سے ملتی جلتی تھی اور اسی شبابت کی وجہ سے ہی ابنِ قمیہ نے ان کو شہید کر دیا۔ (دیکھو ابنِ اُتخ اور طبقات ابنِ اسعد)

سر سجدہ گزار اس طرح اُترا فرش کے اوپر صدائے ربی الاعلیٰ کی گونجیں عرش کے اوپر

جھکا لہرا کے فرشِ خاک کی جانب تنِ خاکی

اٹھا افلاک کی جانب غبارِ نورِ افلاکی



باب ہشتم

شہادتِ رسولؐ کی افواہ --- اُحد میں قیامت

شیطان کا دعویٰ باطل

ادھر اک قہقہہ گونجا دہانِ ابنِ قمیہ سے زبانِ شیطان کی چیخی زبانِ ابنِ قمیہ سے
 کہ لوگوں دیکھو آؤ میں نے کس کا سراتارا ہے محمدؐ کو، مسلمانوں کے پیغمبرؐ کو مارا ہے
 میرے ہاتھوں نے آخر قتل کر ڈالا محمدؐ کو بجھایا میں نے پھونکوں سے چراغِ نورِ سرمد کو
 یہ کہتا اور خوشی سے ناچتا جاتا تھا دیوانہ کیا ہو جس طرح کوئی بڑا ہی کارِ مردانہ

خبر یا صاعقہ

اگرچہ بے حقیقت تھی نہادِ بے وقار اس کی مگر آواز گونجی صورتِ صوتِ حمار اُس کی
 کسی شیطان نے میدان میں یوں اس کو دھرایا کہ اس کا قولِ بد، گوشِ مسلماناں میں پہنچایا
 صحابہ اس گھڑی ہر سو گرفتارِ مصائب تھے ہدف تھے خنجر و شمشیر کے اور زخمِ خوردہ تھے

اثر خود کردنی کا تھا کہ دل ان کے فسرده تھے

ہدف تھے خنجر و شمشیر کے اور زخمِ خوردہ تھے

۱۔ ابنِ قمیہ نے معتب بن عمیر کو حملہ کر کے شہید کر دیا۔ علمِ اسلام انہی کے ہاتھ میں تھا۔ ابنِ قمیہ نے ان کو مار کر سمجھا کہ میں نے خود رسول اللہ کو شہید کر دیا ہے۔ غالباً

اس کے مشہور کرنے سے یکا یک میدانِ جنگ میں یہ خبر اڑ گئی کہ جناب رسالتؐ شہید ہو گئے۔ (خاتم الرسلین)

۲۔ ابنِ قمیہ نے ان (معتب) کو شہید کر دیا اور غلج مچا کر آنحضرتؐ نے شہادت پائی۔ (سیرت النبی)

صحابہؓ پر اس خبر کا اثر

یہ شیطانی گجر سنتے ہی بجلی گر گئی گویا گلوئے زندگانی پر چھری سی پھر گئی گویا
 محمدؐ مصطفیٰؐ جس نے غلاموں کو رہائی دی اسی کے قتل ہونے کی صدا ان کو سنائی دی
 محمدؐ ہی کے دم سے تھا اجالا ان نگاہوں میں اسی کا روئے انور شمع تھا ہستی کی راہوں میں
 محمدؐ کی شہادت کا سنا جس وقت آوازہ بکھرتا سا نظر آنے لگا عالم کا شیرازہ
 گرے ہتھیار بازو لڑتے لڑتے تھم گئے ان کے جہاں بھی تھے قدم مٹی کی صورت جم گئے ان کے
 نگاہوں پر اندھیرا چھا گیا دل پر غبار آیا دماغ و دل میں عقل و عاشقی میں انتشار آیا

اس خبر کے مختلف اثرات

ہزاروں زخم کھائے تھے مگر یہ ضرب کاری تھی سکوت مرگ کی سی اک غشی سب پر ہی طاری تھی
 غشی تھی بے ہشی تھی خود فراموشی تھی کوئی روئے زمیں کوئی فلک کے منہ کو تکتا تھا
 ہوئی خود کردنی آئینہ حیرت چھا گئی ان پر پلٹ کر لشکرِ دشمن کی آئی آگئی اُن پر
 دکھائی تھی یہ صورتِ فتنہ مالِ غنیمت نے

کہ مارا فاتحوں کو آج دشمن کی ہزیمت نے

مسلمین کی بدحواسی

بار ایسا اٹھا تھا دید سے معذور تھیں آنکھیں دلوں میں نور لیکن خاک سے معمور تھیں آنکھیں

(سیرت النبیؐ)

ان مجاہدین غنیمت کی نسبت "متاع دینی" کا لفظ آتا ہے اور اس کی طرف انہماک اور وارفتگی پر ملامت کی جاتی ہے۔ جنگ احد میں جب اس بناء پر شکست
 کھانے لگا تو کفار کا مقابلہ چھوڑ کر غنیمت میں مصروف ہو گئے تو یہ آیت اتری۔

ترجمہ: تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طلب گار تھے اور کچھ آخرت کے۔

کچھ ایسے تھے کہ بے خود کر دیا تھا ان کو حیرت نے
نظر آئی ہوا پلٹی ہوئی فتح و ہزیمت کی
غنیمت کے فراہم کردہ ڈھیروں سے پرے سر کے
دل و دیدہ پہ ایسا چھا چکا تھا اک غبار ان کے
نظر کی آب تیری تھی حیا کی تیز تھیں دھاریں
خرد پر چھا گئی تھی ایک چادر بدحواسی کی

رفاعہؓ اور یمانؓ کی شہادت

یہ حالت تھی کہ میدان میں رفاعہؓ اور یمانؓ آئے
یہ بوڑھے تھے قتال و جنگ کی ان کو معافی تھی
یہ دونوں اک جگہ مامور تھے باہر مدینے کے
شہادت کی خریداری کو دونوں سر بکف دوڑے
محمدؐ مصطفیٰ کا نام نامی تھا زبانوں پر
عصا ہاتھوں میں بارِ عمر سے کمریں خمیدہ تھیں
احد میں ان کے حصے کی سعادت مل گئی ان کو

سبب اس شور کا دریافت کرنے ناگہاں آئے
خدا کی راہ میں اُن کی دعائے خیر کافی تھی
انہیں اس شور و غل نے کر دیا بیزار جینے سے
جہاں ارزاں ملے جنس شہادت اس طرف دوڑے
کمان و تیر بن کر جا پڑے تیروں کمانوں پر
بخٹ راست روئیں جانبِ جنت کشیدہ تھیں
شہادت لینے آئے تھے شہادت مل گئی ان کو

۱۔ بدحواسی میں اگلی صفیں پچھلی صفوں پر ٹوٹ پڑیں اور دوست و دشمن کی تمیز نہ رہی۔ (سیرت النبی)

۲۔ یمان جن کو جبل بن جابر کہتے ہیں اور رفاعہ بن قش یہ دونوں بزرگ کبیرا سن تھے۔ مدینہ کے ٹیلوں پر عورتوں کے ساتھ چڑھائے گئے تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کاش ہم رسول خدا کے ساتھ احد میں ہوتے۔ یہ کہہ کر چل پڑے اور ایسے وقت پہنچے جب مشرکین اور مسلمان باہم مخلوط تھے۔ اس وقت ان پر تلوار پڑیں۔ (ارشاد الحکمتہ)

ہوا اک دوست دستِ دوستاں ہی سے بحق واصل ۱
مگر کی دوسرے نے یہ مراد اغیار سے حاصل ۲
میان دیدہ و دل ایک پردہ تھا یہاں حائل
مسلمان تھے مسلمانوں کے ہاتھوں ہر طرح گھائل
کہاں تھی ان کو مہلت امتیازِ دوست دشمن کی
نظر آتی تھی قاتل شکل ہر اک تیغِ افکن کی
پیاپے ان پہ نیزے پڑتے تھے تلوار پڑتی تھی
مگر کھلتا نہ تھا آخر کدھر سے مار پڑتی تھی

بے خود ساکت ہونے والے

صد امیدان میں گونجی کہ اب لڑنے سے کیا حاصل
خدا کا پاک پیغمبر خدا سے ہو چکا واصل
چمک بجلی کی تھی یا صاعقہ تھا یا کوئی کڑکا
فلک تھرا گیا کچھ اس طرح دھرتی کا دل دھڑکا
یہ صدمہ ہی کچھ ایسا تھا سنانی ہی کچھ ایسی تھی
دلوں پر ابتدائے ناگہانی ہی کچھ ایسی تھی
کچھ ایسے تھے جنہیں اندوہ کے لشکر نے گھیرا تھا
جدھر آنکھیں اٹھاتے تھے اندھیرا ہی اندھیرا تھا
ہوا س و ہوش ہر حالت میں قائم رہ نہیں سکتے
محبت آشنا دردِ جدائی سہہ نہیں سکتے

فاروقِ اعظمؓ بھی سکتے ہیں

خبر سن کر شہادت پائی سردارِ دو عالم کی
پراگندہ تھی خاطر بے طرح فاروقِ اعظم کی
گرے ہتھیار سرسینے کے اوپر جھک گیا اُن کا
دماغ ازکارِ رفتہ ہو گیا دم رک گیا ان کا
نہ اب بازو میں بل تھا اور نہ پیروں میں سکت گویا
پریشاں تھے زمین و آسمان و شش جہت گویا
کھڑے تھے اک جگہ ڈوبے ہوئے بحرِ تحیر میں
یہ کروٹ ناگہانی تھی زمانے کے تغیر میں

دوست دشمن کی تمیز نہ رہی۔ حضرت حذیفہ کے والد ایمان اس کشمکش میں آگئے اور ان پر مسلمانوں کی تلواریں برس پڑیں۔ حضرت حذیفہ چلاتے رہے میرے باپ
مگر کون مانتا تھا غرض شہید ہوئے۔ (سیرت النبیؐ)

رفاء کو مشرکین نے شہید کیا۔ (ارشادِ الحکمۃ)

سارے میدان میں مشہور ہو گیا تھا کہ آنحضرتؐ شہید کر دیئے گئے۔ مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ جو جہاں کھڑا تھا سکتے میں تھا۔ (خاتم المرسلین)

سروشِ غیب سے ہم داستاں تھی جس کی گویانی غریقِ خود فراموشی ہوئی تھی اس کی نادانی
حضرت انس ابنِ نصرؓ

صحابہ میں سے انسؓ ابنِ نصر اس سمت آئے تھے وہ اس مہلک دور ہے پر عمرؓ کے رہنما نکلے
جناب انسؓ نے فاروقؓ کو اس رنگ میں دیکھا عمل کا ترک ایسے صاحبِ فرہنگ میں دیکھا
عمر سے دست و بازو روک لینے کا سبب پوچھا رُکے ہیں کس لئے میدان میں پائے طلب پوچھا
کہا وہ شمع جس کے عشق میں جلتے تھے پروانے اسے آنکھوں سے اوجھل کر دیا اس حشر برپا نے
عمر کو بھی جویوں جذبات میں کھویا ہوا پایا جناب انسؓ نے آنکھوں میں آنسو بھر کے فرمایا
کہ اچھا مان لو وہ جسمِ اطہر اب نہیں ہم میں مگر موجود اس کا دین تو ہے بالیقین ہم میں
پھر اے فاروق ہم اپنا ادائے فرض کیوں چھوڑیں خدا تو ہے ہمارے ساتھ اس سے رشتہ کیوں توڑیں
ہوا واصلِ بحق و جانِ جاں جس کام کی خاطر چلو ہم بھی کریں آغاز اس انجام کی خاطر
یہ کہہ کر انسؓ نے تلوار کھینچی بڑھ گئے آگے عمرؓ بھی جاگ اٹھے اس طرح جیسے نیند سے جاگے
چلے اٹھ کر جہاد فی سبیل اللہ کی جانب کیا عابد نے رُخ اپنا عبادت گاہ کی جانب
بڑے پھر دشمنوں کی سمت جہد و جنگ کرنے کو لہو سے نقش پائے عاشقی گلریگ کرنے کو
مقامِ معرفت میں مرحلے ایسے بھی آتے ہیں جہاں رہبرِ نقوشِ رہرواں سے راہ پاتے ہیں

۱۔ حضرت انس کے چچا (انس بن نصر) لاتے ہڑتے موقع سے آگے نکل گئے۔ دیکھا کہ حضرت عمرؓ نے مایوس ہو کر ہتھیار پھینک دیئے ہیں پوچھا یہاں کیا کرتے ہو۔ بولے اب لڑ کر کیا کریں۔ رسول اللہؐ نے تو شہادت پائی۔ حضرت انس بن نصر نے کہا ان کے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ یہ کہہ کر فوج میں گھس گئے اور شہادت پائی۔ (سیرت النبی)

وہ جن کے پاؤں اکھڑ گئے

بہت ایسے ابھی تھے جو مطلقاً جی چھوڑ بیٹھے تھے کھڑے تھے بعض بے خود بعض منہ بھی موڑ بیٹھے تھے قریشی فوج کا دل اور بھی اب بڑھتا جاتا تھا یہ دریا جوش کھا کھا کر سروں پر چڑھتا جاتا تھا کثیر افراد نومیدی سے میدان چھوڑ کر بھاگے ہزیمت خوردہ فوج قریشیاں پھر لوٹ آئی تھی جہوم یاس نومیدی نے دل کو اس طرح گھیرا خدا محفوظ رکھے ناامیدی سے مسلمان کو کہ یہ راہ طلب سے دور لے جاتی ہے انساں کو

مگروہ پیشتر سے زیادہ ثابت قدم ہو گئے

مگر ایسے بھی تھے یہ حرف جن کے گوش میں آئے لہو میں اور بھی آئی حرارت جوش میں آئے ۵ مجاہد نبی ایسے بھی تھے فوج مسلمان میں اگرچہ دوسروں سے بڑھ کے جی بے چین تھا اُن کا صدائے اُمت اُمت ان بزرگوں کی زباں پر تھی اگرچہ رنگ حیرت اس خبر سے دل پہ طاری تھا جو اس حالت میں بھی محو جہادِ والہانہ تھے

اس آواز سے عام بدحواسی چھائی اور بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ (سیرت النبی)

اس بل چل اور اضطراب میں اکثروں نے تو بالکل ہمت ہار دی۔ (سیرت النبی)

جائداد ان خاص برابر لڑتے جاتے تھے۔ (سیرت النبی)

مسلمان بدحواسی میں نایک دوسرے پر حملہ کر رہے تھے۔ تا آنکہ مسلمین نے خود بخود یہ نشانی قرار دی یعنی امت امت کا کارنا شروع کیا تاکہ مسلمان مسلمان کو پہچان سکیں حتیٰ کہ ان کے ہاتھ اپنے ساتھیوں پر وار کرنے سے رک گئے۔

زبیرؓ و عبدالرحمنؓ بوعبیدہؓ حارثؓ و عاصمؓ
خبابؓ و سہلؓ و سعدؓ و طلحہؓ سب تھے ثابت و قائم
ہے شامل ان میں ابنِ مسلمہؓ کا نام نامی بھی
معاذ ابنِ جبلؓ اور کعبؓ کا اسمِ گرامی بھی

اُن کا مقصود

ہوا میں گونج اٹھی جب خبر قتلِ محمدؐ کی
یہ مقصد تھا خداوندانِ باطل کو مٹا دینا
یہ مقصد تھا دفاعِ آدم سے ابلیسیِ خصومت کا
یہ مقصد تھا یتیموں اور ضعیفوں کی مدد کرنا
یہ مقصد تھا رہا کرنا غلامانِ مقید کو
یہ مقصد خدمتِ دیں خدمتِ اسلام کرنا تھا
اگرچہ حال اس بھونچال میں بے حال تھا ان کا
بظاہر چند تنکے تھے یہ اس سیلاب کے اندر
گھرے تھے موت میں یا موت کو گھیرے ہوئے تھے یہ
دلوں میں بس گئی تھی اور بھی تکمیل مقصد کی
یہ مقصد تھا دلوں کو نورِ حق سے جگمگا دینا
یہ مقصد تھا قیامِ اللہ واحد کی حکومت کا
شریروں کے مقابل میں شریفوں کی مدد کرنا
یہ مقصد تھا مٹانا فرقِ ابیض اور اسود کو
محمدؐ کی شریعت کو جہاں میں عام کرنا تھا
اسی مقصد کی خاطر صبر و استقلال تھا ان کا
کبھی موجوں کے سر پر تھے کبھی گرداب کے اندر
پھرے تھے قبلہ رخ دنیا کا منہ پھیرے ہوئے تھے یہ

حضرت حمزہؓ کا جلال

جلال حضرتؓ ۱ حمزہؓ مثالِ مہرِ تاباں تھا
شہادتِ گاہِ ان کی راہ میں گویا خیاباں تھا
سرِ دشمنِ جدھر اللہ کا یہ شیر بڑھتا تھا
النتی تمھیں صفیں کوئی بھی ان کے منہ نہ چڑھتا تھا

۱۔ طلبِ گارانِ شہادت نے تلواروں کے نیام پھینک دیئے اور فوجِ مشرکین میں گھس گئے ان کی زبانوں پر یہ آیہ تھی۔
وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ جَارِی تھا۔ (ارشادِ الہامیہ)

۲۔ نازکِ وقت میں تین مردِ ثابت قدم رہے۔ (تاریخِ العمران)

جہاں غالب نظر آتا تھا انبوہ قریش ان کو
 بھر کر اس پہ جا پڑتے تھے آجاتا تھا طیش ان کو
 حرارت اور بڑھ جاتی تھی ان کی التهاب آسا
 چمکتے تھے شہاب آسا جھپٹتے تھے عقاب آسا
 قدم جس سمت بڑھتے تھے انہی کے ہاتھ میداں تھا
 نظریں طیش پا کر جیش جیش ان سے گریزاں تھا
 نماز صبح سے اک رنگ تھا اس مردِ غازی کا
 یہ قربِ ظہر تھا وقت آچکا تھا اب نمازی کا

سباعِ غنہانی

سباع اک مرد طاقتور تھا قرشی نوجوانوں میں
 یہ بڑھ چڑھ کر مسلمانوں پر حملے کرتا پھرتا تھا
 یہ صورت دیکھ کر حمزہؓ نے اس کو دور سے ٹوکا
 کہا تیری بھی یہ جرأت ہے او فرزندِ خنانہؓ
 ادھر آ تیری جرأت کا مزا تجھ کو دکھا دوں میں
 یہ کہہ کر دست چپ سے آپ نے پکڑا گلا اس کا
 اٹھایا خاک سے اس طرح گویا خاک کر ڈالا
 تھے اس کے ساتھ کچھ قرشی جواں ان پر نظر ڈالی
 گنا جاتا تھا جس کا نام اونچے پہلوانوں میں
 ہوا سر میں بھری تھی دم خودی کا بھرتا پھرتا تھا
 وہ ان کو دیکھ کر سر کا تو بڑھ کر راستہ روکا
 کہ سیکھی زاغ نے بھی آج شانِ شاہبازانہ
 مقابل ہو کہ تیری اصل کا تجھ کو پتا دوں میں
 گری تلوار اُس کی جسم کانپا بر ملا اس کا
 گرایا اور لٹایا اور قصہ پاک کر ڈالا
 وہ بھاگے الحذر کہہ کہہ کے پیشِ ہمتِ عالی

وحشی غلامِ کمین گاہ

وہ سارا واقعہ گزرا تھا وحشی کی نگاہوں میں
 دبا بیٹھا تھا قاتل اپنی نیت کو گناہوں میں

حضرت حمزہؓ دودھی تلوار مارتے تھے اور جس طرف بڑھتے تھے منوں کی منیں صاف ہو جاتی تھیں۔ (سیرت النبی)

سباع غنہانی کی ماں مکہ خاتن النساء تھی۔ (ارشادِ اکملہ)

سباع غنہانی سامنے آگیا۔ پکارے کہ او خاتن النساء کے کہاں جاتا ہے۔ (سیرت النبی)

خبر لیتے تھے حمزہؓ جس گھڑی قرشی جوانوں کی وہاں وحشی کھڑا تھا آڑ لے کر دو چٹانوں کی
تعاقب کر رہے تھے حمزہؓ اک فرد فراری کا کیا وحشی نے اس دم قصد اس شیر شکاری کا
وحشی حربہ پھینکتا ہے

شہادت تھی نڈر مکاری درد باہ بازی سے غلامی کی نظر نے شست باندھی اس یگانے کی
نہ دینی دشمنی تھی اور نہ دنیاوی خصومت تھی نہ جھگڑا جاہ و ثروت کا نہ خطرے میں حکومت تھی
فقط انعام میں کچھ سکھ ہائے زر کے وعدے پر فقط بہر شکم کچھ لقمہ ہائے تر کے وعدے پر
غلام تیرہ رُونے کی اسی پر مشق صیادی جسے مد نظر تھی ان غلاموں ہی کی آزادی
ہلائی اور تولی ہاتھ میں چالاک نے برچھی نشانہ کر کے پھینکی دور سے ناپاک نے برچھی
تھی مشہور زمانہ زنگیوں کی حربہ اندازی نشانہ ناگہاں کا بن گیا اللہ کا غازی
رضائے حق یہی تھی برقصائے مشیت سے نکلی یہ برچھی ناف کے نیچے لگی اور پشت سے نکلی

حمزہؓ وحشی کا تعاقب کرتے ہیں

خدا و مصطفیٰ کے شیر پر یہ ضرب تھی کاری اگرچہ زخم کاری تھا مگر ہمت نہیں ہاری
اڑے پرواز جاں کے ساتھ حمزہؓ جانب دشمن شغال آمادہٴ رم ہو گیا جھپٹا جو شیر آغلن ۛ
کینے کی کمیں گہہ دیکھ لی تھی مرد غازی نے کیا وحشی کا پیچھا دوڑ کر شیر حجازی نے

۱۔ خود وحشی کا قول ہے کہ حضرت حمزہؓ بھیڑ کو چیر کر سباعِ نبائی کی طرف بڑھے تب میں ایک پتھر کی آڑ میں چھپا رہا اور میں نے دیکھا کہ میرے قریب ہی حمزہؓ نے اس کو
زمین پر اٹھا کر دے مارا اور قتل کر دیا۔ (ارشادِ الحکمۃ)
۲۔ حمزہؓ سباع کو قتل کر کے کسی دوسرے کے تعاقب میں تھے وحشی نے اپنی برچھی تول کر دور سے پھینکی یہ برچھی حضرت حمزہؓ کے شانے پر لگی اور پار ہو گئی۔ (تاریخ
العمران) حضرت حمزہؓ نے زخم کھا کر وحشی کا تعاقب کیا۔ (ارشادِ الحکمۃ)

ادھر وحشی بھی اپنی موت آتی دیکھ کر بھاگا بدن میں ریشہ تھا بھاگا نہ جاتا تھا مگر بھاگا

حمزہ کی شہادت

گڑھے کھودے گئے تھے جو گزشتہ رات میداں میں اجل بیٹھی تھی ان میں اب لگا کر گھات میداں میں
مڑا اک موڑ پر وحشی تو ساتھ اس کے پھرے حمزہ قدم پھسلا اچانک اک گڑھے میں جا گرے حمزہ
عقاب روح پہلے ہی سے تھا پروازِ آمادہ اڑا سوائے فلک اب چھوڑ کر یہ جسم افتادہ
یہ جنگ و حربہ و ضرب و جرات اک بہانہ تھا حقیقت میں نشانِ حق زمانے کو دکھانا تھا
بتانا تھا کرشمہ عاشقوں کے فوقِ عادت کا جمانا تھا دلوں پر نقشِ اس حُسنِ شہادت کا
زمین سے آسمان تک ایک نورانی غبار اٹھا فرشتے لے کے جانِ بندہ پروردگار اٹھا
زمین پر رہ گیا باقی فقط اک خوں چکاں لاشہ فروغِ زخم بے حد سے بہا رہے خزاں لاشہ

وحشی چھری لے کر کلیجہ نکالتا ہے

تعاقب میں نہ پایا حمزہ کو ناپاک زنگی نے یقین آیا کہ رحلت کی جہاں سے مردِ جنگی نے
وہ پلٹا ڈرتے ڈرتے غارِ مہلک کے قریب آیا تو رشکِ آسمان کو خاک پر سویا ہوا پایا
رُخِ انور پہ وہ ریشِ سفید و شاندار اُس کی شہادت سے نمایاں اور شانِ باوقار اُس کی
ڈرا وحشی کہ پھر کیا ہو اگر یہ شیر جاگ اٹھے ارادہ تھا ذرا جنبشِ نظر آئے تو بھاگ اٹھے
اٹھا کر کنکری اس سنگِ دل نے شیر پر ماری رہی لیکن شہیدِ کامراں پر بے خودی طاری
یہ دیکھا تو دلِ وحشی کو اک گو نہ قرار آیا چھری لے کر قریبِ نعش اب یہ نابکار آیا

لا زخم خوردہ حمزہ نے وحشی کا تعاقب کیا مگر ایک گڑھے میں گر پڑے اور روح پرواز کر گئی۔ (تاریخ العمران)

ہند کے لئے ہدیہ

اب اس کرتوت کا انعام لینے کو چلا ناداں
یہ قاتل تھا مگر اکسانے والی ہند تھی اس کی
قریب ہند آیا کارنامہ اپنا بتلایا
یہ مژدہ سن کے شیطانی مسرت ہند پر چھائی
قسم کھائی تھی حمزہ کا جگر کچا چبانے کی
عجب دیوانگی سی چھائی تھی اب اس قصائن پر
ابا کہتی جاتی منہ بناتی جا رہی تھی یہ
جگر تھا اس کے منہ میں خون باچھوں سے ٹپکتا تھا
نہ اترا حلق کے اندر گلے میں یہ جگر اڑکا
مری بھی نسل ہو ایسی یہ اس کا شوق بیجا تھا
ہوا ہند جگر خوار آج سے مشہور نام اس کا
پکاری واقعی تو نے کیا وحشی یہ کام آخر
ہوا برباد اسی حمزہ کے ہاتھوں سے مرامیکا

متاع بے بہا کا دام لینے کو چلا ناداں
ابوسفیاں کی زوجہ اصل میں خاوند تھی اس کی
جگر حمزہ کا دکھلایا پھر اپنا حق بھی جتلیا
خوشی میں دیونی کی طرح جھومی اور لہرائی
لہو کی پیاس تھی اور بھوک اس کو گوشت کھانے کی
تعب تھا دل وحشی کو بھی اس کے قرائن پر
جگر حمزہ کا دانتوں سے چباتی جا رہی تھی یہ
کھڑا تھا پاس وحشی اور منہ حیرت سے تکتا تھا
بالآخر اس نے اُگلا اور زمیں پر اس کو دے پٹکا
نگنا اس کو مشکل تھا یہ حمزہ کا کلیجہ تھا
مگر اترا نہ اس پر بھی جنون انتقام اس کا
ملا مجھ کو پسر کا اور پدر کا انتقام آخر
سوائے قتل حمزہ دل نہیں طالب کسی شے کا

وحشی کا قول ہے کہ میں ڈرتا ڈرتا قریب گیا اور میں نے پہلے کنکری ماری مگر حمزہ نے کوئی جنبش نہ کی تب میں سمجھا کہ روح نکل چکی ہے۔ (ارشاد الحکمہ)

۱۔ وحشی نے چھری سے حمزہ کا شکم چاک کر کے کلیجہ نکال لیا اور اس کو ہند کے پاس لے گیا۔ (ارشاد الحکمہ)

۲۔ وحشی نے ہند سے کہا اگر میں نے تمہارے باپ کے قاتل کو قتل کر دیا ہو تو کیا انعام ملے گا۔ (ارشاد الحکمہ)

۳۔ وحشی نے کلیجہ پیش کیا۔ ہند نے اس کو منہ میں ڈال کر چبانا شروع کیا۔ (تاریخ العبران)

۴۔ جگر گلے سے نہ اتر سکا اس لئے اگل دینا پڑا۔ (سیرت النبی)

چلا وحشی اگرچہ اس کا جی ہامی نہ بھرتا تھا یہ وحشی تھا مگر اب ہند کی وحشت سے ڈرتا تھا
کسی صورت تو آخر ٹالنی تھی یہ بلا اس کو شہادت گاہ کا منظر دکھانے لے چلا اس کو

ہند جسدِ حمزہؐ پر

دکھایا جا کے خطہ اس زمینِ آسمانی کا جسد جس جا پڑا تھا اک حیاتِ جاودانی کا
پڑا تھا وہ جسد آتشہ خون و خاک کے اندر کہ جس کے دبدبے کی دھاک تھی افلاک کے اندر
وہی شیرانہ صورت تھی وہی مردانہ چہرہ تھا شعاعیں مہر کی بکھری تھیں یا دولہا کا سہرا تھا
ہوا حسنِ شہادت ہند کی آنکھوں پر آئینہ کدورت اور چمکی اور بھڑکی آتشِ کینہ
شقاوت نے جو دیکھی یہ جلالت مہرِ تاباں کی بگاڑی کافرہ نے شکل اس مردِ مسلمان کی

ہند کے گلے کا ہار

نہیں بھایا شہیدانِ وفا کا رُتبہ عالی چھری سے گوشِ کاٹی اور بنی قطع کر ڈالی
لیا سینے سے دلِ سینے میں دل بھی مردہ تھا اُس کا نکالے پیٹ سے گردے عجب دل گردہ تھا اس کا
حیا کترا گئی دیکھا جو یہ کارِ سفیہانہ کہ اس عورت نے کاٹے مرد کے اعضائے مردانہ

یہ اعضا ایک رشتے میں پروئے موبہم اس نے

بنایا ہار ان کو کر لیا زیبِ گلوٹ اس نے

تاریخوں میں ہند کا لقب بکر خوار لکھا جاتا ہے اسی بناء پر ہے۔ (سیرت النبی) ہند وحشی کو ساتھ لے کر حمزہ کی لاش پر آئی اس کے دل میں اس قدر عناد بھرا تھا کہ
اس کا نڈا کیر (اعضائے مردانہ) کاٹ لے۔ (تاریخ العمران)

ہند امیر معاویہ کی ماں نے ان پھولوں کا ہار بنایا اور گلے میں ڈالا۔ (سیرت النبی)

وحشی کا انعام

اتارا طوق اپنا دے دیا انعام قاتل کو
 کہا مکہ میں چل کر اور دس دینار بخشوں گی
 چل اب چل کر یہ مژدہ ہم سنائیں اپنے لشکر میں
 پہن کر طوقِ لعنت زرد ہو کر رہ گیا قاتل
 ابھی دینار کا وعدہ تھا یعنی وعدہ فردا
 ابھی مکہ میں جانا تھا ابھی دینار ملنے تھے
 کیا محروم ایسے قہرماں سے اس کی ملت کو
 غلام آقاؤں کی خدمت کریں اور لاکھ سرماریں
 دیا تاریخ عالم نے بڑا بھاری صلہ اس کو
 خبر کیا تھی کہ آخر کو مسلمان اس کو ہونا ہے
 ملے اس جرم کے یہ اچھے خاصے دام قاتل کو
 تجھے کھانا کھلاؤں گی تجھے دستار بخشوں گی
 یہ پیارا ہار لے جا کر دکھائیں اپنے لشکر میں
 دکھا کر گرما گرمی سرد ہو کر رہ گیا قاتل
 ابھی دستار کا وعدہ تھا یعنی وعدہ فردا
 ابھی سارے جہاں سے لعنتوں کے مار ملنے تھے
 صلہ یہ کچھ ملا پھر بھی نہ سمجھا اپنی ذلت کو
 نصیب ان کو ہوا کرتی ہیں پھٹکاریں ہی پھٹکاریں
 خطاب ”قاتلِ حمزہ“ قیامت تک ملا اس کو
 لہو کے آنسوؤں سے عمر بھر یہ داغ دھونا ہے

چند سرفروشانِ اسلام کا ثبات

شہادت پانے والے پاگئے دل کی مرادوں کو
 ادھر قتلِ نبیؐ کا اٹھتے ہی میدان میں آوازہ
 فقط گنتی کے چند اصحابِ محو سرفروشی تھے
 شہادت ہی کے طالب تھے یہ سب نام آور و نامی
 سبقِ حبِ نبیؐ کا دے گئے عالی نہادوں کو
 پریشاں ہو گیا تھا غازیانِ دیں کا شیرازہ
 شہادت کے تمنائی تھے وقفِ سخت کوشی تھے
 حیاتِ تازہ کی آغاز تھی یہ نیک انجامی

۱۔ ہندو نے اپنے کپڑے اور زپور وحشی کو انعام دیا اور گھر پہنچ کر ان کے علاوہ دس دینار دینے کا وعدہ کیا۔ (خاتم المرسلین)

۲۔ وحشی کو آزادی نصیب ہوئی مگر چند ہی روز میں کہیں پناہ نہ ملتی تھی۔ (خاتم المرسلین)

خبر سن کر رسول اللہ کے مقتول ہونے کی
سمجھتے تھے کہ آنے والا ہے روزِ حساب آخر
قریشی فوج ان شیروں پہ گرتی تھی دلیرانہ
یہ کرتے جا رہے تھے وارِ شمشیرِ دودستی کا
دلوں میں انتہائی فکر تھی مسئلہ ہونے کی
خدا کے سامنے دیں گے بھلا ہم کیا جواب آخر
مگر خائف نہیں ہوتی تھی ان کی خوئے شیرانہ
ہوئے خود سری منہ دیکھتی جاتی تھی پستی کا

نگاہِ ہادیِ اسلام

نگاہِ ہادیِ اسلام ہر آئینہ شاہد تھی
مسلمانوں کے ہاتھوں فوجِ قرشی کی ہزیمت تھی
ادھر ٹیلے سے ہٹنا اپنے تیر انداز دستے کا
نبی کا حکم سن کر بھولنا یا بھول ہو جانا
ادھر سے ناگہانی ضربِ خالد کے سواروں کی
مسلمانوں میں اکثر کا حواس و ہوش کھو جانا
بہم اک دوسرے پر وار کرنا اہلِ ایمان کا
اقلیت کی لیکن استقامت جاں نثاری پر
اشاروں میں بتایا تھا جو راز اب کھلتا جاتا تھا
یہاں ایمان کو ٹکنا تھا میزانِ محبت میں
یہاں نو مسلموں کو مشق کرنی تھی قواعد کی
قضا کا سامنا تھا اور جانِ ہر مجاہد تھی
حصولِ فتح بھی غفلت پئے مالِ غنیمت تھی
جسے تفویضِ سدِّ باب تھا خالد کے رستے کا
فریضہ چھوڑ دینا لوٹ میں مشغول ہو جانا
سنائیں دشمنوں کی اور جانیں جاں نثاروں کی
متاعِ دینی پاتے ہی غفلت کوش ہو جانا
فرو ہو کر پلٹنا از سر نو سدِّ طوفاں کا
یہ سارے واقعات آئینہ تھے محبوبِ باری پر
کہ داغِ غفلتِ ملت لہو سے دھلتا جاتا تھا
بشر کا حوصلہ کھلنا تھا اعلانِ محبت میں
دکھائی تھی یہاں افتادِ وقتِ نامساعد کی

ماس بن عبادہ بن فضالہ اور خارجہ بن زید بن ابی زہرہ و اوس بن غنم و قثم و امیہ بن مغیرہ وغیرہم آواز بلند لوگوں کو پکارتے تھے اور کہتے تھے اگر حضور شہید ہو گئے اور
کوشِ چشم سے دیکھتے ہیں تو ہمارا کوئی عذر پیش خدا قبول نہیں ہو سکتا۔ (العمران)

یہاں گر گر کے ناپختوں کو پختہ کار ہونا تھا
 کھڑے تھے اسلحہ در بر رسول پاکؐ میدان میں
 ابھرتا ڈوبتا ہو جس طرح گرداب میں تنکا
 ہٹاتا اور ہنکاتا تھا ہجوم قرشیاں اُن کو
 یہیں تو لشکرِ اسلام کو تیار ہونا تھا
 نظر آتی تھی ہر سو اتری فوج مسلمان میں
 گروہِ شرک میں یہ حال تھا ہر مردِ مومن کا
 قدم رکھنے کی مہلت تھی نہ زیرِ آسمان اُن کو

اس افتاد کے وجوہ

ہزار افراد اس میدان میں آئے تھے مدینے سے
 وہ سب غدار، بزدل، وہ کہنے اور بے ہمت
 وہ صف بندی سے پہلے ہی شگونِ ناموافق تھے
 ابھی آغاز بازی تھا کہ وہ چوگان سے نکلے
 بقیہ سات سو اصحاب سب تھے صادق الایمان
 رہے جب تک یہ قائم اپنے ہادی کی ہدایت پر
 بظاہر تو یہ چھوٹی سی جماعت بے بضاعت تھی
 یہ زندہ معجزہ تھا صاحبِ روزِ شفاعت کا
 مگر جب سر اٹھایا فتنہ مالِ غنیمت نے
 نبیؐ کے قتل ہونے کی خبر نے ہمتیں توڑیں
 سنانی ہی کچھ ایسی تھی حواس و ہوش کھو بیٹھے
 فقط ستر مجاہد رہ گئے تھے معرکہ آراء
 مگر ان میں تھے پورے تین سو معمور کینے سے
 کہ جن کی زیست بھی لعنت تھی جن کی موت بھی لعنت
 مسلمانوں میں شامل تھے مگر کامل منافق تھے
 ابھی تیغیں نہ نکلی تھیں کہ وہ میدان سے نکلے
 ہوئے جو معرکہ آراء بروئے لشکرِ شیطان
 خدا ہر آئینہ موجود تھا ان کی حمایت پر
 مگر سارے زمانے کے مقابل اک جماعت تھی
 بکھیرا اس نے شیرازہ ہزاروں کی جماعت کا
 ظفر کا منہ دکھا کر آیا ان کی ہزیمت نے
 کثیر افراد نے پٹھیں خدا کی راہ سے موڑیں
 غنیمت کیا ملی امید ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے
 مقابل اس گھڑی جن کے جہان کفر تھا سارا

۱۔ ابن ابی اور اس کے ساتھی منافق جو جنگ کے شروع ہونے سے پہلے ہی بہانہ بنا کر گھروں کو واپس چلے گئے۔ (مصنف)

گھرے تھے قاتلوں میں موزیوں میں بدنہادوں میں
 جگر پرخوں تھے سب کے سوزشِ داغِ جدائی سے
 یہ نازک مرحلہ محتاج تھا جس کی قیادت کا
 کہاں تھا وہ امام المرسلین وہ ہادی اعظم
 جہاد و سعی و کوشش تک وہی تھا پیشتر ان کا
 مگر مالی غنیمت پر گرے جب ٹوٹ کر غازی
 جہاد اس کا تھا بہرِ دیں یہ دنیا پر ہوئے مائل
 قوانینِ محبت سخت ہیں غفلت کے بارے میں
 یہ پائی غفلت یک لحظہ کی پاداش امت نے
 اسی دن دستِ حق شامل تھا باطل کی ہزیمت میں
 صحابہ ڈھونڈتے پھرتے تھے ہر سو اپنے ہادی کو
 پڑے پردے نگاہوں پر ہوئے معذور آنکھوں سے
 وہ مہرِ آشکارا تھا نظر آتا نہ تھا ان کو
 بہت پر درد تھی اخلاص مندوں کی پریشانی
 ادھر قلب و جگر کو ناپتی تھیں ان کی شمشیریں

لہو کا آخری قطرہ بہانے کے ارادوں میں
 شکستہ دل تھے لیکن کام تھا جنگ آزمائی سے
 احد کی سرزمین پر شور تھا جنگ آزمائی کا
 کہاں تھا وہ پناہ بے کساں وہ نازشِ آدم
 اسی کا دم قدم تھا آسرا ہر مردِ مومن کا
 نظر آیا نہ یہ جذبہ اسے شایانِ جانبازی
 میانِ دیدہ و دل ایک پردہ ہو گیا حائل
 کہ غفلت چھوڑتی ہے کشتیوں کو لاکے دھارے میں
 کہ کھائی اپنے ہاتھوں ہی شکستِ فاش امت نے
 شمولیت نہ کی اس نے مگر مالی غنیمت میں
 کئے دیتے تھے اپنے خون سے رنگین وادی کو
 کہ اوجھل ہو گیا تھا دو جہاں کا نور آنکھوں سے
 وہ جلوہ جلوہ آراءِ نظر آتا نہ تھا ان کو
 یہ دل غرقِ جدائی تھے ادھر تیغوں کی طغیانی
 ادھر آنکھیں تھیں فرطِ رنج سے حیرت کی تصویریں

۱۔ جاں نثارانِ خاص برابر لڑتے جاتے لیکن نگاہیں سرورِ عالم کو ڈھونڈتی تھیں۔ (سیرت النبی)

۲۔ حضرت علیؑ اور دشمن کی صفیں الٹتے جاتے تھے لیکن کعبہٴ مقصود رسول اللہ کا پہنچ نہ سکتا تھا۔ (سیرت النبی)

ابن قمیہ کے دعوے پر ابوسفیان کا شک

زبان ابن قمیہ پر تھا نعرہ شادمانی کا
وہ میں ہوں آج میں نے روز کا جھگڑا چکایا ہے
سپہ سالار ابوسفیاں مگر تھا بے قرار اب تک
اگرچہ ناگوارا تھی محمدؐ کی حیات اس کو
خدا جس کا نگہباں ہو فرشتے جس کے رکھوالے
پچانا چاہتا تھا بات کچھ پچتی نہ تھی دل میں
محمدؐ ہی کو یہ بھی ڈھونڈتا پھرتا تھا میداں میں
نہ مقتولوں میں اس نے جسم اطہر کا نشان پایا

سناتا پھر رہا تھا حال اپنی پہلوانی کا
مرے ہی بازوؤں نے کعبہؑ مقصود ڈھایا ہے
نظر آتی تھی اس کو باغِ عالم میں بہار اب تک
مگر ممکن نظر آئی نہ یہ شکلِ ممات اس کو
اسے یہ بے حقیقت ابن قمیہ قتل کر ڈالے
خبر ایسی عظیم الشان تھی جیتی نہ تھی دل میں
مگر کوئی پتہ ملتا نہ تھا گنجِ شہیداں میں
نہ اس میداں میں اس کو زخمیوں کے درمیاں پایا

کعب بن مالک حضورؐ کو پہچانتے ہیں

یہ نازک وقت تھا اسلام کے عالی اساسوں پر
نبیؐ کو ڈھونڈتے تھے اور تیغیں منہ پہ کھاتے تھے
صحابہؓ میں جو یوں ثابت قدم تھے جاں نثاری پر
لباسِ جنگ پہنے خود برسر تھا زرہ در ۲ پر
نگاہِ کعب نے دیکھی نرالی شانِ پیغمبرؐ

سروں سے خون بہہ بہہ کر ٹپکتا تھا لباسوں پر
خبر اس کعبہؑ مقصود کی لیکن نہ پاتے تھے
نگاہِ کعبؓ اُن میں سے پڑی محبوبِ باریؑ پر
وہ ہادی وہ شفیع انس و جاں کونین کا سرور
ہزاروں حملہ آور اور تنہا جانِ پیغمبر

۱۔ ابوسفیاں ابو عامر فاسق کو اپنے ساتھ لے کر قتل میں پھرتا تھا تا کہ رسول خدا کے جسم اطہر کو تلاش کرے۔ (ارشاد الحکمۃ)

۲۔ سب سے پہلے کعب بن مالک کی نظر پڑی۔ (سیرت النبی)

۳۔ احد میں جب ایک حشر برپا تھا اور مسلمانوں کا لشکر پر اگندہ ہو گیا تھا آنحضرت کو ایک بالشت جگہ سے ہٹے نہ دیکھا گیا۔ آپ برائے امداد اسی طرح قائم تھے۔ حالانکہ ہر طرف تیر برس رہے تھے اور تلواریں چل رہی تھیں۔ (ارشاد الحکمۃ) آپ کے سر پر مغفر تھا اور بدن مبارک پر دوہری زرہ تھی۔ (تاریخ العبران)

کہاں؟

جہاں ہر اک قدم پر کاسہ ہائے سر لڑھکتے تھے جہاں فرش زمیں گلرنگ تھا خونِ شہیداں سے
 جہاں اک اک لعین ممتاز تھا فرعون و ہاں سے جہاں اس جرم پر جاں چھین لی جاتی تھی انساں کی
 جہاں وہ پوجا نہیں کرتا بتوں کی اور شیطان کی جہاں لوہے کے سینوں میں نہاں تھے دل بھی لوہے کے
 جہاں تھے آلہ ہائے قتل بھی قاتل بھی لوہے کے جہاں غصہ تھا کینہ تھا عداوت تھی درشتی تھی
 جہاں مقصود حملہ آوری تھی دھینگا مشتی تھی جہاں گرز اژدھاؤں کی طرح لہرا کے گرتے تھے
 جہاں سُر کو توڑ کے اور مغز سر کو کھا کے پھرتے تھے جہاں آتی تھیں چاروں سمت سے تیروں کی بوچھاڑیں
 جہاں اٹھتے تھے نعرے اس طرح ہاتھی کی چنگھاڑیں وہیں وہ مظہرِ حق تھا ثباتِ معجزانہ تھا
 جہاں اٹھتے تھے نعرے اس طرح ہاتھی کی چنگھاڑیں بنائے آسماں بھی جس زمیں پر ڈگر گاتی تھی
 وہی شان و وقار و شوکتِ پیغمبرانہ تھا خوشی تھی فتح کی اس کو نہ کوئی غم ہزیمت کا
 محمدؐ تھا کہ اس کے پاؤں میں لغزش نہ آتی تھی ادھر سے تیر آتے تھے ادھر سے تیر آتے تھے
 مثالِ عرش قائم تھا قدم اس کی عزیمت کا طوافِ نور کرتے اور قرباں ہوتے جاتے تھے

کعبؐ نے کیا دیکھا

فلک پر مہر کو محبوب کرتا تھا جلال اس کا عیاں تھا خود سے دُہری زرہ سے بھی جمال اس کا
 اسی کے نقش پا پر چل رہے تھے ہم رفیق اس کے قریب اس کے تھے جو جنگ گنتی کے رفیق اس کے
 وہ شمعِ خیر تھے یہ اہلِ خیر اس کے تھے پروانے علیؑ و طلحہؑ و سعدؑ و زبیرؑ اس کے تھے پروانے
 وہ ایماں تھا کئے دیتے تھے یہ جانیں نثار اس پر یہی چاروں طرف قربان تھے پروانہ وار اس پر

یہ رہ جاتے تھے اکثر قاتلوں کی فوج میں گھر کر مگر پھر مرکز اصلی پہ آ جاتے تھے یہ پھر کر
یہ فوجوں کو ہنکاتے مارتے تھے اور ہٹاتے تھے یہ موجوں میں شاور کی طرح غوطے لگاتے تھے
بہا کر دور لے جاتی تھی اُن کو ان کی جولانی! کہ پورے زور پر تھی اس جگہ دریا کی طغیانی

میدان میں شانِ نبوت

مگر ہر آئینہ میدان میں قائم ثابت آزادہ تن تھا نظر آتا تھا وہ عبداللہ کا دلدادہ
سنا اس نے بھی اپنے قتل ہو جانے کا آوازہ بکھرتا اس نے دیکھا اپنی جمعیت کا شیرازہ
نظر آتا تھا نوخیزوں کا میدان چھوڑ جانا بھی سکوت بے خودی بھی اور پٹھیں موڑ جانا بھی
ثبات و صبر والوں کی بھی شانیں دیکھتا تھا وہ رہیں جاں نثاری چند جانیں دیکھتا تھا وہ
وہ ہر لحظہ شہادت دیکھتا تھا اپنے یاروں کی بہر سوز پر خنجر گردنیں تھیں ان کے پیاروں کی
خبر تھی اس کو دشمن ہیں اسی کے خون کے پیاسے اسی کا نقش کرنا چاہتے ہیں محو دنیا سے
جہاں میں جن کے رتبے وہ دوبالا کرنے والا تھا نگاہ و قلب میں جن کے اُجالا کرنے والا تھا
وہ سب اندھے نظر آتے تھے اس کے نور کے درپے جہالت کی یہ آندھی تھی چراغ نور کے درپے

پیغمبرانہ عزم و تاثر

یہ ایسا مرحلہ تھا جس میں دعوے ٹوٹ جاتے ہیں اکھڑ جاتے ہیں میدان سے قدم جی چھوٹ جاتے ہیں
فلک نے بارہا انسان کو جنگ آزما پایا نہ قائم اس طرح کوئی محمدؐ کے سوا پایا

۱۔ حال یہ تھا کہ آپؐ کے جاں نثار آپؐ کے پاس سے لڑتے اور دشمن کو ہٹاتے دور چلے جاتے تھے۔

وہ قلب مطمئن خاطر بہم اوّل سے آخر تک
مسلمانوں کا اک اک زخم تن تھا داغ دل اس کا
دل ہمدرد اس کا ہر کسی کا درد سہتا تھا
تن ہر مردِ مومن پر جو دشمن وار کرتے تھے
مگر وہ تھا بہ اطمینان اپنے حال پر قائم
یہ سب وہ کس لئے سہتا تھا اک اسلام کی خاطر
نگاہوں نے ابھی تک یہ کمال اس کا نہ دیکھا تھا
وہ طبع مستقل ثابت قدم اول سے آخر تک
بہارِ زخم امت سے چمن تھا باغِ دل اُس کا
مگر منہ سے سوائے شکر وہ کچھ بھی نہ کہتا تھا
ادھر سر پر نہ آتے تھے ادھر دل میں اُترتے تھے
اسی پیغمبرانہ عزم و استقلال پر قائم
بشر کے امن اور توحید کے پیغام کی خاطر
کہ دیکھا تھا جمال اس کا جلال اس کا نہ دیکھا تھا

کعب بن مالک کی صدا

نگاہِ کعب بن مالک پڑی جب قدر والا پر
مگر وہ حق نما آنکھیں مگر وہ باحیا آنکھیں
انہی آنکھوں سے چشمِ کعب نے حضرت کو پہچانا
خبر شیطان نے جس کے قتل ہونے کی سنائی تھی
چھلک اٹھا خوشی کے جوش سے غازی کا پیانا
نوید اے طالبانِ جلوہ مطلوبِ ربانی
نوید اے تشنگانِ شربت دیدارِ ادھر آؤ
یہاں آؤ یہاں موجود وہ فخرِ امامت ہے

وجودِ پاک پر زرہیں جھلم تھا روئے زیبا پر
جھلم سے تھیں نمایاں مظہرِ شانِ خدا آنکھیں
خدا کا نور دیکھا آیۂ رحمت کو پہچانا
خدا نے پھر اسی محبوب کی صورت دکھائی تھی
صدا اُٹھی زبانِ کعب سے بے اختیارانہ
خدا کے فضل سے موجود ہیں محبوبِ سبحانی
ادھر آؤ ادھر ہیں جلوہ گاہ سرکارِ ادھر آؤ
ہماری زندگی کا آسرا زندہ سلامت ہے

کعب نے پہچان کر پکارا مسلمانوں رسول اللہ ہیں۔ (سیرت النبی)

آپ نے کعب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ (تاریخ العبران)

شمع نبوت کے پروانے

رسول اللہ نے دیکھا رنگ اس اخلاص کوشی کا
صدائے کعب گونج اٹھی مگر کہسارِ میدان میں
صحابہ منتشر تھے معرکہ گہ میں بھٹکتے تھے
صدائے کعب ہاتف کی طرح اب کان میں آئی
سمائی تازگی اس طرح اندامِ فردہ میں
رُخ امید دیکھا روشنی آئی نگاہوں میں
کھنچے عاشق اڑیں جس طرح سوئے کہریا تنکے
قلم کرتے سروں کو بازوؤں کو چھانٹتے آئے

اشارے سے کیا ارشاد ضابط نے خموشی کا
نوید زندگانی تھی یہ گوشِ اہلِ ایمان میں
زمین و آسمان کی صورتیں حسرت سے تکتے تھے
نوید آقا کی پائی جان گویا جان میں آئی
پلٹ آتی ہیں روئیں جس طرح اجسامِ مردہ میں
یقین آیا ہم اب تک ہیں محمد کی پناہوں میں
نبی کو دیکھ کر پر لگ گئے ہر مردِ مومن کے
متاعِ ضربِ کاری دشمنوں کو بانٹتے آئے

کفار کی شدت

طوافِ شمع جب کرنے لگے آ آ کے پروانے
قریشی فوج نے بھی کعب کی آواز سن پائی
نظر آیا کہ جھوٹا ادعا تھا ابنِ قمیہ کا
کیا اب سخت دھاوا پیدلوں نے اور رسالوں نے

اُسی نقطے پہ دھاوا کر دیا افواجِ اعداء نے
اُٹھ کر ہر طرف سے اب یہ آندھی اس طرف آئی
ہزاروں لعنتیں تھیں ایک ماتھا ابنِ قمیہ کا
رسولِ پاک پر انیاں جھکائیں نیزہ والوں نے

حضرت علیؓ کی جاں بازی

کیا جب قاتلوں نے قصد یوں نزدیک آنے کا
علیؓ سے امر حضرت نے کیا اُن کو ہٹانے کا

۱۔ یہ سن کر ہر طرف سے جاں نثار ٹوٹ پڑے۔ (سیرت النبی)

۲۔ کفار نے اب ہر طرف سے ہٹ کر ابھی رُخ پر زور دیا۔ (سیرت النبی)

لگی اٹھ اٹھ کے گرنے ہر طرف تیغِ یدِ الہی تو ناری پھر جہنم کی طرف ہونے لگے راہی
 گرایا خاک پر لاشے پہ لاشہ دستِ حیدر نے یہ جنگل کاٹ ڈالا بے تحاشہ دستِ حیدر نے
 پھری تھی برقِ باطل سوز تیغِ شیرِ یزداں میں لپک اٹھا تھا اک شعلہ ساتیروں کے گلستاں میں
 اگرچہ خوفِ حیدر سے تھا زہرہ آبِ دشمن کا

مگر اٹھا ہوا تھا چار سو سیلابِ دشمن کا

حضور پر تیروں کی بارش

ہٹیں ہٹ کر جمیں پھر ٹولیاں بزدل شریروں کی رسولِ پاکؐ پر ہونے لگی بوچھاڑ تیروں کی
 ادھر جسموں کی دیواریں اٹھا دیں باوقاروں نے بساطِ عشق پر جانیں بچھا دیں جاں نثاروں نے
 صحابہؓ نے دیا تیروں کا تیروں سے جواب اُن کو بتاتے تھے نشانہ آپؐ خود عالی جناب ان کو
 کمانیں تاب لاتی تھیں نہ زورِ دستِ ہادی کی مگر تھی معجزانہ شان اس فکرِ ارادی کی
 علیؑ اک سمتِ سعد اک سمتِ نہیں چورنگ کرتے تھے ابوبکرؓ و عمرؓ اک سو جہاد و جنگ کرتے تھے
 زبیرؓ و طلحہؓ تھے سینہ سپر سرکارِ عالیؑ پر یہ پروانے مٹے جاتے تھے حسنِ بے مثالی پر
 قریش اللہ کے مرسل پہ نزع کر کے آتے تھے صحابہؓ بڑھ کے تیغوں سے لپٹ کر زخم کھاتے تھے
 ادھر سے پے بہ پے تیروں کی اک بوچھاڑ آتی تھی ادھر سے ڈھال طلحہ بن عبید اللہ کی چھاتی تھی

ج. ذل کا ذل ہجوم کر کے بڑھتا تھا لیکن ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل چھٹ کر رہ جاتے۔ (سیرت النبیؐ) جب پہلا غول پڑھا تو آپؐ نے حضرت علیؑ الرضیٰ کو جو قریب کمرے تھے روکنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؑ نے بڑھ کر ان کو منتشر کر دیا۔ (خاتم الرسلین)

ج. آنحضرتؐ کے ہاتھ میں کمان تھی اور تیر مارتے تھے۔ (ارشاد النکحہ) آنحضرتؐ بھی کمان سے تیر چلاتے تھے کبھی مارتے تھے۔ (تاریخ العمران)
 ج. پہلے کمان کا چلاؤ تا حضرتؐ نے کمان عکاشہ بن حصون کو دی کہ چلا کھینچیں۔ انہوں نے زور لگایا مگر وہ پورا نہ ہوا آپؐ نے فرمایا کھینچ کھینچ کہ پورا ہو جائے گا اب کے جو کھینچا تو وہ اس قدر بڑھا کہ پورا ہو کر اور زیادہ ہو گیا۔ حضرتؐ نے پھر اس کمان سے کام لیا اب اس کا گوشہ بھی ٹوٹ گیا۔ (تاریخ العمران ارشاد النکحہ)
 ج. جاں نثارانہی چاروں طرف کے گرد پروانہ وار پھرتے تھے کوئی ایک طرف حملہ کو روکتا تھا تو کوئی دوسری طرف مگر انہو کم نہ ہوتا تھا۔ (تاریخ العمران)

یہی وہ تھے جو حامی تھے غلاموں اور ضعیفوں کے مخالف تھے شریروں کے مؤید تھے شریفوں کے

ادھر سینے تھے ان کے اُس طرف خوزیز بھالے تھے

یہ سب تھے پاپادہ اُس طرف جنگی رسالے تھے

مدینے میں شہادتِ رسول کی افواہ

کیا شیطان نے ایسا اہتمام اس کی اشاعت میں
گھروں کی بیٹیاں طاری حیا تھی موبہ موجن پر
وہ کمسن نوجواں پلٹا دیا تھا راہ سے جن کو
وہ مائیں پالتی تھیں جو گھروں میں بال بچوں کو
وہ بیوائیں نبی کے فیض پر جن کا گزارا تھا
مساکین و یتیمی جن کے سر پر تھا وہی سایہ
کیا تھا آپ نے بہر حفاظت قلعہ بند ان کو
سنا جب یہ کہ سایہ اٹھ گیا محبوب باری کا
مدینے تک بھی جا پہنچی خبر یہ ایک ساعت میں
وہ معذورین عاید تھا نہ حکم جابڈؤا جن پر
محبت تھی مگر سرکارِ عالی جاہ سے جن کو
لئے بیٹھی تھیں گودوں میں بلند اقبال بچوں کو
ضعیف افراد جن کا بازوئے حق ہی سہارا تھا
وہی تھا آسرا جن کا وہی تھا جن کا سرمایہ
مبادا آپ کی غیبت میں پہنچے کچھ گزند ان کو
نہ پوچھو اب نہ پوچھو حال ان کی بے قراری کا

بھاگ کر مدینے پہنچنے والوں کو پشیمانی

وہ مومن جو گھروں میں جا گئے تھے چھوڑ کر میدان
انہیں دیکھا گھروں کی بی بیوں نے اور ماؤں نے
دیئے ماؤں نے دھکائی بیوں نے ان سے رُخ پھیرا
ندامت سب پہ طاری تھی کہ سب تھے صاحبِ ایماں
کہ یوں پشتیں دکھادیں جنگ میں جنگ آزماؤں نے
جدھر آنکھیں اٹھیں شرم و ندامت ہی نے آگھیرا

۱۔ یہ خبر کہ حضور نے شہادت پائی مدینہ میں پہنچی اور ہر فرد کا دل دہل گیا (تاریخ العمران) عورتیں اور بچے اس خبر کو سن کر بے تاب ہو گئے اور مدینے سے نکلے (ارشادِ الحکمۃ)
۲۔ اُحد میں شہادتِ رسول کی خبر سننے کے بعد مسلمین کے قدم اکٹڑ گئے تھے ان میں بعض مدینے پہنچے لیکن وہاں عورتوں نے ان کو غیرت دلائی اور وہ پلٹ کر پھر میدان کی طرف نکلے اور حضور کو صحیح سلامت دیکھا۔ (ارشادِ الحکمۃ)

کہا ماؤں نے جاؤ اب نہ تم بیٹے نہ ہم مائیں
 لحاظِ خلق کیا ہوتا خدا سے بھی نہ شرمائے
 اسی بے آبروی کے لئے کیا تم کو پالا تھا
 پکاریں پیماں مردوں کی ہوتی ہیں یہی شانیں
 تمہیں تو ہم نے حق پر جاں فدا کرنے کو بھیجا تھا
 اگر یارا نہ تھا اسلام پر قربان ہونے کا
 یہی شرط وفا ہے کیا یہی ہے کام مومن کا
 یہ بیچارے کسی قابل نہیں ہیں بول اٹھی بہنیں
 خدا اور مصطفیٰ کی لاج سے جو مرد ہیں عاری
 حرام اُن پر ہمارا دودھ جو میداں سے بھاگ آئیں
 محمدؐ کی شہادت کی خبر سنتے ہی بھاگ آئے
 وہیں تم بھی رہے ہوتے جہاں وہ کملی والا تھا
 کہ رن میں آبرو دے کر بچا لایا کریں جانیں
 حق احسانِ پیغمبرؐ ادا کرنے کو بھیجا تھا
 تو دعویٰ کیوں کیا تھا صاحبِ ایمان ہونے کا
 کہ چھوڑا تم نے دامن اپنے آقا اپنے محسن کا
 گھروں میں چھپ کے بیٹھیں چرخکاتیں چوڑیاں پہنیں
 وہ اپنی ماؤں بہنوں کی کریں گے کیا نگہداری

سب میدان کی طرف پلٹتے ہیں

دکھائے اس طرح آئینِ غیرت نے جو آئینے
 یہ طعنے تیر و نشتر سے زیادہ کارگر نکلے
 کیا تھا فرض سے برگشتہ فرطِ یاس نے ان کو
 خدا کی راہ سے بھٹکے ہوئے پھر راہ پر آئے
 تو احساسِ خطا کے جوش سے پھٹنے لگے سینے
 نظر آیا کہ ہم تو عورتوں سے بھی بدتر نکلے
 مگر چونکا دیا اب شرم کے احساس نے ان کو
 پلٹ کر اُلٹے قدموں پھر شہادت گاہ پر آئے

جودشت و جبل میں آوارہ تھے

گمریزاں تھے جبال و دشت میں کچھ بھاگنے والے
 زبیں افتاد سے بدنام زبیں لغزش سے شرمندہ
 پڑے پھرتے تھے بیچارے گریبانوں میں سر ڈالے
 دلوں میں سوچتے تھے اب نہ مردہ ہیں نہ ہم زندہ

مسلمین شعبِ خیال میں متفرق تھے۔ ان کو بعض نے پکارا اور جہاد و جدال رسولِ یاد دلائی پس وہ پلٹے اور شاملِ غزوہ ہوئے۔ (ارشادِ الحکمۃ)

رسول اللہ کے احسان یاد آتے تھے رہ رہ کر
 اچانک معرکے سے پھر صدائے جاہدِ ذِا آئی
 کئے دیتی تھی ان کو غرق جوئے اشک بہہ بہہ کر
 دلوں میں از سر نو مژدہ لا تَقْنَطُوا آئی
 ہوا روحوں پہ طاری جذبہ کامل شہادت کا
 کہ پھر ہاتھ آگیا چھوٹا ہوا دامن سعادت کا
 یہ پلٹے اور آ کر ہو گئے پھر جنگ میں شامل
 انہیں افتاد نے اب کر دیا تھا پختہ و کامل

خاتونانِ اسلام

سماعت میں جو یہ دل ریش اخبارِ وفات آئیں
 نبی کو ڈھونڈتی تھیں اس ہلاکت خیز میداں میں
 مدینے سے نکل کر مومناتِ قانات آئیں
 لئے پھرتی تھیں اک تصویرِ حسرتِ چشمِ حیراں میں
 بہر سو زخمیاں جنگ کو پانی پلاتی تھیں
 کہیں لیکن سراغِ ساقی کوثر نہ پاتی تھیں
 شہادت اور فرزندوں کی عالی مرتبت مائیں
 دلوں میں لاتی تھیں قربان ہونے کی تمنائیں
 وہ مائیں جن کی آغوشوں نے پہلے شیرِ نر پالے
 رضا کاری سے پھر اسلام پر قربان کر ڈالے
 پدرِ شوہرِ برادرِ پسر سب اسلام پر صدقے
 خوشی سے کر دیئے تھے گھر کے گھر اسلام پر صدقے
 نہ رشتے اب نہ کوئی مامتا مطلوب تھی ان کو
 وجودِ پاکِ ہادی کی بقا مطلوب تھی ان کو
 یہ مشکیزوں میں پانی دور سے بھر بھر کے لاتی تھیں
 یہ کوثرِ طالبانِ آب کوثر کو پلاتی تھیں

حضرت اُمّ عمارہؓ

اُحد میں خد متیں جن کی بہت ہی آشکارا تھیں
 انہیں میں ایک بی بی حضرت اُمّ عمارہؓ تھیں
 بچے اسلام دے کر اپنے فرزندوں کی قربانی
 پلاتی تھی یہ بی بی زخمیاں جنگ کو پانی

۱۔ بہت سی خاتونِ اسلام جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی بالخصوص معلوم ہیں معرکہ گاہ میں پہنچیں۔ سب دخیوں کو پانی پلاتی تھیں۔
 ۲۔ اس غزوہ میں اکثر خاتونِ اسلام نے بھی شرکت کی۔ عائشہؓ اور ام سلیمہؓ اور ام المہین نے بھی خدمت انجام دی۔ (سیرت النبیؐ)

نبیؐ کی ذات پر جب جھک پڑے ایمان کے دشمن
 اسی شمعِ ہدیٰ پر جب پلٹ کر آگئی آندھی
 تھے اس کے شوہر و فرزند بھی مصروفِ جاں بازی
 ہوئی یہ شیرزن بھی اب قتال و جنگ میں شامل
 یہ اپنی جان پر ہر زخمِ دامن گیر لیتی تھی
 نظر آئی نئی صورت جو حرزِ جانِ پیغمبرؐ
 نہتی تھی مگر کرنے لگی پیکارِ دشمن سے
 اسی شمشیر سے اس نے سرِ شمشیر زن کاٹا
 جدھر بڑھتے ہوئے پاتی تھی وہ محبوبِ باری کو
 سرگردن پہ اُس بی بی نے تیرہ زخم کھائے تھے
 یہ اٹھی تھی نمازِ صبح کو تاروں کے سائے میں
 فرشتے دنگ تھے اس تیغِ ایمانی کے جوہر سے
 یہی مائیں ہیں جن کی گود میں اسلام پلتا ہے

ہوئے اس زندگی بخشِ جہاں کی جان کے دشمن
 تو اس بی بی نے رکھ دی مشکِ چادر سے کمر باندھی
 رسول اللہؐ پر قربان تھے اللہ کے غازی
 سپر بن کر لگی پھرنے وہ گردِ ہادیِ کامل
 کوئی حربہ وجودِ پاک تک آنے نہ دیتی تھی
 کیا اک لخت بڑھ کر حملہ اک بدکیش نے اس پر
 مروڑا اس کا بازو چھین لی تلوارِ دشمن سے
 ہوا اُس شیرزن کے خوف سے اعداء میں سناٹا
 پہنچتی تھی وہیں اُمّ عمارہؓ جاں نثاری کو
 مگر میدان سے اس کے قدم ہٹنے نہ پائے تھے
 نمازِ ظہر تک قائم تھی تلواروں کے سائے میں
 کہ حاضر تھی یہ جان و مال سے فرزند و شوہر سے
 اسی غیرت سے انساں نور کے سانچے میں ڈھلتا ہے

ابو طلحہ اور سعد وقاص کی تیراندازی

پیغمبرؐ کی طرف چاروں طرف سے تیر آتے تھے مگر نورِ مجسم پر پونچھا اور ہوتے جاتے تھے
 اس وقت میدان میں خود آنحضرتؐ پر یورش ہوئی۔ اس وقت ایک جاں نثار صحابیہ اُمّ عمارہؓ جن کا نام نبیہؓ تھا لوگوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ پیغمبرؐ کی ذات پر حملہ ہوتے
 کہ کمر ہانہ گیا۔ درمیان میں آکر لڑنے لگیں۔ (خاتم المرسلین)
 کمانہ اس کا شوہر اور دونوں بیٹے اُحد میں شامل اور ثابت قدم تھے۔ (ارشاد اکملہ)
 اُمّ عمارہؓ حضورؐ کے آگے پیچھے دائیں بائیں پھرتی تھیں اور آپؐ کی ذات پر جو حملہ ہوتا اس کو روکتی تھیں۔ (تاریخ العبران)

ادھر سعد و ابو طلحہ کے ہاتھوں میں کمائیں تھیں
 کرم یہ تھا کہ سر رکھ کر ابو طلحہ کے شانے پر
 ابو طلحہ کے ہاتھوں میں کمائیں پے بہ پے ٹوٹیں
 اماں دیکھی نہ دامانِ نبی کے گوشہ گیروں سے
 نبی کا ترکش ان کے پاس تھا یہ ان کی شانیں تھیں
 نشانِ حق لگا دیتا تھا تیروں کو نشانے پر
 ادھر ان خاٹیوں کی سہم جاں نے گردنیں گھوٹیں
 تو گوشوں میں چھپے سعد و ابو طلحہ کے تیروں سے

ترکش خالی ہو جاتے ہیں

مگر موجوں کا اک تانتا بندھا تھا فوجِ سرکش میں
 ابو طلحہ پکارے اے خدا کے مظہرِ عالی!
 مرے ماں باپ قرباں زد سے اب سرکارِ ہٹ جائیں
 رسول اللہ سن کر مسکرائے اور فرمایا
 یہ کہہ کر چند شاخیں دیں ابو طلحہ کو سرور نے
 یہ سوکھی لکڑیاں قلب و جگر برمانے والی تھیں
 کمائیں آخری بھی دے گئیں لیکن جواب آخر
 یہ صورت دیکھ کر اب ہو گئے لاچار ابو طلحہ
 نبی کی ذات پر اس سمت سے جو تیر آتے تھے
 کیا تیروں نے چھانی کی طرح سینہ فگار اُن کا
 ابو طلحہ نے دیکھا تھڑ گئے ہیں تیر ترکش میں
 نہیں اب تیر باقی میرا ترکش ہو گیا خالی
 ذرا سی دیر جب تک آندھیاں میداں سے چھٹ جائیں
 خدا کا نور اس عالم میں چھپنے کو نہیں آیا
 انہی شاخوں سے اب وہ تیر اندازی لگے کرنے
 قضا کے تیر بن بن کر قیامت ڈھانے والی تھیں
 یہ بیچاری نہ لائیں قادر اندازی کی تاب آخر
 رسول اللہ کے آگے بن گئے دیوار ابو طلحہ
 ابو طلحہ ہدف بنتے تھے آقا کو بچاتے تھے
 مگر خوش تھے کہ راضی ہو گیا پروردگار ان کا

۱۔ ابو طلحہ مشہور تیر انداز تھے انہوں نے اس قدر تیر برسائے کہ دو تین کمائیں ہاتھ میں ٹوٹ کر رہ گئیں۔ (سیرت النبی)

۲۔ سعد و قاسم بھی مشہور تیر انداز تھے اور اس وقت رکاب میں حاضر تھے۔ آنحضرت نے اپنا ترکش ان کے آگے ڈال دیا اور فرمایا تم پر ماں باپ قربان تیر مارے جاؤ۔ (سیرت النبی)

سعد و قاص کی تیر اندازی

قدر اندازی سعد و قاص اعجاز تھی گویا
قضا خود ان کے ہاتھوں سے قدر انداز تھی گویا
کمانداران دشمن پتھروں کی آڑ لیتے تھے
مگر پیکِ قضا اپنے ہدف کو تاڑ لیتے تھے
جہاں بھی تیر سر کوئی ہوئی آنکھیں نظر آئیں
جنابِ سعد کے ہاتھوں سے تیر بے خطا پائیں
کہیں چلہ کشوں کو جز عدم گوشہ نہ ملتا تھا
عدم کی راہ ملتی تھی مگر توشہ نہ ملتا تھا
قدر انداز کا انداز کچھ ایسا پسند آیا
نبی نے اپنا ترکش سعد کو تفویض فرمایا
کماں کی ہر کشش سے اب مبارکباد ملتی تھی
کہ تیر اُگلن کو شانِ سروری سے داد ملتی تھی

ابوسفیان پر حضرت حظلہ بن عامر کا حملہ

عجب منظر تھا ہر سو عام دھاوا تھا ہزاروں کا
عجب منظر تھا ہر سو عام دھاوا تھا ہزاروں کا
پہاڑوں کے جگر دہلا رہا تھا شورِ باطل کا
مگر چلتا نہ تھا چند اہل حق پر زورِ باطل کا
ابوسفیاں بہت بے تاب بے آرام پھرتا تھا
نبیؐ پر حملہ کرتا تھا مگر ناکام پھرتا تھا
یہ چاروں سمت اُکساتا تھا باطل کے گروہوں کو
مگر کوئی ہلا سکتا نہ تھا ان پر شکوہوں کو
کھڑا تھا پشت پر لشکر کے یہ خیل اعداء کا
کہ چشمِ حظلہ نے دور سے نامرد کو تاکا

ابوطلحہ کے پاس تیر تھم گئے اور انہوں نے کہا حضور آپ ہٹ جائیے خدا مجھے آپ پر نذا کرے۔ (ارشادِ الحکمۃ)

آنحضرت ابوطلحہ کو چوبِ خشک اٹھا کر دیتے تھے اور فرماتے تھے مار داس تیر کو ابوطلحہ اس کو کمان میں رکھ کر چلاتے تھے اور تیرِ خطانہ کرتا۔ (تاریخِ العمران) تیسری کمان بھی ٹوٹ گئی تو ابوطلحہ ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے اور تیروں کے سامنے سینہ کر دیا۔ (ارشادِ الحکمۃ) ابوطلحہ نے آنحضرتؐ کے چہرے پر اوٹ کر لی کہ آپ پر کوئی تیر گرنے نہ پائے۔ آپ کبھی گردن اٹھا کر دشمنوں کی فوج کی طرف دیکھتے تو عرض کرتے کہ آپ گردن نہ اٹھائیں ایسا نہ ہو کوئی تیر لگ جائے۔ یہ میرا سینہ حاضر ہے۔ (سیرت النبیؐ)

سرکارِ دالانے اپنا ترکش سعد و قاص کے حوالہ کر دیا۔ (تاریخِ العمران)

ابو عامر کے بیٹے حظلہ نے کفار کے سپہ سالار پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ ان کی تلوار ابوسفیان کا فیصلہ کر دے۔ (سیرت النبیؐ)

جھپٹ بھی بازوئے شاہین کی اک جستِ ضیفم تھی
ابوسفیاں کی آنکھوں میں فقط بجلی سی اک چمکی
نگاہوں نے یہ دیکھا تیغ چمکی مردِ غازی کی
گری فرشِ زمیں پر کٹ کے گردنِ اسپِ نازی کی
گرا گھوڑا ابوسفیاں کو لے کر فرشِ سنگیں پر
وہیں سے چیخ نکلی چھائی دہشت دشمنِ دیں پر
قریشی فوج کو اس نے پکارا اور دہائی دی
سپاہی دفعۃً لپکے تو یہ صورت دکھائی دی
ابوسفیاں کے سینے پر سوار اک مردِ غازی تھا
اور اس غازی کا دستِ راستِ محوِ کارسازی تھا
گرفتِ دستِ چپ میں تھی سپہ سالار کی گردن
جہنم کے لئے تھی منتظر اک وار کی گردن
مگر اس وار کی مہلت نہ دی قرشی سواروں نے
کہ جسمِ مردِ مومن چھید ڈالا نیزہ داروں نے
یہ گلزارِ جوانی آج سیرابِ شہادت تھا
بزدلِ دست و بازو فاتحِ بابِ شہادت تھا
لبوں پر مسکراہٹ تھی لباسِ سُرخ تن پر تھا
عجب رنگِ بہارِ جاوداں گلِ پیرہن پر تھا

جانِ بچی لاکھوں پائے

ابوسفیاں بھی چوٹوں کو سہلاتا ہوا اٹھا ہوا خواہوں کا شکریہ بجا لاتا ہوا اٹھا

حظہ ابن ابوعامر نے ابوسفیاں پر حملہ کیا اور اس کے گھوڑے کی گردن اڑادی۔ گھوڑا تڑپ کر گر پڑا۔ ابوسفیاں زمین پر لوٹنے لگا اور شور کرتا تھا مگر قریشیوں نے ابوسفیاں ہوں اور یہ شخص مجھے ذبح کرنا چاہتا ہے۔ (ارشادِ الحکمۃ)

حظہ شہید کر دیئے گئے۔ عین اس وقت کہ ان کا ہاتھ ابوسفیاں کا گلا کاٹنے ہی والا تھا۔ (تاریخِ العیران)

حضرت حظہ جنہوں نے سپہ سالار قریشی ابوسفیاں پر حملہ کیا اسی ابوعامر کے فرزند تھے جو احد میں قریش کے ساتھ ہو کر لڑنے آیا تھا اور جس نے انصار کو درغلانے کا وعدہ کیا تھا اور میدان میں گڑھے کھدوائے تھے۔ حضرت حظہ دل و جان سے مسلمان تھے۔ آپ نے اپنے باپ کے مقابل ٹکڑے کی اجازت چاہی مگر آنحضرت نے گوارہ نہ فرمایا کہ بیٹا باپ کو قتل کرے جنگِ مغلوبہ میں بے جگری کے ساتھ لڑے اور ابوسفیاں کو گرا کر اس کے سینے پر چڑھ گئے لیکن قتل کرنے کی مہلت نہ ملی اور ابوسفیاں کے پکارنے پر قریشی سواروں نے ان کو شہید کر دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آپ غسلِ الملائکہ کہلاتے ہیں کیونکہ آپ کی شادی روزِ احد کے گزشتہ شب میں ہوئی تھی اور آپ صبح اٹھتے ہی بغیر غسل فرمائے جہاد میں شامل ہونے کے لئے آئے تھے۔ اور اسی حالت میں شہید ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملائکہ کو دیکھا کہ حظہ کو غسل دے رہے ہیں۔ ان کی زوجہ سے پچھوایا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ چھٹی تھیں۔ اس لئے ان کا غسل ملائکہ نے دیا۔ (طبری و ابن ماجہ)

مہیا ہو گیا اک اور گھوڑا بہرِ سواری کہ گھوڑے کی سواری میں تھی مضمشر شانِ سرداری
 گئی گھوڑے کے ماتھے بچ گئی جاں خیریت گزری بڑا بے باک تھا مردِ مسلمان، خیریت گزری
 کمر میں درز چہرہ زرد تھا اور دل ہر اسان تھا اجل نے طرح دے دی ورنہ بچنا کوئی آسان تھا
 نظر آنے لگا ناکام اس کو اپنا منصوبہ پکڑتی جا رہی تھی طول یعنی جنگِ مغلوبہ
 نبیؐ کے صبر و استقلال پر اس کو تحیر تھا
 وجودِ پاک ہر حالت میں بالائے تغیر تھا



باب نہم

آفتاب اور برج عقرب

قریش کی سازشی ٹولی

کھڑی تھی ایک جانب قرشیوں کی سازشی ٹولی سپہ سالار کے ہمراز شیطانوں کے ہجولی!

یہ چاروں حملہ کرنے کے لئے گھاتیں لگاتے تھے پیہر تک پہنچنے کا کوئی رستہ نہ پاتے تھے

نگاہیں ابنِ قمیہ کی نظر آتی تھیں شرمندہ گھٹاؤں میں تھا خورشیدِ رسالت اور تابندہ

ابوسفیاں قریب آ کر ہنسا اور اس طرح بولا جواں مردو! ابھی تک تم نے تیغوں کو نہیں تولا

وہ جس کو قتل کرنے کی قسم تم سب نے تھی کھائی وہ صورت سامنے موجود ہے ہمت کرو بھائی

تمہارا صید ہے آیا ہوا گھیرے میں فوجوں کے تھپیڑے سہہ رہے ہیں اس کے ساتھی تند موجوں کے

مری تجویز یہ ہے فوج ان لوگوں کو الجھائے بڑھے بڑھ کر ہٹے ان کو نبی سے دور لے جائے

ادھر اس کے صحابہؓ پر ہلاکت خیز ریلا ہو ادھر سے جا پڑو تم سب محمدؐ جب اکیلا ہو

وہ اک ہے اور تم اتنے مقامِ شرم ہے یارو کسی ترکیب سے نورِ خدا کو گھیر کر مارو

فلاخن کے یہ پتھر اور یہ تیغ و نیزہ و خنجر کوئی تو کارگر ہو جائے گا جانِ محمدؐ پر

کڑے سونے کے پہناؤں گا میں بازوئے قاتل میں! جگہ پائے گا اس کا نام ساری قوم کے دل میں

۱۔ ابوسفیان نے ابنِ قمیہ وغیرہ سے کہا کہ نبی کو قتل کرنے والے کے ہاتھ میں سونے کے کڑے پہناؤں گا جس طرح شاہان اپنے بہادروں کو پہناتے ہیں۔
(ارشادِ الحکمۃ)

ابوسفیاں نے ان بہکے ہوؤں کو خوب بہکایا یہ کو لے بجھ چلے تھے پھر نہیں پھونکوں سے دھکایا
بجھا کر چال آگے بڑھ گیا اُن سے ابوسفیاں لگائی گھات سانپوں نے بسوئے ہادی دوراں

ابوسفیاں کی تزویریں

سپہ سالار نے اب نانبوں کو حکم پہنچائے کہ سورج ڈھل چکا قد کے برابر آگئے سائے
مگر قائم مسلمانوں کا ہے پائے ثبات اب تک کوئی بنتی نظر آتی نہیں میداں میں بات اب تک
یہی صورت اگر قائم رہی اور شام آ پہنچی تو سمجھو خود ہماری مرگ بے ہنگام آ پہنچی
ہوئے تھے منتشر جو لوگ اک جھوٹی خبر سن کر وہ پلٹے آرہے ہیں اور بھی غصے میں جل بھن کر
سلامت باکرا مت دیکھ کر سب اپنے ہادی کو پلٹ کر آنے والے پر کئے دیتے ہیں وادی کو
کوئی صورت کرو الجھا کے ان کو دور لے جاؤ گڑھے کھودے تھے راہب نے تم ان تک ان کو پہنچاؤ
شعاعوں کو اگر خورشیدِ انور سے جدا کر دو تو میں تم کو نویدِ فتح دیتا ہوں جواں مردو

قریش کا بے پناہ حملہ

یہ سن کر افسرانِ فوجی اصلی بات کو سمجھے سپہ سالار کی قابو چیانہ گھات کو سمجھے
نئی ترکیب سے اب پھر جمایا فوج والوں کو بڑھایا پیدلوں کو اور ڈپٹایا رسالوں کو
وجودِ پاک کو پھر تاک کر آگے بڑھے قاتل پیادے اور شتر اسوار قاتل گھڑ چڑھے قاتل

انصار کی فداکاری

پیغمبرؐ مسکرایا دیکھ کر اس فوجداری کو نہ جانے آج کیا مطلوب تھا محبوبِ باری کو
ہوا ارشاد کون اپنے نبیؐ پر جان دیتا ہے بشارتِ بارخِ جنت کی علی الاعلان لیتا ہے

زیاد ابن سکن آگے بڑھے اور پانچ انصاری
شہادت گاہ پر آنکھیں تصور آسمانوں پر
بسان شیر حملہ آوروں پر جا پڑے غازی
گلے تیغوں کے اوپر رکھ دیئے جانیں فدا کر دیں
اگرچہ جان قرباں ہو گئی ہر اک دلاور کی
گریں آخر زمیں پر سرخرو لاشیں شہیدوں کی
زیاد ابن سکن میں اک ذرا سی جان باقی تھی
اٹھا لائے شہید ناز کو ایمائے ہادیؑ پر
کوئی دیکھے تو یہ اعزاز شیدائے محمدؐ کا

صلہ پا کر صلاسن کر دلوں پر وجد تھا طاری
صداقت قلب میں لبیک کے نعرے زبانوں پر
شہادت کی طلب میں بے جگر ہو کر لڑے غازی
خوشی سے قیمتیں جنسِ محبت کی ادا کر دیں
صفیں لیکن الٹ ڈالیں ہجومِ حملہ آور کی
ستارے بن گئیں پیشانیاں فوراً فریدوں کی
تمنائے شہادت تھنہ دیدار باقی تھی
مقدر جاگ اٹھا جب رکھ دیا سر پائے ہادیؑ پر
کہ خواب ناز کو تکیہ ملا پائے محمدؐ کا

خاص ذاتِ اقدس پر حملہ

ہویدا تھا نبی پر حال شیطانوں کی نیت کا
رسول اللہ بیعت لے چکے تھے اہل ایمان سے
لہو میں غوطہ زن یہ بحرِ الفت کے شاور تھے

مگر منظور تھا جو بھی تقاضا تھا مشیت کا
کہ حق پر جان دیں گے منہ نہیں موڑیں گے میداں سے
جدھر بڑھتا تھا پیغمبرؐ یہ قدموں پر نچھاور تھے

۱۔ ایک دفعہ ہجوم ہوا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کون مجھ پر جان دیتا ہے۔ زیاد بن اسکن اپنے ساتھ چند انصاری لے کر اس خدمت کے لئے آگے بڑھے (سیرت النبی)
۲۔ ایک ایک نے جان بازی سے لڑ کر جانیں فدا کر دیں۔

۳۔ زیاد بن اسکن کو یہ شرف حاصل ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا لاش لاؤ اور لوگ اٹھا کر لائے تو کچھ کچھ جان باقی تھے۔ قدموں پر منہ رکھ دیا اور اسی حالت میں جان دے دی۔
(سیرت النبی) آٹھ صحابہؓ نے حضرت کے ہاتھ پر مرنے کی بیعت کی تھی۔ حضرت علیؓ زہیرِ طلحہ اور پانچ انصار میں سے حضرت ابو دجانہ حارث بن خطاب ابن
الہند زعام بن غایت اور سہیل بن کمران ان میں سے کسی کو موت نہ ہو سکی۔ (ارشاد الحکمتہ)

کیا حملہ جواب بڑھ کر نبیؐ کے جاں نثاروں نے
 قریشی فوج اس صورت سے اب پیچھے لگی ہٹنے
 تعاقب میں بڑھے سرکار بھی قرشی سواروں کے
 کھڑے تھے اک جگہ وہ سازشی تاراج کی خاطر
 گڑھے اوپر سے تھے خس پوش اندر سے بہت گہرے
 مقدر تھا یہیں پر ہو تصادم کفر و ایماں کا
 کھڑا تھا امتحانِ زورِ باطل کے لئے ہادیؑ
 دورا ہے پر کھڑی تھی گردشِ تقدیر انسانی
 اچانک ابنِ قمیہ چینتا چنگھاڑتا نکلا
 صفوں کی چیرتا للکارتا ہنکارتا آیا
 مقابل اور مخاطب ہو کے وہ اس طرح حضرتؐ سے
 ادھر یہ تیغ اٹھی اٹھ کے یہ گرنے پر ہوئی مائل
 تو گھیرے میں لیا ان سب کو دشمن کے سواروں نے
 کہ شمعِ نور سے جاں باز پروانے لگے چھٹنے
 یہ منظر دیکھ کے دل بڑھ گئے ان جاں نثاروں کے
 جہاں خندق کھدی تھی صاحبِ معراج کی خاطر
 اچانک چلتے چلتے پائے ملہم اک جگہ ٹھہرے
 کہ جس پر فیصلہ تھا قسمتِ انسان و شیطان کا
 بعدِ انتہا دے دی گئی شیطان کو آزادی
 ادھر تھا عالمِ باقی، ادھر تھا عالمِ فانی
 درندوں کی طرح سے دوڑتا منہ پھاڑتا نکلا
 لبِ ناپاک سے گستاخ لافیں مارتا آیا
 اٹھائی تیغ اس شیطان نے ابلیسِ قوت سے
 ادھر پردہ میانِ نور و آتش ہو گیا حائل

امّ عمارہؓ کی جاں نثاری

اچانک چھا گئی اک ہول کی چادرِ زمانے پر
 یہ کس نے آ کے گردن زیرِ تیغِ خونفشاں رکھ دی
 وہی با حوصلہ شایانِ ہر مدح و ثنا بی بی
 خدا جانے پڑی یہ ضرب کس ہستی کے شانے پر
 یہ کس بندی نے بنیادِ بقائے جاوداں رکھ دی
 وہی امّ عمارہ ہاں وہی حق آشنا بی بی

ابنِ قمیہ قریش کا مشہور پہلوان تھا صفوں کو چیرتا پھاڑتا آیا۔ (سیرت النبیؐ)

آنحضرتؐ کے پاس گیا تو امّ عمارہؓ نے بڑھ کر روکا۔ (سیرت النبیؐ)

وہی نوری فرشتہ تھا کہ باعجیل آ پہنچا
نبیؐ پر وار ہوتا اس نے دیکھا دوڑ کر آئی
کیا تھا وار محبوبِ خدا پر بدقوارہ نے
حیا کا معجزہ تھا جوشِ ایمان کی کرامت تھی
بڑھی اُمِ عمارہ لے کے تیغِ آبدار اس پر
یہ جرات دیکھ کر منہ ہو گیا تھا زرد کافر کا
عدو کو زخم خوردہ شیرنی کی شان دکھلا کر
شریکِ جنگ تھے اس کا پسر بھی اس کا شوہر بھی
نگہباں تھی نگاہِ رحمتِ عالم ضعیفہ کی
یہ رنگِ زخم داری شاق تھی محبوبِ باری پر

دشمنوں کی سنگ باری اور محبوبِ خدا کی زخم داری

وجودِ پاک جس نقطے پہ تھا اس وقت استادہ
سمٹ کر اک جگہ اب دشمنانِ آنجناب آئے
اگرچہ خاک کے پتلے تھے آتش تھی سرشت ان کی
بیزہری سانپ تھے نکلے بلوں سے بیچ و بل کھاتے

وہیں وہ سازشی ٹولی شرارت پر تھی آمادہ
اُبی و ابنِ قمیہ، عتبہ و ابنِ شہاب آئے
نگاہوں سے ہویدا ہو رہی تھے خوئے زشت ان کی
ہوا میں سنسناتے، پھن اٹھاتے اور لہراتے

۱۔ ام عمارہ کے کندھے پر زخم آیا۔ ام عمارہ نے بھی تلوار ماری لیکن وہ دودھری زرہ پہنے تھا۔ اس لئے وہ کارگر نہ ہوئی۔

۲۔ آنحضرتؐ نے اس کے بیٹے عمارہ کو بلایا اور اپنی والدہ کی تیمارداری کا حکم دیا۔ (ارشادِ احکمہ)

۳۔ حضرت کے قتل کا چند آدمیوں نے عہد کیا تھا اور مشرکین اس بات کو جانتے تھے اور یہ چاروں عبداللہ ابن شہاب، عتبہ بن ابی وقاص، ابنِ قمیہ اور ابنِ خلف تھے۔

(ارشادِ احکمہ)

یہ پتلے تھے مصائب کے یہ پیکر تھے شقاوت کے
یہ چاروں چار عنصر تھے جہنم کی حرارت کے
بھرے تھے جھولیوں میں ان کے پھر سنگباری کو
فلاخن کو گھماتے شور کرتے دوڑتے آئے
سیہ بختوں نے روئے مطلع انوار کو تاکا
زرہ تھی جسم اطہر پر سر اقدس پہ مغفر تھا
برائے دیدہ و دل معرفت تھے جس کے نظارے
کڑی ساعت تھی یہ آئینہ رخسار تاباں پر
شکستہ ہو گئیں سلک دُرِ شہوار کی لڑیاں
فلک تھا چشم استفسار اب کیا ہونے والا ہے
طلسم ربع مسکوں ٹوٹا معلوم ہوتا تھا
محمدؐ آخری امید تھی دنیائے حادث کی
محمدؐ ہی کی خاطر یہ بنائے زندگانی تھی
لب و دندان کہ تھے سب لایق دید و شنید اس کے
زمین پر پھول جن کے عکس تھے افلاک پر تارے
وہ شانہ جو علم بردار اصلاح زمانہ تھا

یہ رحمت کے مقابل میں مظاہر تھے عداوت کے
اٹھے تھے آج بطن ارض سے شعلے شرارت کے
نشانہ دور سے کرنے لگے محبوب باری کو
وجودِ رحمتہ للعالمین پر سنگ برسائے
جمال آرائے عالم کے لب و رخسار کو تاکا
مگر اس آفتابِ نور سے عالم منور تھا
اسی آئینہ پر چاروں نے پھر تاک کر مارے
ادھر لب ہائے نازک پر ادھر درہائے دندان پر
دو پارہ ہو لئے لب گڑ گئیں رخسار کی لڑیاں
زمین کہتی تھی شاید حشر برپا ہونے والا ہے
یہ نازک آگینہ پھوٹا معلوم ہوتا تھا
اسی کی ذات تھی آماجگہ سنگِ حادث کی
اسی کو محو کرنے کی جہاں والوں نے ٹھانی تھی
وہ لب زخمی وہ دندان مبارک تھے شہید اس کے
نظر آتے تھے خون آلودہ وہ پُر نور رخسارے
اسی پر ضرب آئی تھی کہ یہ شانہ نشانہ تھا

۱۔ ابن شہاب نے آپؐ کی پیشانی خون آلود کردی، عقبہ بن وقاص نے تابوتِ چار چکر کھینچ کر مارے جس سے آپؐ کے سامنے کے نیچے والے دو دانتوں میں سے
دائیں طرف کا دانت ٹوٹ گیا اور نیچے کا ہونٹ پھٹ گیا۔ ابن قتیہ نے رخسار مبارک کو زخمی کیا اور خود کی دو کڑیاں اندر گھس گئیں۔ (خاتم المرسلین)

۲۔ شانے کا زخم ایک مہینے سے زیادہ عرصہ تک رہا۔ (ارشادِ اکملہ)

یہ بارش پتھروں کی اور اس کا تاج پیشانی
اُدھر تھی پستی فطرت اُدھر معراج انسانی
نگاہ کرم سے اب بھی نہ چاروں پر نظر ڈالی
نبیؐ نے عرشِ اعظم کے اشاروں پر نظر ڈالی
دشمنوں کے وار اور نبیؐ کی دعائیں

اگرچہ ان میں ہر اک درپے جانِ پیہر تھا
جنوں سب سے زیادہ ابنِ قمیہ ہی کے سر پر تھا
پس پشتِ آ کے بدظن نے تولا تیغِ عریاں کو
کہ زخمی اور غافل اس نے جانا نورِ عرفاں کو
وہیں راہب کی کھدوائی ہوئی پوشیدہ خندق تھی
نہیں خندق نہ تھی صدمے کی شدت سے زمیں شق تھی
جونہی یہ کھینچ کر سرکار پر تیغِ دوم آیا
وہیں ملہم کا اس خس پوش خندق پر قدم آیا
گڑھا کھودا گیا تھا جان لینے کے ارادوں سے
مگر وجہ حفاظت بن گیا ان بدنہادوں سے
یہاں بھی گاڑ رکھی تھیں سنائیں نیزہ و خنجر
ہوا مجروح ان سے بھی وجودِ پاک پیغمبرؐ
یہ جو کچھ بھی ہوا ایسا سرِ بے و ناگہانی تھا
زمانہ یہ نہ سمجھا آج باقی تھا کہ فانی تھا
ہدف تھی اس طرح جانِ دو عالم چیرہ دستی کی
کہ چلتے چلتے نبضیں رک گئیں دنیائے ہستی کی
فلک پر مہر آراء اور زمیں پر گلِ فردہ تھے
جبیں رخسار و دندان و حشیانہ زخم خوردہ تھے
اگرچہ زانوؤں پر زخمِ ضربیں ساق پر آئیں
دعائیں ہی زبانِ مصدر اخلاق پر آئیں
رُباعیہ شکستہ تھی لبوں سے خون بہتا تھا
دعائے خیر کرتا تھا محمدؐ اور کہتا تھا

ابنِ قمیہ نے رخسارِ مبارک پر پتھر مارا ساتھ ہی تلوار کا وار کیا اس وقت آنحضرتؐ ان گزموں میں سے ایک میں ہو رہے جو ابو عامر نے رات کو کھدوائے تھے۔
(ارشادِ الٰہی)

دونوں رانیں مضروب و مجروح ہو گئیں۔ ساقِ مبارک پر زخم آئے (تاریخِ العمران)
رباعیہ ثنائیہ اور انیاب کے چھ کے چار دانت ان میں سے ایک دانت نیچے کاٹا گیا۔ (تاریخِ العمران)
آپؐ کی زبان پر یہ الفاظ تھے اے خدا میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ بے خبر ہیں۔ (سیرت النبی)

کہ اے پروردگار آمرزگار ان کو معافی دے نہ کر ان کی خطاؤں کا شمار ان کو معافی دے
نہیں ابھری ابھی یہ قوم جاہل اپنی پستی سے خداوند یہ بندے بے خبر ہیں رازِ ہستی سے
نہ دیکھ ان کے عمل اپنے کرم ہی پر نظر فرما الہی بخش دے ان کو الہی درگزر فرما

رفیقانِ نبوت

یہ نازک وقت آخر ٹل گیا انسان کے سر سے جہانِ زندگی قائم رہا لطفِ پیمبرؐ سے
نبیؐ کے جاں نثار اب تک گھرے تھے فوج کے اندر نظر آتی تھیں یہ تیغیں رواں ہر موج کے اندر
ادھر یہ سانحہ گزرا ادھر ان کے قدم پلٹے اُسی خندق کی جانب یک بیک عالی ام پلٹے
جونہی آیا وجودِ صاحبِ لولاک خندق میں وہیں اترے جنابِ بوترا ب پاک خندق میں
ابوبکر و عمرؓ پہنچے عبیدہؓ بھی ادھر آئے علیؓ کے ساتھ ہی طلحہؓ بھی خندق میں اتر آئے
زمینِ مدہوش تھی بھولا تھا گردشِ گنبدِ گرداں بدستِ سرورِ کونین تھا دستِ شہِ مرداں
جنابِ طلحہ کے بازو سہارا دیتے جاتے تھے ید اللہ رفعتِ صد عرش کو اوپر اٹھاتے تھے
وہ رشکِ ماہِ کنعاں جب نکل کر چاہ سے آیا زمانہ ہوش میں آوازِ بسم اللہ سے آیا
لیا جہرمٹ میں پھر اپنے نبیؐ کو جاں نثاروں نے بگردِ ماہِ اک ہالہ بنا ڈالا ستاروں نے
بجان و روح مشتاقاں بہت نازک تھیں یہ گھڑیاں کہ رخسارے میں جم کر رہ گئی تھیں خود کی کڑیاں
لبوں پر ضرب تھی دُرہائے دندان بھی شکستہ تھے زباں الحمد کہتی تھی دہانِ زخم بستہ تھے

عہدِ حضرت علیؓ نے فوراً پکڑا اور طلحہ بن عبد اللہ نے زور لگا کر آپؐ کو اس گڑھے سے باہر آنے میں مدد دی۔ (خاتم المرسلین)

عہدِ جاں نثاروں نے آپؐ کو دائرہ میں لے لیا۔ (سیرت النبیؐ)

شہادت کی ارزانی

صحابہ ہر طرف سے جمع ہو کر جب ادھر آئے تو پھر چاروں طرف سے دشمنوں نے تیر برسائے
 فداکاروں نے حلقہ باندھ کر گرد اپنے ہادی کے
 عمارہ بن گئے تکیہ پناہ ہر دو عالم کا
 شہادت مل گئی پایا جو پایا عرشِ اعظم کا
 سر طلحہ تھا ہر کھینچتی ہوئی شمشیر کے آگے
 سپر تھا بودجانہ کا جگر ہر تیر کے آگے
 نبیؐ سرمایہ عرفاں تھا جانیں تھیں نثار اس پر
 خزانہ تھا کہ پہرے دے رہی تھی ذوالفقار اس پر
 دیئے دیتے تھے جاں دیوانہ وار اس پر یہ فرزانے
 بذوقِ شوق جیسے شمع پر جلتے ہیں پروانے
 خدا کے دوست اعدائے نبیؐ سے اس قدر کم تھے
 کہ آٹے میں نمک یا بروئے برگِ شبنم تھے
 یہ وہ تھے جن کو جان و مال سے ایمان پیارا تھا
 محمد ہی انہیں دونوں جہانوں کا سہارا تھا

خالد کی حیرت

بہت ہی تنگ تھا میدانِ صحابہ کی شجاعت پر
 ہزاروں کا تھا دھاوا ایک چھوٹی سی جماعت پر
 مسلمانوں کا ہادیؐ اب بحال زخم داری تھا
 زمیں سہمی ہوئی تھی آسمان پر ہول طاری تھا
 تھا اک عورت کے ہاتھوں میں علمِ فوجِ قریشی کا
 بڑھا تھا اور اس منظر سے دم فوجِ قریشی کا
 ادھر فرضِ نمازِ ظہر کا ہنگام آیا تھا
 ادھر روئے زمیں پر ابرِ لالہ فام چھایا تھا
 تیمم خاک سے کر کے لہو سے با وضو ہو کر
 جہاں بھی تھے مسلمان جھک رہے تھے قبلہؐ ہو کر

۱۔ عمارہ بن زیاد پر آپ نے قدم مبارک کا تکیہ لگایا۔ ان کے چودہ زخم لگے تھے اور وہ شہید ہو گئے۔ (ارشادِ الحکمۃ)

۲۔ حضرت طلحہؓ کے سر پر کسی نے نکواری عین اس حالت میں کہ وہ رسول اللہؐ کی حفاظت کر رہے تھے۔ (تاریخ العمران)

۳۔ بودجانہ جھک کر پہر بن گئے اب جو تیر آتے تھے ان کی پیٹھ پر آتے تھے۔ (سیرت النبی)

مگر خالد کہ تھا محفوظ اپنی فتح مندی سے
جہاں برچھوں کے پھل آتے ہی گڑ جاتے تھے سینوں میں
جہاں بوق و دُہل کا شور و غل تھا جہاں بجتے تھے
جہاں ناحق نے حق کو محو کر دینے کی ٹھانی تھی
جہاں اللہ والوں پر تھے زغے فوج شیطان کے
جہاں اک سمت تھی گالی گلوچ اک سمت تکبیریں
جہاں دھرتی کے سینے پر تھی مارا مار گھوڑوں کی
جہاں باطل سپہ تھی اور انبوہ بہائم تھا
یہ منظر دیکھتا تھا آج گھوڑے کی بلندی سے
جہاں سوزن کئے جاتے تھے، ستی کے سفینوں میں
جہاں بجلی چمکتی تھی، جہاں بادل گرجتے تھے
جہاں اک سمت تھی موت ایک جانب زندگانی تھی
مقابلہ بیس بیس اشرار تھے اک اک مسلمان کے
جہاں اک سمت ڈھالیں بھی نہ تھیں اک سمت شمشیریں
جہاں ٹاپیں سموں کی تھیں جہاں پھٹکار گھوڑوں کی
جہاں حق باوجودِ قلتِ تعداد قائم تھا
جہاں کھینچتی تھی ہر شمشیر ہر خنجر کشیدہ تھا

وہیں اک سر باطمینان سجدے میں خمیدہ تھا

یہی سراسر جہاں میں پرسکون معلوم ہوتا تھا
جہاں قاتل نگاہوں کی لگی تھیں ہر طرف گھاتیں
نہ دیکھا تھا یقین و صدق کا یہ پاک نظارا
محمدؐ کے خلاف اپنی یہ گیرو دار ہے خالد
لہو سے تر ہے رخ، مضروب ہیں دندان و لب اس کے
یہ اطمینان خالی از صداقت ہو نہیں سکتا
فلکست و انتشار و بے سروسامانی و قلت
پیمبرؐ کے سوا یہ ضبط و اطمینان ناممکن
کسی انسان میں خالد نے کمال ایسا نہ پایا تھا
فلک اس سر کے آگے سرنگوں معلوم ہوتا تھا
وہیں ہوتی تھیں باہم ساجد و مسجود کی باتیں
دلِ خالد پکارا کس سے ہو تم معرکہ آراء
محمدؐ کو نہیں پروا یہ کیا اسرار ہے خالد
مگر اٹھتے ہیں بہر خیر ہی دستِ طلب اس کے
کسی دنیا طلب میں ہو یہ طاقت ہو نہیں سکتا
یہ سب کچھ ہے مگر قائم ہیں پائے ہادی ملت
بشر کتنا بھی صابر ہو مگر یہ شان ناممکن
جمال ایسا نہ دیکھا تھا، جلال ایسا نہ پایا تھا

کبھی نامِ خدائے لایزال آیا نہ تھا دل میں سوال آیا نہ تھا لب پر خیال آیا نہ تھا دل میں
کھڑی تھی زندگانی کفر و ایمان کے دور ہے پر ادھر تھی عظمتِ قومی ادھر تصدیقِ پیغمبرؐ
خدا والوں کو دی جس نے شکست اب خود شکستہ تھا

وہ گشتہ کفر سے تھا آج دلِ ایمان سے بستہ تھا

نبیؐ کی تیغ سے مذبح ہو کر رہ گیا خالد ادھر فاتحِ ادھر مفتوح ہو کر رہ گیا خالد
نوشتہ میں مگر کچھ گم رہی کا دور باقی تھا پئے اظہارِ ایمان غور کرنا اور باقی تھا
تلاطمِ پیدلوں میں اور جنبش تھی رسالوں میں مگر خالد الجھ کر رہ گیا تھا ان خیالوں میں

انتہائی کشمکش

نظر خورشیدِ عالم تاب کی روئے زمیں پر تھی کہ جس سے روشنی ملتی تھی وہ صورت وہیں پر تھی
گھٹائیں کفر کی ابھی ہوئی تھیں نورِ ایمان سے اُحد کے سگریزے سرخ تھے خونِ شہیداں سے
جھلکتا تھا شہیدوں کا لہو اس طرح میداں میں شفق پھولی ہوئی ہو جس طرح روزِ درخشاں میں
مسلمان بے سروسامان تھے اور تعداد میں تھوڑے مقابل تھا ہزاروں کا ہجوم اور سینکڑوں گھوڑے
یمِ کثرت نے وحدت کو بہا دینے کی ٹھانی تھی زمانے سے نشانِ حق مٹا دینے کی ٹھانی تھی
جھلک اٹھتے ہیں کالی بدلیوں میں جس طرح تارے ہجومِ کفر میں تھے اس طرح اللہ کے پیارے
یہ گویا ایک دریا تھا بھنور تھے جا بجا اس میں شناور کو نکلنے کا کوئی رستہ نہ تھا ان میں
بنے تھے چار جانب دائرے سے لڑنے والوں کے کہیں پیدل کہیں اسوار تھے قرشی رسالوں کے
صحابہ مرکزی نقطے تھے ان مہلک دوائر کے اٹھے تھے اسلحہ جیسے قفس ہو کر وہ طائر کے

سمٹتے، پھیلتے، بڑھتے ہوئے گھٹتے ہوئے حلقے

اُبھرتے، بیٹھتے، ملتے ہوئے پھٹتے ہوئے حلقے

باب دہم

خاتمہ جنگ اُحد

قریش کی بے دلی

دکھائی استقامت حق نے باطل گھٹ چلا آخر
 ڈھلا جاتا تھا سورج عصر کا ہنگام آیا تھا
 مسلمانوں کے استقلال سے تھا اس کو اندیشہ
 عجب اُن کے ارادے ہیں عجب اُن کے عزائم ہیں
 کثیر افراد قرشی فوج میں اب زخم خوردہ تھے
 غنیمت جان کر اُس عارضی غلبے کی صورت کو
 کیا رخ افسروں کے ساتھ اک اونچے سے ٹیلے کا
 بڑھے سرکار والا دائرے میں جاں نثاروں کے
 ہوا ارشاد مہلت دو نہ ان کو حفظ شوکت کی
 یہ سن کر اک جماعت کو عمر لے کر بڑھے آگے

ہجوم فوج قرشی ہو کے بے دل ہٹ چلا آخر
 ابوسفیاں کے دل پر خوف نے سکھ جمایا تھا
 سمجھتا تھا محمدؐ کے صحابہ ہیں جفا پیشہ
 مسلمان باوجود قلتِ تعداد قائم ہیں
 لڑائی ختم ہونے میں نہ آتی تھی فردہ تھے
 ہٹایا معرکہ سے اس نے فوج بد مہورت کو
 کہ باہم مشورہ کر لیں کسی آئندہ حملے کی
 بحال زخم داری دامنوں پر کوہساروں کے
 بلندی تو نہیں ہے شان اہل شرک و بدعت کی
 کیا حملہ تو ٹیلہ چھوڑ کر سب مشرکیں بھاگے

ابوسفیان اور چند مشرکین ایک اونچی چٹان پر چڑھے۔ (خاتم الرسلین)

آپ نے فرمایا ان لوگوں کی تو یہ شان نہ ہونی چاہئے۔ اشارہ پاتے ہی حضرت عمر اور چھ جاں نثاروں نے حملہ کر دیا۔ انہیں اس چٹان پر سے مار کر ہٹایا اور خود اس بلندی پر قابض ہو گئے۔ (خاتم الرسلین)

ابی ابن خلف شانِ نبوت سے طلبِ جنگ

قریش اب ہار کر خالی کئے جاتے تھے وادی کو
اسی عالم میں گھوڑے پر ابی ابن خلف نکلا
یہ حصہ لے چکا تھا اس سے پہلے سنگ باری میں
نظر آئے جو اس کو زخم خوردہ ہادی دوراں
یہ گویا انتہا تھی آج ابلیسی شرارت کی
جبل کی سمت راجع تھے صحابہؓ لے کے ہادی کو
نبیؐ سے جنگ کرنے کی طلب میں ناخلف نکلا
تھا اس کا ہاتھ بھی شامل نبیؐ کی زخم داری میں
خیال آیا کہ اب قتلِ محمدؐ ہے بہت آساں
نبیؐ سے دُوبدو لڑنے کو نکلا یہ جسارت کی

گستاخانہ پیغام

ابی ابن خلف کے ہاتھ میں لمبا سا بھالا تھا
خریدی تھی نہایت شوق سے مرگِ دوام اس نے
کہ میرے پاس اک مضبوط اور مربوط بھالا تھا
مرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے محنت سے پالا ہے
کیا کرتا ہوں جان و دل سے خدمتِ اسپ تازی کی
تمنا ہے کہ اس گھوڑے پہ چڑھ کر تان کر بھالا
اسی دن کے لئے گھوڑا بھی اس کافر نے پالا تھا
رسول اللہؐ کو بھیجا تھا پہلے سے پیام اس نے
پھل اس بھالے کا میں نے اپنے ہاتھوں سے ہی ڈھالا تھا
یہ گھوڑا اپنی اصل و نسل میں سب سے نرالا ہے
بڑے زوروں سے کی ہے مشق میں نے نیزہ بازی کی
کروں اک روز استقبالِ جانِ حضرت والا

۱۔ رسول اللہؐ اپنی جماعت کے دائرے میں بحال زخم داری جبل کی طرف راجع تھے کہ ابی ابن خلف گھوڑے پر سوار بھالا تانے ہوئے نبیؐ کا نام لے کر پکارتا ہوا آیا
(ارشادِ الحکمۃ)

۲۔ بعدِ معرکہ بدر ابی ابن خلف اپنے بیٹے کو فدیہ دیکر رہا کرانے آیا تو کہنے لگا میری سواری میں ایک اصل اور تیز گھوڑا ہے اور میں نیزہ بازی کی مشق کیا کرتا ہوں تاکہ
اس پر سوار ہو کر نیزے سے آپ کو قتل کر دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ میں تجھ کو قتل کروں گا حالانکہ تو اسی گھوڑے پر سوار ہوگا۔ (ارشادِ الحکمۃ) بعض
روایات میں ہے کہ بات اس نے مکہ سے کہلا بھیجی تھی اور آنحضرتؐ نے مدینہ میں جواب دیا تھا۔ (تاریخ العبران) مسلمین نے عرض کیا۔ اجازت ہو تو ہم میں سے
کوئی اس کا جواب دیں۔ حضرت نے انکار فرمایا۔ (تاریخ العبران)

آنحضرتؐ کی پیش گوئی

رسول اللہؐ یہ پیغام سن کر مسکرائے تھے لب سرکارؐ پر اس وقت یہ الفاظ آئے تھے کہ ہاں شاید یہی ہے مرضی باری تعالیٰ بھی اسی گھوڑے پہ ہو تو تیرے قبضے میں یہ بھالا بھی دریاں حلیکہ تو ہو گا سوار اپنے ہی گھوڑے پر اسی بھالے سے تجھ کو قتل کر ڈالے گا پیغمبرؐ

صحابہؓ کا رسولؐ کی بجائے نکلنے پر اصرار

غرض شیطان نے اکسایا جو اس کی فطرت بد کو مجھے مطلوب ہے حضرت کریں ایفا یہاں وعدہ میں اس میدان سے اوروں کی طرح خالی نہ جاؤں گا وہ زندہ رہ گئے تو زندگی میری نہیں باقی غرض اس طرح سے رہزن نے بڑھ کر راستہ روکا مخاطب نام نامی سے کیا جس دم سوالی نے فداکاروں نے چاہا بڑھ کے اس کے سامنے جائیں گزارش کی غلاموں میں سے دے کوئی جواب اس کو جبیں زخمی شکستہ ہیں در شہوار کی لڑیاں یہ کڑیاں کھینچنی لازم ہیں رخسار مبارک سے

پکارا میں طلب کرتا ہوں میدان میں محمدؐ کو کہ باہم ہو چکا ہے میرے ان کے درمیاں وعدہ پیغمبرؐ کو ہدف خوریز بھالے کا بناؤں گا کہاں شیطان؟ اگر بے رحمۃ اللعالمین باقی پکارا نام لے کر اور رسول اللہؐ کو ٹوکا توجہ منعطف کی اس طرف سرکارؐ عالی نے رسول اللہؐ کیوں اس کے لئے تکلیف فرمائیں وجود پاک تک آنے نہ دیں عالی جناب اس کو ابھی پیوستہ رخسارے میں ہیں فولاد کی کڑیاں ابھی عہدہ برآ ہونا ہے اس کار مبارک سے

رُخ و شانہ پہ گہرے زخم ہیں ماہِ تمامی کے

مقابل ہوں نہ ایسے حال میں اس فردِ غامی کے

نبیؐ بہ نفس نفیس دشمن کے مقابل

صحابہؓ عرض کرتے ہی رہے تاحد گویائی
ہوا ارشاد ذات حق توانا اور غالب ہے
یہ فرما کر قدم آگے بڑھائے جانب دشمن
جبیں رخسار و لب دندان و شانہ خون آلودہ
براق و زفر دلدل مہیا اور وہ پیدل
ادھر وہ ناخلف گستاخ تھا اسوار گھوڑے پر
کوئی ہتھیار بھی دست مبارک میں نہ تھا اس دم

مگر سرکارؐ نے یہ بات نامنظور فرمائی
یہ دشمن کوئی ہو لیکن محمدؐ ہی کا طالب ہے
رفیقوں ہی کو سب کچھ دے چکے تھے ہادی محسن
جراحت ساق و زانو پر مگر وہ راہ پیمودہ
خدائی بھر کا جزو کل مہیا اور وہ پیدل
مسلح، مستعد، آمادہ و تیار گھوڑے پر
رفیقوں ہی کو سب کچھ دے چکے تھے ہادی اکرم

کیا شیطان ابن خلف کی شکل میں تھا؟

پناہ نوعِ انساں کے مقابل ایک انساں تھا
وہی ناری فرشتہ راندہ دربار سرکاری
محمدؐ ہی کا جلوہ نور تھا سیمائے آدمؑ کا
عیاں کرتا نہ رنگ ابلیس اپنی فطرت بد کا
محمدؐ ہی کی ذات پاک سے اس کو خصومت تھی
محمدؐ ہی سے اس کو جنگ تھی مطلوب عالم میں
ظہورِ مصطفیٰؐ نے دہر میں جب نور باری کی

نہیں انساں نہ تھا اس شکل میں خود آپ شیطان تھا
ازل میں جو ہوا تھا سجدہ آدمؑ سے انکاری
حقیقت میں وہ دشمن تھا اسی نور مجسم کا
اگر خطرہ نہ ہوتا اس کو تخلیق محمدؐ کا
محمدؐ ہی سے اندیشے میں شیطانی حکومت تھی
محمدؐ ہی تھا اک اللہ کا محبوب عالم میں
رخ آفاق سے چھٹنے لگی شیطان کی تاریکی

۱۔ آنحضرتؐ بہ نفس نفیس الہی کا جواب دینے کے لئے بڑے بہالے کر آپؐ انہما کے زخمی تھے۔ (تاریخ الامران)

نظر آیا شکستہ جب طلسم فتنہ اندازی
کوئی صورت نہ پائی جب علی الرغم رسولؐ اس نے
فرشتے دم بخود تھے جبریل حیرت سے تکتا تھا
سنان نیزہ پلّیس ناگن کی طرح لپکی
نگاہ فرش اٹھی بیتاب ہو کر عرش کی جانب
تصور نے جہان زیست کو زیر و زبر پایا!
قریب سینہ بے کینہ جب نوکِ سناں آئی
تخیر میں تھا خود اعجازِ رسالت سے
یہ مشاقی تھی یا اعجاز یا زورِ عوالم تھا
نظر آیا جو تازہ معجزہ سرکارِ عالی کا
اسی نیزے کو لے کر آپؐ نے سوئے عدو دیکھا
چڑھی تھیں پاکھڑیں فولاد کی دیو زاد گھوڑے پر
بڑی سی ایک اہرن تھی بڑی سی ایک اہرن پر
صحابہ چپ تھے لیکن دل بہت بے چین تھے ان کے
نبیؐ زخمی مقابل میں تھا اک شیطان آہن کا
مگر اب نبضِ ہستی کو پکارا دستِ ہادی نے
کچوکا سا دیا جس دم عجب صورت نظر آئی

تو میدانِ اُحد میں کھیلی اس نے آخری بازی
کیا ابنِ خلف کے پیکرِ بد میں حلول اس سے
بغیر اذنِ عالی کوئی کچھ بھی کر نہ سکتا تھا
بنائے چرخ تھرائی پلک خورشید کی جھپکی
نگاہِ عرش بھی لیکن جھکی تھی فرش کی جانب
حقیقت کو مگر اک اور ہی عالم نظر آیا
سنانِ نیزہ پر دستِ نبیؐ نے دسترس لے پائی
کہ نیزہ آپؐ نے چھینا عدوئے پر ضلالت سے
کہ اب نیزہ بدست قبضہٴ انسانِ کامل تھا
پلٹ کر پھر رُخ ہستی پہ رنگ آیا بحالی کا
تن ابنِ خلف کو غرقِ آہن موبہو دیکھا
چٹانوں کا گماں ہوتا تھا ہیبت ناک جوڑے پر
کہ اک دیو سیہ پر بیٹھا ہوا تھا کوہِ آہن پر
دھڑکتے تھے بجائے سرورِ کونین دل اُن کے
بجز آہن کوئی حصہ نظر آتا نہ تھا تن کا
کیا نیزے کا ہلکا سا اشارا دستِ ہادی نے
انی نیزے کی دشمن کے گلو سے جا کے ٹکرائی ۱

ابو ابنِ خلف نے آپؐ پر نیزے کا دار کرنے کی جرأت کی مگر آپؐ نے اسی کا ہتھیار چھین کر اس پر وار کیا۔ (خاتم المرسلین)

حضرت نے اسی حربہ سے ابی کی گردن میں ایسی انی ماری کہ وہ گھوڑے سے گرا۔ (ارشادِ ائمہ)

فضا اک چیخ کی آوازِ ہیبت ناک سے گونجی لبِ ناپاک سے یا اہنی پوشاک سے گونجی
گراہن خلف گھوڑے سے فرشِ خاک کے اوپر طمانیت کی سرخی چھا گئی افلاک کے اوپر
زمیں پر بیل کی مانند ڈکرانے لگا ناری ۱ ہوئی باطل کے گھر میں ماتم شیطان کی تیاری
بحال وجد عرش و فرش و افلاک و زمیں جھومے ہوئے جبریل نازل آ کے دستِ شاہِ دیں چومے
صحابہ کے دہن پر نعرہ تھا اللہ اکبر کا خدا نے بول بالا کر دیا اپنے پیمبر کا

ابن خلف کی نگاہِ واپس

اٹھایا آ کے اس بکمل کو اخوانِ اشیاطیں نے جسے ہلکا سا اک چرکا دیا تھا سرورِ دیں نے
وہ اس کو لے چلے کرتا رہا وہ ہائے واویلا یہ واویلا احد کی وادیوں میں دور تک پھیلا
قریشی فوج والے آ کے سمجھانے لگے اس کو تسلی دینے اور ہنس ہنس کے بہلانے لگے اس کو
کہا ننھی سی معمولی خراش آئی ہے گردن پر نہ کوئی زخم سینے میں نہ کوئی ضرب ہے سر پر
نہ جانے اس فغان و آہ و زاری کا سبب کیا ہے تم اتنا چیختے ہو دلفگاری کا سبب کیا ہے
یقین رکھو اُبی! اس زخم سے تم مر نہ جاؤ گے ابھی دودن میں اچھے ہو کے پھر لڑنے کو آؤ گے
یہ سن کر اس نے کھولیں مردنی چھائی ہوئی آنکھیں بہت پر ہول تھیں بے نور پتھرائی ہوئی آنکھیں
کہا اے دوستو! اے لات و عزئی کے پرستارو قسم ہے لات و عزئی ہی کی مجھ کو اے مرے یارو

۱ وہ بیل کی طرح ڈکارتا تھا اور واویلا کرتا تھا۔ (تاریخ العمران)

۲ اس پیش گوئی کی طرف جو حضرت نے اس کا پیغام جنگ پا کر فرمائی تھی یعنی انشاء اللہ میں ہی تجھ کو قتل کروں گا۔

۳ اس کے ہمراہی چیختے چلانے پر تعجب کرتے تھے جب وہ اسے اٹھائے لئے جاتے تھے تو وہ اس کو تسلیاں دیتے تھے کہ تم کو کوئی گزند نہیں۔ یہ تو بالکل معمولی ہے اور تم جلد اچھے ہو جاؤ گے اور اپنا بدلہ جلد لو گے۔ (تاریخ العمران) اُبی نے کہا لات و عزئی کی قسم جس شخص نے مجھے ضرب لگائی ہے اگر اسی طرح وہ کل اہلِ ذی الحجاز کے ساتھ کرے گا تو سب مارے جاؤ گے۔ ذی الحجاز منا میں ایک مقام ہے کہ ابی ابن خلف وہیں رہتا تھا۔ (ارشادِ احکمہ)

اگر قوم قریشی اس لڑائی سے نہ باز آئی
وہ جس نے مجھ کو مارا ہے اگر اس نے تمہیں مارا
نہیں تم دیکھتے کیسا زمانہ آتا جاتا ہے
یہ حربہ اور مری حالت مقام غور ہے یارو
یہ کہہ کر چیخ ماری اور گردن اس نے ڈھلکائی
سایا ہول سینوں میں گھروں کو اہل کیس بھاگے
اٹھا کر لے گئی شیطان کو شیطان کی ذریت
وہ سمجھے تھے علاج اس زخم معمولی کا آساں ہے
یہ زخم اک نقش تھا شیطان کی مرگِ دوا کی

یہی صورت اگر درپیش اہل ذی الحجاز آئی
نہ پائے گا کوئی مرگِ دوا کی سوا چارا
وہ اب اک اک قدم پر معجزہ دکھلاتا جاتا ہے
تم اس کو اور کچھ سمجھے ہو وہ کچھ اور ہے یارو
جھکی سوئے زمیں آخر یہ نمرودی و شدادی
اسی گھوڑے پہ لادے اس لعین کو اور لعین بھاگے
ابھی تک ضربِ حق کی وہ نہ سمجھے تھے کچھ اہمیت
خبر کیا تھی یہ جسمِ اہرمن پہ ضربِ یزداں ہے
گلا کاٹا تھا حریت نے انسانی غلامی کا

ابن حمید ۲ کا حملہ اور حضرت ابود جانہ

ادھر سرکار والا پھر ہوئے راجع بلندی کے
فدا کاروں نے بھی امروز کاری زخم کھائے تھے
قریشی ٹولیاں بھاگی چلی جاتی تھیں میداں سے
مگر ابن حمید اک پہلواں تھا سخت غصے میں
جبل پر چڑھ رہا تھا اس گھڑی اسلام کا ہادی
ارادے تھے جہاں پر زخیموں کی زخم بندی کے
مگر تھیں ہمتیں عالی نبیؐ نے دل بڑھائے تھے
کہ ان کے قلب زخمی ہو چکے تھے زخم شیطان سے
بڑھا سوئے رسول اللہؐ یہ بد بخت غصے میں
کہ آیا دوڑ کر یہ دوسرا شیطان کا امدادی ۲

اس نے کہا کیا اس نے پہلے سے نہیں کہہ دیا تھا کہ وہ مجھ کو اسی گھوڑے پر قتل کرے گا۔ (ارشادِ ائمہ)

ابن ابی علف اس زخم سے راہ میں مر گیا اور یہی ایک بد نصیب تھا جو خود آنحضرتؐ کے دست مبارک کا چرکا کھا کر مر گیا۔ (تاریخ العمران)

عبداللہ بن حمید اسدی جواہری شجاعت کی وجہ سے اسد قریشی کہلاتا ہے۔ یہ بھی رسول اللہؐ کو قتل کرنے کی قسم کھانے والوں میں شامل تھا۔ (خاتم المرسلین)

ابن حمید اسدی گھوڑے کو دوڑاتا ہوا مین اس وقت جب رسول مقبولؐ جبل پر صعود کر رہے تھے آیا اور پکارتا تھا کہ مجھے تاؤ محمد کہاں ہے تاکہ میں اس کو قتل کروں۔ (ارشادِ ائمہ)

صدادے یا محمدؐ آپ اگر رہ جائیں گے زندہ رہی باقی نہ تاب ضبط قلب بود جانہ میں
کہا میری طرف آئے ادب مجھ سے مخاطب ہو
لیا ہے تو نے جس کا نام ارفع ہے مقام اس کا
یہ کہہ کر بود جانہ جا پڑے تمثال شیر اس پر
نبی کی تیغ کا سایہ نہ بد اعمال پر ڈالا
یہ کام انجام دے کر برق آسا ایک ساعت میں
تو قرشی عورتیں مجھ کو کریں گی سخت شرمندہ
نظر آیا انہیں کافر غرور کافرانہ میں
انہیں کس منہ سے کرتا ہے طلب مجھ سے مخاطب ہو
بہت کافی ہے تیری گوشالی کو غلام اس کا
نہیں کی حملہ کرنے میں ذرا غازی نے دیر اس پر
دبوچا اور گرایا اور بسرعت ذبح کر ڈالا
جناب بود جانہ جا ملے اپنی جماعت میں

نبیؐ کے رخسارِ مبارک میں جمی ہوئی کڑیاں

فرازِ کوہ کی جانب چلے جاتے تھے اب غازی
نبیؐ کا عزم و استقلال ان کا دل بڑھاتا تھا
بالآخر اک چٹاں اس راستے میں ہو گئی حائل
جناب طلحہ جھک کر بن گئے اس بام کا زینہ
یہیں کھینچی گئیں رخسار سے فولاد کی کڑیاں
یہ کڑیاں جم گئی تھیں ایسی اس رخسارِ انور میں
شہکن غالب نظر آتی تھی ان پر بعد جاں بازی
سہارا عشق کا سب کو سہارا دیتا جاتا تھا
وجود پاک لیکن تھا بلندی کی طرف مائل
چڑھا اس طرح اوج کوہ پر عرفاں کا گنجینہ
صحابہؓ کے قلوب پاک پر نازک تھیں یہ گھڑیاں
کہ تھا یہ مسئلہ نازک مجاہدِ پیہر میں

حضرت ابودجانہ کو تاب نہ رہی دوڑ کر اس کے مقابل ہوئے اور فرمایا اس شخص سے مقابلہ کر جو محمدؐ کے لئے اپنی جان فدا کرتا ہے۔ (ارشاد الحکمت)

ابودجانہ نے ابن حمید کو گھوڑے سے دبوچ لیا اور بچھاڑا اور جس طرح بکری ذبح کرتے ہیں ذبح کر ڈالا۔ (تاریخ العبران)

رسول اللہ ثابت قدمی کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ (سیرت النبی)

آنحضرتؐ نے ایک بلند چٹان پر چڑھنا چاہا مگر دوہری زرہ پہنے ہوئے تھے۔ حضرت طلحہ بن عبد اللہ نے پیٹھ گئے ان کی پیٹھ پر پاؤں رکھ کر آپؐ کو تشریف لے گئے۔ (خاتم السلین)

ادھر آنکھیں ادھر آئینہ رخسارِ تاباں تھا یہ کڑیاں کس طرح کاٹیں ہر اک جانباز حیراں تھا
مگر کھینچا انہیں دانتوں میں لے کر بوعبیدہ نے نچھاورا کر دیئے دانتوں کے گوہر بوعبیدہ نے
نزولِ آیہ اور رسولؐ کا ارشاد

لب و رخسار سے اس وقت دھاروں بخون بہتا تھا نبیؐ شکرِ خدا کرتا تھا اور عبرت سے کہتا تھا
کرے جرات جو قوم اپنے نبیؐ کا خون بہانے کی سبیل اس کے لئے ہے کون؟ راہِ راست پانے کی
الہی عفو کر دے اور نظر دے ناسپاسوں کو حقیقت آشنا فرما حقیقت ناشناسوں کو
نہ جانے کیا تھے یہ راز و نیازِ آرزو مندی ہوئے جبریل نازل لے کے پیغامِ خداوندی
زبانِ وحی پر اک پاک آیہ جس گھڑی آیا صحابہؓ سے مخاطب ہو کے حضرتؐ نے یہ فرمایا
اگرچہ اہلِ ناحق، حق پہ دھاوا کر کے آئیں گے مگر آئندہ ہر گز فتح و فیروزی نہ پائیں گے
چمک اٹھے یہ سن کر رنگِ رخِ عالی نہادوں کے نویدِ امن جھلکی تہ میں آخر ان فسادوں کے

نبیؐ کی پیاس اور آبِ نایاب

لہو تھمتا نہ تھا پیشانی و رخسارِ انور سے لب و دندان پہ بھی ضربِ شدید آئی تھی پتھر سے
تھا اس دم درد کا احساس بھی اصحابِ اکبر کو لگی تھی انتہائی پیاس بھی ساقی کوثر کو

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے اپنے دانتوں میں کڑیاں دبائیں اور انتہائی زور سے کھینچا۔ کڑیاں تو باہر نکل آئیں مگر حضرت ابوعبیدہ کے سامنے کے دانت ٹوٹ گئے اور وہ پیشہ کے بل زمین پر جا گرے۔ (تاریخ العمران)

خونِ حمزہ کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ حضور اس خون کو دودلوں ہاتھوں سے چہرے پر ملتے تھے اور عبرت سے فرماتے تھے۔ اس قوم کی فلاح کیسے ہوگی جو اپنے نبیؐ کا خون راتی ہے۔ (تاریخ العمران)

اس موقع پر یہ آیت اتروی لبس لك من الاموشی ؕ تم کو اس معاملہ میں اختیار نہیں۔ (ارشادِ الحکمۃ) رسول اللہؐ نے صحابہؓ سے فرمایا اب شرکین بھی ایسی

دھم کے ڈھم سے اور ضربِ پیشانی سے لہو نہ تھمتا تھا۔ رسول اللہؐ کو پیاس کی شدت تھی۔ (ارشادِ الحکمۃ)

فرازِ کوہ تھا یہ اس جگہ کیاب تھا پانی
فرشتے دیکھتے تھے حوصلے دنیاے فانی کے
ملا تو اک جگہ لیکن بہت ناصاف سا پانی
علی المرتضیٰ اس کو سپر میں بھر کے لے آئے
یہ پانی پی سکا ہرگز نہ وہ پیکر لطافت کا
صحابہؓ کر رہے تھے جستجو تاحدِ امکانی
برائے ساقی کوثر نہ تھے دو گھونٹ پانی کے
اکٹھا ہو گیا تھا اک گڑھے میں آبِ بارانی
نبیؐ نے کلیاں فرمائیں اسی سے زخم دھلوائے
ہوا پانی کی بو سے دل منقض شانِ رحمت کا

زخمیوں کو پانی مل رہا تھا

وفاتِ ذاتِ ہادی کی ہوئی تھیں جبکہ افواہیں
صحابیات ہر سو ڈھونڈتی پھرتی تھیں ہادیؑ کو
وہ مشکیزوں میں کاریزوں سے پانی بھر کے لاتی تھیں
رضا کارانہ ساری پیہیاں خدمت میں کامل تھیں
مگر اب تشنہ لب تھا کوثر و تسنیم کا ساقی
پلائی ہوں جہاں اُمت کو اُم المومنینؑ پانی
صحابہ نے سوئے کاریز چند اصحاب دوڑائے
غرض اس عرق ریزی سے غرض اس جانفشانی سے
تو ہر خورد و کلاں نے لی تھی اس میدان کی راہیں
عقیدت آنسوؤں سے ترکے دیتی تھیں وادی کو
یہ پانی زخم خوردوں اور پیاسوں کو پلاتی تھیں
جنابِ عائشہ صدیقہؓ بھی ان ہی میں شامل تھیں
تو مشکیزوں کے اندر بوند پانی کی نہ تھی باقی
وہیں نایاب بہرِ رحمتہ للعالمین پانی
تو ابنِ مسلمہ مشکیزہ آبِ صاف کا لائے
بجھائی ساقی کوثر نے پیاس ایک جرہ پانی سے

- ۱۔ ایک چٹائی گڑھے میں پانی جمع ہو گیا تھا۔ اگرچہ ناصاف تھا۔ حضرت علی المرتضیٰؑ پر میں اُس گڑھے سے پانی لائے مگر رسول اللہ کو پانی نہ پلا سکے۔ اس معاملہ میں آپ کا مزاج بے حد نازک تھا۔ بدبو برداشت نہ تھی۔ آپ نے اس سے کلیاں کیں اور لب سے خون صاف فرمایا۔ (تاریخ العمران)
- ۲۔ حضرت عائشہ ام سلمہؓ جو حضرت انسؓ کی ماں تھیں اور امِ مہاجرین تھیں۔ خاتونِ اسلامی معرکہ میں اب تک زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ حضرت محمد ابنِ سلمہ ان کے پاس پہنچے مگر عجیب وقت تھا کہ پانی ان کے مشکیزوں میں بھی ختم ہو گیا۔ (تاریخ العمران)
- ۳۔ حضرت محمد ابنِ سلمہ دورِ کاریز سے جا کر پانی کا مشکیزہ بھر کر لائے اور حضرتؐ نے یہ پانی نوش فرمایا۔ (ارشادِ ائمہ)

جناب فاطمہ الزہراءؑ کی تشریف آوری

جناب فاطمہ زہراؑ نبیؐ کی لاڈلی دختر
 محبت جن کی تھی ہر وقت حرزِ جان پیغمبر
 پدر کی جستجو کرتی ہوئی تشریف لے آئیں
 گھٹائیں آنسوؤں کی زخمِ پیغمبرؐ پہ برسائیں
 علی المرتضیٰؑ پانی سپر میں بھر کے لاتے تھے
 لہو روئے پدر کا دستِ زہرا دھوتے جاتے تھے
 بھرا زخموں میں پشیمہ جلا کر دستِ دختر نے
 لہو اب تھم گیا تسکین پائی روئے انور نے

قریشی عورتیں اور شہیدانِ اسلام

جہاں یہ معرکہ گزرا تھا غم انگیز منظر تھا
 شہیدانِ وفا لینے تھے رقت خیز منظر تھا
 نظر آتی تھی سفاکی یہاں بے پردہ و عریاں
 لئے پھرتی تھیں ہر جانب قریشی عورتیں چھریاں
 تھے چہرے بوسہ گاہ مہر جن نورِ آفریدوں کے
 زمیں پر گوش و بینی کٹ رہے تھے ان شہیدوں کے
 فلک نے کینہ اہلِ زمیں ایسا نہ دیکھا تھا
 شہیدوں پر ستم ہوتا کہیں ایسا نہ دیکھا تھا

سپہ سالارِ قریش اور تفتیشِ حالات

قریش اب ہٹ گئے تھے جنگ کا میدان تھا خالی
 اسی رفعت پہ تھے تشریف فرما حضرتِ عالی
 ابوسفیاں کے دل میں کوئی کانٹا سا کھٹکتا تھا
 یہ کس کی جستجو تھی کس لیے ہر سو بھٹکتا تھا
 جبل پر اس نے دیکھا جب گروہِ اہلِ ایمان کو
 تو سو جھی جستجوئے حال کی اس مردِ ناداں کو
 یہ منظر شاق گزرا اس کی خوئے خود پسندی پر
 چڑھا بیتاب ہو کر اک مقابل کی بلندی پر

اب کی وفات کی خبر مدینہ میں سنی تو اخلاص شعار نہایت بے تابی سے دوڑے۔ جناب فاطمہ الزہراءؑ نے آکر دیکھا تو ابھی تک چہرہ مبارک سے خون جاری تھا۔
 علیؑ پر میں پانی بھر کر لائے۔ جناب سیدہ لہو دھوتی تھیں۔ (سیرت النبیؐ) سیدہ فاطمہؑ نے جب پشیمہ جلا کر زخم میں بھرا اور خون فوراً تھم گیا۔ (تاریخ الامران)
 ان وقت ہندو اس کے ساتھ والیاں ان کی حالت یہ تھی کہ میدان میں ماری ماری پھرتی تھیں۔ شہدائے احد کی ناکوں اور کانوں کو کاٹ کر ہار بناتی تھیں۔ (خاتم المرسلین)

پکارا کیا محمدؐ بھی ہیں شامل اس جماعت میں
یہ چلایا ابوبکرؓ و عمرؓ کا نام لے لے کر
نہ پایا اہل ایمان سے جواب اپنے سوالوں کا
کہا لاریب وہ میدان میں مارے گئے سارے
مگر بولا نہ کوئی بھی گروہ اہل طاعت میں
رہے خاموش مومن اب بھی حسبِ حکم پیغمبرؐ
تو گویا خواب میں چہرہ چمک اٹھا خیالوں کا
ہم اس چوگان میں جیتے وہ اس چوگان میں ہارے

حضرت عمرؓ کی بیتابی جواب

دل فاروقِ اعظمؓ میں نہ تھا اب ضبط کا یارا
خدا بھی حاضر و ناظر ہے قائم ہے خدائی بھی
ترے اقوال کا ہر حرف ہے ان کی سماعت میں
وہ سب افراد جو تیرے لئے سامانِ ذلت ہیں
کہا او دشمن حق دیکھ لے قدرت کا نظارا
پیغمبرؐ بھی سلامت زندہ ہیں ان کے فدائی بھی
محمدؐ مصطفیٰؐ موجود ہیں اپنی جماعت میں
خدا کے فضل سے زندہ ہیں بزمِ افروزِ ملت ہیں

ابوسفیان کا اظہارِ تفاخر اور صحابہؓ کا جواب

اٹھا جب نعرہٴ فاروقؓ ابوسفیاں کا دل بیٹھا
کہا دل میں کہ یہ موقع ہے اظہارِ تفاخر کا
کیا نعرہ خدایانِ عرب میں ہے ہبل برتر
اُدھر لب پر لنا العزی ولا عزی لکم آیا
ہوا محسوس ابھی جیسے طلسم آب و گل بیٹھا
یہی ردِ عمل ہے خفت و رنج و تکدر کا
صحابہؓ نے کہا اللہ اعلیٰ و اجل برتر
جواب اللہ مولانا ولا مولا لکم پایا

۱۔ ابوسفیان سامنے کی پہاڑی پر چڑھ کر پکارا۔ یہاں محمدؐ ہیں آپؐ نے حکم دیا کوئی جواب نہ دے۔ ابوسفیان نے حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کا نام لے کر پکارا۔ اب بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ (سیرت النبی)

۲۔ جب کچھ آواز نہ آئی بولا سب مارے گئے۔ (سیرت النبی) حضرت عمرؓ کو تاب نہ رہی مجھٹھا کر بولے۔ او دشمن.....

۳۔ ابوسفیان کے (علی ہبل) اے ہبل تو اونچا رہ۔ صحابہؓ نے آنحضرتؐ کے حکم سے جواب دیا۔ خدا اونچا اور بڑا ہے۔ ابوسفیان نے کہا ہمارے پاس عززی (بت) ہے تمہارے پاس نہیں۔ صحابہؓ نے جواب دیا۔ خدا ہمارا مالک ہے اور تمہارا کوئی مالک نہیں۔ (صحیح بخاری)

کہا اس نے کہ یہ دن انتقامِ بدر کا دن ہے کبھی کچھ آج جائز ہے فساد و غدر کا دن ہے محمدؐ کے بہت سے پیروؤں کو ہم نے مارا ہے بہت سے سرفرازوں کو عدم کے گھاٹ اتارا ہے ہمارے فوجیوں نے گوش و بینی بھی بہت کاٹے کلیجے بھی چبائے عورتوں نے خون بھی چاٹے نہ تھا ایماء مری جانب سے گو بیہودہ باتوں کا محمدؐ سے کہو ہم سالِ آئندہ پھر آئیں گے مگر افسوس بھی مجھ کو نہیں ان وارداتوں کا رسالت نے یہ دعوتِ جنگ کی منظور فرمائی تہ سرمیداں قریشی قوم کی شوکت دکھائیں گے ابو سفیان اب چپکے سے میداں کر گیا خالی

شہادت گاہ کا منظر

بالآخر شام کی منزل پہ زور ہولناک آیا اقامت گاہ پر دن کا سپاہی سینہ چاک آیا بہا تھا خونِ حسرتِ زندگی کی جو تباروں سے لبالب ہو کے چھلکا جامِ گیتی کے کناروں سے شفق تھی یا شہیدوں کے لہو نے گل کھلائے تھے زمیں کے داغ ابھرے تھے افق کے رخ پہ چھائے تھے فلک نے دیکھ کر یہ رنگ و نور آفریدوں کا سکت باقی نہیں تھی خاک میں ہنگامہ کوشی کی نظر آئی رُخِ آفاق پر جب خون کی لالی پڑی تھی زندگی اوڑھے ہوئے چادرِ خموشی کی اگرچہ لد گیا تھا کارواںِ اہلِ شرارت کا احد کی وادیاں غارت گروں سے ہو گئیں خالی کہیں بازو کہیں سر تھے کہیں پا خون آلودہ مگر ابھرا پڑا تھا اک فسانہ قتل و غارت کا گرے تھے جس طرح شاخیں شکستہ خشک فرسودہ

ابو سفیان نے کہا آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ قریشی فوج کے لوگوں نے مقتولوں کے ناک کان کاٹ لئے ہیں۔ میں نے یہ حکم نہیں دیا تھا مگر مجھ کو معلوم ہوا کہ محمدؐ بھی نہیں ہوا۔ (سیرت النبی)

ابو سفیان نے پکار کر کہا کہ آئندہ سال پھر ہمارا تم سے مقابلہ ہوگا۔ رسول اللہ کے ارشاد کے مطابق صحابہ نے جواب دیا منظور ہے۔ (ارشادِ الحکمۃ)

یہ رنگ و سنگ کا خطہ گماں تھا جس پہ بنجر کا
عجب مضمون رنگیں تھے یہ تختے سنگریزوں کے
کہیں اُلجھے ہوئے تھے پتھروں سے چیتھڑے کیلے
کہیں ٹوٹے ہوئے مغفر کہیں زرہیں تھیں افتادہ
کہ نقشہ تھا یہ انسانوں کے جوش و کبر و مستی کا
کجا ہنگامہ محشر کجا عالم فراموشی
بہر سو خونچکاں لاشے پڑے تھے ان شریفوں کے
لہو سے غسل فرما کر نہا کر با وضو ہو کر
یہ بندے اس زمیں پر فرض ادا کرنے کو آئے تھے
زمیں پر سو رہی تھی آج بے شک مشیتِ خاک ان کی
ادب ملحوظ تھا اس خوابِ راحت کی فضاؤں کو
فرشتے بھی یہاں کرتے نہ تھے اقدامِ سرگوشی
اچانک اس فضا میں ایک صوتِ جاں فزا گونجی
ہوا اعلانِ عالم میں خدا کی بادشاہی کا
زمین و آسمان میں گونج اٹھی توحید کی نوبت
ادائے فرض کو بھولے نہ تھے اللہ کے غازی
خدا بخشے نہ استحکام کیوں ان کی اقامت کو
جھکا دیں پیشِ حق پیشانیاں سجدہ گزاروں نے

پھلا پھولا تھا اس میں کھیت ہر سوتیل و خنجر کا
تھے سجدہ ریزان پر سر قلم ہو ہو کے نیزوں کے
کہیں مقتول گھوڑے بھوری بھوری ریت کے ٹیلے
کہیں ٹوٹی ہوئی ڈھالیں کوئی نقشیں کوئی سادہ
یہ منظر آخری تھا خود گری و خود شکستی کا
مسلط تھی فضاؤں پر عجب عبرت کی مدہوشی
جو حامی بن کے آئے تھے غلاموں کے ضعیفوں کے
خدا کے روبرو آئے تھے بندے سُرخ رو ہو کر
قضا کو زندگی کا قرض ادا کرنے کو آئے تھے
مگر گرم عمل تھی جاگتی تھی جانِ پاک ان کی
ہوا کے آنچلوں نے باندھ رکھا تھا صداؤں کو
مسلل ایک سناٹا مسلسل ایک خاموشی
فرازِ کوہ سے اللہ اکبر کی صدا گونجی
محمدؐ کی رسالت اور توحیدِ الہی کا
جبال و دشت میں بجنے لگی تائید کی نوبت
صفیں باندھے کھڑے تھے زخم خوردہ بعدِ سر بازی
امامِ المرسلینؑ موجود ہوں جن کی امامت کو
یہ منظر دیکھنے کو کھول دیں آنکھیں ستاروں نے

ہوئی تھی اس ادا سے سجدہ ریز اولاد آدم کی
یہ سجدے آئے تھے ہدیے میں ان اخلاص مندوں سے
یہی سجدے تھے ایوانِ عبودیت کی قدیلیں !
جیسں پر تازہ گل کھائے ہوئے گل پیر ہن سجدے
یہی سجدے تھے جو تخلیقِ انسانی کے حاصل تھے
یہ وہ ساجد تھے محمودِ دو عالم تھا مقام ان کا
سجے تھے زخمِ تن پر درد کو دل سے لگائے تھے
تھا بیشک ظاہری آئینہ تن چور چور ان کا
خدا نے کر دیا تھا دشمنوں کو دفع میداں سے

کہ سجدے بن گئے تھے زیب و زینت عرشِ اعظم کی
جنہیں مسجود نے خود چن لیا تھا اپنے بندوں سے
فرشتوں کے لیے روشن دلیلیں اور تمثیلیں !
لہو میں غسل فرمائے ہوئے رشکِ چمن سجدے
کہ ان سجدوں کے ساجد زندگی میں حق سے واصل تھے
خدا معبود تھا اُن کا محمدؐ تھا امام ان کا
کہ بندوں نے خدا کی راہ میں یہ داغ کھائے تھے
مگر پر تو فگن تھا عکسِ باطن دُور دُور ان کا
مگر باقی تھی اک خدمت ابھی فوجِ مسلمان سے

شہیدوں سے شہادت گاہ کی تزئین باقی تھی

پڑی تھیں متیں جن کی ابھی تدفین باقی تھی

شہدائے اُحد کی تکفین و تدفین

ہمہ تن چشم تھیں روحیں قدومِ با سعادت کی
فراز کوہ سے وہ درد مند بے کساں اُترا
وہ جن کی جامہ زمینی کے زمانے میں تھے افسانے
جراحت نے کئے تھے قطع رنگیں پیر ہن ان کے
شہادت کا مبشر شاید حالِ شہیداں تھا

کہ شاید خود ادا میں دیکھ لے حسنِ شہادت کی
ستارے دفن کرنے کو زمیں پر آساں اُترا
پڑے تھے بے کفن خاکِ اُحد پر چادریں تانے
یہی ملبوس شادی بن گئے تھے اب کفن ان کے
کہ چادر تک نہ تھی پوری زمانہ ننگ داماں تھا

تھے خون و خاک ہی ملبوس اجسامِ شہیداں کے
یہ سب ہمرنگ تھے توحید کے ذوقِ یقینی سے
اعزہ بھی انہیں پہچانتے تھے آجِ وقت سے
بظاہر گوش و بینی سے تو مستغنی تھے یہ چہرے
نگاہِ مہر حضرت نے جو چادر ان پہ ڈالی تھی
دیا تھا غسل آبِ تیغ سے خونِ جراحت نے
گیاہِ خشک نے حکمِ نبیؐ سے ان کے تن ڈھانکے
ہوئے تھے آج ہم صورتِ بریدہ گوش و بینی سے
رسول اللہؐ کی آنکھیں تھیں پرِ غمِ فرطِ رقت سے
مگر ان پر نچھاور تھے بقائے نام کے سہرے
یہی چادر ابد تک دامنِ فرخندہ فالی تھی
سنجالا ان کو پھولوں کی طرح دامانِ راحت نے

لباسِ عارضی کے یہ جنازے تھے نہ شرمندہ

کہ یہ اصحاب تھے دونوں جہاں میں زندہ پائندہ

نبیؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ میتِ حمزہؓ پر

ہوا حمزہؓ کی میت پر گزر شانِ رسالت کا
صفیہ بنت عبدالمطلب ہمیشہ حمزہؓ کی
یہاں تشریف لائیں اپنے بھائی کی زیارت کو
زبیر ابن العوام ان کے پسر تھے پاس حضرتؐ کے
کہا رو کر میری پھوپھی کو میت پر نہ آنے دو
تأثر دیدنی تھا مہرِ تاباں کی جلالت کا
بہت تھی ان کے دل میں عزت و توقیر حمزہؓ کی
خدا کے اور ملت کے فدائی کی زیارت کو
ہوئے ان پر ہویدا اس گھڑی احساسِ حضرت کے
دل زخمی کو ان کے یہ نیا چرکا نہ کھانے دو

۱۔ مصعب بن عمیرؓ جامہ زیب کھجے جاتے تھے آج یہاں اتنا کپڑا بھی نہ تھا کہ جس سے پورا بدن ڈھک سکے۔ پاؤں ڈھانکے جاتے تو سرنگا اور سر ڈھانکتے تو پاؤں مکمل

جاتے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کے حکم سے سر کو کپڑے سے ڈھانپ کر پاؤں کو گھاس سے چھپا دیا گیا۔ (تاریخ العیران)

۲۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو کپڑے شہداء کے بدن پر ہیں۔ اسی طرح رہنے دیے جائیں ہاں اگر کسی کے پاس زائد کپڑے ہوں اوپر سے لپیٹ دیا جائے۔ چنانچہ

شہداء اسی خون میں اتھڑے ہوئے دفن کر دیئے گئے۔ (دیکھو ابن ہشام و طبری)

۳۔ آنحضرتؐ حضرت حمزہؓ کی لاش پر پہنچے تو رقت طاری ہو گئی کیونکہ حمزہؓ کی نقشِ بہت بگاڑ دی گئی تھی۔ آپؐ نے رنج و غم کے الفاظ بھی فرمائے مگر بدلہ نہیں لیا۔

الم انگیز ہے قطع و برید چہرہ حمزہ
 بہن کو رنج دے شاید یہ دید چہرہ حمزہ
 پسر نے جا کے مادر کو مگر جس وقت سمجھایا
 تو قلبِ مسلمہ ہر حال میں صبر آشنا پایا
 گئیں وہ میتِ حمزہ پر روئیں اور نہ چلائیں
 نظر چہرے پہ ڈالی فاتحہ پڑھ کر چلی آئیں
 مسلمانو! یہ امت بھی رضا پر کس قدر راضی
 بناؤ درسِ جاں اس کو نہ سمجھو قصہ ماضی
 جہاد فی سبیل اللہ پر ہو کر کمر بستہ
 لیا ہو جس مجاہد نے شہادت گاہ کا رستہ
 ادائے فرض کرنے کے لیے مرنے کے ارماں میں
 رضائے حق طلب کرتا ہوا نکلا ہو میداں سے
 خدا و مصطفیٰ کے دشمنوں پر موت پر شاکر
 وہ گر جائے اگر میدان میں تیر اجل کھا کر
 سمجھ لو اس نے اپنی منزل مقصود پالی ہے
 یہ اس کے خون کی لالی نہیں چہرے کی لالی ہے
 وہ زندوں سے زیادہ زندہ ہے پھر اس کا غم کیسا؟
 ہمیں لازم ہے راہِ حق میں اس کی پیروی کرنا
 سپر کر دے جو بہرِ دین و ملت سر بھی سینہ بھی
 مگر ہاں وہ کمینہ ہاں وہ بزدل ہاں وہ دوں ہمت
 بہ وقتِ جنگ جو نامرد اپنی صف سے کترا کر
 جسے سوچھی ہو ملت کے مقاصد ہی سے غداری
 بہت مسرور ہے وہ اس پہ رونا کیوں الم کیسا؟
 صفِ اسلام کو مضبوط رکھنا اور قوی کرنا
 مبارک اس کا مرنا بھی مبارک اس کا جینا بھی
 کز جس کی زیست بھی لعنت ہے جس کی موت بھی لعنت
 پناہیں ڈھونڈتا ہو دشمنوں کی فوج میں جا کر
 ہمیں لازم ہے اس کے لاشہ ناپاک پر زاری

وہ مردہ جو تہہ دامانِ احسانِ غلامی ہے

کرو خوب اس کا ماتم کیوں کہ یہ مرگِ دوامی ہے

آپ کی پوجی منیہ بنت عبدالمطلب مدینہ سے نکل کر آئیں آنحضرت نہ چاہتے تھے کہ بہن اپنے بھائی کو اس حال میں دیکھے۔ مگر حضرت منیہ نے صبر و شکر کا وعدہ کیا میت پر آئیں اور اَنَا لِلَّهِ وَاَنَا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھتی ہوئی چلی گئیں۔ (ابن ہشام)

تدفین کے بعد

شہادت گاہ تھی اور نور کے خاموش نظارے
متاع نور کی زیر زمیں تدفین ہوتی تھی
شہیدوں میں نبیؐ کے یوں تو سب یارانِ ہمد تھے
نبیؐ نے اس طرح ستر خزانے دفن فرمائے
اڑھا کر تربتوں کو چادریں آمرز گاری کی
ہوا ارشاد چند افراد ہو کر سر بکف جائیں
اگر مکہ کی جانب جا رہے ہوں وہ تو بہتر ہے
مدینے پر پلٹ پڑنے کی نیت ہو اگر ان کی
پلٹ آئے اگر دشمن مدینے کے ضعیفوں پر
تو اللہ کی قسم جس پر فدا جان محمدؐ ہے
محمدؐ آخری دم تک لڑے گا فوج اعداء سے
یہ سنتے ہی بنایا ایک دستہ جاں نثاروں نے
گیا بہر سراغ دشمنان اصحاب کا دستہ

اُحد کی سرزمین پر چاند تھا، افلاک پر تارے
فلک پر انتظام و ضبط کی تحسین ہوتی تھی
جنہیں قرآن زیادہ یاد تھا اس دم مقدمہ تھے
کہ اک اک قبر میں دو دو یگانے دفن فرمائے
توجہ ہو گئی سوئے مدینہ نغمگساری کی
قریشی فوج کا رخ کس طرف ہے یہ خبر لائیں
کہ ان کے واسطے تقدیر سے اک دن مقرر ہے
تو جلد از جلد آؤ اور پہنچاؤ خبر ان کی
مسلمان شہریوں پر اور یا ان کے حلیفوں پر
جو آقائے محمدؐ ہے نگہبان محمدؐ ہے
ہٹائے گا انہیں یا جا ملے گا اپنے آقا سے
تھکے ہاروں، شکستہ بازوؤں، سینہ فگاروں نے
مدینے کے محافظ نے مدینے کا لیا رستہ

جماعت زخم خوردہ ساتھیوں کے ساتھ ساتھ اس کے

سہارا دے رہے تھے دو جہاں والوں کے ہاتھ اس کے

۱۔ اُحد میں دو دو شہید ملا کر دفن کئے گئے۔ مقدمہ اس کو کیا جاتا تھا جسے قرآن زیادہ یاد تھا۔ (تاریخ العمران)

۲۔ آپؐ نے قریش کے تعاقب میں آوی بیجے اور فرمایا کہ دیکھو ان کا رخ کدھر ہے۔ ان کی نیت بخیر نہیں تو اُس خدا کی قسم جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے میں آخر دم

تک لڑوں گا (دیکھو طبری ابن ہشام)

عقیدت اور تسلی

خبر وحشت اثر تھی فرقتِ جانِ مدینہ کی
 مساکین و یتامیٰ کی المناکی نمایاں تھی
 اُحد میں لڑنے والے غازیوں کی مضطرب مائیں
 نکل کر شہر سے ہر موڑ سے پھرتے تھے راہوں میں
 چلی تھی اک ضعیفہ جستجوئے حال کرنے کو
 گئے تھے جنگ میں اس کا برادر اور شوہر بھی
 ملے رستے میں ان سب کی شہادت کے پیام اُس کو
 مگر اس کی زباں پر ایک ہی اسمِ گرامی تھا
 نہ شوہر کا، نہ بیٹوں کا، نہ بھائی کا خیال آیا
 رسول اللہؐ سلامت ہیں ملی اس کو نوید آخر
 کہا چل کر دکھا دو مجھ کو صورتِ کملی والے کی
 نظر آیا وہاں جلوہ فگن نورِ تجلی ہے
 نہ پوچھو دل فگاری سینہ چاکانِ مدینہ کی
 کہ ان پر جوشِ رحمت کی نہ غایت تھی نہ پایاں تھی
 شہیدانِ وفا کے بال بچے اور جو آئیں!
 یہ شب کیا تھی جہاں تاریک تھا اُن کی نگاہوں میں
 کسی اچھی خبر کا بڑھ کے استقبال کرنے کو
 پنچھا کر دیئے تھے اس نے فرزندوں کے گوہر بھی
 سنانی ہی سناتے جا رہے تھے خاص و عام اس کو
 اُسی کا نامِ نامی تھا جو مظلوموں کا حامی تھا
 رسول اللہؐ کیسے ہیں؟ یہی لب پر سوال آیا
 شبِ غم میں نظر آئی ضیائے صبحِ عید آخر
 کہ ان تاریک آنکھوں کو ضرورت ہے اُجالے کی
 پکار اٹھی کہ اب میری تسلی ہی تسلی ہے

تسلی ہے، پناہ بے کساں زندہ سلامت ہے

کوئی پروا نہیں سارا جہاں زندہ سلامت ہے

مشت

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

تاریخ اسلام (منظوم)

قرآن و حدیث کی روشنی میں

یعنی

شاہنامہ اسلام

شاہنامہ اسلام

(جلد چہارم)

اُردو نظم میں تاریخ اسلام کے زریں واقعات رزم کا ولولہ انگیز بیان

اثرِ خامہ

ابوالاثر حقیظ جالندھری

پیشکش

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں

جو

کلمہ طیبہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ط

پر

ایمان رکھتا ہے!

۱
حفظ

فہرست مضامین شاہ نامہ اسلام (جلد چہارم)

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۶۳	مخرج صحابہؓ کی جرأت و ہمت	۵۴۱	دیباچہ حفیظ جالندھری
۵۶۳	پیغمبر علیہ السلام دشمنوں کے تعاقب میں	۵۴۹	مرداں بکوشید!
۵۶۴	تشکر کفار کی حالت	باب اول شہادت گاہ اُحد پر ایک نظر	
۵۶۵	لشکریوں کا ایک دوسرے کو الزام		
۵۶۶	ابوسفیان اور دوسرے قائدین کی مشورت	۵۵۱	شہیدان اُحد کی تربتیں
۵۶۷	ابوسفیان کا تامل و تذبذب	۵۵۲	تکفین و تجہیز
۵۶۷	ابوسفیان کی تقریر	۵۵۳	اُحد سے سرورِ عالم کی مراجعتِ مدینہ
۵۶۸	ابوسفیان کی شیخیاں	۵۵۴	اُحد کی افتاد پر مجاہدین کی ندامت
۵۶۹	حضرت علیؓ اور آلِ ہاشم سے عداوت	۵۵۵	مدینے کی یہ رات اور منافقین
۵۷۰	رسول اللہؐ کے بارے میں ابوسفیان کے خیالات	۵۵۶	منافقین کی طرزِ گفتگو
۵۷۱	صفوان ابن امیہ کی فہمائش	۵۵۷	منافقین کا مہاجرین پر طعن
۵۷۲	معبذ خزاعی کا ورود	۵۵۸	منافقین یہود کے رفیق تھے
۵۷۳	معبذ قریش کو ڈراتا ہے	۵۵۹	منافقین کا طرزِ استدلال
۵۷۴	قریش کے حوصلے پست ہو گئے	۵۶۰	انصار کا ایمان
۵۷۴	لشکرِ قریش کی بدحواسی اور فرار	باب دوم شام اُحد کی صبح	
۵۷۵	حراء الاسد - زخمیوں کی جماعت		
۵۷۶	اس تعاقب کا راز	۵۶۲	مجاہدین اُحد پھر راہِ جہاد پر
۵۷۶	مجاہدین اسلام کی چھاؤنی		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۹۱	حکیم مدینہ مفت دوا اور شفا دیتا ہے	۵۷۷	اہل نور سے اہل نار کا فرار
۵۹۲	ابو براء کی شفا یابی اور مکر	۵۷۷	مخبرانِ صادق کا بیان
۵۹۳	ابو براء کی درخواست	۵۷۸	رسول اللہ کے ارشادات
۵۹۴	آنحضرتؐ کا تامل - ابو براء کی ضمانت	باب سوم نبیؐ اپنے مدینے میں	
۵۹۴	ہدایت کی درخواست منظور		
۵۹۵	مبلغین اسلام راہِ تبلیغ پر	۵۷۹	رونے پینے اور ماتم داری کی منہای
۵۹۵	رسول پاکؐ کا مبلغین سے خطاب	۵۷۹	شہیدوں کا احترام
۵۹۶	مبلغین اسلام نجد کی طرف	۵۸۱	مدینہ امن کی بستی
۵۹۶	ابو براء کا کھسک جانا	۵۸۱	دارالامان کی کشش
۵۹۷	صحابہؓ کا پیغام رئیس نجد کے نام	۵۸۱	مدینے میں اہل حق کے اشغال
۵۹۷	رئیس نجد کا مبلغین سے سلوک	۵۸۲	حلقہ ذکر
۵۹۸	نجدی قبائل کا مبلغین پر حملہ	۵۸۳	دارالامان کے آمن کی صورت و سیرت
۵۹۹	شہدائے بیر معونہ	۵۸۴	حلقہ درس اصحاب صفہ
۶۰۰	واقعہ رجیع - قبائل عضل و قوراء کا مکر	۵۸۴	اصحاب صفہ کی شان
۶۰۰	تبلیغ کے لئے صحابہؓ کی تیاری	۵۸۶	نبیؐ کو ان کی پاسداری تھی
۶۰۱	مبلغین اسلام اور قبائل خون آشام	باب چہارم سلسلہ سرایا دشمنان اسلام کی دغا بازیاں اور تباہ کاریاں	
۶۰۲	شہادت مبلغین رجیع		
۶۰۲	خدا کے آزاد بندوں کی گرفتاری اور نیلای	۵۸۷	دارالامان پر چاروں طرف سے حملے
۶۰۳	نیلام گاؤ مکہ	۵۸۸	فتنہ انگیز قبائل کی سرکوبی
۶۰۳	قید میں آزادہ دلوں کا حال	۵۸۹	شیطنیت کی انتہا - دغا بازوں کے ہاتھوں مقتولانِ وفا کی
۶۰۴	بے گناہوں کے قتل کی منادی	۵۹۰	شہادتیں - واقعہ بیر معونہ
۶۰۵	قیدی اپنے قتل کی خبر سنتے ہیں	۵۹۰	نجد سے اظہارِ فتنہ
۶۰۵	مسلمان قیدی کی خواہش	۵۹۰	ابو براء کا مدینے میں آنا
۶۰۶	مسلمان کسی حالت میں غدار نہیں		
۶۰۷	مسلمان کسی بے گنہ سے بدلہ نہیں لیتا		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	باب پنجم	۶۰۷	یہ سب خلق محمدؐ کے کرشمے ہیں
	فتنہ قوم یہود	۶۰۸	قتل کامیلا
۶۲۱	مزدور اور سود خوار	۶۰۸	شوق جب مقتل کی جانب پابجولاں لے چلا
۶۲۲	ساہوکار کا دخل و عمل	۶۰۹	مسلمان قیدیوں سے کافروں کا سلوک
۶۲۲	سود و سود کا پھیر	۶۰۹	یک جان دو قالب
۶۲۳	مدینے کے یہود	۶۱۰	اسلام سے پھر جانے کی ترغیب
۶۲۳	قبائل عرب کی سیاسیات اور یہود	۶۱۰	دار کے نیچے مسلمانوں کا نعرہ حق
۶۲۳	یہود اسلام کے دشمن تھے	۶۱۱	سایہ دار میں نمازیں
۶۲۵	اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں	۶۱۱	نماز ادا کرنے میں عجلت کا سبب
۶۲۶	یہود کی ہر کوشش ناکام	۶۱۲	اذیت وہی کے لئے صلائے عام
۶۲۷	یہود کی غضب ناکی	۶۱۲	انتہائی آزار انتہائی عقوبت
۶۲۷	نا قابل اصلاح قوم	۶۱۳	شہید کا آخری امتحان
۶۲۸	یہود کی طرف سے انتہائی اشتعال پر رسول اللہ کا تحمل	۶۱۳	ضییب کا آخری جواب
۶۲۹	رسول اللہ کو قتل کرنے کی ناکام سازشیں	۶۱۳	ضییب کی دعا
۶۳۰	سلامت نکل جانے کی اجازت	۶۱۵	قاتلوں پر مقتول کی ہیبت
	باب ششم	۶۱۵	ایمان زید کا امتحان
	مسلمانوں پر سارے عرب کا دھاوا	۶۱۶	پائے محمدؐ کی خلش بھی ناقابل برداشت
۶۳۱	جنگ احزاب کے وجوہ	۶۱۶	شہیدوں کی لاشوں سے بدلہ
۶۳۱	سارا عرب مشتعل	۶۱۷	گناہ بے گناہی
۶۳۲	بڑے بڑے قبائل کی فوجیں	۶۱۹	باطل حق پر غضب ناک تھا
۶۳۲	ملک خدا خر گرفت	۶۱۹	نوبہ آسمانی کے مقابل حبش سفلی
۶۳۳	دوسروں کی کمائی پر جینے والے	۶۲۰	طییب مایوس نہیں ہوتے
۶۳۳	اقتدار شخصی کی ہوس	۶۲۰	امور کا ضبط و صبر
۶۳۵	مفت خور		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۶۵۸	اس نئے خطرے کی تصدیق اور نبوت کے انتظامات	۶۳۵	لشیروں کا باہمی ربط و ضبط
۶۵۸	خندق پر اسلوب جنگ	۶۳۶	شخصی ریاست جبری سیاست
۶۵۹	کفار کے اتحادی لشکروں کا بے پناہ دھاوا	۶۳۶	شخصی اقتدار کے گرگے
۶۶۱	مسلل حملے مسلسل مدافعت	۶۳۷	انتظام کے پردے میں لوٹ
۶۶۲	ہولناک ہنگامہ	۶۳۷	ناحق پرستوں کا وجود
۶۶۲	چوبیس ہزار کے مقابلے میں ایک ہزار	۶۳۸	وجود اہل حق
۶۶۳	قائد اسلام اور مجاہدین کا استقلال	۶۴۰	محمد کا مدینہ
۶۶۳	کثرت کفر کا شور	۶۴۱	انسان کامل کی برات
۶۶۵	قریشی شہسوار خندق پار	۶۴۲	مدینے کے چاروں طرف
۶۶۵	چار ہرزہ کار	۶۴۲	جاء الحق و ذوق الباطل
۶۶۶	ابن عبدود	۶۴۵	حق سے اہل باطل کے اندیشے
۶۶۶	ہزار سوار کے برابر ایک شہسوار	۶۴۶	مدینے پر چڑھائی کرنے والے
۶۶۷	واحد صدائے شیر خدا	۶۴۶	آنحضرت کی مجلس مشورت
۶۶۷	صاحب ذوالفقار کا جلال	۶۴۷	حضرت سلمان فارسی کی رائے
۶۶۸	تین سوال	۶۴۷	خندق
۶۶۹	ابن عبدود کی حیرت اور غضب ناکی	۶۴۸	محبوب خدا مزدور کے لباس میں
۶۶۹	کافر کا غرور	۶۵۰	ضرب محمد
۶۷۰	مومن غیور	۶۵۱	لشکر کفار کی آمد آمد پہلوانان عرب کا ورود
۶۷۰	ابن عبدود کا وار	۶۵۲	خندق کے آر پار
۶۷۱	شیر زخم دار	۶۵۲	احزاب عرب کی چھاؤنی
۶۷۱	برش ذوالفقار	۶۵۳	کفار کے جیوش اور یہود
۶۷۲	ابن عبدود کا انجام	۶۵۳	قبیلہ قریظہ کی بغاوت
۶۷۲	شیر خدا انسانی بھیڑیوں کے تعاقب میں	۶۵۵	یہودی قوم کی عہد شکنی نئی نہ تھی
۶۷۳	شریفانہ موت کا طالب	۶۵۷	نبی کریم یہود کو آخری فہمائش کرتے ہیں
۶۷۴	فوج کفار پر ہیبت ذوالفقار	۶۵۷	عہد شکن یہود کا تہرہ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۶۸۶	آزمائش کے دن	۶۷۴	قریش کے سرداروں کی خفیہ مجلس
۶۸۷	خندق پر جماعت مجاہدین	۶۷۵	ابوسفیان کی تقریر
۶۸۷	انتہائی مصیبت انتہائی استقلال	۶۷۵	کفار کے مقاصد جنگ
۶۸۸	ساری دنیا کی بھلائی کے لئے	۶۷۶	قریش دیوتاؤں کے نائب
۶۸۸	جذبہ کدائے فرض و احساسِ ذمہ داری	۶۷۶	قریش کے اندیشے
۶۸۹	جماعت کا تحفظ	۶۷۶	شامی کا منصوبہ
۶۸۹	اتحاد جماعت	۶۷۷	کملی والے کی روشن تعلیم
۶۹۰	مسلمانوں کا ایثار	۶۷۷	فرزند ابوجہل کا نقطہ نظر
۶۹۰	ایسے امتحان کے وقت	۶۷۸	قریش اسلام سے کیوں پریشان تھے
۶۹۱	جب نفس فریب دیتا ہے	۶۷۸	قریش کو نسلی برتری کی فکر
۶۹۲	کون ثابت قدم رہتا ہے	۶۷۹	مدینے کے اندر ریشہ دوانی کی تجویز
۶۹۲	اصحاب محمدؐ کا ایمان	۶۷۹	منافقین کو بغاوت پر ابھارنے کی چال
۶۹۳	مسلل آزمائش	۶۷۹	مسلمانوں کو محصور کر کے مارنے کا قصد
۶۹۳	سرکردہ انصار سعد ابن معاذؓ	۶۸۰	شہر کا محاصرہ
۶۹۴	مسلمان مستورات	۶۸۱	شہر کی حفاظت کے انتظامات
۶۹۴	یہود کا منصوبہ	۶۸۱	محمصورین خندق پر شدت
۶۹۵	حضرت صفیہؓ کی دلاوری	۶۸۲	منافقین مدینہ کی روگردانی
۶۹۵	مسلمان عورتیں اپنی حفاظت آپؐ کرتی ہیں	۶۸۲	منافقین کے بہانے
۶۹۶	مسلمانوں کا انتہائی استقلال	۶۸۳	مہاجرین سے کینہ
۶۹۷	امتحان کی آخری سخت گھڑیاں	۶۸۳	منافق نصرت اسلام نہیں کر سکتے
۶۹۷	صحابہؓ امتحان میں پورے اترے	۶۸۴	رسول کا تحمل
۶۹۸	آنحضرتؐ کی دعا	۶۸۴	آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا
	احزاب کی آخری رات - کافروں کا ایک دوسرے کو الزام -	۶۸۵	مدینہ محاصرے کی حالت میں
۶۹۹	ظالموں کی پریشانی	۶۸۵	مسلمان اسلام کی ذہنیت
۷۰۰	قریشی سپہ سالار سے بددلی	۶۸۶	آئے آستین

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۷۰۷	آندھی کا حملہ	۷۰۱	یہودیوں کی نفع خوری
۷۰۸	کفار پر خوف و ہراس چھا گیا	۷۰۱	یہودیوں کی وعدہ خلافی
۷۰۸	ابوسفیان سمجھا قیامت آئی	۷۰۲	قبائل کو رسد کی فکر
۷۰۹	ابوسفیان نے بھاگنے کی ٹھہرائی	۷۰۲	کفار کا لشکر اور شراب
۷۱۰	ابوسفیان کی بدحواسی	۷۰۳	شرابی شاعر
۷۱۰	ابوسفیان کی شرم	۷۰۴	ابوسفیان کی تقریر
۷۱۱	لشکرِ احزاب اندھیرے میں غائب	۷۰۴	یہود اور قبائل میں اختلاف
۷۱۲	مدینے کی صبح	۷۰۵	دوسری صبح متفقہ دھاوے کی تجویز
		۷۰۶	وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

دیباچہ

خدا اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احسان ہے کہ شاہنامہ اسلام کی جلد چہارم بھی مکمل ہو گئی جس خلوص و محبت سے میں نے اس کو لکھا ہے اسی جذبے سے قوم کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس پیش کش کے ساتھ چند بہت ہی اہم امور عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

پہلی تین جلدوں کے مطالعہ سے ہر شخص پر واضح ہو چکا ہے کہ میرا مقصد کیا ہے اور یہ کہ میں نے یہ سلسلہ واقعات ایک تخلیقی رومان یا محیر العقول رزمیہ کے طور پر پیش نہیں کیا۔

نہ یہ ہے زال کا قصہ نہ رستم کی کہانی ہے

پر سیرغ ہے اس میں نہ راہ ہفت خوانی ہے

تاہم میری تمنا ہے کہ یہ کتاب انتہائی دلچسپی کے ساتھ پڑھی جائے۔ مطالعہ کرنے والے ایسے متاثر ہوں کہ اپنے ارد گرد کے لوگوں کو بھی سنائیں۔

لیکن میری یہ بھی کوشش رہی ہے کہ ان واقعات کے بیان میں کوئی بھی ایسی بات نہ ہو جس سے یہ اثر ایسی صورت اختیار کرے جو الف لیلہ بوستان خیال رستم وستان یا طلسم ہوشربا ہیرا نجانا ننگ ناول سینما وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے ایسے تاثرات نہ مجھے درکار ہیں نہ میرا مقصد۔

دلچسپی پیدا کرنے اور مردوزن کی توجہ کھینچنے کے لیے حسن و عشق وصال و فراق کی کوئی جھلک، ناز و کرشمہ کا کوئی نظارہ اس کتاب میں داخل کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا، بلکہ خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ پڑھنے یا سننے والے کی توجہ اصل مقصود سے ہٹ کر شعر و شاعری کی ظاہری اور بناوٹی مرصع کاری کی طرف نہ جائے کیونکہ توجہ کا اس طرح ہٹنا خصوصاً ایسی تصانیف کے لیے موزوں نظر نہیں آیا جو قوموں کی احیاء صادقہ کے لئے لکھی جاتی ہیں۔

اور تو اور ایسی روایات تک سے حتی الوسع پرہیز کیا گیا ہے جو کافی سند کے بغیر مولود شریف کی عام کتابوں اور بعض کتب سیر میں درج کر دی گئی ہیں یا عوام کی محافل میں گرمی محفل کے لیے بیان کی جاتی ہیں۔

عوام الناس کے متعلق خواہ مخواہ یہ خیال کر لیا گیا ہے کہ وہ پست خیال ہیں اور مذکورہ بالا طرز کا عنصر کتاب میں موجود نہ ہو تو توجہ نہیں کرتے۔ میرے شاہنامہ اسلام نے اُن تمام دلچسپیوں، رنگینیوں اور گرمی محفل کے ساز و سامان سے معرا ہوئے۔ بے کے باوجود اس خیال کو باطل ثابت کر دیا ہے۔ ہزار ہا مردوزن بوڑھوں بچوں جوانوں نے اس کتاب کو بہ ذوق و شوق مہل کیا، لاکھوں نے اس کو پڑھا، پڑھایا، سنا اور دوسروں کو سنایا اور یہ فیض جاری روز افزوں ترقی پذیر ہے۔

ہزار خطوط (ہندوستان) کے ہر گوشے بلکہ بیرون ہند سے بھی جہاں کسی نہ کسی طرح تھوڑی بہت اُردو جاننے والے مسلمان موجود ہیں (معصنف کو موصول ہوئے ہیں اور اس امر کے شاہد ہیں کہ جس طبقے کے لیے کام کیا جا رہا ہے وہ طبقہ اس کتاب سے اثر پذیر ہے۔

چوتھی جلد مکمل ہونے کے چند ماہ بعد، ملک جو ہندوستان کہلاتا تھا یا کستان اور بھارت میں تقسیم ہو گیا۔ معصنف

یہی نہیں بہت سے نئے اور پرانے شاعروں نے اس طرزِ سخن کو موثر پایا اور متعدد کتابیں اور بے شمار اسی طرز پر لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں۔

ہاں ایک چھوٹا سا طبقہ ضرور ہے جس کو شاہنامہ اسلام سے چڑھ ہے۔ اس طبقے میں مصنف کو بعض ایسے ہم عصر شاعر لوگ ہیں جن کو شاہنامہ اسلام کی کامیابی میں اپنے فن کی ناکامی کا غلط احساس نہ جانے کیوں پیدا ہو گیا ہے ان میں جو زیادہ آزادی نواز ہیں فرماتے ہیں کچھ اس قسم کا لٹریچر جو شاہنامہ اسلام پیش کر رہا ہے اور جو صرف مسلمانوں ہی کے لیے مفید ہو سکتا ہے ہندوستان کی متحدہ قومیت اور خالص پرستش وطن کے تصور کے لیے خطرناک ہے۔ ان سچے وطن پرستوں کا مطالبہ یہ ہے کہ ترقی پسند لوگ اسلام کو رجعت سمجھتے ہیں۔ لہذا موجودہ دور میں اسلامی روایات کا تسخیر اڑانے اور ہندوستان میں رہنے والی دس کروڑ آبادی کو اپنے ماضی سے بیزار کرنے کے سلسلے میں ان کی تقلید کرنا ہر شاعر کا فرض ہے۔ ان کا بیان ہے کہ اس طرح ہندوستان میں انقلاب آ جائے گا اور ان کی لوح مزار پر شاعر انقلاب کچھ ایسے حروف میں لکھا جائے گا جس کے پڑھنے والے شاعر اور انقلاب دونوں سے بے خبر ہوں گے۔

میں نے اپنے ان کرم فرما شاعر لوگوں کی زبان و قلم سے بہت کچھ سنا اور برداشت کیا ہے اور میں نے اپنی ذات کو تلقین کی ہے کہ

نہیں عتاب زمانہ خطاب کے قابل

ترا جواب یہی ہے کہ مسکرائے جا

البتہ بعض لوگ ایسے ہیں جن کا قول ہے کہ ہم حفیظ سے بہتر توقعات رکھتے تھے یہ شاکی ہیں شاہنامہ اسلام میں وہ دلچسپیاں کیوں نہیں جو حفیظ کے دوسرے کلام میں نظر آتی ہیں۔ ان کو تعجب ہے کہ حفیظ کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ پوچھتے کہ وہ حفیظ کہاں ہے جس کے ابتدائی کلام پر یہ رائے دی گئی تھی کہ:-

”حفیظ کے قلم کی ایک بے پروا جنبش سے موسیقی کی روح کانپ کر بیدار ہو جاتی ہے۔ قدرت کی رنگینیاں تصویریں بن بن کر سامنے آتی ہیں اور غائب ہو جاتی ہیں لطافت اور نزاکت شاعری کا جھللاتا ہوا لباس پہن کر رقص کرنے لگ جاتی ہیں ساون رُت، گھنگھور گھٹاؤں میں کھیلتی ہوئی بجلی، موردوں کی جھنکار، چہیوں کی پکار، برسات کی ٹھنڈی ہوا، ہوا میں اڑتے ہوئے آنچل آنکھوں میں تمنائے دید اور فراق کے آنسو دل کو انتظار کی دھڑکن یہ ایک مست کیف شاعر کی وہ دُنیا ہے جس میں حفیظ گاتا پھرتا ہے۔“

میرے نقاد شاہنامہ اسلام میں اس رنگ کو تلاش کرتے ہیں نہیں پاتے تو چرچا فرماتے اور چپھاتے ہیں کہ حفیظ بطور شاعر ختم ہو گیا چونکہ یہ لوگ میرے خیر خواہ ہیں شاید یہ چرچا اور چپھانیک نیتی پر مبنی ہے اس لیے زندگی میں پہلی مرتبہ اس توضیح پر مجبور ہوں۔ مذکورہ بالا رائے میرے اوّلین مجموعہ کلام نغمہ زار پر دوسری بیٹا غلغلہ آرا تحسین و آفرین کی تحریروں میں سے چنی نہیں گئی بلکہ ایک مختصر ترین ناقد کی رائے ہے یعنی 1925ء میں یہ رائے پروفیسر احمد شاہ بخاری انجمن بے پطرس نے دی تھی۔ یاد رہے کہ میں نے شاہنامہ اسلام کا آغاز 1926ء میں کر دیا تھا گویا ایک ہی سال میں میرا جامِ سخن رنگینیوں کی شراب مشکِ بوسے خالی ہو چکا تھا اور گویا وہ کوئی اور ہے جس نے نغمہ زار کے بعد سوز و ساز اور تلخابہ شیریں کی غزلیں، گیت، نظمیں لکھ کر میرے نام سے شائع کر دیں۔

شاہنامہ اسلام جلد اول کے دیباچے میں شیخ سر عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں:

”اکثر شعرا نے اس ”شاہنامہ اسلام“ قسم کے بڑے کام بڑھاپے میں اپنے ذمے لیے ہیں۔ حفیظ کے جاننے والوں میں جن کی نظر سے ان کی وہ نظم گزری ہے جس کا عنوان ہے ”ابھی تو میں جوان ہوں“ انہیں شاید حفیظ کی شاعری کو اس شان بزرگی اور تقدس میں جلوہ گردیکھ کر تعجب ہو لیکن جو شخص ان کے تخیل کی بلند پروازی سے آگاہ ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ جست حفیظ کے لیے دشوار نہ تھی۔ حفیظ عمر میں جوان ہے مگر شاعری میں بوڑھوں کی صف میں جلوہ گر ہے۔ زور طبع سے بسنت اور بہار پر ایسی نظمیں لکھتا ہے جس سے معلوم ہو کوئی شخص جو رنگین مزاجی کے سب مرحلوں سے گزر چکا ہے آپ بیتی باتیں لکھ رہا ہے اور جوانی کو مست اور دیوانی دکھانے میں اپنی کہانی بیان کر رہا ہے مگر یہ صرف اس کی خدا داد ذہانت کے کرشمے ہیں ورنہ زمانے نے اُسے اتنی فرصت ہی نہیں دی کہ دنیا کی رنگینیوں کو قریب سے دیکھے یا اس کے مزے لے۔“

یہ آرا میں نے اس لیے نقل نہیں کیں کہ ان سے اپنی مدح و ثناء کا کوئی پہلو پیدا کروں شاعر ہونے کے باوجود مجھ میں اتنی عقل ضرور ہے کہ شائے خود بخود گفتن کا مصداق نہ ہوں۔ ان اقتباسات سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اگر ”ابھی تو میں جوان ہوں“ بسنت اور بہار کی نظمیں رنگین مزاجی کے عملی مراحل سے گزرے بغیر بھی لکھی جاسکتی ہیں اگر جوانی کی مستی اور دیوانہ پن حفیظ کی آپ بیتی نہیں تخیل کی پرواز ہے اور اگر بقول سر عبدالقادر صاحب حفیظ دنیا کی رنگینیوں کے مزے لیے بغیر بھی ایسی نظمیں لکھ دیتا رہا ہے تو اس سے اتنا ضرور ثابت ہے کہ مصنف اگر چاہتا تو عامۃ الناس میں اس کتاب کو اور زیادہ مقبول کرنے کے لیے کہیں نہ کہیں (فرضی ہی سہی) عشق و محبت حسن وادایا محیر العقول شان و شکوہ کا اظہار کر کے اپنا کمال منوا سکتا ہے۔

پھر حفیظ نے ایسا کیوں نہیں کیا.....؟

یو۔ پی کے مشہور ناقد اور شاعر پروفیسر رگھوپتی فراق نے 7 اگست 1941ء میں ایک تقریر براڈ کاسٹ کرتے ہوئے کہا۔ 1925ء سے اب تک سولہ برس کے اندر حفیظ جالندھری نے لگا تار اپنے کلام کے مجموعے ملک کے سامنے پیش کئے ’نغمہ راز‘ ’سوز و ساز‘ شاہنامہ اسلام پہلی جلد دوسری جلد تیسری جلد اور مختلف سالوں میں نئی غزلیں اور نظمیں۔ لیکن یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ وہ ہمارے گزشتہ پندرہ برسوں کے مشہور شعرا کے کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں یا بہ حیثیت مجموعی کون شعرا ان سے متعلق ہیں یا نمایاں طور پر ان سے متاثر ہیں بات جو کچھ بھی ہو لیکن حفیظ کی بہت سی نظمیں ملک میں اس قدر مقبول ہو چکی ہیں زبانوں پر اتنی چڑھی ہوئی ہیں کانوں اور دلوں میں اس طرح گونج چکی ہیں کہ حفیظ کو اس دور کی شاعری سے غیر متعلق ہرگز نہیں کہا جاسکتا بلکہ اس دور سے اُن کا گہنا سمبندھ اور جیتا جاگتا تعلق ماننا پڑتا ہے۔

”حفیظ کی شاعری نے جن خوبیوں کی وجہ سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچا ان میں سب سے زیادہ نمایاں خوبی ان نظموں کا سنگیت یا ترنم تھا یہ چیز اکبر چکبست اقبال اور جوش ملیح آبادی یوں کہنا چاہیے کہ حفیظ سے پہلے کسی شاعر کے یہاں اس رنگ اور اس شکل سے ہمیں نہیں ملتی موسیقی اور شاعری گیت اور نظم ترانہ اور ادب کا ایسا میل پہلے دیکھنے میں نہ آیا تھا.....!“

”شاعر نے ان نظموں کو موزوں کرنے میں ان کو رچنے میں نکھارنے اور سنوارنے میں ظاہر ہے کہ حالی آزاد اکبر

چکبست درگا سہائے سرور اقبال بلکہ انیس اور نظیر اکبر الہ آبادی تک کسی نظم گویا غزل گو شاعر سے اثر نہیں لیا ہے.....؟“
 دوسرے شعرا نے گیت لکھنے کی بالآرادہ کوشش کی وہ گیت کی اسپرٹ میں نہیں ڈوب سکے وہ ہندی گیت کی سادگی میں ہندی
 گیت کا ٹھوس پن نہیں لاسکے اس کے لیے حفیظ جالندھری کے گیتوں اور ترانوں کے مصرعے اور کھڑے پر مغز اور بامعنی
 ہوتے ہیں، رومانی منظر یہ اور ہر طرح کے گیتوں میں حفیظ جالندھری نے سہل متنع کی بے لاگ مثالیں دی ہیں، کوئی ایسی
 نظموں کے لکھنے کی کوشش کرے تو معلوم ہو.....!“

”یہ تیاری یہ اُلتی ہوئی اور اٹھلاتی ہوئی جوانی یہ بے تکلف اور بے لاگ رچاؤ اور نکھار یہ شوخ اور چٹیلی رنگینی۔ یہ دھن یہ
 سریلاپن یہ رنگ یہ رس یہ کسک اور یہ انگڑائیاں ہم کو آج تک کسی اردو شاعر میں اور کہیں نہیں ملتیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ
 مصرعے اور اشعار کہے نہیں گئے ہیں بلکہ چھلک پڑے ہیں۔“

”حفیظ کی منظر نگاری خاص توجہ کی مستحق ہے، موسیقی اور مصوری، سنگیت اور چتر کاری کا جو میل حفیظ کی منظر یہ نظموں میں
 ہمیں ملتا ہے وہ کم سے کم مجھے تو اور کہیں نہیں ملا یہ لے اور جھلکیاں مناظر کے احساس میں یہ ابھارتیہ کسک اور مقامی رنگ
 (Local Colour) خاص چیزیں ہیں.....!“

”حفیظ کی غزلوں میں بھی یہی چمکتی ہوئی اور ابھرتی ہوئی جوانی نظر آتی ہے جس میں البیلے پن کے ساتھ وہ حلاوت اور
 معصومی ہے وہ متوازن لڑھ پن ہے وہ جذباتی کیفیتیں ہیں وہ تیر اور مردانہ انداز ہیں جو ہمیں اور شعرا میں نہیں ملتے۔“
 فراق صاحب نہ میرے ہم مذہب ہیں نہ ہم وطن میرا ان سے دوستانہ میل جول بھی نہیں نہ خط و کتابت سچ یہ ہے کہ جب میری نظر
 سے یہ تحریر گزری تو مجھے تعجب ہوا اس لیے کہ جہاں تک اردو شعر و شاعری کے موجودہ دور کا تعلق ہے صوبائی اور طبقاتی تعصب موجود
 ہے پارٹیاں بنی ہوئی ہیں اور جو شاعر کسی پارٹی میں نہ ہوا اور ہو بھی ”نکسال باہر“ اس کی کسی خوبی کا اعتراف ذرا غور کرنے کی بات ہے۔
 رسالہ آواز سے یہ طولانی اقتباس اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ ایک بے لاگ ہندو ادیب و نقاد و شاعر کی رائے ہے جو حفیظ سے حسن ظن
 رکھنے کی وجہ سے حق رکھتا ہے کہ حفیظ اس کے اعتراض یا استفسار کا ٹھنڈے دل سے جواب دے۔

اس تقریر کے آخری حصے میں رگھوپتی فراق فرماتے ہیں۔

”جہاں تک شاہنامہ اسلام کا تعلق ہے مجھے اور شاید بہتوں کو حفیظ کی شاعری کے اس خاص رنگ اور خاص انداز سے
 شاہنامہ اسلام بالکل بے تعلق معلوم ہوتا ہے اگر کوئی اسے بے اختیار ہو کر سراہنے پر تلا ہوا ہو تو وہ اسے جھوم جھوم کر پڑھ سکتا
 ہے اور اگر حفیظ کی دوسری شاعری کے مقابلے میں شاہنامہ اسلام کسی کو پسند نہ آئے تو وہ یہ سمجھ لے کہ ملٹن نے فردوس
 گمشدہ لکھنے کے بعد کئی ایسی چیزیں لکھیں جن میں شعریت سے زیادہ نثریت ہے ایک فطری شاعر کی زندگی میں کبھی کبھی
 نثریت کا دور بھی آتا ہے۔“

یہ فتویٰ صادر کرنے کے بعد موصوف دریافت کرتے ہیں کہیں ایسا تو نہیں کہ شاعرانہ جذبے کی جگہ ملی جذبے نے لے لی

شاہنامہ اسلام کے بارے میں محترم ناقد نے جس طریقہ سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے مجھے اس صاف بیانی سے بجائے ملال کے انتہائی مسرت ہوئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ میں نے اس بارے میں کچھ عرض کرنا ضروری سمجھا ہے تاکہ اگر کسی قسم کی غلط فہمی شاہنامہ اسلام کے بارے میں ایسی آراء کی وجہ سے پھیل سکتی ہے۔ تو اس کا ازالہ ہو جائے۔

شاہنامہ اسلام شعریت ہے یا نثریت؟ شعریت و نثریت میں کیا فرق ہے؟ یہ صفحات اس بحث کے متحمل نہیں ہو سکتے البتہ اندازہ کرنا چاہئے کہ عوام الناس کا اجتماع بیک وقت سات سات گھنٹے شاہنامہ اسلام کو ذوق شوق سے سنتے دیکھا جا رہا ہے۔ آپ فرمائیں گے کہ حقیقت کے پڑھنے کا انداز ہی ایسا ہے بجا، لیکن حقیقت سے بہتر انداز سے پڑھنے اور سنانے والوں کے لیے دو تین غزلوں یا ایک ہی نظم کے دوران میں لوگوں کو کھانسی کیوں شروع ہو جاتی ہے؟

میرے دوست! یہ حقیقت یا کسی اور کے پڑھنے کا انداز نہیں بلکہ شاہنامہ کے بین السطور ایک خاص تاثر ملحوظ رکھا گیا ہے۔ آپ اس کو نثریت کہیے یا شعریت! وہ مقصد حاصل ہے جس کے حصول کے لیے اکیس برس سے یہ محنت شاقہ جاری ہے، معلوم ہوتا ہے آپ نے جلد اول کے آغاز میں شاہنامہ کے مقصد پر نظر نہیں ڈالی۔

تمنا ہے کہ پھر ان کا لہو اک بار گرماؤں
دلیا سنگیں، سخن کے آتشیں تیروں سے برماؤں
سناؤں ان کو ایسے دلولہ انگیز افسانے
کرے تائید جن کی عقل بھی تاریخ بھی مانے

کیا فردوسی مرحوم نے ایران کو زندہ
خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ

بہر صورت یہ نثریت بھی ہو تو میں آپ کو یہ اطلاع بہم پہنچا دینا چاہتا ہوں کہ اس کے لیے میری حیات سخن پر کوئی الگ دور نہیں آیا، جاگ سوئے عشق۔ کرشن ہنری وغیرہ گیت منظر یہ نظمیں، وہ تمام غزلیں جن کو آپ نے رومان بھری وغیرہ کہا ہے اور جن کے حوالے اپنی براڈ کاسٹ میں دیئے ہیں یعنی وہ سب کچھ جو سوز و ساز اور تلخ بہ شیریں میں درج ہے۔ ۲۶ء سے ۱۹۴۷ء کے درمیانی دور کا کلام ہے۔ اسی دور کا جس میں شاہنامہ اسلام کی چار جلدیں ہی ظہور میں آئیں یہ کہ ایک فطری شاعر کی زندگی میں کبھی کبھی نثریت کا دور بھی آتا ہے چونکہ بیک وقت ایک شاعر اور نقاد کا قول ہے اس لیے ضرور تجربے اور تحقیق پر مبنی ہوگا، لیکن کسی فطری شاعر کی افتاد طبیعت ان دونوں طرز کے ذریعہ اظہار سخن پر بھی تو بیک وقت حاوی ہو سکتی ہے۔

کیا آپ کسی ایسے باغبان سے واقف نہیں جو اپنے باغ میں رنگ رنگ کے پھول بھی کھلاتا ہے اور پھل دار درخت بھی لگاتا ہے۔ کیا آپ یہ کہتے ہیں کہ پھولوں کے بنانے سنوارنے یا آپ کے الفاظ میں رچنے اور نکھارنے میں تو باغبان کا فن قابل تحسین ہے، لیکن شمر اور درختوں کو پروان چڑھانے میں کوئی ہنر نہیں ملے گا!

اب رہا آپ کا یہ سوال کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ شاہنامہ اسلام کے لکھنے میں شاعرانہ جذبے کی جگہ ملی جذبے نے لے لی ہو؟
یہاں میں آپ کی مباحثی کا قائل ہوں اب کہیں جا کر آپ کی نگاہ اصل نقطہ ٹھہری ہے۔ میں خود بھی اس ساری تمہید کو اس نقطے پر لا

آغا.....!

جناب پروفیسر رگھوپتی فراق اور اسی قسم کا سوال کرنے والے ان بزرگوں اور دوستوں کی تسلی کے لیے میری جانب سے گزارش ہے کہ ہاں بے شک شاہنامہ اسلام ملی جذبہ ہی سے لکھا جا رہا ہے اور اگر یہ جذبہ ملی حب وطن کے منافی و متضاد نہ ہو تو کسی کے لیے اندیشے کی وجہ نہیں۔

لیکن یہ کہنا کہ ملی جذبہ نے شاعرانہ جذبے کی جگہ لے لی ہے چست فقرہ نہیں یوں کہنا چاہیے تھا کہ شاعر نے اپنے جذبہ ملی کی تسکین کے لیے شعر سے کام لیا ہے۔ باغبان نے ضرورت سمجھی ہے کہ اپنے باغ میں محض پھول اور سبزہ ہی نہیں بلکہ ایسے درخت بھی لگائے جو سایہ دار بھی ہوں اور پھل بھی دیں آپ کو صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ مقصد پورا ہو رہا ہے یا نہیں، آنکھ اٹھا کر دیکھئے اس کڑی دھوپ میں کتنی مخلوق ان گھنے درختوں کی چھاؤں میں آسودہ اور خوشحال ہے.....! کتنی مخلوق ہے جو شاہنامہ اسلام کا ورد کرتی نہیں تھکتی.....!

اور کتنے بے شمار کام و دہن ہیں جو شاہنامہ اسلام کے اثمار سے لذت یاب ہیں! بے شک شاہنامہ اسلام میرے دوسرے کلام سے بہت مختلف ہے، یہ اختلاف کیا ہے یہی ناکہ من موہنی صورتیں، کلیوں کے گجرے، نازک ریلی تانیں شوخیاں، ناز و انداز، اٹھلاتی ہوئی جوانیوں کی انگڑائیاں اڑتے ہوئے آنچل بسنت، ساون، ٹھنڈی ہوائیں، اودی گھٹائیں، زلفیں اور ان میں جھلکتی ہوئی بجلیاں، آنکھوں میں تمنائے دید اور فراق کے آنسو یا وصال و بغل گیری کی چٹکیاں شاہنامہ اسلام میں نہیں ہیں..... ہاں نہیں ہیں یقیناً نہیں ہیں اس لیے نہیں ہیں کہ ان کو یہاں نہیں لایا گیا میری اجازت کے بغیر یہ مسخرے یہاں کیسے گھس سکتے ہیں.....؟

شاہنامہ اسلام معرکہ حیات ہے، باز بچہ اطفال نہیں۔ آپ یہاں کھیل کود کا تصور ہی کیوں کریں، دنیائے شعر میں ابھی اتنی وسعت موجود ہے کہ تفریح گھر اور عبادت خانہ الگ الگ تعمیر ہو سکیں، دونوں کے غلاما کی مجھے تو فی الحال کوئی ضرورت نظر نہیں آتی۔ یہ اصرار کیوں ہے کہ تفریح گھر کی تعمیر و آرائش میں جو ساز و سامان استعمال کیا گیا ہے وہی معبد میں کیوں نظر نہیں آتا۔ کیوں دونوں ایک ہی ڈیزائن پر کاربگر نے نہیں بنائے، مسجد میں محراب و منبر کیوں ہے، آرکسٹرا کا سٹیج کیوں نہیں دیواروں پر آیات قرآنی کیوں درج ہیں، حسین حسین تصویریں کیوں نہیں۔ لوٹے اور مصلے بھلے معلوم نہیں ہوتے قطار دار شراب کے کٹر آراستہ کئے جانے چاہئیں!

اگر آپ اس قسم کے سوالات کریں گے تو میں بہ پاس احترام ہنسون گا تو نہیں، البتہ سر جھکا کر یہ عرض کر دوں گا کہ حضور یہ مسجد ہے.....!

میں بے خبر نہیں ہوں، ایسے خیال کی لیتیں موجود ہیں جن کے عبادت خانے ہی میں سامان تفریح بھی مہیا ہو سکتا ہے، لیکن ملت اسلام ابھی ترقی کی اس حد تک نہیں پہنچی وہ اپنی مسجد کو بازی گاہ نہیں بنانا چاہتی اور شاہنامہ اسلام اسی ملت اسلام کے لیے لکھا جا رہا ہے۔ یہ نظم ایک قلعہ ہے جو فولادی اور سنگلاخ بنیادوں پر قائم کیا گیا ہے اور اس کی دیواریں پھول پتی سے نہیں اٹھائی گئیں، اس کے بروج کو غنیم حوادث کا مقابلہ کرنے کے لیے ترحیب دیا گیا ہے۔ ان بھاری پتھروں کی تراش خراش اور ان کو محل مناسب پر جمانے کے لیے جو صنعت اور مہارت استعمال کی گئی ہے وہ فن شیشہ گری سے الگ ہے، اس قلعہ کا حسن اس کے زُعب، ہیبت اور وقار میں ہے، ناز کی اور لچک میں نہیں، کیونکہ یہاں ناز کی اور لچک کمزوری پر دلالت کریں گی، اس قلعہ میں تفریح کا سامان قلعہ کے اندر رہنے اور بسنے والوں کے ضبط و

نظم اور قواعد و قوانین کی پابندی میں ہے۔

گزار پر بہار میں نرم روجو بہار کی دلکشی سے کسے انکار ہے، لیکن فلک آشنا پہاڑوں کا خاموش رعب و وقار اور دریاؤں کے غرائے میں بھی تو حسن اور نغمہ ہے۔

شاعر کی چشم تصور جب گوگل کا درشن کرتی ہے تو کانوں میں جھناکنارے بنسری کی سریلی تانیں بھی آتی ہیں، معصوم گویوں کے رنگین جھرمٹ میں برج ناتھ کا رقص بھی دکھائی دیتا ہے، یہاں شاعر کا دل بھی رقص کرتا ہے اور بے اختیار بنسری بجائے جا کا ہن مرلی والے نند کے لال کا لاپ شروع ہو جاتا ہے پھر یہی چشم تصور جب درہ خیبر کا نظارہ کرتی ہے، تو مہیب ناہموار چٹیل پہاڑوں کے دامن پر پگڈنڈیاں قسمت اقوام کی خونیں لکیریں دکھاتی ہیں اور ع

یہ بے آباد دہشت ناک وحشت خیز ویرانہ ہے لا تعداد شورا نگیز تہذیبوں کا افسانہ

زبان حال سے سنانا آغاز کر دیتا ہے۔ آریوں کے دل بادل راہ کی دشواریوں سے بے نیاز یہاں سے گزرتے اور زمین ہند پر آسمان بن کر چھاتے نظر آتے ہیں۔ آتش قدم قافلے پتھروں کو روندتے اور جھلساتے ہوئے رواں دواں محسوس ہوتے ہیں، یہاں گوگل کی پھوار اور ننھی بوندیاں نہیں بلکہ آئینہ خیال میں یہاں کا گرد و غبار فوج سکندری کی آندھی کا بقیہ معلوم ہوتا ہے، فولادی چٹانوں پر سورج کی کرنیں مسلمانوں کی تلواروں کی طرح چمکتی ہیں۔ اس چمک سے رعد کا تصور ہوتے ہی نعرہ تکبیر کی گونج سے چٹانوں کے سینے لرزتے ہیں۔ غزنوی اور غوری، تیمور و بابر اور ان کے لشکر گزرتے ہیں اور گزر جاتے ہیں سب گزر جاتے ہیں۔ شکوہ نادری بھی اقبال ابدالی بھی۔ لیکن شاعر دیکھتا ہے کہ اس درہ کے پتھر اور کانٹے جن کے منہ راہروں کے آبلہ ہائے پاسبان سرخ ہیں اسی شان وقار سے قائم و دوام ہیں۔

ہاں یہاں شاعر گوگل کی برسات کی پھوار نہیں دیکھتا نہ آموں میں پڑے ہوئے جھولے، وہ جھولنے والیوں کی ریلی تانیں نہیں سنتا، یہاں کی فضا اور ہے اس لیے تاثرات بھی مختلف ہیں اور ان کے اظہار کے لیے تکنیک بھی الگ، یہاں کی فضا ہمہ تن انتظار ہے، کہ دیکھیں اب کون رہوار وحشت پر سوار اس درے کا رخ کرتا ہے، ہاں یہ درہ خیبر کہ:

نہ اس میں گھاس اُگتی ہے نہ اس میں پھول کھلتے ہیں مگر اس سرزمین سے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں
کڑکتی بکلیوں کی اس جگہ چھاتی دہلتی ہے گھٹا بچ کر نکلتی ہے ہوا تھرا کے چلتی ہے
یہ ہیں ایک ہی شاعر کے آرٹ کی دو مختلف تصویریں۔ کیا اپنے اپنے محفل وقوع پر دونوں وقیع نہیں؟

شاید میرے نقادوں میں سے کوئی صاحب میری جگہ ہوتے تو گوگل میں کھڑے ہو کر نعرۃ اللہ اکبر بلند فرماتے یا درہ خیبر سے گزرتے ہوئے حملہ آوروں میں شامل ہو کر بنسری کی تان اڑاتے لیکن مجھے اعتراف ہے کہ میرا آرٹ یہ نہیں ہے.....! آگے چل کر فراق صاحب فرماتے ہیں:

مجموعی حیثیت سے حفیظ کی شاعری کا کیا مرتبہ ہے، اس کے متعلق میں پھر یہی کہوں گا کہ 1925ء کا ہندوستان اور اس وقت کے نوجوانوں کی تحریک کی جیتی جاگتی رچائی اور سنواری ہوئی تصویر اپنے بسی کرن منتر کے ساتھ نظر آتی ہے جیسے دندھیا چل

کی دیوی کی تیسرے پہر کی جھانکی یا کرشن لیلای جھانکی حفیظ نے اپنی ایک نظم میں جس کا نام ہے تین نفے، نیگور اور اقبال دونوں کی شاعری سے کتر کر نکل جانے کی جوارہ نکالی تھی اس کا ذکر بہت اچھے انداز میں کیا ہے۔

لیکن 1925ء اور اس کے بعد کا ہندوستان جوانی کی اس بے فکری، اس اُمتگ اور اس دلفریت انفرادیت سے یا اجتماعیت کے قدیم نظریوں سے گزر گیا جس کی ترجمانی حفیظ نے کی ہے۔ اب اس جوانی کے فطری جذبات غور و فکر کی اس بلوغت سے گزر رہے ہیں۔ اجتماعیت کے وہ نئے تجربے اور وہ نظریے جن سے آج سے چھ سات برس پہلے کا ہندوستان بے خبر تھا دوسری حسرتیں، دوسری ناکامیاں، دوسرے خواب ہندوستان پر آج چھائے ہوئے ہیں اس دور کی ترجمانی اگر حفیظ جالندھری اپنی شاعری میں کریں گے تو وہ چیز نغمہ زار، سوز و ساز اور شاہنامہ اسلام سے بھی ذرا مختلف ہوگی پرانی دنیا مر رہی ہے نئی دنیا جنم لینے کی کوشش کر رہی ہے حفیظ کی شاعری کا دور اگر ختم نہیں ہو گیا تو اسے ایک نیا جنم لینا پڑے گا۔

1925ء کے بعد ہندوستان جس کے نئے تجربے اور نئے خوابوں کا ذکر نقاد نے کیا ان خوابوں کی تعبیر کے طور پر وہ نئی دنیا جو مدت سے جنم لینے کی کوشش کر رہی تھی آج 1947ء میں اس جنم کے درد کی چیخیں ہندوستان کے گوشے گوشے سے سنائی دے رہی ہیں۔

جیسا کہ واضح کر دیا گیا ہے شاہنامہ اسلام جذبہ ملی سے لکھا ہے لہذا وہ لوگ جو اس کتاب کے مخاطب ہیں ہندوستان کے ان نئے خوابوں کی تعبیر اور اس نئی دنیا کے جنم کے درد و کرب میں اپنے لیے اپنے پیشوایان ملت ہی کی حیات مبارکہ کے واقعات سے شاہنامہ اسلام ہی کے ذریعے انشاء اللہ راستہ پالیں گے جس کی ان کو اس پر آشوب عالم میں ضرورت ہے۔ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ پیش آ رہا ہے ایسا ہی کچھ بلکہ اس سے بہت زیادہ سرمایہ و اقتدار کی طاقتوں کی طرف سے پونے چودہ سو برس پیش از دنیا کے ہادی اعظم اور آپ کے صحابہ کرام کو بھی پیش آ چکا ہے۔ بہت ہی سادہ الفاظ میں شاعرانہ الجھاؤ اور رنگ آمیزی کے بغیر وہ واقعات نظم کر دیئے گئے ہیں جن کے مطالعہ سے ایسے مواقع پر زندہ قومیں مشکلات پر غالب آجایا کرتی ہیں خواہ وہ بے سروسامانی اور اقلیت ہی میں کیوں نہ ہوں۔

البتہ حفیظ دوسرے جنم کا قائل نہیں اسی جنم میں جو نئے نئے نظارے پیش نظر ہوئے اور جو تاثرات اس کے قلب پر وارد ہوئے ان کو شکل دینے میں اس نے کوتاہی نہیں کی، تلخابہ شیریں شائع ہو چکا ہے۔ شاید ہندوستان اس کو موجودہ حالت کے مطابق پائے لیکن شاہنامہ اسلام میں عرض کر چکا ہوں۔ ایک قلعہ ہے اور قلعے بہت مدت تک قائم رہنے کے لیے تعمیر کئے جاتے ہیں!

حفیظ

18- اپریل 1947ء

مرداں بکوشید!

مقامی بن کے آیا ہے نہ راہی بن کے آیا ہے
یہ دُنیا رزمگہ ہے تو سپاہی بن کے آیا ہے
تیرے شایاں نہ دُنیا دار کا جامہ نہ زاہد کا
ملا ہے درگہ حق سے تجھے عہدہ مجاہد کا
تجھے فرصت کہاں ہے محوِ ناوِ نوش ہونے کی
گھڑی سر پر کھڑی ہے پھر کفن بردوش ہونے کی



بہت سوئی تری قسمت ، بہت آرام فرمایا
مبارک ہو کہ بیداری نے پھر اقدام فرمایا
تجھے اے مردِ مومن جوش میں آنا مبارک ہو
مئے توحید پی کر ہوش میں آنا مبارک ہو
ہوئی میعادِ پوری امتحانِ زیرِ دستی کی
ہے تیرے ہاتھ پر موقوف اب تاریخِ ہستی کی
بحمدِ اللہ ، ہوا پھر جادہ پیا کارواں تیرا

تیری گردش کے بعد آ ہی گیا دورِ زماں تیرا



فلک سے اک صدا لا تقنطوا فرماتی جاتی ہے
 زمین پر دورِ اسلامی کی ساعت آتی جاتی ہے
 دلوں کو فکرِ تکمیلِ عزائم ہوتی جاتی ہے
 بنائے شوکتِ اسلام قائم ہوتی جاتی ہے
 نگاہوں پر جو پردے پڑ گئے تھے، ہٹتے جاتے ہیں
 رُخِ خورشید سے تاریک بادل چھٹتے جاتے ہیں
 اندھیرا مٹتا جاتا ہے، اُجالا ہوتا جاتا ہے
 محمد مصطفیٰ کا بول بالا ہوتا جاتا ہے



باب اوّل

شہادت گاہ اُحد پر ایک نظر

ستاروں کی شہادت پر ظہور مہر تاباں ہے سحر کا رنگ کیا ہے 'سرخ' خونِ شہیداں ہے
 زمیں اہل وفا کے خون سے نمناک ہوتی ہے تو آزادی یہاں اہل جوتی ہے 'بیج' بوتی ہے
 اُحد کے داغ دھبے باغباں نے پاک فرمائے تو پھر ستر شہید اس میں سپردِ خاک فرمائے
 عجب ترکیب تھی یہ خاک سے سورج اُگانے کی زمین کے نور سے بامِ فلک کو جگمگانے کی
 اُٹھے یہ بیج آبِ تیغ سے سیراب ہو ہو کر ثمران میں لگے خورشیدِ عالم تاب ہو ہو کر
 شہادت گاہ میں مردانِ حق نے دے کے قربانی رہا شیطان کے پنچے سے کردی رُوحِ انسانی

شہیدانِ اُحد کی تربتیں

یہ ریگ و سنگ کے تو دے یہ قبریں پاکبازوں کی انہی سے آج دُنیا بس رہی ہے سرفرازوں کی
 پیامِ قسمت بیدار ہیں سوئے ہوئے غازی انہی سے ہے نشانِ سرفروشی 'جانِ جانبازی'

۱۷ فروردہ اُحد میں ستر۷۱ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے تھے جن میں زیادہ تر انصاری تھے

۱۷ شہداء بے غسل اسی طرح خون میں تھڑے ہوئے دو دو ملا کر ایک ایک قبر میں دفن کئے گئے جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا اس کو مقدم کیا جاتا۔ آٹھ برس کے بعد وفات
 مبارک سے ایک دو برس بعد جب آپ ادھر سے گزرے تو آپ پر بے اختیار رقت طاری ہوئی اور اس طرح پُر دروگھات آپ نے فرمائے۔ جیسے کوئی زندوں سے
 مخاطب ہو۔ اس کے بعد آپ نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! تم سے یہ خوف نہیں کہ پھر مشرک بن جاؤ گے۔ خطرہ یہ ہے کہ کہیں دنیا میں نہ پھنس
 جائیں۔ (دیکھو صحیح بخاری)

یہی تھے شمعِ دیں کے اولیں پرسوز پروانے
انہی روشن چراغوں سے زمانے میں اُجالا ہے
انہی کے دم سے ہیں دُنیا میں صبحِ عید کے جلوے
اُحد میں سورہی ہے آج بیشکِ مشتِ خاکِ اِن کی
صداقت ڈھونڈنے والے فداکاری کی راہوں میں
انہی کے جذبہٴ بیثار سے لے کر توانائی
اُحد کی تربتیں ہیں حریت کے سنگِ بنیادی
وہ شعلہ جس سے اب تک عشق کی گرمی ہویدا ہے
صداقت کیشِ غازی بادۂ غیرت کے ستانے
خدا کا اور محمدؐ مصطفیٰ کا بول بالا ہے
مسلمانوں کی کثرت سے عیاں توحید کے جلوے
مگر گرمِ عمل ہے جاگتی ہے جانِ پاکِ اِن کی
اسی منزل کو رکھتے ہیں تصور کی نگاہوں میں
غلامانِ محمدؐ کر گئے دنیا میں آقائی
ہے جن پر استوار اسلام کا ایوانِ آزادی
اسی معنی میں پنہاں ہے اسی صورت سے پیدا ہے

تکفین و تجہیز

اذانِ صبح گاہی پر کھلا تھا بابِ مے خانہ
نشہ تھا دیدنی اُن خوش نصیبوں کی سعادت کا
گرے تھے بادۂ عرفاں سے جو سرشار ہو ہو کر
چلا تھا شام تک اہلِ وفا میں دورِ پیانہ
نگاہِ لطفِ ساقی جام تھا جن کی شہادت کا
مقدر جاگ اٹھا تھا اُن کا فرشِ خاک پر سو کر

ع رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہیدانِ اُحد کی قبروں کی زیارت فرمایا کرتے تھے۔ جب وہاں داخل ہوتے تو شعب کی طرف رخ کر کے فرماتے۔
سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فِیْغَمُ غَفْیَ الدَّارِ
یعنی تم لوگوں پر سلام۔ تمہارے صبر و استقامت کے صلے میں کیا خوب ہے
دارِ آخرت

آپ کی وفات کے بعد خلفائے راشدین بھی اسی طرح ہر سال ان قبور کی زیارت کیا کرتے تھے۔
ع آپؐ جمعہ کی نماز پڑھ کر مدینہ سے نکلے اور اُحد کی وادی میں داخل ہوئے تھے لیکن اس روز جنگ نہیں ہوئی تھی دوسرے روز صبح نماز کے بعد صفِ آرائی ہوئی
تھی۔ اور سارا دن ہنگامہٴ جنگ برپا رہا تھا۔ شام کو مغرب سے پہلے کفار پلٹ چکے تھے۔ (تاریخ الخلفاء)

ہوا لبریز جامِ زندگی جن کامیابوں کا تھا اُن پر فاتحہ خواں ایک جھرمٹ آفتابوں کا
یہ گنجینے محبت کے، یہ اُلفت کے خزانے تھے محمدؐ اور اصحابؓ محمدؐ کے یگانے تھے

اُحد سے سرورِ عالم کی مراجعتِ مدینہ

دینے خاک میں دفنادیئے جب اس جماعت نے دعائے مغفرت کی صاحبِ روز شفاعت نے
قریشی کافروں سے ہو چکی تھی پاک یہ وادی مسلمانوں کو یثرب کی طرف اب لے گیا ہادیؐ
لٹایا صحنِ مسجد میں اُحد کے زخمِ داروں کو خدا کے فضل کا مژدہ سنایا دل فگاروں کو
فروش ہو گئے مردانِ درد آگاہ مسجد میں کہ خود موجود تھے سرکارِ عالی جاہ مسجد میں
دُردنداں، جبین و شانہ و رخسار زخمی تھے صحابہؓ سے زیادہ احمدؓ مختار زخمی تھے
مگر سرکار کو پروا نہ تھی اپنی جراحت کی تمنا تھی فقط اصحابؓ کے آرام و راحت کی

۱۔ اُحد کے معرکے میں ستر مسلمانوں نے جامِ شہادت پیا آنحضرتؐ کے ارشاد پر لاشے فراہم کئے گئے۔ سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے جب مبارک کو ایک چادر میں لپیٹ کر رکھا گیا اور آنحضرتؐ نے اس پر سات بکیروں سے نمازِ جنازہ ادا کی۔ پھر دوسرے شہداء حضرت حمزہؓ کے برابر لاکر رکھے جاتے رہے اور نمازِ جنازہ پڑھی جاتی رہی۔ اب آپؐ نے ان سب کی طرف دیکھ کر فرمایا میں ان لوگوں کی شہادت کا شاہد ہوں اور جانتا ہوں جو کوئی خدا کی راہ میں زخم کھائے گا۔ خداوند جلِ اعلیٰ قیامت کے دن اسے اس شان سے کھڑا کرے گا کہ اس کے زخم سے خون جاری ہوگا۔ جس کی رگت تو خون کی ہوگی مگر خوشبو مشک کی آتی ہوگی۔ اس کے بعد دو دوتین لاشیں ایک ایک قبر میں دفن کی گئیں۔ (ابنِ ہشام)

آپؐ نے شہدائے اُحد پر سلام بھیجا اور ان کے فضائل بیان فرمائے۔ نیز فرمایا کہ ان کو مردہ نہ سمجھو۔ یہ زندہ ہیں۔ اور خدا کی طرف سے ان کے لیے رزق ودیعت ہوتا ہے۔ قیامت تک جو بھی ان سلام بھیجے گا۔ یہ سنیں گے اور اس کا جواب دیں گے۔ حضورؐ کے قول کی صداقت کا اندازہ کیجئے۔ چھالیس برس کے بعد زمانہ امیر معاویہؓ میں سیلاب آیا اور شہدائے اُحد کی قبور کھل گئیں اور نعشوں کو دوسری جگہ منتقل کیا گیا۔ تو یہ بحیرہ عقولِ نظارہ دیکھا گیا کہ سب کے اجسام تروتازہ اور شگفتہ تھے اور زخموں سے خون جاری تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ ہاتھ سینے پر ہے۔ ہاتھ ہٹایا گیا تو سینے کے زخم سے خون فوارہ کی طرح ابلا۔ ہاتھ چھوڑ دیا تو وہ اسی زخم پر جا رہا۔ خون بند ہو گیا۔ (اخبارِ الایمان)

۲۔ آنحضرتؐ اُحد سے پلٹ کر مسجد میں داخل ہوئے اور بہت سے زخمی حضرات بھی ساتھ ہی مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں آگ جلائی گئی اور زخمیوں کی مرہم پٹی ہونے لگی۔ (تاریخِ العمران)

۳۔ آنحضرتؐ بہت مجروح تھے اور لبِ مبارک شق تھے اور شانہ راست اور رانیں چلی ہوئی تھیں جن کا پوست شگافتہ تھا۔ (بخاری)
۴۔ آپؐ بقرہ راست چل کر مدینہ میں پہنچے۔ اور اصحابؓ کی جراحت پر بار بار توجہ فرماتے رہے۔ (اخبارِ الایمان)

تن ہر مرد غازی اک چمن تھا زخم داری کا
مگر ہر قلب میں تھا ولولہ تیمارداری کا۔
کہاں سامانِ جراحی نمک تک اس جگہ کم تھا
تسلی دینے والا ہاتھ ہی زخموں کا مرہم تھا
شریکِ حالِ اُمت ' دردمندِ دردمنداں تھا
نگاہِ لطف و احساں دیکھ کر ہر زخم خنداں تھا
بہت سے غازیانِ زخم خوردہ ' خون آلودہ
رسول اللہ کے دامانِ رحمت میں تھے آسودہ۔
بہت جن کو اعزہ لے گئے ' اِذنیؑ نبیؑ پا کر
نبیؑ کی زخم داری پر مشوش تھے وہ گھر جا کر

اُحد کی اُفتاد پر مجاہدین کی ندامت

ملالِ حال تھا اُن کو نہ کچھ پروائے آئندہ
نبیؑ کو زخم خوردہ دیکھ کر آنکھیں تھیں شرمندہ
جو رنجورانِ عالم کو پناہیں دینے والا ہو
جو مجبوروں کو آزادی کی راہیں دینے والا ہو
مداوائے غم خلقِ خدا مقصود ہو جس کا
برائے دوست دشمن خلق لا محدود ہو جس کا
جو ہرزغے سے اُمت کو سلامت لے کے آجائے
وہ اُمت کی خطا کاری سے خود ہی زخم کھا جائے
وہ جانِ کائنات و شانِ آدم آج زخمی ہو
وہ محبوبِ خدا ' وہ صاحبِ معراج زخمی ہو
الہی کاش دل مالِ غنیمت پر نہ للچاتے۔
الہی کاش! ہم ارشاد والا کو سمجھ جاتے
اگر مردانِ تیر انداز اُتر آتے نہ ٹیلے سے
تو خالد حملہ کر سکتا نہ قوت سے نہ حیلے سے۔

۱۔ مسجد میں نماز عشاء پڑھی گئی پھر اصحابؓ نے آگ جلائی اور ایک دوسرے کی تیمارداری میں مصروف ہوئے۔ (ارشادِ اہلکلمۃ)

۲۔ زخم خوردہ اصحاب میں متعدد مسجد ہی میں فروکش رہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ بھی مسجد میں تھے۔ مسجد سے باہر دروازے پر عباد بن بشرؓ چہرہ دار تھے۔ (تاریخِ العیران)

۳۔ نبیؐ اُشبیل اور دوسرے مجاہدین جو اُحد میں زخمی ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے ان کے درگاہ اور لواحقین کی درخواست پر اجازت گھر جانے اور علاج کرنے کی دی تھی۔ (ارشادِ اہلکلمۃ)

۴۔ اصحابؓ کو زیادہ رنج آنحضرتؐ کی زخم داری کا تھا اور وہ یہ سوچتے تھے کہ یہ زخم زیادہ تر آنحضرتؐ کو اس لیے پہنچے کہ ہم پہلے غلبے میں مالِ غنیمت پر جگمگائے تھے۔
آنحضرتؐ نے اُحد کی جنگ کے آغاز پر جو خطبہ دیا تھا اس میں ایسی تصریحات موجود تھیں جن میں غنیمت پر دلوں کے للچانے کے فتنے سے متنبہ فرمایا تھا۔ (ارشادِ اہلکلمۃ)

۵۔ تیر اندازوں کو حضورؐ نے ٹیلا چھوڑنے سے حتمی طور پر منع کیا تھا۔ مگر مالِ غنیمت کے لالچ میں انہوں نے اس حکم کی تاویل کی تھی۔ (ارشادِ اہلکلمۃ)

اگر عقل و حواس و ہوش پر پردے نہ پڑ جاتے
صدِ اشیاط کی سُن کر پاؤں مٹی میں نہ گڑ جاتے
نہ ہوتا یہ تو ایسا جنگ کا اسلوب کیوں ہوتا
بزرِ آستیں یہ دیدہٴ محبوب کیوں ہوتا
وہ شمعِ نور تنہا اور آندھی فوجِ باطل کی
وہ نخلِ طور تنہا اور یورشِ موجِ باطل کی
وہ مظلوموں کا یارا، آسرا دنیائے ہستی کا
اُسی پر زور سارے ظالموں کی چیرہ دستی کا
اگر ہوتا نہ وہ حامی، الہی آج کیا ہوتا
یہاں پر جزِ غلامی، جزِ تباہی آج کیا ہوتا
غرض یہ غازیانِ زخمِ خوردہ دل میں ناوم تھے
خدا نے عفو فرمایا کہ یہ ملت کے خادم تھے۔
اُحد کے دن کی سختی سے زیادہ یہ ندامت تھی
کہ یہ اُفتادان کی رائے میں اپنی ہی شامت تھی

مدینے کی یہ رات اور منافقین

مدینے کی یہ شب کیا تھی دُورِ رُنگی کا نظارا تھا
گلی کوچے میں حالِ دوست دشمن آشکارا تھا
اُحد سے آنے والے سب مجاہد زخمِ خوردہ تھے
قلوبِ اہلِ ایمان اس نظارے سے فردہ تھے۔
کوئی بھی غازیوں میں آج زخموں سے نہ تھا خالی
مگر ان سب کے چہروں سے تھا اظہارِ خوشِ اقبالی
جو اہلِ صدق تھے محوِ علاجِ درمنداں تھے
مسلمان غمزدہ، لیکن منافق شاد و خنداں تھے۔

۱۔ اُحد میں جب حضرت معصب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابنِ قریہ نے شہید کر دیا تو کسی شیطان نے ندا دی تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل کر ڈالے گئے چونکہ حضرت معصب کی شہادت آنحضرتؐ سے ملتی جلتی تھی صحابہ پر اس خبر کا بہت برا اثر ہوا تھا۔ اور ان میں سے اکثر کے ہاتھ رک گئے تھے۔ اکثر نے میدان چھوڑ دیا تھا۔ (مصنف)
۲۔ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ فَاَعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ
اور تحقیق معاف کر دیا گیا تم کو (قرآن) یعنی پس معاف کر ان کو اور ان کے لیے استغفار کرو اور امر میں ان سے مشورہ کرو (قرآن)

۳۔ مدینے میں یہ قیامت کی رات تھی۔ جن کے اعزہ مارے گئے تھے وہ عورتیں روتی تھیں۔ بچے پریشان تھے لیکن منافقین اور یہود خوشیاں مناتے تھے اور شامت کرتے تھے۔ (اخبار الامان)

۴۔ آنحضرتؐ جب مدینہ میں تشریف لائے تو تمام مدینہ میں آپ جس طرف سے گزرتے تھے۔ گھروں سے ماتم کی آوازیں آتی تھیں۔ (سیرت النبی)
۵۔ جب آنحضرتؐ اور اصحابِ نبی صلعم اُحد سے مدینہ میں رُخی اور رُخور پہنچے تو ابنِ ابی اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کی معصیت اور دکھ پر خوش ہوتے اور کلماتِ بد زبان پر لاتے تھے۔ (ابن ہشام)

بظاہر یہ منافق تعزیت کرنے کو آتے تھے مگر طعن و تمسخر سے ہنسی ٹھٹھا اڑاتے تھے
 بوقت جنگ یہ بزدل شکارِ بدحواسی تھے گھروں کو لوٹ آئے تھے مدینے ہی کے باسی تھے
 ادھر مجروح تھے مضروب تھے اہل وفا بندے ادھر مسرور تھے مغرور تھے یہ پردغا بندے
 مجاہد گھر سے نکلے تھے کہ اپنی جان پر کھیلیں زمانے پر جو آفت تھی وہ اپنی ذات پر لے لیں
 ادھر یہ سنگدل گھر میں ہنسی ان کی اڑا رہے تھے زبانوں سے دلوں کے باغ پر بجلی گراتے تھے
 وہ دنیا بھر کے امن عام پر قربان ہوتے تھے یہ کشتِ زندگانی میں بدی کے بیج بوتے تھے
 مسلمان تھے علم بردار آزادی و رافت لے سنا کر من گھڑت خبریں اڑا کر جھوٹ افواہیں
 یتیموں اور بیواؤں کی یوں کرتے تھے ہمدردی کہ جس سے سننے والوں میں ہو پیدا جین و نامردی
 یہ مقتولوں پہ روتے اور مجروحوں پہ ہنتے تھے ادھر پند و نصیحت تھی ادھر آوازے کتے تھے

منافقین کی طرزِ گفتگو

اجی پہلے سے ہم نے کہہ دیا تھا گھر سے مت نکلو کھلے میدان میں بہرِ جنگ کرو فر سے مت نکلو
 ہماری رائے صائب تھی کسی نے بھی نہیں مانی گھروں سے موت لے نکلی تمہیں یا جوشِ نادانی

۱۔ احد کی صف بندی سے پہلے ہی مدینے کے منافق عبداللہ بن ابی اور اس کے تین سوساھی گھروں کو یہ کہتے ہوئے پلٹ گئے تھے کہ یہ جنگ نہیں ہے۔ مرتعِ ہلاکت ہے۔ ان کے اس رویہ نے احد کے میدان میں مسلمانوں پر پہلی ضرب کاری لگائی تھی۔ کیونکہ ایک ہزار کی مختصری جمعیت میں سے تین سوا افراد کا نکل جانا کسی طرح بھی غیر اہم نہ تھا وہ تو آنحضرت کا جلال اور مجزہ تھا کہ اہل ایمان ثابت قدمی سے مقابلہ ادا ہوئے تھے۔ (دیکھو شاہنامہ اسلام جلد سوم)

۲۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا قَالُوْا لَا خِیْرَ لِّہُمْ اِلٰی قَوْلِہٖ مَا قَالُوْا وَمَا قُلُوْا
 اے اہل ایمان تم ان کفر کرنے والوں کی مثال نہ بننا جنہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ اگر تم ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے نہ قتل ہوتے۔ (قرآن)

۳۔ ابن ابی کہتا تھا کہ احد کی طرف تمہارا خروج میری رائے کے موافق نہ تھا۔ محمدؐ نے میری رائے کے خلاف کیا اور مجھ کو روک دیا۔ (طہات)

تھا۔ (طہات)

ہماری بات کو سنتے ہماری راہ پر چلتے تو ننھے ننھے بچے یوں کفِ افسوس کیوں ملتے
ہماری ہی طرح تم بھی پلٹ آتے تو کیوں مرتے کھاتے مال و زر سے جھولیاں بھرتے، مزے کرتے
ہماری ہی طرح اپنے گھروں میں تم بھی آ جاتے تو ماتم کے یہ بادل کیوں ہمارے شہر پر چھاتے
قریش آئے تھے دیواروں سے ٹکراتے چلے جاتے قریشی بھائیوں کو ساتھ لے جاتے چلے جاتے
وہ آئے تھے کہ اپنے بھائی بندوں سے تھی کد ان کو نہ نہیں تھی اہلِ یثرب سے کوئی وجہِ حسد ان کو
تمہیں نے خود بخود ان سے عداوت کی بنا ڈالی ہماری اُپنا سے راہ و رسم بھی تم نے مٹا ڈالی

منافقین کا مہاجرین پر طعن

یہ سب مہمان جو مکے سے ہجرت کر کے آئے ہیں۔ یہ اپنی قوم کے مجرم تھے ہم نے دی پناہ ان کو یہ سچ ہے فرض تھا حق میزبانی کا ادا کرنا یہاں پر چند دن آرام فرماتے چلے جاتے
مصیبت ہیں کہ اک بھاری مصیبت ساتھ لائے ہیں مسلط کر لیا اپنے سروں پر خواہ مخواہ ان کو مناسب تھا تو وضع ہی پہ لیکن اکتفا کرنا ہمیں اسلام کے ارکان سکھلاتے چلے جاتے

۱۔ منافقوں نے اصحابِ نبی کو آئندہ باز رکھنے کے لیے درغلانا شروع کیا۔ وہ ان کو ترکِ رفاقت کا مشورہ دیتے تھے اور کہتے تھے جو لوگ تم سے مارے گئے اگر وہ ہمارے ساتھ پلٹ آتے تو کیوں مارے جاتے۔ (ارشادِ الحکمہ)

قرآن میں انہی کے لیے آیاتِ الذین قالوا لا نخوایہم وقلعدوا لوالکافرونا ما قتلوا یعنی جن لوگوں نے اپنے بھائیوں سے کہا۔ حالانکہ خود بیٹھ رہے تھے کہ اگر وہ ہماری اطاعت کرتے تو قتل نہ ہوتے قرآن نے اس کا جواب یہ دیا کہ اگر تم قول کے سچے ہو۔ تو اپنی جانوں سے موت کو نالو۔ (مصنف)
۲۔ ابنِ ابی اور اس کے ساتھ والے یہ کہتے تھے کہ قریش کو ہم سے کوئی کد نہیں۔ الا یہ کہ ہم نے ان کے بھائی بندوں کو پناہ دی۔ (ابنِ ابی)
۳۔ منافق کہتے تھے کہ ہم پر یہ مصیبت ہمارے مہمانوں یعنی مہاجرین کی وجہ سے آئی ہے۔ اے کاش! ہم باز رہتے۔ (تاریخِ العمران)
۴۔ منافقین کہتے تھے کہ مکہ والوں کو ہم پناہ نہ دیتے تو یہ روزِ بد نہ دیکھتے۔ (ارشادِ الحکمہ)

۵۔ منافقین اور یہود کا قول تھا کہ مکہ سے پہلے محض دین سکھانے کے لیے لوگ آئے۔ پھر پیغمبرؐ یہاں آ گیا۔ اور ان کے پیچھے یہ جنگ کا وبال ہم پر آ پڑا۔ (تاریخِ العمران)

مگر تم نے تو پیدا کر لیا رشتہ اخوت کا۔ کیا یکسر غلط اندازہ اپنے زور و قوت کا
مزے میں ہیں وہ سب گھربار پایا مال و زر پایا مگر ہم پر تباہی آگئی ہے، ہم نے بھرپایا

منافقین یہود کے رفیق تھے

یہ اچھا فائدہ ہم کو ہوا اس ربطِ باہم سے یہودی قوم نے قطع تعلق کر لیا ہم سے ۱
یہودی قوم سے رشتہ مرازم کا تھا دیرینہ ۲ اگرچہ کینہ ور ہیں وہ، مگر پوشیدہ تھا کینہ
علی الاعلان اب وہ برسرِ پرخاش پھرتے ہیں ہماری ابتلائیں دیکھ کر بشاش پھرتے ہیں
یہود و ارباب زر بھی ہیں، لڑاکے بھی نڈر بھی ہیں مہاجن ۵ ہیں عرب بھر کے لہذا با اثر بھی ہیں

۱ مکہ سے جو مہاجرین مدینہ میں آئے تھے۔ ان میں بہت سے دولت مند اور خوشحال لوگ تھے۔ لیکن ہجرت کرتے وقت کافروں سے چھپ کر نکلے تھے۔ اس لیے قطعاً بے سرو سامان تھے مکہ سے کچھ بھی ساتھ نہ لاسکے تھے۔ مدینے میں انصار کے گھرانے ان کی مہمانداری تو کرتے تھے لیکن مہاجرین غیرت مند تھے۔ کب تک مہمان رہتے۔ وہ نذر و خیرات پر بسر کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ دست و بازو سے کام کرنے کے عادی تھے۔ اب ان کے پاس پیسہ نہ تھا کہ جس سے کوئی کام کاج کر سکیں۔ اس لیے رسول اللہؐ نے انصار اور مہاجرین میں اخوت کا رشتہ قائم کر دیا۔ اور یہ قرآن کی اس آیت کی تفسیر تھیں۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ أَوْوُوا نَصَبُوا أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (سورۃ انفال)

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی۔ اور راہِ خدا میں جان و مال سے جہاد کیا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ان لوگوں کو پناہ دی۔ اور ان کی امداد کی۔ یہ لوگ باہم بھائی بھائی ہیں۔

۲ رسول اللہؐ مہاجرین اور انصار کے دو آدمیوں کو طلب فرما کر ارشاد کرتے کہ تم دونوں بھائی بھائی ہو۔ اس طرح بہت سے لوگوں میں ایسی اخوت قائم ہو گئی جیسے حقیقی بھائی ہوں۔ انصار نے اس رشتہ کا ایسا پاس دلجا لیا کہ اپنی آدمی املاک مہاجرین بھائیوں میں تقسیم کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ کوئی انصاری فوت ہوتا تو اس کا ورثہ مہاجر بھائی کو ملتا۔ (ابن ہشام)

۳ منافقین کو انصار و مہاجرین کا بھائی بھائی بن جانا بہت ناگوار تھا۔ (تاریخ العمران) ابن ابی اور یہود میں بھائی چارہ تھا اور معاہدہ تھا۔ جب یہود نے بار بار مسلمانوں سے عہد شکنی کی تو آنحضرتؐ نے یہود کے بعض قبائل کو مدینے سے نکال دیا تھا۔ منافق ہر وقت ان سے سازش میں مصروف رہتے تھے۔ (طبقات)

۴ ابن ابی اس یار دانی کے نام پر پوشیدہ طریق پر یہود کو اکسا رہا تھا۔ (تاریخ العمران) عرب میں یہودی قوت کا راز ان کے مہاجن کا رو بار تھے۔ روسائے عرب ان کے مقروض تھے اور انہوں نے اس طرح پورے عرب میں ریشہ دوانی کا جال بچھا رکھا تھا۔ (ارشاد الحکمت)

یہاں سے کر کے ہجرت جا بے ہیں ارضِ خیبر میں۔ نہ سمجھو یہ کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں چین سے گھر میں
کوئی دن میں وہ اک طوفان بن کر چھانے والے ہیں ہمارے شہر پر بھاری مصیبت لانے والے ہیں۔

منافقین کا طرزِ استدلال

ادھر اک سلسلہ قوم قریشی سے عداوت کا کچھ اُن کے اقربا کی تم نے یوں مہمانداری کی کھلی دعوت ہے یعنی اچھا خاصا اک بلاوا ہے پیسبر ہادیٰ برحق ہے، صادق بھی، امیں بھی ہے مگر سارے عرب کی دشمنی بھی تو بڑی شے ہے پیسبر پر اثر ہے اور نہ قرشی مہمانوں پر نتیجہ جز تباہی، جز غم و آلام کیا ہوگا خدا جانے اُحد میں کون جیتا کون ہارا ہے ہماری بیوقوفی پر ہر اہل ہوش خنداں ہے یہ اچھی جنگ ہے صاحب کہ ہم جانیں گنوا بیٹھے

نتیجہ ہے ہماری بے محل شانِ سخاوت کا اُنہیں گھر بار بخشے ان سے دولت بھی نہ پیاری کی۔ نتیجہ دیکھ لو اب تم پہ مہمانوں کا دھاوا ہے ہمیں ہے اعتراف اس کا ہمیں اس کا یقین بھی ہے نتیجہ دیکھ لو سارا عرب یثرب کے درپے ہے۔ یہ سارا بوجھ ہے اب اوس و خزرج ہی کے شانوں پر یہ آغازِ اخوت ہے تو پھر انجام کیا ہوگا بظاہر تو ہماری ہی مصیبت آشکارا ہے کہ ہم پر مدعی ست و گواہ چست آج چسپاں ہے۔ ہمارے مہماں زندہ سلاامت گھر میں آ بیٹھے

۱۔ بنی قریظہ اور بنی نضیر جب مدینے سے نکلے تو خیبر میں جا کر آباد ہو گئے۔ اور وہاں سے انہوں نے وسیع پیمانے پر اسلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ (تاریخ العمران)

۲۔ جنگ احزاب کی طرف اشارہ ہے جو یہود کی سازش سے برپا ہوئی۔ (مصنف)

۳۔ انصار و مہاجرین کی اخوت کی طرف اشارہ ہے انصار نے مہاجرین کو اپنی جائیدادوں تک میں شریک کر لیا تھا۔ اور بعض یہاں تک آمادہ ہو گئے تھے کہ اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے دیں۔ تاکہ اس کا دینی بھائی شادی کر لے۔ (مصنف)

۴۔ اس جرم میں کہ مدینہ کے انصار نے مسلمانوں کو پناہ دی تھی۔ قریش مکہ نے مدینہ کی بربادی کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور اپنے تمام متحدہ قبائل میں مخالفت کی آگ بھڑکادی تھی۔ (سیرت النبی)

۵۔ منافقین اُحد کے واقعے پر بار بار انصار کو گنتی پر اکساتے تھے کہ دیکھو تم میں سے کتنے قتل ہوئے اور مہاجرین میں سے کتنے؟ اور طعن کرتے تھے کہ تم تو مہاجرین سے زیادہ مسلمان ہو۔ (تاریخ العمران)

ہمارے مہمانوں میں فقط دو تین کام آئے بہادر اوس و خیزرج ہی کے اکثر زیرِ دام آئے
 چونچ کر آگئے ہیں، زخم خوردہ لنگڑے لو لے ہیں مگر خوش ہیں بڑا انعام پایا، جس پہ پھولے ہیں
 ہماری بات کو سمجھو، ہماری راہ پر آؤ ذرا سوچو، ذرا گنتی کرو، ہم کو بھی سمجھاؤ
 اُحد میں لڑنے مرنے والے یارِ اغیار کتنے تھے شہیدوں میں مہاجر کتنے تھے انصار کتنے تھے۔
 تمہارا بیچ ٹکنا بھی بڑی بھاری غنیمت ہے سبق حاصل کرو تو فتح سے بڑھ کر ہزیمت ہے
 خدا اور مصطفیٰ کو ہم بھی ہیں سب ماننے والے رموزِ دین و دُنیا تم سے بہتر جاننے والے
 ہمیں معلوم ہے جو حق توحید و رسالت ہے مگر حق پر بھی ناحق جان دے دینا جہالت ہے۔

انصار کا ایمان

منافق ہر گلی کوچے میں یہ باتیں بناتے تھے۔ شہیدانِ اُحد کے بیوی بچوں کو ستاتے تھے
 مگر ایمانِ محکم اور محکم ہوتا جاتا تھا نمکِ اخلاص کے زخموں کا مرہم ہوتا جاتا تھا
 نفاق و صدق میں تفریق پیدا ہوتی جاتی تھی دلوں کی بات آنکھوں پر ہویدا ہوتی جاتی تھی۔
 نگاہوں سے حقیقت پوش پردے ہٹتے جاتے تھے رُخِ خورشید سے تاریک بادل چھٹتے جاتے تھے

۱۔ منافقین شامت کرتے تھے کہ سترِ متولانِ اُحد میں مہاجرین یعنی اہل مکہ صرف تین ہیں۔ باقی سب انصار ہیں۔ (اخبارِ الایمان)

۲۔ منافقین اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور روزِ مرہ نماز کا اظہار کرتے تھے لیکن در پردہ تخریب ہی پر عامل تھے۔ (طبری)

۳۔ ابنِ ابی کہتا تھا کہ اُحد میں اتنے آدمیوں کا قتل ہونا جہالت اور ضد کا نتیجہ ہے حالانکہ ایسے مواقع پر معلمت سے کام لینا چاہیے تھا۔ تاکہ جانیں بچ جاتیں۔ (ارشادِ الحکمۃ)

۴۔ منافق ہر گلی کوچے میں زُنی اور متولِ مسلمانوں کے بال بچوں سے تمسخر کرتے تھے۔ (تاریخِ العمران)

۵۔ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَفَرَّادُفْعُهُمْ إِلَّا إِيْمَانًا وَتَسْلِيمًا
 بولے کہ یہ وہی ہے جس کا وعدہ خدا نے اور اس کے رسول نے کیا تھا۔ اور خدا اس کے رسول سے تھے اور اس بات نے ان کے یقین اور اطاعت کو اور بھی بڑھا دیا۔ (قرآن)

رسالت کی زباں لا تقنطوا فرماتی جاتی تھی قیامِ دورِ اسلامی کی ساعت آتی جاتی تھی
اندھیرا مٹتا جاتا تھا ، اُجالا ہوتا جاتا تھا محمدؐ مصطفیٰ کا بول بالا ہوتا جاتا تھا
دلوں کو فکرِ تکمیلِ عزائم ہوتی جاتی تھی بنائے شوکتِ اسلام قائم ہوتی جاتی تھی
دلوں میں نورِ قرآنی سرایت کرتا جاتا تھا مساوات و اخوت و ہدایت کرتا جاتا تھا
ادھر اسلام اپنے معجزے دکھلاتا جاتا تھا ادھر شیطان اپنے ساتھیوں کو لاتا جاتا تھا
منافعِ زہر کی پچکاریاں لے کر نگاہوں میں پڑے پھرتے تھے گھر گھر میں گلی کوچوں میں راہوں میں
مگر ایمان والے تھے سپاس و شکر کے عادی نہ گریاں تھے نہ نالاں تھے نہ شاکی تھے نہ فریادی
یہ زخمی شیرِ زنجیرِ اخوت کے تھے زنجیری بہم اک دوسرے کی کر رہے تھے سب خبر گیری
شکتہ ہڈیاں جڑتی تھیں گہرے گھاؤ سلتے تھے فروغِ پہنہ مرہم سے تن پر پھول کھلتے تھے

پڑے تھے بادۂ جرات کے لذت یاب مسجد میں

کھلا تھا عرشیوں کے میکدے کا باب مسجد میں ۱۔



۱۔ اصحابِ رسولؐ خود مجروح تھے۔ مگر دوسروں کی تیار داری فرماتے تھے۔ (تاریخ الامران)
مسجد نبویؐ میں بہت سے مجروحینِ احد پڑے تھے۔ جن کی تیار داری پر آنحضرتؐ بار بار توجہ فرماتے تھے اگرچہ خود مجروح تھے۔ (ارشادِ الحکمۃ)

باب دوم شام اُحد کی صبح

مجاہدین اُحد پھر راہِ جہاد پر

خیم شب لٹھ چکا تھا جوشِ محفل تھا ابھی باقی کہ عالی ظرف تھامے خانہ توحید کا ساقی
ہدایت یاب حاضر تھے حضورِ حضرت ہادیؑ مؤذن کی ازاں نے اب یہ محفل اور گرمادی
رسالت نے نقیبانِ اُحد کو یاد فرمایا وہ حاضر ہو گئے تو اس طرح ارشاد فرمایا۔
مجاہد جو اُحد کے معرکے میں آج تھے شامل انہیں ہونا ہے پھر رنگِ جہاد و جنگ پر مائل۔
وہ مسجد میں ہوں یا اپنے گھروں میں ہوں کہیں بھی ہوں شکستہ پا ہوں یا مضروب و رنجور و حزیں بھی ہوں
پہن کر اسلحہ تیار ہو کر بہرِ جاں بازی صفیں قائم کریں بعدِ نماز، اللہ کے غازی
اُحد کی جنگ میں جو لوگ شامل تھے وہی آئیں جنہیں توفیق ہو زادِ سفر بھی ساتھ میں لائیں
نمازِ صبح پڑھتے ہی مدینے سے نکلنا ہے تعاقب میں قریشی قوم کے ہم سب کو چلنا ہے۔

۱۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تہجد سے فارغ ہو کر بلالؓ کو حکم دیا۔ ندا کرے کہ رسول خدا لوگوں کو امر بطلب اداء کرتے ہیں۔ اس ندا پر عبداللہ بن عبادہ و سعد بن معاذ مدینے میں خروج کا حکم کرتے ہوئے نکلے۔ (طبقات ابن سعد۔ ارشاد الحکمۃ)

۲۔ حکم ہوا تھا کہ صرف وہی لوگ نکلیں۔ جو کل یعنی روزِ اُحد جہاد و قتال میں حاضر تھے۔ ان کے سوا کوئی نہ نکلے۔ (طبقات ابن سعد۔ تاریخ العمران)

۳۔ ہفتے کے روزِ اُحد کا واقعہ خویش آیتا تھا۔ دوسرے دن (اتوار کی صبح) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ یہ تعاقب ظاہری طور پر بے موقع نظر آتا تھا۔ لیکن ہادیؑ اسلام کے نزدیک اس کی بڑی اہمیت تھی۔ (ارشاد الحکمۃ)

۴۔ اصحاب رسول اللہؐ روزِ اُحد جہاد و قتال میں بہت مجروح تھے۔ یہ خبر پاتے ہی دوسری صبح پھر اٹھ کھڑے ہوئے کہ رسول اللہؐ نے دشمنوں کے تعاقب کے لیے فرمایا تھا۔ (تاریخ العمران)

مجروح صحابہ کی جرأت و ہمت

منادی ہو گئی، سب نے سنی سب نے خبر پائی ہوئی گرم عمل پھر ناتوانوں کی توانائی
تھکے ماندوں نے راحت بھی نہ پائی تھی کوئی دم کی ابھی زخموں نے لذت بھی نہیں چکھی تھی مرہم کی
ابھی ملبوس خون آلودہ بھی اترے نہ تھے تن سے ابھی اپنا لہو لپٹا ہوا تھا اپنے دامن سے
پیمبرؐ کا یہ حکم آیا جونہی گوشِ سماعت میں اٹھا لیک کہہ کر ہر کوئی جوشِ اطاعت میں
اٹھے ہتھیار اٹھائے اور کریں باندھتے نکلے بہ ذوق و شوق سبعا طاعة کہتے ہوئے نکلے
جراحت بار تھے، رنجور تھے، زخمی تھے، خستہ تھے نمازِ صبح میں لیکن یہ بندے دست بستہ تھے
لہو سے سرخرو تھے آب سے اب با وضو ہو کر کھڑے تھے پیشِ حق مجروح بندے قبلہ رو ہو کر
کھڑے بھی ہو نہ سکتے تھے یہ عالم تھا نقاہت کا مگر پیشِ خدا ساجد تھا جذبہ اُن کی چاہت کا
عیماں تھا جوشِ حسنِ بندگی بھی، صدقِ نیت بھی وفاداری میں مدغم تھی صعوبت بھی، اذیت بھی
یہی ایمان تھا جس سے بشر کے بخت جاگے تھے کہ جو معذور تھے وہ بندگی میں سب سے آگے تھے

پیغمبر علیہ السلام دشمنوں کے تعاقب میں

تھے ان سب سے زیادہ رحمۃ للعالمین زخمی تھے ان سب سے زیادہ شاکستہ تھے جبینِ مہ جبینِ زخمی
نشاں تھے خود کی کڑیوں کے رخسارِ مبارک پر اثر تھا دردِ دندان کا بھی گفتارِ مبارک پر

لوگوں کے دُغم ہرے تھے۔ خصوصاً اکثر بنی عبدالاشمل زیادہ مجروح تھے۔ سعد بن معاذ ان کے پاس پہنچے۔ اور آنحضرت کا حکم سنایا۔ وہ سب اسی حالت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ (ابن سعد)

جس نے سنا۔ حضور نے دشمنوں کی طلب میں اٹھنے اور حاضر ہونے کا حکم دیا ہے وہ جس حالت میں بھی تھا۔ سمعوا وطاعة لله ورسوله کہتا ہوا اٹھا۔ یعنی ہم نے اطاعت کی اللہ اور رسول کی۔ کہتا ہوا گھر سے چل کھڑا ہوا۔ حالانکہ سب دُغم خوردہ اور بہت مضروب تھے۔ (طبقات)

اسی حالت میں اُمت کی امامت اُس نے فرمائی وہی اک عہدہ ' بے شک وہی انسان کامل تھا
 عبودیت میں تھی مصروف اک مضروب پیشانی
 چمکتی تھی، دکتی تھی شعاع طور مسجد میں
 اُسے مقصود کرو فر نہ رعبِ حاکمانہ تھا
 اُسی کو تھا بشر کی چارہ فرمائی کا اندازہ
 کیا بعد نماز اُس نے لباسِ جنگ بھی دربر
 وجودِ پاک گویا اک چمن تھا زخمِ کاری کا
 ادھر محرابِ مسجد میں امامت اس کا حصہ تھی
 اُٹھ آئی تھی مخلوقِ مدینہ دید کی خاطر
 بڑھا جب وہ درِ مسجد سے اسوارِ فرس ہو کر
 اُحد کا زخم خوردہ ہر مجاہد ہمرکاب اس کا
 اداۓ فرض و تابِ استقامت اس نے دکھائی
 کہ فرضِ بندگی میں دوسروں سے بڑھ کے شامل تھا
 وہ پیشانی دیا اُمت کو جس نے تاجِ سلطانی
 کہ بے پروائے ضرب و زخم تھا وہ نورِ مسجد میں
 کہ جوشِ بندگی ہی شیوہٴ پیغمبرانہ تھا
 دماغوں اور دلوں کا باندھنا تھا اس کو شیرازہ
 زرہ آہن کی پہنی اور رکھا خود بھی سر پر
 مگر اللہ اکبر حوصلہ محبوبِ باری کا
 ادھر میدان میں فوجوں کی قیادت اس کا حصہ تھی
 فرشتے آسمانوں سے چلے تقلید کی خاطر
 معیت میں اُٹھی تکبیر آوازِ جرس ہو کر
 سپہ سالارِ حق تھا وہ، علم تھا آفتاب اس کا

لشکرِ کفار کی حالت

ہوں، کینہ تذبذب

یہاں مظلوم انسانوں کا یہ عزمِ فداکاری وہاں تھی ظالموں پر اک تذبذب کی رِدا طاری

- ۱۔ حضرت پیغمبر علیہ السلام اس حال سے برآمد ہوئے کہ مجروح تھے۔ آپ نے نماز تحسینہ المسجد پریمی۔ لوگ گرد و پیش جمع تھے۔ اس وقت زرہ اور خود پہنے ہوئے۔ سوائے آنکھوں کے سارا جسم اطہر ڈھکا ہوا تھا۔ آنکھوں میں شفقت اور جلال دونوں گویا ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ (تاریخ العمران)
- ۲۔ آپ زخمی تھے مگر بقدرِ راست چل رہے تھے۔ دونوں سعد (سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ) دونوں جانب ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ (تاریخ العمران)
- ۳۔ ابوسفیان اور لشکرِ قریش اُحد سے چل کر روجاء میں آئے۔ تھے اور اس وقت تک کوئی فیصلہ نہ کر سکے تھے کہ واپس کے پلٹ جائیں۔ یا بار و گردینہ پر حملہ آور ہوں۔ (تاریخ ارض مقدس)

پھرے میدان سے بے نیلِ مرام اعدائے آزادی
ہٹی یوں فوجِ باطل دینِ حق کے پاسبانوں سے
یہ لشکر اپنے ہی ظلم و تعدی سے تھکا ہارا
ندامت تھی درندوں کو بھی ان کی اس حماقت پر
قبائل مختلف تھے یک زباں تھی ان کی جلادی
کئے تقسیم سر لشکر نے مشکیزے شرابوں کے
غرور و ناز و شیخی بدزبانی اور نادانی
گزاری رات قرشی فوج نے پینے پلانے میں
رہا پھر طائرِ مقصد سے خالی دامِ صیادی
پلٹ جاتی ہے جیسے موج ٹکرا کر چٹانوں سے
اُحد سے چل کے رُوحا میں ہوا شب کو خیام آرا
کہ نازاں تھے یہ انساں وحشیانہ زور و طاقت پر
خلاف اک دوسرے کے سب تھے شاکی اور فریادی
مگر دل تشنہ خوں تھے ابھی خانہ خرابوں کے
انہی اطوار کو سمجھے ہوئے تھے فخرِ انسانی
بہم طعنہ زنی کرنے میں، صلواتیں سنانے میں

لشکریوں کا ایک دوسرے کو الزام

سحر کو جب نشے اُترے تو بیٹھے مشورہ کرنے
ہم اتنی دُور سے آ کر لڑے، جنگ آزمائی کی
غضب میں تھے، ٹپکتا تھا لہو اُن کی زبانوں سے
ہمیں کیا کیا اُمیدیں آپ لوگوں نے دلائی تھیں
نہ یثرب پر ہوئے قابض نہ ہم نے مال و زر لوٹا
کہا اُلو بنایا ہم کو سردارانِ لشکر نے
نتیجہ کچھ نہ نکلا مفت اپنی جگہ ہنسائی کی
درندے کر رہے تھے شکوہ اپنے گلہ بانوں سے
یہ فوجیں کیسی کیسی آرزوئیں لے کر آئی تھیں
پہاڑ اپنی جگہ قائم رہے اپنا ہی سر ٹوٹا

پیش مکہ کے ساتھ دوسرے قبائل بھی اُحد میں شامل ہوئے تھے۔ واپسی پر آپس میں ایک دوسرے کو شامت کرتا تھا اور الزام دیتا تھا کہ فلاں فلاں قبیلہ نے
لِ وفارت میں کمی کی تھی۔ (رشاد اکبر)

دو خواہ میں قریشی فوجیوں کو شراب تقسیم کی گئی تھی۔ کیونکہ بہت ہی خستہ اور تھکے ماندے تھے اور بے مقصد لڑائی سے بے دل تھے۔ (تاریخ العمران)

سپاہی افسران فوج کو الزام دیتے تھے وہ ابوسفیان ہی کا نام لیتے تھے۔ (تاریخ العمران)

دوسرے اپنے قائدین سے کہتے تھے کہ تم لوگوں نے محمد کو قتل نہ کیا اور مدینہ کی زبانِ نوحاست سے ہم آغوش نہ ہوئے۔ پس تم نے گویا کچھ بھی نہیں کیا۔ (واقعی)

محمد بھی سلامت، اُن کے ساتھی بھی رہے زندہ ہمیں غرقِ ندامت ہیں، ہمیں ہیں آج شرمندہ

ابوسفیان اور دوسرے قائدین کی مشورت

یہ باتیں قوم کی سن کر یہ سارا مدعا پا کر
ابوسفیان کے پاس آئے قریشی فوج کے افسر
کہا، یہ کیا کیا تم نے کہ یوں واپس پلٹ آئے
مدینہ سامنے تھا اٹے پیچھے ہی کو ہٹ آئے
ہماری فوج کا ہر فرد ہے دل ہی میں کھیانا
کہ بے مقصد ہوا یہ چل کے آنا اور پلٹ جانا
بہت محوِ ندامت ہیں بہت آتا ہے طیش ان کو
کھٹکتے ہیں دلوں میں سربراہانِ قریش ان کو
ابوسفیاں ذرا سا حوصلہ بھی تم اگر دیتے
ہمیں لازم تھا قتلِ عام کرتے شہر میں جا کر
مویشی بھی ہنکاتے، ساز و ساماں بھی اٹھا لاتے
ہماری فوج بھی ہم سب بھی ان باتوں کے طالب تھے
نہ قیدی اپنے ہاتھ آئے نہ دولت اپنے ہاتھ آئی
یہ غلبہ بے نتیجہ ہے، ادھورا ہے یہ کام اپنا
چلو چل کر براہِ راست حملہ شہر پر کر دیں
ہم ان میں سے کہنے والے پکار پکار کر کہتے تھے۔ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ مسلمانوں کی جمعیت قائم ہے اور ان کے اشراف عمائد باقی ہیں۔ حالانکہ ہم گھروں کو واپس چلے جا رہے ہیں۔ (تاریخ العمران)

۱۔ ان میں سے کہنے والے پکار پکار کر کہتے تھے۔ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ مسلمانوں کی جمعیت قائم ہے اور ان کے اشراف عمائد باقی ہیں۔ حالانکہ ہم گھروں کو واپس چلے جا رہے ہیں۔ (تاریخ العمران)

۲۔ قریش پشیمان تھے۔ روجاء میں پہنچ کر بعض ابوسفیان کے پاس آئے۔ کہا غلبہ تو حاصل ہو چکا تھا لیکن تم نے اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ چلو واپس تاکہ مدینہ کو لوٹیں اور محمد کو قتل کریں۔ (ابن سعد)

۳۔ اہل قبائل اپنے سربراہوں سے خفا تھے ان پر جھپٹے اور الزام دیتے تھے کہ تم نے ہمیں بہت سی امیدیں دلائی تھیں۔ اب واپس کیوں پلٹا دیا؟ (طبری)

۴۔ قریش احد سے پلٹے تو راہ میں پشیمانی سے چرچا کرتے تھے کہ نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔ اکثر مدینہ پر پلٹ چلنے کے لیے اصرار کرتے تھے اور اپنے اپنے قبیلے کے سردار اکساتے تھے کہ مال و دولت کے بغیر گھروں کو نہ پلٹو۔ (رشاد الحکمہ)

ابوسفیان کا تامل و تذبذب

بنا ہو جس تمدن کی لباسوں کی ستائش پر جہاں مضمون قرباں ہو لفافوں کی نمائش پر
 جلو میں جن کے چلتی ہو غلامانہ سرشت اُن کی ہوئی ہو ساتھ ہی جن کے تولد خوئے زشت اُن کی
 جہاں نقل و حقیقت میں نہ ہو ضدین کی صورت جہاں شخصی حکومت میں ہو نصب العین کی صورت
 عبارت زیست ہو جن کی لباسوں اور غذاؤں سے پھلا پھولا ہو جن کا نفس معدے کی ہواؤں سے
 وہاں پر اعترافِ صدق کا اظہار بے معنی وہاں گرفتار بہودہ وہاں رفتار بے معنی
 ابوسفیاں یہ باتیں سن کے ہاں ہاں کرتا جاتا تھا شجاعت باپ دادا کی نمایاں کرتا جاتا تھا
 مگر مرعوب تھا ایمان والوں کے تہور سے لرز جاتا تھا دل میں اُن کی صورت کے تصور سے
 نگاہوں میں تھی اصحابِ محمدؐ کی فداکاری نہ بھولی تھی؛ بھی تک حظّہ کی ضربتِ کاریؑ
 مگر جرات نہ پائی اس گھڑی تردید کی اس نے کہا جو کچھ کسی نے سرسرتائید کی اُس نے ۲

ابوسفیان کی تقریر

ابوسفیان بولا ' اے متاعِ ناز جاں بازو جوانو ' پہلوانو ' تیغ بازو ' تیر اندازو
 اگر سب کی یہ مرضی ہے تو میں بھی منہ نہ موڑوں گا ادھورا ہے اگر یہ کام پورا کر کے چھوڑوں گا
 مگر ہم لے چکے ہیں پورا پورا انتقام اپنا کرے گا اب عرب کا ذرہ ذرہ احترام اپنا ۳

ابوسفیان تھا خرا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا۔ اس کو اپنے خاندانی فخر کے بہت سے اشعار یاد تھے اور بات بات میں یہ اشعار سناتا تھا۔ (تاریخ العبران)
 حنظلہ بن عامر نے میدانِ احد میں ابوسفیان پر بے پناہ حملہ کیا تھا۔ اس کے گھوڑے کو قتل کر کے اس کی چھاتی پر چڑھ گیا تھا۔ ابوسفیان کے دہائی دیئے پر فوج والوں
 نے حنظلہ کو شہید کر کے ابوسفیان کی جان بچائی تھی۔ (دیکھو شاہنامہ اسلام جلد سوم)
 ابوسفیان سے کوئی بات بن نہ پڑتی تھی۔ مدینے کی واپسی کے خیال سے لوگوں کی توجہ ہٹانا چاہتا تھا۔ مگر دلتا تھا کہ لوگ کہیں اسی پر نہ پلٹ پڑیں۔ (احوال الاعراب)
 ابوسفیان کہتا تھا۔ ہم نے بدر کا پورا پورا انتقام لے لیا ہے اور عرب میں قریش کا وقار از سر نو قائم کر دیا ہے۔ (احوال الاعراب)

جہاں میں بندھ گئی اپنے خداوندوں کی دھاک آخر ہوئے تنہا خدا کے ماننے والے ہلاک آخر
خداوند ہبل کی آج ہم نے آبرو رکھ لی کہ اس کے دشمنوں نے خوب لذت مرگ کی چکھ لی
یہ ستر آدمی جن کو ہماری فوج نے مارا تھا ان میں سے ہر اک اپنے نبی کی آنکھ کا تار

ابوسفیان کی شیخیاں

یہ سب تھے ایک نادیدہ خدا کو ماننے والے ہمارے سب خداؤں کو برا گرداننے والے
وہ مصعب جو محمدؐ کا امین کار بنتا تھا بڑا جھنڈا اٹھاتا تھا علم بردار بنتا تھا
وہ باز کا حظلہ وہ نوجواں دولہا وہ دیوانہ مجھی پر حملہ کرنے آیا تھا بڑھ کر دلیرانہ
نہ مانا دھمکیاں دیتا رہا میں بار بار اس کو عرویں مرگ سے ہونا تھا لیکن ہم کنار اس کو

۱۔ جنگ احد میں: اس الخاص شہداء میں سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے جو مدینہ میں بطور معلم الاسلام آئے تھے۔ اور جن کے وعظ سے اس و خرزج کے قبیلے مسلمان ہوئے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے جو حضور سرور کائنات کے چچا اور رضاعی بھائی تھے۔ آپ اسد اللہ و رسول اللہ کے خطاب سے مخاطب کئے جاتے تھے۔ انس بن نضر انصاریؓ تھے یہ وہ بہادر ہیں جنہوں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ بھیاں چھوڑ کر مہبوت کھڑے ہیں تو پوچھا کیا ماجرا ہے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت انسؓ نے کہا۔ اے عمرؓ تو اعلیٰ مائات علیہ رسول اللہ یعنی آؤ جہاں رسول اللہ نے جان دے دی ہے ہم بھی اسی کام میں اپنی زندگی لگا دیں اب زندہ رہ کر کیا کریں گے یہ کہہ کر آگے بڑھے اور شہید ہوئے ان کی لاش پر ۷۰ زخم کاری تھے۔ سعد بن ربیع بھی احد میں شہید ہوئے تھے۔ خاتمہ جنگ کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلاش کے لیے آدمی بھیجے۔ ایک نے دیکھا زخم کھائے ہوئے ہیں اور سانس تو زور ہے ہیں۔ حال دریافت کیا گیا۔ سعدؓ نے کہا اب مجھے زندہ سمجھو لیکن براہ مہربانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام پہنچا کر عرض کر دینا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ بہترین جزا عطا کرے گا جو کسی نبی کو کسی امت کی ہدایت پر نہ دی گئی ہو اور قوم کو میری طرف سے کہہ دینا کہ جب تک جھپکنے والی ایک آنکھ بھی تمہارے اندر باقی ہے اس وقت تک اگر دشمن نبی تک پہنچ گیا تو خدا کے حضور میں کوئی عذر پیش نہ کر سکو گے۔ ان ہی شہداء میں عمارہ بن زیاد بھی تھے جنہوں نے جان دیتے ہوئے اپنے رخسار نبی صلعم کے ٹکڑوں سے لگائے ہوئے تھے۔ حظلہ بن ابوعامر بھی تھے جن کی شادی احد کی صبح سے پہلی شب ہوئی تھی اور وہ بستر عردی پر سے سیدھے میدان جنگ میں پہنچے تھے۔ (طبری)

۲۔ حضرت مصعبؓ بدو واحد میں اسلام کے علم بردار تھے۔ رسول اللہؐ نے سب سے پہلے آپ ہی کو مدینہ میں تبلیغ اسلام کے لیے بھیجا تھا۔ مسلمان ہونے سے پہلے مکہ میں یہ جوانان قریش میں صاحب جمال و جامہ زیب تصور ہوتے تھے لیکن اسلام لانے کے بعد ان پر فقر و بیکاری غالب تھا یہ آنحضرت سے بہت مشابہ تھے۔ (رشاد الحکمت)

۳۔ (دیکھو شاہنامہ اسلام جلد سوم)

۴۔ (دیکھو شاہنامہ اسلام جلد سوم)

وہ میثرب کے رؤساء جو بہت تن تن کے نکلے تھے محمدؐ کے مددگار و مصاحب بن کے نکلے تھے
اُحد کی سرزمین پر اب نرالا کھیت ہے اُن کا جراحت اوڑھنا ہے اور بچھونا ریت ہے اُن کا
وہ حمزہؑ جس کو ایسا ناز تھا اپنی شجاعت پر کہ تنہا حملہ کرنے دوڑتا تھا ہر جماعت پر
برید گوش و بنی سے عجب تھا آج حال اس کا محمدؐ کو نہ بھولے گا قیامت تک مآل اس کا
جری سب سے زیادہ حمزہؑ تھا اولادِ ہاشم میں زمین و آسمان رویا کریں گے اس کے ماتم میں
نہ منہ پر گوش و بنی ہے نہ تن میں ہیں جگر گردے ۱۰ وہ صورت ہے کہ صورت دیکھ کر منہ پھیر لیں مردے
شہیدانِ خدا کی یہ ادا سب سے زالی ہے میں خوش ہوں یہ ادا میری ہی زوجہ نے نکالی ہے ۱۱

حضرت علیؑ اور آلِ ہاشم سے عداوت

مجھے آج اپنی زوجہ سے فقط اتنی ندامت ہے علیؑ ابنِ ابی طالب ابھی زندہ سلامت ۱۲ ہے
علیؑ پر بھی اگر حمزہؑ کی صورت حربہ چل جاتا تو سورجِ آلِ ہاشم کا بھی گویا آج ڈھل جاتا

۱ اشارہ ہے اس سلوک کی طرف جو ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے سید الشہداء حضرت امیر حمزہؑ کے جسد مبارک کے ساتھ کیا تھا۔ (دیکھو شاہنامہ اسلام جلد سوم)

۲ حضرت امیر حمزہؑ کی شہادت کا حال جلد سوم شاہنامہ اسلام میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔

۳ حضرت امیر حمزہؑ اپنے زمانہ میں ایسے شہج اور بہادر تھے کہ بعد میں لوگوں نے آپ کی بہادری کے ایسے ایسے محیر العقول افسانے بنائے جن کے سبب آپ کی حیات مبارکہ عوام الناس میں ایک افسانہ بن گئی ہے۔ داستان امیر حمزہؑ کے نام سے ہزار ہا صفحات کے رنگارنگ مسلل افسانے فارسی اور اردو میں لکھے گئے۔ اردو داستان گوؤں نے ان کو اپنے اپنے ماحول کی مناسبت سے مقامی رنگ دے کر بیان کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ افسانوں کی دنیا میں کسی اور شخصیت کے متعلق اتنا لٹریچر موجود نہیں ہے جتنا کہ حمزہؑ کے بارے میں صرف اردو زبان میں موجود ہے۔ اس سے کم از کم یہ امر تو ظاہر ہے کہ حضرت حمزہؑ کی شجاعت اسلامی ممالک میں ضربِ اشل رہی ہے۔ اور رستم اسفندیار اور رامائن مہا بھارت وغیرہ کی داستانوں کے مقابل مسلمان داستان گوؤں نے ایک واقعی محترم اور تاریخی وجود کو اپنے افسانوں میں مرکزی ہیرو بنا کر مسلمانوں میں اپنی کہانیوں کو بے انتہا ذوق و توجہ سے سنایا ہے۔ (حفظ)

۴ ابوسفیان نے اُحد کی شام پکار پکار کر مسلمانوں کو سنایا۔ ”آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔“ فوج کے لوگوں نے مردوں کے ناک کان کاٹ لیے ہیں۔ میں نے یہ حکم نہیں دیا تھا۔ لیکن مجھ کو معلوم ہوا تو کچھ رنج نہیں ہوا۔ (صحیح بخاری ذکر غزوہ اُحد)

۵ ہندہ زوجہ ابوسفیان نے وحشی سے کہا تھا کہ محمدؐ حمزہؑ اور علیؑ ان تینوں کو کسی نہ کسی طرح قتل کرنا چاہیے۔ اس کو علیؑ کی سلامتی کا مدتوں رنج رہا۔ (عادیۃ العرب)

بظاہر اُس پہ صد ہا وار ہوتے میں نے دیکھا ہے ہزاروں سے اُسے دو چار ہوتے میں نے دیکھا ہے
 وہ کیسے زندہ ہے میری سمجھ میں یہ نہیں آیا وہ لڑتا بھی رہا اور زخم کاری بھی نہیں کھایا
 مگر خیر آ ہی جائے گی کسی دن اس کی باری بھی اُسے زندہ نہ چھوڑیں گے یہ نیت ہے ہماری بھی
 وہ قاتل ہے میرے بیٹے کا میرے رشتہ داروں کا اسی پر قرض باقی ہے ہمارے سو گواروں کا
 قسم ہم نے بھی کھائی ہے کہ اس کا زور توڑیں گے کسی صورت سے ہو لیکن یہ بدلہ لے کے چھوڑیں گے
 ہمارا اور بنی ہاشم کا جھگڑا چُک نہیں سکتا کسی صورت ہمارا ہاتھ اُس سے رُک نہیں سکتا
 محمدؐ کو تو خاصا زخم خوردہ میں نے دیکھا ہے ابو بکرؓ و عمرؓ کو بھی فردہ میں نے دیکھا ہے

رسول اللہ کے بارے میں ابوسفیان کے خیالات

محمدؐ کے فدا کاروں کو تم نے جس طرح مارا خوشی یہ ہے کہ اُس نے آنکھ سے یہ دیکھا نظارا
 وہ تنہا رہ گیا تھا بارہا تم نے اُسے گھیرا تعجب ہے کہ اُس نے خوفِ جاں سے منہ نہیں پھیرا

- ۱۔ حضرت علیؓ میدانِ احد میں بار بار افواجِ دشمن پر تنہا جا پڑتے تھے۔ ان کو بھگاتے اور مارتے تھے مگر خدا نے ان کو زخمِ کاری سے محفوظ رکھا۔ ابوسفیان بلکہ تمام امویوں کو حضرت علیؓ سے قتالِ بدر کے بعد خاص طور پر بغض رہا۔ اور یہ بغض بعد میں بہت سے واقعاتِ خونیں کا باعث بنا۔ (مصنف)
- ۲۔ میدانِ بدر میں حضرت علیؓ کے ہاتھوں ابوسفیان کا بیٹا اور ہند کا بھائی ولید بن عتبہ مارے گئے۔ ان کے انتقام کا جذبہ امویوں کے دل سے کبھی نہیں گیا۔ (مصنف)
- ۳۔ حضرت علیؓ کی خلافت اور مابعد کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ بنی ہاشم سے آلِ امیہ کی رقابت تاریخِ اسلام کا ایک ایسا باب ہے جس کا اثر آج بھی عام مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی زندگی پر ہے اور نہ جانے کب تک رہے۔ (مصنف)
- ۴۔ مصعبؓ بن عمیر کی شہادت کے ساتھ ہی جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ آنحضرتؐ شہید ہو گئے ہیں مسلمانوں کی مفلوں میں جو ہلچل ہو گئی۔ اس کا حال شاہنامہ اسلام تیسری جلد میں شرحِ وسط کے ساتھ نظم کر دیا گیا ہے۔ تاکہ اس واقعہ کے سمجھنے میں کوئی غلطی نہ رہے۔ یہاں سلسلہ کے لیے مختصر یہ ہے کہ مسلمان گھبرا گئے۔ خبر شہادتِ رسولؐ سن کر سراپدہ ہو گئے۔ ان کو کچھ نظر نہ آتا تھا۔ بعض نے جی چھوڑ دیا۔ بعض مایوس ہو کر میدان سے نکل گئے بعض اس ہلچل میں تلواریں سونت سونت کر بے دیکھے بھالے دار کرنے لگے حتیٰ کہ آپس میں ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔ صرف گنتی کے چند نفوس ایسے تھے کہ ثابت اور اپنے حواس میں تھے لیکن کفار کی فوج میں ہر شخص گھرا ہوا تھا۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے تھے۔ کوئی گھبراہٹ آپ کو نہ تھی۔ آپ بلند آواز سے بار بار فرماتے تھے۔ میں ہوں پیغمبر اور اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ لکھا ہے کہ آپ دشمنوں کے درمیان ایسی ثابت قدمی اور معجزانہ جرأت کے ساتھ کھڑے رہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ (مصنف)

گڑھے میں گر گیا، زخمی ہوا، رنج و تعب دیکھا
غلط ہے یہ کہ حاصل غیب سے امداد ہے اُس کو
اگر غیبی کوئی امداد ہوتی، زخم کیوں کھاتا
مری دانست میں اس کی یہ جرأت انفرادی ہے
برستی میں نے دیکھی بارش تیر و تفنگ اس پر
وہ زندہ ہے تو سمجھو ایک امر اتفاقی ہے
اگر تم اب دوبارہ حملہ کرنے پر ہو آمادہ
قلوب فوج پھر بھی دیکھ لو اقدام سے پہلے

مگر اُس نے نہ جی چھوڑا نہ اُس کو پر غضب دیکھا
سکونِ قلب کا اچھا سا نسخہ یاد ہے اس کو
پیمر تھا تو کوئی معجزہ میدان میں دکھلاتا
وہ صابر اس لیے ہے سختیاں سہنے کا عادی ہے
چلی تلوار اس پر اور پھینکے تم نے سنگ اُس پر
کوئی اس کے لیے بھاری مصیبت اور باقی ہے
تو یثرب دُور کیا ہے ایک سنگ پیش افتادہ
تفکر اور تدبیر شرط ہے ہر کام سے پہلے

صفوان ابن امیہ کی فہمائش

کہا صفوان نے غلبہ غنیمت جاں لو بھائی
مجھے ڈر ہے کہیں لینے کے دینے ہی نہ پڑ جائیں
جو کہتے ہیں رہے محروم ہم مال غنیمت سے
مدینے پر براہِ راست حملے میں ہے دشواری

پلٹ جانا ہی عزت ہے، نہ سمجھو اس کو پسپائی
کوئی افتاد پڑ جائے قدم اپنے اکھڑ جائیں
بظاہر بے خبر ہیں غلبہ جنگی کی قیمت سے
وہاں پر ہے مسلمانوں کی جمعیت بہت بھاری

۱۔ اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جب ابو عامر کے کھدوائے ہوئے گڑھوں میں سے ایک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت گرے تھے جب دشمن آپ پر پتروں کی بارش کر رہے تھے اور ابن قتیہ کی تلوار کا وار ہوا تھا۔ (دیکھو شاہنامہ اسلام جلد سوم)

۲۔ احد کے بعد قریش اور یہود اور منافقین عام طور پر اس خیال کو پھیلاتے تھے کہ محمد پیغمبر ہوتا تو زخم نہ کھاتا۔ (تاریخ العمران)

۳۔ ایوسفیان نے کہا۔ یثرب پر عود کرنا کچھ مشکل نہیں۔ وہ دیکھو سامنے ہے لیکن وہاں شاید لڑائی الجھ جائے۔ ہمارے بہت سے آدمی زخمی ہیں۔ ملک بیگانہ ہے۔ (تاریخ العمران)

۴۔ صفوان ابن امیہ نے قریش کو دوبارہ عود کرنے سے منع کیا۔ اس نے کہا اس غلبہ کو غنیمت جانا چاہیے کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ اوس اور خزرج کے وہ لوگ جو پیچھے رہ گئے تھے مجتمع ہوں۔ (تاریخ طبری و تاریخ العمران)

محمدؐ کے صحابہؓ کی لڑائی دیکھ لی تم نے وہ زور بازو و تیغ آزمائی دیکھ لی تم نے
 ہزیمت دے ہی دی تھی تم کو چھوٹی سی جماعت نے تمہاری عزتیں رکھ لی ہیں خالد کی شجاعت نے
 جو غلبہ تم کو حاصل ہو گیا ہے اس لڑائی میں نہ ڈالو اپنے ہاتھوں ہی اسے جا کر کھٹائی میں
 نکالو فوج کے دل سے خیال طمع اندوزی مناسب ہے اسی غلبہ کو سمجھو فتح و فیروزی
 یہ سن کر سب کے سب اک دوسرے کا منہ لگے تنکے لگے کچھ سر ہلانے اور باہم گالیاں بکنے

معبد خزاعی کا ورود

یہ حجت ہو رہی تھی بات کوئی طے نہ پاتی تھی ہوس کی موج اٹھ کر دل ہی دل میں بیٹھ جاتی تھی
 یہ دن جھگڑے میں گزرا، عصر کا ہنگام آ پہنچا اچانک اک خزاعی مرد معبد نام آ پہنچا
 ابوسفیان پہ ظاہر ہو گیا اس کے قرینے سے کہ یہ ناقہ سوار اخبار لایا ہے مدینے سے
 کہا صد مرحبا معبد مبارک ہو تیرا آنا ہمیں کچھ مژدہ تازہ سنا اے مرد مردانا
 مدینہ آج چپ سادھے ہے یا آہ و بکا میں ہے محمدؐ اور محمدؐ کی جماعت کس ہوا میں ہے
 رہیں صبر پایا یا الم کے جال میں چھوڑا انہیں کس حال میں دیکھا انہیں کس حال میں چھوڑا
 ہم اپنے مرکبوں کو دے رہے ہیں آج پھر کاوا ارادہ ہے کہ چل کر شہر یشرب پر کریں دھاوا

۱۔ صفوان نے کہا کیا تم بھول گئے کہ پہلے ہی حملے میں انہوں نے ہمیں تلواروں پر رکھ لیا تھا۔ اور ہم کچھ نہ کر سکے تھے۔ (رشادالحکمۃ)

۲۔ احد میں مسلمانوں کے لکھل لکھنے پہلے ہی دھاوے میں قریش کے لشکر جبار کو تتر بتر کر دیا تھا اور ان کے پڑاؤ پر جا پڑے تھے۔ مال غنیمت جمع کر رہے تھے۔ نیلے کے تیر اندازوں نے اسے فتح خیال کر کے مال غنیمت کے حصول کے لیے جگہ چھوڑ دی تھی۔ اس حالت میں خالد نے پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا تھا۔ (مصنف)
 ۳۔ قبیلہ خزاعہ اس وقت تک ایمان نہ لایا تھا لیکن در پردہ اسلام کا طرفدار تھا۔ اس کا رئیس معبد خزاعی شکست کی خبر سن کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واپس جا کر ابوسفیان سے ملا۔ ابوسفیان نے مدینے پر عود کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ معبد نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ محمدؐ اس سرور سامان سے آ رہے ہیں کہ ان کا مقابلہ ناممکن ہے۔ (دیکھو بخاری)

۴۔ ابوسفیان نے معبد کو دیکھ کر کہا۔ مرحبا تمہارے پیچھے کیا حال ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ یشرب پر پلٹ پڑیں تمہاری کیا رائے ہے۔ (تاریخ المعمران)

تمہاری رائے کیا ہے، تم بھی آخر اک دلاور ہو خزاعی قوم میں سب سے بڑے ہو، نام آور ہو:

معبد قریش کو ڈراتا ہے

کہا معبد نے اے سردار مکہ اے ابوسفیاں
میں کوئی بات بھی دل سے بنا کر کہہ نہیں سکتا
مسلمانوں کے ستر آدمی مارے گئے ہیں کل
وہ مردانِ مدینہ جو نہیں تھے جنگ میں شامل
کوئی بھی شہر بھر میں رات گھر پر تھانہ آسودہ
محمدؐ کے لب و رخسار پر جو زخم آیا ہے
کسی کو بین کرتے اور نہ روتے میں نے پایا ہے
مہیا کر چکے ہیں شہر بھر کے اونٹ گھوڑے بھی
سویرے منہ اندھیرے چل چکا ہے شہر کا لشکر
میں اُن سے آگے آگے اپنے ناقے کو بھگا لایا
اگر لڑنا ہے، اٹھو جلد تر تیاریاں کر لو

جو سچ پوچھو تو اب کوئی نہیں ہے، فتح کا امکان نہ
کہ میرا جھوٹ کوئی دم میں سچا رہ نہیں سکتا
قبائل اوس و خزرج کے ہیں اس افتاد سے بیکل
عزیزوں کی شہادت کا ہے اُن کو صدمہ کامل
مثلاً شعلہ جوالہ ہیں سب غیظ آلودہ نہ
یہ منظر اور بھی طیش و غضب میں ان کو لایا ہے
جوان و پیر کو تیار ہوتے میں نے پایا ہے
کماں بھی تیر بھی نیزے بھی تلواریں بھی، کوڑے بھی
غضب کی فوج، غصے کا سمندر، قہر کا لشکر
تمہیں کو ڈھونڈتا پھرتا تھا آخر اس جگہ پایا
نہیں تو آڑ پکڑو، اپنے لشکر کو نہاں کر لو

معبد نے کہا اے ابوسفیان تم نے موقع کو کھو دیا۔ اب تو تمہارے لیے کوئی امکان نہیں۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں اگر تم پلے پلے تو پلٹو گے اپنی جاہی کی طرف۔ (رشاد الحکمۃ)
معبد نے ابوسفیان کو بتایا کہ سیدھا وہیں سے پلٹا ہوا آ رہا ہوں۔ میری طیش میں ہے میں نے کسی کو نہ روتے دیکھا۔ نہ پیٹتے۔ سب تیار ہو کر خروج کے لیے آمادہ تھے۔ (دیکھو طبری)

معبد نے کہا۔ اے ابوسفیان وہ لوگ چل چکے تھے۔ جب میں نکلا۔ بہتر ہے کہ اپنی جمعیت کو صف آرا کرو۔ یا کسی آڑ میں ہو جاؤ۔ کیونکہ مقابلہ بہت ہی سخت ہے۔ (تاریخ الامران)

قریش کے حوصلے پست ہو گئے

یہ سنتے ہی سیہ کاروں کے چہرے پڑ گئے پیلے
 ابو سفیاں پکارا وائے معبد یہ خبر کیا ہے
 بہت اکڑے ہوئے تھے دفعۃً اب ہو گئے ڈھیلے
 وہ ہم پر حملہ کرنے آرہے ہیں، تو یہ کہتا ہے
 نظر آتا ہے کیا ٹیلوں کے پیچھے صف بصف دیکھو
 یہ ٹاپیں فرش پر پڑتی ہیں یا لوہے کے درمٹ ہیں
 مرے کانوں میں آتی ہے صدا ہر ایک مرکب کی
 کنوتی اور چوٹی تک میری آنکھوں میں ہے سب کی
 کہنگی پڑتی ہیں منہ سے زبانیں رہواروں کی
 مسلتی ہیں انہیں اس طرح رانیں شہسواروں کی

لشکر قریش کی بدحواسی اور فرار

سراسیمہ ہوئے یہ سن کے خیموں سے نکل آئے
 دکھائے واپس نے فوج اسلامی کے جیش اُن کو
 نظر آئے انہیں ٹیلوں کے نیچے مضطرب سائے
 ہراول لشکر جبار کا، سمجھے قریش اُن کو
 کہا خیمے گراؤ، یہ جگہ خالی کرو، سرے کو
 دیا حکم گریز اب جلد ابو سفیاں نے لشکر کو
 سپہ پیچھے گریزاں تھی سپہ سالار تھا آگے
 چڑھے اونٹوں پہ گھوڑے لے کے قتل مشرکیں بھاگے

۱۔ جب معبد نے کہا کہ مدینہ والے کل کا بدلہ لینے کے لیے تم پر دانت ہیں رہے ہیں۔ اور جو لوگ کل پیچھے رہ گئے تھے وہ سب جمع ہو گئے ہیں اور ان لوگوں نے باہم قسم کھائی ہے کہ تمہارا پیچھا کریں گے اور بغیر تم سے دو چار ہوئے واپس نہیں پلٹیں گے۔ تو ابو سفیان اور دوسرے لوگ کہے کہ رہ گئے اور بولے وائے تجھ پر اے معبد۔ تو یہ کیسی خبر لایا ہے۔ (تاریخ العمران اور طبقات بن سعد)

۲۔ معبد نے کہا۔ کیا تم اندھے ہو۔ کیا تمہیں سامنے ان کے گھوڑوں کے سائے نظر نہیں آتے۔ (رشاد الحکمۃ)

۳۔ معبد نے کہا مجھے تو ان کے گھوڑوں کی ٹاپیں تک سنائی دے رہی ہیں۔ کیا تم بہرے ہو؟ (تاریخ العمران)

۴۔ پس وہ لوگ پھر چلے۔ اس حالت میں کہ مسلمانوں سے دو چار ہوتے اور ان سے منہ بھیڑ کرنے سے بہت خائف اور ترساں تھے۔ (ابن سعد)

۵۔ آنحضرتؐ نے اپنے مخبروں سے کہا۔ خبر لاؤ کہ قریش گھوڑوں پر سوار ہو کر اونٹ ساتھ لیے جا رہے ہیں یا اونٹوں پر سوار ہیں اور خالی گھوڑے ساتھ ہیں۔ اطلاع ملی کہ وہ اونٹوں پر سوار ہو کر چلے ہیں اور گھوڑے قتل ہیں۔ فرمایا اب وہ سیدھے کے جائیں گے۔ (تاریخ العمران)

گھڑی بھر میں یہ لشکر جانبِ مکہ ہوا راہی اڑی لے کر گھروں کی سمت معبد کی ہوا خواہی
 نہ پائی دسترس اہل ہدایت پر نہ ہادیٰ پر ابو سفیاں نجل تھا کفر کی اس نامرادی پر
 بظاہر ساتھ والوں کی تسلی کرتا جاتا تھا
 بڑھاوے دیتا جاتا تھا تعلی کرتا جاتا تھا۔



حمراء الاسد

زخمیوں کی جماعت

ضعیفوں، ناتوانوں، زخمیوں کی فوج کا دستہ۔
 بڑھے مظلوم بندے ظالموں کی جستجو کرنے
 سپہ بھی زخم خوردہ تھی، سپہ سالار بھی زخمی
 نہ بے دل تھے نہ شاکی تھے نہ رنجیدہ نہ آزرده
 ندامت لے چلی تھی اور نہ جوشِ انتقام اُن کو
 چلا تھا ڈھونڈنے اپنی شہادت گاہ کا رستہ
 شکستہ پا چلے سرکوبیٰ فوجِ عدو کرنے
 مہاجر بھی سبھی مجروح تھے انصار بھی زخمی
 تعالیٰ اللہ! اُن کا حوصلہ یہ اُن کا دل گردہ
 فقط مدِ نظر تھی دشمنوں کی روک تھام اُن کو

۱۔ الاسفیان فوج کو ہنگاماً اور ہنگاماً چلا جاتا تھا اور ساتھ ساتھ اعلان کرتا تھا کہ ہم دوسری مرتبہ بڑی جمعیت سے آئیں گے۔ (رشاد الحکمہ)
 ۲۔ ملتے کے دن یہ واقعہ (قتال احد) پیش آیا۔ اس کی صبح یعنی اتوار کے دن آنحضرتؐ مشرکین کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ (خاتم المرسلین)
 ۳۔ بہت سے صحابہؓ کے پاس سواریاں نہ تھیں اور زخم خوردہ بھی تھے لیکن اسی حالت میں لنگڑاتے ہوئے جارہے تھے بعض سوار تھے مگر بمشکل اونٹ پر سوار رہ سکتے تھے۔
 بعض کو بعض سہارا دے کر لیے جارہے تھے۔ حالت یہ تھی۔ مگر خوش تھے اور جہاد و شہادت کے آرزو مند۔ بعض کو بعض نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا کیونکہ وہ چل نہ سکتے تھے۔ (دیکھو طبری اور طبقات ابن سعد)

اس تعاقب کا راز

عمیاں تھی مخبر صادق پہ ہر دوست کیفیت! ادھر اشرار کا فتنہ، ادھر کفار کی نیت
مبادا لشکرِ گمراہ کو شیطان بہکائے مبادا راستے ہی سے یہ طوفان پھر پلٹ آئے
مبادا آپڑے یہ فوج یثرب کے ضعیفوں پر شرارت دفعتاً دھاوا کرے آ کر شریفوں پر



اُحد کے وہ مجاہد بوجھ تھا جن پر ندامت کا بڑھانا ان کی ہمت بھی فریضہ تھا امامت کا
بتانا تھا کہ چلنے میں اگر لغزش بھی ہو جائے تو یہ لازم نہیں انساں ندامت ہی میں کھو جائے!
دکھانا تھا کہ ہادیؑ کو ہے پورا اعتماد ان پر جتنا تھا کہ بابِ فرخی کی ہے کشاد ان پر
اُحد میں لغزشیں تھیں یا خطائیں اضطراری تھیں یہ چوٹیں بربنائے خامی و ناپختہ کاری تھیں
کہا احساس ہو جائے تو بس اتنا ہی کافی ہے کرو اب فکر آئندہ، گزشتہ کی معافی ہے

مجاہدین اسلام کی چھاؤنی

اقلیت چلی جب اکثریت کے تعاقب میں زمانہ غرق ہو کر رہ گیا بحرِ تعجب میں
نشاں ملتا تھا جس جانب اُسے قرشی رسالوں کا تعاقب کر رہا تھا قافلہ ایمان والوں کا

۱۔ مدینہ منورہ میں منافقین اور یہود اُحد کی افتاد پر خوش تھے اور مسلمانوں کو مغلوب دیکھ کر شیر ہوئے جارہے تھے۔ اس طرف کفار کے دوبارہ پلٹ آنے کا اندیشہ تھا۔

اس لیے آپ نے تعاقب میں غلبت فرمائی۔ (رشادِ الحکمہ)

۲۔ آپ کو اُحد کے بعد اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تاکہ اہل مکہ نہ سمجھ سکیں کہ مسلمانوں کا حوصلہ پست ہو گیا ہے۔ ساتھ ہی خود مسلمانوں کو ڈھارس ہو جائے کہ اس

تھوڑی سی شکست اور نقصان سے ہماری ہمت اور اولوالعزیز میں کوئی فرق نہیں آیا۔ (کتاب تاریخ ارض مقدس)

۳۔ زخمی مسلمان جب مدینے سے قریش کے تعاقب میں چلے تو سارا مدینہ ان کی جرأت پر حیران رہ گیا۔ کیونکہ یہ ایسی صورت حال تھی جس کی کوئی بھی توقع نہ کرتا

تھا۔ (تاریخ العمران بانعراہ لاسد)

چلے دن بھر صحابہؓ حسبِ حکم حضرتِ عالیٰ
 ہوا ارشاد کچھ افراد بہرِ جستجو جائیں
 ابو بکرؓ و علیؓ و سعدؓ خاص اس کام پر نکلے
 نمازِ شام ادا فرما کے ہادیؓ نے یہ فرمایا
 جلّائے آگ امشب ہر کوئی کہسار و میداں میں
 جو زخمی ہیں وہ شب بھر آگ تاہیں زخم بندھوائیں
 یہ سنتے ہی فراہم کر لیا اصحاب نے ایندھن
 قریب شام حراء الاسدؓ میں چھاؤنی ڈالی
 قریشی فوج کس عالم میں ہے اس کی خبر لائیں
 رضا کارانہ اہلِ ہمت و اہلِ نظر نکلے
 کہ ہے دونوں جہاں میں اہلِ ہمت کا بڑا پایا
 خدا ڈالے گا اس سے رعبِ قلبِ فوجِ شیطان میں
 خدا کا نام لیں جو کچھ میسر ہے پیسے کھائیں
 جلّائی آگ ہر اک فرد نے میداں ہوا روشن

اہلِ نور سے اہلِ نار کا فرار

قریشی لشکر اس وقت صحرا میں گریزاں تھے
 نظر آتے تھے لاتعداد شعلے دور سے اُن کو
 نگاہیں پیچھے پیچھے پاؤں آگے آگے جاتے تھے
 یہ منظر فاصلے سے دیکھتے تھے اور پریشاں تھے
 یہ اندھے تھے اندھیرے میں حذر تھا نور سے اُن کو
 مسلط تھا ہر اس عامِ ظالم بھاگے جاتے تھے

مخبرانِ صادقؓ کا بیان

نبوت کی نگاہیں منتظر تھیں ان یگانوں کی
 جنہیں تفویض تھی تفتیشِ قرشی کاروانوں کی

آپؐ نے مجاہدینِ احد کے ساتھ دشمنوں کے تعاقب میں حراء الاسد میں قیام فرمایا۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ چند آدمی خبر لائیں کہ دشمنوں کی جمعیت کہاں ہے اور ان کے کیا ارادے ہیں۔ حضرت علیؓ اور سعدؓ اور بقول بعض ان کے ساتھ ابو بکر صدیقؓ جوئے اخبار میں نکلے۔ (تاریخ العبران باب حراء الاسد)

فرمایا و خیر الامور عوازمہا۔ بہترین کام الواعزی کے ہیں۔ (حدیث)

آپؐ نے حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کرو۔ اور شام کی نماز کے بعد آگیں روشن کرو۔ چنانچہ اس رات پانچ سو جگہ آگ جلّائی گئی اور آگ کی روشنی دور دور تک پھیلی اور دشمنوں کی ہمت پست کرنے کا موجب ہوئی۔ (تاریخ العبران)

تہجد کا تھا عالم، مخبرانِ حق پلٹ آئے
 بڑی تفصیل سے فوجِ قریشی کی خبر لائے۔
 خبر لائے کہ تھے سہ پہر تک وہ ارضِ روحا میں
 مگر اس وقت بھاگے جا رہے ہیں دشت و صحرا میں
 ہمارے اس تعاقب کی ہے شاید ان کو آگاہی
 بسوئے مکہ اب وہ تیز رفتاری سے ہیں راہی
 گریزاں ہیں قریش اپنے گھروں کی سمت منہ موڑے
 سوار اونٹوں پہ ہیں اب اور کوئل ساتھ ہیں گھوڑے

رسول اللہ کے ارشادات

رسول اللہ ص کر سجدۂ خالق بجا لائے
 انہیں کھینچے لیے جاتی ہیں زنجیریں تذبذب کی
 بختِ راست یہ گمراہ اپنے گھر کو جائیں گے
 مقدر ہو چکا ہے جو بھی ہے انجام ظالم کا
 یہ سب ہے عفو و احسانِ خدائے قادر و ناصر
 تمہیں لازم ہے ہر دم شکرِ خالق کا بجا لانا
 یہاں پر تین دن ٹھہرو علاجِ خستگی کر لو
 بخدا اب ہو کے پھر اُمت سے یہ الفاظ فرمائے
 لہذا اب کوئی حاجت نہیں اُن کے تعاقب کی
 دوبارہ آئیں گے لیکن کبھی غلبہ نہ پائیں گے
 کہ ہے مرقوم لوحِ نیستی پر نام ظالم کا
 کیا ہے جس نے حملہ آوروں کو خائب و خاسر
 اُسی کے آسرے چلنا، اُسی کی راہ پر جانا
 چلو پھر چل کے دارالامن سے دل بستگی کر لو

۱۔ قریش جو بھاگے جا رہے تھے پیچھے پلٹ کر دور سے اس روشنی کو دیکھتے تھے اور ہراسانی میں اور آگے بھاگتے تھے۔ ان کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ روشنی ان کے پیچھے پیچھے چل رہی ہے۔ (ارشادِ الحکمہ)

۲۔ سعد ابن معاذ، حضرت علیؓ اور حضرت ابو بکرؓ قریباً تمام رات تفتیشِ حالات کرتے رہے اور تہجد کے وقت سرکارِ والا کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نماز میں مشغول تھے۔ جب حضور متوجہ ہوئے تو بیان کیا کہ قریش بھاگے جا رہے ہیں اور معبدِ خزاعی نے بھی جاتے جاتے پیغام بھیجا تھا کہ اب قریش کے سے ادھر دم نہ لیں گے۔ (تاریخِ العمران)

۳۔ رسول اللہؐ نے خدا کا شکر کیا۔ اور اُمت سے خطاب ہو کے فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ پھر ان لوگوں کے لیے مہر کی مثال نقشِ پذیر ہیں۔ اگر وہ پھر کر چلے جائیں گے تو مانند روزہ و روزہ کے رفتہ و گزشتہ ہو جائیں گے۔ (ارشادِ الحکمہ)

۴۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کفار سیدھے مکے کو جائیں گے اور اب کبھی ان کو مسلمانوں پر غلبہ نصیب نہیں ہوگا۔ (ارشادِ الحکمہ)

۵۔ فرمایا۔ یہ خدا ہے جس نے ان لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کیا۔ (ارشادِ الحکمہ)

۶۔ جب قریش کے بھاگ نکلنے کی خبر پہنچی تو سرکارِ دو جہاںؐ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا رعب ہے اس کا شکر بیدا کرو۔ (تاریخِ العمران)

باب سوم

نبی اپنے مدینے میں

رونے پینے اور ماتم داری کی مناہی

اُحد کے بعد حمراء الاسد پر کر کے ضو باری۔ مدینے میں ہوا جلوہ فگن خورشید بیداری
 رسول اللہ جب تشریف لے آئے مدینے میں پلٹ آئی اُمید رفتہ پھر ہستی کے سینے میں
 مدینے پر تھا ہر سو ابر اندوہ و الم طاری بہت سے خاندانوں پر تھا مقتولوں کا غم طاری
 جدھر سے بھی گزر۔ تہمتے جناب ہادی اکرم نظر آتی تھی برپا چار جانب اک صف ماتم
 گلی کوچوں میں، گھر گھر پر تھا عالم سوگواری کا بکاء نالہ و سینہ فگاری آہ و زاری کا
 تسلی رحمت عالم نے بخشی رونے والوں کو شہیدان اُحد کی ماؤں بہنوں بچوں بالوں کو

شہیدوں کا احترام

ہوا ارشاد، بیشک قدرتی ہے غم جدائی کا ۲ مسلمان کو نہیں واجب مگر شیوہ دہائی کا

۱۔ حمراء الاسد میں آپ نے تین دن قیام فرمایا۔ اس کے بعد مدینے کی طرف مراجعت فرمائی (تاریخ ارض مقدس)

۲۔ آپ حمراء الاسد تک قریش کا تعاقب فرما کر پھر مدینے میں داخل ہوئے تو مدینہ میں آہ زاری اور ماتم برپا تھا گھر گھر سے رونے پینے اور بین کرنے کی آوازیں آتی تھیں۔ اُحد میں شہید ہونے والوں کے بال بچے عزیز واقارب جگہ جگہ روپیٹ رہے تھے۔ آپ کو عبرت ہوئی۔ آپ نے حمزہؓ کو خیال کیا اور زبان مبارک سے نکالا۔ انا حمزہؓ فلا ہوا کی۔ لیکن حمزہؓ کو تو کوئی نہیں روتا۔ انصار نے آپ کے ارشاد کے غلط معنی لیے۔ انصار نے اپنے گھروں میں جا کر اپنی بیویوں اور ماؤں سے کہا کہ جا کر ہول اللہ کے گھر پر حمزہؓ کا ماتم کریں۔ مدینے بھر کے مسلمانوں کی عورتیں آپ کے دولحدہ پر جمع ہوئیں۔ اور ماتم اور سینہ کوئی کرنے لگیں۔ آپ حیران ہو کر باہر نکلے۔ وجہ معلوم ہوئی تو آپ نے سب کا شکریہ ادا کیا۔ ان سب کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا میں تمہاری مروت اور ہمدردی کا شکر گزار ہوں لیکن فوت ہو جانے والوں پر لوح کرنا اور سینہ کوئی وغیرہ جائز نہیں ہے۔ (طبری۔ رشاد الحکمۃ۔ تاریخ العبران)

کسی عزیز کے مرنے پر آنسوؤں کے متعلق حضور کا ارشاد تھا کہ یہ وہ رحم دلی ہے جو خدا بندوں کے دلوں میں بھردیتا ہے اور اللہ بھی اپنے انہی بندوں پر رحم کرے گا جو دل ہیں۔ (کتاب الایمان وللدور)

تمہیں اسلام صبر و ضبط کی تلقین کرتا ہے
 شہید اک مقصدِ اعلیٰ کی خاطر دے کے قربانی
 شہید احسان فرماتے ہیں فرزندانِ آدم پر
 بظاہر خاک میں ملتی نظر آتی ہے خاک اُن کی
 ہمیشہ احترام اُن کا فروغِ آدمیت ہے
 وہ خود بھی مطمئن ہیں مطمئن اُن سے مشیت بھی
 عمل کا جوش زندہ کر دیا ہے جوش والوں نے
 نہ جانو مردہ آبِ تیغ کے لذت چشیدوں کو
 لہذا یہ بکا، یہ پیٹنا، یہ سوگ، یہ ماتم
 کرو پرہیز ان سے جاہلیت کی ہیں یہ باتیں
 مسلمان کا شرف یہ ہے کہ صابر اور شاکر ہو
 یقیناً شاق ہوتی ہے جدائی اپنے پیاروں کی
 یہ ارشادات والا سن کے لوگوں کو سکون آیا
 ہوا امت کا شیوہ آج سے ضبط و شکیبائی

۱۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ
 وَلَٰكِنْ لَا تَعْقِلُونَ (قرآن)

اور جو لوگ اللہ کے راستے میں لڑتے ہوئے قتل ہو جائیں ان کو مردہ مت کہو۔ بلکہ
 وہ اللہ کے پاس زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔

آپ نے بین کرنے اور پیٹنے کی ممانعت فرمائی۔ فرمایا جاہلیت کی باتیں ہیں۔ ان کو چھوڑ دو۔ جاہلیت میں ماتم، سینہ کوئی اور بین کا عرب میں رواج تھا اور ماتم مدّتوں
 تک چلتا تھا۔ آپ نے اس لغو اور بیہودہ رسم کو بند کرنے کی تلقین کی۔ (ابن ہشام)
 ۱۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ

یعنی ہم اللہ ہی کی طرف سے آئے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹ جائے والے
 ہیں۔

مدینہ امن کی بستی

بہار آئی تو گل کھلنے لگے صحن گلستاں میں مسرت مسکرائی پھر جبین صبح خنداں میں
قبولیت کے دامن میں بنائے گھر دعاؤں نے نویدِ زندگی کے ساز چھیڑے پھر ہواؤں نے
مدینہ اک چمن تھا پرتو سرکارِ عالی سے عیاں تھارنگِ وحدت پتے پتے ڈالی ڈالی سے
بلاگرداں تھے انجم ، آسماں محو نظارا تھا کہ اس گلزار میں خورشیدِ وحدت جلوہ آرا تھا
اُحد کے زخمیوں کے زخم بھی کچھ دن میں بھر آئے تو ہر سوا من و راحت کے عجب جلوے نظر آئے

دارالامان کی کشش

جہاں حسن و صفا ہو عشق بے تابانہ آتا ہے جہاں بھی شمع روشن ہو وہیں پروانہ آتا ہے
بہت سے طالبانِ نورِ حق پروانہ وار آئے یقیں کے ذوق میں وارفتہ آئے بیقرار آئے
حصولِ فقر کے جذبے سے افرادِ جلیل آئے صداقت پیشہ تھے لینے کو برہان و دلیل آئے
حقیقت میں بہت بیمار تھی انسان کی دنیا نقیبہ و بے کس و لاچار تھی انسان کی دنیا

مدینے میں اہل حق کے اشغال

مدینہ کیا تھا؟ ان بیمار روحوں کا شفاخانہ جی تھی صحنِ مسجد میں یہاں بزمِ حکیمانہ

۱۔ مہینے بھر میں اُحد کے زخمیوں کے زخم مندمل ہو گئے۔ اور سب اپنے کاروبار میں لگ گئے (تاریخ العمران)

۲۔ دور دور سے متلاشیانِ حق مدینہ میں آنحضرت کی خدمت میں پہنچتے تھے اور یہیں کے ہو رہتے تھے (دیکھو سیرت النبی)

۳۔ آنحضرت کے وجودِ مبارک نے یثرب کی آبادی کو مدینۃ النبی مشہور کر دیا۔ آپ کے فیضانِ روحانی حاصل کرنے کے لیے دور دور سے لوگ اپنے مال و متاع

کو چھوڑ کر آتے تھے تاکہ اپنی روحوں کو پاکیزہ کریں۔ (اخبار الامان)

۴۔ اُولَئِكَ يَرْوُوا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَامًا اَمْنًا وَنَتَخَفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ

دیکھتے نہیں کہ ہم نے ایک پر امن مقام ان کے لیے بنایا۔ جس کے باہر بد امنی کا

حال یہ ہے کہ اس کے چاروں طرف آدمی اچک لپکے جاتے ہیں۔ (قرآن)

(صکوت)

ازالہ ہو رہا تھا اس جگہ ہر اک قباحت کا۔ یہاں موجود تھا سماں سکون و امن و راحت کا
یہیں ملتا تھا وہ منظر مساوات و اخوت کا کہ جس میں راز پنہاں تھا مسلمانوں کی قوت کا۔
فضا میں گونجتی تھی جب صدا اللہ اکبر کی تو قسمت جاگ اٹھتی تھی یہاں محراب و منبر کی
خدائے پاک کے بندے نہا کر با وضو ہو کر صفیں شانہ بشانہ باندھتے تھے قبلہ رو ہو کر

حلقہ ذکر ۲

یہ مسجد تھی یہاں سب حاکم و محکوم یکساں تھے۔ حضوری میں خدا کی خادم و مخدوم یکساں تھے۔
قیام ان کا، رکوع ان کے، سجود ان کے، قعود ان کا۔ دکھاتا تھا کہ ہے کثرت میں بھی واحد وجود ان کا
یہ دربارِ خدا معراج تھی ایمان والوں کی یہیں پر آ کے جھکنا شان تھی ان شان والوں کی
عمیاں تھا اس جگہ حسن عمل بھی حسن نیت بھی ادب بھی، حلم بھی، اخلاص بھی اور آدمیت بھی۔

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پہنچتے ہی ہر شخص کو کتنا بھی دکھایا کیوں نہ ہو راحت مل جاتی تھی اور اسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہو گیا ہوں۔ (اخبار الایمان)

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض قدم سے انسان بھائی بھائی بن گئے تھے۔ مختلف نسلوں اور قبائل کے افراد میں ایسی اخوت پیدا ہو گئی تھی جیسے ماں جائے ہوں۔
آنحضرتؐ نے اس مواخاۃ کو خود قائم فرمایا تھا۔ آپ کے ارشاد پر انصار و مہاجرین حضرت انس بن مالک کے مکان میں جمع ہوئے اور آپ نے انصار اور مہاجرین
میں ایک ایک فرد کو مخاطب فرما کر بلایا اور ان میں مواخات قائم فرمادی پس وہ سب عملاً ماں جائے بھائیوں سے بہتر ہو گئے۔ (اخبار الایمان)

۳۔ مسجد نبوی میں صحابہ کے دو حلقے قائم تھے۔ ایک حلقہ میں قرآن خوانی ذکر و دعا کا شغل رہتا تھا اور دوسرے حلقہ میں علمی امور پر باتیں ہوا کرتی تھیں آپ نے
فرمایا۔ دونوں عمل خیر ہیں۔ پھر فرمایا مجھے اللہ نے معلم بنا کر مبعوث کیا ہے یہ فرما کر آپ حلقہ علم میں تشریف فرما ہوئے۔ (سیرت النبی)

آنحضرتؐ کی بعثت کا مقصد دوزخ کی نفوس انسانی تھا اور آپ خلوت جلوت نشست برخاست ہر حال میں انسان کو بہتر انسان بننے کی تلقین بھی فرماتے اور خود اپنے
وجود پاک سے اس کی مثال پیش فرماتے تھے اور یہ کام اس طرح ہوتا تھا کہ دل رغبت کے ساتھ اس تلقین کو قبول کرتے تھے۔ آپ صبح کی نماز کے بعد اور اکثر اوقات

دوسری نمازوں کے بعد بھی مسجد میں قیام فرماتے اور آپ کے ارد گرد لوگ جمع رہتے اور آپ دینی و دنیوی فلاح کی تلقین فرماتے۔ (اخبار الایمان)

۴۔ آپ کی مجلس مسجد نبوی میں ہوتی تھی جہاں آنے جانے والوں کو روک ٹوک نہ تھی۔ صحابہ عقیدت کیش مودب بیٹھے لیکن باہر سے آنے والوں کو حضرت کی نشست
میں کوئی اختصاص نظر نہ آتا تھا کیونکہ آنحضرتؐ اور آپ کے حاشیہ نشینوں میں کوئی بھی ظاہری امتیاز نہ تھا۔ (اخبار الایمان)

۵۔ اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ۔ (قرآن) جو لوگ خدا کا ذکر کرتے ہیں قیام میں اور بیٹھ کر اور اپنی گردنوں پر۔

۶۔ یہاں سادگی تھی اور علم و تواضع لیکن رعب نبوت کے سبب آداب و وقار ان حلقہ ہائے علم و ذکر کی خصوصیت تھی (اخبار الایمان)

خدا کا نام لینا ، اتباعِ مصطفیٰ کرنا ہمیشہ بہرِ مخلوقات خالق سے دعا کرنا
خلوص ان کے دلوں میں ، حمد تھی ان کی زبانوں پر زمیں پر تھے یہ بندے یا فرشتے آسمانوں پر

دارالامان کے آمن کی صورت و سیرت

مبارک تھے جنہیں ہر صبح ، صبحِ عید حاصل تھی خدا کا قرب حاصل تھا ، نبی کی دید حاصل تھی
بشر بے مثل تھا جس سے بشر کے بخت جاگے تھے کہ ذوقِ بندگی میں ہادی دیں سب سے آگے تھے
وہ امت ملا جس کو محمد مصطفیٰ ہادی طبعیت سادہ تھی ، اطوار سادہ ، عادتیں سادہ
یہ چہرہ صاف آئینہ تھا ، سینے کی صفائی کا یہی چہرہ مدینے میں تھا مرکزِ دل ربانی کا
محبت آفریں آنکھیں ، محبت آفریں چہرہ محمد کی حسیں آنکھیں ، محمد کا حسیں چہرہ
اسی چہرے سے ماہ و مہر نے تابانیاں پائیں بہ فیضِ جبہ سائی ، نور کی پیشانیاں پائیں
وہ خورشیدِ رسالت صبحِ خنداں جس کی پیشانی وہ پیشانی مقدر کے ستارے جس سے نورانی
وہ نورانی ملاحت ، نور حق کی جس میں تابانی وہ تابانی ہویدا جس سے صد تائیدِ ربانی
وہی محبوبِ سبحانی یہاں جانِ نظارہ تھا نگاہوں میں بسا تھا وہ دلوں میں جلوہ آرا تھا

۱۔ حضور کا حلیہ مبارک شکل ترمذی اور مسند ابنِ جنبل وغیرہ کے حوالے سے سیرت النبی میں بہ تفصیل مذکور ہے۔

۲۔ حضرت عائشہ ابوسعید خدری اور امام حسن سے روایت ہے کہ کان یا خرم نفسہ یعنی آپ اپنے کام خود اپنے دست مبارک سے انجام دیا کرتے تھے۔ کپڑوں میں خود ہونڈ لگاتے۔ گھر میں خود جھاڑ دے دیتے۔ دودھ دودھ لیتے۔ بازار سے سودا خرید لاتے۔ اپنا جوتا گانٹھ لیتے۔ اونٹ کو باندھتے اس کو چارہ دیتے۔ خادم کے ساتھ مل کر آٹا گوندھتے۔ صحابہ جو کبھی خدمت پر امور ہو کر مدینے سے باہر جاتے ان کے گھروں کی ضروریات خود مہیا فرماتے۔ ان کے چھوٹے چھوٹے کام کر دیتے مدینے کی لوٹیاں آتیں اور کہیں یا رسول اللہ میرا یہ کام ہے۔ آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوتے۔ اور ان کا کام کر دیتے ایک صحابی کی روایت ہے کہ ولایسانف ان یعمشی مع الاولیاء والمسکین فقہنی لہ الجاجۃ۔ یہ وہ اور مسکین کے ساتھ چل کر ان کا کام کر دینے میں آپ کو عار نہ تھی۔ (سیرت النبی جلد دوم)

برستی تھی نویدِ آسمانی اس کے ہاتھوں سے مروت اس کے ہاتھوں مہربانی اس کے ہاتھوں سے

حلقہ درسِ اصحابِ صفہ

تمنائیں برآتی تھیں یہاں ذوقِ عبادت کی
بہت سے طالبانِ حق گھروں کو چھوڑ کر نکلے
فقط اللہ واحد کی رضا مطلوب تھی ان کو
انہیں پروائے زینت تھی نہ دولت سے علاقہ تھا
یہ آئے تھے یہاں پر اکتسابِ نور کرنے کو
حضورِ مصطفیٰ لائے تھے یہ کا سے گدائی کے
طلوعِ صبح مشرق کو ملی پائندگی ان سے
یہاں پیشانیوں پر مہر لگتی تھی سعادت کی
جہانِ ماسوا سے رشتے ناتے توڑ کر نکلے
فقط دنیا میں حبِ مصطفیٰ محبوب تھی ان کو
لباس ان کا تھا غیرت ان کا دامن فقر و فاقہ تھا
اشاعتِ نورِ قرآن کی قریب و دور کرنے کو
ملاوہ کچھ کہ قاسم بن گئے ساری خدائی کے
ہوا مغرب غریقِ موجِ شرمندگی ان سے

اصحابِ صفہ کی شان

ملی خاکسترِ یونان کو تابندگی ان سے
یہی اصحابِ صفہ عکس تھے انوارِ رحمت کے
فروغِ علم سے لبریز تھے ایمان کے پیانے
علومِ مردہ ماضی میں آئی زندگی ان سے
وجودِ پاک تھے ان کے مکاتبِ درسِ حکمت کے
لنڈھاتے پھر رہے تھے خم کے خم اللہ کے دیوانے

۱۔ بہت سے لوگ ہجرت کر کے مدینے میں آئے۔ آنحضرت ان سے مدینے ہی میں بسنے کی بیعت لیتے تھے۔ (بخاری اور ابنِ شام وغیرہ)
۲۔ چند لوگوں نے اپنی زندگی صرف عبادت اور پیغمبر علیہ السلام سے تربیت حاصل کرنے کے لیے وقف کر دی تھی ان لوگوں کے بال بچے نہ تھے جب شادی کر لیتے تھے۔
اس علاقے سے نکل آتے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ جنگل میں جاتے کڑیاں چن لاتے بیچتے اور اپنے علاقے والوں کے لیے اس سے کھانا مہیا کرتے۔ دیکھو سیرت النبی)
۳۔ ان کی غربت انتہا تک پہنچی ہوئی تھی ان میں سے کسی کے پاس ایک چادر کے سوا کوئی لباس نہ تھا جس کو گلے سے اس طرح باندھ لیتے تھے کہ رانوں تک جسم ڈھانپا جاتا تھا۔ اکثر انصار کجور کی پھلدار شاخیں توڑ کر لاتے یہ لوگ ان شاخوں کو مٹھ کی چھت میں لگا لیتے جو کجوریں ہلک کر بچے کرتیں کھا لیتے۔ کبھی دو دو دن ان کو کھانے کے لیے نہیں ملتا تھا۔

۴۔ اسلام کی اشاعت کے لیے یہی لوگ بھیجے جاتے تھے۔ غزوہ معہ میں انہی میں سے ستر آدمی اسلام کھانے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ (بخاری)

بظاہر بے سروسامان تھے، آفت کے مارے تھے مگر اصحاب صفہ سرورِ عالم کے پیارے تھے۔
 توجہ کھینچتے کس طرح دنیاوی امور ان کی قلوب ان کے غنی تھے اور فطرت تھی غیور ان کی
 خواہر اور زویدا سے تھی یکسر ان کو بیزاری تھی مصطفیٰ کی ان کی دولت تھی بڑی بھاری
 جو حاصل تھا انہیں حاصل نہیں تھا بادشاہوں کو میسر تھی کہاں یہ سرفرازی کجکلاہوں کو
 لڑ جاتے تھے ان کے رعب سے دل تاجداروں کے پیادے تھے مگر قائد تھے اسلامی سواروں کے
 عبودیت کے سجدے اس لیے تھے نقشِ پیشانی یہ بندے تھے پناہِ دردمنداں کی پناہوں میں
 لکھا کرتے تھے ان کے ہاتھ پروانے معافی کے کیا کرتے تھے یہ تقسیم جوہر طبع صافی کے
 پیامِ زندگانی، زندگانی کو سناتے تھے اجل پر حملہ کرنے کو مسیحا بن کے جاتے تھے۔

۱۔ اصحاب صفہ میں سے اکثروں نے اسلام کی دور دراز شاعت کی اور مشرق و مغرب میں علم کی روشنی پھیلائی۔ حضرت ابو ہریرہؓ بھی انہی لوگوں میں سے تھے۔
 ۲۔ یہ اکثر بھوکے رہتے غیرت کے سبب سوال نہیں کرتے تھے۔ اکثر قیامِ نماز کی حالت میں ضعف اور بھوک کی وجہ سے گر پڑتے۔ ان کی وضع قطع ایسی ہو گئی تھی کہ
 اجنبی ان کو دیوانہ خیال کر لیتے تھے۔ (اخبار الامان)

۳۔ آنحضرتؐ کے پاس جب کوئی شخص صدقہ لانا تو حضورؐ یہ چیز اصحاب صفہ کے پاس بھیج دیتے اور جب دعوت کا کھانا آتا تو اصحاب صفہ کو بلا لیتے۔ اور ساتھ بٹھا کر
 کھاتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ راتوں کو پیغمبر علیہ السلام کے ارشاد پر انصار اور مہاجرین میں سے کچھ لوگ ان کو ساتھ لے جاتے اور کھانا کھاتے۔ آنحضرتؐ ان اصحاب
 صفہ کا اس قدر خیال فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ فاطمہ الزہراءؓ نے آنحضرتؐ سے کچھ طلب فرمایا تو آپؐ نے فرمایا بیٹی یہ ممکن نہیں کہ میں تم کو دوں اور اصحاب صفہ بھوکوں
 مرتے رہیں۔ (زرقاتی)

۴۔ اصحاب صفہ میں سے اکثر مسکینوں اور یتیموں کی رضا کارانہ امداد کرتے تھے۔ ہر بیمار کی خبر گیری کرتے تھے اور جہاں بھی کسی کو امداد کا مستحق سنتے حاضر ہو جاتے
 تھے۔ (ارشاد اکھبر)

۵۔ عرب میں لکھتے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا لیکن اسلام آیا تو تحریر و کتاب کا فن بھی گویا ساتھ لے کر آیا۔ سب سے بڑی ضرورت قرآن مجید کے ضبط و تدوین کی
 تھی۔ اس بنا پر آنحضرتؐ نے شروع ہی سے کتابت کی ترویج کی طرف توجہ فرمائی۔ اصحاب صفہ کو جو تعلیم دی جاتی تھی۔ اس میں لکھنا بھی شامل تھا۔ (سیرت النبیؐ)
 ۶۔ مدینے میں یا اور گرد جہاں بھی کہیں سن پاتے کہ کوئی بیمار ہے۔ اصحاب صفہ میں سے لوگ جاتے اور اس کی حصار داری کرتے۔ موت ہو جاتی تو تجہیز و تکفین کا
 انصرام فرماتے۔ (ارشاد اکھبر)

انہی کی ذات سے ملتی تھی دنیا کو نوید اکثر
 جلاتے تھے بشر کے قلب میں شمع امید اکثر
 یہ بندے زندگانی ہی میں تھے اللہ سے واصل
 طوافِ شمع کرتے تھے نبوت کے یہ پروانے
 زبانیں ان کی بنتی تھیں عدالت کی کلید اکثر
 یہی اصحاب تھے 'حفاظِ قرآنِ مجید اکثر'
 کہ ان کو دولتِ حبِ رسول اللہ تھی حاصل
 نگاہیں ان کی فرشِ راہ تھیں دل ان کے نذرانے

نبی گوان کی پاسداری تھی

یہ مسجد میں ہمیشہ حاضرِ دربار رہتے تھے
 دفنِ اشتہائے علم اور جذبہ قناعت کا
 یہ ان کا زہد، ان کا فقرِ فاقہ، ان کی مسکینی
 نہ اندازِ خوشامد تھا، نہ کچھ طرزِ رعونت تھی
 بلند ان کی نگاہیں فقر تھا ان کے شامل میں
 روا رکھا نہ جاتا تھا کوئی بھی امتیاز ان سے
 جب ان کی صف میں شامل آپ خود بھی کملی والا ہوئے
 بہ فکرِ اکتسابِ دولت دیدار رہتے تھے
 نبی کو پاسِ خاطر کیوں نہ ہوتا اس جماعت کا
 یہ ان کا رنگِ استغنا، یہ ان کی خدمتِ دینی
 نہ آنکھوں میں لجاجت تھی، نہ چہروں پر خشونت تھی
 رسول اللہ اکثر بیٹھتے تھے ان کی محفل میں
 یہ بندے خاص تھے مسرور تھا بندہ نواز ان سے
 جہاں میں رتبہ اصحابِ صفہ کیوں نہ بالا ہو



۱۔ اکثر اصحابِ صفہ ہی میں سے قرآن کے حفاظ اور قاری ہوتے۔ (اخبار الامان)

۲۔ یہ لوگ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھے تھے بلکہ جنگل میں جا کر لکڑیاں چن لاتے تھے اور ان کو بیچ کر آدھا خیرات کر دیتے تھے اور آدھا اخوانِ طریقت میں تقسیم ہوتا تھا۔ (سیرت النبی)

۳۔ رسول کریم اکثر اصحابِ صفہ کے درس میں جا کر بیٹھتے تھے اور ان کو محبوب رکھتے تھے۔ (تاریخ العمران)

۴۔ مشکوٰۃ کتاب العلم میں روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت مسجد میں تشریف لے گئے اس وقت اس مسجد میں دو حلقے تھے۔ حلقہ ذکر اور حلقہ درس۔ آنحضرت حلقہ درس میں جا کر بیٹھ گئے۔ (سیرت النبی)

باب چہارم

سلسلہ سرایا ۱

دشمنانِ اسلام کی دغا بازیاں اور تباہ کاریاں

دارالامان پر چاروں طرف سے حملے

ادھر دارالامان تھا اور نویدِ دورِ خوش حالی ادھر چاروں طرف فتنہ فساد و جور و پامالی
 جہاں بھر میں محمدؐ کا مدینہ ایک بستی تھی جہاں رانت کا دورہ تھا، جہاں رحمت برستی تھی
 منافق اور یہود اب تک اگرچہ خارِ دامن تھے ۱ مگر مالی کی ہمت سے گل و گلزار مامن تھے
 منافق اور یہود اپنی دغا بازی پہ قائم تھے دلوں میں سنگ و آہن تھے زبانوں سے ملائم تھے

۱ سرایا جمع ہے سریہ کی۔ سریہ کہتے ہیں اس جماعت کو جو دشمنوں کی روک تھام یا ارشاد و ہدایت کے سلسلے میں آنحضرتؐ نے مدینے سے باہر بھیجی ہو جس میں پیغمبرؐ خود نہیں تھے اور غزوہ اس کو کہتے ہیں جس میں حضور شامل تھے۔ تمام قبائل عرب بجز ایک دو اسلام کے دشمن تھے۔ قریش کا اثر تمام عرب پر تھا۔ ایک بڑا سبب یہ تھا کہ تمام قبائل کی وجہ معاش لوٹ اور غارگری تھی۔ اور اسلام اس کو نہ صرف قولاً بلکہ عملاً بھی روکتا تھا۔ اس لیے وہ جانتے تھے کہ اگر اسلام قائم ہو گیا تو ہمارے ذرائع معاش بند ہو جائیں گے۔

بددلی خن نے مسلمانوں کا عرب، شہادیا تھا لیکن احد کی افتاد نے حالت بدل دی اور قبائل پھر دفعتاً اٹھ کھڑے ہوئے اور آنحضرتؐ کو پے در پے ان غارت گردوں کو روکنے کے لیے مسلمانوں کی جماعتیں بھیجی پڑیں۔ تاکہ غارت گری کی روک تھام ہو۔

۲ یہود کے تین قبیلے قبیعہ، قریظہ، مدینے کے حوالی میں چھوٹے چھوٹے قلعوں میں رہتے اور مدینے میں کاروبار کرتے تھے۔ منافقین مدینہ کے وہ لوگ تھے جو بظاہر مسلمان ہو گئے تھے مگر مارا آستین تھے۔ شاہنامہ اسلام جلد دوم سوم میں ان پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ منافقین ادھر یہود سے ساز باز رکھتے۔ ادھر قریش اور دوسرے قبائل کے مسلمانوں کی جاسوسی کرتے تھے۔ (مصنف)

۳ رسول اکرمؐ نے اگرچہ یہود سے امن کا معاہدہ کیا تھا اور ان سے ہر طرح مدارات سے پیش آتے تھے لیکن وہ طرح طرح سے ہادی اسلام کو اذیت دیتے اور اسلام کو مٹا دینے کی سازشیں کرتے تھے۔ آنحضرتؐ ممبر و ضبط کی تلقین فرماتے اور برداشت سے کام لیتے تھے۔ قرآن شریف میں ہے۔

مگر فرما رہے تھے چشم پوشی حضرت ہادیؑ
 ڈکیتی قتل و غارت چیرہ دستی اور تہ کاری
 اُحد میں دیکھ کر غلبہ قریشی قتل و غارت کا
 مسلمانوں کو سارے ملک نے کمزور گردانا
 یہ سب رہزن قبیلے اور بھی خونخوار ہو ہو کر
 بگولے آندھیاں طوفان چاروں سمت سے اٹھے
 کہ صلح و عفو تھا اسلام کا آئین آزادی ۲
 مسلط تھی عرب پر انتہائی ذلت و خواری
 عرب کے ہر قبیلے کو خیال آیا شرارت کا
 خدا اُن کا توانا ہے کسی نے یہ نہیں جانا
 کہیں گاہوں میں بیٹھے جا بجا تیار ہو ہو کر
 خدا کے ملک پر شیطان چاروں سمت سے اٹھے

اللہ آیا زمانہ شیطنت اپنی دکھانے کو
 صداقت کا چراغ نور پھونکوں سے بجھانے کو

فتنہ انگیز قبائل کی سرکوبی

نئے فتنے پرانے دشمنوں ہی کی نوازش تھی
 یہی فتنے تھے جو ہر فتنے کی تاریں ہلاتے تھے
 قبائل جن کی ہستی منحصر تھی قتل و غارت پر
 خدا ترسی نہ کوئی احترام ان کو شریفوں کا
 نظر میں خونِ انسانی کی قیمت ہی نہ تھی کوئی
 مدینہ چل رہا تھا راہِ تہذیب و تمدن پر
 نہ تھا اُن کے عقائد میں گنہ اور کاربد کوئی
 یہودی قوم کی اور مکہ والوں ہی کی سازش تھی
 نبیؐ کا حلم اور اللہ کی غیرت آزماتے تھے
 وہ یوں بھی ہر طرح تیار رہتے تھے شرارت پر
 روا تھا قتلِ ان کے ہاں نہتوں کا 'ضعیفوں کا
 قیامِ امن کی جانب عزیمت ہی نہ تھی کوئی
 ادھر تھا مدتوں سے سازِ ہستی ایک ہی دھن پر
 نہ ان کی شرع تھی کوئی نہ عاید ان پر حد کوئی

اور اہل کتاب اور مشرکوں سے تم بہت سی ایذاؤں کے لہذا: مگر صبر کرو اور پرتیز گام
 پر قائم رہو۔ تو یہ صمت کے کام ہیں۔ (آل عمران)

وَلَنَسْلَمَنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا
 أَذَى عَنِيبًا وَإِنْ تُصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ

نظر آئی انہیں بستی ہوئی اک امن کی بستی ملی مکے سے شہ بھی، سو جھتی پھر کیوں نہ خرمستی
مدینے کو مٹا دینے کی ٹھانی ہر قبیلے نے پیاپے دم بہ دم کی چھیڑ خانی ہر قبیلے نے
سزا پائی خدا سے خود ہی ان کی خود ستائی نے مٹا دی ظلمتِ بوجہل، نورِ مصطفائی نے
اٹھا جو بھی قبیلہ ارضِ یثرب پر چڑھائی کو مسلمانوں نے بڑھ کر دی سزا اس ناسزائی کو

کئے مسجد میں بیٹھے بیٹھے خطرے دور حضرت نے۔

رکھا دارالاماں کو امن سے معمور حضرت نے

شیطنیت کی انتہا

دغا بازوں کے ہاتھوں، مقتولانِ وفا کی شہادتیں

واقعہ بیر معونہ

فلک پر ہے فروزاں جس طرح محفل ستاروں کی مدینے میں تھیں روشن ہستیاں ایمانداروں کی
مگر باطل بھی باطل تھا، اسے بھی دور کی سو جھی ازالہ جس کا تھا دشوار، اک ایسی بدی سو جھی
نئی تبلیس رنگِ شیطنیت کی اک نمائش تھی پرستارانِ حق کی انتہائی آزمائش تھی
یہ سازش تھی حرم کے طائروں کو دام میں لانا نبیؐ کے مطمئن دل کو غم و آلام پہنچانا
عجب اخلاق پر نازاں تھے یہ کفار بے مایہ عجب ظلمت کدہ تھا ارضِ اسلامی کا ہمسایہ



جب بھی اطلاع ملی کہ فلاں قبیلہ یا لشکر مدینے پر حملے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ آنحضرتؐ کجاہی جماعت بھیجتے۔ اکثر اوقات قبائل ان جماعتوں کے خوف ہی سے ہٹاگ جاتے بعض دفعہ لڑائی بھی ہوتی۔ (ابن ہشام و طبقات ابن سعد)

نجد سے اظہارِ فتنہ

بنو عامر بہت مشہور تھے، نجدی قبائل میں۔
 بنو عامر میں عامر ابن مالک نام آور تھا
 یہ بوڑھا ہو چکا تھا آج کل بیمار رہتا تھا
 تھا اس کی نیزہ بازی کا بہت شہرہ اجانب میں
 مگر اپنے قبیلے میں یہ شہرہ بے نتیجہ تھا
 ہوا اس فرد سے بالواسطہ اظہارِ فتنے کا
 دغا بازی و خداعی تھی خاص ان کے خصائل میں
 جوانی کے دنوں میں سربر آوردہ دلاور تھا
 شکم میں اس کے پھوڑا تھا بہت لاچار رہتا تھا
 گنا جاتا تھا اک بر چھیت اطراف و جوانب میں
 کہ اب سردار قوم ابن طفیل اس کا بھتیجا تھا
 یہ خونیں ماہرا ہے اس ہلاکت بار فتنے کا



ابو براء کا مدینے میں آنا

حضور اک روز بزم آرا تھے صفہ کی جماعت میں
 کہ عامر ابن مالک ابن جعفر ابو براء آیا
 زبان پاک تھی مشغول قرآن کی اشاعت میں
 برائے نذر ناقے اور گھوڑے نجد کے لایا

- ۱۔ حوالیہ نجد میں بنو عامر ایک زبردست قبیلہ تھا۔ جس کا سردار ان دنوں عامر ابن الطفیل تھا۔ اس شخص کے دل میں آنحضرتؐ اور اسلام سے کینہ تھا۔ اس نے آنحضرتؐ کو پیغام بھیجا تھا کہ میرے تمہارے درمیان تین باتیں ہیں۔ آؤ عرب کو تقسیم کر لیں، تم باد یہ کے مالک بن جاؤ۔ میں شہروں کا حاکم بنوں۔ یا اپنے بعد مجھے جانشین بنادو ورنہ میں غطفان۔ قبیلہ کو لے کر مدینہ پر چڑھاؤں گا۔ آنحضرتؐ نے انکار فرمایا۔ (دیکھو تاریخ ارض مقدس)
- ۲۔ عامر بن مالک بن جعفر ابو براء کلابی عامر ابن الطفیل کا چچا تھا اور قبیلہ کلاب کا مشہور رئیس تھا۔ (رشاد الحکمت)
- ۳۔ عامر کے پیٹ میں آزار قرحہ تھا۔ (طبقات ابن سعد)
- ۴۔ عامر ملاعب الاسنہ یعنی بر چھیت مشہور تھا اور اس کی نیزہ بازی کا عرب بھر میں شہرہ رہ چکا تھا۔ (تاریخ العبران)
- ۵۔ بالواسطہ کیونکہ آخر تک معلوم نہ ہو سکا کہ مسلمانوں کو قتل کرانا اس کی اپنی نیت میں تھا یا اس کے ذریعے مسلمانوں کو پھسلا کر لانے کے کام میں کسی دوسرے کا ہاتھ تھا۔ (مصنف)
- ۶۔ عامر مسجد میں آنحضرتؐ کے پاس حاضر ہوا اور دو گھوڑے اور نجدی ناقے آپؐ کے حضور میں بطور ہدیہ پیش کئے۔ (طبقات)

نشانِ عجز دکھلاتا ہوا سرکار میں پہنچا
تخائف پیش کر کے عرض کی بیمار آیا ہوں
سنا ہے آپ کا دستِ شفا صحت کا ضامن ہے
مرے ہدیے بھی ہو جائیں قبولِ خاطرِ عالی
دعا فرمائیے، اس پیٹ کو آرام ہو جائے
ہمارا کام ہو اور آپ کا بھی نام ہو جائے

حکیمِ مدینہ مفت دوا اور شفا دیتا ہے

متانت سے سنی سرکار نے بوڑھے کی لسانی ۱
اٹھے بہر دعا دستِ حبیبِ حضرت ۲ باری
اثر بھی اور توفیقِ دعا بھی تو ہی دیتا ہے
دعا کے بعد فرمائی توجہ جانبِ عامر
ہوا ارشاد ہر بیمار کا اللہ شافی ہے
تجھے لائے ہیں اس دہلیز تک امراضِ جسمانی
طلب کرتا اگر اسلام تیرا بھی بھلا ہوتا ۵

کہ یہ طرزِ تکلم تھی عرب کی عادتِ ثانی ۴
دعا کی یا الہی دور کر دے اس کی بیماری
دوا بھی تیری جانب سے، شفا بھی تو ہی دیتا ہے
خوش اخلاقی سے اور نرمی سے یوں گویا ہوا آمر
شفا جو سب کو دیتا ہے، وہی تجھ کو بھی کافی ہے
نہیں تجھ کو تمنائے علاجِ دردِ روحانی ۳
قبیلہ بھی ترا کونین میں پھولا پھولا ہوتا ۵

۱۔ ابو براء نے کہا بڑھاپے میں یہ لباس صرف اس لیے اختیار کیا ہے کہ میں نے سنا ہے آپ احسان فرماتے ہیں ہر ضعیف العمر اور مریض پر۔

۲۔ ابو براء نے لسانی کے ساتھ آنحضرتؐ سے گفتگو کی اور یہ طرزِ گفتگو اگرچہ آنحضرتؐ کے پسند نہ تھی۔ مگر آپ نے اس کی دلدہی کی۔

۳۔ آنحضرتؐ نے ابو براء کے لیے دعا فرمائی۔ یا اللہ یہ شفا کی امیر میں تیرے نبی کے پاس آیا ہے۔ یا اللہ اس پر تویی احسان فرمانے والا ہے۔ (ارشادِ الٰہی)

۴۔ آنحضرتؐ نے ابو براء سے کہا جسمانی امراض سے زیادہ تمہیں روحانی مرض کا ازالہ کرنا چاہیے۔ آپ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا۔ اس نے کہا یہ معاملہ ایسا

ہے کہ میں اپنی قوم کے سامنے پیش کروں گا۔ (اخبارِ الایمان)

۵۔ آنحضرتؐ نے ابو براء عامر ابن مالک کے سامنے اسلام پیش کیا۔ اس نے نہ تو اس کو قبول کیا اور نہ اس کو رد کیا (ارشادِ الٰہی)

پیغمبر کو ضرورت ہے فقط اک قلبِ مومن کی قبول اس گھر میں ہوتا ہے خدا کے نام سے ہدیہ نہیں شایانِ پیغمبر صلہ لے کر مدد کرنا نظر آتا اگر تو دولتِ ایمان سے بہرہ ور یہ کہہ کر ایک کوزہ شہد کا عامر کو دلویا کہا جب بھی وطن کی سمت پلٹے تو سرِ راہ ہے خدا کے نام سے ہر چیز میں تاثیر ہوتی ہے یہ ہدیہ پھیر لے جا کوئی بھی حاجت نہیں ان کی نہیں لیتا محمد مکرِ اسلام سے ہدیہ خدا کا حکم ہے بندے سوالی کو نہ رد کرنا نہ ہوتی عار لے لیتا ترا ہدیہ بھی پیغمبر کہیں سے آج ہی یہ شہد تھا حضرت نے منگوایا یہ تازہ شہد استعمال کرنا جب بھی جی چاہے بسا اوقات چٹکی خاک کی اکیر ہوتی ہے

ابو براء کی شفا یابی اور مکر

یہ اخلاقی بلندی دیکھ کر محبوب تھا سائل ہوا سرکار سے رخصت پلٹ کر اپنے گھر آیا جزا احسان کی احسان ہے انسان کا شیوہ دربرہاں سے بھی پیش آئے جو کوئی مہربانی سے زبان پر رد و کد تھی دل میں لیکن ہو گیا قائل شفا حاصل ہوئی اعجازِ حضرت کا نظر آیا بدی محسن سے کرنا ہے فقط شیطان کا شیوہ تو اکثر باز آ جاتے ہیں وہ ایذا رسانی سے

۱۔ ہدیوں کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میں مشرک سے ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ اگر مشرک کا ہدیہ قبول کرنا ہوتا تو ابو براء کا ہدیہ لے لیتا۔

(اخبار الامان)

۲۔ آنحضرتؐ نے ابو براء کی بیماری کے لیے دعا کی کہ خدا تجھے شفا دے۔ آپ نے اس کے ہدیہ پھیر دیے اور فرمایا میں مشرک سے ہدیہ نہیں لیتا (تاریخ العمران) آپ نے یہ بھی فرمایا اگر تو خدا کی وحدت کا اقرار ہی ہوتا تو مجھے تیرا ہدیہ لینے میں کوئی عار نہ ہوتا۔ آپ نے ایک قطعی شہد کی اس کو دی کہ ابو براء اس کو چاٹنا تھا۔ خلی کردہ اچھا ہو گیا۔ (واقعی)

۳۔ ابو براء نے آنحضرتؐ کی طرف سے ہدیہ پھیر دینے پر کہا کیا عرب میں ابو براء کا ہدیہ لینے سے کوئی انکار کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا میں صرف اس کا ہدیہ قبول کرتا ہوں۔ جو خدا کو ایک ماننا ہو۔ (رشاد الحکمتہ)

دعائے مصطفیٰ سے پا گیا جس دم شفا عامر نہ جانے اس کو کیا سوچھی کہ پھر حاضر ہوا عامر

ابو براء کی درخواست

نہایت عجز سے آیا نبی کی بزمِ نوری میں
طفیل حضرتِ عالی ہوئی حاصلِ شفا مجھ کو
مرادل مانتا ہے آپ جو کہتے ہیں برحق ہے
نظر آتی ہے مجھ کو روشنی انکارِ مشکل ہے
مرا اپنا قبیلہ ہے ابھی نا آشنا حق سے
وہاں تک آپ نے اسلام پہنچایا نہیں اب تک
زمینِ نجد میں اسلام کے قاصد اگر جائیں
مجھے پورا یقین ہے، اس جگہ تائیدِ حق ہوگی
وہاں پر آپ اپنے خاص خاص احباب بھجوائیں
بنو عامر زمینِ نجد کا جید قبیلہ ہے
یہ ہو جائے تو مجھ کو بھی بہانہ ہاتھ آئے گا

کہا میں شکر یہ لایا ہوں حضرت کی حضوری میں
پسند آئے محمدؐ اور محمدؐ کا خدا مجھ کو
کرے انکار جو بھی اس حقیقت سے وہ احمق ہے
علانیہ مگر اسلام کا اقرار مشکل ہے
ابھی باطل سے رشتہ ہے ابھی ہے ربطِ ناحق سے
کوئی توحید کا پیغمبر آیا نہیں اب تک
بڑی امید ہے مجھ کو کہ سب ایمان لے آئیں
یہ صورت دوسرے نجدی قبائل کو سبق ہوگی
بنو عامر کے لوگوں کو خدا کی بات سمجھائیں
وہاں اسلام پھیلانے کا یہ اچھا وسیلہ ہے
یہ بوڑھا خود وہاں پیغامِ حضرت کا سنائے گا

۱۔ بہت سے روایات کا بیان ہے کہ ابو البراء نے اپنے بیٹے کو حضور کی خدمت میں تحائف دے کر بھیجا اور جب شفا ہو گئی تو وہ خود آیا تھا لیکن کثرتِ روایت یہ ہے کہ پہلے یہ شخص بیماری کی صورت میں آیا اور حضرت نے اس کے لیے دعا کی اور شہد بھی دیا جس کو لے کر یہ رخصت ہوا۔ راہ میں یہ شہد چاٹتا تھا کہ اس کو بالکل آرام آ گیا۔ پھر یہ دوبارہ حاضر ہوا۔ (تاریخ العمران باب ہر معونہ)

۲۔ ابو البراء نے آنحضرتؐ سے کہا مجھے اسلام قبول کرنے میں عذر نہیں لیکن یہ بہتر ہے کہ میں اپنے قبیلے کے سامنے یہ معاملہ رکھوں تاکہ ہمارا جھٹکا قائم رہے۔ (اخبار الایمان)

۳۔ ابو البراء آیا اور کہا اے محمدؐ میں آپ کے امر کو بہتر سمجھتا ہوں۔ مگر میرے پیچھے میری قوم ہے۔ اگر آپ اپنے اصحاب میں سے چند اصحاب میرے ساتھ روانہ کر دیں تو مجھے امید ہے کہ وہ دعوتِ اسلام قبول کریں گے اور آپ کے امر کی پیروی کریں گے اور آپ کے امر کا غلبہ ہو جائے گا۔ (تاریخ العمران باب غزوہ بدر معونہ)

آنحضرتؐ کا تامل

ابو براء کی ضمانت

کہا سرکارؐ نے نجدی قبائل ہیں جفا پیشہ مجھے ہے نجد سے اصحاب کے بارے میں اندیشہ
پیامِ حق سنانے جب عقیدت کیش جائیں گے زمینِ نجد کے پتھر بستی پیش آئیں گے
کہا عامر نے میں لیتا ہوں ذمہ اپنی جانب سے نہ ہوگی کوئی ایسی بات اطراف و جوانب سے
حفاظت میرے کندھوں پر ہے اصحاب رسالت کی عرب سارا کرے گا آبرو میری کفالت کی

ہدایت کی درخواست منظور

عرب میں کوئی بھی جب اس طرح کا عہد کرتا تھا تو جیتے جی قدم ہرگز خلاف اس کے نہ دھرتا تھا
یہ مرد معتبر تھا ہر جگہ تھا اعتبار اس کا صنادیدِ عرب میں آج ہوتا تھا شمار اس کا
یہ دعوتِ نجد میں تبلیغ کے کارِ جلیلہ کی مزید اس پر کفالت ایک سردارِ قبیلہ کی
فروغِ دینِ حق تھا مدعائے حضرتِ عالی تامل سے یہ دعوت آپ نے منظور فرمائی



۱۔ آنحضرتؐ نے ابو براء کی درخواست پر فرمایا کہ مجھے نجد کی طرف سے اپنے اصحاب کے لیے اندیشہ ہے۔ (طبقات و صحیح بخاری)
۲۔ عامر ابو براء نے کہا آپ اصحاب پر اہل نجد سے اندیشہ نہ کیجئے۔ میں اس امر کی ضمانت کرتا ہوں کہ اگر ان سے جنگ پیش آئے گا تو میں آپ کے اصحاب کا شریک
حال اور مددگار رہوں گا۔ (رشادِ الحکمۃ)
۳۔ ابو براء واقعی اس حیثیت کا سردار تھا کہ کسی کو کفالت میں لے سکتا تھا اور اس کی کفالت کا پاس سب کو ہو سکتا تھا۔ الا یہ کہ وہ خود اپنی ذات کو بری قرار دے (تاریخ
العران)
۴۔ عرب میں کسی کا کسی کو کفالت میں لے لینا ایک حلف تھا۔ جس کی خلاف ورزی کوئی نہ کرتا تھا۔ یہ ذاتی و قومی آن کے خلاف تھا۔ آپ نے منظور فرمایا اور
سزا اصحاب ساتھ کر دیے۔

مبلغین اسلام راہ تبلیغ پر

ہوئے ستر مبلغ مستعد اس کام کی خاطر
یہ ستر وہ تھے جن میں ایک اک مردِ یگانہ تھا
یہ عابد تھے یہ زاہد تھے یہ حافظ تھے یہ قاری تھے
یہ علم و فضل کے دریا یہ ذکر و فکر کے گوہر
یہ ستر منتخب مناد توحید و رسالت کے
یہ اسلامی مبلغ ہو گئے تیار جانے کو
رضا کارانہ نکلے خدمتِ اسلام کی خاطر
وجود ان سب کا شانِ زندگی، جانِ زمانہ تھا
یہ صدق آئین تھے، آئینہ پرہیز گاری تھے
صفائے قلب کے مخفی خزانے، بے بہا جوہر
یہ ستر گلشنِ آباد، اسلامی بسالت کے
زمینِ نجد پر آوازِ ربانی سنانے کو

رسولِ پاکؐ کا مبلغین سے خطاب

دمِ رخصت رسولِ پاکؐ نے ان پر نظر ڈالی
عفاف و عصمت، احسان و کرم، عزم و ثبات ان کا
نبیؐ نے ان کے ذوقِ علم کی تحسین فرمائی
کہا تبلیغِ حق ہی اصل مقصد ہے نبوت کا
تمہیں جو کچھ بھی پیش آئے اسے انگیز کرنا ہے
ہوئی رقت پذیر ان کی وفا پر خاطرِ عالی
فداکاری کا جذبہ بہرِ فخر کائنات ان کا
حیا و صبر و عفو و حلم کی تلقین فرمائی
نہ آنے پائے اس میں شائبہ اظہارِ قوت کا
بہرِ حالت جوابِ تلخ سے پرہیز کرنا ہے

یہ لوگ نہایت متوکل اور درویش تھے اور اکثر اصحابِ صفہ میں سے تھے ان کا معمول تھا کہ دن بھر لکڑیاں چٹتے۔ شام کو فروخت کر کے کچھ اصحابِ صفہ کی نذر کرتے اور کچھ اپنے لیے رکھتے۔ ان میں سے اکثر قرآن اور حفاظ قرآن تھے۔ (تاریخ العمران)

یہ وہ ستر جوان تھے جو قرآنِ کریم کہلاتے تھے ان کا معمول یہ تھا کہ سرِ شام حوالیٰ مدینہ میں نکل جاتے رات بھر تعلیم و تعلم قرآن کرتے۔ نمازیں پڑھتے، صبح ہوتے ہی آبِ شیریں پر گزر کر کے لکڑیاں چٹتے اور صبح کرامِ اصحابِ صفہ اور دوسرے ضرورت مند مسلمانوں کی مدد کرتے۔ (اخبار الایمان)

آپ نے ان ستر اصحاب کو جاتے وقت علم و حیا کی تاکید کی اور نرمی و آشتی اور مصیبت پر صبر و ثبات کی ہدایت فرمائی۔ (رشادِ الحکمہ)

دین میں کوئی جبر نہیں

لَا اُكْرَاهُ فِی الدِّیْنِ (قرآن)

تمہیں معلوم ہے ذاتِ خدا دانا و مینا ہے وہ شاہد ہے شہادت ہی مسلمانوں کا جینا ہے
 تمہاری یہ جدائی عارضی ہے اور جسمانی ابد تک کے لیے ہے پھر وصال و قربِ روحانی
 وہ ساعت سب سے بڑھ کر سعد ہوتی ہے رسولوں پر کیا جاتا ہے ان کو ذبح جب ان کے اصولوں پر
 محمدؐ کے رفیقو! فی امان اللہ ہاں جاؤ خدا کے نام لیواؤ خدا کا نام پہنچاؤ

مبلغینِ اسلام نجد کی طرف

یہ ارشادات سن کر وجد میں ارض و فلک جھومے غلامانِ وفا نے اپنے آقا کے قدم چومے
 خدا کا نام لے کر اور محمدؐ کی دعا لے کر مدینے سے چلے عشاقِ جنسِ بے بہا لے کر
 سفر کی سختیاں سہتے ضعیفوں کی مدد کرتے فضا کو آشنائے ذکرِ اللہ الصمد کرتے
 اذانوں سے جبال و دشت کو معمور فرماتے نمازوں سے بلند و پست کو پر نور فرماتے

ابو براء کا کھسک جانا

بالآخر اک جگہ بیر معونہ نام تھا جس کا یہاں پہنچا کے شیخِ نجد ان کے ساتھ سے کھسکا
 کہا میں جا کے پہلے قوم کو ہموار کرتا ہوں زمیں کو بیج بونے کے لیے تیار کرتا ہوں
 یہاں پر آپ ٹھہریں دو گھڑی آرام فرمالیں اذانیں اپنی دے لیں اور نمازیں اپنی پڑھ ڈالیں
 بھتیجا ہے مرا ابنِ الطفیل اس قوم کا افسر اسی کے پاس بھیجیں آپ قاصد کوئی دانشور

۱۔ رسولِ پاکؐ نے فرمایا۔ رسولوں پر وہ وقت سب سے زیادہ سعد اور مبارک ہوتا ہے۔ جب وہ اعلائے کلمتِ الحق کے بدلے زیرِ شمشیر آتے ہیں۔ (اخبارِ الایمان)

۲۔ بیر معونہ کی طرف چلتے وقت اصحابِ آنحضرتؐ سے رخصت ہوئے تو آپؐ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور ایسے الفاظ فرمائے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اب

۳۔ ملاقاتِ لواءِ الحمد ہی کے نیچے ہوگی۔ (اخبارِ الایمان)

۴۔ شہدائے بیر معونہ دشت و جبال کو طے کرتے وقت تسبیح و تحلیل میں مشغول رہتے تھے اور وہ جہاں سے بھی گزرتے خدا کے نام سے راہوں کو آشنا کرتے

ہوئے۔ (قصیدہ واقعہ بیر معونہ)

براہ راست جب پیغام اس کے پاس جائے گا اسے اعزاز سمجھے گا، خوشی سے پھر بلائے گا
کرے گا قوم بھر میں انتظامات پذیرائی اگر اسلام پہنچاؤ گے تم اس تک بہ دانائی۔

صحابہ کا پیغام رئیس نجد کے نام

صداقت کیش بندوں نے کیا یہ قول بھی باور کوئی حجت نہ کی ٹھہرے یہاں مردانِ بختاور
سوئے ابن الطفیل اک خط لکھا میر جماعت نے کہ بھیجے ہیں مبلغ صاحب روزِ شفاعت نے
ہمیں ارض بنو عامر میں جانے کی اجازت دو اخوت کا پیام حق سنانے کی اجازت دو
رضا کارانہ اک مردِ صحابی لے چلا نامہ ہوا تھا قطع جس کے واسطے تقدیم کا جامہ

رئیس نجد کا مبلغین سے سلوک

نہتا، صلح کا پیکر، لباسِ آشتی دربر یہ قاصد ہو گیا وارد بنو عامر کے خیموں پر
نظر آئے بنو عامر یہاں پر خیل خیل اس کو انہی کے درمیاں آیا نظر ابن الطفیل اس کو
دیا قاصد نے خط اس کو متانت سے خموشی سے بڑھایا ہاتھ کافر نے بظاہر گرم جوشی سے

۱۔ بیر معونہ ایک چشمہ ہے چشمہ ہائے بنی سلیم سے ارض بنی عامر اور بنی سلیم کے درمیان یہاں ابوالبراء اصحاب نبی سے رخصت ہو گیا۔ یہ کہہ کر اب میرا پہلے اپنی قوم
میں پہنچنا ضروری ہے۔ تاکہ تمہیں کسی قسم کا گزند نہ پہنچے۔ (تاریخ العمران)

۲۔ ابوبراء بیر معونہ پر اصحاب رسول اللہ سے یہ کہہ کر رخصت ہوا کہ تم یہاں ٹھہرو سفر کی کسل دور کرو میں جا کر قوم کو تمہارا پیغام سننے کے لیے تیار کرتا ہوں۔ تم ایک آدمی
کے ہاتھ رسول اللہ کا پیغام میرے بھتیجے عامر ابن الطفیل کے پاس بھجوانا۔ تاکہ وہ براہ راست مخاطب سے معزز ہو۔ (تاریخ العمران)

۳۔ اس جماعت کے منذر بن عمرو امیر تھے۔ اس جماعت نے بیر معونہ میں قیام کیا اور حرام بن ملحان کو آنحضرت کا پیغام دے کر عامر بن طفیل کے پاس
بھیجا۔ جو قبیلہ کا رئیس تھا۔ (سیرت النبی)

۴۔ حضرت حرام بن ملحان جو نامہ لے کر گئے تھے اور شہید ہوئے۔ حضرت انس بن مالک کے نانا تھے (ابن سعد)

۵۔ نیزہ کھا کر حرام بن ملحان کی زبان سے اللہ اکبر عزت و رب اکبر۔ یعنی اللہ اکبر رب کعبہ کی قسم میں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ یہ سن کر ان لوگوں کو سخت حیرت
ہوئی۔ (بخاری کتاب الجہاد)

مگر لیتے ہی نامہ اس لعین نے چاک کر ڈالا۔
یہ بھالا پشت کی جانب سے نکلا توڑ کر سینہ
نہ چیخ اس کے دہن پر تھی نہ اس کے لب پہ گالی تھی
نہ سسکی ہائے کی گونجی نہ شعلہ آہ کا نکلا
قسم اللہ کی میں پاگیا اپنی مرادوں کو
ہوا ابن الطفیل نابکار اس قول پر حیراں
ادھر اک شخص نے پیچھے سے مارا تاک کر بھالا
ہوا قاصد کے لب پر جوہر اسلام آئینہ
زبانِ مردِ مومن ذکرِ حق ہی کرنے والی تھی
زباں سے ایک ہی نعرہ فزت واللہ کا نکلا
یہ سن کر اور حیرت ہو گئی ان بدنہادوں کو
تصور میں نہ آئی تھی، کبھی یہ صورتِ ایماں

نجدی قبائل کا مبلغین پر حملہ

شقی القلب نے پہلے سے کر رکھی تھی جمعیت
وہاں اللہ والے منتظر تھے اپنے قاصد کے
نہتے زاہدوں کو آن گھیرا اب قبائل نے
ہوئی تیروں کی بارش دور سے گلزارِ ملت پر
قبائل چاند ماری کر رہے تھے صف بصف ہو کر
کیا اب ان پہ دھاوا دفعتاً نجدی رسالوں نے
چلا اب فوج کو لے کر یہ ناہنجار بدنیت
خبر کیا تھی اٹھنے والے ہیں طوفاں مفسد کے
لیا حلقے میں ان کو اس ہجوم بدخصائل نے
بلند و پست سے غلبہ کیا کثرت نے قلت پر
گرے اکثر مبلغ تیرو پیکاں کے ہدف ہو کر
قلوبِ اہل دل کو چھید ڈالا تند بھالوں نے

- ۱۔ عامر بن الطفیل نے صرف اپنی کے قتل پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ قبیلہ سلیم درہل و ذکوان اور عصبہ وغیرہ کو اکٹھا کیا جا کر بیر معونہ پر مبلغوں کی جماعت کو گھیر لیا اور ان سب کو قتل کر ڈالا۔ اس حالت میں کہ وہ بے گناہ غیر مصافی تھے۔ (تاریخ العمران)
- ۲۔ مبلغین صحابہؓ کی جماعت اس وقت بالکل بے خبر تھی اور جب انہوں نے اس جمعیت کو برسرِ پر خاش دیکھا تو کہا ہم تم سے لڑنے نہیں آئے۔ مگر غالموں نے ایک نہ سنی اور سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (بخاری)
- ۳۔ صحابہ حرام بن سلیمانؓ کی واپسی کے منتظر تھے جب دیر لگی تو خود روانہ ہوئے۔ اتنے میں عامر کی جماعت نے ان کو چاروں طرف سے گھیر کر تیر باری شروع کی۔ پھر نیزے تان کر چاروں طرف بڑھے اور سب کو قتل کر دیا۔ (تاریخ العمران)

یہ تسلیم و رضا تھی اک نظارہ فوقِ عادت کا
فضا میں گونجتا تھا پے بہ پے کلمہ شہادت کا۔

شہدائے بیر معونہ

پڑے تھے نیم جاں بندے ہزاروں زخم کھا کھا کر
کوئی شاہد نہیں تھا اک خدا تھا دیکھنے والا
یہ ستر منتخب زہاد آئے تھے مدینے سے
یہ اس دنیائے فانی میں نویدِ زندگانی تھے
پڑے تھے خاک پر اب خونچکاں لاشے شہیدوں کے
انہیں اب ٹکڑے ٹکڑے کر کے قصابوں نے منہ موڑا
گھڑی بھر میں ہوا کے طائروں نے چھالیا ان کو
نبیؐ کو اس قدر صدمہ ہوا یہ ماجرا سن کر
یہ دنیا ہے اگر باقی، زمانہ ہے اگر باقی
فریب و غدر و سفاکی ابھی تک جن میں جاری ہے
یہ لعنت ان پہ قائم ہے یہ لعنت ان پہ طاری ہے

۱۔ ان قاتلِ تباہ میں جب کچھ لوگ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے بیان کیا کہ متوکلین بیر معونہ کی زبانوں پر شہادت کا کلمہ جاری تھا۔ (رشادِ الحکمۃ)
۲۔ جس وقت شہداء بیر معونہ کی لاشیں بے کفن اور غیر مدفون پڑی تھیں۔ عمرو بن امیہ ضمیری اور ایک انصاری شخص قریب کی چراگاہ میں تھے۔ طیور کو اڑتے دیکھ کر انہیں اندیشہ ہوا۔ گھبرائے ہوئے آئے۔ دیکھا کل مسلمان جامِ شہادت پی چکے ہیں۔ انصاری بزرگ نے جوش میں آ کر دشمنوں پر حملہ کیا۔ مگر عمرو بن امیہ ضمیری کو لازم آیا کہ رسول اللہؐ کو اس واقعہ کی خبر پہنچائیں۔ (تاریخ ارض مقدس)

۳۔ ان ستر میں سے صرف ایک آدمی عمرو بن امیہ ضمیری بچ گئے جو اونٹوں کو لے کر دور گئے ہوئے تھے انہوں نے دور سے اپنے ڈیرے کی طرف نظر ڈالی تو پر عمروں کے جھنڈ کے جھنڈ ہوا میں اڑتے ہوئے نظر آئے۔ واپس آئے تو سب کو مقتول پایا۔ (تاریخ العبران)

۴۔ عمرو بن امیہ ضمیری یہ خبر لے کر دربار رسالت میں پہنچے۔ آپؐ کو یہ سن کر ایسا صدمہ ہوا کہ کبھی ایسا نہ ہوا تھا۔ آپؐ نے ظلم کرنے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا۔
لَعْنَتُیْہِ الْیَوْمَ عَلَیْہِمْ اِنَّہُمْ کَانُوا فِیْہِمْ اَشْرَکًا
یعنی یہ ابوبراء کا کام ہے ورنہ میں تو ان کا بھیجنا پسند نہ کرتا تھا۔ (ابن ہشام)

(رشادِ الحکمۃ)

یہ لعنت ہر زماں ایسے دغا بازوں پہ قائم ہے کہ ذہنیت ابھی تک جن کی بدتراز بہائم ہے

واقعہ رجب

قبائل عضل و قارۃ کا مکر

مدینے تک خبر پہنچی نہ تھی بیر معونہ کی کہ صورت اور اک پیدا ہوئی رنج دوگونہ کی
 اسی صورت بنو عضل و بنو قارۃ کا وفد آیا نبیؐ نے حسب معمول ان پہ بھی اکرام فرمایا
 کیا اسلام کا اظہار غداروں لعینوں نے بڑا ذوق یقین ظاہر کیا ان بے یقینیوں نے
 گزارش کی ہماری قوم بھی ایمان لائی ہے خدا و مصطفیٰ کے دامن رحمت میں آئی ہے
 مناسب ہے ہمارے ساتھ اصحاب نبیؐ جائیں ہمیں اسلام کے ارکان کی تلقین فرمائیں
 نبوت کا فریضہ تھا، یہی تبلیغ حق کرنا زباں اقرار حق کر دے، تو انساں کا یقین کرنا
 پیامِ رحمۃ للعالمینؐ کو غام کرنا تھا اگرچہ کام مہلک تھا مگر یہ کام کرنا تھا

تبلیغ کے لیے صحابہ کی تیاری

جماعت دس صحابہ کی ہوئی تیار جانے کو خدا کا علم و عرفاں اہل عالم کے سکھانے کو
 رسول اللہ نے ان کو دیا فخرِ رضا مندی ۱۰ کہا لازم تمہیں ہر حال میں ہے حق کی پابندی
 خدا کو تم سے اُمیدِ وفا ہے، اے وفا والو خدا کا نام لے کر جا رہے ہو اے خدا والو

- ۱۔ ابھی بیر معونہ کی اطلاع نہ آئی تھی کہ موصوفہ ۳۷ میں قبیلہ عضل اور قبیلہ قارۃ کے چند آدمی آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلہ اسلام پر مائل ہیں۔ ہمارے ساتھ چند آدمی روانہ کیجئے جو ہمیں اسلام کے ارکان سکھائیں۔ اور ہمیں دین کی تعلیم دیں۔ (ابن ہشام و ابن سعد)
- ۲۔ رسول اللہ تو دنیوی مسائل کو بھی رزق نہ کرتے تھے چہ جائیکہ دین کے سائل کو رد فرماتے۔ اسلام پہنچانا۔ آپ کا اصل فریضہ تھا۔ اس لیے جب کوئی اسلام پہنچنے کی تمنا کرتا آپ اس کی تمنا کو پورا کرنے اور فرض منصبی کے طور پر انجام دینے کے لیے تیار ہو جاتے خواہ اس میں کتنی بھی دقت کیوں نہ پیش آئے۔ (مصنف)
- ۳۔ نبی برحق نے دس مبلغین کو حضرت عاصمؓ کی سرداری میں اس کے ساتھ بھیجا۔ (زرقاتی)

یہ جسمانی جدائی پیش خیمہ قرب حق کا ہے شہادت کی طلب کا راستہ صاف اور سیدھا ہے۔
وہاں جیسی بھی صورت پیش آئے صبر کر لینا زباں قابو میں رکھنا اور دلوں پر جبر کر لینا
یہی توحید ہے اللہ واحد کے پرستارو خدا حافظ تمہارا اے محمد کے فدا کارو

مبلغان اسلام اور قبائل خون آشام!

غرض رخصت ہوئے یہ دس جوانان مجاہد بھی کہ سب کے سب تھے اہل علم بھی غازی بھی زاہد بھی
رجیعؑ اک چشمہ تھا مابین مکے اور عسقاں کے یہاں وارد ہوئے آخر مبلغ علم قرآن کے
بنو لحيانؑ تھے پہلے ہی سے نخلستان میں پوشیدہ کہ سب غارت گرو سفاک و تیر انداز تھے چیدہ
بنی عضل و بنی قارۃؑ نے اہل اللہ کو ٹھہرایا۔ پھر اک شیطان بنو لحيان کو جا کر بلا لایا
یہ لشکر تیر اندازوں کا نخلستان سے نکلا ہلاکت خیز نعرہ ہر لب شیطان سے نکلا
صحابہ گھر گئے چاروں طرف سے بد سگالوں میں نہ تھا لیکن ہراس و خوف ان اللہ والوں میں
یہ حالت دیکھ کر اک ٹیکرے کا رخ کیا سب نے سہارا نام تسلیم و رضا کالے لیا سب نے
بنی لحيان کے دو سو آدمی نے ٹیکرا گھیرا نظر قاتل ہی آئے منہ صحابہؓ نے جدھر پھیرا

۱۔ آپ نے ان کو رخصت فرماتے ہوئے صلح و صفا اور صبر و ثبات اور استقامت بوقت مصیبت کی تلقین فرمائی۔ (رشاد الحکمۃ)

۲۔ رجیع چشمہ سار ہندیل میں سے ایک مقام تھا جو بدہ کے قریب واقع تھا۔ (اخبار الایمان)

۳۔ بنو لحيان نے پہلے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور آنحضرتؐ نے سر یہ بھیج کر قلع قمع کرایا تھا۔ اور ان کا سردار سفیان بن خالد قتل ہو گیا تھا۔ بنو لحيان اس کا انتقام لینا چاہتے تھے اور انہوں نے بنی عضل و بنی قارۃ کو اس کام پر مامور کیا تھا اور خود دو سو جوان حبش کے نخلستان میں چھپا رکھے تھے۔ (ابن سعد و زرقانی)

۴۔ بنو لحيان اپنی کمین گاہوں سے کمائوں میں تیر جوڑے ہوئے نکلے۔ اور شور مچاتے ہوئے پیچھے دوڑے۔ (رشاد الحکمۃ)

۵۔ چونکہ مسلمانوں کو ہتھیار ڈالنے کی تعلیم نہ دی گئی تھی۔ اس لیے اگرچہ صحابہؓ صرف دس آدمی تھے لیکن انہوں نے تلواریں کھینچ لیں اور پہاڑی پر چڑھ گئے۔ (تاریخ العمران)

شہادتِ مبلغینِ رجب

ادھر کفار تھے اس سوچ میں کیسے انہیں ماریں کہ ہاتھوں میں صحابہؓ کے بھی تھیں اس وقت تلواریں! لیا جانے لگا اب کام مکاری سے حیلے سے کہا عاصمؓ نے مارو تیز اے نامرد خونخوارو یہ کہہ کر سونت لی تلوار بڑھ کر جنگ کی ان سے لڑے ان کافروں سے آٹھ اصحابِ رسول اللہ ہزارں در ہزاراں رحمتیں ان پاکبازوں پر مرادِ زندگی مقتل میں آنے ہی سے ملتی ہے

کہ ہاتھوں میں صحابہؓ کے بھی تھیں اس وقت تلواریں! کہا تم کو اماں دے دیں اتر آؤ جو ٹیلے سے! پناہ کافراں مجھ کو نہیں درکار غدارو مقدر تھی یہ ہولی آج خون و رنگ کی ان سے شہادت پا گئے آخر یہ احبابِ رسول اللہؐ کہ نازاں نامِ آزادی ہے ایسے سرفرازوں پر حیاتِ دائمی گردن کٹانے ہی سے ملتی ہے

خدا کے آزاد بندوں کی گرفتاری اور نیلامی

مگر ٹیلے سے دو صاحبِ خبیثؓ وزیدؓ اتر آئے نہ سمجھے کیدِ صیاداںؓ یہ سادہ صید اتر آئےؓ

ابولحیان نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے لیکن اوپر چڑھنے سے پس و پیش کرتے تھے۔ (تاریخ العیران۔ باب رجب)

۱۔ کفار میں سے سفیان ہزلی نے آواز دی تم پہاڑی سے اتر آؤ ہم پختہ عہد کرتے ہیں کہ تمہیں امان دے دیں گے ساتھ ہی کہا ہم صرف تمہاری وجہ سے کچھ روپیہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ (زرقاتی)

۲۔ حضرت عاصمؓ نے جواب دیا۔ کفار کے قول و قرار کا مجھے کوئی اعتبار نہیں۔ مجھے تمہاری ذمہ داری منظور نہیں پھر آسمان کی طرف چہرا اٹھایا اور کہا۔ اے خدا تو ہماری حالت کو دیکھ رہا ہے تو ہی رسول کو ہماری خبر دے۔

۳۔ قریش نے چند آدمیوں کو بھیجا کہ عاصم کے بدن سے گوشت کا ایک ٹوٹھڑا لائیں کہ ان کی شناخت ہو قدرت خداوندی نے شہیدِ مسلم کی یہ حقیر گوارانہ کی۔ شہد کی مکھیوں نے لاش کو چھالیا۔ اور قریش کا کام پھر گئے۔ بات یہ تھی کہ سلافہ بنت سعد کے دو بیٹے میدانِ احد میں عاصم کی تلوار سے مارے گئے تھے اس عورت نے حضرت عاصم کے کاسے سر میں شراب پینے کی قسم کھائی تھی اور یہ قاتل حضرت عاصم کا سر کاٹ کر سلافہ کے ہاتھ بچنا چاہتے تھے۔ مگر خدا نے اپنے بندہ خاص کو اس بے احترامی سے محفوظ فرمایا۔ (اخبار الامان)

۴۔ حضرت عاصمؓ اور چھ صحابی لڑتے رہے اور شہید ہوئے۔ مگر تین نے دشمنوں کی بات پر یقین کر لیا اور نیچے اتر آئے ان کو قاتلوں نے گرفتار کر لیا۔ ان میں سے ایک تو ان کے کمر سے اسی وقت خبردار ہو گئے۔ اور انہوں نے جنگ کی۔ اور شہید ہو گئے۔ مگر حضرت خبیثؓ بن عدی اور زید بن دثنہ ان کے پھندے میں پڑ گئے اور ان کی مشکیں کس لی گئیں۔ (بخاری)

نہ اس پر بھی مگر ایذا رسانی سے ٹلے قاتل
یہ سارے کارنامے تھے برائے طمع و آزان کے
ہوئے مکے میں داخل ساتھ لے کر ان اسیروں کو
بٹھایا پیش انبوه گروہ عام دونوں کو
پکڑ کر ان کی مشکلیں باندھ لیں اور لے چلے قاتل
قریش مکہ سے پہلے سے تھے کچھ ساز باز ان کے
محمدؐ کے مشیروں کو، محبت کے بشیروں کو
حرم کے سائے میں کرنے لگے نیلام دونوں کو

نیلام گاہ مکہ

قریشی مرد عورت بوڑھے بچے یوں اٹھ آئے
ادھر دنیا تھی ان آزاد بندوں کی تمنائی
بہت بڑھ بڑھ کے بولی دی یہاں ہر ایک شیطان نے
خریدار خبیث اک فردِ حارث کے تھے دو بیٹے
پسر اس کے بہت خوش تھے کہ پایا انتقام اپنا
خبیب و زید آخر بک گئے بازارِ مکہ میں
بدوق و شوق جیسے کوئی میلہ دیکھنے جائے
ادھر قیدی بھی تھے اس طرفہ منڈی کے تماشائی
خریدار زید و گو سوانٹ کے بدلے میں صفواں نے
کہ بدلا چاہتے تھے باپ کا تقدیر کے بیٹے
لگانے آئے تھے منڈی میں اس سودے پر دام اپنا
کیا لے جا کے ان کو قید ان اشرارِ مکہ نے

قید میں آزادہ دلوں کا حال

کیا کرتے ہیں جو تبلیغ آزادی زمانے میں وہ اکثر کاٹتے ہیں زندگانی قید خانے میں

۱۔ قریش سے ان کی پہلے سے ساز باز تھی۔ اس لیے روپیہ کے لالچ سے ان کو مکے کی طرف لے چلے۔ (زرقانی)

۲۔ بنو لعیان خبیث اور زید کو اسیر کر کے مکے میں لے گئے اور ان کو قریش کے ہاتھ بیچ دیا۔ (زرقانی)

۳۔ ان دونوں کے آنے کی خبر سننے ہی مکہ والے حرم کے قریب جمع ہو گئے اور بڑھ بڑھ کر بولی دینے لگے۔ (اخبار الامان)

۴۔ صفوان ابن امیہ نے حضرت زید کو خرید لیا۔ (بخاری)

۵۔ حضرت خبیث کو حارث بن عامر بن نوفل کے لڑکوں نے خرید لیا۔ خبیث کے ہاتھ سے میدان بدر میں حارث قتل ہوا تھا۔ (تاریخ العبران)

۶۔ فرزند انانیا حارث ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے کہ باپ کا انتقام زندگی ہی میں لے لیا اور لوگ بھی ان کو مبارک باد دیتے تھے۔ (العادة العرب)

یہ بندے صابر و شاکر تھے پابندِ رضا دونوں
وہ ایسے مطمئن تھے جس طرح طائرِ گلستاں میں
بنولجیاں کی بدعہدی شرارتِ عضل و قارۃ کی
نماز و روزہ تھا ان کا شعارِ قیدِ تنہائی ۱
اگر اکلِ حلال ان کو ملے تو کھا بھی لیتے تھے
نہ حجت کوئی کرتے تھے نہ طالب تھے رعایت کے
نہ طوفاں آہ و زاری کے نہ شعلے آہ سوزاں کے
قریشی کافروں نے لاکھ چاہا اُن کو بہکانا
سکوتِ شب میں وقفِ وردِ قرآن جب یہ ہوتے تھے
ثبات و صبرِ اسلامی نرالی شان رکھتا تھا
قلوب ایمان رکھتے تھے دہن قرآن رکھتا تھا

بے گناہوں کے قتل کی منادی

مسلمانوں کی اخلاقی بلندی کا یہ آئینہ
یہ صورت دیکھ کر کفار کے اشرار گھبرائے
چڑھا ان خون کے پیاسوں کو ایسا جوشِ خونخواری
جلائے ڈالتا تھا سینہ کفار میں کینہ
خیال آیا کہیں مکہ مسلمان ہی نہ ہو جائے
ہوئی اب قیدیوں کو قتل کر دینے کی تیاری

۱۔ دونوں الگ الگ گھروں میں ایک دوسرے سے جدا قید کئے گئے۔ (زرقاتی)
۲۔ یہ قید میں ایسے صابر و حلیم و مطمئن تھے جیسے کوئی اپنے گھر میں ہو کسی سختی پر شکایت نہ کرتے تھے کچھ بھی طلب نہ فرماتے اور نماز روزہ اور قرآن سے واسطہ رکھتے تھے۔ (تاریخ العمران)

۳۔ قریش ان کو ستاتے تھے پھر آزماتے تھے کہتے تھے کہ اسلام سے انکار کر دو تو تم کو نہ صرف چھوڑ دیں گے بلکہ مال و متاع بھی دیں گے۔
۴۔ حضرت غیبؓ اور زیدؓ قید کی راتوں میں ایسی قرأت سے قرآن پڑھتے تھے کہ محلے والے پہروں سنتے اور روتے تھے۔ (ابن سعد)

تعیں ہو گیا تاریخ کا بھی قتل گہ کا بھی
منادی ہو گئی جو بھی تماشا دیکھنے آئے
کرے ان قیدیوں پر آ کے اک اک وار ہر کوئی
بنے اس حصہ داری میں بھی حصہ دار ہر کوئی

قیدی اپنے قتل کی خبر سنتے ہیں

خبر یہ کہ کو خانہ بخانہ در بدر پہنچی
جناب زیدؑ کے پاس ایک عورت یہ خبر لائی
یہ سن کر نور چھایا چہرہ زیدؑ ابن ثابتؑ پر
کہا تو قتل جس کو کہہ رہی ہے یہ شہادت ہے
یہ سن کر محو حیرت ہو گئی وہ نیک دل عورت
مسلمانوں کا دل جب پاک دیکھا لوم والاٹم سے
یہ سب طے ہو گیا تو قیدیوں کو بھی خبر پہنچی
کہ تم کل قتل ہو جاؤ گے، کیوں کیسی سزا پائی؟
نہ پایا تھا کبھی یہ رنگ سیار و ثوابت پر
بہت مشکل سے ملتی ہے یہ اک ایسی سعادت ہے
قریشی قوم کی جلادیوں پر تھی خجل عورت
تو قوم اپنی نظر آنے لگی بدتر بہائم سے

مسلمان قیدی کی خواہش

کہا کوئی اگر خواہش ہو اے مردِ خدا تیری
بیاں کر مجھ سے میں فوراً مہیا کر کے لاؤں گی
کوئی پینے کی شے ہو یا پسندیدہ غذا تیری
جو کھانا ہو کھلاؤں گی جو پینا ہو پلاؤں گی

۱۔ اب ان کو قتل کر دینے کا فیصلہ ہو گیا۔ اور تاریخ مقرر کر کے منادی کرادی گئی۔ (اخبار الامان)

۲۔ منادی ہوئی کہ نہ صرف تماشا کی بلکہ وہ لوگ جن کا کوئی عزیز مسلمانوں نے مارا ہے بدلہ لینے کے لیے قتل گاہ میں آجائے تاکہ ان مسلمانوں سے بدلہ لیا جائے۔

تائید کی گئی ہے کہ جس کا کوئی بدلہ مسلمانوں پر ہو ہتھیار ساتھ لائے تاکہ اس کو ہوس نہ رہے۔ (تاریخ العمران)

۳۔ جناب زیدؑ کے پاس جو عورت کھانا لاتی تھی اور عمرانی کرتی تھی اس نے آکر کہا کہ تم کل قتل ہو جاؤ گے اگر کوئی آرزو ہو تو کہہ و آپ کے چہرے پر مسکراہٹ آئی

کہا۔ قتل نہیں یہ شہادت ہے۔ (اخبار الامان)

۴۔ عورت کو قیدی سے پوچھا اس نے کہا دیکھ تو کسی چیز کا طلب رکھتا ہو تو میں مہیا کروں گی۔ (اخبار الامان)

کہا مجھ کو کسی شے کی نہ رغبت ہے نہ عادت ہے فقط حبِ نبیؐ کا ذوق ہے شوقِ عبادت ہے
مگر تسلیمِ جاں کے واسطے لازم ہے تیاری مدد تھوڑی سی تو بھی کر جو ہو شوقِ مددگاری
مجھے حاجت ہے بغلیں صاف کرنے کی نہانے کی اگر اک اُسترا مل جائے سمجھوں گا اسے نیکی!

مسلمان کسی حالت میں غدار نہیں

کہا بس یہ ذرا سی چیز ہی درکار ہے تجھ کو ابھی بھجوائے دیتی ہوں میں گھر جا کر یہ شے تجھ کو
یہ عورت گھر گئی، اک جذبہٴ صدق و صفالے کر وہاں سے ننھا بیٹا اپنا بھیجا ابتر ا دے کر
جونہی کچھ دیر گزری اور گھر سے جا چکا لڑکا تو ایسا وسوسہ پیدا ہوا، عورت کا دل دھڑکا
یہ قیدی جانتا ہے قتل ہونا ہے اسے آخر بجرم بے گناہی جان کھونا ہے اُسے آخر
اگر اُدلے کا بدلہ اس کے دل میں کچھ اثر ڈالے تو شاید میرے ننھے طفل ہی کو قتل کر ڈالے
یہ خطرہ مامتا پر اس طرح کچھ ہو گیا طاری کہ گھر کے کام دھندے چھوڑ کر دوڑی یہ بیچاری
نظر آیا اُسے لیکن یہاں اک اور ہی منظر کہ قیدی نے بٹھا رکھا تھا اس بچے کو زانو پر
وہ بچہ تو تلی باتیں کئے جاتا تھا اُلفت سے اُسے چکارتا جاتا تھا قیدی دستِ شفقت سے
یہ صورت دیکھ کر عورت یہ بولی نیک دل بھائی تجھے معلوم ہے میں کیوں ہوں اب دوڑی ہوئی آئی؟

۱۔ حضرت زیدؑ نے کسی کھانے پینے کی چیز پر رغبت ظاہر نہ کی البتہ ایک اُسترا مانگا کہ خط بنالیں اور تسلیم جان لیے تیار ہو جائیں۔ (رشادالحکمت)

۲۔ عورت نے اپنے ننھے بچے کے ہاتھ اُسترا بھج دیا۔ (تاریخ العمران)

۳۔ اُسترا بھج چکی تو اندیشہ ہوا کہ اگر قیدی میرے ننھے بچے ہی کو مار ڈالے۔ پیٹ پکڑے ہوئے دوڑی (ذرقانی)

۴۔ آ کر دیکھا تو حضرت زیدؑ نے بچے کو زانو پر بٹھا رکھا تھا اور اس سے میٹھی میٹھی باتیں کر رہے تھے سر کو تھپک رہے تھے اور بچہ بھی بڑے شوق سے سنتا اور تلتے پن سے جواب دیتا تھا۔ (تاریخ العمران)

۵۔ عورت حیران ہو کر بولی تم تو عجب آدمی ہو کیا تمہیں معلوم ہے مجھے کس فکر نے ہلکان کر دیا تھا۔ (تاریخ العمران)

مجھے بچے کی جانب سے ہوا تھا سخت اندیشہ مگر ہتھیار پا کر بھی تو نکلا ہے وفا پیشہ ۱
 کہا زید ابن ثابت نے معاذ اللہ اے مائی ۲ ترے دل میں مری جانب سے ایسی بات کیوں آئی
 میں اک انسان ہوں کوئی درندہ ہوں نہ حیواں ہوں خدا کے فضل سے میں بندہ حق ہوں مسلمان ہوں
مسلمان کسی بے گنہ سے بدلہ نہیں لیتا

یہ طفل بے گنہ، معصوم مخلوق خدا بچہ یہ پیارا، بھولا بھالا، سیدھا سادہ بے ریا بچہ
 خدا جانے خدا کو اس سے کیا کچھ کام لینا ہے اسے شاید کسی دن رایتِ اسلام لینا ہے
 میں اس کی جان لوں، کیا شیر چیتا بھیریا ہوں میں؟ میں انسان ہوں مسلمان ہوں محبتِ مصطفیٰ ہوں میں
 مسلمان اور خونخواری کرے یہ ہو نہیں سکتا خدا کا بندہ غداری کرے یہ ہو نہیں سکتا ۳
 مسلمانوں سے ایسا ظلم سرزد ہو نہیں سکتا خدا کو ماننے والا کبھی بد ہو نہیں سکتا
یہ سب خلقِ محمدؐ کے کرشمے ہیں

ہوئی جاتی تھی عورت سن کے باتیں غرقِ حیرانی سرایت کر رہا تھا اس کے دل میں نورِ ایمانی
 وہ دل سے پوچھتی تھی کوئی دیں ایسا بھی ہوتا ہے بشر سے شر نکل جائے کہیں ایسا بھی ہوتا ہے
 مسلمان ہو کے ہو جاتا ہے کیوں انسان رحیم ایسا؟ کہاں سے اس میں آ جاتا ہے اندازِ حلیم ایسا
 وہ اب سمجھی کہہ پر تو ہے یہ سب خلقِ محمدؐ کا چراغ ان کے دلوں میں ہے اسی نورِ مجرد کا ۴

امت نے کہا مجھے اندیشہ تھا کہ تم نے اپنی جان کے بدلے میں اس بچے کی جان لے لی ہوگی کیونکہ ایک کا بدلہ ایک ہوتا ہے۔
 حضرت زیدؓ نے کہا مائی پناہ بخدا کیا میں مسلمان نہیں ہوں کیا مسلمان کسی معصوم بچے کی جان بھی لے سکتا ہے (رشادِ الحکمۃ)
 حضرت زیدؓ نے کہا ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کبھی غداری نہیں کرتا۔ (رشادِ الحکمۃ)

عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ رحم کرنے
 لکم الرحمن یرحمہم الرحمن یرحمہم اہل الارض والوں پر خدا ے رحیم رحم کرتا ہے زمین کے رہنے والوں پر رحم کرو۔ تاکہ آسمان پر
 لکم من فی السماء (ابوداؤد) رہنے والا تم پر رحم کرے۔

قتل کا میلہ

کھلیں جب کھڑکیاں مکے میں قصرِ صبح گاہی کی
گڑی تھیں سولیاں مقتل میں ہر سو ایک ریلا تھا
قریشی مردوزن پیرو جواں اطفال یکجا تھے
بہت سے لوگ ہتھیاروں میں یوں سج سج کے آئے تھے
معر اور کمسن برچھیاں بھالے سنبھالے تھے
قریشی سرغنے مرغانِ زریں بن کے نکلے تھے
سرِ مقتل پہن کر آئے تھے کچھ لوگ زیور بھی
نظر آتے تھے ہر جانب مظاہر رنگا رنگی کے
پھریرے جشن کے غارت کے رایت جنگ کے جھنڈے
داماد ڈھول ڈھم ڈھم کر رہے تھے جھانجھ بختے تھے
غضب کا شور و شر تھا آج اس ریلے جھیلے میں

گنہ دینے چلا پاداشِ جرم بے گناہی کی
تماشائی پلے پڑتے تھے گویا ایک میلہ تھا
ریس و مفلس و بدخو و بد اعمال یکجا تھے
کہ جیسے جنگ تھی درپیش گھر کوچ کے آئے تھے
کندیں بھی کئی اک نوجواں کندھوں پہ ڈالے تھے
بہت نلبوس بدلے تھے بہت بن ٹھن کے نکلے تھے
سواری میں یہاں گھوڑے بھی تھے اور اونٹ بھی خربھی
پرے موجود تھے باقاعدہ اک فوج جنگی کے
فضا میں اڑ رہے تھے آج رنگارنگ کے جھنڈے
دھن سر پیٹتی تھیں اور دماے گرجتے تھے
یہ قتل عاشقاں کی دھوم تھی آئے تھے میلے میں

شوق جب مقتل کی جانب پابجولاں لے چلا

اچانک اک نیا طوفان اس طوفان میں آیا
نرالا شور اس ہنگامہ بزا میدان پر چھایا

۱۔ حرم کے حدود سے باہر تنیم کے میدان میں قتل کر قرار دی گئی تھی۔ تاریخ مقرر ہو گئی تھی۔ مکہ میں منادی کرادی گئی تھی۔ اس لیے یہاں صبح ہی سے میدان میں ساگاہ ہوا تھا۔ (رشاد الحکمۃ)

۲۔ اکثر لوگ ہتھیار بجا کر آئے تھے۔ (العادة العرب)

۳۔ بعض بڑے آدمی زیور پہن کر آئے کہ قومی شان اس انتقام کے دن قائم رہے۔ (تاریخ العمران)

۴۔ جنگی لباس زیب ہیں اور خود پہن کر آنے والے نمایاں تھے۔ (العادة العرب)

یہ نعرے خاک سے اس طرح ابھرے تا سما پہنچے خوشی گونجی کہ لو مقتول بھی مقتل میں آ پہنچے۔
یہ شانیں اللہ اللہ مجربانِ عشق و ایماں کی کہ تھیں دست و گریباں دھجیاں دست و گریباں کی
بندھے تھے پشت پر ہاتھ ان کے پیروں میں تھیں زنجیروں نظر آتی تھیں دو آزادی فطرت کی تصویریں
یہ اک اللہ کے بندے، یہ دو احرار دو قیدی یہ اک توحید کے پابند دو مختار دو قیدی
قدم مقتل کے راہی عرش پیا تھے دماغ ان کے نہ جانے کیا نظر میں تھا کہ دل تھے باغ باغ ان کے

مسلمان قیدیوں سے کافروں کا سلوک

یہ دوشیدائے حریت تھے زیرِ چرخِ مینائی جنہیں گھیرے ہوئے تھے خاکِ مقتل پر تماشا ئی
انہیں دیکھا تو کیم دم پل پڑی تضحیکِ بازاری ہنسی، ٹھٹھا، تمسخر، طعن، آوازے، دلازاری۔
جھپٹ کر ان کی جانب قرشیوں کی ٹولیاں لپکیں کچوکے، دھول دھپا گالیاں اور چنگیاں لپکیں
مگر خاموش تھے قیدی نگاہوں میں تبسم تھا یہ خودداری ہی ان کی اک شریفانہ تکلم تھا
اسی حالت سے مقتل میں یہ آخر کار آ پہنچے یہ منصوروں کے ہادی تھے قریب دار آ پہنچے

یک جان دو قالب

ہوئے یکجا غیبؔ وزیدؔ پچھڑے تھے کئی دن کے نگاہیں ہو گئیں روشن ستارے مل گئے ان کے
اخوت تھی بغل گیر اس محبت اس بشارت سے کہ منہ تنکنے لگے کفار ان کا فرط حیرت سے

۱۔ جس وقت قیدی لائے گئے تنگم میں پہل پڑ گئی۔ لوگ چاروں طرف سے شور مچاتے ہوئے دوڑے (اخبار الایمان)

۲۔ قریش کے انبؤہ نے قیدیوں کو دیکھا تو معجزہ کرنے لگے بعض نے بعض کو ان پر دھکا دیا اور بعض نے خاک اڑائی۔ (اخبار الایمان)

۳۔ غیبؔ اور زیدؔ ایسے بشارت تھے جب وہ باہم مل رہے تھے کہ کفار حیرت زدہ ہو گئے۔ (تاریخ العمران باب رنج)

نگاہوں میں ثبات و صبر کی پرزور تاکیدیں۔
 جبینیں اس طرح پر نور تھیں قربان تھیں عیدیں
 نظر آئے جو یوں سرور یہ آزاد زنجیری
 قریشی کافروں کو شاق گزری یہ بغل گیری
 بڑھے حارث کے بیٹے تاؤ میں صفوان بھی نکلا
 قریشی سرغنے دوڑے ابو سفیان بھی نکلا

اسلام سے پھر جانے کی ترغیب

ابو سفیان بولا ' اے گنہگارو ' مسلمانو
 اگر تم آج بھی توبہ کرو اسلام کو چھوڑو
 تو ہم تم کو رہائی دیں گے اور خوشحال کر دیں گے
 نہ مانو گے تو تم دونوں کو سولی پر چڑھائیں گے
 نری سولی نہیں ' تم کو اذیت دے کے ماریں گے
 ابو سفیان بولا ' اے گنہگارو ' مسلمانو
 اگر تم آج بھی توبہ کرو اسلام کو چھوڑو
 تو ہم تم کو رہائی دیں گے اور خوشحال کر دیں گے
 نہ مانو گے تو تم دونوں کو سولی پر چڑھائیں گے
 نری سولی نہیں ' تم کو اذیت دے کے ماریں گے

دار کے نیچے مسلمانوں کا نعرہ حق

ذبیہ و زیدؓ دونوں مسکرائے یہ خبر سن کر
 اگر قارون کی دولت زمانے بھر کا مال و زر
 دو روزہ اور فانی عزت و اقبال کیا شے ہے
 محمدؐ سے نہ پلٹیں گر ملے ہم کو خدائی بھی
 ذبیہؓ اس طرح بولے اے اذیت کو ش اے کافر
 ہمیں اسلام کے بدلے ملے ہم تھوک دیں اس پر
 یہ زریہ زندگانی اور جاہ و مال کیا شے ہے
 بغیر اسلام کے ہم کو جہنم ہے رہائی بھی

۱۔ دونوں قیدیوں نے مدت کے بعد آج اپنے قتل ہی میں ایک دوسرے کو دیکھا۔ دونوں محبت سے بغلیں ہو گئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو مبر و استقلال کی تاکید کی۔ اس بغل گیری کو دیکھ کر اور ان کو سرور پا کر کفار نے دونوں کو جدا کر دیا۔ (تاریخ العمران)
 ۲۔ ذبیہؓ کو حارث بن عامر کے پیچھے حمیر بن ابی اہاب نے جھٹ کر جدا کر کے اپنے قبضے میں کیا (رشاد الحکمۃ)
 ۳۔ ان قیدیوں سے کہا گیا کہ اگر تم اسلام سے توبہ کرو گے تو ہم تمہیں آزاد کر دیں گے اور مال و دولت بھی دیں گے۔ اگر نہ مانو گے تو تمہاری موت یقینی ہے۔ (رشاد الحکمۃ)
 ۴۔ ذبیہؓ بن حدی نے جواب دیا۔ جب اسلام ہی باقی نہ رہا تو جان کو رکھ کر کیا کریں گے (رحمۃ اللعالمین)

سایہ دار میں نمازیں

ابو سفیان بولا تیری جرأت دیکھ لیتے ہیں محمدؐ سے ترا صدق و محبت دیکھ لیتے ہیں
گھڑی بھر میں تو اپنے ادعا کو بھول جائے گا محمدؐ کیا محمدؐ کے خدا کو بھول جائے گا
بیاں کر جو بھی ہو مرنے سے پہلے آرزو تیری پھر اس کے بعد دیکھیں گے کہ کیا ہے گفتگو تیری
تعلیٰ کفر کی سن کر، باطمینان دیں بولا تبسم زیر لب فرما کے قیدی نے دہن کھولا
کہا دانہ نہ پانی اور نہ دولت چاہتا ہوں میں فقط دو نفل ادا کرنے کی مہلت چاہتا ہوں میں۔
یہ مہلت مل گئی، قیدی نے دو رکعت ادا کر لی نمازی نے نمازِ آخری پڑھ لی، دعا کر لی
شعاع طور کی آئی جھلک پر نور چہرے پر شہادت کی تجلی چھا گئی مسرور چہرے پر
ذرا سی دیر میں یہ فرض ادا فرما دیا اس نے عبودیت کا سارا قرض ادا فرما دیا اُس نے

نماز ادا کرنے میں عجلت کا سبب

کہا میں چاہتا تھا سجدے ہوتے اور طولانی جبینِ بندگی ہے، عاشقِ درگاہِ ربانی
مگر سجدے مرے حاصل ذرا سا طول کر لیتے تو شاید تم اسی کو خوف پر محمول کر لیتے
چلو خیراب میں فارغ ہوں چڑھاؤ، مجھ کو سولی پر بڑھوں میں خود ہی، یا تم لے کر جاؤ مجھ کو سولی
یہ کہہ کر یادِ حق میں گم ہوا اللہ کا دیوانہ سرِ شمع شہادت آ گیا خود آپ پر دانہ
گلوئے عشق میں ڈالا گیا جلاد کا پھندا پکڑ کر دار پر باندھا گیا اللہ کا بندہ

پوچھا گیا۔ کوئی آرزو ہو تو بیان کرو۔ حضرت غیبؑ نے کہا صرف دو نفل نماز پڑھنے کی مہلت درکار ہے (رشادالحق)

حضرت غیبؑ نے بہت جلد نماز ادا کر لی اور کہا جی چاہتا تھا کہ میرے سجدے ذرا طولانی ہوتے لیکن شاید تم سمجھتے کہ موت سے ڈرتا ہے اس لیے میں نے نماز مختصر کر دی۔ (رشادالحق)

خدا جانے محبت کے یہ کیا اسرار ہوتے ہیں جو سرسجدوں میں جھکتے ہیں وہ زیب دار ہوتے ہیں
بڑھایا مرتبہ کردار کا گفتار کے اوپر کہ واعظ برسر منبر ہیں عاشق دار کے اوپر

اذیت دہی کے لیے صلائے عام

چڑھایا جا چکا جب دار پر منصور آزادی صدائے ہاؤہو سے گونج اٹھی تغیم کی وادی
ہوا اعلان ان لوگوں سے جو بدلے کا طالب ہو اُحد کا بدر کا غصہ ابھی تک جن پر غالب ہو
وہ بوڑھا ہو کہ بچہ لے کے نیزہ اس جگہ آئے کرے ہلکا سا وار ایسا کہ یہ قیدی مزہ پائے
مگر تاکید ہے مرنے نہ پائے دار سے قیدی فقط چلا اٹھے اس لذت آزار سے قیدی
یہ سنتے ہی عجب جوش جنوں پیدا ہوا سب میں یہ انساں تھے مگر شیطان سرایت کر گیا سب میں

انتہائی آزار - انتہائی عقوبت

جوانمردی کی یہ صورت نہ تھی اب تک نظر آئی بندھے قیدی پہ نیزے تان کر دوڑے تماشا
ہزاروں تیرانیاں تھیں قیامت کے کچھو کے تھے مگر ایذا رسانی چاہتے تھے ہاتھ روکے تھے
عجب تھے کارنامے گرگ زادوں اور گرگوں کے سہارا دے رہے تھے ہاتھ خوردوں کو بزرگوں کے
ہنسی تھی دل لگی تھی کھیل تھا جوش تماشا تھا ہزاروں کا تن واحد پہ حملہ بے تحاشا تھا
نظر آتی تھیں یوں مل کر سنائیں جسم انور سے شعاعیں پھوٹی ہوں جس طرح خورشید خاور سے
تن مرد مسلمان تھا مشبک زخم پیہم سے مگر اک آہ بھی گونجی نہ اس فرد مکرم سے

۱۔ اعلان کیا گیا کہ بدر یا اُحد میں جن کے عزیز مارے گئے ہوں اور ان کا بدلہ باقی ہوا ان قیدیوں پر نیزہ کا وار کر کے اپنے دل کی پیاس بجھائے۔

۲۔ بے رحموں نے ان کو صلیب پر لٹکا دیا اور نیزہ والوں سے کہا کہ نیزوں کی آئی سے ان کے جسموں کے ایک حصے پر چمکے لگائیں (تاریخ العمران)

۳۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھ میں نیزے دیے گئے اور بڑوں نے ان کے ہاتھوں سے سہارا دے کر وار کروائے۔ (العادة العرب)

بسا ہو جلوہ محبوب حق جن کی نگاہوں میں وہ دل کا راز کہتے ہیں نگاہوں میں نہ ہوں میں

شہید کا آخری امتحان

ابوسفیاں نے اب سب کو ہٹایا ہنس کے یوں بولا
اگر اس وقت بھی تو منکرِ اسلام ہو جائے
وگرنہ یہ سمجھ لے آج تیری جان جاتی ہے
خبیث اس وقت لاکھوں زخم تھے کھائے ہوئے تن پر
اذیت نے ترا قفلِ دہن اب تک نہیں کھولا
تو تیری جان بچ جائے تجھے آرام ہو جائے
یہی ضد ہے جو انسانوں کو سولی پر چڑھاتی ہے
تبسم پھر بھی آیا ان کو استفسارِ دشمن پر

خبیث کا آخری جواب

کہا درد و اذیت جھیلنا تو کارِ آساں ہے
یہ سب آساں مگر اسلام سے انکار ناممکن
نہ چھوڑوں گا کبھی میں احمدِ مختار کا دامن
یہ کہہ کر عرش کی جانب نظر کی اور دعا مانگی
یہ بازی جان دے کر کھیلنا فرضِ مسلمان ہے
ہمیشہ کے لیے ہو جاؤں میں فی النار ناممکن
کہ دو جگ کا سہارا ہے خیالِ یار کا دامن
خدا سے جذبہ حبِ نبی کی انتہا مانگی

خبیث کی دعا

دعا مانگی کہ اے اللہ تو دانا و بینا ہے یہاں جتنے بھی ہیں موجود سب کے دل میں کینہ ہے

الایمنیاء نے عین اس وقت جب خبیث ابنِ عدی زخموں سے چرتے پوچھا اب بھی تیری زندگی بچ سکتی ہے اگر تو محمدؐ کی رفاقت سے انکار کر دے۔ بلکہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تیرا علاج ہی نہیں بلکہ تجھے دولتِ دنیا سے مالا مال کر دوں گا۔ ورنہ مزید اذیت موجود ہے۔ (اخبارِ الایمان)
خبیث نے جواب دیا۔ الایمنیاء! اگر تجھے اندازہ ہوتا کہ دوزخ کی آگ کیا چیز ہے؟ جو کافروں کے لیے مقدر ہے تو تو یہ نہ کہتا۔ مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جانا ممکن نہیں ہے۔ (اخبارِ الایمان)

خبیث نے دعا مانگی: اللھم بلعنا سلة رسولک فبلعہ ما یصع بنا (ترجمہ) اے اللہ ہم نے تیرے رسول کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دیے اب تو اپنی رسول کو مارے حال کی اور ان کے ان کارناموں کی خبر پہنچا دے۔ (رحمۃ اللعالمین) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

یہ مجمع کفر کا ہے بے حد و تعداد و اندازہ
 اسے گن لے پریشاں کر دے یارب ان کا شیرازہ
 نہیں کوئی بھی ان میں جو مرا پیغام لے جائے
 سلام شوق محبوب خدا کے نام لے جائے
 الہی تو ہی بندے کا سلام شوق پہنچا دے
 مرے محبوب تک میرا پیام شوق پہنچا دے
 پڑھے اشعار اب بسمل نے شوق والہانہ سے
 فضائیں گونج اٹھیں اس نیاز عاشقانہ سے

(بقیہ حاشیہ) حضرت خبیبؓ نے صلیب پر جوئی البدیہہ اشعار پڑھے ان کو مولوی محمد سلیمان منصور پوری نے جمع فرما کر رحمۃ اللعالمین میں درج کیا ہے ملاحظہ ہوں۔

گردہ در گردہ میرے چاروں طرف جمع ہو گئے ہیں اور انہوں نے اور بہت سی
 بڑی جماعتوں کو بلا لیا ہے یہ سب میرے دشمن اور عداوت ظاہر کرنے والے
 ہیں۔ اور میں اس مہلک جگہ بندھا ہوا ہوں۔

انہوں نے اپنی عورتوں کو بھی جمع کیا ہے اور مجھے ایک اونچی اور مضبوط لکڑی
 کے پاس لے آئے ہیں۔

کہتے ہیں کفر اختیار کرتا کہ آزادی مل جائے مگر اس سے تو موت میرے لیے
 بہت آسان ہے۔ میری آنکھوں میں آنسو ہیں مگر میں روتا بیٹتا نہیں میں
 دشمن کے سامنے نہ عاجزی کروں گا نہ روؤں گا نہ چلاؤں گا میں جانتا ہوں۔
 اللہ کی طرف جارہا ہوں۔

میں تو لپٹ جانے والی آگ کے خون چوسنے سے حذر کرتا ہوں۔

عرش عظیم کے مالک نے مجھ سے خدمت چاہی تھی بھائی کے لیے فرمایا اب
 انہوں نے مار پیٹ سے میرا گوشت کوٹ کر رکھ دیا ہے مجھے ان سے امید نہیں
 اپنی بے چارگی بے وطنی کی فریاد اور ان کے ارادوں کی فریاد خدا سے کرتا
 ہوں۔

بخدا جب میں اسلام پر جان دے رہا ہوں تو مجھے پروا نہیں کہ راہ خدا میں کس
 پہلو پر موت آتی ہے۔

خدا کی ذات اگر چاہے تو وہ میرے گوشت کے ایک ایک ٹکڑے کو برکت عطا
 فرمائے گا۔

لقد جمع الاحذاب حولی والنوا

قبائلهم واسجمعوا کل مجمع

وکل ہم مبدی العداوة جاہد

علی لانی فی وثاق بمضیع

وقد جمعوا ابناء ہم ونساء ہم

وقربت من جزع طویل ممنع

وقد خیرونی الکفر والموت دونہ

وقد هملت عینا من غیر مجزع

فلست بمید للعدو تخشعا

ولا جزعاً اتی الی اللہ مرجعی

رمالی حذر الموت انی لمیت

ولکن حذاری حجم نار ملفع

فلذوالعرش صبرنی علی ما یراد بی

لقد بصعور الحمی وقد یاس مطعمی

الی اللہ اشکر غریبتی لم کریتی

وما ارصد الاحذاب لی عند مصرعی

شواللہ ما ارجو ادامت مسلما

علی ای جنب کان فی اللہ مصرعی

وذلك فی ذات الالہ وان یشاء

یسارک علی اوصال سو ممزع

قاتلوں پر مقتول کی ہیبت

ادھر یہ ہو رہا تھا اس طرف اک خوف تھا سب پر
بدن پر ان کے ریشہ تھا زبانوں پر دہائی تھی
انہیں ڈر تھا مبادا یہ مسلمان بددعا کر دے
مگر اشرارِ کامل برچھیاں تانے ہوئے دوڑے
چڑھا تھا بھوت بدلے کا خبیثوں بد خصالوں پر
لبِ مقتول سے گونجا ادھر کلمہ شہادت کا
زہے وہ نور کا بقعہ فلک کو چھا لیا جس نے
بہت سے بھاگ اٹھے پیدل بہت سے چڑھ کے مرکب پر
کہ ظالم قاتلوں پر ہیبتِ مقتول چھائی تھی
خدا ان کا ہمارے سارے کنبے کو فنا کر دے
ادھر جلاد بھی دامن کو گردانے ہوئے دوڑے
تنِ مومن ترازو کر لیا خوں ریز بھالوں پر
ادھر وہ جسم تھا رنگین آویزہ سعادت کا
سعادت یاب تھا بندہ خدا کو پالیا جس نے

ایمانِ زید کا امتحان

جنابِ زید نے آنکھوں سے یہ سب ماجرا دیکھا
انہیں بھی دشمنانِ دیں قریبِ دار لے آئے
جنابِ زید نے یہ بات نامنظور فرمائی
کہا تم بھی جو چاہو تو نماز اپنی ادا کرلو
تمہیں مرنے سے پہلے اس قدر فرصت تو ہے بارے
فلک کی سمت جاتا ایک بقعہ نور کا دیکھا
کہا انکار کر اسلام سے تو جان بچ جائے
تو ٹولی قاتلوں کی نیزے لے کر ان کے گرد آئی
خدا سے مانگ لو کوئی مدد، کوئی دعا کرلو
یہ کہہ کر از رہ طنز و تمسخر ہنس پڑے سارے

اس وقت حضرت غیب کی زبان سے اس طرح کے اقوال نکلے کہ کفار کے قلوب پر ہیبت چھا گئی۔ بہت سے بھاگ گئے بہت سے لوگوں نے اپنے بیٹوں کو چھپالیا
خفی کہ ابوسفیان معاویہ کو لانا اور اس کو پکڑے سے ڈھانپتا تھا۔ ایک شخص سعید بن عامر جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کا یہ حال تھا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں
جب کبھی انہیں غیبِ محاذ واقعہ یاد آتا تو ان پر غشی طاری ہو جاتی۔ (ابن ہشام)

جب دفعۃً عقبہ بن حارث اور دوسرے لوگوں نے بڑھ بڑھ کر وار کئے اور غیب کو شہید کر دیا تو زید گولائے جناب زید کو صفوان نے قتل کے ارادے سے خرید لیا تھا۔
وہ مسلمانوں سے اپنے باپ امیہ بن خلف کا بدلہ لینا چاہتا تھا (ابن ہشام)

ابوسفیان بولا سب دکھاوے کی یہ باتیں ہیں یہاں سولی کھڑی ہے شاخ آہو پر برائیاں ہیں
تری نیت بدل جائے جو یہ منظر نظر میں ہو محمد ہوں یہاں تیری جگہ تو اپنے گھر میں ہوا

پائے محمدؐ کی خلش بھی ناقابلِ برداشت

کہا او بیوقوف او لذتِ ایماں سے بیگانے کہاں برداشت دیکھی تو نے شیدائے محمدؐ کی!
تری باتوں پر اب میں کان ہرگز دھرنہیں سکتا بس اب خاموش ہو جا بند کر یہ قیل و قال اپنی
یہ سن کر کافروں نے گالی گفتہ کی جھڑی باندھی نہ تھا تضحیک کا کوئی اثر مردِ مسلمان پر
شہادت کے نشے میں جب کوئی سرشار ہوتا ہے ادا فرمائے فرطِ شوق سے دو نفل شکرانہ
چلا اب خود ہی سوئے دار یہ پروانہ ملت کا ہے

محمدؐ اور محمدؐ کی محبت کو تو کیا جانے خلش برداشت کر سکتا نہیں پائے محمدؐ کی
تری بکواس کو سننا گوارا کر نہیں سکتا اذیت دے مجھے یا قتل کر حسرت نکال اپنی
غبارِ خاک کی ہر سمت سے چلنے لگی آندھی نظر تک بھی نہ ڈالی اُس نے روئے بدسگلاں پر
بھلا درد و اذیت سے کہاں بیدار ہوتا ہے دکھایا ان کمینوں کو یہ اندازِ شریفانہ
قریشی فوج کے چہروں پہ چھایا رنگِ ذلت کا

شہیدوں کی لاشوں سے بدلہ

بڑھے کفار ہر جانب سے بھالے برچھیاں تانے لگے بڑھ کر بندھے قیدی پہ مشقِ نار فرمانے

ابوسفیان نے کہا ج کہ کیا تیرا دل یہ نہیں چاہتا کہ تو اپنے گھر میں ہوتا اور آج تیری جگہ محمدؐ ہوتے حضرت زینؓ نے کہا سوا اللہ میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ پائے محمدؐ میں
کانٹا بھی چھ جائے (ابن ہشام)

ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ تم نے محمدؐ کے ساتھیوں کو دیکھا۔ وہ محمدؐ سے جتنی محبت رکھتے ہیں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ (اخبار الامان)

حضرت زینؓ خود ہی بڑھ کر دار پر چڑھ گئے حالانکہ وہ بہت ضعیف تھے۔ (اخبار الامان)

ہزاروں برچھیاں گاڑی گئیں اس جسم لاغر میں ہوئی تسلیم جاں اک نعرۃ اللہ اکبر میں ۱
 لبِ مقتول پر اس شان سے اللہ اکبر تھا زمیں بیتاب و مضطربھی فلک حیران و ششدر تھا
 صدا تکبیر کی کچھ اس طرح چھائی فضاؤں پر پڑی اک تھر تھری انبوہ باطل کی صداؤں پر
 دلوں میں ہول پھر پیدا ہوا کچھ ٹھہر دے بھاگے چھری لے کر بڑھانٹا س صفواں کا غلام آگے ۲
 جنابِ زیدؑ کے لاشے کا سر ملعون نے کاٹا تنِ مقتول سے گردے نکالے اور لہو چاٹا
 کیا لاشوں کا مسلہ اب گروہِ اہل مکہ نے نہیں روکا کسی بھی حق پر وہ اہل مکہ نے ۳

گناہ بے گناہی

خطا یہ تھی کہ یہ اللہ کو واحد سمجھتے تھے زمین و آسماں کے شاہ کو واحد سمجھتے تھے
 خطا یہ تھی کہ یہ قرآن پر ایمان لائے تھے قوانین صداقت ان کی جان و دل پہ چھائے تھے
 خطا یہ تھی خدا کو قادر مطلق سمجھتے تھے محمدؐ کو نبیؐ، قرآن کو برحق سمجھتے تھے
 خطا یہ تھی کہ پروانے تھے یہ شمع رسالت کے اصول ان کو پسند آئے تھے انصاف و عدالت کے
 خطا یہ تھی کہ یہ انصاف کا احساس کرتے تھے یتیموں اور یتیموں کے حق کا پاس کرتے تھے
 خطا یہ تھی کہ رکھتے تھے یہ مزدوروں سے ہمدردی انہیں بھاتی نہ تھی نامرد، اہل زر کی نامردی
 خطا یہ تھی، غلاموں کی رہائی ان کا مقصد تھا یہ فرمانِ الہی تھا، یہ ارشادِ محمدؐ تھا
 خطا یہ تھی، انہیں مطلوب تھی انساں کی آزادی بسانا چاہتے تھے اک نئی آزاد آبادی

۱۔ ایک شقی نے صین قلب پر نیزہ مارا۔ قلب چھد گیا۔ حضرت زیدؑ کے منہ سے ایک بلند آواز اللہ اکبر کی نکل۔ (اخبار الایمان)

۲۔ صفوان کے غلام اسطاس نے حضرت زیدؑ کا سر کاٹ دیا۔ (ابن ہشام)

۳۔ شہیدوں کی لاشوں کا مسلہ کیا گیا۔ یعنی ناک کان کاٹے گئے اور گردے نکالے گئے۔ (تاریخ العمران)

خطا یہ تھی کہ مظلوموں کا دل میں درد رکھتے تھے
خطا یہ تھی، نہیں تھا نازان کو زور و طاقت پر
خطا یہ تھی، نہیں تھا اہل عالم سے حسدان کو
خطا یہ تھی کہ قتل و رہزنی تھی ناپسندان کو
خطا یہ تھی یہ اہل درد تھے ہمدرد انساں تھے
خطا یہ تھی کہ امن و صلح نصب العین تھا ان کا۔
خطا یہ تھی یہ مظلوموں کے مجبوروں کے حامی تھے
خطا یہ تھی یہ امر حق کو پھیلانے کے درپے تھے۔
خطا یہ تھی کہ یہ خوابیدہ غیرت کو جگاتے تھے
خطا یہ تھی کہ یہ ڈھارس بندھاتے تھے ضعیفوں کی
یہ ان کی نیکیاں ان کے شرف ان کی خطائیں تھیں
بڑی بھاری خطائیں تھیں یہ باطل کی نگاہوں میں

نہاں سینوں میں اشک گرم و آہ سرد رکھتے تھے
کہ وحشی پن کو یہ محمول کرتے تھے حماقت پر
بری معلوم ہوتی تھی حسد کی خوے بد ان کو
کیا تھا دین حق نے آشتی سے بہرہ مند ان کو
اخوت اور مساوات بنی آدم کے خواہاں تھے
زمانے بھر کی بے چینی سے دل بے چین تھا ان کا
عدوئے جبر سرمایہ تھے، مزدوروں کے حامی تھے
دل غفلت زدہ کو ہوش میں لانے کے درپے تھے
یہ بندوں کو سبق آزاد ہونے کا پڑھاتے تھے
بساط ارض کو بستی بناتے تھے شریفوں کی
اسی باعث یہ سارا جور ناحق تھا جفائیں تھیں
کہ ان سے زلزلہ آتا تھا شاہی بارگاہوں میں

۱۔ وَتَضِلُّمْ خُزَا بَيْنَ النَّاسِ (بقروہ) لوگوں کے درمیان صلح قائم کرو۔

۲۔ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا (انعام)

۳۔ وَلَا تَفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا (اعراف)

۴۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ

عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے پس اسے ہماری خاطر ظاہر کرو۔

کسی زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو۔

تم لوگ (اے مسلمانو) باقی لوگوں کے لیے ایک بہترین امت (صغیر زندگی)

لائے گئے ہو مطابق شروع کے حکم دیتے ہو۔ برائیوں سے منع کرتے ہو اور خدا پر

پکایقین رکھتے ہو۔

قریش تمام عرب پر مذہبی حکومت کرتے اور کعبہ کی وجہ سے مسایگان خدا بلکہ آل اللہ یعنی خاندان الہی کہلاتے تھے۔ دوسرے قبائل کی مخالفت کا سبب یہ

تھا کہ تمام قبائل کی وجہ معاش لوٹ مار اور غارتگری تھی اور اسلام اس سے نہ صرف توڑا بلکہ عملاً روکتا تھا۔ اس لیے وہ جانتے تھے کہ اگر اسلام قائم ہو گیا تو ہمارے ذرائع

معاش بند ہو جائیں گے۔ (سیرت النبی)

یہ بندے تھے نظامِ شہریاری کے لیے خطرہ
نظام ان کا نظامِ سود خواری کے لیے مہلک
اجارہ داری و جاگیرداری کے لیے خطرہ
وجود ان کا رگِ مردم شکاری کے لیے مہلک

باطل حق پر غضبناک تھا

خفا تھا طیش میں آیا ہوا تھا نفسِ شیطانی
بشر کو ڈھور ڈنگر جاننے والے غضب میں تھے
کہ پھر انسانِ بنتی جا رہی تھی نوعِ انسانی
مثالِ مار پیچ و تاب میں رنج و تعب میں تھے
مبادا ان کی روٹی بند کر دیں یہ خدا والے
جہاں جبر و استبداد اُمدا متحد ہو کر
نقشِ حریت مٹانے پر بضد ہو کر
شکستِ بدر کی خفت، اُحد کی نامرادی کیا
فساد و غدر پر جن کا مدارِ زندگانی ہو
تو پھر کیسے قبول ان کو نویدِ آسمانی ہو

نویدِ آسمانی کے مقابلِ خبیثِ سفلی

نویدِ آسمانی ہی بقا ہے رحم و رافت کی
نویدِ آسمانی نورِ برساتی ہے دنیا میں
خوشی ہر سو قریب و دور پھیلاتی ہے دنیا میں
مگر خبیث و کثافتِ حیلہ و تدبیر کرتے ہیں
دعا کرتے ہیں، بے ایمانی و تزویر کرتے ہیں
یہ پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں شمعِ ربانی
یہ پیغامِ ندا کے ہر مبلغ پر جھپٹتے ہیں
رحم ان کی کمائی، گندگی ہے کاروبار ان کا
دغا بازی جہلت ہے، جفاکاری شعار ان کا

طیب مایوس نہیں ہوتے

یہی باطل ہے حق جس کے فنا کرنے کو آتا ہے مرض ابھرے تو حاذق بھی دوا کرنے کو آتا ہے
دوا کو فکر ہوتی ہے فقط آرام دینے کی مرض کرتا ہے کوشش دمبدم آرام دینے کی
طیب امراض کی شدت سے گھبراتے نہ ڈرتے ہیں دوا دیتے ہی جاتے ہیں جفا پر مبر کرتے ہیں
بالآخر سعی پیہم سے مرض کا فور ہوتا ہے طلوع صبح صادق سے اندھیرا دور ہوتا ہے

مامور کا ضبط و صبر

ملائک لے کے یہ اخبارِ دل افکار آتے تھے بگوشِ پاکِ ہادی دمبدم اخبار آتے تھے
رسالت کے لیے لازم مگر ضبط و صبری تھی انہی کفار میں تبلیغِ اسلامی ضروری تھی
گراں یہ پستی اعدائے بد اخلاق ہوتی تھی رفیقانِ رہِ حق کی جدائی شاق ہوتی تھی
مگر مامور تھا وہ سعی کے مشکور کرنے پر بہت تاریک سینوں کو بہت پر نور کرنے پر

باب پنجم

فتنہ قوم یہود

مزدور اور سودخوار

بچارا محنتی مزدور دن بھر کام کرتا ہے
سکت باقی نہیں ہے پیٹ بھر روٹی نہ کھانے سے
اسے بد نظر ہے کچھ بڑھاپے کا سہارا بھی
نہ تن ڈھکتا ہے پورا اور نہ پورا پیٹ بھرتا ہے
کبھی موسم مخالف ہے، مشقت ہو نہیں سکتی
غربی مفلسی پر اک عذابِ زندگی طاری
بہت ہی بے کس و مجبور ہے مزدور کی دنیا
بسا اوقات بچارے کو مزدوری نہیں ملتی
بشر کے ساتھ رہتے ہیں غمی شادی کے دھندے بھی
وجودِ مفلسی پر جب کبھی یہ بار پڑتا ہے
رواج اچھے نہیں اچھی نہیں اسراف کی رسمیں

دماغ و جسم کو وقفِ غم و آلام کرتا ہے
کمر دوہری ہوئی جاتی ہے پیہم بوجھ اٹھانے سے
یہ کرنا چاہتا ہے بال بچوں کا گزارا بھی
اسی صورت سے بچارا مسلسل کام کرتا ہے
کبھی بیمار ہو جاتا ہے محنت ہو نہیں سکتی
کبھی بیوی کی بیماری کبھی بچوں کی بیماری
طمانیت سے کتنی دور ہے مزدور کی دنیا
اگر ملتی بھی ہے کم ملتی ہے پوری نہیں ملتی
رواج و رسم قومی کے لگے لپٹے ہیں پھندے بھی
تو انساں اپنے پیروں قرض کی دلدل میں گڑتا ہے
مگر کیا مرگ و بیماری بھی ہے انسان کے بس میں

۱۔ اسلام کو بہت سی لڑائیاں ایسی لڑنا پڑیں جن کا سبب سرمایہ داروں کی لوٹ کھسوٹ کو روکنا اور مظلوموں اور مزدوروں (پر کام کر کے زندگی بسر کرنے والوں) کے لیے آسانیاں پیدا کرنا تھا۔ سودخواروں نے ایک ایسا نظام بنا رکھا تھا جس سے صرف چند آدمی قوی ہو گئے تھے۔ باقی برباد زندگی بسر کرنے اور غلامی کرنے پر مجبور تھے اور اس سودخواری کے نظام میں بنی اسرائیل سب سے آگے آگے تھے۔ (تاریخ العمران)

کہاں ہے جان شیریں کو مفر درد و علالت سے
پناہیں ڈھونڈتی ہے زندگی مخدوش حالت سے
بڑھاپا ذمہ داری کے تحائف ساتھ لاتا ہے
اگر زندہ رہے انساں بڑھاپا آ ہی جاتا ہے
قوامفلوج ہو جاتے ہیں یاری چھوڑ دیتے ہیں
یہ سچے دوست رسم دوستاری توڑ دیتے ہیں

ساہوکار کا دخل و عمل

بسا اوقات بیماری ' یہ مجبوری ' یہ معذوری
ضعیف انسان کر سکتا نہیں کوئی بھی مزدوری
انہی اوقات میں شیطان ساہوکار آتا ہے
غریب انساں کو بے بس دیکھ کر قبضے میں لاتا ہے
نظر آتے ہی بھوک اور احتیاج اللہ کے بندوں میں
جکڑ لیتا ہے پیلا سانپ زہریلی کمندوں میں
سرایت کر گیا اک بار جب ہستی میں زہر اس کا
تو پھر قبضہ ہے گویا بستی بستی شہر اس کا
ہوا دخل و عمل جب اس عدوئے دین و ایماں کا
تباہی کے سوا چارہ نہیں پھر کوئی انساں کا

سود و رسود کا پھیر

درون زندگی یہ بدمعاش اس طرح آتا ہے
دل غفلت زدہ میں جس طرح شیطان سماتا ہے
"یہ ہلکا سود ہے صحت کا صدقہ" کچھ نہیں کیا ہے
یہی ظالم کا پھندا ہے ' یہی کافر کا دھوکا ہے
یہ ہلکا سود ہے وہ زہر بہرِ نوع انسانی
عبارت جس سے ہے قومی ہلاکت اور ویرانی
یہ ہلکا سود ہے "ریوڑی کا پھیر" اسبابِ و علت میں
گراتا ہے یہی نوع بشر کو قعرِ ذلت میں
یہ ہمدردی کا قاتل ہے یہ دشمن ہے اخوت کا
یہی باعث ہے شخصی اقتدار و زور و قوت کا
یہی آلہ ہے انسانی لہو سے پیٹ بھرنے کا
ذریعہ ہے یہی تو بدمعاشوں کے ابھرنے کا
یہ ہلکا سود ظالم ہی نظام ایسا بناتا ہے
کہ جس سے آدمی شیطان کے پنجے میں آتا ہے

شرف جس قوم نے پایا مہاجن کی اسامی کا ہے پٹہ اس کی گردن میں غلامی در غلامی کا
جہاں اک مرتبہ انسان اس کے پیچ میں آیا پھر اس کی سات پشتوں میں نہ عزت ہے نہ سرمایہ
ذرا بھی دخل ہے جس سرزمین پر سود خواری کا مرقع ہے وہیں انسان ذلت اور خواری کا

مدینے کے یہود

یہود اور سود خواری لازم و ملزوم ہوتی ہے جہاں یہ ہوں طمانیت وہاں معدوم ہوتی ہے
مدینے کے یہودی بدترین تھے اس زمانے میں دغا بازی میں حرب و خدع میں حیلے بہانے میں
یہ مزدوروں سے محنت کی کمائی موس لیتے تھے لہو کا قطرہ قطرہ جو تک بن کر چوس لیتے تھے
یہ مقررہ صلوں کے بچوں بیویوں کو رہن رکھتے تھے یہ محتاجوں کا خون آبرو ہر لحظہ چکھتے تھے
ہے بدکاری بھی شاید لازمہ سرمایہ داری کا نمونہ تھے یہودانِ عرب اس بد شعاری کا
اگرچہ سنگساری تھی سزائے جرم بدکاری مگر سرمایہ داروں پر نہ ہوتی تھی یہ حد جاری
غریبوں کو تو ملتی تھی سزائے بے گناہی بھی انہی کا حصہ تھی۔ بے عزتی بھی اور تباہی بھی

۱۔ یہود میں استدراذمانہ سے انتہائی اخلاق ذمیم پیدا ہو گئے تھے۔ ان کے امتیازی خصائص زندگی یہ تھے کہ ہر طرف ملین دین کا کاروبار پھیلا رکھا تھا۔ تمام آبادی ان کے قرضوں میں زیر بار تھی۔ چونکہ تھاواہی صاحب دولت تھے اس لیے نہایت بے رحمی سے سود کی بڑی بڑی شرحیں مقرر کرتے تھے۔ (سیرت النبی)
۲۔ یہود قرضہ کی کفالت میں لوگوں کے بال بچے تک اور مستورات کو رہن رکھواتے تھے۔ (سیرت النبی)
۳۔ دولت کی بہتات سے زنا اور بدکاری کا عام رواج ہے۔ (سیرت النبی)

۴۔ زنا کاری کے مرکب اکثر صاحب زر ہوتے تھے۔ لہذا وہ رد پیہ صرف کر کے سزائے سزا جاتے تھے۔ (تاریخ العبران)
۵۔ وَتَوَيَّحْنَهُمْ يَسْأِرَ غَوْنٌ لِّى الْاِلٰهِيْمِ وَالْعُلَدَانِ (قرآن) اور تو ان میں سے اکثر کو دیکھے گا کہ تعدی کی طرف بڑی تیزی سے بڑھتے ہیں۔
يُخْرِقُونَ الْكَلِمَةَ عَنْ مَوَاضِعِهِ (قرآن) یہ لوگ کلمات کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔

یہود نے شرع موسوی میں جا بجا تحریف کی۔ تاکہ ان دولت مند لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا ہو جائیں۔ ان کے بعض پیشوایان مذہبی دولت مند لوگوں کے اثر سے احکام تورات کی تاویل کرتے اور ان احکام کو پیسے والوں کی سہولت کے مطابق ادھر سے ادھر کر دیتے۔ (تاریخ العبران) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مگر زردار کا ہر جرم گویا کارنامہ تھا کہ ان کے ہاتھ میں پیسہ نہیں مختارنامہ تھا
عصائے موسوی تاویل اور تحریف کا مارا در دولت پہ سجدہ ریز تھا قانون بے چارا

قبائل عرب کی سیاسیات اور یہود

بچھا رکھا تھا جال ایسا نظام سود خواری نے کہ دنیا سے کنارہ کر لیا تھا غمگساری نے
تمنائے حصول قوت شخصی کے دیوانے مفاد عام و مشترکہ سے ہو جاتے ہیں بیگانے
یہودی قوم سرمایہ کی طاقت سے قبائل میں مہیا کر چکی تھی پختگی زر کے وسائل میں
قبائل کے بڑے سرداران سے ساز رکھتے تھے کہ یہ سب قوت شخصی کی حرص و آزر رکھتے تھے
نمود ذات میں سامان جنگی کی ضرورت میں یہودی ان کے ساہوکار تھے ہر ایک صورت میں
قبائل کی رقابت کو بڑھانا جانتے تھے یہ مدد دے کرنے فتنے جگانا جانتے تھے یہ
وقار علم و مذہب سے بھی اکثر کام لیتے تھے خدا کا اور کلیم اللہ کا بھی نام لیتے تھے

یہود اسلام کے دشمن تھے

یہود اسلام کے دشمن تھے لیکن دشمنی کیوں تھی؟ اسی گلزار پر ان کی یہ شعلہ افگنی کیوں تھی؟

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷۷ سے) ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے ایک یہودی سے دریافت فرمایا۔ کیا تمہاری شریعت میں زنا کی سزا درہ زنی ہے اس نے عرض کیا۔ نہیں بلکہ سنگساری۔ لیکن چونکہ شرفا میں زنا بکثرت ہے اور جب بات کھل جاتی ہے تو اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے تاہم عام غریبوں کو سزائے سنگ ساری ہی قائم رہتی ہے اس لیے ہم نے شریعت کا یہ حکم بدل دیا تا کہ سب کو سزا دی جاسکے۔

۱۔ عرب میں ہر قبیلہ کا سردار نام و نمود کی خاطر لوٹ پوٹ غلام رکھتا میلوں میں جاتا۔ بڑی بڑی دعوتیں کرتا۔ اس طرح وہ اپنے قبیلہ والوں اور دوسروں پر رعب رکھنا چاہتا تھا۔ جب بھی نام و نمود کے لیے لڑی جاتی تھی۔ ان سب باتوں کے لیے وہ یہود کے مقروض تھے اور ان سے بنائے رکھتے۔

(العادۃ العرب)

۲۔ ملکی و تجارتی افسری کے ساتھ ان کا مذہبی اور علمی اثر تھا۔ (سیرت النبیؐ)

مدینے میں بھی رہتے تھے یہود اور کچھ تھے خیبر میں
 بچھا رکھا تھا دام قرض کیادی کے حیلوں سے
 یہ ساہوکار تھے گھر گھر میں قائم تھا رسوخ ان کا
 ادھر قانونِ اسلامی تھا دشمن سود خواری کا
 یہود اس کو کسی صورت گوارا کر نہ سکتے تھے
 یہ دھنا سیٹھ ساہوکار، صراف اور بیوپاری
 بظاہر گانٹھتے تھے یہ مسلمانوں سے یارانہ
 مگر پھیلا ہوا اک جال تھا ان کا عرب بھر میں
 یہ دولت لوٹتے تھے اوس و خزرج کے قبیلوں سے
 کہ منہ تکتے تھے اپنی ہر ضرورت پر شیوخ ان کا
 مٹانا چاہتا تھا نام ہی سرمایہ داری کا
 مسلمانوں سے کوئی بھائی چارا کر نہ سکتے تھے
 نہ کرتے کس طرح سرمایہ داری کی طرفداری
 بباطن چل رہے تھے ہر طرف چالیں حریفانہ

اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں

تملق، آشنائی، سود خواری ہی کے پھندے تھے
 رسول پاکؐ ان لوگوں کو سمجھاتے تھے نرمی سے
 کہاں کی دوستی یہ طمع ذاتی ہی کے بندے تھے
 مگر یہ قوم پیش آتی تھی گستاخی سے گرمی سے

۱۔ جس وقت آنحضرتؐ مدینہ میں تشریف لائے تھے۔ اس وقت یہود کے تین قبیلے بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قریظہ آباد تھے اور انہوں نے گڑھیاں بنا رکھی تھیں۔ تمام سوداگری اور کاروبار کرتے تھے۔ آپؐ نے ان سے صلحِ دُاشتی کا معاہدہ کیا اور مدینے میں امن و امان سے رہنے کا قول لیا۔ مگر یہود درپردہ اسلام اور ہادی اسلام کے دشمن تھے۔ چنانچہ بنو قریظہ کے اخراج کا ذکر دوسری جلد شاہنامہ میں آچکا ہے کعب بن اشرف کا واقعہ بھی بیان ہو چکا ہے جو مسلمانوں اور ہادی اسلام کے خلاف اشتعال انگیز ہوئیں لکھا کرتا تھا اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دینے کی سازش کی تھی۔ (مصنف)

۲۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: مَشْفُوقٌ لِّلْكَذِبِ اَتَّكَلُوْنَ لِلْمُصْحَفِ (ماندہ)
 وہ جھوٹی باتوں کے سننے والے اور مالِ حرام کے بڑے کھانے والے ہیں۔

۳۔ اَلَّذِيْنَ يَتَّكِلُوْنَ عَلَیْہِ السَّيِّئَاتِ لَا يَخْلُفُوْنَ اِلَّا كَمَا يَخْلُفُوْنَ اَلَّذِيْنَ يَتَّكِلُوْنَ عَلَیْہِ السَّيِّئَاتِ لَا يَخْلُفُوْنَ اِلَّا كَمَا يَخْلُفُوْنَ (البقرہ)
 جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (اپنی قبروں سے) اس طرح اٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیا وہ بنا دیا ہو۔

اسلام سود خواری کو حرام قرار دیتا تھا۔ اس لیے یہود کو اپنے کاروبار کی طرف سے اندیشہ تھا (ارشادِ اکہم)

یہود مسلمانوں کو اپنی خلیفہ الحمری سے اشتعال دلاتے رہتے تھے اور ان پر طعن کرتے تھے (تاریخ العرمان)

اور چونکہ یہ سود خواری کرتے ہیں حالانکہ ان کو سود سے منع کر دیا تھا اور چونکہ یہ لوگوں کا مال خورد و برد کر جاتے ہیں۔
 وَ اَخْلَسْتُمْ السَّيِّئَاتِ وَ قَدْ نَهَاھُمْ وَ اَخْلَسْتُمْ اَمْوَالَ النَّاسِ
 (الباقی) (نہا)

فساد و فتنہ سے معمور تھا ان کا رگ و ریشہ
نظر آتا تھا ان کو بار آور نخلِ اسلامی
دغا دیتے تھے ہر اک مرحلے پر یہ دغا پیشہ
تو ہوتا تھا انہیں اپنے لیے احساسِ ناکامی
اُحد کے بعد اُبھرا اور بھی اب حالِ بد اُن کا
یہ صدمہ سہہ گئے ثابت رہے اور کامراں نکلے
پڑی ضربِ معونہ اور اُفتادِ رجیع ان پر
نظر آئی بظاہر تنگ دنیائے وسیع ان پر

یہودی کی ہر کوششِ ناکام

مسلمان پھولتے پھلتے چلے جاتے تھے دنیا میں
یہودوں نے بسا اوقات طرحِ جنگ بھی ڈالی
کہ راہِ راست پر چلتے چلے جاتے تھے دنیا میں
ہمیشہ منہ کی کھائی، یعنی وارِ ان کا گیا خالی
غریبوں اور مزدوروں کی قوت بڑھتی جاتی تھی
نظر آیا کہ یثرب میں اخوت بڑھتی جاتی تھی
قیامِ دینِ بیضا ہے مخالفِ سودِ خواری کا
مدار اس سودِ خواری ہی پہ ہے سرمایہ داری کا
انہیں اس قوتِ اسلام سے خطرہ نظر آیا
کہ تھی مزدور کی محنت ہی ان لوگوں کا سرمایہ

۱۔ رسول اللہؐ ان کو بہت نرمی اور آشتی سے سمجھاتے تھے۔ مگر یہ لوگ گستاخیاں کرتے تھے۔ (تاریخ العبران)

کوئی ایسا نازک موقع نہ تھا جب یہودیوں نے مسلمانوں سے باوجود باہمی معاہدہ کے دغا نہ کی ہو۔ (رشاد الحکمہ)

۲۔ فتح بدر کے بعد ان کا حسد ظاہر ہو گیا تھا۔ دیکھو واقعہ بنو قریظہ سے شاہنامہ اسلام جلد دوم۔ اُحد کے بعد یہ شامت کرتے تھے اور بنو نضیر نے سازش کر کے رسول اللہؐ کو قتل کرنا چاہا تھا۔ (دیکھو ابن ہشام)

۳۔ اشارہ ہے ان مبلغین کے قتل کی طرف جن کا ذکر گزشتہ باب میں آچکا ہے۔ (مصنف)

۴۔ بنو قریظہ نے رسول اللہؐ سے جنگ کی۔ بنو نضیر نے آنحضرتؐ سے جو معاہدہ کیا تھا توڑ دیا۔ قلعہ بند ہو گئے۔ آخر مغلوب ہوئے۔ آنحضرتؐ نے ان کا مدینہ سے اخراج کر دیا اور یہ اپنا مال و اسباب لا کر چلے گئے اور ان میں سے اکثر خیمبر میں دوسرے یہودی قبائل میں جا ملے۔ (مصنف)

۵۔ سود خواری کو حرام فرما کر اسلام نے قرضِ حسد کی تلقین کی اور اس طرح ان مہاجنوں کے کاروبار کی شرارت کی رگ کٹ گئی۔ جو روپے کے زور سے مقتدر تھے اور لوگوں کو مغلوب رکھتے تھے۔ (رشاد الحکمہ)

یہود کی غضب ناکی

یہ سمجھے ٹوٹ جائیں گے ہمارے مکر کے پھندے
اگر اسلام نے مزدور کی یوں پاسداری کی
ہے اس سرمایہ داری ہی سے اپنا بھی وجود آخر
یہ چرچا سود لینے اور دینے کی مناہی کا
یہودی قوم کیا ہے ہم بھی دنیا کو بتا دیں گے
اگر آزاد ہو جائیں گے یہ اللہ کے بندے
اکھڑ جائے گی دنیا سے ہوا سرمایہ داری کی
یہی جاتی رہی تو کیا رہی قوم یہود آخر
یہودی قوم کو پیغام دیتا ہے تباہی کا
عرب سے مذہب اسلام کا جھگڑا چکا دیں گے

ناقابلِ اصلاح قوم

جنابِ رحمۃ للعالمینؐ نے فرطِ رحمت سے
مگر تھی ان دنوں قوم یہود اخلاق سے عاری
فریضہ تھا رسول اللہؐ کا تبلیغ دیں کرنا
مگر یہ اہلِ زر نازاں تھے سفلی زور و طاقت پر
نوازا پے بہ پے حضرتؐ نے احسانات سے ان کو
مگر یہ قوم پختہ ہو چکی تھی خامکاری میں
روا رکھا کرم ہی حضرت موسیٰؑ کی اُمت سے
نشہ تھا دولت و طاقت کا ہر اک فرد پر طاری
خیال و فعل کی پاکیزگی کو دل نشیں کرنا
دنائت پیشہ تھے قائم رہے اپنی حماقت پر
بحسنِ خلق روکا ان بری عادات سے ان کو
بڑھی جاتی تھی اپنی بد سگالی بد شعاری میں

۱۔ یہود سے آنحضرتؐ کا معاملہ تھا اور ان کے مال و جان سے کبھی کوئی تعرض نہ کیا جاتا تھا۔ ان کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل تھی لیکن منصب نبوتؐ کی رو سے اخلاقی برائیوں کے خلاف وعظ و نصیحت رسول اللہؐ کا فرض تھا۔ یہود میں برائیاں عام تھیں اور وہ اس وعظ و نصیحت سے نفا ہوتے تھے۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)
۲۔ آنحضرتؐ صرف درگزر ہی پر اکتفا نہیں کرتے تھے اکثر معاشرت کی باتوں میں یہود کے ساتھ اتفاق فرماتے اور ان کی توفیق قائم رکھنا چاہتے تھے۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

مدینے میں یہودی قوم کے جتنے قبائل تھے۔ بڑی سختی سے امن و صلح کے رستے میں حائل تھے
بظاہر ملتے جلتے تھے بظاہر عہد و پیمان تھا باطن ہر قدم پر ہاتھ ان کا فتنہ ساماں تھا۔

یہود کی طرف سے انتہائی اشتعال پر رسول اللہ کا تحمل

شبانہ روز دارالامن میں فتنہ فساد ان کا منافق سے مودت اور مومن سے عناد ان کا
نبی کے حق میں ان کی بدکلامی اور بدخواہی
مسلسل دشمنانِ دین حق سے سازشیں ان کی
رسول اللہ ان پر رحم فرماتے رہے برسوں
یہود اطوارِ بد سے رنج پہنچاتے رہے برسوں۔

۱۔ احکام الہی جو قرآن مجید میں نازل ہو رہے تھے سرتاپا اہل کتاب کے ساتھ مدارات اور معاشرت کی ترغیب میں تھے۔

وَلَقَدْ عَلِمُوا أَنَّهُمْ لَكُمُ الْكِتَابَ طَعَامُ تَهَارَے لیے حلال ہے۔ ان کو سمجھانے اور راہِ راست پر لانے کے لیے فرمایا جاتا۔

قل یا اهل الكتب تعالوا الی کلمۃ سوا بیننا و بینکم الا نعبد
اللہ ولا نشرك به شیئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون
اللہ فان تولوا فقلوا شهدوا باننا مسلمون (آل عمران)

کہہ دیجئے۔ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جس کو ہم تم دونوں
یکساں مانتے ہیں۔ وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کو نہ پوجیں۔ اور اس کا کسی کو شریک
نہ بنائیں۔ اور ہم میں سے کوئی خدا کے سوا اپنا رب نہ بنائے تو اگر وہ منہ پھیر لیں
تم کہہ دو اچھا تم گواہ ہو۔ ہم تو مسلمان ہیں۔

۲۔ مدینے کے یہود میں بنی قینقاع کے اخراج کا ذکر دوسری جلد شاہنامہ اسلام میں ہو چکا ہے۔ بنی نضیر اور بنی قریظہ یہیں بود و باش رکھتے تھے۔ انہوں نے اچھی
مضبوط گڑھیاں بنا رکھی تھیں۔ (معنف)

۳۔ منافقین کے گروہ کو جس کا سردار ابن ابی بن سلول تھا یہودیوں نے در پردہ ملار کھا تھا۔ اور مسلمانوں کا ذکر کیا۔ آنحضرتؐ راتوں کو گھر سے نکلنے تو یہودیوں کی وجہ
سے جان کا خطرہ رہتا تھا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

۴۔ یہودیوں نے معمول کر لیا تھا کہ آنحضرتؐ کو السلام علیک کہتے تھے جس کے یہ معنی ہیں (نقل کفر نہ باشد) کہ تجھ کو موت آئے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے یہ
فقرہ سنا۔ غصہ آیا۔ بے اختیار بولیں۔ کم بختو! تم کو موت آئے آنحضرتؐ نے فرمایا: عائشہ! از می سے کام لو۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

۵۔ یہود نے اسلام کی بربادی کی کلکی تدبیریں اختیار کیں۔ (سیرت النبیؐ)
۶۔ انہوں نے طرح طرح سے آنحضرتؐ کو اذیتیں دیں اور اسلام کے خلاف کوششیں شروع کیں۔ لیکن آنحضرتؐ ان کی ایذا رسائیوں کو برداشت کرتے تھے۔
(دیکھو سیرت النبیؐ)

یہودی گامزن تھے شاہراہ کینہ کاری پر
یہ بد فطرت بھی تھے گستاخ بھی اور دشمن جاں بھی
بنی اسلام کی قائم تھی لیکن بردباری پر
یہ محسن کش بھی تھے احساں فراموشی پہ نازاں بھی
نہیں تھا قابل اصلاح قال ان کا نہ حال ان کا
حد برداشت سے باہر تھا طعن و اشتعال ان کا

رسول اللہ کو قتل کرنے کی ناکام سازشیں

رتق بھر آدمیت بھی یہودوں میں اگر ہوتی
مگر جو قوم حرص زر سے قاتل ہو رسولوں کی
یہود اسلام کی تبلیغ میں سمجھے شکست اپنی
دیا تو یہ دیا آخر صلہ خلق محمدؐ کا
طلوع صبح صادق میں نظر آئی جو رات اپنی
یہ سازش یہ ارادے یہ دغا بازی یہ تدبیریں
محبت کذب سے تھی حق سے تھیں بیزاریاں ان کو
نبیؐ کو قتل کر دینے کی خفیہ خفیہ تدبیریں
وجود ان کا مدینے میں تھا مرکز قتل و غارت کا
تو یہ قوم از سر نو زندگی سے بہرہ ور ہوتی
وہ قاتل کس طرح ہو دردمندانہ اصولوں کی
کمائی بند ہوتی دیکھتے تھے زر پرست اپنی
نمایاں کر دیا آئینہ اپنی فطرت بد کا
نبیؐ کو قتل کر دینے میں یہ سمجھے حیات اپنی
یہودی قوم گویا لکھ رہی تھی اپنی تقدیریں
لہذا ہو گئیں حاصل دوامی خواریاں ان کو
ہوئیں ناکام جیسے گر پڑیں بالو کی تعمیریں
خدا نے کر دیا اب سد باب ان کی شرارت کا

۱۔ مدینے کے انصار یہودیوں کے قرض کے قلمبندوں سے آزاد ہوتے جاتے تھے۔ یہودیوں میں جو اخلاق بدعنوان پھیلے ہوئے تھے اور جن پر دولت مند دی اور مذہبی پیشوائی نے پردہ ڈال رکھا تھا۔ اب ان کا راز فاش ہونے لگا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

۲۔ تمام مہربانوں اور لطف و مدارات کا جو صلہ یہود نے دیا تھا کہ ہر طرح اسلام کی خانہ بداندازی کا عزم کیا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

۳۔ یہود بنو نضیر نے مشورہ سے یہ فیصلہ کیا کہ حکمت عمل سے محمدؐ کو قتل کر دیا جائے۔ جو یزید بن مضر ای کہ مذہبی علماء کا مباحثہ کرنے کے لیے آپؐ کو بلایا۔ اور پھر چمپا کر تیار ہو کر بیٹھ گئے۔ مگر قبیلہ بنو نضیر کی ایک عورت نے ایک انصاری پر جو اس کا منہ بولا بھائی تھا۔ یہ راز کھول دیا۔ اور آنحضرتؐ کو جو یہودی دعوت پر گھر سے نکل چکے تھے اطلاع ہو گئی اور آپؐ واپس آ گئے۔ (بحوالہ ابن مردودہ یہ در کتابی حالات بنو نضیر)

علائیہ جو پیش آئی جدل سے اور کینے سے بدر ہونا پڑا اس قوم کو آخر مدینے سے

سلامت نکل جانے کی اجازت

محمدؐ جود کا منبع ، محمدؐ لطف کا معدن محمدؐ عفو کا دریا ، محمدؐ رحم کا مخزن
محمدؐ کو نہ تھا مطلوب ذاتی انتقام ان سے فقط مقصود تھی آزادی دارالسلام ان سے
نہ ان کے مال و دولت سے تعرض کوئی فرمایا نہ ان کی حرکتوں کو قابلِ پاداش ٹھہرایا
نبوت نے انہیں ہر شے اٹھانے کی اجازت دی جدھر بھی چاہتے تھے ان کو جانے کی اجازت دی
مسلمانوں سے فرمایا کرو احساں جواں مردو انہیں کچھ زائرہ بھی دو، سواری بھی عطا کر دو
یہود اس طرح مال اونٹوں کے اوپر لاد کر نکلے غنیمت لوٹ کر جیسے کوئی بیداد گر نکلے
یہ سارا مال و زرتھا خون مزدوروں کسانوں کا اسے سمجھا گیا صدقہ مسلمانوں کی جانوں کا

مہاجن بھیڑیے نکلے جو انسانوں کی بستی سے

تو ابھری ہستی مزدور مجبوری کی پستی سے



- ۱۔ جب سازش کھل گئی تو آنحضرتؐ نے ان سے معاہدہ امن کی تحریر چاہی۔ انہوں نے نہایت متروانہ جواب بھیجا۔ اور جنگ کے لیے قلعہ بند ہو گئے۔ آخر ان کا محاصرہ کیا گیا۔ ایک عرصہ کے محاصرہ کے بعد یہ مغلوب ہو گئے۔ اور ان کو مدینے سے نکال دیا گیا۔ (دیکھو ابوداؤد کتاب الخراج)
- ۲۔ چند روز دن کے محاصرے کے بعد انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور درخواست کی کہ ہمیں یہاں سے اپنا ساز و سامان لے کر امن و امان سے چلے جانے دیا جائے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان سے محاصرہ لے کے وقت یہی کیا تھا اور یہ نہ مانے تھے۔ اب خود یہود کی شرع کے مطابق مزاحمت ہی سخت تھی، مگر رسول اللہ نے ان کو اجازت دے دی کہ ان کو اپنا ساز و سامان ہر چیز اٹھا کر چلے جانے کی اجازت ہے کیونکہ آپ کی نیت محض قیام امن و امان تھی۔ (تاریخ العبران)
- ۳۔ یہود بنو نضیر بڑی شان و شوکت سے اپنا مال و زراعت و عیال حتیٰ کہ مکانوں کے دروازے چوکنے اور کواڑ تک اونٹوں پر لاد کر گاتے بجاتے نکلے۔ حالانکہ اونٹ اور کھانے پینے کا سامان ان کو رسول اللہ کی طرف سے مرحمت ہوا تھا۔ (تاریخ العبران)
- ۴۔ یہود بنو نضیر کے نکل جانے سے قرض حسنہ کا رواج مدینے کے مومن مسلمانوں میں جاری ہو گیا اور لوگ خوشحال ہو گئے۔ (دیکھو اخبار الایمان)

باب ششم

مسلمانوں پر سارے عرب کا دھاوا
جنگ احزاب کے وجوہ

نوازش پیروانِ ہادیِ اسلام کا شیوہ دعا، احساں فراموشی، ذلیل اقوام کا شیوہ
جنابِ ہادیِ اسلام کے حسنِ مروت سے یہودی قوم بچ نکلی تھی پاداشِ بغاوت سے
مناسب تھا یہود اب حال کی اصلاح کر لیتے پھر اک مہلت ملی تھی دامنِ امید بھر لیتے
مروت اور نوازش کو مگر وہ سادگی سمجھے اسے اسلام کی کمزوری و افتادگی سمجھے
علمِ الرغم اس مروت کے علی الرغم اس نوازش کے یہود اب مرتکب تھے اک عظیم الشان سازش کے
رسول اللہ سے پوشیدہ نہ تھا یہ حال فتنوں کا اسی صورت سے تھا منظور استیصال فتنوں کا
وبالِ حبثِ باطن آشکارا ہوتا جاتا تھا جلالِ نورِ حق بھی جلوہ آرا ہوتا جاتا تھا

ساراعرب مشتعل

نصیر و قتیقاع، اہل کتاب، اللہ کے دشمن ۱۔ مدینے سے نکل کر بن گئے تھے اور بھی پرفن
رئیسانِ یہود آکر ملے قرشی امیروں ۲۔ ملی اک اور بھی جرات شریروں کو شریروں سے

۱۔ قریش اور یہود کی مختلف سازش نے اب مکہ سے لے کر مدینہ تک آگ لگادی۔ (سیرت النبی)

۲۔ بنو قتیقاع اور بنو نصیر جنہوں نے بدعہدی سے کام لیا تھا اور آپ نے ان کے جرائم سے درگزر فرما کر محض مدینہ سے اخراج پر اکتفا کی تھی آپ کے احسان اور مروت

کو بھول کر عرب کی تمام منتشر طاقتوں کو اسلام کے خلاف اکٹھا کرنے میں لگ گئے۔ (دیکھو ابن سعد)

۳۔ حمی بن اخطب اور کنانہ بن ربیع وغیرہ رئیسانِ یہود کے گئے اور انہوں نے قریش سے سازش کی کہ عرب بھر کو جمع کر کے مسلمانوں کی قوت کو توڑ دینا

چاہیے۔ (تاریخ العمران)

ہوئیں تیاریاں اتنا بڑا طوفاں اٹھانے کی کہ جس سے ہل کے رہ جائیں بنائیں اس زمانے کی
عرب کے جنگجو رہزن قبائل سے مدد مانگی مسلح اور لڑاکے آدمی مانگے رسد مانگی ۱۔

بڑے بڑے قبائل کی فوجیں

دکھائے سبز باغ، اہل ہوس پر دام زر ڈالے۔ یہودی اور قریشی مال و شوکت کا اثر ڈالا
فراہم کر لیے اس طرح سے چوبیس الف انسان ۲۔ جری سفاک خون آشام سب چھوٹے بڑے شیطان
مرتب ہو کے مستان مئے پندار چل نکلے۔ سوئے دارالاماں سب مائل پیکار چل نکلے
درندوں کا یہ ابنوہ عظیم اس رنگ سے نکلا کہ نعرہ حرب کا ہر ضربِ طبل جنگ سے نکلا

ملک خدا خر گرفت

یہ دنیا، یہ زمیں، چاروں عناصر کا یہ معمورہ حیات نو بنو ہے جس سے پیدا اور مستورہ
یہ بروہ بحر کا مجموعہ جس کا نام عالم ہے ازل سے جس کی وارث مشترک اولادِ آدم ہے
یہ وسعت جس میں رنگا رنگ کی مخلوق بستی ہے یہ کہنہ خاکداں جو مخزن الوان ہستی ہے
یہ نجم ارض یعنی اک عجوبہ گنج پنہاں کا یہ اک مشترکہ ورثہ اجتماعی نوع انسان کا
زمیں پہنائیاں کافی ہیں جس کی اپنی وسعت میں زمیں ہر ایک حصہ دار ہے جس کی وراثت میں

۱۔ یہود نے ایسا انتظام کیا کہ عرب کے تقریباً تمام بڑے بڑے قبائل کو مدینے پر حملہ کرنے کے لئے جمع کر لیا۔ (طبری)
۲۔ بنو نضیر مدینہ سے نکل کر خیبر پہنچے تو انہوں نے ایک عظیم الشان سازش شروع کی۔ قریش کو آمادہ کیا۔ پھر غطفان کے پاس گئے اور ان کے خیبر کے نصف محاصل کا لالچ دیا بنو سلیم غطفان کے حلیف تھے بنو سلیم سے قریش کی قرابت تھی سب نے ساتھ دیا بنو سعید ان کے حلیف تھے سب آمادہ جنگ ہو گئے۔ (دیکھو طبری)

۳۔ چوبیس ہزار آدمیوں کا لشکر تھا۔ آج تک عرب کی کسی لڑائی میں اتنی فوج اکٹھی نہ ہوئی تھی (دیکھو فتح الباری)

اسے گنتی کے چند افراد باہم بانٹ لیتے ہیں
 یہ بے حس، بے حیا، یہ خود پسند و خود غرض انسان
 یہ پتھر اور سانپوں کے مماثل سنگ دل کیڑے
 یہ کیڑے جن کے سر میں مغویانہ جوشِ سرسای
 یہ موزی جانور اک دو نہیں دھاڑے کا دھاڑا ہے
 یہ شیطان ورثہٴ اولادِ آدم بانٹ لیتے ہیں
 یہ انسانوں کی دنیا کے لیے مہلک مرضِ انسان
 یہ زہر آلود مضعی، بے مروت تنگ دل کیڑے
 خدا جن کا ہے خود رائی، خودی جن کی ہے خود کامی
 چمن انسانیت کا ان کی یورش نے اجاڑا ہے

دوسروں کی کمائی پر جینے والے

یہ اک طبقہ ہے انسانوں میں سانپوں اور درندوں کا
 جتنے بنتے ہیں یہ ایذا دہندے جمع ہو ہو کر
 بسا مکار باہم سازشوں سے کام لیتے ہیں
 بہت سے ان میں زیرِ خرقة سالوس رہتے ہیں
 بہت سے پالتو کتے کھلنڈرے سیدھے سادے ہیں
 بہت سے جو تک بن کر چوستے ہیں خونِ انسانی
 یہ ان کی مسمیٰ شکلیں ہیں گویا اصل دام ان کے
 شکار آتے ہی زد پر وہ لپک ان کی جھپٹ ان کی
 یہ ہر بستی میں ہر منزل میں ہیں ہر رہگور میں ہیں
 یہ ہر منڈی میں ہر بازار میں آسن جھاتے ہیں
 کہیں گندم نمائی جو فروشی کا روبرو ان کا
 کہ سب مردار جیتے ہیں لہو پی پی کے زندوں کا
 جھاتے ہیں تسلط ابنِ آدم کی خلافت پر
 مشقت دوسرے کرتے ہیں یہ آرام لیتے ہیں
 لباسِ آدمی میں بھیڑیے ملبوس رہتے ہیں
 مگر جب اصل دیکھو گرگ ہیں اور گرگ زادے ہیں
 بظاہر بے ضرر لیکن باطن دشمنِ جانی
 چھرے ان کی بغل میں ہیں لبوں پر رام رام ان کے
 نگاہوں سے حقارت اور مونہوں سے ڈپٹ ان کی
 جہاں بھی ہیں بہ ذکر سود ہیں یا فکرِ زر میں ہیں
 یہ محنت توڑتے ہیں اور سرمایہ بناتے ہیں
 کہیں ابلہ فریبی پر، جوئے پر ہے مدار ان کا

یہ اندھے سو گھٹتے پھرتے ہیں زر کی بواندھیرے میں
 نگاہیں ان کی حرصِ مال و زر سے خیرگی میں ہیں
 پھر یہیں بوگیر کتے جس طرح ہر سواندھیرے میں
 یہ کالے ہوں کہ گورے انتہائی تیرگی میں ہیں
 پسند ان کو بشر کی ٹھوکر ہیں اور افتادیں
 کہ یہ ظلمت کے بچے ہیں اندھیرے کی ہیں اولادیں

اقتدارِ شخصی کی ہوس

اسی دنیائے آدم زاد میں کچھ لوگ چیتے ہیں
 نچڑتا ہے لہو کھینچتی ہیں کھالیں اک زمانے کی
 یہ ہر انسان کو اپنے سوا حیواں سمجھتے ہیں
 بہت سے راہزن تسخیر کرتے ہیں زمانے کو
 یہ عالی جاہ بن کر ڈھونگ رچتے ہیں حکومت کا
 فریب و مکرو جبر و جور کا ہے نام دانائی
 نمائش ہے نمود ان کی وجود ان کا انانیت
 یہ فوقیت جتانے کا ہے لاحق اک مرض ان کو
 یہ فوقیت زمانے بھر کے مال و زور کی طالب ہے
 زمینیں چاہئیں، زر چاہیے، زن چاہیے ان کو
 بلا سے آدمی کی بستیاں برباد ہو جائیں
 یہ جیتے آدمی کا گوشت کھاتے خون پیتے ہیں
 مگر رہتی ہے بھٹی گرم ان کے کارخانے کی
 مویشی جانتے ہیں عیش کا سماں سمجھتے ہیں
 یہ دھاوے مارتے ہیں لوٹنے کو اور کھانے کو
 جگا دیتے ہیں فتنہ تفرقے کا اور خصومت کا
 جہاں بھر کی غلامی سے ہے ان لوگوں کی آقائی
 جتنا چاہتے ہیں دوسروں پر اپنی فوقیت
 بنا رکھا ہے جس نے انتہائی خود غرض ان کو
 علاج اس کا نہیں ممکن، مرض کبخت غالب ہے
 شراہیں چاہئیں، دامن گلشن چاہیے ان کو
 مگر گنتی کے یہ شیطان زادے شاد ہو جائیں

آج کل دنیا میں جس قدر جنگیں برپا ہوئی ہیں ان سب میں سرمایہ دار کاروباریوں کو اطمینان ہوتا ہے یہ سمجھتے ہیں کہ اب دولت سے ہاتھ رکھنے کا نادر موقع آ گیا ہے۔ امن کی نسبت یہ جنگ کے تاریک دنوں کو اپنے لیے نیک فال جانتے ہیں ان کو لاکھوں جانوں کے ضائع ہونے کا کوئی افسوس نہیں ہوتا۔ (اکانومسٹ)

حصول لذت شخصی کا گریکھے ہیں شیطان سے
جفا سے، جور سے، عیاری و سازش سے، حیلے سے
روایت لائے ہیں نمرود سے فرعون و ہامان سے
یہ آقا ئی کریں گے اپنی قائم ہر وسیلے سے

مفت خور

عوام الناس اکثر سیدھے سادے بھولے بھالے ہیں
کروڑوں محنتی کرتے رہیں دن رات مزدوری
ادھر اک طبقہ بے کار، کھائے بھی، اُڑائے بھی
تن آسانوں کا یہ طبقہ ہے قائل مفت خوری کا
دہائی آگے آگے ہے جہاں بھی ان کے پھیرے ہیں
یہی طبقہ ہے آزادی پسند انسان کا دشمن
یہ طبقہ باوجود قلت تعداد و کمزوری
بہ جرم امن خواہی اژدہاؤں کے نوالے ہیں
مگر ان کے نصیبوں میں تو روٹی بھی نہ ہو پوری
جمائے دھونس بھی، غرائے بھی اور کاٹ کھائے بھی
بناتا ہے یہی قانون چوری، سینہ زوری کا
غریب، آؤلٹ جاؤ، یہ قانونی لٹیرے ہیں
یہی ایمان کا لاگو، یہی ہے جان کا دشمن
مسلل رات دن کرتا ہے اک باضابطہ چوری

لٹیروں کا باہمی ربط و ضبط

یہ طبقہ مشتمل ہوتا ہے اُن دزدانِ نامی پر
جو پورے باخبر ہوں دزد پیشہ بھائی بندوں سے
یہ سب اک دوسرے سے خائف و ترساں بھی رہتے ہیں
مگر ملحوظ رہتی ہے جماعت بالخصوص ان کو
تپاکِ باہمی ان کا برائے خوجہ تاشی ہے
یہ جس قریے میں، جس خطے میں ہیں، جس مملکت میں ہیں
یقین پختہ رکھتے ہوں جو مزدوروں کی خامی پر
جو واقف ہوں حریفوں اور حلیفوں کے گزندوں سے
برابر نفع ذاتی کے لیے کوشاں بھی رہتے ہیں
مفادِ طبقہ دُزداں سے ہے پورا خلوص ان کو
کہ یہ سب ایک ہیں مقصود سب کا بد معاشی ہے
تمنائے حصول اقتدارِ سلطنت میں ہیں

شخصی ریاست جبری سیاست

بناتے ہیں یہ مل جل کر ادارہ خانہ دزدی کا
یہ قانونی ادارہ ہے 'ریاست نام رکھا ہے
غلامی اہل محنت کی لوازم اس ریاست کے
ریاست سایہ اقبال جس کا شعلہ زن آہیں
یہ تزویری امارت راجگی سرداری و شاہی
ذرا دیکھو تو اس ذریت شیطان کی تقسیمیں
یسار ان کے تسلط میں ہمیں بھی ان کے قبضے میں

شخصی اقتدار کے گرگے

وزارت 'اہلکاری' لشکریت اور جاسوسی
یہ چند انفار کارندے رئیسانہ سیاست کے
عبارت زیست ہے ان کی لباسوں اور غذاؤں سے
انہیں محکوم لوگوں کے ہے سائے سے بھی گھن آتی
فقط کھیتوں کی پیدوار ہی مرغوب ہے ان کو
نہ شفقت ان کو بچوں سے نہ ہمدردی ضعیفوں سے
ہے ان کی پیٹ پوجا کے سوا ہر بات بیہودہ

حیات چند کس میں اجتماعی مرگ مایوسی
بڑی سرکار ہیں 'افسر ہیں' پتلے ہیں نفاست کے
پھلا پھولا ہے ان کا نفس معدے کی ہواؤں سے
وہ کرتے ہیں عرق ریزی یہ بو ان کو نہیں بھاتی
فقط مزدور کی محنت کا پھل مطلوب ہے ان کو
اراذل سے انہیں دل بستگی 'نفرت شریفوں سے
بشر کا ہر شرف بے معنی ہر اوقات بیہودہ

وہ حامی اور بازاری 'یہ سرکاری یہ درباری

وہ سب ہیں بہر خدمت اور یہ ہیں بہر سرداری

انتظام کے پردے میں لوٹ

یہ سب مرغانِ زریں سرخیدہ اور کمر بستہ
 قصاص ان کی غلامی کا غلامی اہل محنت کی
 کسانوں کا شکاروں کا بھلا کیسے ہو پاس ان کو
 یہ باہیں برقی خرمن سوز غلہ بونے والوں پر
 یہ دہقانوں کو ہیں جھنجھوڑنے بھنھوڑنے والے
 یہ حصہ دار ہر مزدور کی گاڑھی کمائی کے
 غریبوں سے نوالے چھیننا خدمات ہیں ان کی
 شکستِ شیشہ ہائے دل سے ہے پائندگی ان کی
 یہی تو خدمتِ حکام بالا دست کرتے ہیں

نہیں ڈہنی غلامی کے سواجن کا کوئی رستہ
 کہ مہریں جن کے ماتھوں پر ہیں بد قسمت رعیت کی
 میسر بھوکے ننگوں ہی سے ہے زرق و لباس ان کو
 نگاہیں ناوکِ دلدوز بھوکے سونے والوں پر
 تہی دستی برائے جیب و دامن چھوڑنے والے
 محصل دانے دانے کے محاسب پائی پائی کے
 زبردستوں کے جوتے چاٹنا عادات ہیں ان کی
 کہ خونِ آرزو سے ہے بقائے زندگی ان کی
 کہ ہر سینے میں قانونی چھری پیوست کرتے ہیں

ناحق پرستوں کا وجود

بشر کے مرتبے سے جب بشر ملعون گرتا ہے
 معافی بھولتا ہے آدمی جب آدمیت کے
 دغا، مکر و فریب، آدم شکاری، مردم آزاری
 علی الرغمِ خدایہ خدمتِ شیطان کرتے ہیں
 جہاں بھی جمع ہو جاتے ہیں یہ عنصر ضلالت کے

تو اس کے ہاتھ سے نوعِ بشر کا خون گرتا ہے
 تو ہر دم سو جھتے ہیں اس کو منصوبے اذیت کے
 تباہی، غدر، بربادی، فساد و ظلم و خونخواری
 درندے جو نہیں کرتے وہ یہ انسان کرتے ہیں
 بگولے اٹھتے رہتے ہیں وہیں ظلم و جہالت کے

نظامِ کار اور خون بہا کی پیاس سینکڑوں اور ہزاروں اشخاص کے قتل کے بعد بھی نہیں جھکتی تھی۔ (سیرت النبی جلد دوم)

بدی ہوتی ہے رہبر، کفر ہوتا ہے مشیران کا
 بنائے زندگی رکھتے ہیں یہ مردہ ضمیری پر
 تمنائے حصول اختیارِ شخصی و ذاتی
 بہ زورِ پستی فطرت یہ خواہانِ بلندی ہیں
 رگِ باطل سے وابستہ ہے ان سب کا رگ و ریشہ
 تصور میں بھی آجائے جو صورت حق پڑو ہوں کی
 وجودِ اہل حق سے خوف یہ ہے ان کی قوت کو
 انہی دونوں کے ہاتھوں گھٹ کے مرتا ہے ضمیران کا
 نمودِ اقتدارِ ذات سے مرتے ہیں میری پر
 سگِ دیوانہ کے مانند ہے ان سب کو دوڑاتی
 یہ سب ناحق پرست انساں عدوئے حق پسندی ہیں
 انہیں دنیا میں ہے بس اک وجودِ حق سے اندیشہ
 دھڑک جاتی ہے چھاتی اہلِ باطل کے گروہوں کی
 مبدا زندگی مل جائے انسانی اخوت کو

وجودِ اہل حق

وجودِ اہل حق یعنی مساواتِ بنی آدم
 وجودِ اہل حق یعنی صلائے عامِ آزادی
 وجودِ اہل حق مینارِ روشن بحرِ ظلمت میں
 وجودِ اہل حق موجودگی اُن دردمندوں کی
 وجودِ اہل حق یعنی بشرِ شہرِ شکرِ باہم
 جہاں بھر کے غلاموں کے لیے پیغامِ آزادی
 پناہِ زندگانی دورِ طوفانِ ہلاکت میں
 جو کرتے ہیں مدد ہر حال میں مجبور بندوں کی

ایہاڑوں اور صحراؤں میں خود مختار جرائم پیشہ قبائل آباد تھے تمام ملک قتل و غارت گری، سفاکی، خونریزی کے خطرات سے گھرا ہوا تھا (دیکھو سیرت النبی جلد دوم)

اسلام کا اصل فرض اس ظلم کو دفعۂ برباد کر دینا تھا اس کے ساتھ ہی قریش کی عظمت اور اقتدار اور عالمگیر اثر کا خاتمہ تھا اس لیے شدت سے مخالفت کی ان میں جن لوگوں کو جس قدر زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا اس قدر زیادہ سرگرم تھا۔

لے المؤمن للمؤمن کالبنيان يشد بعضه بعضاً و کش بین اصحابہ (حدیث بخاری - عن ابن موی)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مومن دوسرے مومن کے لیے اس طرح ہے جیسے بنیاد کی اینٹیں پھر اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا۔

فرمایا: اسیروں کو رہائی دلاؤ، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، بیماروں کی خبر گیری کرو۔

لے افلوا العافی و اطعموا الجائع دعودو المریض (بخاری عن انس کتاب الادب)

وجودِ اہل حق یعنی سہارا بد نصیبوں کا
وجودِ اہل حق یعنی خدا کے با وفا بندے
وہ بندے جو زمیں پر امن کی بستی بساتے ہیں
وہ بندے جو گلستانِ جہاں آباد کرتے ہیں
وہ بندے جو مساوات و اخوت میں یگانے ہیں
وہ بندے جن کے نورِ درد سے معمور ہیں سینے
یقین ہے جن کا شرع صدق و انصاف و عدالت پر
جنہیں مطلوب ہر دم حق رسی ہے زیر دستوں میں
جو مال و جاں سے امدادِ یتیمی کرنے والے ہیں
جو خود فاقے سے رہ کر دوسروں کا پیٹ بھرتے ہیں
جو محذوروں، ضعیفوں، بیکسوں کے کام آتے ہیں
جو محکوموں کو، مظلوموں کو جانیں جراتیں دے کر
یہ آزادی کے پتلے سرفرازی جب دکھاتے ہیں
یہی ہیں دیواستبداد کا منہ توڑنے والے
یہی ہیں جن سے امیدیں زمانے کی ہیں وابستہ

فرمایا: بدگمانی کو عادت نہ بنانا، بدگمانی میں جھوٹ ہی جھوٹ ہوتا ہے
دوسروں کی باتوں پر کان نہ لگاؤ اور لوں کے غیب تلاش نہ کرو! آپس
میں بغض نہ رکھو کسی سے روگردانی نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو! آپس
میں بھائی بن کر رہو۔

لَا يَأْكُم وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ الْكُذْبُ وَلَا تَحْسَبُوا وَلَا
تَحْسَبُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ
أَخْوَانًا۔ (حدیث بخاری عن ابی ہریرہ کتاب الفرائض)

محمدؐ کا مدینہ

مچا تھا جن دنوں اندھیر دنیا کے سفینے میں
محمدؐ کا مدینہ ہی جہاں میں ایک بستی تھی
محمدؐ کا مدینہ ہی تھا فردوس بہار آرا
کہاں تھے یہ نصیب اللہ اکبر سنگِ اسود کے
محمدؐ بھی یہاں موجود اصحابِ محمدؐ بھی
یہاں انسان صلح و امن کی بستی میں بستے تھے
غلاموں کی رہائی کا یہاں سامان ہوتا تھا
مساوات و اخوت کی یہاں تعلیم ہوتی تھی
طمانیت کے جلوے تھے نگاہِ دردمنداں میں
قبولیت کے دامن تھام رکھے تھے دعاؤں میں
حیاتِ نو میسر تھی چمن کو اپنے مالی سے
امیدیں پھوٹی تھیں پتے پتے ڈالی ڈالی سے

نگاہِ عرشیاں میں فرشِ فردوسِ نظارا تھا

خدا کے فضل سے ”انسانِ کامل“ جلوہ آرا تھا

کسی عرب کے رہنے والے کو عجم کے رہنے والے پر اور عجم کے کسی
باشندے کو عرب کے کسی باشندے پر اور گورے کو کالے پر یا کالے
کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں، فضیلت صرف خدا ترسی ہے۔

۱۔ فرمایا: لا فضل العربی علی عجمی ولا العجمی
علی عربی الآخرة۔

انسانِ کامل کی برکات

یہاں روح الامیں، خیر الامیں کے درپہ حاضر تھا یہاں رحمت تھی سرگرمِ عمل، اللہ ناظر تھا
نمایاں ہو رہے تھے روز و شب انسان کے جوہر کمالِ بندگی کے، علم کے عرفان کے جوہر
جبینیں تھیں یہاں انوارِ ایمانی سے تابندہ نگاہیں تھیں یہاں الطافِ ربانی کی جوندہ
نہ رعبِ بادشاہی تھا، نہ فرِ تاجداری تھی محمدؐ کی قیادت میں خدا کی شرع جاری تھی
نہ شائیں تھیں دکھاوے کی نہ پوشاکیں نمائش کی نہ تمہیدیں تفاخر کی، نہ ترکیبیں ستائش کی
کمر باندھے ہوئے سرکارِ حریت کے درباری مسلسل کر رہے تھے آج چشتی فیض کے جاری
یہاں بے زرئی دنیا کی تعمیریں اٹھاتے تھے مساواتِ بنی آدم کے نظارے دکھاتے تھے
تمنائیں برآتی تھیں یہاں ذوقِ ارادت کی صداقت کے لیے دولت مہیا تھی شہادت کی
یہاں ہر رنگ کے پھولوں کا اک گلزار کھلتا تھا غریبوں بے زبانوں کو لبِ گفتار ملتا تھا
یہاں مٹی نے سیکھا مطلع الانوار ہو جانا نصیب کو جگانا، دولتِ بیدار ہو جانا
یہاں تسکین و راحت پائی تھی آفت کے ماروں نے یہاں سیکھا خوشی کا مسکرانا سگواروں نے
یہاں پسماندگی نے درس پایا شہسواری کا یہاں حاصل تھا محکوموں کو رتبہ شہریاری کا

۱۔ ایک شخص آیا اور نبوت کی ہیبت سے لرز گیا۔ نبی نے فرمایا: عليك فاني لست بملك انما انا ابن امواة من قريش. تاكل القدير (یعنی ڈر نہیں میں بادشاہ نہیں ہوں میں تو ایک غریب قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی) غریب گوشت کھا کر رکھ لیا کرتے تھے اور کھاتے تھے) (رحمۃ للعالمین، بحوالہ صحیح بخاری)

۲۔ کاشانہ نبوت میں نہ کوئی نرم بستر تھا نہ غذائے لطیف۔ نہ جسم مبارک پر خلعت شاہانہ تھی نہ جیب و آستین میں درہم و دینار عین اس وقت جب اس پر کسریٰ و قیصر کا دھوکا ہو سکتا تھا وہ مجسم پوش مکہ کا حیم تھا (سیرت النبی)

یہاں دولت سے رغبت تھی نہ غربت سے تھی بیزاری
یہاں بندے تھے قائم حق پرستی، حق پسندی پر
مجاہد تھے مگر نام خدا پر کانپ جاتے تھے
یہ سرفراز سجدہ ریز تھے درگاہ باری میں
یہاں محنت کو اپنے حق سے ہوتی تھی نہ محرومی
زکوٰۃ و صدقہ و خیرات پاکیزہ کمائی کے
دلوں میں جاگ اٹھا تھا یہاں احساس خدمت کا
رضا کاری کے رشتہ سے تھا اس گلشن کا شیرازہ
یہاں سرمایہ و محنت سے غائب تھی حد فاصل
متاع محنت و سرمایہ تھے شیر و شکر دونوں
یہاں اللہ واحد حسی و قیوم ان کا حاکم تھا

کہ دولت مند کو تھا شک استغنائے ناداریؑ
لیے جاتا تھا ذوق انکسار ان کو بلندی پر
یہ زاہد تھے فقط صدق و یقین پر سر جھکاتے تھے
یہ دست و پا تھے خلق اللہ کی خدمت گزاری میں
نہ دیتے تھے یہاں دہقان خراج عجز محکومی
یہاں سامان بنتے تھے غلاموں کی رہائی کے
مریض انسانیت کو مل رہا تھا غسل صحت کا
یہاں مسرور ہر چہرہ تھا، جیسے پھول ہوتا زہؑ
کہ جس کا نام سرمایہ ہے، محنت ہی کو تھا حاصلؑ
دفاع جبر شخصی کے لیے سینہ سپر دونوںؑ
وہ خالق تھا، وہ رازق تھا، وہی رحمن و راحم تھا

دولت مندی زر کی بہتات سے حاصل نہیں ہوتی ہے غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔

۱۔ لیس الغنی میں کثرة العرض والکن الغنی عن النفس

(حدیث عن ابی ہریرۃؓ صحیح بخاری، کتاب الوقاق)

۲۔ لیس الانسان الا ما سعی (قرآن)

۳۔ وکان سعیکم مشکوراً (قرآن)

۴۔ تلک امة قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبت

(قرآن)

یعنی انسان کو نہیں ملتا، مگر جو کوشش اس نے کی، تمہاری محنت کامیاب ہوئی۔
یعنی جو لوگ گزر گئے ان کی محنت ان کے لیے اور جو تم کماؤ گے وہ تم پاؤ گے۔

۵۔ کسی کو بھی اپنی محنت سے متنع ہونے کی منافی نہیں تھی البتہ اپنی ضروریات سے زائد کو صدقہ و خیرات و زکوٰۃ کی صورت میں خرچ کرنے کی تعلیم تھی۔
لوگوں کو رضا کارانہ دفاع دشمنان اسلام میں اپنی محنت میں سے سرمایہ خرچ کرنے کا اعلیٰ شوق تھا۔

(تاریخ العرمان)

یہاں مسجد تھی جس میں نور کے فوارے چلتے تھے یہاں قرآن تھا جس سے فیض کے دریا بہتے تھے
 یہیں وہ کملی والا تھا ، محمد نام تھا جس کا جہاں میں صلح و امن و آشتی پیغام تھا جس کا
 نہ شخصی دولت و حشمت و تخت و تاج والا تھا
 مگر وہ سرور کونین تھا ، معراج والا تھا

محمد مرکزِ خیرِ دو عالم ، مخزنِ خوبی ہمہ اخلاق اور احساں ، ہمہ حسن اور محبوبی
 وہ مامورِ من اللہ مذہبِ اسلام کا ہادی دلائے آیا تھا بندوں کو غیر اللہ سے آزادی
 محمد نے دیا انساں کو جوہرِ حق نبوتی کا کہ شب ٹھٹھری ہوئی تھی ، مہر چمکا گر مجبوشی کا
 دماغ و فکر کو ، علم و عمل کو زندگی دے دی خیال و روح ، جان و جسم کو پاکیزگی سے دی
 نہ حاصل تھی جو قوت بادشاہوں ، کجکلاہوں کو محمد نے وہ بخشی عام مومن کی نگاہوں کو
 یہ خوش بختی صلائے عام تھی سارے زمانے کو نویدِ عزت و اکرام تھی سارے زمانے کو
 قدم زن ہو گیا انسان آزادی کی راہوں پر فلاحِ دین و دنیا چھا گئی سب کی نگاہوں پر
 یہاں دہقان خود تھا اپنی کشتِ زیست کا مالی یہاں مزدور کو حاصل تھا دورِ عیش و خوشحالی
 گری برقِ اخوت خرمنِ بغض و کدورت پر بحالی آ گئی روندی ہوئی مٹی کی صورت پر

ملی پامال سبزے کو اجازت لہلہانے کی
 ہوئی آنسو بھری آنکھوں کو جرأت مسکرانے کی

لوگوں کے درمیان صلح کرادیا کرو
 آپس میں تنازعات اور جھگڑوں کی اصلاح کر لیا کرو

و تصلحوا بین الناس (قرآن)
 و اصلحو ذات بینکم (قرآن)

مدینہ کے چاروں طرف

مدینے کے سوا ہر سو اندھیرا ہی اندھیرا تھا بشر کو جاہلیت اور معصیت نے گھیرا تھا۔
 تلاطم تھا جہاں میں بدعت و غصب و خیانت کا کہیں سایہ نظر آتا نہ تھا صدق و دیانت کا
 شریروں کے جتھے، غارت گروں کی ٹولیاں ٹولے کھڑے تھے بھیڑیے جیسے نکالے اور منہ کھولے
 فساد و فتنہ کی چاروں طرف تھی گرم بازاری غریبی، ذلت و خواری، امیری، ظلم و بدکاری
 جہاں میں جو کوئی بھی دوسروں سے زور والا تھا اُسی ظالم نے کمزوروں کو اُٹھ کو پیس ڈالا تھا
 پناہ زیر دستی تھی زبردستی کے پیروں میں جگہ غیرت کو حاصل تھی نہ اپنوں میں نہ غیروں میں
 تعدی، چھینا جھپٹی، مار لینا اور کھا جانا بشر نے زندگی کا بس یہی تھا مدعا جانا
 بیاباں تھا کہ دریا تھا، بلندی تھی کہ پستی تھی یہ دنیا کیا تھی، لٹنے لوٹنے والوں کی بستی تھی
 مدینے ہی میں بندوں کو میسر فضلِ داور تھا کہ بیرونِ مدینہ کوئی حامی تھا نہ یادور تھا
 مدینہ فرش پر تھا آسمانِ عرش کا تارا وگرہ ارض مٹی کا تھا اک تاریک سیارا

جاء الحق وزهق الباطل

ستیزہ کار تھی اس نورِ حق سے ظلمتِ باطل کہ باطل جانتا تھا مٹ رہی ہے شوکتِ باطل
 اندھیرے کی ہزیمت لازمی تھی اس اُجالے سے ظہورِ اضحیٰ تھا آج کالی کالی والے سے
 مدینے میں نظر آتی تھی ہستی اک نئی دُھن میں پڑی تھی کھلبلی سی آج شیطانی تمدن میں
 مدینہ تھا بھری دُنیا میں چند افراد کی بستی یہ چند افراد کیا تھے انتخابِ گلشنِ ہستی

اعرب کی اندرونی حالت اور دنیا بھر کی بد امنی قتل و غارت شخصی اور جماعتی اقتدار کے بارے میں ہر تاریخ نگار نے کم و بیش لکھا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ جب اسلام کی روشنی مدینے سے پھیل رہی تھی ساری دنیا سخت ترین مصائب میں مبتلا تھی۔ (مصنف)

یہ چند افراد لذت یاب تھے ایمانِ کامل سے
یہ قطرے یم بہ یم تھے زیست کا دریا بہانے کو
ہزاروں رحمتیں نازل تھیں اس آباد بستی پر
یہ دہقانوں کی سرسبزی، یہ مزدوروں کی خوشحالی
ابھی سے نور افشاں تھیں ضیائیں جن کے پرچم کی
بھلا ناحق پرستوں کو یہ صورت کس طرح بھاتی
کہ ان کو مل رہی تھی تربیت انسانِ کامل سے
صدائے قم باذن اللہ سے مُردے جلانے کو
اسی بستی کا پرتو پڑ رہا تھا روئے ہستی پر
صغیروں کی جواں بختی جوانوں کی خوش اعمالی
یہ چند افراد تھے کفارِ عالم کے لیے دھمکی
وہاں تو پٹ گئے دیدے وہاں تو پھٹ گئی چھاتی

حق سے اہلِ باطل کے اندیشے

یہ مٹھی بھر وجودِ اہلِ حق کیا جانے کیا شے تھا
نظر آیا یہ پودا بار آور ہوتا جاتا ہے
خیال آیا اگر اسلام یوں نشوونما لے گا
عوام الناس اگر جھولوں میں آزادی کے جھولیں گے
پرانی راہ بدراہی، پرانی راہ نادانی
بتوں کی بھینٹ چڑھنا بت گروں کی چاکری کرنا
مساوات و اخوت ہو گئی جاری تو کیا ہوگا
محمدؐ اور محمدؐ کے خدا کو لوگ مانیں گے
کہ ذرہ ذرہ دنیائے باطل اس کے درپے تھا
ستارہ بڑھتے بڑھتے شاہِ خاور ہوتا جاتا ہے
تو باطل کا شجر کیسے پھلے گا او ر پھولے گا
تو اپنے باپ دادا کی پرانی راہ بھولیں گے
جو رکھتی تھی انہیں ہرکارۂ ہرکارِ شیطانی
ہمیشہ ظلم سہنا اور ظالم پروری کرنا
ملی مٹی میں سرداروں کی سرداری تو کیا ہوگا
ہمیں کچھ بھی نہ سمجھیں گے، ہمیں کچھ بھی نہ جانیں گے

اگر یوں نوح کا طوفان بن جائے یہی قطرہ

تو باطل کے لیے ہے غرق ہونے کا بڑا خطرہ

مدینے پر چڑھائی کرنے والے

جہالت کو بڑا غرہ تھا اپنے زور و طاقت پر
یہودی زرگروں نے بھی عرب کی آگ بھڑکائی
تماشا دیکھ کر بدر و احد میں اس اخوت کا
قبائل کے بڑے سردار مفسد، خود غرض جاہل
عرب کے سب قبائل یوں بھی عادی قتل و غارت کے
برائی کیا، بھلائی کیا ہے، ظالم غور کیا کرتے
مسلمانوں کا قصہ پاک کر دینے کو چڑھ دوڑے
بدی کی راہ بدرابی کا یہ سیلاب چل نکلا
ہلاکت خیز طوفاں تھا کہ فوجیں گرگ زادوں کی
زمین سہمی ہوئی تھی آسمان چکر میں آیا تھا
کبھی اس دشت پر اتنا بڑا لشکر نہ پایا تھا

آنحضرتؐ کی مجلس مشورت

پناہیں دوسروں کو دینے والے خود نہیں سوتے
رسول اللہؐ نے اس فتنہ نو کی خبر پائی
جو تقدیریں جگاتے ہیں کبھی غافل نہیں ہوتے
صحابہؓ کی جماعت مشورہ کرنے کو بلوائی!

۱۔ آنحضرتؐ نے مسجد میں صحابہؓ کو بلایا۔ اور اس تازہ حملہ کی خبر سنائی اور مشورہ طلب کیا۔ (طبری)

کہا اس مرتبہ سب سے بڑا سیلاب آتا ہے عرب کا منتخب مجموعہ احزاب آتا ہے ۱۔
تمہاری رائے کیا ہے کس طرح ہو سد باب اس کا بتاؤ کس طریقے سے دیا جائے جواب اس کا

حضرت سلمان فارسی کی رائے ۲

تھے سلمان فارسی موجود سرکار رسالت میں ہوئے یوں عرض پیرا اٹھ کے دربار رسالت میں
حضور افواج کی تعداد ہے اس مرتبہ بھاری مسلمانوں کو لازم مصلحت کی ہے نگہداری
کھلے میدان میں ایسے لشکروں سے دوبدو ہونا مری رائے میں ہے جان عزیز غازیوں کھونا
مری رائے میں خندق کھود لیں ہم گرد لشکر کے ۳ مہیا ہوں ہمارے سامنے انبار پتھر کے
اگر اک خطہ محفوظ میں ہو فوج اسلامی تو دیکھیں گے عدو اس مرتبہ بھی روئے ناکامی

خندق ۴

رسول پاک نے اس رائے کی تحسین فرمائی پسند خاطر عالی ہوئی سلمان کی دانائی ۵

۱۔ قبیلہ غطفان، خزادہ مرہ و انج، بنو سلیم، بنو اسد، بنو سعد اور قریش کے تمام توابع قبائل اس حملہ میں شریک تھے (دیکھو ابن ہشام اور نخیس ابن سعد و زرقانی و فتح الباری)

۲۔ سلمان فارسی ۲ ہجری میں مسلمان ہوئے۔ یہ اصفہان کے باشندے تھے۔ ان کے مذہب قدیم میں اہل حق گھوڑے کی پرستش کی جاتی تھی دین حق کی تلاش میں گھر سے نکلے عرب تک آئے کسی نے ان کو پکڑ کر غلام بنا کر بیچ دیا تحقیقات مذہبی کے بعد یہ یہودی مذہب میں داخل ہو گئے۔ ایک یہودی نے ان کو خرید اور مدینہ میں لایا وہ اکثر ایک پیدا ہونے والے نبی کے اوصاف بیان کیا کرتا تھا جب حضرت سلمان نے مدینہ میں نبی کو دیکھا تو ان علامات و آثار و اخبار سے جو اپنے آقا سے سنے تھے آنحضرت کو پہچان لیا۔ آپ بہت سے مذاہب سے واقف تھے ان کی بڑی عمر تھی ۲۷ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے اور ملک فارس کا پہلا پھل کہلائے۔ (دیکھو تاریخ العمران)

۳۔ حضرت سلمان فارسی نے جو اس وقت مشورے میں شامل تھے عرض کیا کہ ایسے موقعوں پر ایران میں خندق کھود لیتے ہیں۔ (ابن ہشام)
۴۔ مدینہ تین جانب مسلسل دیواروں، گھنے درختوں اور چٹانوں کے سبب تقریباً محفوظ تھا یعنی اچانک حملہ نہ ہو سکتا تھا سستو شامی غیر محفوظ تھی یہیں کفار ہجوم کر سکتے تھے آپ نے اس سمت پر خندق کھودے جانے کا حکم دیا۔ (تاریخ النخیس و زرقانی)

۵۔ آنحضرت نے حضرت سلمان فارسی کی رائے کو پسند کیا اور خندق کھودنے کے آلات فراہم کئے گئے اور کام کا آغاز کر دیا (ابن سعد)

مہیا کر لیے سرکار نے آلاتِ عجلت سے صحابہ میں ہوئی تقسیم کار ایمائے حضرت سے
مجاہد ہو گئے تقسیم دس دس کے گروہوں میں۔ رسول اللہ خود موجود تھے ان حق پڑوہوں میں
حدیس قائم ہوئیں خندق کی دستِ پاکِ ہادی سے۔ ہوئے مصروف کار اہل وفا ذوقِ ارادی سے
ہوئی تفویض دس دس گز زمیں ہر اک جماعت کو بذوق و شوق ہر اک فرد تھا حاضر اطاعت کو

محبوبِ خدا مزدور کے لباس میں

زمیں پر دیدنی تھی آسمانی نور کی صورت نبی شامل تھا مزدوروں میں اک مزدور کی صورت۔
یہ محنت فی سبیل اللہ تھی، حق سرمایہ تھا ان کا یہ تھے اللہ کے مزدور عالی پایہ تھا ان کا
نگاہِ عرش سوئے فرش تھی حیرت سے آئینہ جمی تھی بازوؤں پر گرد اٹا تھا خاک سے سینہ۔
وجود ان کے تھے محو کار، آنکھیں محو یاران کی وہ رشک مہر و مہ تھا راحتِ لیل و نہاران کی
ہم آہنگی سے آتے تھے رجزان کی زبانوں پر زمیں پر کام کرتے تھے صدا تھی آسمانوں پر

۱۔ آنحضرت نے تقسیم کار فرمادی اور دس دس کے گروہ کر دیئے اور ان کو دس دس گز زمین کھودنے کا حکم دیا۔ حضرت سلمان کو ہر جماعت اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتی تھی، کیونکہ وہی اس طریقہ دفاع کے محرک تھے، یہ اختلاف آنحضرت کے پیش کیا گیا آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ سلمان من اہل البیت یعنی سلمان کا میرے اہل بیت میں شمار ہے اس وقت سے حضرت سلمان فارسی کو منجملہ اہل بیت رسول اللہ ہونے کا ہمیشہ کے لیے شرف حاصل ہو گیا۔ (طبری)

۲۔ آپ نے بہ نفس نفیس اپنے ہاتھ سے نشان لگایا۔ (ابن سعد)

۳۔ آنحضرت خود مشقت فرما رہے تھے بازوؤں اور سینے پر گرد پڑی ہوئی تھی۔ (فتح البارک)

۴۔ آنحضرت اور صحابہ اس کھدائی کی مشقت میں رجز پڑھتے تھے، آنحضرت کی زبان پر اکثر یہ شعر آتا تھا۔

فاغفر الله انصارو المهاجرة

اللهم ان العيش عيشر الاخرة

یعنی اے خدا! حقیقی زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے۔ پس انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔ صحابہ ذوق و شوق سے یہ شعر پڑھتے تھے۔

على الجهاد ما تعبنا ابدًا

نحن الذين بايعوا محمداً

یعنی ہم نے خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے اپنے آپ کو محمد کے ہاتھ بیچ دیا ہے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پیٹ پر پتھر

گزارے بیس دن اور بیس راتیں اس مشقت میں
رخ شامی پہ خندق کھود لی ارباب ہمت نے
مگر اک مرحلے پر ہو گئی حائل چٹان ایسی
اسے کوئی بشر توڑے کسی میں تھی نہ جان ایسی
لگائی ضرب ہراک نے ہراک نے پھاڑا مارا
مگر یہ سنگ دل پتھر نہ ہارا ' ہر کوئی ہارا
لگا کر ضرب پتھر پر جوان و پیر سب ہارے
پیہر کی طرف تکتے لگے اللہ کے پیارے
گزارش کی یہ پتھر ہو گیا ہے کام میں حائل
غلامانِ نبی کی قوتیں ہیں بھوک سے زائل
کیا نظارہ حسنِ صابری کا چشم شاہد نے
کہ پتھر باندھ رکھا تھا شکم پر ہر مجاہد نے
تبسم لب پہ آیا اور شکم سے پیر ہن سر کا
ہوا آئینہ سب پر حوصلہ صبرِ پیہر کا
عجب عالم نظر آئے یہاں فاقہ گزاری کے
کہ دو پتھر بندھے تھے پیٹ پر محبوبِ باری کے
کئی دن سے میسر تھا نہ کچھ جز آب حضرت کو
کسی نے بھی نہ پایا تھا مگر بے تاب حضرت کو

(باقی حاشیہ گزشتہ صفحے سے) اور کبھی آپ اور صحابہؓ مل کر عبداللہ بن رواحہؓ انصاری کے یہ اشعار پڑھتے۔

و لا تصدقنا ولا صلینا

اللهم لولا انت ما اھتدینا

و ثبت الاقدام ان لا قینا

لنزلن سکینۃ علینا

اذا اردو والفتنۃ ابینا

ان الالی قد بھو علینا

یعنی یا اللہ اگر تیرا فضل نہ ہوتا تو ہمیں ہدایت نہ ملتی اور ہم صدقہ و خیرات کرنے اور تیرے عبادت کرنے کے قابل نہ بنتے یا اللہ جب تو نے اس حد تک پہنچا دیا ہے تو اب مصیبت کے وقت ہمارے دلوں کو سکینت عطا فرما اگر دشمن سے مقابلہ ہو تو ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ یا اللہ تو جانتا ہے کہ یہ لوگ ناحق طور پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور ان کا ارادہ ہمیں دین سے پھیر دینے کا ہے مگر تیرے فضل سے ہمارا یہ حال کہ ہم ان کی تدبیروں کو ٹھکراتے ہیں اور ان کے فتنہ میں شامل ہونے سے انکاری ہیں روایت ہے کہ آخری مصرعہ پر آنحضرت کی آواز بلند ہو جاتی تھی اور مصرعہ کو دہراتے بھی تھے۔ (سیرت)

۲. ایک پتھر خندق کی کھدائی میں ایسا حائل ہو گیا جو کسی کے کانٹے نہ کٹ سکا۔ اور صحابہؓ کا یہ حال تھا کہ وہ اس وقت مسلسل تین دن کے فاقے سے نڈھال تھے جب پتھر کی طرح نہ ٹوٹ سکا تو آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی معذوری اور ضعف بیان کیا۔

۳. ہر ایک نے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا۔

۴. اس وقت محبوبِ خدا نے شکم مبارک پر دو پتھر باندھ رکھے تھے اور آپؐ کئی روز سے بھوکے تھے (بخاری)

ضربِ محمدؐ

اڑھا دی چادرِ حیرت فلک پر اس نظارے نے
زبانِ پاک سے اللہ اکبر کی صدا نکلی
ضیا ایسی کہ چمکے جس سے دامن کو ہساروں کے
مرقعِ قصر ہائے احمرینِ شام کا پایا
لگائی دوسری اک ضرب جب اللہ والے نے
اُجالے میں جھلک تھی فارس کے قصرِ مدائن کی
پڑی ضربِ سوم سنگین چٹان اب پارہ پارہ تھی
نظر خیرہ ہوئی اس مرتبہ بھی وہ چمک دیکھی
یہ نظارے فتوحاتِ ممالک کے اشارے تھے
لیا دستِ مبارک میں کدال اللہ کے پیارے نے
لگائی ایک ضرب ایسی کہ پتھر سے ضیا نکلی
کھلے اہلِ نظر پر باب کچھ رنگیں نظاروں کے
اشارا اہلِ دیں نے غلبۂ اسلام کا پایا
دکھایا اک نیا منظرِ مقدر کے اُجالے نے
یہ ضربِ دستِ حق کنجی تھی کسرائی خزائن کی
نبیؐ کے ہاتھ کی قوت جہاں میں آشکارا تھی
یمن کا ملک دیکھا شہرِ صنعا کی جھلک دیکھی
نبیؐ کے ہاتھ نے سب کام امت کے سنوارے تھے

۱۔ آپؐ نے کدال ہاتھ میں لیا اور اس مقام پر تشریف لائے آپؐ نے باوجود تین دن کے فاقے کے اللہ اکبر کہہ کر پتھر پر تین ضربیں لگائیں اور پتھر پارہ پارہ ہو گیا۔ (بخاری کتاب المغاری حالات غزوہ خندق)

۲۔ ضربِ اول پر پتھر سے ایک شعلہ نکلا اور آپؐ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ اور فرمایا مجھے مملکتِ شام کی کنجیاں دی گئی ہیں اور خدا کی قسم اس وقت شام کے سرخ محلات میری نظر کے سامنے ہیں (فتح الباری)

۳۔ دوسری ضرب پر پھر شعلہ نکلا اور آپؐ نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا اور آپؐ نے فرمایا ملکِ فارس مجھے دیا گیا ہے۔ اور مدائن کے سفید محل نظر آ رہے ہیں۔ (فتح الباری)

۴۔ تیسری ضرب پر پھر شعلہ نکلا آپؐ نے پھر اللہ اکبر کہا اور فرمایا: مجھے یمن کی کنجیاں بھی دی گئیں اور خدا کی قسم صنعا کے دروازے مجھے اس وقت دکھائے جا رہے ہیں اس ضرب پر پتھر بالکل ٹکٹہ ہو گیا۔ (فتح الباری)

۵۔ ہادیِ اسلام نے صحابہؓ کو مختلف دستوں پر تقسیم کیا خندق کے مختلف حصوں پر ان کو متعین کیا پہرے بٹھائے اور مدینہ کے دوسرے اطراف میں مناسب مقامات پر نگرانی اور حفاظت کے لیے دستے مقرر کئے (ابن سعد و زرقانی)

لشکرِ کفار کی آمد آمد

پہلوانانِ عرب کا ورود

بصد محنت ہوئی تیار خندق بابِ شامی پر
مناسب خدمتیں وارد ہوئیں مردانِ نامی پر
ادھر سے کفر کا اُمڈا ہوا سیلاب آ پہنچا
عرب کا اجتماعی لشکرِ احزاب آ پہنچا
ادھر نامِ خدا تھا اور نبیؐ کے چند پروانے
ادھر دھاوا کیا تھا آج گویا ساری دُنیا نے
ادھر افواج و شوکت کا یہ طوفانِ عظیم اُشان
ادھر کمزور بے سماں نہتے فاقہ کش انسان
وہ سب ڈاکو ہلاکو موٹے موٹے گاؤں میں ایسے
ہزار افراد کا اک جیش اور چوبیس جیش ایسے
وہ چڑھ کر آئے تھے آدم کے ان نادار بیٹوں پر
جوسب تھے فاقہ کش پتھر بندھے تھے جن کے پیٹوں پر
مسلمانوں کی جمعیت ہزار افراد کی گنتی تھی
اور اس تعداد میں بھی بیشتر زہاد کی گنتی تھی
ہزار افراد میں ایزاد یثرب کے منافق بھی تھے
کہ ہر دم ساتھ رہتا تھا یہ حزبِ ناموافق بھی
نظر آئیں جو فوجیں دشمنوں کی دُور سے ان کو
تو سو جھی بھاگنے کی خطہٴ محصور سے ان کو

۱۔ بیس روز کی محنت شاقہ اور رات دن کی مشقت سے ایک ہزار آدمی نے اس خندق کو کھودا تھا اس کھدائی کے ختم ہوتے ہی لشکرِ کفار نمودار ہو گیا۔ (ابن ہشام)

۲۔ کفار عرب کے متفقہ لشکروں کے تعداد چوبیس ہزار جنگی آدمیوں پر مشتمل تھا اور ہزار ہزار آدمی کا ایک جیش تھا ایسے چوبیس جیش تھے (دیکھو فتح الباری اور تاریخ العمران)

۳۔ مسلمان صرف ایک ہزار تھے اور ان میں بھی زیادہ تر عابد زہاد اور کمزور لوگ تھے جو بھوک اور فاقے سے نڈھال تھے۔ (رشاد الحکمت)

۴۔ منافقین بھی پہلے پہلے شامل مجاہدین تھے لیکن جب انہوں نے کفار کو دیکھا تو اپنے گمروں کی حفاظت کا بہانہ بنا کر چلتے بنے۔ (تاریخ العمران)

خندق کے آر پار

مگر خندق پر آ کر رُک گیا سیلاب دشمن کا مسلمان دیکھتے تھے جوش و پُچ و تاب دشمن کلا
لگے شور و شغب کرنے سبھی شوریدہ غوغائی یہ پہلی منہ کی کھائی کافروں نے دیکھ کر کھائی
چلے گھوڑے کد آنے شہسوار اس پار جانے کو بڑھے اللہ کے بندے انہیں پیچھے ہٹانے کو
جدھر بڑھتے تھے اُن پر پتھروں کا مینہ برستا تھا کہ حملے کا فقط کھائی پھند آنے ہی سے رستہ تھا

احزابِ عرب کی چھاؤنی

بالآخر ہٹ گئیں پیچھے یم احزاب کی موجیں گزرنے پائیں خندق سے نہ اس سیلاب کی موجیں
لگائے حملہ آور لشکروں نے ہر طرف خیمے مسلمان ایک جانب تین جانب صف بصف خیمے
فقط دارالاماں کا باب وا تھا اہل ایماں پر یہ احسانِ محمد مصطفیٰ تھا اہل ایماں پر
مدینہ اس طرح محصور تھا افواج کے اندر جزیرہ جس طرح ہو قلزمِ مواج کے اندر

۱۔ سب سے پہلے ابوسفیان فوجوں کو اُحد کی طرف لے گیا وہاں کھائی دیکھی تو شامی رُخ سے حملے کے لیے بڑھا لیکن خندق کو راہ میں حائل دیکھ کر کفار کی فوجیں حیران و ششدر کھڑی رہ گئیں۔ (دیکھو ابن سعد و زرقانی)

۲۔ خندق کو حائل دیکھ کر بعض شہسواروں نے گھوڑے کد کر خندق فرار کرنے کی ٹھان لی مگر ادھر سے صحابہ نے پتھروں کی بوچھاڑ شروع کر دی اور ان کو دور ہٹا دیا۔ (ابن سعد)

۳۔ خندق کے حائل ہونے پر پہلے تو بہت شور و غل ہوا آخر کفار نے سامنے کھلے میدان میں ڈیرے ڈال دیئے اس طرح کہ خندق کے اس طرف مسلمانوں کی جمعیت تھی اور تین طرف خندق یعنی مسلمان محصور تھے۔ (تاریخ العبران)

۴۔ آنحضرتؐ اور صحابہؓ کی جمعیت شہر اور خندق کے درمیان متمکن تھی سلع کی پہاڑی عقب میں تھی (طبری)

کفار کے جوش اور یہود

تیلیٹ میں اُحد کی تھا بنی غطفان کا ڈیرا۔ وہاں تینوں طرف سے تھا قبائل کا بڑا گھیرا
قریشی فوج کا ڈیرا میانِ جرف و غاودہ تھا یہودی قوم کا لشکر قبائل کے علاوہ تھا
سلام اور حییٰ اخطب سرغنہ تھے ان لعینوں کے یہ ساہوکار تھے سب کے یہ مالک تھے خزینوں کے

قبیلہ قریظہ کی بغاوت

مدینے میں فقط اب اک قریظہ کا قبیلہ تھا ابھی پوشیدہ اہل حق سے جس کا مکرو حیلہ تھا
رسول اللہ نے ان پر کئے تھے بے شمار احسان طرح دیتے تھے ہر لغزش پر ان کو ہادی دوراں
مگر اب حییٰ اخطب نے انہیں بھی آ کے بہکایا مسلمانوں کا مل کر خاتمہ کر دو یہ سمجھایا
قریظہ بھی اگر ان لشکروں میں آ کے مل جائے تو شیطان کا یہ گلزارِ جہنم اور کھل جائے
شریکِ جنگ ہونے ہی میں ہے مضمر مفاد اپنا عرب کے ہر قبیلے پر جسے گا اعتماد اپنا
یہ کعب ابن اسد کے پاس پہنچا صورتِ شیطان کہا دیکھو میں لے آیا ہوں کتنا تند خو طوفاں

۱۔ اُحد کی جانب بنی غطفان کی فوجوں نے چھاؤنی قائم کی اور خندق کے اُس پار قبائل کے دوسرے لشکروں نے بھی مدینے کو تقریباً گھیرے میں لے لیا۔

۲۔ قریش مقامِ جرف و غاودہ کے درمیان اترتے تھے لشکرِ احزاب کے علاوہ یہود خیر بھی ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ (تاریخ العمران)

۳۔ سلام بن مشکم اور حییٰ بن اخطب یہودوں کے رئیس تھے ان کے قبائل کو آنحضرتؐ نے مدینے سے بدر فرما دیا تھا (زرقاتی)

۴۔ قبیلہ قریظہ یہودی کے یثربی قبائل میں سے تھا اور آنحضرتؐ نے اس پر بہت سے احسان فرمائے تھے حتیٰ کہ دوسرے قبائل یہود کے نکالتے وقت بھی ان کو مدینے میں رہنے کی عام اجازت تھی (رشاد الحکمتہ)

۵۔ بنو نضیر کا رئیس حییٰ بن اخطب رات کی تاریکی میں بنو قریظہ کے پاس پہنچا اور ان کے رؤسا سے ملا اور کہا کہ دیکھو میں کتنا بڑا طوفان اکٹھا کر کے مسلمانوں کے لیے لایا ہوں اب محمدؐ اور اُمّت محمدؐ کا پتہ بھی نہ چلے گا کہ کبھی روئے زمین پر یہ لوگ بھی بسنے تھے۔ (تاریخ العمران)

ہم آئے ہیں نئے مذہب کا استیصال کرنے کو ہمیں اسلام نے یثرب کی منڈی سے نکالا ہے کھلی ہیں عامیوں کے واسطے بہبود کی راہیں مساوات و اخوت، قرض احسن اور ہمدردی تو دنیا بھر میں گویا خاتمہ ہے ساہوکاری کا ہماری کاروباری کوٹھیاں سنسان ہو جائیں یہودی قوم یہ صورت نہیں برداشت کر سکتی ہمارا کاروبار سود ہی جاتا رہا ہم سے جو امت کھیلو، محنت کھیلو، پورا تولو سچ بولو یہ ساری اصطلاحیں عامیوں کو شاد کرتی ہیں ہمارے کارخانے کوٹھیاں آخر چلیں کیسے بھلا سچ بولنے سے بھی کہیں بیوپار چلتے ہیں اگر ہم کاروباری پورا تولیں اور سچ بولیں اسی صورت اگر تبلیغ اسلامی رہی جاری ابھی اہل عرب ہیں بے خبر ایسے اصولوں سے ابھی ہے ان کی سرداروں کو فخر شخصی و ذاتی ابھی ان بت پرستوں کو خدا کے نام سے ضد ہے شعور ان کا ابھی سنگین بتوں کی طرح جامد ہے

بحال اپنا یہودی دولت و اقبال کرنے کو ہماری کاروباری زندگی پر ہاتھ ڈالا ہے پڑی ہیں سخت خطرے میں ہمارے سود کی راہیں مسلمانوں نے انسانی دماغوں میں اگر بھردی یہودی قوم کیسے مان لے جینا بھکاری کا زر و املاک پر قابض یہ عام انسان ہو جائیں بغیر جنگ اب حالت نہیں ہرگز سدھر سکتی تو ہم کو فائدہ؟ اصلاح فرزند ان آدم سے کرو احسان، ہاتھ اپنے بیاج اور سود سے دھولو ہماری ساکھ اٹھتی ہے ہمیں برباد کرتی ہیں اگر پیسہ نہ ہاتھ آئے تو ہم پھولیں پھلیں کیسے برابر تولنے سے بھی یہ کاروبار چلتے ہیں تو سب فاقے کریں پیغمبری کی راہ پر ہو لیں تو اس کے صاف معنی ہیں ہماری ذلت و خواری ابھی ہم کام لے سکتے ہیں جاہل بوالفضولوں سے مساوات و اخوت میں انہیں لذت نہیں آتی سمجھ سکتے نہیں، معبود لاکھوں ہیں کہ واحد ہے ابھی ہر ایک اپنے باپ دادا کا مقلد ہے

کئے ہیں جمع یہ جنات ہم نے کونے کونے سے
عرب بھر میں لیا ہے کام ہم نے چاندی سونے سے
یہ اک سیلاب آتش ہے جسے خود جا کے لائے ہیں
غضب کا تاؤ دے کر لائے ہیں بھڑکا کے لائے ہیں
محمدؐ اور محمدؐ کے صحابہ اور یہ بستی
بغیر معجزہ تو اب نہ ہوں گے برسرِ ہستی
تم اے آلِ قریش اس پرانے ڈھونگ کو چھوڑو
کہاں کا عہد وہد اس عہد کو اس وہد کو توڑو
مسلمانوں کے مٹنے ہی سے اپنا وارا نیارا ہے

ہمارا ساتھ دو، چپ مت رہو اس میں خسار ہے

یہ کعب ابنِ اسد سردار تھا آلِ قریش کا
اسے احساس تھا پہلے تو اشکالِ قریش کا
مگر تھا سامری سے بڑھ کے جادوچی اخطبؓ کا
ادھر قصاب ادھر گوسالہ تھا روحِ مذہب کا
بغاوت پر ہوا آمادہ کعب ابنِ اسد آخر
نقاب اترا تو ننگا ہو گیا روئے بد آخر
لگادی آگ جب بارود کو ناری فیتلے سے
تو سارے عہد و پیاں توڑ ڈالے اس قبیلے نے

یہودی قوم کی عہد شکنی نئی نہ تھی

یہودی لوگ خود کو دیندار انسان کہتے تھے
خدا کے دوسرے بندوں کو بے ایمان کہتے تھے
انہیں دعویٰ تھا ہم ہیں پیروانِ موسیٰؑ عمراں
ہمارے مذہبی معمول ہیں تورات کے فرماں

۱۔ کعب ابنِ اسد قبیلہ بنو قریش کے سردار نے پہلے تو غور کیا کہ محمدؐ اور اُمّیہ محمدؐ کے ہم پر بڑے احسان ہیں لیکن پھر مان گیا اور بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

۲۔ جی نے کہا: فوجیں مسلمانوں کو ملیا میٹ کئے بغیر بھاگ نہیں جائیں گی اور اگر تم نے اپنے آپ کو باقی کے عرب کے خلاف ثابت کیا تو گویا تم پھر ہمیشہ کے لیے ڈوب گئے (رشادِ الحکمۃ)

۳۔ جی بن خطیب رئیس یہود بنو قریظہ کو کفار کے ساتھ ملنے پر پوری طرح آمادہ کر لیا حالانکہ بنو قریظہ پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انصار مدینہ کے ہزاروں احسان تھے اور حالانکہ اس قبیلہ نے مسلمانوں سے معاہدہ کر رکھا تھا کہ وہ کبھی ان کے خلاف کچھ نہ کریں گے۔ (رشادِ الحکمۃ)

انہیں غرہ تھا فرزند ان ابراہیمؑ ہونے کا
عمل ان کے مگر تورات کے یکسر مخالف تھے
انہیں ختم الرسل نے طرح دی تھی، رحم کھایا تھا
مدارات ان کی فرمائی تھی عزت ان کو بخشی تھی
ادھر تھی ان کے بارے میں عطا پاشی خطا پوشی
کیا تھا عہد ان لوگوں نے سرکار نبوت سے
مگر یہ قوم چلتی ہی گئی راہِ تباہی پر
نگاہیں پھیر لیں کچھ اس طرح اپنے حلیفوں سے
یہ تازہ عہد شکنی کیا تھی اک کہنہ سرشت ان کی
ہو اثابت کہ اب آغاز کا انجام آپہنچا

۱۔ فَمَا نَقْضُهُمْ مِثْقَاهُمْ لَعْنَهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَسِيَةً
يَحَرُّونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ
وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَاعْفُ
عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ط ان الله يحب المحسنين (المائدہ)

۲۔ عن ابن عمر ان يهو بنی النضير وقريظه حاربوا رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم فاحل رسول الله صلى الله
عليه وآله وسلم بنی النضير
(اقر قريظه ومن عليهم)

مگر یہ زر کے پتلے پوجتے تھے بیل سونے کا
یہ اپنے لعنتی اوصاف سے کچھ خوب واقف تھے
انہیں سمجھائی تھی تورات، قرآن بھی سنایا تھا
مروت ان سے کی تھی اور مہلت ان کی بخشی تھی
ابھر تھی اس مہاجن قوم کی احساں فراموشی
رہیں گے مجتنب ہم مشرکوں کے ساتھ شرکت سے
یہ چل کر آپ آئی منزلِ قہر الہی پر
چلے جس طرح قرم ساق کترا کر شریفوں سے
نہیں تھی قابلِ اصلاح گویا خوئے زشت ان کی
ہمیشہ کے لیے پاداش کا ہنگام آپہنچا

تو ان لوگوں کے عہد توڑ دینے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی۔ اور ان
کے دل سخت کرائے گئے یہ لوگ کلمات (تورات) کو اپنے مقامات سے
بدل دیتے ہیں اور جن باتوں کی تلقین ان کو کی گئی تھی ان کا بھی ایک حصہ
فراموش کر بیٹھے ہیں اور تھوڑے سے آدمیوں کے سوا ہمیشہ ان کی خیانت
کی خبر پاتے رہتے ہو تو ان کو معاف کر دو اور درگزر کرو کہ خدا احسان کرنے
والوں کو دوست رکھتا ہے

ابن عمر ان سے روایت ہے کہ بنی نضیر اور قریظہ کے یہود نے آنحضرتؐ سے
لڑائی کی تو آپؐ نے بنی نضیر کو نکال دیا اور قریظہ کو رہنے دیا تھا اور ان پر
احسان کیا (صحیح مسلم)

نبی کریم یہود کو آخری فہمائش کرتے ہیں

نبوت نے نہ چاہا اس خبر کا مشتہر ہونا مدینے میں نہ تھا مطلوب تخم بے دلی بونلا
 نہایت ساعت نازک تھی یہ ایمانداروں پر مدینے بھر کی آبادی تھی تلواروں کی دھاروں پر
 بلایا آپ نے ابنِ معاذ بن عبادہ کو زبیرؓ اور چند انصارِ فہیم و خوش ارادہ کو
 کہا اس قوم بداندیش کو تم جا کے سمجھاؤ اگر ممکن ہو ان بھٹکے ہوؤں کو راہ پر لاؤ
 کہ شاید دوران سے کفر کا جلاب ہو جائے کلیم اللہ کی اُمت ہدایت یاب ہو جائے
 نہ سمجھیں تو سمجھ جاؤ کہ ان کے دل میں کینہ ہے خدا پر چھوڑ دو ان کو خدا دانا و بینا ہے
 اگر باغی ہوئے تو اپنی ہستی خود مثالیں گے خدا سے کیفرِ کردار اپنا جلد پالیں گے
 وبال انسان پر سے خود بخود کب دور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے

عہد شکن یہود کا ثمر د

جونہی سعد بن پہنچے قلعہ آلِ قریظہ پر ہوا ان کو تنبہ ہر طرح حالِ قریظہ پر
 دلائے یاد سب قول و قرار و عہد و پیاں بھی مسلمانوں کی شفقت بھی رسول اللہ کے احساں بھی
 مگر یہ لوگ ان دونوں سے گستاخانہ پیش آئے نہایت بے رُخی دکھلائی اور بیگانہ پیش آئے
 کہا ہم کو نہیں معلوم ہوتی ہیں وفائیں کیا! محمد کون ہیں اور عہد و پیاں ہیں بلائیں کیا! ۱

۱۔ آنحضرتؐ کو یہ حال معلوم ہوا تو تحقیق اور اتمامِ حجت کے لیے سعد ابنِ معاذ اور سعد بن عبادہؓ کو بھیجا اور فرمایا کہ اگر درحقیقت بنو قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے تو وہاں سے آکر اس خبر کو ہم لفظوں میں بیان کرنا تاکہ لوگوں میں بے دلی نہ پھیلنے پائے۔ (دیکھو سیرت)

۲۔ حضرت زبیر ابنِ العلوٰم کو آپؐ نے دو تین مرتبہ تحقیق کے لیے بھیجا جب تحقیق ہو گئی تو سعد بن کو بطور وفادار نہ فرمایا۔ (تاریخ العمران)

۳۔ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہؓ ان لوگوں کے پاس پہنچے اور ان کے کہیں کعب بن سعد سے ملے تو وہ نہایت تردد اور گستاخی سے پیش آیا صاحب نے معاہدہ یاد دلایا تو یہود بگڑ کر بولے کہ ہم نہ معاہدے کو جانتے ہیں نہ محمدؐ کو پہچانتے ہیں ہم اپنے فعل کے عقار ہیں جس طرح چاہے کریں گے۔ (ابن ہشام)

ہمیں ہے کام اپنے نفع سے اپنی ضرورت سے ہم اپنے فعل کے مختار ہیں ہر ایک صورت سے

اس نئے خطرے کی تصدیق اور نبوت کے انتظامات

یہودی قوم کے اندازیوں بدلے ہوئے پائے تو اصحابِ نبی خاموش خندق پر پلٹ آئے
رسول اللہ کی خدمت میں آ کر عرض گزارانی کہ غداری پہ مائل ہو چکے ہیں جو کہ بانی
مدینے میں ضعیف افراد بچے عورتیں سب ہیں مدینے میں منافق بھی ہیں دل جن کے مذبذب ہیں
قریظہ واقعی غدار ہیں ان سے ہے اندیشہ مبادا عورتوں پر حملہ آور ہوں جفا پیشہ
مسلمانوں کا اندیشہ نبیؐ نے دور فرمایا طلایہ تین سو جانباز کا مامور فرمایا
کہا گرداوری کرتے رہو ہر سو مدینے میں کہیں رخنہ نہ آنے دو حفاظت کے قرینے میں

خندق پر اسلوبِ جنگ

یہ سارے انتظام آساں نہ تھے دورانِ محصوری کہ اہلِ نار کے نرغے میں تھی یہ امتِ نوری
بہر سو دل کے دل کفار ناہنجار چھائے تھے بہت تھے معرکہ آرا بہت ڈیرے جمائے تھے
لبِ خندق تک آتے شور کرتے تیر برساتے جواب اسلام سے ملتا تو پھر واپس پلٹ جاتے
مگر تھی حملہ آور اس قدر تعداد دشمن کی کہ رہتی تھی سحر سے شام تک بیداد دشمن کی

۱۔ جب یہود نے عہد شکنی کی تو حی اخطب نے قریش اور غطفان کو ابھارا کہ یہودوں کی سمت سے خاص مدینہ پر جہاں مسلمانوں کے گھر اور ہال بچے تھے
حملہ کر دیں مسلمانوں کو یہ حال معلوم ہوا تو عورتوں اور بچوں کی وجہ سے سخت تشویش میں پڑے گئے بعض انصار خندق سے ہٹ گئے اور اپنے گھروں کو
بچانے کی فکر میں چلے گئے۔ ان میں زیادہ تر منافقین تھے (سیرت النبیؐ)

۲۔ آنحضرتؐ سے آ کر جب صحابہؓ نے یہ تمام روئداد بیان کی اور مدینے کے ضعفاء کی طرف سے خدشات بیان کئے گئے تو آپؐ نے زید بن حارثہ کو
تین سو جوان مردوں سے روانہ کیا تاکہ پچاس پچاس دستے ہر وقت مدینے میں گرداوری کرتے رہیں اور اہل و عیال پر کسی کو حملہ آور نہ ہونے
دیں۔ (تاریخ ارض مقدس)

قبائل کے جنود قاہرہ غصے میں دیوانے
 ادھر سے غازیان فی سبیل اللہ جرأت سے
 سحر سے شام تک دو تین دن تھی جنگ معمولی
 ابوسفیاں سپہ سالارِ اعظم تھا قبائل کا
 قبائل کے سبھی سردار تھے اس کی معیت میں
 مدینہ سامنے تھا اور یہ کچھ کر نہ سکتے تھے
 یہ قاتل مشورت کرتے رہے دو تین دن باہم
 مؤذن نے کیا اعلان ادھر اللہ اکبر کا
 جھپٹتے تھے مسلمانوں کی جانب برچھیاں تانے
 ہنکادیتے تھے اس کثرت کو اپنے ذوقِ وحدت سے
 ہراول کے جوانوں کا بظاہر شغلِ مشغولی
 اسے حل سوچنا تھا راہ کے اس سنگِ حائل کا
 مسلمانوں کا قتل عام تھا ان سب کی نیت میں
 غنیمت دیکھتے تھے اور جھولی بھر نہ سکتے تھے
 یہ طے پایا کہ لشکر جمع ہو کر پل پڑے اک دم
 ادھر شیطان نے پیٹا ڈھول حیوانوں کے لشکر کا

کفار کے اتحادی لشکروں کا بے پناہ دھاوا

نمازیں بھی ادا کرنے نہ پائے تھے ابھی غازی
 کیا حملہ قیامت کا جیوشِ حملہ آور نے
 پرے گھوڑوں کے دل دھرتی کا دھڑکاتے ہوئے آئے
 رجز کا شور، نقاروں کی کڑکڑ، ڈھول کی ڈھم ڈھم
 ڈپٹ تھی، شور و شر تھا، نعرے تھے، ہنگامہ خیزی تھی
 کہ سر پر آ گیا وقتِ جہاد و سعی و جانبازی
 فضا میں ڈال دی ہلچل سواروں کے نگار نے
 پیادے دور ہی سے تیر برساتے ہوئے آئے
 قبائل کے بتوں کی بیرقیں شیطان کے پرچم
 سڑا سڑا دمبدم کوڑوں کی تھی، گھوڑوں کی تیزی تھی

۱۔ قبائل کے متحدہ لشکروں نے خندق کو مزاحم پا کر خیمے لگائے تھے ان کے دستے ہر روز خندق پر حملہ آور ہوتے تھے مگر مسلمانوں کو مستعد پا کر واپس ہو جاتے تھے۔ (دیکھو طبری)

۲۔ ایک دن سردارانِ قریش نے فیصلہ کیا کہ خندق کئی جگہ سے تنگ ہے، مسلمانوں پر ایک متحدہ حملہ کر کے سوار گھوڑے کدرا کر خندق کے پار اتریں اور ان کے پیچھے سارا لشکر جا پڑے۔ (تاریخ العران)

سرِ خندق مگر ہر ایک دستہ رک گیا ان کا
منظم تھے مجاہد بھی محمدؐ کی قیادت میں
قبائل کو توقع تھی مسلمان بھاگ جائیں گے
اگر ٹھہرے تو اس سیلاب میں بہ جائیں گے سارے
ہزاروں کے مقابل چند سو جانوں کی ہستی کیا
مگر خندق نے کھنڈت ڈال دی ان کی امنگوں میں
مسلمان یوں ڈٹے تھے لشکرِ احزاب کے آگے
کماندارانِ اسلامی نے تاکا جب نشانوں کو
یہ ناوک تھے کہ تارے آسمانوں سے اتر آئے
گرے اسوار گھوڑوں سے گھسے گھوڑے پیادوں میں
بہت تیار ہو کر آئے تھے یہ خونِ ناحق پر
خروشِ اولیں دھیمہ تھا اب اس سورمائی کا
ارادوں میں مغل ہر مرتبہ کھائی کو جب پایا
سنایا حکم ابوسفیان نے تیر انداز دستوں کو

۱۔ آنحضرتؐ نے اپنی مختصری جماعت کو خود ترتیب دیا تھا اور چھوٹے چھوٹے دستے مقرر فرمائے تھے جو ہر مقام پر حملہ آوروں کو تیروں اور پتھروں سے روکتے تھے۔ (تاریخ العرمان)

۲۔ قبائل عرب نے کبھی اس سے پہلے اس قسم کی خندق کے مقابل لڑائی نہ لڑی تھی یہ ان کے لیے بالکل نئی بات تھی (رشادِ اکملہ)
۳۔ ابوسفیان نے حکم دیا کہ ہر جگہ سے تیر برساؤ اور پتھر پھینکو مسلمان بہت تھوڑے ہیں یا تو مغرب و مجروح ہو جائیں گے۔ یا تھک کر دفاع سے ہاتھ اٹھا لیں گے۔ (تاریخ العرمان)

بڑے ضدی سہی، لیکن کہاں تک مار کھائیں گے
مسلل پتھروں کا مینہ بھی ان لوگوں پر برساؤ
کرو ترکیب سے خندق کے ہر پہلو پہ دھاوا بھی
کوئی تدبیر ہم اتنے میں کھائی کی بھی کرتے ہیں
یہ تم کو دو گھڑی تکلیف دیتے ہیں تو دینے دو
تمہارا کام بھی یہ ہے کہ چین ان کو نہ لینے دو

تھکا دو ان کو جب تھک جائیں گے ہتھیار ڈالیں گے

اسی خندق میں پھر ان کو دبا کر مار ڈالیں گے

مسلل حملے، مسلل مدافعت

بہ عجلت لشکر کفار نے ترتیب کو بدلا
سپہ سالار کے احکام کی تعمیل ہوتی تھی
ادھر حق تھا سر خندق ادھر باطل کی فوجیں تھیں
قبائل ہر طرف سے کر رہے تھے تیر اندازی
شریف انسان دب کر بیٹھ جاتے کیوں شریروں سے
چٹانوں ۛ اور تو دووں نے مہیا کیں کمیں گاہیں
ادھر سے بے تحاشا بے نشانہ تیر گرتے تھے
نئے انداز کے دھاوے کئے ترکیب کو بدلا
ہوا کے دوش پر اب موت کی ترسیل ہوتی تھی
دو جانب سے ہوا میں پتھروں تیروں کی موجیں تھیں
کماندارانِ اسلامی بھی تھے مصروفِ جانبازی
جواب تیر ادھر سے بھی دیا جاتا تھا تیروں سے
سکھائیں جنگ نے خود ہی دفاع جنگ کی راہیں
بدستِ حق یہی باطل کے دامن گیر پھرتے تھے

۱۔ ابوسفیان کا ارادہ تھا کہ مسلمان ذرا بھی غافل ہوں تو خندق کو بھر دیا جائے یا کسی جگہ پل بنادیا جائے۔ لیکن ممکن نہ ہو سکا۔ (رشاد الحکمۃ)

۲۔ مسلمان تیر انداز خندق سے نکلے ہوئی مٹی کے تو دوں کے بڑے بڑے پتھروں کی آڑ سے مسلل تیر چلاتے تھے۔ (تاریخ العمران)

۳۔ کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی اور بے تحاشا تیروں کی بارش کرتے جارہے تھے یہ تیر خالی جاتے تھے مسلمان کسی نہ کسی طرح ان کو اٹھالیتے اور ان تیروں کو دشمن پر چلاتے۔ (تاریخ العمران)

اُدھر سے تھی فلاخن کے پروں سے سنگ اندازی جوابِ سنگ بھی سنگین دیتے تھے انہیں غازی

ہولناک ہنگامہ

فضاؤں میں تھی فراٹے کی غراٹے کی طغیانی عجب دریا تھا بالائے ہوا تیند اور طوفانی
عجب دریا تھا سنگ و تیر اس دریا کی موجیں تھے تلاطم تھا ہوا میں خاک پر انساں کی فوجیں تھیں
غضب تھی ان گنت پیکانِ سراں کی درخشانی نظارا جس کا مہلک تھا برائے چشمِ انسانی
لپکتے تھے یہ لاتعداد ناوک الہاب آسا بہم ٹکراتے، گر جاتے، لڑھکتے، ٹھوکریں کھاتے
وقواق پتھروں کی اور چٹاچٹ پہلوانوں کی بلا کا شور تھا آنکھوں میں جان آئی تھی کانوں کی

کمانداروں کی زہ زہ اور زہ گیروں کے زنائے

سروں میں سنناتی موت کے سنسان سنائے

چوبیس ہزار کے مقابلے میں ایک ہزار

مجاہد ضابطے سے اور استقلالِ کامل سے تھے محوِ جنگ زور بازو و زورِ اناٹل سے
مسلمانوں کا کوئی تیر بھی خالی نہ جاتا تھا نگاہوں کے اشاروں پر دلوں میں بیٹھ جاتا تھا
بظاہر چند تنکے تھے یہ اس سیلاب کے اندر نظر آتے تھے چکراتے ہوئے گرداب کے اندر
سرِ خندق مجاہد تھے ۱ ہزار افراد کی گنتی یہی غازی مجاہد تھے یہی زہاد کی گنتی

۱۔ یہ بالضرر بیان ہوا کہ تین ہزار جوان و بزرگ کی جمعیت نے آنحضرت کے ساتھ خندق کھودنے میں حصہ لیا تھا لیکن جب اعراب قریش کی فوجیں نمودار ہوئیں تو آپ نے بابِ شامی پر ایک جمعیت رکھ کر باقی لوگوں کو مدینے کے دوسرے اطراف میں (جہاں خندق نہ تھی) فقط مکانات کی دیواریں اور باہرِ نخلستان کی اور پہاڑیاں تھیں) حفاظت اور دفاع کے لیے مامور فرما دیا تھا اس تین ہزار میں منافقین بھی تھے۔ جو بحیلہ و دجل گھروں میں بیٹھ رہے تھے۔ خندق پر آنحضرت کے ساتھ ایک ہزار سے زیادہ آدمی نہ تھے۔ (دیکھو ابنِ ہشام فتح الباری وغیرہ)

مگر ان پر ہزاراں درہزاراں حملہ آور تھے ہزار انسان کیا تھے، خواہ کیسے بھی دلاور تھے
 ادھر چوبیس دستے اور ہر دستہ ہزار انسان ذخیرے اسلحہ کے اور ناؤ نوش کے سامان
 وہاں باقاعدہ آب و خورش تقسیم ہوتا تھا یہاں پتھر شکم پر باندھنا تعلیم ہوتا تھا
 شکم سیری ادھر اس سمت فاقوں پر توکل تھا تقابل خود بھی حیراں تھا کہ کیسا تقابل تھا
 نہیں تھا یہ تقابل باہمی انسان و انسان کا زمیں پر اوٹلیں اک معرکہ تھا کفر و ایماں کا

قائد اسلام اور مجاہدین کا استقلال

ادھر افواج تازہ دم کے تار و پود قائم تھے یہاں اک رشتہ نازک کے راہ پیود قائم تھے
 یہاں ہر فرد مسلم خطہ، محصور کے اندر جہاد و سعی میں تھا حالتِ مخطور * کے اندر
 برستی تھی مسلسل بارش سو فارو سنگ ان پر ہوئی تھی سراٹھا کر دیکھنے کی راہ تنگ ان پر
 ہوا کے اوج پر طوفانِ سنگ و تیر کی لہریں سر تقدیر لہراتی ہوئی تدبیر کی لہریں
 یہاں حملہ وہاں ہلہ، ادھر جھپٹے ادھر لپکے کہاں فرصت قدم ٹھہرے کہیں یا آنکھ ہی جھپکے
 کبھی اس رخ پہ یورش تھی، کبھی اس رخ پہ دھاوا تھا محمد کی قیادت ہی یہاں ملجا و ماویٰ تھا
 فضا بارانِ سنگ و تیر سے تھی گرچہ طوفانی پیہر آپ فرماتا تھا امت کی نگہبانی

۱۔ فتح الباری میں تصریح ہے کہ کفار کی تعداد غزوہ احزاب میں چوبیس ہزار سے زائد تھی۔ (سیرت النبی)

۲۔ آنحضرت اور صحابہ پر تین تین فائے گزر گئے ایک دن صحابہ نے بیتاب ہو کر آنحضرت کے سامنے اپنے حکم کھول کر دکھائے کہ پتھر بندھے ہیں لیکن
 جب آپ نے حکم مبارک کر کو کھولا تو ایک کی بجائے دو پتھر تھے (سیرت النبی بحوالہ ترمذی) (عرب کی عادت تھی کہ سخت بھوک میں پتھر باندھتے تھے جس
 سے کمر جھکنے نہ پاتی تھی)

۳۔ کفار نے جنگ کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ بعض دستے مسلمانوں پر تیر چلاتے اور دوسرے یورش کر کے خندق کے کسی کزور مقام پر آتے اور کوہِ عبور کرنا
 چاہتے اور یہ طریقہ مسلسل جاری رہتا (ابن سعد و بیہقی و ذر قانی) * مخطور خطرناک

مجاہد جا بجا گرتے تھے سنگ و تیر کھا کھا کر محمدؐ باندھتا تھا زخمِ بانسِ نفیسِ آکر
جہاں جس مرحلے پر جو بھی صورت پیش آتی تھی رسول اللہؐ کو امت وہیں موجود پاتی تھی۔

امیدِ نصرتِ حق پر محمدؐ کے سہارے پر
مجاہد تیرتے تھے فرض کے اس تیز دھارے پر

کثرتِ کفر کا شور

زمین و آسمان میں حشرِ سنگ و تیر برپا تھا سرِ خندق بہرُ شورِ دارو گیر برپا تھا
قبائل نے مچا رکھا تھا غوغا اور ہنگامہ فضا میں گونجتا تھا ڈھولِ تاشہ اور دمامہ
پیپے ایک لڈی پڑ رہی تھی جھانجھ بھجتے تھے ہراک دہستے میں نوبت اور نقارے گرجتے تھے
دکھاتے تھے یہ انساں بول کر بولی درندوں کی کہ ہم انساں نہیں، سمجھو ہمیں ٹولی درندوں کی
نکالی جاتی تھیں مونہوں سے ہیبتِ ناک آوازیں کرخت و سخت و سینہ چاک اور شباک* آوازیں
دھاڑیں اور چنگھاڑیں تھیں چیتوں اور شیروں کی بتاتی تھیں کہ ہم مخلوق ہیں گہرے اندھیروں کی
گھنونا شور و شر، ناپاک نعرے، گالیاں، قسمیں غلاظت جمع ہو کر آئی تھی ارضِ مقدس میں

صدائے رنگِ رنگ اٹھتی تھی اس باطل کے لشکر سے

جوابِ اسلام دیتا تھا فقط اللہ اکبر سے

۱۔ آنحضرتؐ ہر جگہ نگرانی فرماتے تھے ہار با زخمی صحابہؓ کے زخم باندھنے میں مدد فرماتے اور آپؐ کو تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ میں ہر دستے کے پاس پہنچتے
دیکھ کر صحابہؓ کی ہمتیں قائم رہتیں۔ (رشادِ اکملہ)

* شباک: سوراخ کرنے والی

قریشی شہسوار خندق پار

اسی عالم میں تاکا ایک مقام تک دشمن نے
 بڑھے کچھ شہسوارانِ عرب سرکردہ و مہتر
 بزرگرمہ ابنِ ابی جہل اک رسالہ تھا
 اسی میں تھے قریشی شہسوارانِ دلاور بھی
 یہ نامی نامور گھوڑوں کو جھپٹاتے ہوئے جھپٹے
 مگر خندق کنارے ٹاپتے ہی رہ گئے گھوڑے
 فقط چاران میں خندق پھاندنے میں کامیاب آئے
 تو خندق پار ہونے کا نکالا ڈھنگ دشمن نے
 کہ ساری فوج میں سمجھے گئے تھے چیدہ و بہتر
 یہ طوفانی رسالہ کافروں میں نام والا تھا
 بڑے سردار بھی کار آزمودہ نام آور بھی
 ہبل اور لات و عزلی کی قسم کھاتے ہوئے جھپٹے
 ہوئی بوچھاڑ تیروں کی تو اسواروں نے منہ موڑے
 مثال ابرگر بے اور مثل برق تاب آئے

چار ہرزہ کار

اگر سارا رسالہ کو ذکر اس پار ہو سکتا
 مگر ہر فرد پر ایسا مسلط خوفِ خندق تھا
 جلو میں شہسواروں کے کوئی کافر نہیں آیا
 یہ چاروں شہسوار احزاب کے مردانِ افضل تھے
 مسلمانوں نے گھیرا دوڑ کر ان شہسواروں کو
 تو شاید دو گھڑی کو غلبہٴ اشرار ہو سکتا
 کہ آنکھیں ڈگمگائی جارہی تھیں اور منہ فق تھا
 بس اب مرگ و اسیری ہے یہ چاروں کو یقین آیا
 ضرار و ابنِ عہدود، جبیرہ اور نوفل تھے
 نظر آئی نہ اب راہِ گریزاں ہرزہ کاروں کو

ابو جہل کے بیٹے مکرّمہ کی کمان میں ایک مضبوط رسالہ تھا جس میں عرب کے نامی گرامی مشہور شہسوار تھے اس رسالے کے سواروں نے خندق کے کنارے ایک تنگ مقام سے گھوڑے ڈپٹنے کا حوصلہ کیا، لیکن رہ گئے فقط چار اسوار خندق کو ذکر اس طرف آئے۔ (طبری)
 (دیکھو سیرت النبی)

ابن عبدود

بہت بیناک ان کا سربراہ بد لگامی تھا یہ کافر عمرو ابن عبدود نامی گرامی تھا
گنا جاتا تھا یہ ظالم ہزار اسوار پر بھاری عرب میں کون تھا جس پر نہ اس کا رعب ہو طاری!
قتل بدر میں اوچھا ساز خم اس نے بھی کھایا تھا اسی شرمندگی کا آج بدلہ لینے آیا تھا
ارادہ اس کا یہ تھا جب رسالہ ساتھ میں ہوگا مسلمانوں کا قتل عام میرے ہاتھ میں ہوگا
مگر اب وہ رسالہ ٹاپتا تھا دور خندق سے یہ خود زغے کے اندر آ پھنسا تھا قدرت حق سے
نظر آئی نہ جب کوئی بھی راہ جنگ مغلوبہ تو سو جھا نعرۂ ہل من مبارز ہی کا منصوبہ

ہزار اسوار کے برابر ایک شہسوار

پکارا جان جاؤ عمرو ابن عبدود میں ہوں ذرا پہچان جاؤ اور کوئی ہے کہ خود میں ہوں
کسی نے یوں نہ دیکھا ہو مگر شہرت سنی ہوگی کہانی کارناموں کی بصد حیرت سنی ہوگی
ہزار اسوار کا اک شہسوار بے بدل ہوں میں مسلمانو سمجھ جاؤ کہ پیغام اجل ہوں میں
میں آیا ہوں کہ شاید تم میں کوئی مرد قابل ہو بجائے سنگباری مجھ سے مردانہ مقابل ہو
لڑے تنہا سے تنہا جو بھی یکہ تاز ہے تم میں نکل آئے اگر ایسا کوئی جانباز ہے تم میں

۱۔ عمرو بن عبدود ایک ہزار اسوار کے برابر سمجھا جاتا تھا جنگ بدر میں زخمی ہو کر واپس گیا تھا قسم کھائی تھی جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لوں گا سر میں تیل نہ ڈالوں گا۔ (دیکھو سیرت النبی)

۲۔ ابن عبدود سب سے آگے بڑھا اور پکارا کوئی ہے جو میرے مقابلے میں آئے (تاریخ العمران)

واحد صدائے شیر خدا

یہ سنتے ہی علی المرتضیٰ نے دی صدا میں ہوں۔
یہ فرما کر جھپٹنا چاہتے تھے جانب دشمن
رسول اللہ نے روکا علیؑ کو اور سمجھایا
وہ کافر پھر پکارا ہے کوئی جو سامنے آئے
نہ بولا اور کوئی شاہِ مرداںؑ نے کہا میں ہوں
نبیؐ نے پھر کہا یہ ابنِ عبدود ہے اے حیدرؑ
بلند آواز سے کافر نے پھر قفلِ دہن کھولا
اُسی شیرِ خدا نے اٹھ کے پھر آواز دی میں ہوں
رسول اللہ نے شفقت سے رکھا ہاتھ شانے پر
کہا بیشک یہ ابنِ عبدود ہے جانتا ہوں میں

صاحبِ ذوالفقار کا جلال

جلالِ ہاشمی اس وقت چہرے سے ہویدا تھا
یہ صورت دیکھ کر مسرور تھا وہ نورِ ربانیؑ
طمانیت کا عہدِ دائمی لولاک نے باندھا
نگاہوں میں وہ گرمی تھی کہ صد خورشید پیدا تھا
جزاک اللہ کہا، اور چوم لی حیدرؑ کی پیشانی
کہ عمامہ علیؑ کے سر پہ دستِ پاک نے باندھا

۱۔ حضرت علیؑ نے آواز دی میں ہوں مگر رسول اللہ نے روکا کہ عمار بن عبدود ہے حضرت علیؑ بیٹھ گئے لیکن عمرو کی آواز کا اور کسی طرف سے جواب نہ آتا تھا
عمردو بارہ پکارا اور پھر دُعا ایک صدا جواب میں تھی (دیکھو سیرت النبیؐ)

۲۔ تیسری مرتبہ جب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ عمرو ہے تو حضرت علیؑ نے عرض کی ہاں میں جانتا ہوں کہ عمرو ہے (سیرت النبیؐ)

۳۔ آپؐ نے اجازت دی خود دست مبارک سے تلواری عتایت کی۔ سر پر عمامہ باندھا (سیرت النبیؐ)

اجازت لے کے شیراللہ کا میدان میں آیا
عجب خاموش گرمی تھی جلالِ شاہ مرداں میں
ہوا کفار کی فوجوں کو سکتہ اس نظارے سے
دو جانب برسرِ خندق جہاں بھی رزم گاہیں تھیں
فضا پر چھا گئی تھی دفعۂ پرہول خاموشی
بڑھے مولا علیؑ اک پروقار اندازِ عالی سے
بہ شانِ سادگی نکلے بصدِ حسنِ مہیب آئے

بہر سوزِ لرزہ سا کفر کے ایوان میں آیا
لرز کر رہ گئے شیروں کے دل گردے نیستاں میں
اسی نقطے پہ آنکھیں جم گئیں اب ہر کنارے سے
وہاں آنکھیں تھیں یا حیرت تھی یا جامد نگاہیں تھیں
کہاں کا شور و شر دمِ سادھ کر بیٹھی تھی سرگوشی
جہاں آرا تھا اطمینان اس شانِ جلالی سے
پیادہ پا چلے ان شہسواروں کے قریب آئے

تین سوال

ادھر تھا عمرو ابن عبدود اسوار گھوڑے پر
علیؑ نے ابنِ عبدود کو دیکھا اور فرمایا
سنا ہے تجھ سے طالب ہو جو کوئی تین کاموں کا
کہا حیرت سے اس نے ہاں یہ دعویٰ ہے مرا سچ ہے
کہا سچ ہے تو میں طالب ہوں تجھ سے تین باتوں کا
مری پہلی طلب ہے یہ کہ تو ایمان والا بن
کہا یہ بات ناممکن ہے ایسا ہو نہیں سکتا

مسح، غرقِ آہن، مستعد تیار گھوڑے پر
کہ تیرا اک بڑا دعویٰ امرے سننے میں ہے آیا
تو کہتا ہے کہ ان تینوں میں تو اک کام کر دے گا
جو میں نے کہہ دیا سچ ہے جو تو نے سن لیا سچ ہے
بہت ہی بیشِ قیمت، نیک خوش آئین باتوں کا
جبیں اپنی درِ حق پر جھکا دے شان والا بن
میں اپنے قلبِ سنگیں میں یہ دانہ بو نہیں سکتا

۱۔ عمرو کا قول تھا کہ دنیا میں اگر مجھ سے کوئی شخص تین باتوں کی درخواست کرے گا تو ایک ضرور قبول کروں گا حضرت علیؑ نے پوچھا کہ کیا واقعی یہ تیرا قول ہے۔

کہا، 'گریہ نہیں تو خیر اس میدان سے ہٹ جا
 کہا، 'یہ کام بھی ہے اندریں حالات ناممکن
 کہا حیدر نے دو باتیں تو میری تو نے رد کر دیں
 اگر ان ہر دو کار نیک کا تجھ کو نہیں یارا
 چلا جا اپنے گھر کو ظالموں کی فوج سے کٹ لجا
 قریشی عورتیں چھیڑیں مجھے، یہ بات ناممکن
 ازل سے تابد رسوائیاں اپنی سند کر دیں
 تو آ میرے مقابل مجھ سے ہواب منکرہ آرا^۱

ابن عبدود کی حیرت اور غضبناکی

علی کی تیسری خواہش پہ سناٹا ہوا طاری
 ربخ ناپاک پر شعلہ بھڑک اٹھا جہنم کا
 غرور پہلوانی چشم و ابرو پر ابھر آیا
 تکبر کی رگ مغرور پر یہ ضرب تھی کاری
 غضب کے جوش میں بگڑا توازن طبع برہم کا
 نکالی میان سے تلوار توسن سے اتر آیا

کافر کا غرور

کہا زیرِ فلک ایسا بھی کوئی مرد ہے غالب
 میں ابن عبدود، اُستاد نامی پہلوانوں کا
 میں وہوں جس سے زہر آب ہے جنگل کے شیروں کا
 ترا کیا نام ہے تو کون ہے او پیکرِ خاکی
 کہا مجھ کو علی کہتے ہیں اک بندہ خدا کا ہوں
 کہ میرے سامنے آ کر ہو مجھ سے جنگ کا طالب
 مری ہیبت سے ہے روپوش رستم داستانوں کا
 شجاعوں کا کشندہ اور قاتل ہوں دلیروں کا
 کہ حدوانتہا سے بڑھ گئی ہے تیری بیباکی^۲
 مرا اتنا ہی دعویٰ ہے کہ خادمِ مصطفیٰ کا ہوں

۱۔ تیسری بات علی نے یہ کہی کہ اچھا آجھ سے معرکہ آرا ہو۔ (سیرت النبی)

۲۔ عمرو بن عبدود حضرت علی کے تیسرے سوال پر ہنسا، کہا مجھ کو اُمید نہ تھی کہ آسمان کے نیچے یہ درخواست بھی میرے سامنے پیش کی جائے گی۔

۳۔ پوچھا تم کون ہو؟ آپ نے نام بتایا اس نے کہا میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا، آپ نے فرمایا: ہاں لیکن میں چاہتا ہوں۔ (سیرت النبی)

تخیر عبدود کو ہو گیا نامِ علیؑ سن کر
 کہا تو ہے ابوطالب کا بیٹا جانتا ہوں میں
 تری ناتجربہ کاری ہے میرے سامنے اڑنا
 ابھی کم عمر ہے تو بھولا بھالا سیدھا سادا ہے
 تو میرے سامنے آیا ہے، قرباں تیری جرأت کے
 زرہ تن پر نہیں تیرے نہ سر پر خود پہنا ہے
 ادھر ٹو ہے کہ بس اک ڈھال اور تلوار لایا ہے
 ادھر میں ہوں کہ سر پر خود بھی تن پر زرہ بھی ہے

فضائے دل میں اک خفت سی تھی ذکرِ جلی سن کر
 بزرگوں کا بھی تیرے مرتبہ پہچانتا ہوں میں
 پلٹ جا اے علیؑ تجھ سے نہیں میں چاہتا لڑنا
 تفاوت دیکھ میں اسوار ہوں اور تو پیادہ ہے
 میں وہ ہوں ملک میں جھنڈے گڑے ہیں میری شہرت کے
 یہ کیا سوچھی تجھے، زندہ نہیں کیا تجھ کو رہنا ہے؟
 مجھ ایسے گرگِ باراں دیدہ سے لڑنے کو آیا ہے
 مبادا زخم کھا جاؤں، مری اس پر نگہ بھی ہے

مومن غیور

علیؑ کچھ مُسکرائے اور متانت سے یہ فرمایا
 تری باتیں ہیں ساری بر بنائے قوتِ ارضی
 نہ کچھ تقریر کرنا، نے جھگڑنا چاہتا ہوں میں
 مجھے فرصت نہیں، کوشش نہ کر باتیں بنانے کی

کہ تُو نے کہہ دیا جو کچھ بھی تیرے ذہن میں آیا
 مگر ہے صاحبِ ارض و سما کی اور ہی مرضی
 تو چاہے یا نہ چاہے تجھ سے لڑنا چاہتا ہوں میں
 یہ میدان ہے، ضرورت ہے، یہاں جو ہر دکھانے کی

بہت شیخی بگھاری اب ذرا کچھ کام ہو جائے
 ہنر ایسا دکھا جس سے جہاں میں نام ہو جائے

ابن عبدود کا وار

یہ سن کر ابن عبدود ہوا بیتاب غصے میں
 مثال مار کھائے اس نے بیچ و تاب غصے میں

غرور و ناز پر چادر چڑھی جہل مرکب کی
یہی شمشیر خون آلود حیدر پر بھی چمکائی
یہ کافر بھی قد آور، تیغ دامن دار بھی بھاری
کیا کافر نے بڑھ کر جب ارادہ پیش دستی کا
علیؑ نے ڈھال پر روکی یہ مہلک ضرب دشمن کی
سپر کے سینہ بے کینہ میں غم سے شکاف آیا
کیا اک وار کوچیں کاٹ دیں اپنے ہی مرکب کی
حق و باطل کی فوجیں ہر طرف تھیں تماشائی
یہ بازو بھی تھا قوت دار اس کا وار بھی کاری
ہوائیں دم بخود تھیں رک گیا تھا سانس ہستی کا
مگر آہن میں نکلی ڈوب کر شمشیر آہن کی
جبیں حضرت شیر خداؑ نے زخم بھی کھایا

شیرِ زخم دار

فلک پر دیدہ خورشید میں سُرخِ ابھر آئی
علم کی تیغ بڑھ کر اب جو شیرِ زخم خوردہ نے
کیا یوں ابنِ عبود نے سرِ زیرِ سپر اپنا
جی تھی ایک مرکز پر نظر ہر فرد لشکر کی
لہو کی دھار پیشانی سے دامن تک نظر آئی
تو آنکھیں کھول دیں حیرت سے گلہائے فردہ نے
عیاں ہو جائے جس سے پہلوانوں پر ہنر اپنا
کہ دیکھیں کیا دکھاتی ہے صفائی دستِ حیدر کی

برشِ ذوالفقار

تڑپ سے ہو گئیں خیرہ نگاہیں دید بانوں کی
حضرت علیؑ پیادہ تھے، عروہ کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا۔ گھوڑے سے اترا آیا اور پہلی تلوار گھوڑے کے پاؤں پر ماری کہ کوچیں کٹ گئیں (سیرت النبیؐ)

عروہ غصے سے چاہتا تھا اس نے تلوار نکالی اور آگے بڑھ کر وار کیا، حضرت علیؑ نے سپر پر دو کا تلوار سپر میں ڈوب کر نکل گئی اور پیشانی پر لگی۔ (سیرت)

زخم کاری نہ تھا تاہم یہ طعنا آپ کی پیشانی پر یادگار رہ گیا، قاموس میں لکھا ہے حضرت علیؑ کو ذوالقرنین بھی کہتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی پیشانی پر دو زخموں کے نشان تھے ایک عمر کے ہاتھ کا اور ایک وہ زخم جو ابنِ ملجم کی تلوار سے بوقتِ شہادت لگا تھا (دیکھو سیرت النبیؐ)

اٹھی 'لہرائی' جھومی، گر پڑی جرأت کی متوالی
 ہلے حائل سپر، جوشن زرہ، اور چار آئینہ
 سپر راضی نہ تھی قہر خدا کا بار اٹھانے پر
 بڑھا جب بارشانے کا تو گھٹ کر رہ گیا شانہ
 زرہ بکتر کی کڑیاں کاٹ دیں چار آئینے پھوڑے
 براہ صدر و سینہ ہڈی پسلی کاٹ کر نکلی
 پھراٹھی تو عیاں رخسار پر تھی شرم کی لالی
 مگر شانہ نشانہ ہو گیا اور پھٹ گیا سینہ
 سرک کر ڈھال دی آئی بلاشانے کی شانے پر
 بڑی سبکی ہوئی خفت سے کٹ کر رہ گیا شانہ
 منہ آئے دل جگر دونوں تو ان دونوں کے منہ توڑے
 لہو اور مغز جسم و استخوان کا چاٹ کر نکلی

ابن عبدود کا انجام

ادھر ہلکی سی آوازِ برش شمشیر کی آئی
 صد اللہ اکبر کی اٹھی کوہ و بیاباں سے
 یہ اک اعلان تھا فتح و ظفر کا بہر آگاہی
 گرے مٹی میں ابن عبدود کی لاش کے ٹکڑے
 اٹھیں خندق کے دونوں بازوؤں سے شور کی موجیں
 رسول اللہ کی آنکھیں تھیں بامِ عرش کی نگران
 ادھر دونوں جہاں سے اک صد اکبیر کی آئی
 نظر ڈالی زمیں پر آسماں نے چشم حیراں سے
 کہ منصور و مظفر ہے بفضلِ حق یدِ الہی
 دو رنگی کے مظاہر، پیکر پر خاش کے ٹکڑے
 ادھر تحسین، ادھر سے گالیاں بکنے لگیں فوجیں
 نگاہِ عرش تھی عالی مقامِ فرش کی نگران

شیرِ خدائے انسانی بھٹیروں کے تعاقب میں

علیؑ خونِ جبیں کو بھی نہیں تھے پونچھنے پائے
 کہ ابن عبدود کے ساتھیوں نے اسپ ڈھپائے
 دشمن وار کر چکا تو حضرت علیؑ نے وار کیا تلوار شانہ کاٹ کر نیچے اتر آئی ساتھ ہی حضرت علیؑ نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور فتح کا اعلان کیا۔ (دیکھو طبری)

جبرۃ اور نوفل اور ضرار اعدائے دیں تینوں
 علیؑ پر تھے غضبناک و غصیل و خشکی تینوں
 بڑھے مولا علیؑ پر سونت کرتیغیں یہ دیوانے
 کیا نرغہ اکیلے شیرِ حق پر تین اعدانے
 مگر جب ذوالفقارِ حیدریؑ چمکی تو گھبرائے
 پھرا کر مرکبوں کو بھاگتے ہی سب نظر آئے
 جبرۃ اور نوفل اور ضرار اس رنگ سے بھاگے
 پیادہ ایک پیچھے تھا یہ تینوں گھڑ چڑھے آگے

شریفانہ موت کا طالب

نکل بھاگے جبرۃ اور ضرار اُس پار خندق کے
 مگر نوفل ادھر میں گر پڑا ناچار خندق کے
 تعاقب کر رہے تھے اُن کا سب تیر و کماں والے
 نشانہ صید کا کرنے لگے نام و نشان والے
 یہ صورت دیکھ کر نوفل پکارا اے مسلمانو
 میں خاٹی ہی سہی، لیکن مری اک التجا مانو
 یہ سچ ہے بھرچکا ہے زندگی کا میری پیانہ
 مگر میں چاہتا ہوں جنگ میں مرگ شریفانہ
 صحابہ کی جماعت سے زبیرؓ باصفا نکلے
 سوالی کی صدا سن لی پاس التجا نکلے
 ہوئے خندق میں داخل ہو کے ظالم سے نبرد آرا
 بہت سے وار کھا کر ہاتھ اک شمشیر کا مارا
 کیا چورنگ نوفل کو بھی مارا اس کا گھوڑا بھی
 ہوا مقبول یہ گستاخ حیوانوں کا جوڑا بھی

براہِ راست بے کھٹکے جہنم سے ہوا واصل

ذلیل انسان کو مرگ شریفانہ ہوئی حاصل

۱۔ عرو کے بعد ضرار اور جبرۃ اور نوفل نے حملہ کیا لیکن ذوالفقار کا ہاتھ بڑھا تو پیچھے ہٹا پڑا (سیرت النبیؐ)

۲۔ نوفل بھاگتے ہوئے خندق میں گرا صحابہؓ نے تیر مارنے شروع کیے (سیرت)

۳۔ حضرت زبیر بن العوام نے نوفل سے خندق میں اتر کر نبرد آزمائی کی اور اس کو قتل کیا کیونکہ اُس نے شریفانہ موت کی خواہش کی تھی۔ (تاریخ العرمان)

فوج کفار پر ہیبتِ ذوالفقار

یڈ الہی کی یہ ضربت گراں تھی جانِ باطل پر
عجب تھی ذوالفقارِ حیدرِ کرار کی بجلی
زباں کو مل گیا تھا درسِ شور و شرُبھلایا تھا
بڑا انعام پایا تھا نمودِ شہسواری کا
علیؑ نے عبود ایسا بہادر مارڈالا تھا
بصدِ بیچارگی مارا گیا تھا آج نونل بھی
نتیجہ دیکھ کر بے فائدہ گھوڑے کدانے کا
سمجھ میں آج دست و بازوئے شیرِ نجف آئے
دلوں میں ہول چہروں پر نمایاں بدحواسی تھی
اُداسی کی گھٹائیں چھا گئیں طوفانِ باطل پر
نگاہوں سے دلوں پر جاگری تلوار کی بجلی
قبائل دم بخود تھے ایک سناٹا سا چھایا تھا
ہوا احساسِ افواجِ عدو کو خامکاری کا
کہ جس کا ایک مدت سے عرب میں بول بالا تھا
جو قرشی قوم میں سالار بھی تھا مردِ افضل بھی
کیا سب نے ارادہ ترک خندق پارل جانے کا
قبائل سخت بیدل ہو کے خیموں کی طرف آئے
جہاں بھی اُن کے ڈیرے تھے اُداسی ہی اُداسی تھی

قریش کے سرداروں کی خفیہ مجلس

بیک ضربِ علیؑ تھا کارخانہ منقلب سارا
لؤسفیان نے سالارانِ خاص الخاص بلوائے
سپہ سالار نے تشویش سے دیکھا یہ نظارا
ضرار آئے، جبیرؓ آیا، ابن العاصؓ بھی آئے

۱۔ عمرو ابن عبود کا حضرت علیؑ کے ہاتھوں قتل ہونا لشکرِ کفار میں خوف سے دیکھا گیا، نوافلِ قریش کا بہت بڑا آدمی تھا قریش نے ان کی لاشیں حاصل کرنے کے لیے بہت سارے مسلمانوں کو دینا چاہا، مگر آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ لاشیں ان کو دے دی جائیں، مشرکوں کے نجس روپے کی ہم کو ضرورت نہیں (دیکھو زرقانی)

۲۔ اس دن اس کے سوا اور کوئی کارروائی نہیں ہوتی یہ رات بڑی تجویزوں اور تیاریوں میں گزری (خاتم النبیین)

۳۔ اب مشرکوں کی طرف سے یہ انتظام کیا گیا کہ قریش کے مشہور جنرل ابوسفیان خالد بن ولید، عمر بن العاص، ضرار ابن الخطاب اور جبیرؓ کا ایک دن مقرر ہوا (دیکھو سیرت النبیؐ)

برائے مشورہ خالد بھی پہنچے، عکرمہ آیا
 کہا خالد نے ٹکراؤ نہ حق کے جوشِ غیرت سے
 محمدؐ کے صحابہ زور و جرأت میں یگانے ہیں
 جبیرؓ نے کہا، لازم ہے اب ترکیب سے لڑنا
 بغور و خوض لڑنے کا نیا اسلوب طے پایا
 بہت مشکل ہے ان کو زیر کرنا محض طاقت سے
 مبادا بجلیاں گرنے لگیں دانا رحمت سے
 ہمارے ڈھنگ حرب و ضرب کے یکسر پرانے ہیں
 ہے بے معنی دہان شیر میں اس طرح جا پڑنا
 کوئی نقصاں اٹھا بیٹھیں گے ہم اپنی حماقت سے

ابوسفیان کی تقریر

لوسفیان بولا، آپ جو کچھ بھی کہیں کم ہے
 اگر دو تین ایسے واقعات اب اور پیش آئے
 تو ساری کثرتِ تعداد کا جی چھوٹ جائے گا
 یہ جمعیت دوبارہ ہم فراہم کر نہیں سکتے
 لو طالب کے بیٹے سے ہمارا ناک میں دم ہے
 ہمارے جنگجو بے کیف آئے سینہ ریش آئے
 ہمارا اتحادِ باہمی بھی ٹوٹ جائے گا
 قبائل کو ہمیشہ زیرِ پرچم کو نہیں سکتے

کفار کے مقاصدِ جنگ

قبائل آئے ہیں مالِ غنیمت کی اُمیدوں سے
 یہودی قوم لائی ہے دکھا کر سبز باغ ان کو
 یہ کیا جانیں مدینہ خوش ہے اپنی تنگدستی میں
 کہیں ایسا نہ ہو یہ لوگ اصلی بات پا جائیں
 ہمارے اور یہودی قوم کے وعدے و وعیدوں سے
 لڑائی اصل میں کیا ہے، نہیں ہے، یہ دماغ ان کو
 فقط اللہ ہی اللہ ہے مسلمانوں کی بستی میں
 مسلمانوں کی باتیں سن کے ان کے ڈھب پر آجائیں
 قریشی قوم کی وجہِ عداوت اور ہی کچھ ہے
 یہودیوں کی محمدؐ سے بغاوت اور ہی کچھ ہے

۱۔ جاہلیت میں کسی اتحادِ الحکر قریش کے زیرِ پرچم نہ آیا تھا ہمتا احزاب کی لڑائی میں (تاریخ العرآن)

قریش دیوتاؤں کے نائب

ہمیں اسلام سے اندیشہ ہے نسلِ سیادت کا
ہمارا اس عرب پر اقتدارِ قومی و ذاتی
رعیسانِ قریشی کی یہ سب شانِ رعیشانہ
یہ سب نذریں نیازیں نازِ برداری یہ تعظیمیں
یہ سب ہے ان عوامِ الناس کے ضعفِ عقیدت سے
ہم ان کے پیشوا ہیں دیوتاؤں کی نیابت^۱ سے

قریش کے اندیشے

قبائل کو نہیں معلوم ہم کیوں ان کو لائے ہیں
قبائل کو نہیں معلوم بُت کیا ہیں خُدا کیا ہے
اگر تبلیغِ اسلامی نے ان کو کر لیا قائل
تو یہ ساری مشیختِ خاک میں مل جائے گی اپنی
خُدا والوں کی بستی لُٹ لے جانے کو آئے ہیں
شعور اُن کا ابھی ایسے مسائل سے معرا ہے
مساواتِ واخوت پر اگر یہ ہو گئے مائل
عوامِ الناس کے ہاتھوں سے شامت آئے گی اپنی

شاہی کا منصوبہ

جبیرۃ بولا ابن العاص کوئی راہ بتلاؤ
وہ بولے ہاں قریشی قوم ہے اس جنگ کی بانی
ہمارے زیر پر چم متحد جتنے قبائل ہیں
مدبر ہو یہ گتھی سامنے ہے اس کو سلجھاؤ
یہ سارا لشکرِ جرار ہے تمہیدِ سلطانی
قیامِ سلطنت کے واسطے عمدہ وسائل ہیں

۱۔ دیکھو سیرت النبی جلد اول

۲۔ مکہ کی عزت کعبہ کی وجہ سے تھی قریش خاندانِ تمام عرب پر مذہبی حکومت رکھتا تھا وہ ہمایگان بلکہ آل اللہ کہلاتے تھے (سیرت)

اگر سر کر لیا تدبیر سے ہم نے مدینے کو
مسلمان واقعی مضبوط بھی ہیں اور منظم بھی
تو گویا پا لیا تخت شہنشاہی کے زینے کو
تہور بھی ہے ان کے پاس اور تدبیر محکم بھی
ہماری کثرت تعداد ہے تدبیر سے خالی
ہماری فوج میں بھی شیر ہیں، لیکن سبھی قالی
ہمیں تنظیم کرنا چاہیے اپنے عناصر کی
کہ ہوتی ہے یہی خوبی سپہ سالار ناصر کی

کملی والے کی روشن تعلیم

لوسفیان بولا، 'خیر جتنے بھی قبائل ہیں
کہا خالد نے کب تک باز رکھ سکتے ہو تم ان کو
ککش ٹم کو نہیں معلوم شاید کملی والے کی
قبائل سن رہے ہیں منزلوں میں اور راہوں میں
کہ عزتی اور ہٹل کچھ بھی نہیں بیجان پتھر ہیں
کہ جتنے بھی خدا کعبے میں ہیں بیکار ہیں سارے
بشر ڈرتا ہے کیوں خود ساختہ پتھر کی مورت سے
غنیمت ہے ابھی تک لات و عزتی ہی کے قائل ہیں
سنائی دے رہی ہے دمبدم آواز قلم ان کو
جلادیتا ہے وہ شمعیں اندھیرے میں اُجالے کی
کہ مخلوق خدا یکساں ہے خالق کی نگاہوں میں
کہ ان بودے خداوندوں سے خود انسان بہتر ہیں
مدد کیا، آپ خود ہل چل نہیں سکتے وہ بیچارے
مرادیں مانگتا ہے کس لیے ہر بد مہورت سے

فرزند ابو جہل کا نقطہ نظر

یہ سن کر عکرمہ بولا بڑی تعریف کرتے ہو
وہ کہتا ہے کہ ان دیکھا خدا رحمن و قادر ہے
وہ کہتا ہے زمین و آسمان انسان کے خادم ہیں
یہ کیا تعلیم ہے جس کی ککش سے تم بھی ڈرتے ہو
زمینوں آسمانوں پر اسی کا حکم صادر ہے
نہ خود بالذات خالق ہیں نہ خود بالذات ہادم ہیں

تم اور جن چیزوں کو تم پوجتے ہو سب دوز کے ایندھن ہوں گے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حَسْبُ الْجَهَنَّمَ (القرآن)

وہ کہتا ہے کہ بادل اور بجلی تابعِ حق ہیں جو ان کو پوجتے ہیں سب کے سب نادانِ احمق ہیں
اکیلا اک خدا دونوں جہاں والوں پہ حاوی ہے بشر ہو یا ملک ہو بندہ ہونے میں مساوی ہے

قریشِ اسلام سے کیوں پریشان تھے

یوسفیان بولا ، عکرمہ ثم بات کو سمجھو یہی نکتہ ہے خالد کا کہ امکانات کو سمجھو
اگر وہ عام لوگوں کو سبق ایسا پڑھائے گا تو یہ انبؤہ آدم زاد پھر کس کام آئے گا
عرب والوں کو یہ نکتے اگر معلوم ہو جائیں ہماری پیشوائی کے نشاں معدوم ہو جائیں!
عرب میں اک خدا کا دین ہو جائے اگر جاری ہماری یہ بزرگی خاک میں مل جائے گی ساری

قریشِ کنسلی برتری کی تشویش

مساواتِ بنی آدم کا چرچا ہے پسندیدہ عوام الناس ہو جائیں گے فوراً اس کے گرویدہ
غریبوں کو غلاموں کو بہانہ ہاتھ آئے گا خوشی سے پھول جائیں گے خزانہ ہاتھ آئے گا
پُرانے خاندانوں کی ریاست ٹوٹ جائے گی نظامِ کہنہ ٹوٹے گا سیاست ٹوٹ جائے گی
حدیں ہم حج کعبہ پر جو عاید کرتے رہتے ہیں ہماری عظمتِ نسلی سے ان کو لوگ سہتے ہیں!
ہے نسلی برتری ہی سے ہمارا احترام اب تک قریب و دور کے سارے قبائل ہیں غلام اب تک

۱۔ اسلام کا فرض اس ظلم کو رد کرنا تھا لیکن اس کے ساتھ قریش کی عظمت و اقتدار کا اور عالمگیر اثر کا بھی خاتمہ تھا اس لیے قریش نے شدت سے مخالفت کی۔ (سیرت النبی)

۲۔ قریش نے اس بناء پر کہ ان کو عام لوگوں سے ہر بات میں ممتاز رہنا چاہیے یہ قاعدہ قرار دیا تھا کہ ایام حج قریش کے لئے عرفات کا جانا ضروری نہیں اور یہ کہ جو لوگ باہر سے آئیں قریش کا لباس اختیار کریں۔ (ورنہ ان کو عریاں ہو کر کعبہ کی طواف کرنا ہوگا اسی بناء پر ”طواف عریاں“ کا رواج ہو گیا۔ (سیرت النبی، بحوالہ ابن ہشام)

اگر وہ یہ سمجھ لیں آدمی وہ بھی ہیں اور ہم بھی
اگر ہم میں نہ کوئی امتیاز خاص جانیں گے
جبیرۃ نے کہا 'خیراب یہ لمبی بحث جانے دو
ہماری ہی طرح سب ہیں مکرم بھی معظم بھی
تو پھر کا ہے کو یہ عامی ہمارا حکم مانیں گے
خلاصہ کیا ہے باتوں کا نتیجہ پر بھی آنے دو

مدینے کے اندر ریشہ دوانی کی تجویز

ابوسفیان بولا راستہ صاف اور سیدھا ہے
غنیمت ہے یہ جمعیت ہمارے ساتھ آئی ہے
تدبر شرط ہے 'موقع نہیں ہے جلد بازی کا
قریظہ کے یہودوں سے کہو کچھ کام بھی آئیں
ہمارا فیصلہ یہ ہے مدینہ فتح کرنا ہے
اگر ہم آج چوکے پھر ہماری بھی صفائی ہے
بچھاؤ جال قوت کے سہارے حیلہ سازی کا
ہمیں اس شہر میں گھسنے کی خفیہ راہیں بتلائیں

منافقین کو بغاوت پر ابھارنے کی چال

وہ کہتے تھے کہ اُن کے ساتھ ہیں کچھ شہر والے بھی
مسلمان ہیں مسلمانوں سے جی بیزار ہے اُن کا
یہ سردار اپنی ذاتی شان کا اب تک ہے دلدادہ
محمدؐ کی مخالف یہ جماعت ہے 'دل و جاں سے
ہمیں نے بیوقوفی سے اُحد کے روز جی ہارا
جو بیٹھے بھی ہیں ظاہر میں 'مگر ہیں زہر والے بھی
ہمارا خواجہ تاش ابن ابی سردار ہے اُن کا
اگر موقع ملے تو ساتھ دینے پر ہے آمادہ
پلٹ کر چل دیے تھے سب اُحد کے روز میدان سے
وگرنہ اس جگہ آنا نہ پڑتا ہم کو دوبارا

مسلمانوں کو محصور کر کے مارنے کا قصد

جبیرۃ نے کہ بیشک یہود اور یہ مسلمان بھی
ہمارا ساتھ دیں 'تو فتح ہے نافع بھی آساں بھی

ادیکھو شاہنامہ اسلام جلد سوم

بغاوت شہر میں کر دیں جو باشندے مدینے کے
پکارا عکرمہ ہم شہر کو محصور رکھیں گے
بغاوت شہر میں 'باہر سے ہواک زور کا دھاوا
مسلمانوں کو چاروں سمت سے آگ میں ہانکیں
مسلمانوں کو لالے خود ہی پڑ جائیں گے جینے کے
انہیں خواب و خورش سے ہر طرح مجبور رکھیں گے
بنادیں اینٹ پتھر کو بھڑکتی آگ کا آوا
جلیں جب عورتیں بچے تو ہم ہنستے ہوئے جھانکیں
ہمیشہ کے لیے یہ شہر جل کر خاک ہو جائے
عرب کے پاکبازوں کا بھی قصہ پاک ہو جائے

شہر کا محاصرہ

نئی تجویز طے پائی ہوئے احکام بھی جاری
مدینے کو نئی ترکیب سے افواج نے گھیرا
ہوئیں مخدوش ہر سو منزلیں بھی اور راہیں بھی
تہیہ تھا بھے اب خونِ ناحق ندیاں ہو کر
کیا یہ انتظامِ پختہ ظالم خامکاروں نے
ہزاروں آفتیں اس شہر پر یہ فوج ڈھاتی تھی
خدا والوں کو فاقوں مارنا باطل کی نیت تھی
یہاں چھاپا 'وہاں دھاوا' ادھر یورش 'ادھر حملہ
۱۔ جب کفار نے یہ دیکھا کہ خندق کی وجہ سے کھلے میدان کی باقاعدہ لڑائی محال ہے تو انہوں نے مدینے کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا اور خندق کے
کنوڑ حصوں سے فائدہ اٹھانے کی فکر میں لگ گئے (دیکھو ابن سعد و زرقانی)
۲۔ کفار کے سپاہی مسلمانانِ مدینہ کو ہر رنگ میں پریشان کرنے کی کوشش کرتے کبھی ادھر ہجوم کرتے جب مسلمان ان کو دفع کرنے کے لیے ادھر آتے تو
وہ رخ پلٹ کر دوسری جانب حملہ کر دیتے 'مسلمان بھاگ کر وہاں پہنچتے' یہ طریق دن اور رات برابر رہتا۔
(تاریخ العبران باب غزوہ اہزاب)

شہر کی حفاظت کے انتظامات

رسول اللہ کو معلوم تھیں باطل کی تدبیریں نہیں تھے وحی سے مخفی یہ حیلے اور تدبیریں
وہ سب کچھ جانتے ہیں جو اماں دیتے ہیں جانوں کو خبر ہوتی ہے خونی بھیڑیوں کی گلہ بانوں کو
فریبِ کفر سے تھا باخبر اسلام کا ہادیؐ کئے تھے اندرونِ شہر استحکامِ بنیادی
جنابِ زیدؓ کے ہمراہی اور سلمہ کی جمعیت مدینے کے ہر اک ناکے پہ تھے سامانِ تقویت
اگرچہ فراق تھا 'رسد کی عام تھی تنگی مسلمانوں کا استقلال تھا تصویر یک رنگی
قبائل بار بار آتے تھے اور ناکام پھرتے تھے مدینے کے شجر سے چند پتے بھی نہ گرتے تھے

محصورین خندق پر شدت

مدینے پر یہ چھاپے تھے کبھی ہلکے کبھی بھاری مسلسل اس طرف خندق پہ حربِ لہو ضرب تھی جاری
سحر سے شام تک اک تہلکہ اک حشر سامانی بسا اوقات راتوں کو بھی شیخونوں کی جولانی
نظر رکھتا تھا ہادیؐ ہر بلائے ناگہانی پر مجاہد مستعد تھے جاں نثاری پاسبانیؓ پر
مسلسل حملہ آور تھا ہجومِ عام کثرت کا مگر باطل ہی رہتا تھا خیالِ خام کثرت کا
کمانیں، تیر، پتھر اور گوفن لے کے دیوانے طلوعِ صبح ہی سے بارشیں لگتے تھے برسانے

۱۔ آپ نے حضرت سلمہ بن اکوع کو دوسو مسلمانوں اور حضرت زیدؓ ابن حارث کو تین سو جوان مردوں کی جمعیت سے جدا جدا روانہ کیا کہ مدینے میں گرد
آوری کریں اور اپنی بساط بھر مسلمانوں کے اہل و عیال کو حملہ آوروں سے محفوظ رکھیں (تاریخ (ارض مقدس)
۲۔ کفار نے مدینہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ساتھ ہی خندق پر زور ڈالا اور صبح سے شام تک بلکہ اکثر راتوں کو بھی ہجوم کرتے اور تیر اور سنگ باری
ہوتی رہتی۔ (تاریخ العبران)

۳۔ ان دھادوں کا جواب مسلمان دیتے جن کو آنحضرتؐ نے جا بجا خندق پر متعین کیا تھا تیروں سے دیتے اور ہر جگہ مستعدی سے دفاع کرتے تاکہ کسی
کو خندق کے اُس پار نہ آنے دیتے اور سلسلہ جاری رہتا۔ (دیکھو ابن سعد غیس و زرقانی)

سحر سے شام تک طوفانِ سنگ و تیر کی موجیں لب خندق سے ٹکراتی ہوئی کفار کی موجیں
 مسلمان بھوکے پیاسے اور مشقت سے تھکے ہارے یہ سختی رات دن سہنے پہ تھے مجبور بے چارے
 رسول اللہ کا چہرہ فقط ڈھارس بندھاتا تھا اسی کا صبر و استقلال ان کے دل بڑھاتا تھا
 اسی تنہا کے دل میں درد تھا ساری جماعت کا اسی تنہا کی آنکھوں میں تبسم تھا قناعت کا

منافقینِ مدینہ کی روگردانی

ادھر رحمن کے بندوں کا عزمِ حوصلہ مندی ادھر شیطان پسندوں کی بھی دیکھو فطرتیں گندی
 منافق جو بہر صورت شرانگیزی پہ عامل تھے منافق جو بہر آئینہ ہر فتنے میں شامل تھے
 بھلا یہ لوگ ایسے مرحلے پر باز کیوں رہتے دراندازی سے غافل آج درانداز کیوں رہتے
 مسلمانوں پہ زد آئے منافق کیوں نہ راضی ہوں جب ایسا روز بد آئے منافق کیوں نہ راضی ہوں
 منافق کیوں نہ راضی ہوں منافق جب عدو خوشیاں نظر آئیں جو بیرونِ مدینہ چار سو خوشیاں
 مگر خیلِ منافق کی یہ خوشیاں بھی منافق تھیں یہ زہرِ تلخ تھیں ناخوشگوار و ناموافق تھیں
 بظاہر ہنس نہ سکتے تھے مسلمانوں سے ڈرتے تھے بشکلِ دردمندی تفرقے کا رنگ بھرتے تھے

منافقین کے بہانے

یہ خندق ٹھیک باقی سارے بند و بست کچے ہیں گھروں کی فکر لازم ہے گھروں میں بال بچے ہیں
 سرخندق رہیں ہم اور گھر برباد ہو جائیں عیال، اطفال، پونجی، مال و زر برباد ہو جائیں

۱۔ صحابہؓ مشقت بھوک اور پیاس اور بے خوابی سے ایسی ہلاکت میں مبتلا تھے کہ آنحضرت کو ان پر ترس آتا تھا اور آپ ہر شخص کو ڈھارس دیتے۔ (اخبار الامان)

بھلا یہ بھی کوئی اچھا طریقہ ہے، لڑائی کا
ہزاروں دستہ ہائے فوج گردِ شہر پھرتے ہیں
یہودی قوم کی بستی ذرا سے فاصلے پر ہے
نبیؐ نے گرچہ کچھ پہرے بٹھائے ہیں مگر کیا ہے
کہ ہم بیٹھے ہوئے منہ دیکھتے رہتے ہیں کھائی کا
گھروں کو گھورتے ہر سو چشمِ قہر پھرتے ہیں
وہ مل جائیں گے دشمن سے ہمیں اس بات کا ڈر ہے
بھلا اس روند پھرنے سے بھی گھر محفوظ ہوتا ہے

مہاجرین سے کینہ

نہ خود موجود ہوں گھر پر اگر اپنے ہی گھر والے
اُدھر ہیں پہرے داروں میں مہاجر کے والے بھی
میاں لیکن لہو گاڑھا ہوا کرتا ہے پانی سے
بشر کو دوسرے کا درد مشکل ہی سے ہوتا ہے
تو کیا کر لیں گے یہ دو تین سو تیر و تبر والے
وہ بیشک نیک نیت ہیں بہادر بھی جیالے بھی
بھلا کیا ہو اگر وہ ہاتھ اٹھالیں پاسبانی سے
نقاطِ آنکھ میں فوارہ دل ہی سے ہوتا ہے
ضرورت ہو تو پھر آنکھوں سے چل کر آئیں گے صاحب
ہمیں اپنے گھروں کی فکر ہے ہم جائیں گے صاحب!

منافق نصرتِ اسلام نہیں کر سکتے

منافق جو بحجوری شریکِ اہلِ ایمان تھے
منافق کو نہیں توفیقِ ملتی نصرتِ دیں کی
مسلمان ہے وہی جو دین پر قربان ہوتا ہے
منافق کے لیے یہ سختیاں سہنا بہت مشکل
انہی حیلوں بہانوں سے دما دم اب گریزاں تھے
کہ اس رستے میں خطرے دیکھتی ہے آنکھ بدیں کی
”مسلمان ہوں“ یہ کہہ لینا بہت آسان ہوتا ہے
بوقتِ امتحان ثابت قدم رہنا بہت مشکل!

۱۔ منافقوں نے آنحضرتؐ سے اجازت مانگنا شروع کی کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں ہیں ہم کو شہر میں چلے جانے کی اجازت دی جائے۔ (سیرت النبیؐ)

رسول کا تحمل

نبیؐ سے جب یہ جانے کی اجازت لینے آتے تھے تو چہرے سونت لیتے شکلِ مجبوری بناتے تھے کہ نیت ان کی میداں چھوڑنا تھا گھر کو جانا تھا اسے معلوم تھا جو کچھ بھی دل میں تھا عینوں کے تحمل سے اجازت ان کو مل جاتی تھی جانے کی براہِ مکر و حیلہ یہ منافق تھڑلے سر کے رہے صدق و صفا پر رہ گئے پیرو پیہر کے

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

خدا ہی منزلِ مقصود ہو جن کی نگاہوں میں مؤذنِ نعمۃ اللہ اکبر لے کے اٹھتا ہے جہاں صدق و یقین ہیں پیشِ خیمے خوش نصیبی کے غضب کے امتحاں رکھے گئے ہیں ان کی راہوں میں جہاں کفر تیغ و تیر و خنجر لے کے اٹھتا ہے منازلِ پیش آتے ہیں وہیں شامِ غربی کے

۱۔ منافقوں نے آنحضرتؐ سے اجازت مانگنا شروع کی کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں ہیں ہم کو شہر میں چلے جانے کی اجازت دی جائے (سیرت النبیؐ)

جب دشمن بلندی سے اور پستی سے آپؐ پرے اور جب آنکھیں پھرانے لگیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم خدا کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے تب مسلمانوں کے امتحان کا وقت آگیا اور زور زور سے لرزے لگے۔

کہتے ہیں ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں گھر کھلے نہیں بلکہ بھاگنا چاہتے ہیں۔

کیا لوگ خیال کئے ہوئے ہیں کہ (صرف) یہ کہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی اور جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ہم نے ان کو بھی آزمایا تھا لہذا خدا ضرور معلوم کرے کون کون چاہے کون بھونٹا ہے۔

۱۔ اذ جاء وکم من فوتمک ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون بالله الظنونا هنا لك ابتلي المؤمنون وزلزلوا زلزلا شديدا (سورۃ احزاب)

۱۔ یقولون ان بیوتنا عورة وما هی بعورة ج ان یریدون الافرازا (احزاب)

۱۔ احسب الناس ان ینزکو ان یقولوا امانا وھلم لا یفلتوں ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن الکذبین۔ (العنکبوت)

و دیعت جن کو ہو جاتا ہے ذوقِ نیک انجامی
انہی کو توڑنی پڑتی ہے ہر زنجیرِ ناکامی
جو دنیا کے لیے آتے ہیں لے کر دورِ خوشحالی
انہیں دنیا کے ہاتھوں دیکھنی پڑتی ہے پامالی
جنہیں قسمت سے رحم و عدل کے اعمال ملتے ہیں
وہ اکثر زخم کی دولت سے مالا مال ملتے ہیں
جو انساں کو دیا کرتے ہیں ہدیے شادمانی کے
گزرتے ہیں وہی انبوه سے اعدائے جانی کے
جو دولت بانٹتے پھرتے ہیں پاکیزہ خیالوں کی
انہیں کے سامنے آتی ہیں سوغاتیں ملالوں کی

مدینہ محاصرے کی حالت میں

مسلمانوں کو ان سارے مراحل سے گزرنا تھا
تصور میں ذرا لاؤ تو وہ ایامِ محصورۃ
مدینہ سر بسر کفار کے گھیرے کے اندر تھا
کہ اہلِ نار کے زرعے میں تھا جب خطہٴ نوری
یہ بستی سانس لیتی تھی مسلسل ہول کے اندر
بگردِ طور آتشاکِ ظلمت کا سمندر تھا
بلند و پست بیرونِ مدینہ تار و تیرہ تھا
وہ فوجیں بحرِ ظلمت اور مدینہ اک جزیرہ تھا
ہلاکتِ آفرین و پُرخطر ماحول کے اندر

دشمنانِ اسلام کی ذہنیت

مسلمان جانتے تھے کیا ہیں یہ اعدائے بیرونی
اُمدتے چیتے چنگھاڑتے لشکرِ درندوں کے
لٹیرے، بے مروت، بے اصول و پیشہ ور خونی
لہو پی جانے والے قاتلوں ایذا دہندوں کے

۱۔ شہر میں مستورات اور بچوں کا یہ حال تھا کہ آنحضرتؐ نے ان کو عموماً شہر کے ایک خاص حصے میں جو ایک گونہ قلعہ کی حیثیت رکھتا تھا اکٹھا کر دیا تھا مگر ان کی حفاظت کے لئے بہت سے آدمی فارغ نہیں کئے جاسکتے تھے جب چاروں طرف حملوں کا زور ہوتا اور شہر کے متعین دستے دشمنوں کو دفع کرنے کے لیے جاتے توضعفاء اور عورتیں بچے غیر محفوظ رہتے (تاریخ العرمان باب غزوہٴ احزاب بحوالہ ترمذی)
۲۔ تمام قبائل ایک دوسرے پر ڈاکو ڈالنے اور لوٹ مار کرتے رہتے تھے (سیرت النبیؐ)

عرب کے یہ قبائل شہرہ آفاق زمانہ تھے کہ قتل عام ایذا دہی میں سب یگانہ تھے
 فن غارت گری پیشہ تھا ان لوگوں کا آبائی تہ کاری میں حاصل تھا انہیں دعویٰ یکتائی
 زباں زدکارنامے تھے بہت ان سوراؤں کے پہنتے تھے گلے میں کاٹ کر پستان ماؤں کے
 پسندیدہ تھے ایسے کھیل بھی ان شہسواروں کو یہ کردیتے تھے چورنگ ہوائی شیرخواروں کو
 بہت خوش اس لیے تھی بے حیائی کی ترنگ ان سے کہ خطرے میں تھی اکثر دولت ناموس و نگ ان سے
 اصول اخلاق کے مسموع تھے ان کو نہ باور تھے یہ ذہنیت تھی ان کی شہر پر جو حملہ آور تھے

مارہائے آستین

برون شہر، ایسے لشکر غدار کے ریلے ادھر موجود قلب شہر میں شیطان کے چیلے
 منافق اندرون شہر تھے اشرار کی ٹولی یہودی ان کے ہدم، ہم سخن، ہماز، ہجولہ
 یہ مار آستیں خفیہ ہی خفیہ جانے کیا کر دس بلا لیں دشمنوں کو شہر میں آفت پنا کردیں
 مسلح بھیڑیوں کا غول اگر رستہ کوئی پائے تو معصوموں نہنوں پر نہ جانے کیا ستم ڈھائے

آزمائش کے دن

بہر جانب مسلط تھیں ہوائیں خون کی پیاسی عجب عالم میں بیٹے تھے مسلمان شہر کے باسی

۱۔ اسیران جنگ کو قتل کرتے چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں کو بھی تہ تیغ کر ڈالتے بلکہ آگ میں جلا دیتے زبانوں میں کانٹے چھوٹے ہاتھ پاؤں اور

دیکر اعضاء کا، کرچہ بڑ دیتے تاکہ انتہائی کرب سے مریں دشمنوں کی کھوپڑیوں میں شراب پیئے (العادة العرب)

۲۔ حاملہ عورتوں کو پیٹ چاک کر ڈالتے اور ان کے ہاتھ پاؤں کان ناک وغیرہ کاٹ کر ہار بنا کر پہنتے (دیکھو سیرت النبی)

۳۔ بچوں کو تیروں سے مارتے، تفریحی طور پر چاندی مار کرتے اور تماشا دیکھتے (دیکھو سیرت النبی)

۴۔ یہودیوں نے ہمارے اس حصہ پر حملہ کرنے کی تجویز کی جس میں مستورات اور بچے جمع تھے۔ (ابن ہشام)

۵۔ "وآء وکم من نوقکم ومن اسفل منکم واذ زاعجت باذکر وجب دشمن بلند اسے اور پستی سے ہجوم کر کے تم پر (بقیہ حاشیہ ۱۔ ۱۱۱ ص ۱۱۱)

دلوں میں ذکرِ حق آنکھوں میں تھی تصویرِ اندیشہ
دعائیں کر رہا تھا ان غریبوں کا رگ وریشہ
سہارے اک خدا کے آسرے پر اپنے ہادی کے
مراحل ہو رہے تھے طے یہاں خود اعتمادی کے
وہ کیسے تیر سکتا ہے جو غوطہ زن نہیں ہوتا
تپے جب تک نہ سونا آگ میں کندن نہیں ہوتا

خندق پر جماعتِ مجاہدین

عجب عالم میں تھے مردانِ حق آگاہ خندق پر
منافق چل دیے تھے رفتہ رفتہ چھوڑ کر میداں
خلاصہ اہل ایمان کا محمدؐ کی قیادت میں
فلک پر بادلوں میں ٹکڑیوں جیسے ستاروں کی
گھٹائیں ابرِ ظلمت کی انہیں گھیرے ہوئے بھی تھیں
انہی کے درمیاں خورشیدِ پیغامِ الہی کا
بظاہر زندگی کی تھی نہ کوئی راہ خندق پر
قریظہ کے یہودی کرچکے تھے جنگ کا اعلاں
جہاد و سعی کو موجود تھا فکرِ شہادت میں
سرِ خندق عیاں تھیں صورتیں ایمان داروں کی
مگر ان کدخِ روشن سے منہ پھیرے ہوئے بھی تھیں
سبق دیتا تھا استقلال سے عالم پناہی کا

انتہائی مصیبت، انتہائی استقلال

منافق جاچکے آمادہ ہو کر جب شقاوت پر
یہ وہ عالم تھا جب مضبوط رشتے ٹوٹ جاتے ہیں
مسلمانوں پر عبرت چھا گئی ان کی عداوت پر
کلیج منہ کو آ جاتے ہیں اور جی چھوٹ جاتے ہیں

آپؐ اور آنکھیں ڈگنے لگیں اور دل حلق میں آ گئے۔ اور تم لوگ خدا کے
متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ یہ وقت مومنوں کے لیے آزمائش
کا تھا اور وہ زور زور سے لرزنے لگے۔

اور یہ بھی مقصود تھا کہ خدا مسلمانوں کو خالص کر دے۔

(بقیہ حاشیہ منظر گذشتہ سے) (الابصار وبلغت القلوب الحناجر
وتظنون بالله الظنون ۵ هنالك ابتلى المؤمنون وذلزلوا
ذلزالاً شديداً ۵) (احزاب)

۱۔ ولیمعص الدین امنوا (آل عمران)

۱۔ مسلمانوں کے پہرے کی ہشیاری حملہ آوروں کی فوجوں کو روکے ہوئے تھی (مارگیولس)
۱۔ منافقین جب مختلف بہانے بنا کر رخصت ہو گئے تو یقیناً مجاہدین کو بڑی عبرت ہوئی مگر وہ ثابت قدم رہے (تاریخ ابن عمر ان)

مگر یہ بندگانِ حق فدائیِ دین و ملت کے
 اگرچہ مائیں بہنیں بیویاں اطفال رکھتے تھے
 سبھی کچھ حسبِ حال واستطاعت مال رکھتے تھے
 مگر یہ ساری دنیا کی حفاظت کرنے والے تھے
 یمِ کثرت کو دکھلاتے رہے انوارِ قلت کے
 زمانہ بھر کے معصوموں کی خاطر مرنے والے تھے

ساری دُنیا کی بھلائی کے لیے

نظامِ آسماں بہرِ زمیں تھا ان کے مقصد میں
 یہ دشمن تھے شریروں کے یہ محسن تھے شریفوں کے
 قیامِ امن اور پیغامِ دیں تھا ان کے مقصد میں
 قیامت تک محافظ تھے یتیموں اور ضعیفوں کے
 پناہِ زندگی تھا زورِ دستِ حق پرست ان کا
 ازل سے جو شرفِ انسان کے حصے میں آئے تھے
 یہی دامن تھے جن کے سائے میں عالم کو بسنا تھا
 شرافت لے کے آئے تھے یہ آغوشِ اصالت سے
 لیا تھا نور ان لوگوں نے خورشیدِ رسالت سے
 بہرہٗ منتظر تھا ہر نحیف و زبردست ان کا
 محمدؐ کے صحابہ ہی انہیں دنیا میں لائے تھے
 یہی وہ ابر تھے جن کو زمانے پر برسنا تھا

جذبہٗ ادائے فرض و احساسِ ذمہ داری

یہ لا تقسدا فی الارض کی تفسیر تھے گویا
 یہ محکوموں کو آزادی کی راہیں دینے والے تھے
 یہ بندے ادائے فرض کی تصویر تھے گویا
 یہ مظلوموں کو دامن میں پناہیں دینے والے تھے
 انہیں معلوم تھا جو کچھ بھی ان کی ذمہ داری تھی
 ذرا غفلت میں اندیشہ تھا خندقِ پار سے ان کو
 نہ خطرہ ان کو لاحق تھا نہ غفلت ان پہ طاری تھی
 کہ اُمید بھی ہرگز نہ تھی کفار سے ان کو

بہت تھوڑے تھے یہ بیشک جماعت تھی قلیل ان کی
صحابہؓ ایک دل تھے جس طرح تسبیح کے دانے
مگر تھی قوتِ ایمان وکیل ان کی کفیل ان کی
کیا تھا منسلک ان کو نبیؐ کی ذات والا نے
نہیں تھا مرتکب ان میں کوئی غفلت شعاری کا
کہ تھا ہر فرد کو احساس اپنی ذمہ داری کا

جماعت کا تحفظ

جماعت کے تحفظ کے لیے ہر فرد کوشاں تھا
جماعت سے الگ سعی بکا کرتا نہ تھا کوئی
یہی ہر حال بنیادی اصولِ حق نیوشاں تھا
اکیلی جان جینے کے لیے مرتا نہ تھا کوئی
دل ہر فرد میں قائم تھا یہ احساسِ بنیادی
کہیں غافل نظر آئیں جو پہرے دار خندق کے
نظر چو کے تو خندق پاٹ دیں یا پل بنا ڈالیں
کسی اک فردِ واحد کی ذرا سی ایک غفلت سے
مسلمانوں کا ہر ہر فرد یہ احساس رکھتا تھا
تو فوجیں قاتلوں کی آگھیں اس پار خندق کے
دغا بازی کریں شبنون کی طرح وِغا ڈالیں
جہاں محروم ہو سکتا ہے اسلامی جماعت سے
جماعت کا خود اپنے سے زیادہ پاس رکھتا تھا

اتحادِ جماعت

شجر کی زندگی سے ہے بقائے برگ وابستہ
جماعت کی بقا ہے اتحادِ جان و ایمان سے
جماعت سے ہے انسان کی حیات و مرگ وابستہ
مسلمان فرد ہے مربوط اجماعِ مسلمان سے
نہاں سینوں میں اشکِ گرم و آوِ سرد رکھتے ہیں
مبارک ہیں جو دل میں دوسروں کا درد رکھتے ہیں
وفا داری جماعت سے ہے پایاں وفا داری
بہر حالت بہر صورت شعارِ راست کرداری
ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایسا ہے جیسے بنیاد کی انٹیں ایک سے
دوسرے کو قوت ملتی ہے پھر اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں
میں ڈال کر دکھایا کہ مومن اس طرح مل کر رہتے ہیں۔
۱۔ حدیث شریف ہے کہ فرمایا: المؤمن للمؤمن کالبیان بشد
بعضہ بعضا و شک بین اصابعہ (بخاری عن ابی موسیٰ کتاب
المنظالم)

مسلمانوں کا ایثار

مجاہد باخبر تھے اجتماعی قدر و قیمت سے جماعت بنتی ہے افراد کی سعی و عزیمت سے
مگر احساسِ ذاتی پر نہ تھا کوئی غرور ان کو بہ شانِ انکسار و عجز ملتا تھا سرور ان کو
یقین تھا سعی ہو جائے گی آخر کامیاب ان کی کہ ہے بیداری نوع بشر تعبیرِ خواب ان کی
جگا کر خاکیوں کو گنبدِ افلاک کے نیچے ہوا کیا مشیتِ خاک اپنی جو سوئے خاک کے نیچے
یہ دنیا چند روزہ ہے سرائے دہرفانی ہے فقط اسلام کو حاصلِ حیاتِ جادوئی ہے
ادائے فرض ہی میں مژدہ گلزارِ جنت ہے

یہی فضلِ خدا ہے اور یہی آغوشِ رحمت ہے

مراد ان کی فقط یہ تھی خدا کا نام روشن ہو زمانے بھر میں شمعِ ملتِ اسلام روشن ہو

ایسے امتحان کے وقت

بظاہر آج دنیا میں مخالف جن کی ہر شے ہو ہزاروں قاتلوں کا لشکرِ جرار درپے ہو
جنہیں تعداد کی توفیق حاصل ہونہ ساماں کی وہ کیسے تاب لاسکتے ہیں ایسے تند طوفاں کی
سحر سے شام تک جن کے سروں پر سنگباری ہو نظر آتا ہو جیسے پتھروں کی نہر جاری ہو
سحر سے شام تک تیروں کا سوفاروں کا مینہ برے رسد آنے نہ پائے جانِ شیریں آب کو ترے
مسلل دن گزرتے ہوں مشقت میں صعوبت میں کمی آتی نہ ہو راتوں کو بھی جن کی عقوبت میں نہ

لے خندق پر کوئی دن حملے سے خالی نہ جاتا تھا راتوں کو بھی بار بار خندق کے کناروں پر قبائل کے سوار اور پیادے دوڑ لگاتے تھے صحابہ کرام دن بھر ان کے حملوں کا جواب دیتے اور راتوں کو پہرے پر رہتے اس حال سے بھوک پیاس سے نڈھال تھے اور سو بھی نہ سکتے تھے شبِ خون کا ہر وقت خطرہ تھا۔ (اخبارِ ایمان)

مسلسل جن کے روزے ہوں مسلسل فقر و فاقہ ہو نہ گھر میں ہو ذخیرہ اور نہ باہر سے علاقہ ہو
ادھر دشمن کے ہاں آگیں جلیں پکوان پکتے ہوں یہاں گھر کا تصور ہو تو بچے تک بلکتے ہوں
نظر آئیں ادھر پر خوریاں بھی مے گساری بھی ادھر پتھر شکم پر باندھ لیں محبوب تباری بھی
یہ عالم ہو، یہ نقشہ ہو، یہ صورت، یہ قرینہ ہو یہ حال زار اک دو دن نہیں پورا مہینہ ہو

جب نفس فریب دیتا ہے

بشر کو جب بھی ایسی صورت حالات پیش آئے تو دل سے پوچھتا ہے نفس ”پیارے کیا کیا جائے“
دل کمزور حفظِ جاں کی ترکیبیں سکھاتا ہے مصیبت سے رہائی کی بہت راہیں دکھاتا ہے
یہ راہیں جان کو ایمان پر ترجیح دیتی ہیں نگاہیں حجرے کو میدان پر ترجیح دیتی ہیں
یہ نازک مرحلہ ہے جان و ایمان کی جدائی کا دکھاتا ہے تصور روئے دلکش بے وفائی کا
جب آنکھیں تہلکہ دیکھیں، کلیجے منہ کو آتے ہیں دل و جاں باہمی سازش سے ایمان کو دباتے ہیں
یہی دنیا میں دیں کے امتحان کا وقت ہوتا ہے یقین پر نزعہ وہم و گماں کا وقت ہوتا ہے
یہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ شیطان مسکراتا ہے رگ کمزوری انسان فرشتوں کو دکھاتا ہے

فریبِ نفس کا یہ مرحلہ، توبہ معاذ اللہ

رو حق میں خلیجِ حاکمہ، توبہ معاذ اللہ

۱۔ صحابہ کرام اور آنحضرت کو غزوہ احزاب کے دنوں میں سخت ترین ایام سے گزرنا پڑا، مسلسل فاقے آتے تھے جب کچھ ملتا تھا تو حصہ رسدی مقرر کر دیا جاتا تھا لیکن وہ اتنا کم ہوتا تھا جس سے بھوک اور بھڑک اٹھتی تھی باہری راہیں بالکل بند تھیں۔ کہیں سے کچھ آ نہ سکتا تھا (تاریخ العمران باب غزوہ خندق)
۲۔ قبائل کے پاس رسد مہیا تھی اور جبکہ آگ جلتی نظر آتی تھی اور کھانا تقسیم ہوتا تھا، لیکن مسلمانوں کی طرف قحط تھا۔ (تاریخ العمران)
۳۔ غزوہ احزاب میں مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ صحابہ نے بھوک کے مارے سیدھے کمرے نہ ہو سکے کی وجہ سے بیٹوں پر پتھر باندھ رکھے تھے اور آنحضرت کے شکم مبارک پر دو پتھر بندھے تھے (دیکھو ترمذی ابواب الزہد)

کون ثابت قدم رہتا ہے

مصیبت جب حد برداشت سے باہر نکل آئے تو کچھ مشکل نہیں انسان رستے سے پھسل جائے
فقط ایمانِ کامل ہی یہاں پر کام دیتا ہے، فقط دستِ یقین گرتے ہوؤں کو تھام لیتا ہے
محمدؐ کے صحابہؓ کا یقینِ کامل و محکم دلِ مضبوط کا یاد تھا جانِ زار کا ہدم
صحابہؓ کا یہ ایمان معجزہ تھا ان رسولوں کا جوازگاروں کے بستر پر مزہ لیتے ہیں پھولوں کا
یہی ایمان تھا ابراہیم و اسمعیل کا ایمان۔ رضا کارانہ جوشِ طاعت و تسلیم کا ایمان
یہ پیغمبر نہ تھے لیکن بصد حسن و خوش اسلوبی نمایاں کر رہے تھے از سرنو صبرِ ایوبی
ہویدا تھا کلیم اللہ کا جاہ و جلال ان سے جمال آرا تھی روح اللہ کی شانِ جمال ان سے

اصحابِ محمدؐ کا ایمان

یہ اصحابؓ اور یہ ایمان اصحابِ محمدؐ کا کرشمہ تھا فقط مہر جہاں تابِ محمدؐ کا
خدائے واحد و قیوم پر محکم یقین ان کا یہی دنیا تھی ان کی اور یہی دراصل دیں ان کا
یہی محکم یقین تھا ان کے استقلال کا باعث ہوا آخر یہی باطل کے استیصال کا باعث
یقینِ نصرتِ حق پر یقینِ کامیابی تھا پیغمبر کی حضوری تھی، سرورِ کامیابی تھا
نظارے دیکھتے تھے ہر طرف طغیانِ باطل کے اٹھتے دوڑتے اٹھتے ہوئے طوفانِ باطل کے

ساری مخلوق میں ابراہیم سے قریب تر وہ لوگ ہیں جو ابراہیم کی پیروی کریں اور یہ
نبی اور ایمان لانے والے لوگ خدا ایمان لانے والوں کو دوست دار ہے۔

۱۔ ان ولی الناس بابرہیم للذین اتبعوه وہی النبی والذین
المنوا واللہ ولی المؤمنین ۵

۲۔ محمدؐ (ﷺ) نے اپنے پیروؤں اور اصحاب میں ایسی فداکاری بے نفسی اور لہجہ پیدا کر دی تھی جس کی نظیر تاریخ مذاہب میں نہیں ملتی اور یہی وجہ تھی کہ یہ عرب لوگ
اور پیروانِ عرب ان تمام لوگوں پر غالب رہے جو ان کو مٹانے پر تھے ہوئے تھے اور یہی بے نفسی تھی جس نے محمدؐ کا مشن کامیاب کیا ان کے مخالف باوجود قوت
اور دینی سامان کے مغلوب ہو گئے (سکات)

یقین آیات حق پر اور محکم اور محکم تھا۔ اطاعت کے لیے ہر بندہ تسلیم سرخم تھا
مسلسل آزمائش

ثبات و صبر سے ضربِ حوادث ان کو سہنا تھا جہاں جس کا تعین تھا وہیں موجود رہنا تھا
رواں پیہم دواں سیلابِ تیرو سنگ کی آندھی مسلسل اور متواتر فساد و جنگ کی آندھی
برابر تیس دن اس رنگ ایسے حال سے گزرے کہ جیسے زلزلہ خود وادی زلزل سے گزرے
برابر تیس روز و شب یہی طوفاں رہا جاری مسلمانوں پہ اک بادل ہلاکت کا رہا طاری
برابر سنگ آتے تھے برابر تیر گرتے تھے کسی کے ضرب آتی تھی کہیں نچیر گرتے تھے

سرکردہ انصار سعد ابن ۲ معاذ

بزرگِ اوس سعد ابن معاذ اسلام کے غازی ہوئے مجروح تیر جاں ستاں سے وقتِ جانبازی
اگرچہ زخمِ کاری تھا مگر قائم تھے میدان میں کہ وقفِ کار تھی ایمان کی قوتِ رگِ جاں میں

جب ایمان والوں نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے یہی تو وہ ہے جس کا خدا اور رسول نے وعدہ کیا تھا اور خدا اور رسول سچے ہیں پس یہ ان کے ایمان اور تسلیم میں زیادتی کا باعث ہوا۔

ولمعارا المؤمنون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله وما زادهم الا ايمانا وتسلما۔ (احزاب)

۱۔ قریباً ایک مہینہ تک یہ محاصرہ ایسی سختی سے قائم رہا کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ پر تین تین دن کے فاقے گزر گئے۔ (سیرت النبی)

۲۔ حضرت سعد ابن معاذ قبیلہ اوس کی شاخ بن اہمل کے سردار تھے آنحضرت کی ہجرت مدینہ سے پیشتر جب حضرت معصب مدینہ میں اسلام کی تبلیغ کرتے تھے یہ ایک دن بہت جوش کے ساتھ آئے اور حضرت معصب اور ان کی باتیں سننے والوں کو برا بھلا کہنے لگے حضرت معصب نے کہا آپ ذرا بیٹھے ہماری بات سنئے پسند نہ آئے تو انکار کیجئے یہ بیٹھ گئے قرآن مجید سنا اور اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ اپنے قبیلہ کی طرف گئے۔ پوچھا تمہاری میرے متعلق کیا رائے ہے۔ وہ بولے آپ ہمارے سردار ہیں آپ کی رائے اور تقیث بہتر اور اعلیٰ ہوتی ہے سعد نے کہا: تو سن لو۔ تم میں سے مرد ہو یا عورت جب تک وہ خدا اور رسول پر ایمان نہ لائے میں اس بات کو ناجائز سمجھتا ہوں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام قبیلہ ایک تمام دن میں مسلمان ہو گیا۔ تفصیل کے لیے دیکھو بطری

۳۔ معرکہ احزاب میں اہل اسلام کا باقی نقصان کم ہوا۔ لیکن انصار کا سب سے بڑا بازو ٹوٹ گیا احزاب میں سعدی جرأت کا حال تفصیل سے سیرت النبی میں مذکور ہے۔ صفحہ ۳۶۷ لڑائی شروع ہوئی تو سعد اٹھارہ لے ہوئے گھر سے بہت قلیل القدر لکھنا لکھنا ہوا۔ اس کا حال بالعموت اذا الموت نزل کہتے ہوئے نکلے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ ذرا ٹھہر جانا تاکہ جنگ میں ایک اور آدمی بھی کٹ جائے کیونکہ وقت آگیا ہے تو موت سے کیا خوف سعدی ماں نے سنا پکاریں بیٹا دوڑ کر جاتو نے دیر لگادی (اخبار الامان)

کہاں اس زلزلے میں وقفہ تیار داری تھا یہ شیرِ زخم خوردہ محو ذوق جاں سپاری تھا
بیرا ہو چکا تھا قصرِ گلزارِ شہادت میں مگر مشغول تھا یہ جسمِ تحصیلِ سعادت میں
شہیدِ زندہ سے اللہ کو اور اک کام لینا تھا
یہودی فیصلہ فرما کے پھر آرام لینا تھا

مسلمان مستورات

حفاظت عورتوں بچوں کی فرمادی تھی ہادی نے جگہ ان کے لیے محفوظ ٹھہرا دی تھی ہادی نے
یہ چھوٹا قلعہ سا تھا، ایک کہنہ چار دیواری یہاں تھیں جمع مستورات، مائیں بچیاں ساری
نہیں تھا مرد کوئی پہرہ دار چار دیواری مسلمان عورتوں ہی کی یہاں پر تھی عملداری
فقط حسان بن ثابت عرب کے شاعرِ اعظم بوجہ ضعف و بیماری یہاں موجود تھے اس دم
مگر ان میں نہیں تھا آج حرب و ضرب کا یارا وگرنہ قلعہ کے اندر نہ ہوتے یوں قیام آرا

یہود کا منصوبہ

تھی اس سے کچھ پرے قومِ یہودی کی وہی بستی بغاوت کر چکی تھی حق سے جس کی فطرتی پستی
فراہم کر چکے جب جنگ کا سامان مطلوبہ تو سوچا ان کو مستورات پر حملے کا منصوبہ

۱۔ سعد کی رگ اکھل پر ابنِ العرقہ کا تیر کا تھا جو کاری تھا مگر وہ برابر مشغول جہاد ہے خندق کی لڑائی ختم ہونے پر تیار داری کی کوشش کی مگر جانبر نہ ہو سکے۔ حضرت
سعدؓ یہودان قریطہ کے حلیف تھے اور نبیؐ کے حکم سے ان کو سمجھانے بھی گئے تھے لیکن انہوں نے ان کی بات نہ مانی تھی سعدؓ نے دعا کی تھی یا اللہ مجھے ان یہود کے انجام
تک زندہ رکھ دے دعا قبول ہوئی اتراب کی جنگ کے بعد بنو قریظہ کا معرکہ پیش آیا حضرت سعدؓ دونوں جانب سے حکم بنائے گئے تھے انہوں نے یہودی اپنی شرح کے
مطابق فیصلہ کیا اور اسکے بعد جان جاں آفرین کے سپرد کر دی۔ (دیکھو طبری و فیثی) ۲۔ مستورات مدینہ اور ہال بچوں کو ایک گرومی میں (جو حضرت حسان بن ثابت
کی ملکیت تھی) جمع فرما دیا گیا تھا۔ ۳۔ حضرت حسان بن ثابت عرب کے بہترین شاعر تھے آپ شاعرِ اسلام تھے اور آپ نے اپنے کلام سے اسلام کی بہت بڑی
خدمت فرمائی آپ کو ایک عارضہ ہو گیا تھا کہ لڑائی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے (دیکھو تاریخ فیثی)

۱۔ یہ جگہ بنو قریظہ یہودی آبادی کے قریب تھی۔ یہودیوں نے اس گمان پر کہ تمام مرد مجاہدین رسول اللہ کے ساتھ ہیں اس گرومی پر حملہ کا منصوبہ کیا۔ (دیکھو طبری و فیثی)

حضرت صفیہؓ کی دلاوری

صفیہؓ بہت عبد المطلب ہمیشہ حمزہؑ کی
نظر رکھتی تھیں وہ میدان پر ہردم جھروکے سے
یہودی قوم کی بستی میں تھیں تیاریاں ہردم
بسا اوقات کچھ دستے مسلح ہو کے آتے تھے
اچانک اک نرالا فتنہ سالوس بھی دیکھا
یہ صورت تھی بلاشبک قصر امن آثار میں رخنہ
صفیہؓ خود مسلح ہو کے نکلیں قلعہ سے باہر
کہ تھا جن کا تہور ہو بہو تصویر حمزہؑ کی
مبادا دشمنان دیں ادھر آجائیں دھوکے سے
بغاوت کے نظر آتے تھے آثار و نشان ہردم
کھڑے رہتے تھے آدھی راہ پر پھر لوٹ جاتے تھے
بزیر سایہ دیوار اک جاسوس بھی دیکھا
یہودی ڈھونڈتا تھا قلعہ کی دیوار میں رخنہ
لگائی چوب سے اک ضرب اس مرد مسلح پر

مسلمان عورتیں اپنی حفاظت آپؐ کرتی ہیں

یہ ضرب دست حق تھی کھل گیا خاٹی کا بھنڈارا
یہ نقشہ دیکھ کر دشمن کے دستے پھر نہیں ٹھہرے
دوبارہ رخ نہ اس جانب کیا پھر ان لعینوں نے
کیا ہمیشہ حمزہؑ نے وہ کارِ دلیرانہ
دماغ و استخاواں کا رہ گیا اک بدنما گارا
وہ سمجھے قلعہ میں ہیں اچھی خاصی فوج کے پہرے
سبق ایسا سکھایا مسلمہ پردہ نشینوں نے
قیامت تک زبانوں پر رہے گا جس کا افسانہ

۱۔ حضرت صفیہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی بہن تھیں حمزہؑ سید الشہداء کی بہن نے دیکھا کہ یہودی فوج بار بار منڈلاتی ہے پھر ایک دن دیکھا کہ ایک جاسوس چار دیواری کی دیواروں کی حفاظت کر رہا ہے آپؐ نے حضرت حسان بن ثابتؓ سے کہا جاؤ باہر جا کر اسے قتل کر دو حسان نے کہا کہ بی بی میں اس کام کا ہوتا تو اس چار دیواری کی بجائے جگمگ میں ہوتا (طبری)

۲۔ حضرت صفیہؓ نے خیمہ کی ایک چوب لی اور قلعہ سے نکل کر اس یہودی کے سر پر ماری کہ سر پھٹ گیا آپؐ واپس آ گئیں اور حضرت سے کہا: یہ کام تو میں نے کر دیا اب تم جاؤ اور اس کے کپڑے اتار لو اور اس کا سر کاٹ کر دور پھینک دو تاکہ یہودیوں کی فوج پر زعب چھا جائے حضرت حسان نے کہا: بی بی جانے دیجئے مجھے اس کے کپڑوں کی ضرورت نہیں حضرت صفیہؓ نے پھر جا کر اس کا سر کاٹ کر دور پھینک دیا (دیکھو ابن ابیہ تاریخ غمیس وغیرہ)
۳۔ یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ قلعہ میں حفاظت کے لئے فوج بھی ہے اس لیے انہوں نے پھر اس طرف کا رخ نہیں کیا (دیکھو زرقانی)

وہ بزدل ہیں بوقتِ خطرہ جو ورلاپ لاکرتی ہیں
مسلمان عورتیں اپنی حفاظت آپ کرتی ہیں

مسلمانوں کا انتہائی استقلال

سرِ خندق مسلسل تھا هجومِ عام دشمن کا مگر ہر مرتبہ منصوبہ تھا ناکام دشمن کا
کمانیں، گونئیں، تیر اور پتھر لے کے خیرہ سر برابر جمع تھے ہر اک بلندی اور پستی پر
ادھر بھی مستعد مومن مسلمانوں کے دستے تھے کہ جن کی جان پر یہ تیر یہ پتھر برستے تھے
نظر رکھتا تھا ہادیٰ ہر بلائے ناگہانی پر صحابہؓ جان و دل سے ہر جگہ تھے پاسبانی پر
اسی صورت سے گزرا اک مہینہ بھوکے پیاسوں کو فقط ایمان تھا رکھے ہوئے ان کے حواسوں کو

انہیں تسکینِ کامل تھی کہ ہم منہاجِ حق پر ہیں

نئی تاریخِ انسانی کے زریں سرورق پر ہیں

دل ہر مردِ مومن کو خبر تھی اس سعادت کی کہ غازی بن چکے باقی ہے اب دولتِ شہادت کی
شہادت یاب ہونے کی تمناؤں سے غازی تھے بحکمِ کار سازِ کارِ محوِ کار سازی تھے
شہادت ہی کے جذبے پر بقائے زندگانی تھی شہادت ان کی نظروں میں صداقت کی نشانی تھی

یہی اک جذبہٴ صدق و صفا انجامِ بینوں کا

کھویا بن گیا سیلابِ ظلمت میں سفینوں کا



امتحان کی آخری سخت گھڑیاں

خزاں کا دور تھا ناقابلِ برداشت سردی تھی
 صحابہؓ آگ روشن کرنے تھے بجمبوری
 ہزاروں زخم تن پر یہ خدا والوں کی وردی تھی
 کہ ہر دم خطرہٴ شبنوں میں تھیں شبہائے محصوری
 لذت کھاتے تھے شرابیں، ناچتے تھے اور گاتے تھے
 ادھر کفار شب بھر خوب کھاتے تھے پکاتے تھے
 بہ کوہ و دشت تاحدِ نظر بھوتوں کے ڈیرے تھے
 بہر سوناریوں کی آگ سے روشن اندھیرے تھے
 دلوں کے نور ہی سے کام لیتی تھیں یہاں آنکھیں
 سکوتِ شب میں نفسِ مطمئنہ کی زباں آنکھیں
 نیا اسلوب تھا اس جنگ میں ضبط و خموشی کا
 نفس پر ہر نفس تھا تازیانہ سخت کوشی کا
 بڑی بھاری مصیبت میں تھی جمعیتِ قلیل ان کی
 مگر تھے صابر و شاکر کہ فطرت تھی اصیل ان کی
 نمایاں تھی مگر سامان اور تعداد کی قلت
 ہلاکتِ بارِ طوفان میں گھری تھی کشتیِ ملت

صحابہؓ امتحان میں پورے اترے

مقاصد جن کے اونچے اور اونچا بخت ہوتا ہے
 مگر دعوائے تسلیم و رضا کا امتحانِ توبہ
 زمانے میں انہی کا امتحان بھی سخت ہوتا ہے
 محبت کا، صداقت کا، وفا کا امتحانِ توبہ
 جہاں بھر میں مسلمانوں کی واحد ایک بستی کا
 کڑا تھا امتحان یہ اوعابے حق پرستی کا
 خدا نے امتحان فرما لیا تھا اپنے بندوں کا
 ہوا ثابت کہ دل مضبوط ہے ان حق پسندوں کا

سردی انتہائی تھی۔ شدید شہابی ہوا سے ہاتھ پاؤں ٹھہر جاتے تھے بولنے تک کی سکت نہ ہوتی تھی (تاریخ الامران)

عقبائل راتوں کو لالہ روشن کرتے تھے اونٹ کا گوشت بھونے اور ناچے گاتے تھے ہر جگہ آگ ہی آگ روشن نظر آیا کرتی تھی (العادة العرب)

مومنوں میں ایسے شخص ہیں جو وعدہ انہوں نے خدا سے کیا تھا اسے سچا کر دکھایا ان میں بعض اپنے فرض سے فارغ ہو گئے اور بعض ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور اپنے قول سے بدلے نہیں۔

عن من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیہ فممنہم

ومن قضیٰ لہم ومنہم من ینظر وما ید لو تبدلوا

نبی شامل تھا خود بھی اپنی امت کے مصائب میں
وہ خود شاہد تھا اس اخلاص مندانہ اطاعت کا
دیکھا کر معجزے امت کو اپنی استقامت کے
اگرچہ سب سے بڑھ کر سختیاں خود بھی اٹھاتا تھا
یہاں مقصود تھی انسان میں تطہیر جوہر کی
ستارے ہی نہیں خورشید بھی تھا ان سحاب میں
اسی کی ذات پر تھا آسرا جن کی شفاعت کا
عطا فرما رہا تھا حوصلے فوق الکرامت کے
مگر اصحاب کی حالت پہ اس کو رحم آتا تھا
کہ تھی یہ امتحان کہ ایک بھی کیمیاگر کی

آنحضرتؐ کی دُعا

بسوئے عرش دیکھا رحمتِ مواج نے آخر
دعا کی اے خدا امداد کر اخلاص مندوں کی
تری خاطر یہ بندے آج محوجاں نثاری ہیں
تجہی سے صبر و استقلال کی دولت بھی پائی ہے
رہ دشوار کی دشواریاں بھی تو ہی آساں کر
دُعا سنتا ہے یارب تو زبانِ بے زبانی کی
الہی ان کے سر سے ابتلائیں دور فرما دے
تراگلشن ہے جس پر ابرِ ظلمت بار چھایا ہے
تو بیشک جانتا ہے نیتِ کفار کو یارب
الہی اپنے بندوں کو رہائی دے صعوبت سے
الہی کفر کی طاقت میں ایسا زلزلہ آئے
دُعا کو ہاتھ اٹھائے صاحبِ معراج نے آخر
نہ کر اس سے زیادہ آزمائش اپنے بندوں کی
کہ ان کے جان و دل پر تیرے ہی احکام جاری ہیں
عطا آنکھیں بھی کی ہیں راہ بھی تو نے دکھائی ہے
تیرے احسان کے محتاج ہیں اللہ احساں کر
طلب کرتی ہیں تجھ سے داد جانیں خستہ جانی کی
ہجومِ کفر کی ساری بلائیں دور فرما دے
مصائب کا یہ بادل ہر طرف سے گھر کے آیا ہے
پراگندہ کر اس جمعیتِ کفار کو یارب
انہیں آزاد کر باطل کے اس دامِ عقوبت سے
دوبارہ جمع ہونے کا نہ ہرگز حوصلہ پائے

الہی دعویٰ باطل کو باطل اور رد فرما
محمدؐ اور اصحابِ محمدؐ کی مدد فرما

احزاب کی آخری رات ظالموں کی پریشانی

مصیبت حد سے جب گزری تو آخریہ مقام آیا
عشا کے بعد حضرت نے دُعا کو ہاتھ اٹھائے تھے
ابوسفیاں کا خیمہ مشورت گاہِ قبائل تھا
بڑے افسر بڑے سردار آپس میں جھگڑتے تھے
دعاؤں کی قبولیت کا طائرِ زیرِ دام آیا
وہاں کفار کے سالار اک محفل جمائے تھے
مسلمانوں کا استقلالِ مرکوز مسائل تھا
بہت غصے میں تھے، خفگی دکھاتے تھے بگڑتے تھے
نظارا کر رہا تھا آج خود ہی اپنی شامت کا
لو سفیاں ہدف تھا طعن و تشنیع و ملامت کا
قبائل کے سبھی سردار اسے الزام دیتے تھے
سپہ سالار بودا ہے اسی کا نام لیتے تھے

کافروں کا ایک دوسرے کو الزام

اندھیرے میں ہمیں رکھا گیا شرب کی طاقت سے
پڑے ہیں اس جگہ ڈالے ہوئے ڈیرا مہینے سے
شبانہ روز لڑنے حملہ کرنے میں گزرتے ہیں
ہزاروں بار ہم نے شہر کے اوپر کئے دھاوے
تمہارے ساتھ ہم سب چل پڑے اپنی حماقت سے
ہمیں کچھ بھی نہیں حاصل ہوا اب تک مدینے سے
سپاہی بے نتیجہ زخم کھاتے اور مرتے ہیں
مگر ہر بار رہو اوروں کو دینے پڑ گئے کاوے
مسلمان ہر جگہ روکے کھڑے ہیں شہر کا رستہ
چونچنے دی نہ ہم نے ایک دانہ تک رسد ان کو
برون شہر سے حاصل نہیں کوئی مدد ان کو

نہ جانے کون سی امداد ہے ان شہر والوں کو کہ رک ملتی ہے ان سے بار بار اپنے رسالوں کو

کوئی شے وادیِ محصور میں آنے نہ دی ہم نے

کوئی چڑیا بھی اڑ کر شہر میں جانے نہ دی ہم نے

مہینے بھر کا فاقہ ہو جنہیں، وہ لڑ نہ سکتے تھے ہزاروں کے مقابل چند سویوں اڑ نہ سکتے تھے

میسر ہے انہیں شاید سہارا کھانے پینے کا تیا پانچا وگرنا ہو چکا ہوتا مدینے کا

وہ آخر کون ہے جو اس طرح امداد کرتا ہے انہیں ہتھیار دے دیتا ہے، ان کا پیٹ بھرتا ہے

قریشی سپہ سالار سے بددلی

ابوسفیان کو ہم سب نے سپہ سالار مانا تھا کہ اپنے سے زیادہ آزمودہ کار جانا تھا

مگر ثابت ہوا قومِ قریش اب ربع خالی ہے وہ جنگی شان و شوکت بس خیالی ہی خیالی ہے

خداوندانِ کعبہ بھی بظاہر آج بے گن ہیں مسلمان سچ تو کہتے ہیں کہ صم اور بکم ہیں

کسی ایسے کا تابع کوئی لشکر ہو نہیں سکتا کہ جس سے یہ ذرا سا مورچہ سر ہو نہیں سکتا

یہ خندق راہ میں حائل سہی، آخر تو خندق ہے سپہ سالار بھی حیراں ہے لشکر کا بھی منہ فق ہے

مناسب تھا کہ یہ گتھی سپہ سالار ہی کھولے ہمیں جو حکم بھی تم نے دیا، تعمیل کی ہم نے

نتیجہ یہ کہ سارے لشکر کی حیران و ششدر ہیں کہیں دم ہی چرایا اور نہ کوئی ڈھیل کی ہم نے

ہمیں جس تھان پر باندھا تھا تم نے ہم وہیں پر ہیں ہمیں اکثر بڑبڑاتے دیکھتے ہیں خیل خیل ان کو

سمجھتے ہیں کہ گردانا گیا کولھو کے بیل ان کو سمجھتے ہیں کہ گردانا گیا کولھو کے بیل ان کو

یہودیوں کی نفع خوری

کہاں ہیں وہ یہودی جو ہمارے پاس آئے تھے
وہ کہتے تھے ہمیں وہ خود کریں گے شہر میں داخل
وہ کہتے تھے کہ مستورات پر قبضہ دلادیں گے
یہودوں نے کوئی وعدہ نہیں اب تک کیا پورا
کوئی رستہ بتاتے ہیں نہ خود امداد کرتے ہیں
نکل کر قلعہ سے باہر وہ ایسے بیٹھ جاتے ہیں
گدھوں کی دوڑ سمجھتے ہیں ہماری جنگ بازی کو
ہمارے فوجیوں سے مفت پیتے اور کھاتے ہیں
بہت کچھ لوٹ لے جاتے ہیں ہتھ ناک سے چالوں سے
پیادے ہار جائیں تو انہیں ہتھیار دیتے ہیں
ہماری فوج آئی ہے یہاں پیکار کی خاطر
شبانہ روز ہم میدان میں لڑتے اور مرتے ہیں

بقول خود بڑے تدبیر والے اہل رائے تھے
نہ پیش آئے گی اس بارے میں ہرگز کوئی بھی مشکل
جہاں بھی مال و زر پوشیدہ ہے سب کچھ بتادیں گے
ہماری جنگ کا مقصد ہے لنڈورے کا لنڈورا
اجی لڑتے چلے جاؤ یہی ارشاد کرتے ہیں
تماشا دیکھنے کو جس طرح شوقین آتے ہیں
یہاں تشریف لاتے ہیں فقط طعنہ طرازی کو
انہی کے ہاتھ پھر جھوٹے ٹگنیے بیچ جاتے ہیں
جوا بھی اکھیلتے ہیں وہ ہماری فوج والوں سے
سوار اکثر جوئے میں اپنے گھوڑے ہار دیتے ہیں
کہ ان بازاریوں کی گرمی بازار کی خاطر
یہودی چمیں سے بیٹھے ہوئے بیوپار کرتے ہیں

یہودیوں کی وعدہ خلافی

یہودی قلعہ میں یثرب کے غلوں کا ذخیرہ ہے
سمجھتے ہیں قبائل سے تو کچھ پڑتا نہیں پلے

ہمیں کچھ بھی نہیں دیتے یہ کیا ان کا وتیرہ ہے
چھپا کر کیوں نہ تہ خانوں میں پھر رکھے رہیں غلے

یہ وعدہ تھا، مدینے کے حوالی اُن کی حد ہوگی
 رئیسانِ یہودی اب نظر آتے ہیں کم ہم کو
 نظر آتے بھی ہیں ظالم تو دے جاتے ہیں دم ہم کو
 یہودی قوم نے گویا نئے چندول ہیں پھانے
 طلب غلہ کرو تو صاف ملتا ہے جواب ان سے
 فقط ملتی ہے منہ مانگے ہوئے داموں شراب ان سے
 رسد ان سے کسی قیمت پہ حاصل ہو نہیں سکتی
 وہ کہتے ہیں یہودی قوم غلے بو نہیں سکتی

قبائل کو رسد کی فکر

ہمیں شک ہے رسدِ شراب کے اندر بیچتے ہوں گے
 یہودی قوم کی یہ نفع بازی جانتے تھے ہم
 گھروں سے ہم بہت کچھ ساز و ساماں ساتھ لائے تھے
 مگر یہ کیا خبر تھی جنگ ہوگی اس قرینے کی
 وہ سب کچھ کھا چکے ہم رستہ میں جو بھی چھینا تھا
 رسد کے بھیڑ، بکری، اونٹ کھائے جا چکے سارے
 شراب اک دو ہی دن کی اور باقی ہو تو باقی ہو
 مسلمانوں سے قیمت نقد لے کر بیچتے ہوں گے
 یہ سب ہیں یار پیسے کے انہیں پہچانتے تھے ہم
 کوئی ان کے بھروسے تو نہیں لڑنے کو آئے تھے
 غنیمت کے بغیر ایسی لڑائی اک مہینے کی
 کہ آخر اس بڑے لشکر کو کھانا اور پینا تھا
 لڑائی کے جو زخمی اسپ تھے کام آچکے سارے
 پھر اس کے بعد لازم ہے کہ ارزاں خونِ ساقی ہو

کفار کا لشکر اور شراب

بہادر لشکری پیتے رہیں تو چست رہتے ہیں
 یہ بزمِ رزم قائم ہے جو سچ پوچھے کوئی ہم سے
 نہیں ملتی تو بغلیں جھانکتے ہیں سُست رہتے ہیں
 شرابِ کہنہ و لطفِ کبابِ تازہ کے دم سے

۱۔ رئیسانِ یہود نے وعدہ کیا تھا کہ جب لشکر قبائل مدینے کی حدود میں آئے گا۔ رسد ہمارے ذمہ ہوگی۔ (تاریخ العمران)

۲۔ لشکر قبائل میں جو تقریباً ایک مہینے سے حاصرہ کئے پڑا تھا۔ رسد کی قلت

نشے ہی سے بہادر فوجیوں میں جوش آتا ہے بہت افسردہ ہوتے ہیں جب ان کو ہوش آتا ہے
نشہ جب تک نہ ہو میداں میں ان کو لائیں سکتے پھر ان کو شاعروں کے شعر بھی گرما نہیں سکتے

شرابی شاعر

ہمارے شاعروں کا جوش بھی ہے وصلِ ساغر سے لگے رہتے ہیں ورنہ لاش کی مانند بستر سے
یہ خود بھی ٹرٹش رو ہیں شعر بھی کڑوا سیلا ہے نکلتا ان کے مونہوں سے برابر نے لایا ہے
اگر پی لیں تو اٹھ کر فوجیوں کا دل بڑھاتے ہیں اچھلتے کودتے ہیں اینڈتے ہیں گیت گاتے ہیں
نقیبان ”جہالت“ یہ ہمارے مدح خواں شاعر ہمارے کارناموں کے خصوصی ترجمان شاعر
نہ سمجھو ان کو بکواسی کہ یہ سب کارآمد ہیں ہمارے ساتھ ہیں اور محو تعریف و خوشامد ہیں
یہ مانا فحش گو ہیں، فحش کار و لاف زن بھی ہیں یہ مانا بدسرشت و بدنگاہ و بدچلن بھی ہیں
مگر یہ لوگ شاعر ہیں مزا ہے ان کی باتوں میں ہمارے لشکری لیتے ہیں لذت ان سے راتوں میں
یہ ایسا بھانڈپن کرتے ہیں ایسے گیت گاتے ہیں کہ سننے دیکھنے والے نہایت لطف اٹھاتے ہیں
سو جس دم تیرا یہ مسلمانوں پہ کرتے ہوں انہیں دیکھو جہاں یہ گالیوں میں رنگ بھرتے ہوں
وہ ساعت جبکہ طاری سخت خارش ان پہ ہوتی ہے اہا ہا ہا، اوہو ہو ہو کی بارش ان پہ ہوتی ہے
کوئی جوشِ خطابت سے مسلسل سرہلاتا ہے کوئی تانیں اڑاتا ہے تو کوئی منمناتا ہے
سرِ محفل ہے واصل کوئی محبوبہ خیالی سے ہے دیو ہجر کا معمول کوئی خورد سالی سے
یہ شاعر لوگ ہیں اضمحکہ دنیائے سرمستی مزایہ ہے بہت مہنگی نہیں ہے ان کی خرمستی
شراب ان کو دیے جاؤ سنے جاؤ کلام ان کا یہ مینڈک پی کے ٹراتے ہیں طرفہ ہے زکام ان کا

فقط ایسے تماشے کے لیے اک شے ضروری ہے کہیں سے بھی ملے کوئی پلائے، عے ضروری ہے یہ متانے جو اکثر عامیوں کی نقل محفل ہیں اگر اک مرتبہ حیلے حوالے سے انہیں ٹالیں دیے جاؤ انہیں چھینٹے شراب ارغوانی کے ملی جس دن نہ مے ان شاعران کینہ پرور کو اب اظہار حقیقت اس کو سمجھو یا کہ سردردی رسد بھی تھڑچکی ہے اور میخانہ بھی خالی ہے

کہیں سے بھی ملے کوئی پلائے، عے ضروری ہے بھلا یہ بن پئے دو حرف بکنے کے بھی قابل ہیں؟ تو اپنے محسوس کی بھی یہ فوراً جو کہہ ڈالیں وگرنہ ہم ہدف بن جائیں گے گندہ دہانی کے ہمارے ہی خلاف اس دن یہ بھڑکائیں گے لشکر کو جو حالت ہے سپہ سالار سے ہم نے بیاں کردی ہمارا حال کیا ہوگا؟ یہ ہر صورت سوالی ہے

ابوسفیان کی تقریر

قبائل کے سبھی سردار بولے باری باری سے یہ تقریریں سنیں جب سربراہان قبائل کی جواب ان کا ضروری تھا کہ اب تاخیر مشکل تھی اٹھا، ڈاڑھی کھجائی، مسکرایا دانت دکھلائے

بڑی تیزی سے لیکن انتہائی ذمہ داری سے ابوسفیان نے کی محسوس تلخی ان دلائل کی یہاں اب لمبی چوری منطقی تقریر مشکل تھی مخاطب کر کے سرداروں کو یہ الفاظ فرمائے

یہود اور قبائل میں اختلاف

عرب کے سر بلند ہر فرازو اور سردارو یہودی قوم سچ مچ جذبہ غیرت سے عاری ہے جواب آخری ان کی طرف سے آج پایا ہے

یہودی قوم نے کھیلی ہے یہ نرد دغا یارو مرا ان سے برابر نامہ و پیغام جاری ہے اسی باعث تو میں نے آپ لوگوں کو بلایا ہے

۱۔ محاصرہ جس قدر طول ہوتا جاتا تھا محاصرہ کرنے والے ہمت ہارتے جاتے تھے چوبیس ہزار آدمیوں کو رسد پہنچانا آسان نہ تھا (سیرت)

۲۔ یہود جنہوں نے تمام عرب کو اسلام کے خلاف یکجا کیا تھا اب کھلی لڑائی سے پرہیز کرتے تھے (تاریخ العمران)

وہ کہتے ہیں کہ چند افراد جو ہوں نام آور بھی
یہودی قلعہ میں رکھیں گے ہم زیرِ نظر بندی
ہماری نیتوں پر اب ہے شکِ اختلاف ان کو
ہمارے آدمی قبضے میں رکھنے پر بضد ہیں وہ
علاوہ اس کے روزِ سبت بھی باہر نہ آئیں گے
جو ان کی چال ہے اچھی طرح سے جانتا ہوں میں
وہ دھرنا مارے بیٹھے ہیں خزانوں پر گداموں پر
خیال ان کا یہ ہے جس دم گھسیں گے ہم مدینے میں
اگر کردیں ہم اپنے افسروں کو یرغمال ان کا
اگر س مال پر بھی رال ٹپکی فوج والوں کی
عرب کو ٹوٹنا لیکن عرب والوں سے غیریت !

ہماری فوج کے سردار بھی ہوں اور دلاور بھی
تو پھر ہم جنگ کے میدان میں کودیں گے بہ خورسندی
ہماری فوج سے مطلوب ہیں کچھ یرغمال ان کو
اسی اک شرط پر کہتے ہیں ہم سے متحد ہیں وہ
لڑائیں گے ہمیں لیکن وہ خود زور پر نہ آئیں گے
پرانے ملنے والے ہیں انہیں پہچانتا ہوں میں
رسد دینے کو ہیں تیار لیکن نقد داموں پر
تو شاید لوٹ پڑ جائے حسیوں کے دینے میں
خیال ان کا یہ ہے محفوظ ہو جائے گا مال ان کا
تو زیرِ تیغ آجائیں گی جانیں یرغمالوں کی
کینے 'بے وفا' غدار 'قرم ساق بدنیت !

دوسری صبح متفقہ دھاوے کی تجویز

چلو اچھا ہوا یہ خود ہی ہم سے دور ہو بیٹھے
مری تجویز یہ ہے کل سویرے نور کے تڑکے

مدینے کے سیاسی فائدے سے ہاتھ دھو بیٹھے
مدینے کی زمیں پر فوج بجلی کی طرح کڑے

۱۔ نعیم بن لثقی قبیلہ غطفان کے رئیس تھے وہ قریش سے ملے انہوں نے قریش اور یہود سے الگ الگ ایسی باتیں کیں جس سے دونوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ نعیم نے یہود سے کہا: قبائل مال و زر کے طالب ہیں مسلمانوں کے پاس مال کہاں؟ اور اگر وہ محاصرہ چھوڑ کر چلے گئے تو تم اکیلے مسلمانوں کے رحم پر رہ جاؤ گے مناسب یہ ہے کہ عام حملے میں شامل ہونے سے پہلے قریش اور قبائل کے چند سربراہ آدرہ آدرہ بطور یرغمال اپنے قلعہ میں منگا لو تا کہ تم سے یہ لوگ دغا نہ کریں اور قریش وغیرہ سے کہا کہ یہود شاید مسلمانوں سے مل جائیں ان کا ارادہ ہے کہ تمہارے افسروں کو یرغمال کے طور پر قید کر لیں پھر جب ابوسفیان نے یہود سے کہا کہ آؤ عام حملے میں ہمارے ساتھ شریک ہو تو یہودیوں نے کہا کہ سبت کے دن ہم جنگ نہ کریں گے علاوہ ازیں چند سرکردہ سرداروں کو ہمارے قلعہ میں بھیج دو تا کہ ہمیں تقویت رہے۔ یہ سن کر کفار کو یقین ہو گیا کہ یہودی دغا بازی پر آمادہ ہیں۔ اس طرح پھوٹ پڑ گئی۔ (دیکھو ابن ہشام زرقانی وغیرہ)

کریں ہم متفقہ فوج سے اک زور کا دھاوا۔
 نہیں ہے اب مسلمانوں میں کوئی بھی سکت باقی
 ہزاروں کا یہ لشکر جا پڑے یوں بے خطر ان پر
 ادھر خندق کے اوپر جنگ سرانجام ہو جائے
 قبائل کے بہادر سربراہوں گردن افرازو
 مدینے میں اگر اک مرتبہ تم ہو گئے داخل
 یہاں سے جا کے یہ احکام دے دو اپنے دستوں کو
 مسلمان ختم ہو جائیں تو پھر سب کچھ تمہارا ہے
 یہ سیم وزریہ سب غلے خزانے اور میخانے
 کہ ہو شامل نہ ہونے سے یہودوں کو بھی پچھتاوا
 نہ جمعیت ہی قائم ہے نہ قوت اور ست باقی
 گرے آندھی کی صورت بارش تیر و تبران پر
 ادھر سے اندرون شہر قتل عام ہو جائے
 ابھارو لشکروں میں جوش جانبازی کا جانبازو
 تو یہ سمجھو رسد بھی میکدے بھی ہو گئے حاصل
 فنا کر دیں سویرے منہ اندھیرے حق پرستوں کو
 کہ بعد اس کے یہودی قوم کا پھر کیا سہارا ہے
 پڑے ہیں سامنے تم کو دیے ہیں لات و عزیٰ نے

وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

سپہ سالار کے اس فیصلے سے خوش ہوئے افسر
 سراپردہ ادھر دربان نے دیوان کا کھینچا
 سحر کو متفقہ متحدہ فوج کا حملہ
 خبر کیا تھی ابھی خونیں سحر میں رات حائل ہے
 بشر خالی ارادوں سے عبث مسرور ہوتا ہے
 ابوسفیان بہت خوش تھا یہ ساعت عید تھی اس کو
 خبر کیا تھی محمدؐ نے دعا کو ہاتھ اٹھائے ہیں
 ہر اک نے راہ لی گھوڑوں پہ چڑھ کر جانب لشکر
 ابوسفیان نے اک سانس اطمینان کا کھینچا
 بقا کی ایک کشتی پر فنا کی موج کا حملہ
 کہ شیطانی ارادوں میں خدا کی ذات حائل ہے
 وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے
 یہ حملہ فیصلہ کن ہے بڑی اُمید تھی اس کو
 خبر کیا تھی زمیں پر حاملانِ عرش آئے ہیں

ابوسفیان وغیرہ نے فیصلہ کیا کہ دوسرے دن قبائل کی تمام فوجوں کا حملہ کر کے مدینے ہی جامِ کرم لیں (تاریخ الامران)

آندھی کا حملہ

ابوسفیاں نے دی آواز دسترخوان بچھواؤ
 قیش نے کیا سامان بے اندازہ و وافر
 مسلمانوں کا خوں لے کر ارادے اور نیت میں
 ابھی کھانے نہ پائے تھے ابھی پینے نہ پائے تھے
 اچانک اک بڑا جھونکا ہوائے تند کا آیا
 کبابوں کی اڑیں قابیں، لڑے شیشے شرابوں کے
 ابھی نگلی نہ تھیں چیخیں بھی ان مونہوں سے حیرت کی
 طنائیں چرچرائیں، چوب لہرائی، اڑا خیمہ
 ابوسفیاں نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے کیا دیکھا
 رواں تھا ایک سیلاب عظیم الشان آندھی کا
 امدتی دوڑتی اٹھتی ہوئی بڑھتی ہوئی آندھی
 توے لٹے اندھیں چلبھوں میں ہنڈیاں، بجھ گئیں آگین
 اٹا تھا ہر بشر کا فرق و چشم و گوش مٹی سے
 دل ہر فرد تھا اس ناگہانی مار سے چھلنی
 طمانچے کنگروں کے اور مٹی کے تھپیڑے تھے
 بلاؤ عکرمہ کو اور ابن العاص کولاؤ
 شراب کہنے کے شیشے طعام تازہ و وافر
 ابوسفیاں بیٹھا اور مصاحب بھی معیت میں
 اٹھائے تھے جو لقمے وہ دہن تک بھی نہ آئے تھے
 بھری مونہوں میں جس نے خاک، دسترخوان الٹا یا
 شرابیں لنڈھ گئیں ٹکرا کے سر ٹوٹے قراہوں کے
 کہ آیا دوسرا جھونکا صدا میں لے کے ہیبت کی
 غبار ابھرا غبارہ بن کے اٹھا اور گرا خیمہ
 مقدر لشکرِ احزاب کا پلٹا ہوا دیکھا
 اچانک آپڑا تھا فوج پر طوفان آندھی کا
 زمیں کو روندتی افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی
 جھلس کر رہ گئے منہ اور کپڑوں میں لگیں آگین
 ہوا کے دوش پر اڑتی ہوئی پر جوش مٹی سے
 بدن تھا ریزہ ہائے سنگ کے سو فارے چھلنی
 مسلسل پے پے خوف اور دہشت کے دریڑے تھے

اس دور کی ہوا چلی کہ طوفان آگیا خیموں کی طنائیں اکھڑ گئیں، کھانے کے دیگے چلبھوں پر اٹ اٹ جاتے تھے (سیرت النبی)

کفار پر خوف و ہراس چھا گیا

یہ آندھی کپکپاتی برف کی سردی بھی لائی تھی ہزاروں دوسو سے لائی تھی نامردی بھی لائی تھی
 ابوسفیاں کا دل تھا حلق میں اب ہول کے مارے گنہ جتنے کئے تھے آرہے تھے سامنے سارے
 ستم ڈھائے تھے جتنے بھی مسلمانوں کی جانوں پر وہ آندھی بن کے چھائے تھے زمینوں آسمانوں پر
 نظر آتی تھی اک جھونکے میں صدا پاداش کی صورت اندھیریے میں ابوسفیاں کھڑا تھا لاش کی صورت
 زمیں بھونچال سے ہلتی ہوئی معلوم ہوتی تھی گناہوں کی سزا ملتی ہوئی معلوم ہوتی تھی
 خبیثؔ وزیدؔ دواللہ کے بندے تھے تصور میں ابوسفیاں تھا اور پھانسی کے پھندے تھے تصور میں

تصور میں ہوا محسوس اپنا سانس بند اس کو

تو اپنی ہی رگ گردن نظر آئی کند اس کو

ابوسفیاں سمجھا قیامت آئی

زمیں پر دوڑتے پھرتے نظر آئے جوان گارے ابوسفیاں ان کو بھوت سمجھا خوف کے مارے
 ہوا میں اونٹ گھوڑوں کی صدائیں بار بار آئیں صدائیں کان میں بن بن کے تاکید فرار آئیں
 ہوائے تند کے جھونکے تھے یا ٹھپکار کوڑوں کی سنائی دے رہی تھی بے محابا ٹاپ گھوڑوں کی
 سروں سے اڑ چکے تھے چھاؤنی کے خیمے خرگا ہیں پڑے تھے لشکری چہروں پہ لپٹائے ہوئے باہیں
 نہ کوئی بول سکتا تھا نہ کوئی سراٹھاتا تھا ابوسفیاں کو اپنی ذات سے بھی ہول آتا تھا
 نہ چولہا تھا نہ ہنڈیا تھی نہ خیمہ تھا نہ ڈیرا تھا فقط دہشت ہی دہشت تھی اندھیرا ہی اندھیرا تھا
 خیال آیا ابوسفیاں کو اپنی حالت بد کا وہ سمجھا قول پورا ہونے والا ہے محمدؐ کا

یقین آیا زمیں و آسماں کو طیش آیا ہے ہراول بن کے خاک و باد کا یہ جیش آیا ہے
یہاں اب ایک ساعت بھی کھڑے رہنے میں خطرہ ہے میری ہی جستجو میں ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ ہے
محمدؐ کی مدد کا ہو گیا ہے غیب سے سماں یہاں سے بھاگ ابوسفیاں یہاں سے بھاگ ابوسفیاں!

وگر نہ کوئی دم میں تیری شامت آنے والی ہے

محمدؐ نے بتایا تھا، قیامت آنے والی ہے

ابوسفیاں نے بھاگنے کی ٹھہرائی

پیاپے بڑھتی جاتی تھی ہوائے تند کی تیزی فضا میں تھی بلا کی ہولنا کی دہشت انگیزی
وہ سردی تھی کہ جم کر رہ گئی تھی سانس سینوں میں اُمید زیست تھی چبھتی ہوئی سی پھانس سینوں میں
ضمیرِ جرم آلودہ کو تھا احساسِ تنہائی ابوسفیاں نے آخر بھاگ چلنے ہی کی ٹھہرائی
بندھار ہتا تھا اس کا اونٹ ہر دم ساتھ ڈیرے میں ابوسفیاں گھسٹ کر اس پہ چڑھ بیٹھا اندھیرے میں
پکارا، جو کوئی بھی سن رہا ہو غور سے سن لے سپہ سالار کا اعلان پورے طور سے سن لے
یہاں اب ایک ساعت بیٹھنا بھی جان کھونا ہے نتیجہ کچھ نہیں بے فائدہ برباد ہونا ہے
قریشی قوم کے ہر فرد کو جا کر خبر کرو اندھیرے میں گھروں کی راہ لو فوراً جواں مردو
قریشی فوج ہو یا فوج کا ہو کوئی سرکردہ سمجھ لے بس غنیمت ہے، اندھیری رات کا پردہ
تم اپنی قوم کو لے کر خموشی سے نکل آؤ کہاں جاتے ہو صحرائی قبائل کو نہ بتلاؤ
قریشی فوج کی ہستی کو میں خطرے میں پاتا ہوں گھروں کی راہ لو بھائی، یہ دیکھو میں تو جاتا ہوں

لے آندھی کے زور سے پریشان اور بدحواس ہو کر ابوسفیاں نے قریش کے سرداروں کو آواز دی کہ اب یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں بہتر ہے ہم واپس چلیں، پھر اپنے اونٹ پر سوار ہو گیا۔ مگر گھبراہٹ کا عالم تھا کہ اونٹ کا گھٹنا کھولنا بھول گیا (ابن سعد، ابن ہشام و طبری)

ابوسفیان کی بدحواسی

اندھیرے میں بلند آواز سے مارا یہ للکارا
اُچک کر بلبلا یا اونٹ لیکن چل نہ سکتا تھا
ابوسفیاں ادھر سے گالیاں اُس کو سناتا تھا
یہ سب کچھ سن رہا تھا عکرمہ بوجہل کا بیٹا
وہ اٹھا طیش میں آ کر پکارا اے ابوسفیاں
چچا یہ بوکھلاہٹ اور گھبراہٹ ہی نامردی
بندھا ہے ہے اونٹ کا گھٹنا جسے تم ہانکے جاتے ہو
اگر واپس ہی چلنا ہے تو لشکر ساتھ میں رکھو
قریشی آن بھی آخر بچانی چاہیے تم کو
اور اس کے ساتھ ہی رسی سے اپنے اونٹ کو مارا
بندھا تھا اس کا گھٹنا وہ جگہ سے ٹل نہ سکتا تھا
ادھر سے اونٹ بیچارا دمام بلبلاتا تھا
کہیں نزدیک اوندھے منہ زمیں پر وہ بھی تھا لیٹا
سپہ سالار ہو کر چھوڑتے ہو کر اس طرح میداں
اندھیری رات میں کرنے چلے ہو بادیہ گردی
دہن سے گالیاں بکتے ہوٹی پھانکے جاتے ہو
سپہ سالار ہو دو چار افسر ساتھ میں رکھو
چچا اس بزدلی پر شرم آنی چاہیے تم کو

ابوسفیان کی شرم

صدائے عکرمہ سن کر ابوسفیاں کو شرم آئی
اندھیرا اور آندھی اور پر اسرار آوازیں
ڈرانی اور ہیبت ناک دھمکاتی ہوئی شکلیں
وہ سب تاریک شکلیں واہمہ خلاق تھا جن کا
یہاں اب کوئی بھی صورت نہیں تھی جائے ماندن کی
مگر اس شرم کی اس وقت مشکل تھی پذیرائی
فضا میں سرد شعلوں کی سی دل افکار پروازیں
تحکم سے گریز ارشاد فرماتی ہوئی شکلیں
ضمیرِ بدنہاواں پر تصور شاق تھا جن کا
نفس کی آمد و شد تھی مہورت پائے رفتن کی

۱۔ عکرمہ بن ابی جہل پاس ہی تھا اس نے ابوسفیان کو تلخ الفاظ کہے اور شرم دلائی 'ابوسفیان پہلے تو رک گیا کہا اچانک لشکر کو ترتیب دے کر واپسی کا انتظام کر دو پھر تھوڑی دیر کے بعد اُس نے اونٹ کا گھٹنا کھولا اور تنہا سب سے آگے آگے روانہ ہو گیا۔ (دیکھو ابن ہشام)

صدائے عکرمہ سے بوجھ اترا ذمہ داری کا
 اتر کر اب بمشکل اس نے گھٹنا اونٹ کا کھولا
 بھیجے عکرمہ لو، میں تمہیں نائب بناتا ہوں
 ہوا آئی ہے لے کر اک جہانِ لق و دق ہم پر
 مرے پیچھے ہی پیچھے قوم کو لے کر نکل آؤ
 وگرنہ جو نتیجہ ہونے والا ہے وہ ظاہر ہے

عرب کی ان ہواؤں کا ابو سفیان ماہر ہے
 ابوسفیاں نے پورے زور سے اب اونٹ دوڑایا
 فقط راہ فرار آسان تھی پائے تصور پر
 ہوائے تند کوڑا کر رہی تھی پشتِ اشتر پر
 لشکرِ احزاب اندھیرے میں غائب

یہ ایسا واقعہ تھا جو چھپائے چھپ نہ سکتا تھا
 سپاہی سن رہے تھے عکرمہ بھی بکتا جھکتا تھا
 سپہ سالار کا میدان سے چل دینا قیامت تھا
 خبر لشکر میں پھیلی شوم کا مذکور شامت تھا
 بھلا اب کون رکنا کس میں باقی تھا یہ دل گردہ
 قریشی فوج پہلے ہی سے تھی افسردہ و مُردہ
 اندھیری رات میں آندھی کے آگے سب کے سب بھاگے
 وہ اس سے دس قدم آگے یہ اس سے دس قدم آگے
 قبائل کے جیوشِ قاہرہ نے بھی خبر پائی
 قریشی فوجیوں کی چھاؤنی خالی نظر آئی
 یہودی چوکیاں بھی جاچکی تھیں قلعہ کے اندر
 نظر آتے نہ تھے میدان میں اب ناچتے بندر

ہر اس عام ان پھیلی ہوئی افواج میں پھیلا فضا میں گالیاں گونجیں اٹھا اک شور وادیدا
 انہیں بھی اب نہیں تھا بھاگ چلنے کے سوا چارا اسی عالم میں لد کر چل دیا آخر یہ بنجارا
 اڑا کر لے گئی اندھوں کو آندھی اس اندھیرے میں
 سحر تک خاک اڑتی رہ گئی باطل کے ڈیرے میں

مدینہ کی صبح

بلا کا عبرت افزا انقلاب چرخ گرداں تھا ابھی اک شور برپا تھا، ابھی اک ہوکا میداں تھا
 سحر کے وقت جب گونجی صدا اللہ اکبر کی تو باطل ہو چکی تھیں ظلمتیں باطل کے لشکر کی
 نہ آندھی ہی رواں تھی اب نہ قائم وہ اندھیرا تھا ہوائیں معتدل تھیں اور نورانی سویرا تھا
 نسیم صبح کے آزاد جھونکے سرسراتے تھے طلوع مہر کا عالم تھا ذرے مسکراتے تھے
 نظارے کا سہارا پا لیا تھا مہر خاور نے
 محمدؐ کا مدینہ چھا لیا تھا فضل واور نے



۱۔ قریش کو جلد معلوم ہو گیا کہ ابوسفیان چلا گیا ہے وہ بھی اس اندھیرے میں بھاگے قبائل میں بھی جلد ہی یہ خبر پھیلی انہوں نے معلوم کیا تو قریش جا چکے تھے اور یہود اپنے قلعے میں جا چپے تھے قبائل بھی غصے میں بھرے ہوئے چلے دیئے۔ (دیکھو ابن ہشام)

اسلام کے ابتدائی زمانے کا جو نقشہ شاعر نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے اس میں زیادہ تر زور سیرت پر دیا گیا ہے۔ بالعموم وہ روایتیں نظم کی گئی ہیں جن سے دنیا کے سب سے بڑے ہادی ﷺ کی پاکیزہ سیرت پر روشنی پڑتی ہے۔ اس اعتبار سے ہر مسلمان حضرت حفیظ جالندھری کے اس کارنامے کو قدر کی نگاہ سے دیکھے گا۔ بلکہ یہاں تک اُمید کی جاسکتی ہے کہ ہر وسیع الخیال غیر مسلم بھی شاعر کے کمال فن کی داد دے گا۔ ایک خوبی تمام شاہنامہ اسلام میں نمایاں ہے کہ جو بیان کوئی اور بیس شعروں میں کرے، ہمارا شاعر (حفیظ) تین شعروں میں کر دے گا۔ اس پر الفاظ کی سادگی اور کلام کی رنگینی اور چستی ملحوظ رہتی ہے۔ آنحضرتؐ کے دنیا میں تشریف لانے کے متعلق جو اشعار لکھے ہیں۔ انہیں پڑھ کر عاشقانِ نبویؐ پر حالت وجد طاری ہوگی

شیخ عبدالقادر

شاہنامہ اسلام کا مقصد تلاش کرنے کے لئے زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں۔ مصنف نے خود ہی اس کو واضح کر دیا ہے..... سلف کے کارناموں کو ولولہ انگیز طریقے سے سنانا یہ ہے شاعر کا مقصد۔ یقیناً حفیظ اپنے بیان کردہ مقصد میں کامیاب ہے۔ وہ دل بہت ہی سنگین ہوگا، جسے یہ آتشیں تیر نہ برما سکیں۔۔۔ حفیظ کے جذبہ، خلوص اور ایمان کو دیکھ کر میں یہ عرض کر سکتا ہوں کہ شاہنامہ اسلام کو دینی نصاب میں شامل کر لیں۔ اس کاوش کا اصل مقصد بھی بڑی حد تک پورا ہو جائے یعنی کتاب کے مطالب طالب علمی ہی کے زمانہ سے نو نوا لان قوم کے ذہن نشین ہو جائیں، اور یہ حرارت ایک مدت تک دلوں کو گرماتی رہے۔

ڈاکٹر محمد دین تاثیر

شاہنامہ اسلام، اس قدر مقبول ہے کہ یہ شاعری زبانوں پر چڑھی ہے۔ کانوں اور دلوں میں گونج چکی ہے۔ حفیظ سے پہلے کسی شاعر، اکبر، چکبست، اقبال اور جوش کسی میں بھی احساس، سوچ اور شاعری اس رنگ اور شکل سے ہمیں نہیں ملتی۔ حفیظ کی منظر نگاری خاص توجہ کی مستحق ہے۔ یہ تیور اور مردانہ انداز ہمیں اور شعرائے میں نہیں ملتے۔

فراق گورکھ پوری

صوفی تبسم

حفیظ معانی کے خسرو اور سخن کے فردوسی ثانی ہیں۔ (فارسی قطعہ تارخ سے اقتباس)